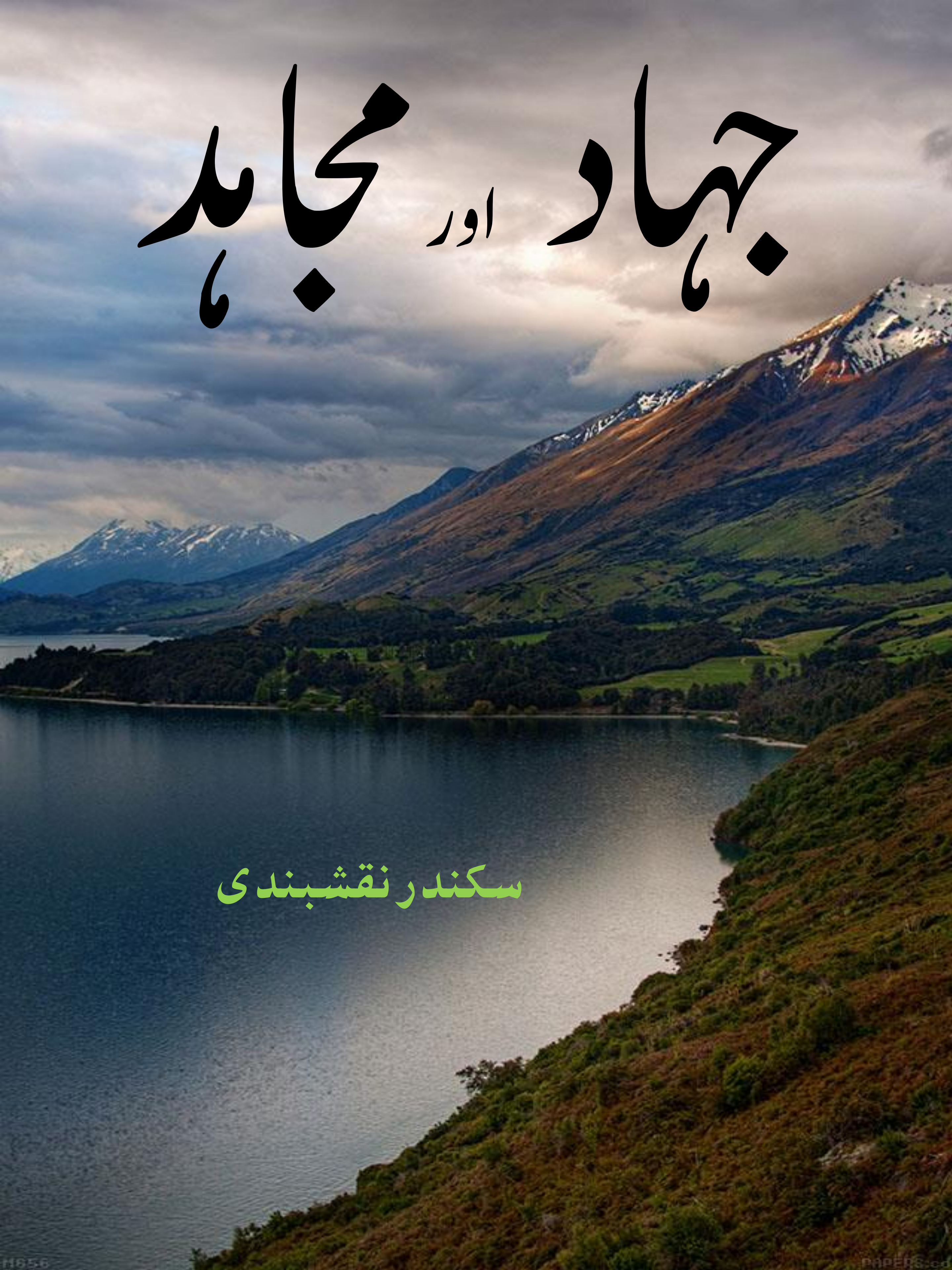

جہاد اور مجاہد

سکندر نقشبندی

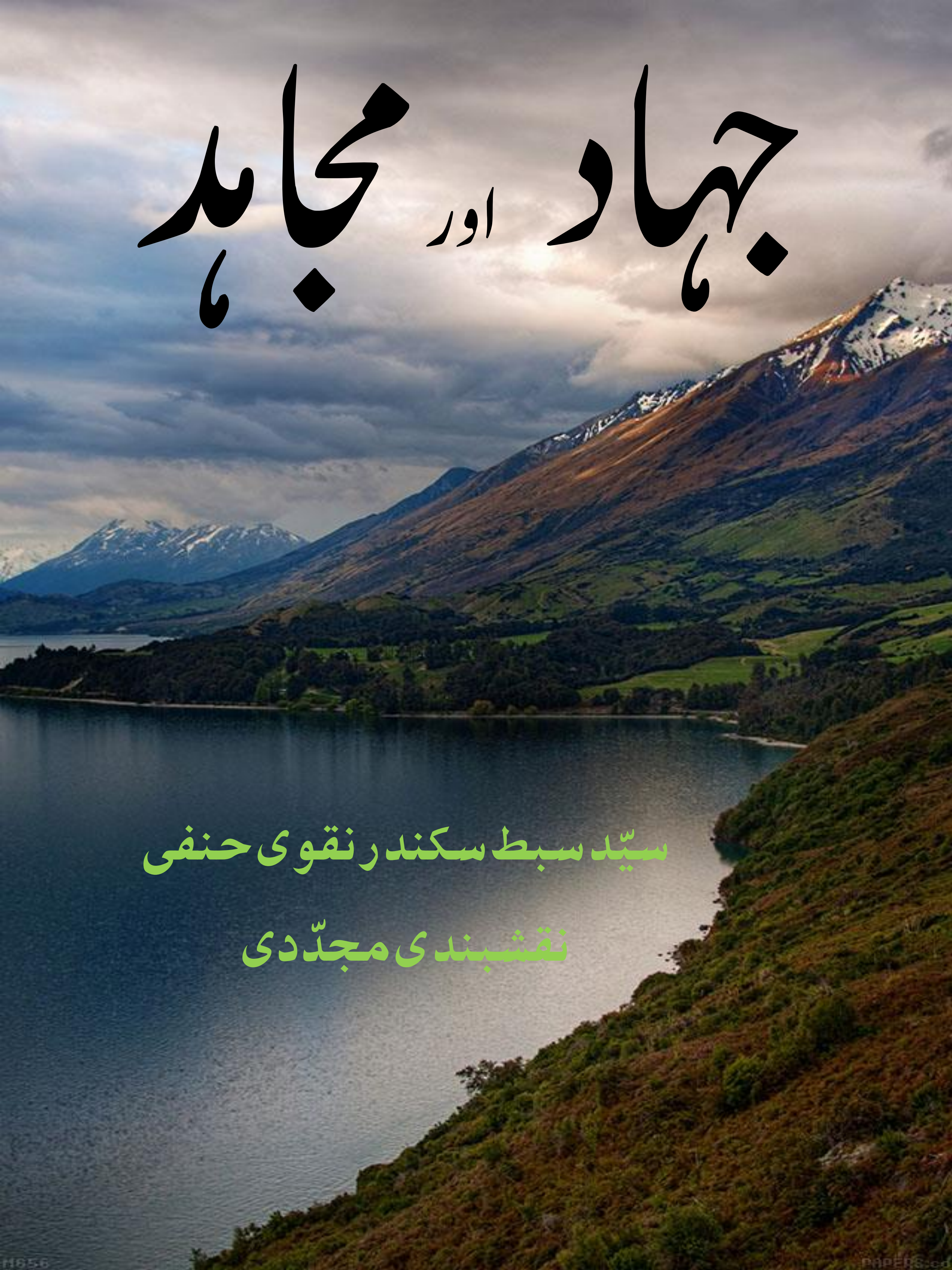

جہاد اور مجاہد

سیّد سبط سکندر نقوی حنفی
نقشبندی مجدّدی

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب: جہاد اور مجاہد
تالیف: سکندر نقشبندی
ٹیلیفون: (001) 647 890 1317
sikander.naqshbandi@gmail.com
Link:https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi
سرورق: سید حماد الرحمان - ٹورنٹو کینیڈا
پروف ریڈنگ: محترم امیر قادر ۔ مسی ساگا ۔ کینیڈا
تعداد:
سنِ طباعت: 2024ء
قیمت:

قارئین سے گذارش

کتاب کی پروف ریڈنگ میں اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو معذرت قبول فرمائیں اور نشاندھی فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست کی جا سکے۔ جزاکم اللہ خیراً

کتاب ملنے کیلئے رابطہ

مختار احمد (کراچی پاکستان) 0 3 0 0 - 2 3 8 0 2 8 5
نفیس الحسن جیلانی (کراچی پاکستان) 0 3 0 0 - 3 5 1 2 7 1 2
عبد الرشید خان (ورجینیا امریکہ) (0 0 1) 7 0 3 - 7 8 5 - 4 7 3 7
منور نقوی (سڈ نی آسٹریلیا) 0614-2490-4151
قیصر نقوی (ٹورنٹو کینیڈ ا) (001) 647-898-4640
سید عباد الرحمان (کیلگری AB کینیڈا) (001) 403-926-5171

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جهاد اور مجاهد

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
i۔	عرض مؤلف	25
	باب اول ۔ جہاد	29
1۔	جہاد کے لغوی معنی	31
2۔	جہاد کے شرعی معنی	31
3۔	جنگ کی اجازت	32
4۔	جہاد کی فرضیت کا حکم	33
5۔	انسانی زندگی پر جہاد کے اثرات	36
6۔	جہاد	37
7۔	جہاد کی دو صورتیں	38
8۔	جہاد کے دو احکامات	44
9۔	مجاہد کے لئے انعامات	49
10۔	جہاد فی سبیل اللہ نہ کرنے کا وبال	57
11۔	فضائل جہاد	65
12۔	شہید کے درجات	73
13۔	بزدلی پیدا کرنا اور شرانگیز افواہیں پھیلانا منافقین کا کام ہے	74
14۔	دعوتِ جہاد کی فضیلت	80
15۔	بحری جہاد کی فضیلت	82
16۔	جہاد میں خرچ کرنے کے فضائل	84

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
17۔	اسلامی سرحدوں کی حفاظت کیلئے پہرہ دینے کے فضائل	88
18۔	جہاد میں تیراندازی کے فضائل	89
19۔	میدان جنگ سے فرار کا گناہ	90
20۔	مسلمان قیدیوں کو دشمن کے ہاتھوں سے چھڑانے کے احکام	91
21۔	رسول اللہ ﷺ کے ہتھیار	92
22۔	رسول اللہ ﷺ کی تلواریں	92
23۔	رسول اللہ ﷺ کے نیزے اور برچھیاں	94
24۔	رسول اللہ ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں	94
25۔	رسول اللہ ﷺ کے خود	95
26۔	رسول اللہ ﷺ کی ڈھالیں	95
27۔	رسول اللہ ﷺ کی سواریاں	95
	حصہ دوم ۔ غزوات اور جنگیں	97
28۔	غزوات اور سرایا	99
29۔	غزواتِ نبوی ﷺ	100
30۔	غزوہ الابواء یا غزوہ ودان	100
31۔	غزوۃ بواط	101
32۔	غزوہ بدر الاولیٰ یا غزوۃ صفوان	102
33۔	غزوہ العشیرہ	103
34۔	غزوۂ بدر	106
35۔	اسماء بدرین حضرات مہاجرینِ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین	110
36۔	اسماء گرامی شہداء بدرؓ	135

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
37۔	غزوۂ بنوسلیم بمقام کُدُر	144
38۔	بنوقینقاع پر چڑھائی	144
39۔	غزوۂ سویق	148
40۔	غزوۂ ذی امر (سریہ غطفان) یا غزوۂ انمار	149
41۔	رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش	150
42۔	غزوۂ بحران	151
43۔	غزوۃ الفرع یا غزوۃ بنوسلیم	151
44۔	غزوۂ احُد	153
45۔	غزوۂ حمراء الاسد	172
46	شہدائے احد کے نام	174
47۔	غزوۂ بنونضیر	178
48۔	غزوۂ بدر (دوئم)	181
49۔	غزوۂ دومۃ الجندل	183
50۔	غزوۂ بنی المصطلق یا غزوۂ مریسیع	184
51۔	مدینہ سے ذلیل ترین آدمی کو نکالنے کی بات	185
52۔	غزوۂ احزاب (جنگِ خندق)	188
53۔	پہلی مرتبہ قضاء نماز پڑھی	194
54۔	رسول اللہ (ﷺ) کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کی بہادری کا قصہ	195
55۔	بنوقریظہ کی بدعہدی کی تحقیق اور منافقین کی حالت	195
56۔	غزوۂ بنوقریظہ	200
57۔	حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت	204

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
58۔	حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قبولیتِ دعا	204
59۔	غزوۂ غابہ (غزوۂ ذی قرد)	205
60۔	غزوۂ بنولحیان	208
61۔	صلح حدیبیہ	209
62۔	غزوۂ خیبر	225
63۔	غزوۂ ذات الرقاع (غزوۂ نجد)	243
64۔	رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش	246
65۔	غزوہ وادی القریٰ	246
66۔	وادی تیماء	247
67۔	فتح مکہ	248
68۔	اطراف کے بت ڈھانے کی مہم	272
69۔	غزوۂ حنین	274
70۔	غزوۂ طائف	281
71۔	غزوہ تبوک	287
72۔	تبوک سے مدینہ واپسی پر رسول اللہ (ﷺ) پر منافقین کا قاتلانہ حملہ	295
73۔	غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے صحابہ کرام ؓ	296
74۔	دورِ نبوی ﷺ میں صحابہ کرام ؓ کے لشکر	300
75۔	سریہ سیف البحر یا سریہ حمزہ ؓ	300
76۔	سریہ رابع یا سریہ حضرت عبیدہ بن حارث ؓ	300
77۔	سریہ خرار یا سریہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ	301
78۔	سریہ نخلہ یا سریہ عبداللہ بن جحش ؓ	301

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
79۔	سریہ عمیر بن عدیؓ	303
80۔	سریہ سالم بن عمیرؓ	303
81۔	سریہ زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	304
82ؑ	سریہ ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	305
83۔	سریہ عبداللہ بن انیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	305
84۔	بئر معونہ کا سانحہ	307
85۔	رجیع کا سانحہ	309
86۔	حضرت عاصم بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لاش کی حفاظت	309
87۔	حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کوسولی پر لٹکانا	310
88۔	یہود کی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کی سازش	311
89۔	سرَیہ محمد بن مسلمہ انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	312
90۔	ارادۂ قتل کی عشقِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تبدیلی	312
91۔	کعب بن اشرف کا قتل	313
92۔	ابورافع کا قتل	316
93۔	سریہ غمر یا سریہ عکاشہ بن محصنؓ	317
94۔	سریہ ذوالقصہ (اول)	318
95۔	سریہ ذوالقصہ (الثانی)	318
96۔	سریہ جموم یا سریہ زید بن حارثہؓ	318
97۔	سریہ عیص	319
98۔	سریہ طرف یا طرق	319
99۔	سریہ حسمیٰ	320

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
100	سریہ وادی القریٰ	320
101۔	سریہ دیار بنی کلب۔علاقہ دومۃ الجندل	321
102۔	سریہ دیار بنی سعد ۔ علاقہ فدک	321
103۔	سریہ وادی القریٰ (الثانی)	322
104۔	سریہ خیبریا سریہ عبداللہ بن رواحہ ؓ	322
105۔	سریہ عرنیین	322
106	سریہ عمرو بن امیہ ضمری ؓ	323
107۔	سریہ ابان بن سعید ؓ	324
108۔	سریہ ابوبکر صدیق ؓ (بنی کلاب، مقام نجد)	324
109۔	سریہ ابوقتادہ ؓ و محلم بن جثامہ ؓ	325
110۔	حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی ؓ کا سریہ	326
111۔	سریہ تُربہ	326
112۔	سریہ اطرافِ فدک (انصاری ؓ)	326
113۔	سریہ میفعہ	327
114۔	سریہ یمن وجبار	327
115۔	سریہ غابہ	328
116۔	سریہ ابوالعوجاء	328
117	سریہ قدید یا سریہ غالب بن عبداللہ ؓ	328
118	سریہ بشر بن سعد ؓ	329
119	سریہ ذات اطلح	329
120	سریہ ذات عرق	330

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
121۔	سریہ ابی حدرد اسلمیؓ	330
122	جنگ موتہ	331
123	سریہ ذات السلاسل (جنگِ قضاعہ)	339
124	سریہ سیف البحر (سریہ خبط)	340
125	سریہ خضرہ (سریہ ابی قتادہؓ)	340
126	فروہ بن عمرو جزامی کا پیغام	340
127	سریہ بطن اضم	341
128۔	سریہ طفیل بن عمرو دوسیؓ	342
129۔	سریہ عیینہ بن حصن فزاریؓ	342
130	سریہ عبداللہ بن عوسجہؓ	343
131	سریہ قطبہ بن عامر بن حدیدہؓ	343
132	سریہ ضحاک بن سفیان کلابی	343
133	سرِیَّہ علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	344
134	سریہ علقمہ بن مجرز مدلجی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	345
135۔	سرِیَّہ دومۃ الجندل	345
136	سرِیَّہ خالد بن ولید نجران کی طرف	346
137	سریہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ	348
138	جیشِ اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تیاری	349
139	خلفاء راشدین کے دور کی جنگیں	350
140۔	حضرت اسامہ بن زیدؓ کا لشکر	350
141	حضور ﷺ کے وصال کے وقت گورنر اوران کے علاقے	354

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
142	فتنہ ارتداد اور منکرین زکوۃ کے خلاف جنگ	355
143۔	جھوٹی نبوت کے دعویدار اور مسئلہ ختم نبوت	357
144۔	سجاح اور بنو تمیم	358
145	مسیلمہ کذاب	360
146۔	مسیلمہ کذاب کا رسول اللہ ﷺ کے قاصد کے ساتھ سلوک:	362
147۔	اسود عنسی کا خاتمہ	367
148۔	حضرت ابو مسلم خولانیؒ کی کرامت	368
149۔	تہامہ یمن میں ارتداد	369
150۔	طلیحہ بن خویلد	370
151۔	حضرت خالد بن ولیدؓ کی ذوالقصہ کی مہم پر روانگی	371
152۔	بنو اسد اور بنو فزارہ سے مقابلہ	372
153۔	حضرت ابو بکر صدیقؓ کی حکمت عملی	373
154۔	طلیحہ کا قبول اسلام	376
155۔	اہل بزاخہ کا دوبارہ اسلام میں داخل ہونا	376
156۔	ام زِمل کا واقعہ	377
157۔	ابو بکر صدیقؓ کے لشکر	378
158۔	لشکر عدامہ	379
159۔	کندہ کے مرتدین	379
160۔	علقمہ بن علاثہ کے خلاف جنگ	381
161۔	حضرت ابو بکر صدیقؓ کی جنگی مہمات	382
162۔	عراق کی مہمات	382

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
163	خالد بن ولیدؓ کی جنگی حکمتِ عملی	384
164۔	معرکہ ذات السلاسل	385
165۔	جنگ قارن / مذار کی جنگ (ثنی)	387
166۔	جنگ دجلہ	388
167۔	جنگ الیس	389
168۔	فتح قلعہ امغیشیا	390
169۔	حیرہ پر قبضہ	391
170۔	حیرہ ۔ اسلامی فوج کا مرکز	393
171۔	انبار کی جنگ (ذات العیون)	395
172۔	عین التمر کی فتح	396
173۔	دومۃ الجندل کی فتح	397
174۔	حصید کی جنگ	398
175۔	خنافس کی جنگ	399
176۔	مصیّخ کی جنگ	399
177۔	الزمیل کی فتح	400
178۔	فراض کی جنگ	400
179۔	شام کی مہمات	403
180۔	معرکہ اجنادین	407
181	رومیوں کی جنگی تیاریاں	410
182۔	جنگِ یرموک	414
183۔	صیداء، عرقہ اور بیروت کی فتح	423

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
184	عراق کی صورت حال	424
185۔	ایران کی صورت حال	425
186۔	کسکر کی فتح	426
187	جنگ باقشیا	428
188	معرکہ دریائے فرات	428
189	جنگ بویب	430
190	حضرت عمر فاروقؓ کا ایرانیوں سے جنگ کیلئے خود جانے کا ارادہ کرنا	432
191	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور ایران کی جنگ	433
192	جنگ قادسیہ	437
193	ایران کا پایہ تخت مدائن پر قبضہ	441
194	جلولاء اور حلوان کی فتح	442
195	تکریت پر قبضہ	443
196	خوزستان کی مہم	444
197	معرکہ نہاوند	448
198	فتح اصفہان	449
199	ہمدان میں بغاوت	449
200	رے کی فتح	450
201	جنگ مرج الصفر	450
202۔	بیت لہیا کی جنگ	451
203۔	جنگ ابوالقدس	451
204۔	جنگ فحل (ذات الروغہ) (یعنی کیچڑ کی جنگ)	452

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
205۔	جنگ بیسان اور فتح طبریہ	453
206۔	مرج الروم کی فتح	454
207۔	فتح حمص	454
208۔	قسرین کی فتح	455
209	بیت المقدس کی فتح	455
210	حلب کا معرکہ	458
211۔	انطاکیہ کی فتح	458
212۔	قساریہ کی فتح	459
213۔	فراس، مرغش وحرث کی فتح	460
214	فتح فسطاط	460
215	اسکندریہ کی فتح	461
216۔	لیبیا اور تیونس کی فتح	462
217۔	جزیرۂ قبرص کی فتح	462
218۔	جزیرہ ارودا کی فتح	463
219۔	جزیرہ رودس کی فتح	463
220۔	جزیرہ صقلیہ پر حملہ	464
221	فتح کرمان	464
222	سیستان کی فتح	464
223	فتح مکران	465
224۔	خراسان کی فتح	465
225۔	سیستان اور کابل کی فتح	466

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
226۔	طبرستان	467
227	آذربائیجان پر فوج کشی	467
228۔	آرمینیا پر فوج کشی	468
229۔	حضرت امیر معاویہ کا بغاوتوں کی سرکوبی کرنا	469
230۔	حضرت امیر معاویہؓ کی فتوحاتِ اسلامیہ	470
	باب سوم ۔ مجاہد شہداء 471	
231۔	حضرت عمر فاروقؓ	473
232۔	حضرت عثمان بن عفانؓ	475
233۔	حضرت علی مرتضٰیؓ	485
234۔	سید الشہداء سیدنا امیر حمزہؓ	494
235۔	حضرت زید بن حارثہؓ	496
236۔	حضرت جعفر بن ابی طالبؓ	498
237۔	حضرت انس بن نضرؓ	502
238۔	حضرت ثابت بن قیسؓ	503
239۔	حضرت حنظلہؓ	504
240۔	حضرت حارث بن ابو ہالہؓ	505
241۔	حضرت ابان بن سعید قرشیؓ	506
242۔	حضرت اصیرمؓ (عمرو بن ثابتؓ)	506
243۔	حضرت خنیس بن حذافہؓ	507
244۔	حضرت حبیب بن زید انصاریؓ	508
245۔	حضرت زبیر بن عوامؓ	510

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
512	حضرت زید بن خطابؓ	246۔
512	حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ	247
513	حضرت سہیل بن عمروؓ	248۔
515	حضرت سلیط بن عمروؓ	249۔
516	حضرت طلحہ بن عبیداللہ التمیمیؓ	250۔
517	حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل	251۔
520	حضرت عقبہ بن نافعؓ	252۔
521	حضرت عمرو بن جموحؓ	253۔
523	حضرت عبداللہ بن جحشؓ	254۔
526	حضرت ابودجانہؓ	255۔
527	حضرت مصعب بن عمیرؓ	256۔
528	حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ	257۔
530	حضرت براء بن مالک انصاریؓ	258۔
532	حضرت نعمان بن مقرن المزنیؓ	259۔
535	حضرت اقرع بن حابسؓ	260۔
536	حضرت ابوقیس بن حارثؓ	261۔
537	باب چہارم ۔ مجاہد اسلام	
539	حضرت ابوبکر صدیقؓ	262۔
541	حضرت خالد بن ولیدؓ	263۔
542	حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ	264۔
545	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	265۔

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
266۔	حضرت سعید بن عامرؓ	548
267۔	حضرت اسامہ بن زیدؓ	552
268۔	حضرت سعید بن زیدؓ	554
269۔	حضرت ابوطلحہ انصاریؓ	555
270۔	حضرت سلمہ بن اکوعؓ	555
271۔	حضرت عبداللہ بن حذافہؓ	556
272۔	حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ	558
273۔	حضرت ابوایوب انصاریؓ	559
274۔	حضرت حذیفہ بن یمانؓ	560
275۔	حضرت عکاشہ بن محصنؓ	561
276	حضرت عباد بن بشیرؓ	561
	باب پنجم ۔ مجاہد خواتین 565	
277	خواتین کی جنگی تربیت	567
278	خواتین کا افضل جہاد	568
279	عورتوں کے مجاہدانہ کردار	568
280	غزوہ احد میں خواتین کے کارنامے	571
281۔	مجاہد خواتین	573
282۔	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ	573
283۔	حضرت فاطمہ الزہراءؓ	573
284۔	حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ	573
285۔	ام المومنین حضرت حضرت ام سلمہؓ	576

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
286۔	ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش ؓ	581
287۔	حضرت حمنہ بنت جحش ؓ	586
288۔	حضرت ام عمارہ ؓ (نسیبہ بنت کعب ؓ)	587
289۔	حضرت برزہ بنت مسعود ثقفی ؓ	594
290۔	حضرت اروٰی بنت عبد المطلب ؓ	596
291۔	حضرت ام زیاد اشجعی ؓ	598
292۔	حضرت ہند بنت عمرو بن حرام ؓ	599
293۔	حضرت فاطمہ بنت ولید ؓ	600
294۔	حضرت خولہ بنت ازور ؓ	601
295۔	حضرت ام سُلیم ؓ بنت ملحان	604
296۔	حضرت ام علقمہ ؓ	611
297۔	حضرت رفیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	612
298۔	حضرت ام ابان ؓ بنت عتبہ بن ربیعہ	613
299۔	حضرت ام حکیم بنت حارث ؓ	614
300۔	حضرت تماضر بنت اصبغ ؓ	617
	حضرت (خنساء) تماضر بنت عمرو ؓ	618
301۔	حضرت ام حرام بنت ملحان ؓ	622
302۔	حضرت ام عطیہ ؓ (نسیبہ بنت حارث ؓ)	624
303۔	حضرت معاذہ غفاریہ ؓ	627
304۔	حضرت لبنٰی بنت سوار ؓ	627
305۔	حضرت کعبیہ بنت سعد ؓ	627

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
306۔	حضرت نعم بنت قناص ؓ	628
307۔	حضرت عفیرہ بنت عفار حمیری ؓ	628
308۔	حضرت سلمہ بنت زارع بن عروہ ؓ	628
309۔	نوجوان مجاہد اور اس کی والدہ کا ایمان افروز واقعہ	629
310۔	ملکہ پونچی خاتون	635
311۔	گیتی آرا بیگم	637
312۔	ملکہ امۃ الحبیب	638
313	خواتین شہدائے اسلام	642
314	حضرت سمیہ بنت خباط ؓ	642
315	حضرت ام ورقہ ؓ	644
316	حضرت بنانہ بنت ابی یزید ؓ	646
317	ملکہ گوہر شاد آغا (بیگم)	648
318	ملکہ ماہ چوچک بیگم	650
319	ملکہ رضیہ سلطانہ	651
320	چاند بی بی یا چاند سلطانہ	655
	باب ششم۔ شہید اور شہادت 659	
321	شہادت	661
322	احادیث مبارکہ میں شہید کے فضائل	667
323	شہید کی اقسام	670
324	شہید کے دفن کرنے کے احکامات	672

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
325	شہید کے لئے انعامات	673
.326	**دُرُود تنجینا**	694
۔327	دعا برائے حفاظت	695

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعا

دعا کے تین پہلو ہوتے ہیں یا تو قبول ہوتی ہے،
یا آخرت کے لئے ذخیرہ کر لی جاتی ہے،
یا مصیبت کو ٹال دیتی ہے مگر رد نہیں ہوتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَسْبِیَ اللّٰہُ لا إِلَـہَ إِلَّا ھُوَ
عَلَیْہِ توَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ
الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ O

(سورۃ التوبہ ۔ ۱۲۹)

میرے لئے تو اللہ ہی کافی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں،
میں نے تو اسی پر بھروسہ کر لیا اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

عرض مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسنَاوَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مِنْ یَّھْدِ ہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مِنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِ یَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَ ہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّد نَا وَسَنَدَ نَا وَ نَبِیَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدً ا عَبْدُ ہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا ☆

اَمَّا بَعْدُ

فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انفِرُواْ خِفَافاً وَثِقَالاً وَجَاهِدُواْ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (41)

(سورۃ التوبہ ۔ ۴۱)

تم ہلکے ہو یا بھاری (یعنی مال واسباب تھوڑا ہو یا بہت گھروں سے) نکل پڑو اور اللہ کے راہ میں مال وجان سے لڑو۔ یہی تمہارے حق میں اچھا ہے بشرطیکہ تم سمجھو۔

وَقَاتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُواْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبِّ الْمُعْتَدِينَ (190)

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۹۰)

اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا کہ اللہ زیادتی کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمِ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ.
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا
مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ ☆

لفظ جہاداردو میں بالکل انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جوعربی زبان میں اس کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی لفظ جب مختلف زبانوں میں بولا جاتا ہےتو اس کے معنی اور مفہوم بدل جاتے ہیں۔ جہاد ایمان کا رکن ہے۔ ایمان کے دو درجے ہیں، ایک قانونی ایمان ہوتا جس کی بنیاد پر دنیا میں ایک دوسرے کومسلمان سمجھا جاتا ہےاوراسی کے لئے اسلام کی اصطلاح ہے۔ اس ایمان کی تصدیق اقرار باللسان سے ہوتی ہے جو کہ کلمہ پڑھنے سے حاصل ہوجاتا ہے۔ کلمہ اسلام کا پہلا رکن ہےاس کے ساتھ چاراورارکان ہیں، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ، جس پر اسلام کی عمارت قائم ہے۔ ایمان کا دوسرا جزو " تصدیق بالقلب " ہےجس کاتعلق حقیقی ایمان سے ہے اس میں جہاد فی سبیل اللہ بھی شامل ہے۔

جہاد اسلام کے اعمال میں سے سب سے اعلیٰ عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فریضہ جہاد ایک مشکل اور سخت عمل ہے۔ اس فریضہ کی ادائیگی شروع سے آخرتک مشکلات سے پُر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ التوبہ میں ارشادفرمایا ہے!

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُواْ عَن رَّسُولِ اللّهِ وَلاَ يَرْغَبُواْ بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لاَ يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلاَ نَصَبٌ وَلاَ مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَلاَ يَطَؤُونَ مَوْطِئاً يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلاَ يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلاً إِلاَّ كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللّهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (120)

(سورۃالتوبہ ۔ ۱۲۰)

اہل مدینہ اور جواس کے آس پاس دیہاتوں میں رہتے ہیں ان کے لئے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ

(ﷺ) سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے عزیز رکھیں۔ یہ اس لئے کہ انہیں اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچتی ہے، پیاس کی، محنت کی، یا بھوک کی، یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز چھین لیتے ہیں تو ہر بات پر ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

حدیث شریف میں حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں (جہاد کے لئے) صبح کو نکلنا یا شام کو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ تم میں سے کسی کی کمان یا ڈنڈے کے برابر جنت میں جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اگر جنت کی کوئی عورت زمین میں جھانک لے تو زمین و آسمان کے درمیان روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کا دوپٹہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الجہاد)

اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ جہاد کی اصل حقیقت قرآن، احادیث و سنت رسول ﷺ اور اقوالِ صحابہ کی روشنی میں پیش کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو سرخرو کرے، صحیح اسلامی تعلیمات کے مطابق عقائد رکھنے اور صحیح بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دجال کے خروج اور ظہور کا انتظار کئے بغیر اپنی اصلاح کرنے کی فکر کرنے اور جہاد کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہمارے دلوں کے فساد کی اصلاح فرما دے اور ہمیں ظاہری اور باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

قارئین سے ایک گزارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب سے صحیح معنی میں فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو اس کا سرسری مطالعہ نہ کریں۔ اس میں بعض جگہ قارئین کو لگے گا کہ مضمون کی تکرار ہے یعنی یہ غلطی سے نہیں ہے بلکہ قصداً رکھا گیا ہے تاکہ بات قارئین کی اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

اس کتاب میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عطا، اس کے محبوبِ کبریا ﷺ کی محبت اور میرے شیخ طریقت پروفیسر ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان دامت برکاتہ کی شفقتوں کا نتیجہ ہیں اور جو خامیاں ہیں ان میں میری کوتاہیوں کا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائے اور حقیقی معنوں میں دین کی سمجھ دے رسول اللہ ﷺ اور

صحابہ کرامؓ کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنادے۔ آمین

﴿ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْب ﴾

(سورۃ ھود ۔ ۸۸)

اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

طالب دعا
سکندر نقشبندی (عفی عنہٗ)
یکم ذوالحجہ 1445ھ بروز جمعہ
۷/جون ۲۰۲۴ء
کیلگیری ۔ کینیڈا
Tel: (001) 647 890 1317
Email: sikander.naqshbandi@gmail.com
Link:https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi

باب اول

جہاد

حق کے راستے میں اگر ساری دنیا بھی
تمہارے خلاف ہو جائے تو بھی تم یہ یقین
رکھو کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے

جہاد کے لغوی معنی

جہاد جہد بالضم یا جہد بالفتح سے مشتق ہے، جس کے معنی خوب محنت اور مشقت کے ہیں۔ لغت کی کتابوں میں جہاد کے لغوی معنی کو ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

﴿بذل اقصی ما یسطیعه الانسان من طاقته لنیل محبوب او لدفع مکروه﴾

انسان کا اپنی کسی مرغوب چیز کو حاصل کرنے یا ناپسندیدہ چیز سے بچنے کے لئے انتہائی درجے کی بھرپور کوشش کرنا

جہاد کے شرعی معنی

تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ جہاد شریعت میں قتال فی سبیل اللہ اور اس کی معاونت کو کہتے ہیں۔

۱۔ فقہ حنفی میں اللہ رب العزت کے راستے میں قتال کرنے میں اپنی جان، مال اور زبان اور دوسری چیزوں کا بھرپور استعمال کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔ (البدائع والصنائع)

جہاد کے معنی کافروں کو دین حق کی طرف دعوت دینا اور ان سے قتال کرنا، اگر وہ دین حق کو قبول نہ کریں۔ (فتح القدیر)

۲۔ فقہ مالکی میں جہاد کے معنی مسلمانوں کا کافروں سے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے قتال کرنا۔ (حاشیہ العدوی۔ شرح صغیر)

۳۔ فقہ شافعی میں جہاد کے شرعی معنی اپنی پوری کوشش کافروں سے قتال کرنے میں صرف کرنا۔ (فتح الباری)

۴۔ فقہ حنبلی میں جہاد کافروں سے لڑنے کو کہتے ہیں۔ (مطالب اولی النہی)

جنگ کی اجازت

مدینہ منورہ میں مشرکینِ مدینہ اور یہود سے معاہدوں کے باوجود مسلمان اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سخت خطرے میں رہتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت محتاط طریقے سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے راتوں کو پہرہ دیتے تھے۔ قریش مکہ کی طرف سے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار سے جنگ کی اجازت دے دی اور ارشادِ باری تعالیٰ ہوا۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ط وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ☆

(سورۃ الحج ۔ 39)

ترجمہ: جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں)

کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور خدا (ان کی مدد کرے گا وہ) یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔

جنگ کی اجازت 1ھ ہجری ، 623ء نازل ہوئی تو مسلمانوں نے حکمت سے کام لیتے ہوئے شروع میں قریش مکہ سے مقابلہ کرنے کا منصوبہ بنایا اس کے دو اہم مشن تھے۔

(1) جو قبائل قریش کی تجارتی شاہراہوں کے اردگرد یا اس شاہراہوں سے مدینہ تک کے درمیانی علاقے میں آباد تھے ان کے ساتھ حلفِ دوستی و تعاون اور جنگ نہ کرنے کے معاہدے کئے۔

(2) ان تجارتی شاہراہوں پر گشتی دستے بھیجنا۔

پہلے منصوبے کی ضمن میں اطراف کے یہود کے ساتھ معاہدے کئے گئے جس میں قبیلہ جہنیہ کے ساتھ بھی دوستی و تعاون اور جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا۔ مدینہ کے راستے پر عموماً اور مکہ کے راستوں پر خصوصاً نظر رکھی جانے لگی اور قریش کی آمد و رفت پر کڑی نظر رکھی گئی۔ مدینہ کے مشرکین اور یہود اور آس پاس کے بدوؤں کے قبائل کو یہ احساس دلایا کہ مسلمان طاقتور ہیں اور اب انہیں اپنی پرانی کمزوری سے نجات مل گئی ہے۔ قریش کے اقتصادی اور معاشی مفادات کو خطرے میں ڈال کر ان کو صلح کی طرف مائل کیا جائے۔ جو اب بھی مسلمانوں کو جڑ سے ختم کرنے کے عزم کئے ہوئے تھے اور مسلمان پورے جزیرہ العرب میں اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے آزاد ہو جائیں۔

جہاد کی فرضیت کا حکم

حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جحش کے سریہ کے بعد شعبان 2 ہجری، ۶۲۴ء میں جہاد کی فرضیت کا حکم آ گیا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ وَ اقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ وَ اَخْرِجُوْھُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ وَ الْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَ لَا تُقٰتِلُوْھُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْکُمْ فِیْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْکُمْ فَاقْتُلُوْھُمْ ؕ کَذٰلِکَ جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ ۝ فَاِنِ انْتَھَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَ قٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ ؕ فَاِنِ انْتَھَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ☆

(سورۃ البقرہ ۔ 193-190)

ترجمہ: اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی خدا کی راہ میں ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، اور مار ڈالو ان کو جہاں پاؤ اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا اور سنو فتنہ مار ڈالنے سے زیادہ سخت ہے، اور مسجدِ حرام کے پاس ان سے لڑائی نہ کرو جب تک یہ خود تم سے نہ لڑیں، اگر یہ تم سے لڑیں تو تم بھی انہیں مارو، کافروں کا بدلہ یہی ہے، پھر اگر وہ باز آئیں تو بیشک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ ان سے لڑو جب تک کہ فتنہ نہ مٹ جائے اور اللہ کا دین غالب نہ آ جائے، اگر یہ رک جائیں تو تم بھی رک جاؤ، زیادتی تو صرف ظالموں پر ہی ہے۔

ان آیات کے چند دنوں بعد یہ آیات اور نازل ہوئیں جس میں جنگ کا طریقہ بتایا گیا ہے، اس کی ترغیب دی گئی ہے، اور بعض احکامات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤی اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْھُمْ

فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ق فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ج
ذٰلِكَ ط وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَا نْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَاْ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ط
وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ٭ سَيَهْدِيْهِمْ
وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ٭ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ٭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ☆

(سورۃ محمد: ۴۔۷)

ترجمہ: تو جب کافروں سے تمہاری مڈ بھیڑ ہو تو گردنوں پر وار مارو جب ان کو اچھی طرح کچل ڈالو تو اب خوب مضبوط قید و بند سے گرفتار کرو (پھر اختیار ہے) کہ خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر۔ تاوقتیکہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے یہی حکم ہے اور اگر اللہ چاہتا تو (خود) ہی ان سے بدلہ لے لیتا لیکن (اس کا منشا یہ ہے) کہ تم میں سے ایک کا امتحان دوسرے کے ذریعہ سے لے لے، جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ انہیں راہ دکھائے گا اور ان کے حالات کی اصلاح کر دے گا۔ اور انہیں اس جنت میں لے جائے گا جس سے انہیں شناسا کر دیا ہے۔ اے ایمان والو! اگر تم (اللہ کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا ۔

اس کے بعد جنگ سے کترانے والوں کی مذمت اس طرح فرمائی۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ج فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ
فِيْهَا الْقِتَالُ لا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ
عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ط فَاَوْلٰى لَهُمْ ☆

(سورۃ محمد: ۲۰)

ترجمہ: اور جو ایمان لائے وہ کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پھر جب صاف مطلب والی سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں قتال کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں کے دلوں میں

بیماری ہے وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے اس شخص کی نظر ہوتی ہے جس پر موت کی
بیہوشی طاری ہو، پس تباہی ہے ایسے لوگوں کے لئے۔

مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابوبکر صدیق ؓ، زہریؒ، سعید بن جبیرؓ، مجاہدؒ، عروہ بن زبیرؓ، زید بن اسلمؓ، قتادہ ؒ، مقاتل بن حیانؒ اور دیگر سلف سے منقول ہے کہ جہاد کی اجازت میں جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ یہ ہے۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ☆ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ☆ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ☆

(سورۃ الحج: ۳۹۔۴۱)

ترجمہ: حکم ہوا ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے وہ لوگ جن کو نکالا ان کے گھروں سے اور دعویٰ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے اور اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ لوگوں کو تو ڈھائے جاتے خانقاہیں اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں، جن میں اللہ کا بہت نام پڑھا جاتا ہے اور اللہ مقرر مدد کرے گا اس کی جو مدد کرے گا اس کی بے شک اللہ زبردست ہے زور والا وہ لوگ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوۃ اور حکم دیں بھلے کام کا اور منع کریں برائی سے اور اللہ کے اختیار میں ہے انجام کام کا۔

جس طرح جنگ سے متعلق آیات نازل ہو رہی تھیں اس سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ قریب ہی کوئی بڑی جنگ ہونے والی ہے اور اس فتح اور نصرت مسلمانوں ہی کو نصیب ہوگی۔ ان آیات پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کسی طرح

مسلمانوں کو اشارتاً سمجھتا رہا ہے کہ جس طرح ان مشرکین نے تم کو وہاں سے نکالا ہے اسی طرح تم بھی ان کو نکال دو پھر کسی طرح ان کو قید کرنے باندھنے اور مخالفین کو کچل دینے کے احکامات دیئے جا رہے ہیں اس بات سے اشارہ ملتا ہے کہ آخری فتح ان شاء اللہ مسلمانوں ہی کو حاصل ہونے والی ہے۔

امام سرخسی ؒ فرماتے ہیں کہ جہاد ایک فریضہ اور اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے۔ جہاد کا منکر کافر ہوگا اور جہاد سے ضد رکھنے والا گمراہ ہوگا۔ (فتح القدیر)

انسانی زندگی پر جہاد کے اثرات

جہاد مومن میں بہادری، جان اور مال قربان کرنے کے جذبات کو پروان چڑھاتا ہے۔ اسلام مسلمانوں میں جہاد کے ذریعہ استقامت اور ثابت قدمی کی تربیت کرتا ہے۔ یہ انسان میں عزتِ نفس اور خودداری کی حفاظت کرتا ہے۔ جہاد انسان کو احساسِ ذمہ داری سکھاتا ہے۔ انسان کے اندر یہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر وہ کوئی غلط کام یا کسی پر ظلم ہوتا ہوا دیکھتا ہے تو فوراً اس کو روکنے لے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ جہاد انسان کے مرتبہ کو بلند کرتا ہے۔

امام زہری ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیّب ؒ جنگ کے لئے نکلے حالانکہ ان کی ایک آنکھ پہلے ہی ایک جنگ میں ضائع ہو چکی تھی۔ ان سے کہا گیا کہ آپ معذور ہیں آپ آرام کیجئے اور بہت سے لوگ نکلنے کے لئے موجود ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ نہیں اللہ تعالیٰ نے خفیف وثقیل ہر شخص کو نکلنے کے لئے کہا ہے۔ اگر میں جنگ نہیں کر سکتا تو کیا ہوا مسلمانوں کے گروہ میں اضافہ کا سبب بنوں گا، ان کے سامان کی حفاظت کروں گا۔ یہ وہ لوگ تھے جو جہاد کی اہمیت اور فضیلت کو سمجھتے تھے اور ان کو مکمل یقین تھا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بے شک سچ کہا ہے۔ اس بات پر تاریخ شاہد ہے کہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ مسلمانوں کی قلیل تعداد، تھوڑے ہتھیار اور اسباب کے باوجود اپنی ایمانی قوت اور جذبہ جہاد اور ہمت کے باعث بڑی بڑی طاقتوں پر فتحیاب ہوئے ہیں اگر آج بھی وہ جذبہ ہوتا تو آج بھی کامیابیاں مسلمانوں کا مقدر ہوتیں۔ جیسا کہ ہم افغانستان میں دیکھ چکے ہیں۔

جہاد

جہاد عربی زبان کا لفظ ہے یہ جہد کے مادہ سے بنا ہے۔ جہد کا مطلب ہے کوشش کرنا لیکن اصطلاحاً جہاد سے مراد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کو دشمنوں سے خطرہ لاحق ہو اور وہ اسے مٹانے پر تلے ہوئے ہوں۔ اس وقت اس نیت سے کفار کے ساتھ قتال کرنا کہ دین حق کی شمع روشن رہے۔ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اس دنیا میں اپنی اصل حالت میں قائم و دائم رہے۔

انسانی قانون تمدن کی بنیاد انسانی جان اور اس کے خون کے احترام اور حفاظت پر مبنی ہے۔ دنیا میں آج تک جتنی شریعتیں، مذہب وقوانین آئے ہیں تو ان سب میں انسان کے اس بنیادی حق کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔ جس قانون میں انسانی جان کی حرمت نہ ہو وہ کبھی مہذب معاشرے کا قانون نہیں کہلا سکتا۔ انسانی قتل کو ہر معاشرے میں ظلم اور سنگدلی قرار دیا گیا ہے۔ ہر وہ معرکہ جو ظالموں اور مفسدوں کے مقابلے میں کمزوروں اور بے بس لوگوں کی مدد اور مظلوموں کی اعانت کے لئے لڑا جائے اسے اللہ کے راہ میں جنگ کرنا قرار دیا گیا ہے۔ یہ جنگ دراصل ان لوگوں کے لئے نہیں جنہیں گھیر لیا گیا ہے بلکہ خاص اللہ کے لئے ہے اور اس جنگ کو اس وقت تک جاری رکھنے کا حکم ہے جب تک کہ اللہ کے بے گناہ بندوں پر نفسانی اغراض کے لئے دست درازی اور ظلم و جبر کا سلسلہ بند نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی منشا یہ ہے کہ حق پر مبنی کسی بھی معرکہ سے پیچھے ہٹ جانے کے خوفناک نتائج نکل سکتے ہیں۔

جہاد کے معنی کسی کام کے لئے اپنی پوری کوشش اور توانائی خرچ کرنے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے اور دشمن کی طاقت ختم کرنے کے لئے اپنی جان و مال، زبان وقلم کی پوری طاقت صرف کر دینا کہ دنیا ایک بار پھر اللہ کی واحدانیت کی طرف لوٹ آئے جہاد کہلاتا ہے۔

اس طرح ہر وہ کوشش جو دین اسلام کی سربلندی، اللہ کے دشمنوں کی سرکوبی اور ظلم کے خلاف کی جائے جہاد ہے۔ جہاد صرف اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کے احکام کی سربلندی کر لئے ہی ہو سکتا ہے۔ ہوس ملک گیری، عصبیت، قومیت، اظہار طاقت اور مال و دولت کے جمع کرنے کی خاطر جو جنگیں لڑی جاتی ہیں ہیں وہ کسی طرح بھی جہاد نہیں ہوتیں۔ یہ کھلم کھلا انسانیت کے خلاف ہیں بلکہ یوں کہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خلاف اعلان جنگ ہے۔

جہاد کی دو صورتیں ہوتی ہیں، دفاعی جہاد اور اقدامی جہاد:

دفاعی جہاد:

وَقَاتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُواْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبِّ الْمُعْتَدِينَ (190)

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۹۰)

اور قتال کرو اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں
اور زیادتی مت کرو، تحقیق اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (39) الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيراً وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (40)

(سورۃ الحج: ۳۹ ۔ ۴۰)

مسلمانوں کو ان کافروں سے جہاد و قتال کی اجازت دی گئی ہے جو کافر مسلمانوں سے لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ مسلمان ستم رسیدہ ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ یہ مسلمان اپنے گھروں سے بلا وجہ نکالے گئے سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا تو صومعے اور گرجے اور عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کا بہت سا ذکر ہوتا ہے ویران ہو چکی ہوتیں، اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے، بے شک اللہ توانا اور غالب ہے۔

اپنے ملک پر حملہ کرنے والے کفار سے دفاعی جنگ لڑنا اہم ترین فریضہ ہے اور یہ فریضہ قرآن مجید کے احکامات کی روشنی میں اس وقت فرض عین ہو جاتا ہے:

جہاد فرض عین ہونے کی صورتیں:

۱۔ جب کفار مسلمانوں کے کسی شہر، گاؤں یا بستی پر حملہ کر دیں یا قبضہ کر دیں۔

۲۔ جب کفار مسلمانوں کے کچھ آدمیوں کو گرفتار کر کے لے جائیں۔

۳۔ ایک مسلمان عورت اگر گرفتار ہو جائے تو اسے کافروں سے نجات دلانا تمام عالم اسلام پر فرض ہے۔

۴۔ جب امام پوری قوم یا پھر کچھ افراد کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دے۔

۵۔ جب مسلمانوں اور کفار کی افواج آمنے سامنے آ جائیں اور جنگ شروع ہو جائے۔

امام ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں کہ دفاعی جہاد یعنی اپنے دین اور حرمت کے دفاع کے لئے جنگ کرنا۔ یہ اجتماعی طور پر اہم ترین فریضہ ہے وہ دشمن جو مسلمانوں کے دین و دنیا کو تباہ کرنے کے لئے حملہ آور ہو تو ایمان کے بعد اس کے ساتھ لڑنے سے بڑا کوئی فریضہ نہیں۔ اس دفاعی جہاد کے لئے کوئی چیز شرط نہیں یعنی توشہ یا سواری بھی شرط نہیں۔ ہر ایک شخص حتی الامکان دشمن کا مقابلہ کرے۔

اقدامی جہاد:

اس جہاد سے یہ مراد ہے کہ جب کفر کی قوت اور شان و شوکت سے اسلام کی آزادی کو خطرہ ہو تو ایسی حالت میں اسلام مسلمانوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم دشمنان اسلام پر جارحانہ حملہ کر دو۔ کیونکہ جب دشمن کی طرف سے خطرہ ہو تو احتیاط اور حفظ ما تقدم کے طور پر ایسا کرنا بہتر ہے۔ اس طرح مسلمان اہل کفر کی سازشوں اور خفیہ کاروائیوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

مسلمانوں کا مقصد صرف یہ ہونا چاہئے کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر ظلم نہ ڈھائے۔ کوئی طاقت اور قوت ان کو ان کے سچے دین سے نہ ہٹائے اور کوئی بھی طاقت اللہ کے قانون کے نفاذ میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ عقل و فہم کا یہ تقاضہ ہے کہ خطرہ پیش آنے سے پہلے اس خطرے کا سد باب کر دیا جائے۔ اس انتظار میں رہنا کہ جب دشمن حملہ کرے گا تو اس کا جواب دیا جائے گا تو یہ سوچ بڑی خطرناک ہے اور اس میں نقصان زیادہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ جنگلی جانور کے حملہ آور ہونے سے پہلے اس کا تدارک کرنا عقلمندی کا تقاضہ ہے۔ اسلام کی تعلیمات یہ ہیں کہ کفار سے اس حد تک لڑو کہ اسلام غالب آ جائے اور کفر اسلام کے تابع ہو جائے۔

اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

ا۔ کفار مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔ مسلمانوں کو جزیہ دیں اور اسلامی حکومت کے زیر سایہ بن کر رہیں۔

۲۔ وہ مسلمانوں سے پرامن معاہدہ کریں اور معاہدے کی پابندی بھی کریں۔

۳۔ وہ مسلمانوں کی پناہ میں آجائیں۔ اس طرح کے لوگوں سے اسلام لڑائی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

اسلام میں محض دنیاوی مال ومتاع اور مادی اغراض ومقاصد کے حصول کے لئے اقدامی جہاد کی اجازت نہیں ہے۔
رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی نے آکر عرض کیا!
اے اللہ کے رسول ﷺ! ایک شخص مال غنیمت کے لئے لڑتا ہے، ایک شخص نام ونمود کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص اسلام کی سر بلندی کے لئے لڑتا ہے۔ ان میں جہاد فی سبیل اللہ کا مصدق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! جو شخص کلمۂ حق بلند کرنے کے لئے لڑتا ہے اس کی لڑائی فی سبیل اللہ ہے۔ (صحیح بخاری)
ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی!
اگر کوئی شخص جہاد کا ارادہ کرتا ہے اور اس کے ذریعہ دنیا کا مال ومتاع بھی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! "**لا اجر له**" اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی اجر نہیں ہے۔
ایک مرتبہ میدان جنگ میں دشمن کی ایک عورت کی لاش پڑی دیکھی تو آپ ﷺ نے ناراض ہو کر فرمایا! "یہ تو لڑنے والوں میں شامل نہ تھی" اور آئندہ کے لئے حکم فرما دیا کہ کوئی شخص عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہیں کرے گا۔ (صحیح مسلم)
رسول اللہ ﷺ نے دشمن کو آگ میں جلانا سے منع فرمایا ہے۔ قتل عام اور آتش زنی، عام لوگوں کو قتل کرنا اور عام لوگوں کی املاک کو آگ لگانا یا ان کو وحشیانہ طریقے سے قتل کرنا اسلام میں ممنوع ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ایک لشکر کے روانہ ہونے سے پہلے فرمایا کہ اگر تمہیں فلاں فلاں مل جائیں تو انہیں آگ لگا دینا۔ پھر جب لشکر روانہ ہونے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا! میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں کو جلا دینا لیکن آگ ایک ایسی چیز ہے جس کی سزا صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ اس لئے اگر وہ تمہیں ملیں تو انہیں قتل کرنا لیکن آگ میں

نہیں جلانا۔ (صحیح بخاری)

دور جاہلیت میں فاتح قوم کے لوگ جوش انتقام میں شکست خوردہ قوم کی لاشوں کی بے حرمتی کرتے تھے، لاشوں پر گھوڑے دوڑاتے تھے، ان کا مثلہ کرتے تھے، ان کے اعضاء کاٹ کر ان کے ہار بناتے تھے اور گلے میں ڈال کر کودتے اور ناچتے تھے، ان کی کھوپڑیوں میں شراب پیتے تھے اور اس طرح اپنی انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرتے تھے۔ اسلام نے ان تمام اخلاق سوز حرکتوں پر پابندی لگا دی اور دشمن کی لاشوں کی بے حرمتی کرنے سے منع کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن یزید انصاری ؓ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوٹ مار کرنے اور دشمن کی لاشوں کا مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرو اور کافروں سے لڑو لیکن خیانت نہ کرو، دھوکہ بازی نہ کرو، لاشوں کا مثلہ نہ کرو اور بچوں کو قتل نہ کرو۔ (صحیح مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ نکلو اور اللہ کے رستہ میں کافروں سے جنگ کرو، غداری مت کرو، خیانت نہ کرو، مثلہ نہ کرو، بچوں اور زاہدوں کو قتل نہ کرو۔ (مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جہاد کے لئے نکلو اور کافروں کے ساتھ لڑائی کرو لیکن مثلہ نہ کرو۔ (سنن ابن ماجہ)

دور جاہلیت میں فاتحین جوش انتقام میں مفتوح قوم کی عورتوں کی عصمت دری کو اپنا حق سمجھتے تھے لیکن اسلام نے اس سلسلہ میں بھی بہت سخت احکامات دیئے ہیں، لوٹ مار کو روکنے کے لئے مال غنیمت کے قوانین بنائے ہیں۔ دشمن قوم کی عورتوں کی عصمت دری کو اسلام میں بہت بڑا جرم قرار دیا گیا ہے جس کی سزا موت یا کوڑے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر دشمن قوم اسلام قبول کر لے تو ان پر تمام حقوق و فرائض کی پابندی لازم قرار دی گئی ہے جس طرح عام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جو اصول بتلائے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ عورتوں کو قتل نہ کیا جائے۔ ایک مرتبہ دوران جنگ ایک صحابی کی تلوار ایک نوجوان کافر پر اٹھی۔ ابھی وہ اس کے سر پر مارنے ہی والے تھے کہ اس نے چیخ ماری جو ایک عورت کی چیخ تھی۔ مردانہ لباس میں یہ عورت کی آواز تھی۔ ان صحابی نے فوراً اپنی تلوار روک لی حالانکہ یہ جنگ کا موقعہ تھا اور وہ مسلمانوں کے خلاف لڑ رہی تھی۔ لیکن صحابی نے اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کا خیال کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا اور اس

سے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

دور جاہلیت میں عبادت خانوں کی بے حرمتی کی جاتی تھی۔ یہ بات تو اب جدید دور میں بھی دیکھی جاتی ہے کہ فاتح قوم عبادت خانوں کو گھوڑوں کے اصطبل، شراب خانوں اور جوا خانوں میں بدل دیتے ہیں۔ اسلام دوسرے مذاہب کے عبادت خانوں کی پامالی کی اجازت نہیں دیتا۔

اسلام مفتوح قوم کی فصلوں اور باغات کو تباہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ البتہ جنگی ضرورت کے پیش نظر اگر کہیں درخت کاٹنے پڑیں تو اس کی اجازت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے دشمن کے قیدیوں کو بھوکا پیاسا رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ جنگ بدر میں آپ ﷺ نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ تمام قیدیوں کو بھی کھانا کھلایا۔ ان میں اکثر اس وعدے پر چھوڑ دیے گئے کہ وہ آئندہ جنگ نہیں کریں گے۔ اسی طرح جنگ حنین میں آپ ﷺ نے چھ ہزار قیدیوں کو نہ صرف چھوڑا بلکہ انہیں کپڑوں کے چھ ہزار سوٹ بھی دیے۔ جنگی قیدیوں کے لئے یہ حکم مقرر کیا کہ جنگ کے اختتام سے پہلے کوئی جنگی قیدی کو ئی غلام بنائے گا اور نہ کوئی اذیت دے گا۔ قیدیوں کو یہ اجازت دی گئی تھی کہ وہ فدیہ دے کر رہائی حاصل کر سکتے ہیں۔

اسلام نے بلا وجہ انسانی جان لینے کی اجازت نہیں دی ہے۔ اکثر جگہ رسول اللہ ﷺ نے انسانی جان کی حفاظت اور احترام کی تاکید فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

مَن قَتَلَ نَفساً بِغَيرِ نَفسٍ أَوْ فَسَادٍ فِيْ الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً وَمَنْ أَحيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحيَا النَّاسَ جَمِيعاً وَلَقَدْ جَاء تْهُمْ رُسُلُنَا بِالبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيراً مِّنْهُم بَعْدَ ذَلِكَ فِيْ الأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ (32)

(سورۃ المائدہ ۔ ۳۲)

جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کی سزا دی جائے تو اس نے گویا تمام انسانوں کا خون کیا اور جو اس کی زندگانی کا موجب بنے گا ان کے پاس ہمارے پیغمبر روشن دلیلیں لا چکے ہیں پھر اس کے بعد بھی ان میں بہت سے لوگ حد سے آگے گزر جاتے ہیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس کے تمام اصول وقواعد بھی نا قابل تحریف ہیں۔ اس کے تمام اصول تمام انسانوں کی زندگیوں پر حاوی ہیں۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو انسانوں کے قول وفعل کو درست کرتا ہے۔ صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینے سے مکمل مسلمان نہیں بنتا بلکہ اسلام کے احکامات پر عمل کرنے سے اور اس کے نظریات اور اصولوں پر مکمل ایمان رکھنے کا نام مسلمان ہے۔ اسلام تمام بنی نوع انسان کی فلاح کا کام سرانجام دیتا ہے۔ جو شخص اسلام کے اتنے عالم گیر اور روشن خیال ہونے کے باوجود بھی اگر کوئی اس کے نظریات کی حفاظت نہیں کرتا تو قرآن ان کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی پیروی کروگے تو وہ تمہیں ایڑھیوں کے بل پھیر دیں گے یعنی تمہیں پھر کافر بنا دیں گے۔

اگر کوئی مسلمان کافر ہو جائے تو یہ بہت بڑا خسارے کا سودا ہے وہ دنیا میں بھی واجب القتل ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی میں چند ایسی باتیں ہوتی ہیں جو بہت اہم ہوتی ہیں اور لوگوں سے پوشیدہ رکھنے والی ہوتی ہیں ان کی حفاظت کرنی پڑتی ہے جنہیں ہم راز کی باتیں کہتے ہیں۔ مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی راز کی باتیں کافروں کو نہ بتائی جائیں۔ جب تک یہ راز کی باتیں پوشیدہ رہیں گی دشمن کو آپ کے خلاف کوئی کاروائی کرنے کا موقعہ نہیں ملے گا۔ جب راز کی باتیں عام ہو جاتیں ہیں تو قوموں میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور ان کی بربادی کا سبب بنتا ہے۔

اسلامی مملکت میں مسلم، غیر مسلم اور نو مسلم سب لوگ رہتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ سب لوگ مملکت کے خیر خواہ ہوں اور مسلم حکومت کا ساتھ دیں اس لئے قیمتی رازوں کی حفاظت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ تم میں ان کی طرف سے سننے والے موجود ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے اس لئے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے رازوں کی حفاظت کریں۔

اسلام نے غیر مقاتلین سے لڑنے سے اور انہیں قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ غیر مقاتلین سے مراد وہ لوگ ہیں جو لڑنے کے لئے نہ خود میدان میں آئیں اور نہ ہی دیگر لڑنے والوں کی مدد کریں۔

جہاد کی دو قسمیں ہوتی ہیں، فرض کفایہ اور فرض عین۔ ان کے فرق کو سمجھنا چاہئے۔ ہماری تاریخ گواہ ہے کہ ہمارے اسلاف نے جہاد کو کسی زمانے میں بھی ترک نہیں کیا۔

جہاد کے دو احکامات

۱۔ جہاد فرض کفایہ ۲۔ جہاد فرض عین

۱۔ جہاد فرض کفایہ:

فرض کفایہ کے معنی ہیں کہ اگر اتنے لوگ جہاد میں نکل کھڑے ہوں جو اس وقت کی ضرورت کے مطابق ہو تو باقی لوگوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ ان پر جہاد کے لئے نہ نکلنے کا گناہ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر سارے مسلمان جہاد چھوڑ کر بیٹھ جائیں تو معذور افراد کے علاوہ سب گناہ گار ہوں گے۔

امام الحرمین ؒ (متوفی ۴۷۸ ھ) ارشاد فرماتے ہیں کہ جہاد ایک قہری دعوت ہے جس کے پیچھے طاقت کارفرما ہوتی ہے۔ اس لئے جس قدر ممکن ہو ادا کرنا چاہئے تا کہ دنیا میں یا تو مسلمان رہیں اور یا ذمی ہو کر رہیں۔

جہاد بچوں، عورتوں اور پاگل انسان پر فرض نہیں۔ ایسا بیمار شخص جس کی وجہ سے وہ جہاد پر نہ جا سکتا ہو اس پر بھی جہاد فرض نہیں ہے۔ ماں باپ کی اجازت کے بغیر نوجوان فرد پر جہاد فرض نہیں۔

۲۔ جہاد فرض عین

اگر کافر مسلمانوں نے کسی علاقے میں یا شہر میں قبضہ کرنے داخل ہو جائیں یا شہر کے باہر حملہ کرنے کی نیت سے پڑاؤ ڈال دیں تو اس وقت تمام لوگوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ عورتوں پر بھی اپنی حفاظت کرنے کے لئے جہاد فرض ہو جاتا ہے۔

امام راغب اصفہانی ؒ نے جہاد کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں!

۱۔ واضح اور کھلم کھلا دشمن سے لڑائی۔ اس دشمنی میں مسلمان قوم کے وجود کو مٹانے والے اور اللہ کے نام کو جھٹلانے والے شامل ہیں۔

۲۔ شیطان اور اس کے پیدا کئے گئے خیالات کا مقابلہ کرنا۔

۳۔ خود اپنے نفس کی ناجائز خواہشات کا مقابلہ کرنا۔ یعنی نفس امارہ کے خلاف جنگ جو کہ مشکل ترین جنگ ہے۔

اسلام کا نظریہ جہاد بنی نوع انسان کو شرک و بت پرستی کے اندھیروں سے نکالنے، وقت کے طرز فرعونی، ہامانی اور قارونی طاقتوں کے پنجہ سے نجات دلانے اوران کے لئے حسین ومثالی معاشرہ کی تعمیر کا بیڑا اٹھاتا ہے۔ جس میں وہ عزت و احترام، امن وسلامتی اور آزادی واخوت کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ اسلام ہر ایسی طاقت اور شوکت کے خلاف ہے جو اہل اسلام کے لئے خطرے کا باعث ہو۔

قرآن کریم میں جہاد کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدْوَّ اللّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لاَ تَعْلَمُونَهُمُ اللّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لاَ تُظْلَمُونَ (60)

(سورۃ الانفال ۔ ۶۰)

اور جہاں تک ہو سکے (فوج کے لئے) طاقت سے اور گھوڑوں سے تیاری رکھنے سے ان کے مقابلہ کے لئے مستعد رہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ جانتا ہے ان پر ہیبت بیٹھی رہے گی۔ اور تم جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا ثواب تم کو پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا ذرا نقصان نہیں کیا جائے گا۔

انفِرُواْ خِفَافاً وَثِقَالاً وَجَاهِدُواْ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (41)

(سورۃ التوبہ ۔ ۴۱)

تم ہلکے ہو یا بھاری (یعنی مال واسباب تھوڑا ہو یا بہت گھروں سے جہاد کے لئے) نکل پڑو اور اللہ کے راہ میں مال وجان سے لڑو۔ یہی تمہارے حق میں اچھا ہے بشرطیکہ تم سمجھو۔

وَقَاتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُواْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبِّ الْمُعْتَدِينَ (190)

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۹۰)

اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا
کہ اللہ زیادتی کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

قرآن کریم میں جہاد کی فرضیت کے بارے میں واضح احکامات ہیں۔ وقتاً فوقتاً اس کے قواعد وضوابط اور اصول کے بارے میں احکامات بھی نازل ہوئے ہیں۔ اسلام کے اس رکن اعظم (جہاد) کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے بس بالغ ہونا چاہئے۔ جیسے جیسے ضرورت پڑتی ہے جہاد فرض ہوتا چلا جاتا ہے۔ ہر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے جو زبان وقلم، فکر ونظر، ہوش وجذبات، مال ودولت، دعوت وتبلیغ میں استطاعت رکھتا ہو۔ اسلام کسی پر جبر وزیادتی نہیں کرتا۔

جنگوں کے درمیان کا جو عرصہ ہوتا ہے وہ امن کا دور کہلاتا ہے۔ اس وقت کے لئے حکم یہ ہے کہ اپنی فوج اور گھوڑوں اور اسلحہ کو اسی درمیانی عرصہ میں درست اور بہتر حالت میں تیار کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم مسلمانوں کو ہر وقت باطل سے ٹکرانے کے لئے تیار رہنے کی تلقین کرتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی عسکری طاقت کے ساتھ تیار رہو اور اللہ کے بھروسہ پر دشمن پر اپنا رعب رکھو۔ تمہاری بعض ایسے دشمن ہیں جنہیں تم نہیں جانتے لیکن اللہ جانتا ہے۔ بغیر تیاری کے کوئی بھی کام اچھے طریقہ سے نہیں کیا جا سکتا۔ میدان جنگ میں اللہ تعالیٰ پر کامل یقین، اسلام کی سربلندی کے لئے لٹنے کا عزم، جنگ کی تیاری اور سمجھداری مومن کے ہتھیاروں میں شامل ہیں۔

اسلام میں ہر کام کی بنیاد اس کے کرنے والے کی نیت پر منحصر ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سب ہی میں درست نیت کا ہونا فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر انسان کو عمل کے بدلے میں وہی چیز ملتی ہے جس کی اس نے نیت کی ہوئی ہوتی ہے۔ عبادت کا ثواب بھی اسی وقت ملتا ہے جب اس کی نیت پاک وصاف ہو۔

اگر انسان کی نیت خالص اللہ کی رضا اور رسول اللہ کی پیروی کی ہو اور اس میں دنیاوی اغراض ومقاصد نہ ہو تو وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول ہوتا ہے۔ ریاکاری سے کوئی کام کرنے میں ثواب کی جگہ وہ عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ علماء و فقہاء نیت کو اسلام کا چوتھا حصہ قرار دیتے ہیں کیونکہ اسلامی تعلیمات کا زیادہ تر حصہ اسی پر انحصار کرتا ہے۔

ایک عالم جو دنیا میں شہرت اور نام ونمود کے لئے علمی خدمات انجام دیتا ہے۔ یا وہ مجاہد جو جہاد میں شہرت اور انعام کے خاطر جانبازی کرتا ہے اور مارا جاتا ہے تو شہید کہلاتا ہے اور وہ شخص جو نام ونمود کے لئے اپنا مال نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے۔ ان تینوں کے لئے حدیث مبارک میں ہے ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جن مقاصد

کے کئے علم حاصل کیا، جنگ میں بہادری دکھائی یا اپنا مال خرچ کیا وہ ہم نے تمہیں دنیا ہی میں دے دیا تھا۔ لوگوں میں تم عالم، ماہر فاضل اور عقل مند پکارے جاتے تھے۔ مجاہد سے کہا جائے گا کہ تمہاری قبر پر غازی اور شہید کی تختی لگائی گئی تھی، تمہاری جرأت اور بہادری کے قصے مشہور ہو گئے تھے، تمہارے اہل خانہ شہید کے گھر والے کہلاتے تھے۔ اسی طرح سخی کو بھی کہا جائے گا کہ تمہاری فیاضی کے بہت چرچے تھے کیونکہ یہی تمہاری خواہش تھی جو ہم نے دنیا میں پوری کر دی تھی۔ اب آخرت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے۔

جہاد دنیاوی اور اخروی اعتبار سے بہت افضل کام ہے۔ اسی طرح ارکان اسلام کی ادائیگی صحیح نیت کے ساتھ ہوں تو ان کا بہت بڑا اجر ہے۔ اگر نیت میں شہرت کا حصول اور ریا کاری کا جذبہ ہو تو اللہ ان پر کوئی اجر نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے مجاہد کے لئے قرآن کریم میں بہت سی نصیحتیں اور ہدایات ارشاد فرمائی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے اللہ کی مدد مانگو۔

۲۔ نیکوکار وہ لوگ ہیں جو تنگ دستی اور بیماری اور دشمنوں سے جہاد کے وقت صبر کرنے والے یعنی ثابت قدم رہنے والے ہیں، یہی لوگ صادقین ہیں اور یہی متقی ہیں۔ (البقرہ)

۳۔ جہاد میں نکلنے والوں نے کہا! اے ہمارے رب! ہمیں صبر عطا فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ (البقرہ)

۴۔ اور اگر صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کی کوئی جنگی تدبیر تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔ (آل عمران)

۵۔ بلاشبہ تم نے صبر و تقویٰ اختیار کیا اور دشمن فوراً ہی تم پر ٹوٹ پڑے تو ہمارا رب پانچ ہزار نشانہ کرنے والے فرشتوں سے مدد کرے گا۔ (آل عمران)

۶۔ اور اگر تم نے صبر اور تقویٰ اختیار کیا تو یہی ہمت کا کام ہے۔ (آل عمران)

۷۔ اے ایمان والو! صبر کرو یعنی ثابت قدم رہو اور دوسروں کو بھی ثابت قدم رکھو اور دل لگائے رہو، عبادت میں تاکہ فلاح و کامیابی حاصل کر لو۔ (آل عمران)

۸۔ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا! اللہ سے مدد مانگو اور ثابت قدم رہو۔ بلاشبہ زمین اللہ کی ہی ہے اور وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہے اس کا وارث بنا دے، اور انجام کار میں کامیابی تقویٰ کرنے والوں کے

لئے ہی ہے۔ (الاعراف)

۹۔ اور اپنے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہوگیا۔ اور ہم نے فرعون کے اور اس کی قوم کے خود ساختہ کارخانوں کو جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارات بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا۔ (الاعراف)

۱۰۔ اس لئے جو شخص صبر اور تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (یوسف)

ان آیات سے اللہ تعالیٰ اپنے مجاہدین کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے تمام اہم مقاصد خصوصاً جہاد میں اللہ تعالیٰ کی غیبی تائید اور نصرت و مدد حاصل کرنے کا نسخہ بتلایا ہے۔ اس میں صبر، تقویٰ اور نماز وہ مشترک چیزیں ہیں۔ جو مسلمان کے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول ﷺ کے ساتھ ایمان کی تمام شرائط کو پورا کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید حاصل ہو جاتی ہے۔

مجاہد کے لئے انعامات

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنيَانٌ مَّرْصُوصٌ (4)

(سورۃ الصّف ۔ ۴)

اور جولوگ اللہ کی راہ میں ایسے طور پر پیر جما کرلڑتے ہیں گویا سیسہ پلائی دیوار ہیں، اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔

حضرت مقدام ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

شہید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سات چیزیں انعام میں ملتی ہیں۔

۱۔ اس کے خون کے پہلے قطرے کے گرنے کے ساتھ ہی اسے بخش دیا جاتا ہے۔

۲۔ وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنی جگہ دیکھ لے گا اور ایمان کا ذائقہ چکھ لے گا۔

۳۔ (72) بہتّر حورعین اس کے نکاح میں دی جائیں گی۔

۴۔ وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

۵۔ وہ حشر کے خوفناک دن محفوظ، مامون اور مطمئن رہے گا۔

۶۔ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔

۷۔ وہ اپنے خاندان میں ستر افراد کی شفاعت کر سکے گا۔

اس دنیا میں بھلائی اور برائی دونوں طاقتیں ایک ساتھ پروان چڑھ رہی ہیں۔ اس میں بھلائی کی طاقتیں ترقی کے منازل طے کر رہیں ہیں تو برائی کی طاقتیں بھی اپنا زور دکھا رہی ہیں۔ ہوس کی آگ ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہیں۔ دونوں کے اپنے اپنے طور پر ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کے مواقع موجود ہیں۔ اسی آزادی کی وجہ سے دونوں طاقتیں آپس میں متصادم رہتی ہیں۔ یہ دونوں طاقتیں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے اپنا زور لگاتی ہیں۔ برائی کی طاقتوں کے پاس مال و دولت، ظاہری اسباب اور سامان ہوتا ہے۔ جبکہ بھلائی کی طاقتوں کے پاس ایمان باللہ اور ایمان بالرسول ﷺ کی روحانی طاقتیں ہوتی ہیں۔ مادہ پرست قومیں اسلام کی راہ کو روکنے میں متحد ہیں اور حتیٰ الوسع مسلمانوں کو تکالیف پہنچانے،

اس کے کاموں میں رکاوٹیں کھڑی کرنے اوران کی کامیابیوں کو ناکام کرنے میں پوری طاقت صرف کر دیتی ہیں۔ ان کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ خواہ کسی قسم کی رکاوٹ چاہے وہ ظاہر ہو یا در پردہ، اس کو فوراً ختم کر دیا جائے۔ اسی رکاوٹوں کو ختم کرنے کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جہاد کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے دین کی پیروی اور سر بلندی کا حق ادا کرنے کے لئے وہ سب کچھ کر ڈالے جو اس کی طاقت، استطاعت اور دائرہ اختیار میں ہو۔

اگر جہاد رک جائے تو ساری قیادت اور حکمرانی کفر کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے اور طرح طرح کے فتنے پھیلنے لگتے ہیں۔ آج ہم نے جہاد کی روح کو سمجھا ہی نہیں اور ہم دنیاوی بکھیڑوں میں اس قدر غرق ہیں کہ ہمیں جہاد کے بارے میں نکلنے بلکہ سوچنے کا بھی وقت نہیں ملتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا
وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (39) (سورۃ التوبہ ۔ ۳۹)

اگر تم جہاد پر نہیں نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا اور تمہاری جگہ ایک ایسی قوم لا کھڑی کرے گا اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ایسے لوگ جو جہاد سے دور بھاگتے ہیں ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے!

" اور جب فرشتے ان کی روح قبض کریں گے اس حالت میں کہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کر رکھا ہوگا، وہ ان سے پوچھیں گے کہ تم کہاں تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم زمین میں مسکین و مظلوم تھے، وہ پھر کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے، یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم کا بدترین گڑھا ہوگا۔" (سورۃ النساء)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جہاد کا مفہوم صرف لڑائی کے دنوں میں میدان جنگ میں شامل ہونے کو جہاد کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ اگر جہاد ایک عارضی ضرورت ہوتی تو قرآن کریم میں اس قدر کثرت اور تکرار سے نہ کہا جاتا۔ اس کے نہ کرنے پر وعیدیں نہ دی جاتیں اس میں شامل ہونے والوں کو بشارتیں نہیں دی جاتیں۔ رسول اللہ ﷺ کی پوری مدنی زندگی جہاد میں گزری۔ آپ نے دس سالوں میں (۲۹) انتیس غزوات میں حصہ لیا اور (۷۵) پچھتر سرایا میں صحابہ کرام کو (قتال) لڑنے کے لئے بھیجا اور وصیت فرمائی!

" جو ایسی حالت میں مر گیا کہ اس نے زندگی بھر نہ کبھی جہاد کیا اور نہ اس کے بارے میں سوچا تو گویا وہ منافقت کی ایک خاصیت کے ساتھ مر گیا۔"

جہاد کی اصلیت اور اس کی روح یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کا مقصد امن و سلامتی کا قیام ہے جس کی خاطر تلوار کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ ظالم اور باطل طاقتوں کا جواب طاقت سے دینا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ وَالَّذِيْنَ آوَواْ وَّنَصَرُواْ أُولَـئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقّاً لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ (74)

(سورۃ الانفال ۔۷۴)

اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھر بار چھوڑ دیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) انہیں پناہ دی اور ان کی مدد کی، یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ ان کے لئے بخشش اور عزت کی روٹی ہے۔

آج مسلمانوں کی جو حالت ہے جس میں یہ ذلت اور پستی کا شکار ہیں اس کی بنیادی وجہ ترک جہاد ہے اور موت کا خوف ہے۔ آج کا مسلمان خود دین کے احکامات پر عمل نہیں کرتا اور نہ ان کو جاننے کی کوشش کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ کافر ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ اپنے آپ کو کمزور اور بے بس سمجھتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام مالی اور ضروری وسائل مہیا کئے ہوئے ہیں اور افرادی قوت بھی ہے لیکن ایمان اور یقین کی کمی اور دنیا کی محبت کی وجہ سے ذلت اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔

اسلام کے ہر حکم کے اندر اللہ تعالیٰ نے حکمتیں اور فلاح رکھی ہے۔ اسی طرح جہاد صرف دشمنوں کی سرکوبی کا طریقہ نہیں ہے بلکہ اس میں اور بہت سی خرابیوں کا علاج ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ " کتب علیکم القتال " تم پر قتال (جہاد) فرض کر دیا گیا ہے۔ اس حکم میں دشمنوں کو ختم کرنے کے علاوہ ایک مقصد یہ بھی ہے کہ دنیا میں فتنہ و فساد اور شر کو ختم کیا جائے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے!

فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ

مِمَّا یَشَاء ُ وَلَوْلاَ دَفْعُ اللّہِ النَّاسَ بَعْضَہُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الأَرْضُ وَلَـکِنَّ اللّہَ ذُو فَضْلٍ عَلَی الْعَالَمِیْنَ (251)

(سورۃ البقرہ ۔ ۲۵۱)

تو طالوت کی فوج نے اللہ کے حکم سے ان کو شکست دی اور دوؤد (علیہ السلام) نے جالوت کو قتل کرڈالا، اور اللہ نے ان کو بادشاہی اور دانائی بخشی اور جو کچھ چاہا سکھایا، اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ دفع نہ کرتا تو زمین فساد سے بھر جاتی لیکن دنیا والوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَمَا لَکُمْ لاَ تُقَاتِلُونَ فِیْ سَبِیْلِ اللّہِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاء وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ ہَـذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ أَہْلُہَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنکَ وَلِیّاً وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنکَ نَصِیْراً (75)

(سورۃ النساء ۔ ۷۵)

تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں اس بستی سے نکال دے جہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے ایک محافظ مقرر فرما۔ اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما۔

اسلام نے جنگ کا نظریہ ہی تبدیل کر دیا۔ اسلام سے پہلے جو جنگیں ہوتی تھیں وہ یا تو اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لئے مخالفین کو قتل کرنے کے لئے ہوتیں تھیں یا عصبیت کی وجہ سے اپنے قبیلہ کو اونچا کرنے کے لئے ہوتی تھیں۔ جن میں ہر قسم کی ظلم و بربریت کو روا رکھا جاتا تھا۔ بعض ایسے واقعات بھی سننے میں آتے ہیں جن کو سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دین اسلام سراسر سلامتی کا دین ہے اور یہ باطل ادیان کے نظریات سے ٹکراتا ہے۔ اسلام نے لڑائی کے بھی آداب، اصول وقواعد بتائے ہیں حتیٰ کہ بے گناہ کافر پر بھی ظلم کرنے سے منع کر دیا ہے۔ حکم دیا گیا کہ جنگ اللہ کے لئے کرو اور اللہ پر ہی بھروسہ رکھو۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے!

هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (9)

(سورۃ الصّف ۔ ۹)

اللہ وہی ہے جس نے رسول اللہ (ﷺ) کو ہدایت اور دین کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کردے، اگرچہ مشرکوں کو یہ ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

اسلام ایک دم سے کافروں کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کا پورا پورا موقع فراہم کرتا ہے اور ان کو اپنے اصلاح کرنے کے لئے وقت بھی دیتا ہے۔ اگر پھر بھی وہ باطل قوتیں اسلام کی حقانیت سے انکار کریں اور اسلام کو مٹانے کی کوشش کریں تو پھر ان سے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا حکم دیتا ہے، اس وقت تک کہ وہ تابع ہوجائیں یا ان کی قوت ختم ہوجائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (194)

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۹۴)

پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی تم اس پر کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ(36)

(سورۃ التوبہ ۔ ۳۶)

اور تم سب کے سب ان مشرکین سے لڑو جیسے وہ سب کے سب مل کر تم سے لڑتے ہیں۔ یہ جان رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ قَاتِلُواْ الَّذِيْنَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُواْ فِيْكُمْ غِلْظَةً
وَاعْلَمُوْ أَنَّ اللّهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ O

(سورۃ التوبہ ۔ ۱۲۳)

اے ایمان والو! تم اپنے نزدیک کے رہنے والے کافروں سے جنگ کرو اور چاہئے کہ وہ تم میں اپنے لئے سختی
محسوس کریں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

فَإِذا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنّاً
بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاء حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ذَلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَكِن
لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوا فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ (4)

(سورۃ محمد ۔ ۴)

جب تمہارا کافروں کے ساتھ آمنا سامنا ہو جائے تو ان کی گردنیں اڑا دو یہاں تک کہ جب ان کو خوب ختم کر چکو تو ان کو مضبوطی سے قید کر لو پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر یا کچھ مال لے کر چھوڑ دو، یہاں تک کہ لڑائی کے ہتھیار پھینک دیں۔ یہ حکم یاد رکھو اور اگر اللہ چاہتا تو اس طرح ان سے انتقام لے لیتا۔ لیکن اس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک کو دوسرے سے لڑوا کر کرے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کے عملوں کو اللہ تعالیٰ ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔

فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِيْ الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ (57)

(سورۃ الانفال ۔ ۵۷)

اگر تم ان کو لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی سزا دو کہ جو لوگ ان کے پس پردہ ہیں
وہ ان کو دیکھ کر بھاگ جائیں، عجب نہیں کہ ان کو اس سے عبرت ہو۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (9) (سورۃ التحریم ۔ ۹)

اے نبی (ﷺ)! کافروں اورمنافقوں کے خلاف جہاد کرواوران کے ساتھ
سختی کابرتاؤ کرو۔ ان کاٹھکانا دوزخ ہےاوروہ بہت بری جگہ ہے۔

جہاد کے دومعروف طریقے:

۱۔ دشمن کےساتھ جہاد

۲۔ اپنےنفس کےساتھ جہاد

اپنےنفس کےساتھ جہاد:

اپنےنفس کےساتھ جہاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں جواحکامات پرعمل کرنے کاحکم دیا ہےان پر پوراپورااورسختی سےعمل کیاجائے۔ رسول اللہ ﷺ کےارشادات اورسنتوں کے مطابق اپنی زندگی گزاری جائے، جن باتوں کوکرنے کے لئے کہا گیا ہےان کوکرےاورجن باتوں سے روکا گیا ہےان سے بچے۔ اپنی ظاہری صفائی کےساتھ ساتھ اپنے قلب کی بھی صفائی کرے۔ اپنےنفس کوگندے خیالات اورگندے اعمال کی طرف راغب ہونے سے روکنانفس کے خلاف جہاد کہا گیا ہے۔

دشمن کےخلاف جہاد:

دشمن کےخلاف جہاد چارذریعوں سے ہوتا ہے۔

۱۔ جہاد بالقلم

۲۔ جہاد بالمال

۳۔ جہاد باللسان

۴۔ جہاد بالنفس

جہاد بالمال:

مال سے جہاد کرنا یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اپنی ملکیت کو قربان کرنا، اپنی دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور اور اپنے سرمایہ کو دین کی راہ میں استعمال کرنے کا پکا ارادہ کرنا۔

جہاد میں مال خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے بہت اجر رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی جہاد میں کچھ مال خرچ کرتا ہے تو وہ سات سو گنا لکھا جاتا ہے۔ (جامع ترمذی)

جہاد بالنفس:

اپنی جان کے ذریعہ جہاد کیا جائے۔ حق کی حمایت کے لئے ہر قسم کی جسمانی تکالیف اٹھائی جائیں یہاں تک کہ اپنی جان خطرے میں ڈال کر حق کا ساتھ دیا جائے۔ آگ میں جلائے جانے، سولی پر لٹکائے جانے اور تلوار سے کٹ جانے کے لئے تیار رہے۔ یہ سب جہاد فی النفس کے زمرے میں آتا ہے۔ یہی اسلام کا سب سے عظیم امر ہے۔

جہاد باللسان وقلم:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مشرکین کے خلاف جہاد کرو، اپنے مالوں سے اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے، قلم سے۔ مال کا جہاد تو یہ ہے کہ جہاد کے کاموں میں مال صرف کیا جائے اور مجاہدین کی نصرت کی جائے۔

زبان کا جہاد یہ ہے کہ زبان سے لوگوں کو جہاد کی طرف بلایا جائے، ان کو جہاد کے لئے آمادہ کیا جائے، ان کو جہاد کے احکامات بتلائے جائیں۔ اپنی گفتگو اور تقاریر سے دشمنوں کو مرعوب کیا جائے اور اپنے مجاہدین کے حاصلے بلند کئے جائیں۔ (ابوداؤد، سنن نسائی)

جہاد بالقلم:

قلم سے جہاد یہ ہے کہ ایسی تحریریں لکھی جائیں جس میں جہاد سے متعلق قرآن احکامات اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان لوگوں تک پہنچ جائیں۔ جن میں ترغیب اور وعیدوں کا ذکر ہو اور جزبہ جہاد کو تقویت پہنچے۔

جہاد فی سبیل اللہ نہ کرنے کا وبال

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس کی موت اس حال میں واقع ہوئی اور اس نے جہاد کیا نہ اس کے دل میں جہاد کی تمنا ہوئی تو وہ نفاق کے شبہ میں مرا۔ (صحیح مسلم۔کتاب الامارۃ)

فرمایا! جس شخص نے نہ کبھی جہاد کیا، نہ کسی مجاہد کو جہاد کا سامان دیا اور نہ کبھی کسی مجاہد کی فی سبیل اللہ یہ سہولت و خدمت انجام دی یعنی اس کے اہل وعیال کی نگرانی بلا کسی غرض دنیوی کے پوری طرح کی تو قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ اس پر عذاب نازل فرمائیں گے۔ (سنن ابوداؤد)

قیامت سے پہلے عذاب کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر کافرقومیں مسلط کردے گا اور آخرت میں ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ جو قومیں جہاد ترک کر دیتی ہیں وہ ذلت اور مسکنت کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے خوف کے بجائے دشمنوں کا خوف بیٹھ جاتا ہے اور وہ ان کی محتاج ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے محروم ہو جاتی ہیں۔

جہاد کرنا ایک مسلمان پر فرض ہے اور یہ بات بھی عیاں ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے اپنی استطاعت کے مطابق جہاد میں حصہ لیا جائے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مجاہدین کے اہل وعیال کی خدمت خالص اللہ کے لئے دنیاوی اغراض سے پاک ہو کر کی جائے، جو لوگ جہاد کے کسی کام میں حصہ نہیں لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب اور مصائب میں گرفتار کر دے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح حاضر ہو کہ اس کے بدن پر جہاد کا کوئی نشان نہیں ہوگا تو وہ ایک عیب کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملے گا۔ (سنن ابن ماجہ، جامع ترمذی)

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ
اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ
اللّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّهُ بِأَمْرِهِ
وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (24)

(سورۃ التوبہ ۔ ۲۴)

اے محمد (ﷺ)! کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے تمہارے بھائی تمہاری عورتیں تمہارے کنبے اور خاندان اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کو نقصان پہنچنے کا تمہیں ڈر ہے اور وہ مکان جنہیں تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر تم انتظار کرو تاکہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم نازل کرے اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب دوسری قومیں اس طرح تم پر ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول (ﷺ)! کیا ہماری یہ حالت تعداد کی کمی کی وجہ سے ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں! بلکہ تعداد میں تم بہت ہوگے لیکن تمہارے اندر کمزوری بیٹھ جائے گی۔ دوسرے صحابہ کرام نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! کمزوری سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تمہارے دل میں دنیا کی محبت بیٹھ جائے گی اور تم جہاد سے منہ موڑ لوگے۔ (سنن ابوداؤد، مسند احمد)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں! جو ایسا کرتا ہے تو وہ اس صفت میں جہاد سے پیچھے رہ جانے والے منافقین کی مشابہت اختیار کرتا ہے۔ بلا وجہ جہاد کو ترک کرنا نفاق کے شعبوں میں سے ایک ہے۔

منافق کی ایک یہ علامت ہے کہ وہ بزدل بنانے کی خبریں پھیلاتا ہے، پروپیگنڈا کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

لَئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِيْ الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ○

(سورۃ الاحزاب ۔ ٦٠)

اگر اب یہ منافق اور وہ لوگ جن کے دل میں بیماری ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں غلط افواہیں اڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم آپ (ﷺ) کو ان کی (تباہی) پر مسلط کردیں گے۔ پھر وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس (شہر) میں رہ سکیں گے۔

مسلمانوں کی کسی کے ساتھ جنگ ہو جائے تو منافقین کی حرکات وسکنات اور دوڑ دھوپ کیا ہوتی ہے اس بارے میں ارشادِ ربانی ہے۔

لَوْ خَرَجُواْ فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلاَّ خَبَالاً ولأَوْضَعُواْ خِلاَلَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ وَاللّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ O

(سورۃ توبہ ۔ ۴۷)

اگر یہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہارے اندر فساد ہی بڑھاتے اور البتہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑاتے اور تم میں فتنہ ڈالنے کی تلاش میں رہتے اور تمہارے اندر ان کے لئے جاسوسی کرنے والے ہیں اور اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

جنگ کے دوران منافق افواہیں پھیلاتا رہتا ہے تاکہ خوف و ہراس پیدا کیا جائے اور مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں۔ چھوٹی خبر کو بہت بڑا کر کے پیش کرے گا، ایسی باتیں کرے گا جس سے یہ ظاہر ہو کہ دشمن کے پاس بہت طاقت ہے مسلمان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ان کو کفار کی بات مان لینی چاہیئے۔ یہ منافق مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو کر کفار کے لئے جاسوسی کرتے تھے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مدد میرے ہاتھ میں ہے جس کی چاہوں مدد کروں۔ مجھے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاء كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتاً وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ O

(سورۃ العنکبوت ۔ ۴۱)

جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جو ایک گھر بنا لیتی ہے۔ حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہے، کاش وہ جان لیتے۔

منافق بہت بزدل ہوتا ہے وہ حالات سے جلد گھبرا جاتا ہے اور خود بھی ڈرتا ہے اور لوگوں کو بھی ڈراتا ہے۔ انہیں ہر مصیبت اپنے خلاف نظر آتی ہے وہ یہی سمجھتا ہے کہ یہ مصیبت ہم پر ہی آنے والی ہے۔ منافق مسلمانوں کے لئے مصیبت کا

آرزومند ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ مسلمان ہر وقت کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار رہیں۔ ان کی جہالت اور گمراہی کی مثال اللہ تعالیٰ اس طرح دیتا ہے کہ جیسے مکڑی کا گھر ہو۔ مکڑی جالا بن کے اس میں بیٹھتی ہے اور اپنے آپ کو محفوظ سمجھتی ہے یہی حال ان لوگوں کا ہے جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو اپنا مددگار سمجھ رہے ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے!

الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُواْ اللّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ O

(سورۃ التوبہ ۔ ٦٧)

تمام منافق مرد اور عورتیں آپس میں ایک ہی ہیں۔ وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ کو بند رکھتے ہیں، وہ اللہ کو بھول گئے اور اللہ نے انہیں بھلا دیا۔ بے شک منافق بہت بڑے نافرمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافق مرد ہو یا عورت سب ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں جو برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے کئے آپس میں کہتے ہیں کہ ان کے اوپر خرچ مت کیا کرو اور خود بھی بخل سے کام لیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْماً غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ Oأَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَاباً شَدِيْداً إِنَّهُمْ سَاء مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ O

(سورۃ المجادلہ: ۱۵ ۔ ۱۴)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا انہوں نے اس قوم سے دوستی کی جن پر اللہ نے غضب کیا۔ وہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ تم ان سے ہو۔ وہ جھوٹی قسمیں کھا رہے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں برا کر رہے ہیں۔

یہ آیات ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں جنھوں نے بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اندر سے یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین سے دوستی جاری رکھتے ہیں، مسلمانوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے ان کو جو راز معلوم ہو جایا کرتے تھے وہ کفار تک پہنچا دیتے ہیں۔

عبداللہ بن نبتل نامی ایک منافق (یہودی) تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھا کرتا تھا پھر آپ ﷺ کی پوشیدہ باتیں یہودیوں تک پہنچاتا تھا۔ ایک دن یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے حجرے میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ ابھی ایک شخص آئے گا جس کا قلب جبار ہے اور وہ شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اس شخص کی آنکھیں نیلی تھیں جب وہ پہنچ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو اور تیرے ساتھی (منافقین) مجھے برے الفاظ میں یاد کرتے ہیں۔ وہ قسم کھا گیا کہ نہیں ایسی بات نہیں ہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی لے آیا وہ بھی اسی طرح جھوٹی قسمیں کھا گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات نازل فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یہ برے عمل کرتے تھے جھوٹی قسموں کو اپنے لئے ڈھال بنا لیتے تھے اور اس طرح اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ ان کے لئے عذاب شدید بھی ہے اور ذلیل کرنے والا بھی ہے۔ یہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے جو منافقانہ طرز عمل اختیار کیا ہے اس میں ہمارے مالوں اور اولاد کی حفاظت ہے۔ ان کا یہ سمجھنا غلط ہے، جب قیامت کے دن اللہ کا حکم ہوگا کہ انہیں دوزخ میں لے جاؤ تو وہاں عذاب سے چھڑانے کے لئے کوئی مال اور نہ اولاد کام آئے گی جن کی حفاظت کے لئے یہ مکر وفریب اختیار کر رہے ہیں اور اپنی آخرت خراب کرتے ہیں۔ وہ لوگ اللہ کے عذاب سے چھڑانے کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے، ان کو دوزخ میں جانا ہی ہوگا اور اس میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

(تفسیر انوار البیان: ج۹ص۱۵۶)

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَاباً أَلِيماً (138)الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاء مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ العِزَّةَ لِلّهِ جَمِيعاً (139)

(سورۃ النساء: ۱۳۹ ۔ ۱۳۸)

منافقین کو یہ بات پہنچا دو کہ بے شک ان کے لئے دردناک عذاب ہے، جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں۔ (یاد رکھو) عزت تو ساری کی ساری

اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

منافق لوگ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہم ایمان لے آئے اور کافروں سے کہتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم بڑے کامیاب ہیں، دونوں فریقوں کو اپنے تعلق میں الجھا رکھا ہے۔ ان کی یہ چالاکیاں انہیں لے ڈوبیں، وہ ایمان سے محروم ہو گئے۔ وہ سچے مسلمان اس لئے نہیں بنتے تھے کہ اگر مسلمانوں کا غلبہ نہ ہو سکا تو ہم اسلام قبول کر کے اس عزت سے محروم ہو جائیں گے جو کافروں سے دوستی کرنے میں حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ساری کی ساری عزت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے۔ کافروں کی ذراسی مال اور جائداد، حکمرانی اور جتھہ کی جو عزت نظر آ رہی ہے اس کی کچھ حیثیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جو عزت دے گا۔ اس کے سامنے یہ کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو عزت دی اور وہ سب کافر ذلیل ہوئے جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور منافقین نے بھی ان کے ساتھ ذلت اٹھائی۔ کافر زیر ہوتے چلے گئے اور اسلام کا غلبہ ہوتا چلا گیا۔ یہ تو دنیا میں ہوا اور آخرت میں تو کافروں اور منافقوں کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔ دنیا میں جو مسلمانوں کی بدحالی ہے، وہ اس لئے ہے کہ مسلمانوں نے ایمان کے تقاضوں اور اعمال کو چھوڑ دیا ہے اور وہ عزت کافروں کو خوش کرنے میں ڈھونڈتا ہے۔

آجکل کا عام مسلمان جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور طور طریقے عیسائیوں اور یہودیوں کے اختیار کرتا ہے۔ داڑھی مونڈنے میں، لباس پہننے میں، معیشت میں، حکومت اور سیاست کے قانون میں اسلام کے دشمنوں کی تقلید کر کے اپنے آپ کو باعزت سمجھتا ہے۔ کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ کی اتباع کرنے میں، اسلامی لباس پہننے میں، اسلامی طریقے سے شادی بیاہ کرنے میں، اسلامی قوانین اختیار کرنے میں شرمندگی اور ذلت محسوس کرتا ہے۔ اُس زمانے میں منافقین کفار سے دوستی کرنے میں اپنی عزت سمجھتا تھا آج کل کا مسلمان اسی طرز عمل کو اپنے لئے باعث عزت سمجھتا ہے۔

منافقین مسلمانوں سے بغض رکھتے ہیں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ کے دور میں وہ آپ ﷺ سے اور صحابہ کرام ؓ سے بغض رکھتے تھے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لاَ يَأْلُونَكُمْ خَبَالاً وَدُّواْ مَا عَنِتُّمْ

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاء مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ (118) هَاأَنتُمْ أُوْلاء تُحِبُّونَهُمْ وَلاَ يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُواْ آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْاْ عَضُّواْ عَلَيْكُمُ الأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوتُواْ بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (119)

(سورۃ آل عمران: ۱۱۹ ۔ ۱۱۸)

مومنو! کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا رازداں نہ بنانا یہ لوگ تمہاری خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ (جس طرح ہو سکے) تمہیں تکلیف پہنچے، اُن کی زبانوں سے تو دُشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور جو (کینے) اُن کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تمہیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سنا دی ہیں۔۱۱۸ دیکھو تم ایسے (صاف دل) لوگ ہو کہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہو حالانکہ وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے اور تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (اور وہ تمہاری کتاب کو نہیں مانتے) اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصے کے سبب انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ (اُن سے) کہہ دو کہ (بدبختو) غصے میں مر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔۱۱۹

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کو اپنا رازدان نہ بناؤ۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی مسلمانوں اس نصیحت کے خلاف کام کیا ہے مسلمانوں نے مار کھائی ہے، دشمن اسی طریقے سے مسلمانوں کو قابو کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کو مال دے کر یا عہدہ دے کر اپنا ہم نوا بناتا ہے۔ یہ مال کی لالچ اور عہدے کی حرص میں دشمنوں کے آلہ کار بن جاتے ہیں اور ان کے لئے جاسوسی کا کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کا کلمہ پڑھنے کے باوجود اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔
دشمن سے دوستی کی کسی طرح سے بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کی بعض حکومتیں دشمنوں کے بل بوتے پر قائم ہیں۔ اس ڈر سے کہ وہ حکومت کسی اور کو نہ دلا دیں، دشمنوں کی ہر بات مانتے ہیں۔ دشمن تو مسلمانوں کی تکلیف سے خوش ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام کفار ایک ملت ہیں خواہ وہ کسی بھی دین سے تعلق رکھتے ہوں، اندر سے سب ایک ہیں اور

مسلمانوں کی دشمنی میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ یہ لوگ منہ سے مسلمانوں کے خلاف جو باتیں کرتے ہیں ان کے دلوں میں اس سے کہیں زیادہ بغض بھرا ہوا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جب تم خرید و فروخت (یعنی تجارت) میں مشغول ہو جاؤ گے اور گائے کی دم پکڑ لو گے اور کھیتی باڑی میں دل لگا لو گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط فرما دے گا۔ اور اس وقت تک وہ ذلت تم سے نہیں ہٹائے گا جب تک تم دین کی طرف نہیں لوٹ آؤ گے۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس نے ایک بار جہاد کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر دیا۔

امام شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لوگوں نے خلافت پر بیعت کی تو آپؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان فرمائی کہ جو لوگ جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر فقر اور محتاجی مسلط کر دیتا ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اللہ کے راستے میں جہاد کرنا جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، جو شخص جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دے گا اور مصیبتیں اس پر چڑھ کر آئیں گی اور پستی اس پر چھا جائے گی اور مشقت کی تکلیف میں ڈالا جائے گا اور اپنا حق لینے سے محروم کر دیا جائے گا۔

(شفاء الصدور)

حضرت اسلمؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جہاد ہمیشہ میٹھا (پسندیدہ) اور تر و تازہ رہے گا۔ جب تک آسمان سے بارش برستی رہے گی اور لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جب ان میں سے کچھ قرآن پڑھنے والے لوگ کہیں گے کہ یہ جہاد کا زمانہ نہیں ہے، پس جو لوگ اس زمانے کو پائیں تو یاد رکھیں کہ وہی زمانہ جہاد کا بہترین زمانہ ہوگا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! کیا کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اب جہاد کا زمانہ نہیں رہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہاں۔ وہ لوگ یہ بات کہیں گے جن پر اللہ کی لعنت ہوگی اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی بھی۔

(شفاء الصدور)

فضائل جہاد

اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت والاعمل جہاد ہے۔ قرآن کریم میں بہت باراس عمل کی اہمیت کا ذکر کیا گیا ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے!

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّواْ شَيْئاً وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ (216)

(سورۃ البقرہ ۔ ۲۱۶)

فرض کی گئی ہے تم پرلڑائی اگر چہ یہ تمہیں ناگوار ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ایک چیز جوتمہیں ناگوار ہواور وہ تمہارے حق میں بہتر ہواور ممکن ہے کہ ایک چیز جوتمہیں مرغوب ہووہ تمہارے حق میں بری ہو۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہےاورتم نہیں جانتے۔

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالآخِرَةِ وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّهِ فَيُقْتَلْ أَو يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْراً عَظِيماً(74)

(سورۃ النساء ۔ ۷۴)

توجولوگ آخرت (کوخریدتے ہیں اس) کے بدلے دنیا کی زندگی کو بیچنا چاہتے ہیں ان کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں اور جوشخص اللہ کی راہ میں جنگ کرےاورشہید ہوجائے یاغلبہ پائے ہم عنقریب اس کو بڑااجردیں گے۔

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ (14) وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللّهُ عَلَى مَن يَشَاءُ وَاللّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (15)

(سورۃ التوبہ: ۱۴ ۔ ۱۵)

ان سےلڑو، اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب دے گااوررسوا کرے گااورتم کوان پرغلبہ دے گااور مومن کے سینوں کوشفادے گا۔ اوران کے دلوں سے غصہ دورکرے گا۔ اللہ تعالیٰ جس پرچاہے مہربان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جاننے والااورزبردست حکمت والا ہے۔

الَّذِيْنَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيْلِ اللّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً
عِندَ اللّهِ وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ(20) يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ
وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ (21)خَالِدِيْنَ فِيهَا أَبَداً إِنَّ اللّهَ عِندَهُ أَجْرٌعَظِيمٌ (22)

(سورۃ التوبہ: ۲۰ ۔ ۲۲)

جو لوگ ایمان لائے اور اپنا وطن چھوڑ دیا اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے درجے بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت کی اور کوشنودی اور بہشتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے نعمتیں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ کے ہاں بڑا اصلہ تیار ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (10)
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ
ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (11)

(سورۃ الصّف: ۱۰ ۔ ۱۱)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا دے۔ وہ تجارت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُوْلَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (15)

(سورۃ الحجرات ۔ ۱۵)

ایمان والے تو وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر پھر وہ شبہ میں نہیں پڑے اور وہ لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے یہی لوگ سچے ہیں۔

ایک اور مقام پر جہاد کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کے درمیان فرق بتایا گیا ہے!

لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُـلاًّ وَعَدَ اللّهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْراً عَظِيماً (95)

(سورۃ النساء ۔ ۹۵)

جو مسلمان گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور لڑنے سے جی چراتے ہیں اور کوئی عذر نہیں رکھتے اور وہ جو اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے لڑتے ہیں وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر درجہ میں فضیلت بخشی ہے اور نیک وعدہ سب کے لئے ہے لیکن اجر عظیم کے لحاظ سے اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر کہیں فضیلت بخشی ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے جان و مال کا خریدار بن رہا ہے!

إِنَّ اللّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّهِ فَاسْتَبْشِرُواْ بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ(111)

(سورۃ التوبہ ۔ ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اوران کے مال خرید لئے ہیں اس کے عوض ان کے لئے بہشت تیار کی گئی ہے یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔ یہ تورات، انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے اس کا پورا کرنا اسے ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ يَغْلِبُواْ أَلْفاً مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُواْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَفْقَهُونَ (65)

(سورۃ الانفال ۔ ۶۵)

اے نبی (ﷺ)! مومنین کو قتال پر ابھارو اگر تم بیس ثابت قدم رہو گے تو تم دو سو پر غالب ہو جائیں گے اور سو ہوں تو ایک ہزار کافروں پر بھاری رہیں گے کیونکہ یہ ناسمجھ لوگ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات میں فضائل جہاد کا تذکرہ اس طرح ہے!

۱۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کے رستہ میں جہاد کرنا سب سے افضل عمل ہے۔ (صحیح بخاری)

۲۔ دو دعائیں رد نہیں ہوتیں۔ ایک اذان کے وقت کی دعا اور دوسری میدان جنگ میں مجاہد کی دعا، جب فوجیں آپس میں معرکہ آرا ہوں۔ (سنن ابوداؤد)

۳۔ جس نے مجاہد کے گھر والوں کی خبر گیری کی تو اس نے بھی جہاد کیا۔ (صحیح بخاری)

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کے لئے جہاد کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مسلسل روزے رکھتا ہے اور رات بھی تہجد کی نماز اور تلاوت قرآن میں مشغول رہتا ہے، وہ نہ کسی دن روزے میں سستی کرتا ہے، اور نہ کسی رات نماز میں اور مجاہد کو یہ فضیلت اس وقت تک برابر حاصل رہے گی جب تک وہ اپنے گھر واپس نہ آجائے۔

۵۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! ایک صحابی ایک پہاڑی درے میں ایک چشمہ پر پہنچے، چشمہ میٹھا اور صاف دیکھ کر ان کو پسند آیا اور دل میں کہا کہ یہ جگہ عبادت کے لئے بہت اچھی ہے میں لوگوں سے الگ ہو کر یہاں قیام کرلوں۔ وہ صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اس ارادے کا رسول اللہ ﷺ کے سامنے اظہار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایسا مت کرو اس لئے کہ ایک شخص کا اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) کھڑا ہونا اپنے گھر میں رہ کر ستر سال کی نمازوں سے بہتر ہے، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہیں جنت میں داخل کرے۔ جاؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جو شخص تھوڑی دیر بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (جامع ترمذی)

۶۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جہاد سے واپسی کے سفر میں بھی وہی ثواب ملتا ہے جو جہاد کے لئے جانے کے وقت ملتا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

۷۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں، یہ سن کر ایک خستہ حال آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے ابوموسیٰ ؓ! کیا نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد تم نے خود سنا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ چنانچہ وہ شخص فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا، ان کو آخری سلام کیا اور اپنی تلوار کی میان توڑ کر پھینک دی۔ تلوار لے کے (جہاد کے دوران) دشمنوں پر ٹوٹ پڑا اور مسلسل لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ (صحیح مسلم)

۸۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میرے پاس وہ تین آدمی پیش کئے گئے جو سب سے پہلے جنت میں جائیں۔ ان میں پہلے نمبر پر شہید ہے، دوسرے نمبر پر متقی اور تیسرے نمبر پر وہ غلام جس نے اپنے آقا کی خوب خدمت کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی دل کھول کر کی۔ (جامع ترمذی)

۹۔ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ عبادت میں افضل ترین عمل کون سا ہے۔ فرمایا! طویل قیام۔ پھر سوال کیا گیا کہ صدقہ کونسا افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مفلس آدمی جو اپنی مزدوری میں سے خرچ کرے۔ پھر سوال کیا گیا کہ ہجرت کون سی افضل ہے؟ فرمایا! جس میں ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ پھر سوال کیا گیا کہ جہاد کونسا افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو جان و مال کے ساتھ مشرکین سے کیا جائے۔ سوال کیا گیا کہ کون سا قتل سب سے افضل ہے؟ فرمایا! جس میں مجاہد کا اپنا بھی خون بہا ہو اور اس کے گھوڑے کا خون بھی بہا ہو اور وہ مر گیا ہو۔ (سنن ابوداؤد)

۱۰۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص دشمن پر ایک تیر بھی چلائے گا اللہ تعالیٰ اس کا بھی درجہ بلند کر دے گا۔

۱۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک صبح کو اللہ تعالیٰ کی راہ (جہاد) میں نکلنا اور ایک شام کو اللہ تعالیٰ کی راہ (جہاد) میں نکلنا تمام دولتوں اور نعمتوں سے افضل ہے۔

۱۲۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا! جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک ہے۔ جس نے اس کو چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا لباس پہناتا ہے اور اس پر رسوائی مسلط کر دیتا ہے۔

۱۳۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا! جو قوم راہ حق میں جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتا ہے۔

۱۴۔ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے افضل عمل کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! وقت پر نماز ادا کرنا، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا اس کے بعد اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (صحیح بخاری)

۱۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے بہتر مقام والا شخص کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ) ارشاد فرمایئے! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! سب سے بہتر مقام والا شخص وہ ہے جو اللہ کے راستے ہیں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے رکھے یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو جائے یا شہید ہو جائے۔ (جامع ترمذی، سنن نسائی، ابن حبان)

۱۶۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! مجاہدین کو تکلیف پہنچانے سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ مجاہد کو تکلیف پہنچانے والے پر اسی طرح غصے ہوتا ہے جس طرح رسولوں اور انبیاء کو تکلیف پہنچانے سے ناراض ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ مجاہد کی دعاؤں کو اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح رسولوں اور انبیاء کی دعاؤں کو۔ اور سورج نہ طلوع ہوا ہے اور نہ غروب ہوا ہے کسی ایسے شخص پر جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاہد سے زیادہ معزز ہو۔ (شفاء الصدور، ابن عساکر)

۱۷۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے سو درجے تیار فرمائے ہیں۔ ان میں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں ہے اور جب تم اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا درمیانی اور اعلیٰ حصہ ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ (صحیح بخاری)

۱۸۔ حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اسلام کی چوٹی کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اس بلندی کو وہی پائے گا جو ان میں سب سے افضل ہوگا۔ (طبرانی)

۱۹۔ حضرت ابومالک الاشعری ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اس کے وعدوں کو سچا جانتے ہوئے اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہوئے جہاد کے لئے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ضمانت دی ہے کہ وہ کسی طرح سے بھی مر گیا تو اسے جنت میں داخل کرے گا یا پھر اسے اپنی ضمانت میں چلاتا رہے گا خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے یہاں تک کہ اسے غنیمت یا اجر کے ساتھ صحیح سالم اس کے گھر کو لوٹا دے گا۔ (ابن عساکر)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور انہوں نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول (ﷺ)! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو جہاد کے برابر ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم اتنا کر سکتے ہو کہ جب مجاہد گھر سے جہاد کے لئے نکلے تو تم اپنی مسجد میں آکر نماز پڑھنا شروع کردو اور نماز پڑھتے رہو اور درمیان

میں سستی نہ دکھاؤ اوراس کے ساتھ روزے رکھنا شروع کردواور روزے نہ چھوڑو۔ ان صحابی نے عرض کیا کہ اتنا عمل کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا! مجاہد کا گھوڑا جب چرتے وقت اپنی رسی میں بندھا ہوا چلتا پھرتا ہے تو اس پر بھی اس کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تبوک کے موقع پر فرمایا! کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اچھا شخص کون ہے اور برا شخص کون ہے؟ فرمایا! بلاشبہ لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو گھوڑے یا اونٹ کی پیٹھ پر یا پیدل چل کر جہاد میں مرتے دم تک لگا رہے اور لوگوں میں برا اور فاسق شخص وہ ہے جو قرآن مجید پڑھتا ہے مگر گناہوں میں سے کسی گناہ سے باز نہیں آتا۔ (سنن نسائی، بیہقی)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تین آدمی کی مدد اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ پہلا وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلا ہو، دوسرا وہ مکاتب (غلام) جو مال ادا کر کے رہائی چاہتا ہو اور تیسرا وہ شخص جو نکاح کر کے پاکدامنی چاہتا ہو۔ (مصنف عبدالرزاق، ترمذی، ابن حبان)

حضرت ابوبکر بن ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ سے اس وقت سنا جب وہ دشمن کے آمنے سامنے تھے۔ آپ ؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ یہ سن کر ایک پراگندہ حال شخص کھڑا ہوا اور پوچھا! اے ابوموسیٰ ؓ! کیا آپ ؓ نے یہ حدیث خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ انہوں نے کہا! جی ہاں! پس وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف گیا اور ان سے کہا کہ میں تم کو الوداعی سلام کہتا ہوں۔ پھر اس نے تلوار کا میان توڑ کر پھینک دیا اور ننگی تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کو طلب فرمائے گا۔ وہ پوری زیب وزینت کے ساتھ حاضر ہو جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے! کہاں ہیں میرے وہ بندے جنہوں نے میرے راستے ہیں قتال کیا، تکلیفیں برداشت کی اور میری راہ میں جہاد کیا۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم لوگوں پر کالی رات کی طرح فتنے چھا جائیں گے، ان فتنوں سے سب سے زیادہ بچنے والا وہ شخص ہوگا جو کسی پہاڑی کی چوٹی یا دامن میں اپنے ریوڑ سے حاصل شدہ روزی کھاتا ہوگا یا وہ شخص جو گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے جہاد میں مصروف ہوگا اور اپنی تلوار سے حاصل ہونے والی روزی کھاتا ہو

گا۔ (المستدرک حاکم)

حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں! اگر دنیا میں تین چیزیں مجھے نصیب نہ ہوں تو میں مرنا پسند کروں گا۔

۱۔ جہاد میں چلنا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے مٹی پر سجدہ کرنا۔

۳۔ ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جو اچھی باتوں کو اس طرح اچک لیتے ہیں جس طرح عمدہ کھجور کو اچک لیا جاتا ہے۔
(مصنف ابن شیبہ)

حضرت ابوعبس جن کا نام عبدالرحمان بن جبرؓ ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس کے دونوں قدم اللہ کے راستے میں (جہاد میں) غبار آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام فرمادے گا۔
(صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن تین آدمیوں کے حصہ میں سواری کے لئے ایک اونٹ آیا۔ حضرت ابولبابہؓ، حضرت علیؓ اور رسول کریم ﷺ حصہ دار تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پیدال چلنے کی باری آتی تو دونوں حضرات عرض کرتے کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ کے حصہ کا پیدال چل لیتے ہیں آپ ﷺ سواری پر تشریف رکھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! نہیں! تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقت ورنہیں ہو اور نہ تم دونوں اجر وثواب کمانے میں مجھ سے زیادہ مستغنی ہو۔ (المستدرک حاکم)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کوئی بھی دوبارہ یہاں (اس دنیا میں) آنا پسند نہیں کرے گا لیکن شہید اس سے مستثنیٰ ہے کہ جب وہ شہادت کی افضلیت دیکھے گا تو چاہے گا کہ دنیا میں دوبارہ آئے اور پھر اللہ کے راہ میں قتل ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد) میں ایک صبح یا ایک شام بھی گزار دینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، اور کسی کے لئے جنت میں ایک ہاتھ (کے برابر) بھی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اگر جنت کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانک بھی لے تو زمین و آسمان اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ منور ہو جائیں اور خوشبوؤں سے معطر ہو جائیں، اس کے سر کا دوپٹہ بھی دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہے۔ (صحیح بخاری)

(خواتین شہدائے اسلام)

شہید کے درجات

رسول اللہ ﷺ نے فرمایاقتل ہونے والے تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔

۱۔ ایک وہ آدمی جوخود مومن وصالح ہے، اس کے ساتھ اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان ومال سے جہاد کیا اور جب دشمن سے سامنا ہوا تو ڈٹ کر مقابلہ کیا یہاں تک کہ قتل ہوگیا۔ اس آدمی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! یہی وہ اصلی شہید ہے اور امتحان میں کامیاب ہے جو قیامت کے دن رحمان کے عرش کے سائے میں ہو گا۔ انبیاء کرام سے اس کا مقام صرف اتنا ہی کم ہوگا جو درجہ نبوت کا تقاضہ ہے۔

۲۔ دوسرا آدمی وہ ہوگا جو مومن مسلمان ہے مگر اس نے کچھ نیک عمل کئے اور کچھ برے کام کئے۔ اس نے اپنی جان ومال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور دشمن کے مقابلے میں لڑا، یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا۔ اس شخص کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس کا جہاد جونک کی طرح چوس کر فاسد مادہ نکالنے والا ہے۔ جس نے اس کے سارے گناہ مٹادئے اور تلوار سب خطاؤں کو مٹادینے والی ہے۔ یہ شخص جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوسکے گا۔

۳۔ تیسرا وہ منافق ہے جس نے اپنی جان ومال سے جہاد کیا اور دشمن سے لڑتے ہوئے قتل ہوگیا مگر نیت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نہ تھی، یہ جہنم میں جائے گا کیونکہ تلوار کفر اور نفاق کو نہیں مٹاسکتی۔

(مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کی دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شہیدوں کے مرتبے پر پہنچادیتے ہیں چاہے وہ اپنے بستر پر ہی فوت ہوجائے۔

(صحیح مسلم)

بزدلی پیدا کرنا اور شر انگیر افواہیں پھیلانا منافقین کا کام ہے

منافق کی ایک یہ علامت ہے کہ وہ بزدل بنانے کی خبریں پھیلاتا ہے، پروپیگنڈا کرتا ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے!

لَئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِيْ قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِيْ الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيْهَا إِلَّا قَلِيْلاً ○

(سورۃ الاحزاب ۔ ٦٠)

اگر اب یہ منافق اور وہ لوگ جن کے دل میں بیماری ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں غلط افواہیں اڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم آپ (ﷺ) کو ان کی (تباہی) پر مسلط کر دیں گے۔ پھر وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس (شہر) میں رہ سکیں گے۔

مسلمانوں کی کسی کے ساتھ جنگ ہو جائے تو منافقین کی حرکات وسکنات اور دوڑ دھوپ کیا ہوتی ہے اس بارے میں ارشادِ ربانی ہے۔

لَوْ خَرَجُواْ فِيْكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالاً وَلأَوْضَعُواْ خِلاَلَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيْكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظَّالِمِيْنَ ○

(سورۃ توبہ ۔ ٤٧)

اگر یہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہارے اندر فساد ہی بڑھاتے اور البتہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑاتے اور تم میں فتنہ ڈالنے کی تلاش میں رہتے اور تمہارے اندر ان کے لئے جاسوسی کرنے والے موجود ہیں اور اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

جنگ کے دوران منافق افواہیں پھیلاتا رہتا ہے تاکہ خوف وہراس پیدا کیا جائے اور مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں۔ چھوٹی خبر کو بہت بڑا کر کے پیش کرے گا۔ ایسی باتیں کرے گا جس سے یہ ظاہر ہو کہ دشمن کے پاس بہت طاقت ہے مسلمان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ان کو کفار کی بات مان لینی چاہئے۔ یہ منافق مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو کر کفار

کے لئے جاسوسی کرتے تھے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ نے فرمایا کہ مدد میرے ہاتھ میں جس کی چاہے مدد کرے۔ مجھے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاء كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتاً وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ O

(سورۃ العنکبوت ۔ ۴۱)

جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جو ایک گھر بنا لیتی ہے۔ حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہے، کاش وہ جان لیتے۔

منافق بہت بزدل ہوتا ہے وہ حالات سے جلد گھبرا جاتا ہے اور خود بھی ڈرتا ہے اور لوگوں کو بھی ڈراتا ہے۔ انہیں ہر مصیبت اپنے خلاف نظر آتی ہے وہ یہی سمجھتا ہے کہ یہ مصیبت ہم پر ہی آنے والی ہے۔ منافق مسلمانوں کے لئے مصیبت کا آرزومند ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ ہر وقت کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار رہیں۔ ان کی جہالت اور گمراہی کی مثال اللہ تعالیٰ اس طرح دیتا ہے کہ جیسے مکڑی کا گھر ہو۔ مکڑی جالا بن کے اس میں بیٹھتی ہے اور اپنے آپ کو محفوظ سمجھتی ہے یہی حال ان لوگوں کا ہے جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو اپنا مددگار سمجھ رہے ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے!

الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُواْ اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ هُمُ الْفَاسِقُونَ O

(سورۃ التوبہ ۔ ٦٧)

تمام منافق مرد اور عورتیں آپس میں ایک ہی ہیں۔ وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ کو بند رکھتے ہیں، وہ اللہ کو بھول گئے اور اللہ نے انہیں بھلا دیا۔ بے شک منافق بہت بڑے نافرمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافق مرد ہو یا عورت سب ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں جو برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے

روکتے ہیں اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے کئے آپس میں کہتے ہیں کہ ان کے اوپر خرچ مت کیا کرو اور خود بھی بخل سے کام لیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْماً غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ O أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَاباً شَدِيداً إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ O

(سورۃ المجادلہ: ۱۵ ۔ ۱۴)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا انہوں نے اس قوم سے دوستی کی جن پر اللہ نے غضب کیا، وہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ تم ان سے ہو۔ وہ جھوٹی قسمیں کھا رہے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں برا کر رہے ہیں۔

یہ آیات ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں جنہوں نے بظاہر اسلام قبول کرلیا تھا لیکن اندر سے یہودیوں سے دوستی جاری تھی۔ مسلمانوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے ان کو جو راز معلوم ہو جایا کرتے تھے وہ یہودیوں تک پہنچا دیتے تھے۔

عبداللہ بن نبتل نامی ایک منافق (یہودی) تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھا کرتا تھا پھر آپ ﷺ کی پوشیدہ باتیں یہودیوں تک پہنچاتا تھا۔ ایک دن یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے حجرے میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ ابھی ایک شخص آئے گا جس کا قلب جبار ہے اور وہ شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اس شخص کی آنکھیں نیلی تھیں جب وہ پہنچ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو اور تیرے ساتھی (منافقین) مجھے برے الفاظ میں یاد کرتے ہیں۔ وہ قسم کھا گیا کہ نہیں ایسی بات نہیں ہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی لے آیا وہ بھی اسی طرح جھوٹی قسمیں کھا گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات نازل فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کیا ہے۔ یہ برے عمل کرتے تھے جھوٹی قسموں کو اپنے لئے ڈھال بنا لیتے تھے اور اس طرح اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ ان کے لئے عذاب شدید بھی ہے اور ذلیل کرنے والا بھی ہے۔ یہ لوگ سمجھ

رہے ہیں کہ ہم نے جو منافقانہ طرزِ عمل اختیار کیا ہے اس میں ہمارے مالوں اور اولاد کی حفاظت ہے۔ ان کا یہ سمجھنا غلط ہے، جب قیامت کے دن اللہ کا حکم ہوگا کہ انہیں دوزخ میں لے جاؤ تو وہاں عذاب سے چھڑانے کے لئے کوئی مال اور نہ اولاد کام آئے گی جن کی حفاظت کے لئے یہ مکر وفریب اختیار کر رہے ہیں اور اپنی آخرت خراب کرتے ہیں۔ وہ لوگ اللہ کے عذاب سے چھڑانے کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے، ان کو دوزخ میں جانا ہی ہوگا اور اس میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

(تفسیر انوار البیان: ج۹ص۱۵۶)

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

بَشِّرِ الْمُنَافِقِيْنَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَاباً أَلِيْماً (138)الَّذِيْنَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِيْنَ أَوْلِيَاء مِن دُونِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ العِزَّةَ لِلّهِ جَمِيْعاً (139)

(سورۃ النساء: ۱۳۹ ۔ ۱۳۸)

منافقین کو یہ بات پہنچادو کہ بے شک ان کے لئے دردناک عذاب ہے، جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا ان کے پاس عزت کی تلاش کرتے ہیں۔ (یاد رکھو) عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

منافق لوگ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہم ایمان لے آئے اور کافروں سے کہتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم بڑے کامیاب ہیں دونوں فریقوں کو اپنے تعلق میں الجھا رکھا ہے۔ ان کی یہ چالاکیاں انہیں لے ڈوبیں وہ ایمان سے محروم ہوگئے۔ وہ سچے مسلمان اس لئے نہیں بنتے تھے کہ اگر مسلمانوں کا غلبہ نہ ہوسکا تو ہم اسلام قبول کر کے اس عزت سے محروم ہو جائیں گے جو کافروں سے دوستی کرنے میں حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ساری کی ساری عزت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے۔ کافروں کی ذرا سی مال اور جائداد، حکمرانی اور جتھہ کی جو عزت نظر آرہی ہے اس کی کچھ حیثیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جو عزت دے گا۔ اس کے سامنے یہ کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو عزت دی اور وہ سب کافر ذلیل ہوئے جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور منافقین نے بھی ان کے ساتھ ذلت اٹھائی۔ کافر زیر ہوتے چلے گئے اور اسلام کا غلبہ ہوتا چلا گیا۔ یہ تو دنیا میں ہوا اور آخرت میں تو کافروں اور منافقوں کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔ آج دنیا

میں جو مسلمانوں کی بدحالی ہے، وہ اس لئے ہے کہ مسلمانوں نے ایمان کے تقاضوں اور اعمال کو چھوڑ دیا ہے اور وہ عزت کافروں کو خوش کرنے میں ڈھونڈتے ہیں۔

آجکل کا عام مسلمان جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور طور طریقے عیسائیوں اور یہودیوں کے اختیار کرتا ہے۔ داڑھی مونڈنے میں، لباس پہننے میں، معیشت میں، حکومت اور سیاست کے قانون میں اسلام کے دشمنوں کی تقلید کر کے اپنے آپ کو باعزت سمجھتا ہے۔ کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ کی اتباع کرنے میں، اسلامی لباس پہننے میں، اسلامی طریقے سے شادی بیاہ کرنے میں، اسلامی قوانین اختیار کرنے میں شرمندگی اور ذلت محسوس کرتا ہے۔ اُس زمانے میں منافقین کفار سے دوستی کرنے میں اپنی عزت سمجھتے تھے اور آجکل کا مسلمان بھی اسی طرز عمل کو اپنے لئے باعث عزت سمجھتا ہے۔

منافقین مسلمانوں سے بغض رکھتے ہیں جس طرح رسول اللہ ﷺ کے دور میں وہ آپ ﷺ سے اور صحابہ کرامؓ سے بغض رکھتے تھے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لاَ يَأْلُونَكُمْ خَبَالاً وَدُّواْ مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاء مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ (118)هَاأَنتُمْ أُوْلاء تُحِبُّونَهُمْ وَلاَ يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُواْ آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْاْ عَضُّواْ عَلَيْكُمُ الأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوتُواْ بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (119)

(سورۃ آل عمران: ۱۱۹ ۔ ۱۱۸)

مومنو! کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا رازداں نہ بنانا یہ لوگ تمہاری خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ (جس طرح ہو سکے) تمہیں تکلیف پہنچے، اُن کی زبانوں سے تو دُشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور جو (کینے) اُن کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تمہیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سنا دی ہیں۔۱۱۸۔ دیکھو تم ایسے (صاف دل) لوگ ہو کہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہو حالانکہ وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے اور تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (اور وہ

تمہاری کتاب کو نہیں مانتے) اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصے کے سبب انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ (اُن سے) کہہ دو کہ (بدبختو) غصے میں مر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔ ۱۱۹

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کو اپنا رازدان نہ بناؤ۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی بھی مسلمانوں نے اس نصیحت کے خلاف کیا ہے مسلمانویں نے مار کھائی ہے، دشمن اسی طریقے سے مسلمانوں کو قابو کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کو مال دے کر یا عہدہ دے کر اپنا ہم نوا بناتا ہے۔ یہ مال کی لالچ اور عہدے کی حرص میں دشمنوں کے آلہ کار بن جاتے ہیں اور ان کے لئے جاسوسی کا کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کا کلمہ پڑھنے کے باوجود اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

دشمن سے دوستی کی کسی طرح سے بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کی بعض حکومتیں دشمنوں کے بل بوتے پر قائم ہیں۔ اس ڈر سے کہ وہ حکومت کسی اور کو نہ دلا دیں، دشمنوں کی ہر بات مانتے ہیں، دشمن تو مسلمانوں کی تکلیف سے خوش ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام کفار ایک ملت ہیں خواہ وہ کسی بھی دین سے تعلق رکھتے ہوں، اندر سے سب ایک ہیں اور مسلمانوں کی دشمنی میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ یہ لوگ منہ سے مسلمانوں کے خلاف جو باتیں کرتے ہیں ان کے دلوں میں اس سے کہیں زیادہ بغض بھرا ہوا ہے۔

دعوتِ جہاد کی فضیلت

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ لاَ تُكَلَّفُ إِلاَّ نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَسَى اللّهُ أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ وَاللّهُ أَشَدُّ بَأْساً وَأَشَدُّ تَنكِيْلاً (84)

(سورۃ النساء ۔ ۸۴)

(اے محمد ﷺ) تم اللہ کی راہ میں لڑو تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں اور مومنوں کو بھی ترغیب دو اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے زور کو روک دے اور اللہ بہت سخت ہیں لڑائی میں اور بہت سخت ہیں سزا دینے میں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ يَغْلِبُواْ أَلْفاً مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَفْقَهُوْنَ (65)

(سورۃ الانفال ۔ ۸۴)

اے نبی (ﷺ)! مسلمانوں کو جہاد (قتال) کا شوق دلایئے، اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں تو دوسو پر غالب آجائیں گے اور اگر سو آدمی ہوں تو ایک ہزار کفار پر غالب آجائیں گے اس وجہ سے کہ یہ لوگ (یعنی کفار) سمجھ نہیں رکھتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنجِيْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ (10) تُؤْمِنُوْنَ بِاللَّهِ وَرَسُوْلِهِ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُوْنَ (11) (سورۃ الصّف: ۱۰ ۔ ۱۱)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ اور اللہ کے راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

حضرت اسامہ بن زید ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کیا تم میں سے کوئی جنت کا قصد کرنے والا ہے بے شک جنت کے ہم پلہ کوئی چیز نہیں۔ اللہ کی قسم ! جنت ایک چمکتا ہوا نور اور لہلہا تا گلدستہ ہے اس میں مضبوط محل، بہتی ہوئی نہریں، پکے ہوئے پھل، حسین وجمیل بیویاں اور بے شمار زیور ہیں۔ وہ ہمیشگی اور سلامتی کا گھر، پھلوں والی سرسبز جگہ اور عیش وعشرت کا بلند اور بے حد خوبصورت مقام ہے۔

صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! ہم جنت کا قصد کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! ان شاء اللہ کہو۔ ہم نے کہا ان شاء اللہ۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے جہاد کا تذکرہ فرمایا اور اس کی خوب ترغیب دی۔

(سنن ابن ماجہ، بزاز، ابن حبان)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے دنیا میں جہاد کی ترغیب (دعوت) دی ہوگی وہ چپکے سے جنت میں داخل ہو جائے گا جبکہ لوگ حساب کی سختی میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ (شفاء الصدور)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ کو جہاد کے ایک لشکر میں روانہ کیا۔ یہ روانگی جمعہ کے دن تھی چنانچہ لشکر روانہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ نے سوچا کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھ لوں (شاید یہ میری آخری نماز ہو جو میں حضور اکرم ﷺ کے پیچھے پڑھوں) چنانچہ وہ رک گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو ارشاد فرمایا! اگر تم زمین کے تمام خزانے بھی خرچ کر دو تب بھی اپنے ساتھیوں کی ایک صبح کی فضیلت کو نہیں پا سکتے۔

(جامع ترمذی)

بحری جہاد کی فضیلت

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ حضرت ام حرام بنت ملجان ؓ کے گھر جایا کرتے تھے۔ وہ آپ ﷺ کو کھلایا پلایا کرتی تھیں کیونکہ آپ ﷺ کی رضائی خالہ ہونے کی وجہ سے آپ کی محرم تھیں۔ حضرت ام حرام ؓ حضرت عبادہ بن صامت ؓ کی اہلیہ تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے آپ نے وہاں کھانا کھایا اور آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ جب نیند سے آنکھ کھلی تو مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ حضرت ام حرام ؓ نے پوچھا! یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے مسکرانے کی کیا وجہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مجھے میری امت کے کچھ لوگ دکھائی گئے جو سمندر میں اس طرح سوار ہو کر جہاد کر رہے ہیں جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھتے ہیں۔ حضرت ام حرام ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! دعا فرما دیجئے کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں شامل فرما دے۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمادی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک بستر پر رکھا اور دوبارہ سو گئے۔ آپ ﷺ پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ حضرت ام حرام ؓ نے پوچھا کہ کس چیز کی خوشی نے آپ کو ہنسایا ہے؟ آپ ﷺ نے پہلے جیسی بات کی کہ میری امت کے لوگ سمندر میں جہاد کرتے ہوئے دکھائے گئے۔ حضرت ام حرام ؓ نے عرض کیا کہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں بھی شامل کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم پہلے لشکر میں شامل ہو۔

حضرت امیر معاویہ ؓ کے زمانے میں حضرت ام حرام ؓ بحری جہاد میں تشریف لے گئیں مگر واپسی پر سمندر سے نکلنے کے بعد اپنی سواری پر بیٹھتے ہوئے گر گئیں اور اسی میں ان کی شہادت ہوگئی۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

حضرت ام حرام ؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! سمندر میں جسے چکر اور قے آجائے اسے ایک شہید کا اجر ملتا ہے اور جو اس میں ڈوب جائے اسے دو شہیدوں کا اجر ملتا ہے (یاد رہے کہ یہ جہاد کے سفر میں ہو)۔

(سنن ابوداؤد)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ اگر میں مرد ہوتی تو صرف سمندر ہی میں جہاد کرتی رہتی۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جسے سمندر میں قے آجائے اسے اجر و ثواب میں خشکی پر اپنے خون میں لت پت ہونے جیسا ثواب ملتا ہے۔ (کتاب السنن)

حضرت کعب الاحبارؒ فرماتے ہیں کہ سمندر میں جہاد کرنے والے کو خشکی میں جہاد کرنے والے پر کئی فضیلتیں ہیں۔

۱۔ جب وہ اپنا پاؤں سمندر میں کسی سواری پر اللہ سے اجر کی امید میں رکھتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں پھر اگر وہ قتل کر دیا جاتا ہے یا ڈوب جاتا ہے تو اسے دو شہیدوں کا اجر ملتا ہے۔

۲۔ جب وہ سمندر میں سوار ہوتا ہے اس وقت سے لوٹنے تک اسے گردن کٹوانے والے خون میں لت پت شہید کا اجر ملتا رہتا ہے۔

۳۔ سمندر میں ایک دن خشکی میں ایک مہینہ سے اور اس کا ایک مہینہ خشکی کے ایک سال سے اجر میں بہتر ہے۔ (کتاب السنن)

حضرت واثلہ بن اسقعؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو میرے ساتھ جہاد کرنے سے محروم رہا اسے چاہئے کہ سمندر میں جہاد کرے۔ (طبرانی، مجمع الزوائد)

جہاد میں خرچ کرنے کے فضائل

مَّثَلُ الَّذِيْنَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّئَةُ حَبَّةٍ وَاللّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللّهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (261)الَّذِيْنَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ ثُمَّ لاَ يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُواُ مَنّاً وَلاَ أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (262)

(سورۃ البقرہ: ۲۶۱ ۔ ۲۶۲)

جولوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ اس سے اگیں سات بالیاں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لئے چاہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت دینے والے اور جاننے والے ہیں۔ جولوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد نہ اس خرچ کا کسی پر احسان رکھتے ہیں اور نہ کسی کو تکلیف دیتے ہیں ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس تیار ہے اور قیامت کے روز نہ ان کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

الَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِن قَبْلِهِ هُم بِهِ يُؤْمِنُونَ (52)وَإِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلِهِ مُسْلِمِيْنَ (53)أُوْلَئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَؤُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (54)

(سورۃ القصص: ۵۲ ۔ ۵۴)

جن لوگوں کو ہم نے ان سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جب قرآن ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے بے شک یہ ہمارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے اور ہم تو اس سے پہلے سے حکم بردار ہیں۔ ان لوگوں کو دگنا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ وہ صبر کرتے ہیں اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

مال خرچ کرنے سے مراد وہ مال ہے جس سے وہ مسلمانوں کی مدد کرتے ہیں۔ (ابن عساکر)

حضرت عثمان غنی ؓ نے غزوہ تبوک کے موقع پر تنگی کے وقت میں ایک ہزار دینار کے ذریعہ لشکر اسلام کی مدد کی۔ انہوں نے یہ دینار رسول اللہ ﷺ کی گود میں ڈال دئے۔ آپ ﷺ انہیں اپنے ہاتھوں سے الٹتے پلٹتے رہے اور فرمایا! آج کے دن کے بعد عثمان ؓ کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ آپ ﷺ بار بار ان الفاظ کو دہراتے رہے۔

(مسند احمد، جامع ترمذی)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! اے میرے پروردگار عثمان ؓ سے راضی ہو جا۔ بے شک میں ان سے راضی ہوں۔

(سیرت ابن ہشام)

غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عثمان ؓ نے پہلے تین سو اونٹ بمعہ ساماں کے دئے۔ پھر ایک ہزار دینار دئے، پھر آپ نے اونٹوں کی تعداد ایک ہزار کر دی، دینار دس ہزار اور گھوڑے پچاس کر دئے۔

(الریاض النصرہ)

حضرت عروہ بن زبیر ؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبد الرحمان بن عوف ؓ نے جہاد کے لئے پچاس ہزار دینار دئے اور ہر ایک مجاہد کو ایک ہزار دینار دئے گئے تھے۔ (ابن عساکر)

اللہ کے راستے (جہاد میں) میں خرچ نہ کرنے پر وعید:

وَأَنفِقُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَلاَ تُلْقُواْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوَاْ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (195)

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۹۵)

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو، بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والے کو پسند فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (34)يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنوبُهُمْ

وَظُهُورُهُمْ هَـذَا مَا كَنَزْتُمْ لأَنفُسِكُمْ فَذُوقُواْ مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ (35)

(سورۃ التوبہ: ۳۴ ۔ ۳۵)

اور جولوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو آپ (ﷺ) ان کو دردناک سزا کی خبر سنادیں، جس دن اس مال کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا اور پھر اس سے ان کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جسے تم نے اپنے لئے جمع کر کے رکھا تھا پس اب اپنے جمع کرنے کا مزا چکھو۔

هَاأَنتُمْ هَؤُلَاء تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاء وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ (38)

(سورۃ محمد ۔ ۳۸)

ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو پھر بعض تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے اور اللہ تو بے نیاز ہے (یعنی کسی کا محتاج نہیں) اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم (بخل کر کے اس کے حکم سے) روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوموں کو پیدا کر دے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے۔

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيْرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِيْ مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُوْلَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلّاً وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْرٌ (10)

(سورۃ الحدید ۔ ۱۰)

اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہو حالانکہ سب آسمان وزمین آخر میں اللہ کے رہ

جائیں گے، برابر نہیں وہ لوگ جو جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کے راستے میں مال خرچ کیا اور قتال کیا یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور اللہ کے راستے میں لڑے اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خوب خبر رکھتا ہے۔

حضرت ابو امامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس نے خود بھی جہاد نہیں کیا اور نہ کسی مجاہد کو جہاد کا سامان فراہم کیا اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت سے پہلے کسی سخت مصیبت میں مبتلا فرمادیں گے۔ (سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

حضرت زید بن خالد جہنی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد میں نکلنے والے مجاہد کو سامان فراہم کیا اس نے بھی جہاد کیا، جس نے مجاہد کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی اس نے بھی جہاد کیا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

جس آدمی نے جہاد کے لئے سامان تیار کرلیا ہو لیکن کسی بیماری یا اور کسی وجہ سے وہ جہاد میں نہ جاسکے تو اسے چاہئے کہ وہ سامان کسی اور مجاہد کو دے دے تاکہ اسے بھی جہاد کا اجر مل جائے۔

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو اسلم کے ایک نوجوان نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میں جہاد پر جانا چاہتا ہوں مگر میرے پاس سامان موجود نہیں ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! فلاں آدمی کے پاس چلے جاؤ اس نے جہاد کا سامان تیار کرلیا تھا مگر وہ بیمار پڑ گیا ہے اور جہاد پر نہ جاسکے گا۔ وہ نوجوان ان صحابی کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ اپنا سامان جو جہاد کے لئے تیار کیا ہے وہ مجھے دے دیں۔ انہوں نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ میرا جہاد کا تمام سامان اس نوجوان کو دے دو اس میں سے کچھ بھی روک کر نہ رکھو۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے ان میں سے کچھ روک کر رکھا تو اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے برکت نہیں دے گا۔ (صحیح مسلم)

اسلامی سرحدوں کی حفاظت کیلئے پہرہ دینے کے فضائل

حضرت سلمان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! ایک رات دن کی پہرہ داری ایک مہینہ کے روزوں سے افضل ہے اور اگر اس پہرے داری کے دوران انتقال ہو جائے اور اس کا یہ عمل قیامت تک جاری کر دیا جائے گا (یعنی اسے قیامت تک پہریداری کا ثواب ملتا رہے گا) اور وہ قبر کے امتحان سے بھی محفوظ ہوگا۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبادہ بن صامت ؓ فرماتے ہیں کہ ہر شخص مرتے وقت جان نکلنے سے پہلے (اللہ کے ہاں آخرت میں) اپنا مقام دیکھ لیتا ہے سوائے اللہ کے راستے میں پہریداری کرنے والے کے کیونکہ اس کا اجر یا رزق جاری رہتا ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس شخص نے ایک رات مسلمانوں کی پہریداری کی تو اسے اپنے پیچھے نماز پڑھنے اور روزے رکھنے والوں کا ثواب و اجر ملتا رہے گا۔ (مجمع الزوائد)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہو اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دینے میں گزارے ہو۔ (جامع ترمذی)

ابن ابی شیبہ ؒ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت مکحول ؒ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری یہاں تک کہ صبح ہوگئی تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت عبداللہ بن محیریز ؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دیا تو اسے ہر رات پیچھے رہ جانے والوں کی تعداد میں ایک ایک قیراط اجر ملے گا۔ (سنن سعید بن منصور)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں لیلۃ القدر سے افضل رات نہ بتاؤں، وہ شخص جو کسی خطرے والی جگہ پہرہ دے اور امکان ہو کہ وہ واپس اپنے گھر نہیں لوٹ سکے گا۔

(سنن النسائی، بیہقی)

حضرت عثمان غنی ؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے رستے میں ایک رات کی پہریداری ان ہزار راتوں سے افضل ہے جن میں قیام کیا جائے اور دن میں روزہ رکھا جائے۔ (المستدرک حاکم)

جہاد میں تیر اندازی کے فضائل

جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیر اندازی سیکھنا، سکھانا اور آپس میں تیر اندازی کا مقابلہ کرنا ایسا عمل ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے پسندیدہ عمل قرار دیا ہے اور اس کی ترغیب بھی دی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ منبر پر فرما رہے تھے!

﴿اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾

(سورۃ الانفال۔٦٠)

اور ان کافروں سے لڑائیوں کے لئے تیاری کرو جس قدر تم سے ہو سکے قوت سے۔

خبردار! قوت تیر اندازی میں ہے، خبردار قوت تیر اندازی میں ہے۔ (صحیح مسلم)

عربی زبان میں " رمی " پھینکنے کو کہتے ہیں۔ اصل قوت ان ہتھیاروں میں ہوتی ہے جو دور سے پھینکے جاتے ہیں۔ چنانچہ ماضی میں مسلمانوں نے اسی فرمان پر عمل کرتے ہوئے تیر اندازی میں خوب مہارت حاصل کر لی تھی۔ ان کے علاوہ انہوں نے دور سے پھینکنے والے دوسرے ہتھیار بھی تیار کر لئے تھے اور ان میں خوب ترقی بھی حاصل کر لی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسلمانوں نے منجنیق تیار کر لی تھی۔ مسلمانوں نے آتشی تیر، بڑے بڑے پتھر اور بارود بھی دور سے دشمن پر پھینکنے میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ لیکن پھر مسلمانوں نے جہاد چھوڑ دیا اور ان کی یہ صلاحیت دشمنوں نے سیکھ لی اور اس میں خوب ترقی کی اور میزائل تک بنا لئے اور مسلمان اس دوڑ میں ان سے بہت پیچھے رہ گئے۔

حضرت معاذ بن جبل ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے بوڑھا ہو جائے تو قیامت کے دن اس کا وہ بڑھاپا اس کے لئے ایک نور کا سبب ہوگا اور جو شخص اللہ کے راستے میں تیر پھینکے گا تو اسے اس کے بدلہ میں ایک درجہ ملے گا۔ (معجم الکبیر للطبرانی)

حضرت عتبہ بن عبد اسلمی ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے غزوہ بنو قریظہ و بنو نضیر میں ارشاد فرمایا! جس نے یہودیوں کے اس قلعہ کے اندر تیر مارا تو جنت اس کے لئے واجب ہوگئی۔ حضرت عتبہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن تین تیر اس قلعے کے اندر تک پہنچائے تھے۔ (معجم الکبیر للطبرانی)

میدان جنگ سے فرار کا گناہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُواْ زَحْفاً فَلاَ تُوَلُّوهُمُ الأَدْبَارَ (15)
وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلاَّ مُتَحَرِّفاً لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزاً إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاء بِغَضَبٍ مِّنَ اللّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (16)

(سورۃ الانفال: ۱۵ ۔ ۱۶)

اے ایمان والو! جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو میدان جنگ میں پیٹھ مت پھیرو، اور جو کوئی ان سے اس دن پیٹھ پھیرے گا سوائے اس کے جو لڑائی کے لئے پینترا بدلتا ہے یا اپنے جماعت کی طرف پلٹ کر آتا ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور جہنم بہت برا ٹھکانا ہے۔

قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (8)

(سورۃ جمعہ ۔ ۸)

کہہ دو کہ موت جس سے تم گریز کرتے ہو، وہ تو تمہارے سامنے آکر رہے گی پھر تم پوشیدہ اور جاننے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر جو کچھ تم کرتے ہو وہ تمہیں سب بتا دے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔
۲۔ کسی جان کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو۔
۳۔ یتیم کا مال کھانا۔
۴۔ سود کھانا۔

۵۔ میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔

٦۔ بھولی بھالی پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔

۷۔ جادو کرنا۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

مسلمان قیدیوں کو دشمن کے ہاتھوں سے چھڑانے کے احکام

وَمَا لَكُمْ لاَ تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاء وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَـذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيّاً وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيراً (75)

(سورۃ النساء ۔ ۷۵)

اور تمہارے پاس کیا عذر ہے (تمہیں کیا ہو گیا ہے) کہ تم نہیں لڑتے اللہ کے راستے میں ان کمزوروں (مظلوموں) کی خاطر جن میں مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں جو دعا کر رہے ہیں، اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی کھڑا کر اور ہمارے لئے بھیج اپنے پاس سے کوئی مددگار۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قیدیوں کو چھڑائیں خواہ انہیں اپنا سارا مال ہی کیوں نہ دینا پڑے۔ حضور اکرم ﷺ نے قیدیوں کو چھڑانے کا حکم دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ہتھیار

رسول اللہ ﷺ کی تلواریں

ا۔ الماثور:

یہ تلوار آپ ﷺ کو والد صاحب کی طرف سے ورثہ میں ملی تھی آپ ﷺ اسے اپنے ساتھ مدینہ منورہ بھی لائے تھے۔ اس کا ایک اور نام ماثور الفجر بھی ہے۔ یہ تلوار بعد میں حضرت علیؓ کے پاس آ گئی تھی۔ اس تلوار کا دستہ سونے کا ہے اور دونوں اطراف سے مڑا ہوا ہے۔ اس تلوار کی لمبائی ننانوے سنٹی میٹر ہے۔ یہ تلوار ترکی کے توپ کاپی عجائب گھر میں محفوظ ہے۔

۲۔ العضب:

غزوہ بدر میں جاتے وقت یہ تلوار حضرت سعد بن عبادہؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ یہ تلوار رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد کے دن حضرت ابودجانہؓ کو عطا فرمائی تھی۔ آج کل یہ تلوار مصر میں قاہرہ کی مشہور جامع مسجد الحسین بن علیؓ میں محفوظ ہے۔

۳۔ ذوالفقار:

غزوہ بدر کے مال غنیمت میں ہاتھ آئی تھی، پھر تمام جنگوں میں حضور اکرم ﷺ کے پاس رہی۔ اس کا درمیانی حصہ ریڑھ کی ہڈی کے مشابہ تھا۔ تلوار کے قبضے، دھار، پٹے اور نیام کے نچلے حصہ میں چاندی استعمال کی گئی تھی۔

۴۔ الصمصام:

کاٹنے والی، مضبوط جو کبھی نہ مڑے۔ یہ عمرو بن معدی کرب کی تلوار تھی۔ یہ تلوار حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کو تحفہ کے طور پر دی تھی۔

۵۔ القلعی:

یہ قلع نامی جگہ سے ملی تھی۔ یہ تلوار بنوقینقاع کے مال غنیمت سے حاصل ہوئی تھی۔ اس تلوار کی لمبائی سو سنٹی میٹر ہے اور یہ تلوار ترکی کے توپ کاپی عجائب گھر میں محفوظ ہے۔

٦۔ البتار:

بہت خوب کاٹنے والی۔ بعض روایات میں لکھا ہے کہ البتار اس جگہ کسی علاقے کا نام تھا۔ اسے سیف الانبیاء بھی کہا جاتا ہے۔ اس پر حضرت داوٗدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت یسعاعؑ، حضرت زکریہؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور محمد ﷺ کے نام کندہ ہیں۔ یہ تلوار حضرت داوٗدؑ کو جالوت کے مال غنیمت میں سے ملی تھی۔ یہ تلوار رسول کریم ﷺ کو بنی قینقاع کے مال غنیمت میں ملی تھی۔ یہ تلوار ترکی کے توپ کاپی عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ روایت ہے کہ یہی وہ تلوار ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں دوبارہ تشریف لانے کے بعد جہاد کریں گے اور دجال کا خاتمہ کریں گے۔ اس تلوار کی لمبائی ایک سو ایک سنٹی میٹر ہے۔ اس کا دستہ چاندی کا ہے۔

۷۔ الحتف:

حتف موت کو کہتے ہیں۔ یہ تلوار یہودیوں کے قبیلہ بنو قینقاع سے حاصل ہوئی تھی۔ یہ تلوار حضرت داوٗد علیہ السلام کے ہاتھوں سے بنی ہوئی بتائی جاتی ہے۔ یہ تلوار یہودیوں کے قبیلہ لاوی کے پاس اپنے آباؤ اجداد بنی اسرائیلیوں کے طور پر وراثت میں چلی آ رہی تھی۔ آخر میں یہ رسول کریم ﷺ کے مبارک ہاتھوں میں مال غنیمت کے طور پر آ گئی۔ تلوار کی لمبائی ایک سو بارہ سنٹی میٹر اور چوڑائی آٹھ سنٹی میٹر ہے۔ یہ تلوار ترکی کے توپ کاپی عجائب گھر میں محفوظ ہے۔

۸۔ الرسوب:

جسم میں گھس کر ڈوبنے والی۔ یہ تلوار آپ کی خاندانی تلوار ہے۔ اس کی لمبائی ایک سو چالیس سنٹی میٹر ہے۔ یہ تلوار ترکی کے توپ کاپی عجائب گھر میں محفوظ ہے۔

۹۔ المخذم:

کاٹنے والی تلوار۔ یہ تلوار رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو عطا فرمائی تھی۔ یہ تلوار ستانوے سنٹی میٹر لمبی ہے۔ یہ تلوار ترکی کے توپ کاپی عجائب گھر میں محفوظ ہے۔

۱۰۔ القضیب:

بہت زیادہ کاٹنے والی۔ یہ تلوار رسول اللہ ﷺ اپنے ذاتی حفاظت کے لئے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ یہ چوڑائی میں بہت کم تھی۔ یہ دو دھاری تلوار ہے جس کی نوک نکلی ہوئی ہے۔ اس کا دستہ چودھا سنٹی میٹر کا ہے اور چوڑائی 2.8 سنٹی میٹر

ہے۔ یہ کسی جنگ میں استعمال نہیں ہوئی۔ اس تلوار کی لمبائی ایک سونٹی میٹر ہے۔ یہ تلوار ترکی کے توپ کاپی عجائب گھر میں محفوظ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے نیزے اور برچھیاں

حضور اکرم ﷺ کے پاس پانچ نیزے تھے۔ جن میں تین تو آپ ﷺ کو بنو قینقاع سے ہاتھ لگے تھے۔ ایک نیزہ " المثوی " تھا، یہ نام اس لئے پڑا کہ یہ نیزہ جسے لگتا تھا وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا اور وہیں دم توڑ دیتا تھا۔ ایک اور نیزہ " المنثنی " کے نام سے تھا۔

آپ ﷺ کے پاس ایک برچھی تھی جس کا نام " البتعہ " تھا۔ اس کا تذکرہ علامہ سہیلیؒ نے کیا ہے اور ایک برچھی تھی جس کا نام " البیضاء " تھا۔ ایک چھوٹی برچھی تھی جس کا نام " العنزہ " تھا۔ آپ ﷺ چلتے وقت اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔ عید کے دن آپ ﷺ کے آگے نیزہ بردار کے ہاتھ میں یہی نیزہ ہوتا تھا پھر اسی نیزے کو عید گاہ میں بطور سترہ گاڑ دیا جاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں

۱۔ ذات الفضول: یہ لمبی زرہ تھی اور یہی آپ نے ایک بار ابوالشحم یہودی کے پاس رہن رکھ کر اپنے اہل وعیال کے لئے " جو " لئے تھے۔

۲۔ السعدیہ: یہ سعد نامی ایک علاقے کی طرف منسوب ہے جہاں زرہیں بنتی تھیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی جو آپ نے جالوت کو قتل کرتے وقت پہنی ہوئی تھی۔

۳۔ ذات الوشاح:

۴۔ ذات الحواشی:

۵۔ فضہ

۶۔ البترا

۷۔ الخریق

رسول اللہ ﷺ کے خود

آپ ﷺ کے پاس لوہے کے دوخود (جنگی ٹوپیاں) تھیں۔

۱۔ الموشج

۲۔ السبوغ یا زوالسبوغ: (یہی فتح مکہ کے وقت آپ ﷺ کے سر مبارک پر تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی ڈھالیں

آپ ﷺ کے پاس ایک ڈھال "الزلوق" نامی تھی۔ زلق پھسلنے کو کہتے ہیں۔ اس پر سے تلوار وغیرہ پھسل جاتی تھی۔ ایک اورڈھال "الفنق" نامی تھی۔ اسی طرح حضوراکرم ﷺ کی خدمت میں ایک اورڈھال بطور ہدیہ پیش کی گئی تواس پر عقاب یامینڈھے کی تصویر تھی، آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا تو وہ تصویر مٹ گئی۔

رسول اللہ ﷺ کی سواریاں

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانوروں کے بارے میں لکھا ہے:

رسول اللہ ﷺ کے پاس دواونٹ تھے۔

۱۔ عسکر ۲۔ ثالب

رسول اللہ ﷺ کے پاس چاراونٹنیاں تھیں۔

۱۔ قصویٰ: ہجرت کے وقت آپ اسی پر سوار تھے۔ یہ اونٹنی آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے لی تھی۔

۲۔ عصباء: یہ دوڑ میں بھی نہیں ہاری تھی۔

۳۔ شاہباء: جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو یہ اونٹنی بیٹھ گئی اور رونا شروع کردیا۔ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا اوراسی حالت میں مرگئی۔

۴۔ جداء

رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے:

ا۔ الخیل

۲۔ السقب۔ اس پر سوار ہو کر آپ نے غزوہ احد میں جنگ کی تھی۔

۳۔ المرتجز۔ یہ نام رجز سے بنا ہے، اس کا ہنہنانہ رجز کی طرح سے تھا۔

۴۔ الازاز۔ یہ اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے تحفہ دیا تھا۔

۵۔ الضرب۔ یہ ربیع بن ابرار نے تحفہ دیا تھا۔

۶۔ الورذ۔ یہ حضرت تمیم داری ؓ نے تحفہ دیا تھا۔

۷۔ یعصوب۔ یہ جنگی گھوڑا تھا۔

۸۔ الجیب۔ یہ بھی جنگی گھوڑا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے خچر:

ا۔ دلدل

۲۔ فضہ

رسول اللہ ﷺ کے گدھے:

ا۔ عفیر

۲۔ یعفور

حصہ دوم

غزوات اور جنگیں

کھہ دو ان بندوں سے

جنھیں حالات

نا ممکن لگ رہے ھیں

اللہ ھر شے پر

قدرت

رکھتا ھے

غزوات اور سرایا

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کے مدنی دور میں دینِ اسلام کی تبلیغ، ترقی و ترویج کے لئے اور اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں کو ظلم اور جبر سے نکالنے کے لئے مختلف جنگیں لڑیں جن کو غزوات کہتے ہیں اور سَرَایَا بھیجے۔

غزوات ان جنگی مہموں کو کہتے ہیں جن میں حضورِ اکرم ﷺ بنفسِ نفیس شریک ہوئے ہوں۔

سَرَایَا: یہ " سَرِیَّۃ " کی جمع ہے۔ ان جنگی مہمات کو کہتے ہیں جن میں اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو لشکر دے کر دشمن کے خلاف بھیجا ہو)۔

کتبِ سیرۃ اور تاریخ اسلام کی مختلف کتابوں میں ان غزوات اور سرایا کا ذکر ہے۔ لیکن ان میں بعض غزوات اور سرایا ایسے ہیں جو مختلف کتابوں میں مختلف ناموں سے لکھے گئے ہیں۔ قاری کو یہ دقت پیش آتی ہے کہ وہ انہیں دو مختلف واقعات سمجھتا ہے جبکہ وہ ایک ہی واقعہ ہوتا ہے۔ ان تمام غزوات اور سرایا کو تحقیق کر کے ان کے مختلف نام ایک ساتھ لکھ دئے ہیں تاکہ قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے کہ یہ دو مختلف ناموں سے مشہور واقعہ دراصل ایک ہی ہے۔

غزواتِ نبوی ﷺ

غزوہ الابواء یا غزوہ ودان

یہ صفر ۱ھ میں پیش آیا، یہ مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلی مہم تھی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ ؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور قبیلہ بنوضمرہ کی طرف کوچ کیا۔ لیکن اس میں لڑائی نہیں ہوئی۔

نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ بنوضمرہ بن بکر کے قبیلے نے قریش سے کچھ ساز باز کی ہے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی سرکوبی کے لئے ستر صحابہ کے ہمراہ اس مہم پر پہنچے۔ آپ ﷺ پہلے ابواء کے مقام پر پہنچے اور وہاں قیام کیا۔ وہاں سے قریش مکہ کا ایک تجارتی قافلہ گزرنے کی اطلاع تھی۔ آپ ﷺ نے چند دن وہاں ان کا انتظار کیا، جب وہ قافلہ وہاں نہیں پہنچا تو آپ ﷺ نے وہاں سے کوچ کیا اور ودان تشریف لے گئے۔ ابواء اور ودان کے درمیاں کا علاقہ ایک اہم تجارتی شاہراہ تھا۔ یہ ضلع فرع کا علاقہ تھا اور دونوں طرف سے ابواء اور ودان کا فاصلہ آٹھ میل کے قریب تھا۔ ابواء وہ مقام ہے جہاں رسول اللہ ﷺ کی والدہ نے وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئیں۔

بنوضمرہ نے جب مسلمانوں کا لشکر دیکھا تو وہ ڈر گئے، ان کا سردار مجدی بن عمرو ضمری رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا! آپ ﷺ کو کسی نے ہمارے بارے میں غلط خبر دی ہے، واللہ! ہمیں مسلمانوں اور قریش کے درمیان ہونے والی معرکہ آرائی میں کسی کا فریق بننے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو ہمارے ساتھ معاہدہ کرو، وہ اس پر تیار ہو گئے، اس معاہدے میں مسلمانوں نے اپنی شرائط پر بنوضمرہ سے صلح کرلی۔

معاہدے میں یہ طے پایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنوضمرہ کو امان دی جاتی ہے۔ اب ان کی جانیں اور مال محفوظ ہیں، اور ان کو ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی طرف سے مدد دی جائے گی۔ لیکن یہ اس شرط کے ساتھ تھی کہ وہ لوگ اللہ کے دین کے مقابلے میں نہیں آئیں گے۔ اور یہ کہ جب رسول اللہ ﷺ ان کو اپنی حمایت کے لئے بلائیں گے تو ان کو ضرور آنا ہوگا۔ اس عہد نامہ کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ہے۔

بنوضمرہ سے معاہدے کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے، اس مہم میں رسول اللہ ﷺ کے پندرہ دن صرف ہوئے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کا پرچم سفید تھا اور علمبردار حضرت حمزہ ؓ تھے۔

غزوۃ بواط

رسول اللہ ﷺ کو جب مدینہ منورہ میں کچھ استحکام حاصل ہو گیا تو آپ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ اہل مکہ کی تجارتی شاہراہ کو کاٹ دیا جائے تاکہ وہ مدینہ پر جارحیت کے قابل نہ رہ سکیں۔ چنانچہ یہ مہم رسول اللہ ﷺ کے اسی حکم کو پورا کرنے کی ایک کوشش تھی۔ اس قسم کی مہمات میں اکثر رسول اللہ ﷺ خود قیادت فرماتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو غزوہ ابواء سے واپس آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ آپ ﷺ اطلاع ملی کہ قریش مکہ کا ایک اور تجارتی قافلہ جو شام سے مکہ کی طرف جارہا تھا۔ یہ بہت بڑا قافلہ تھا جس میں ڈھائی ہزار سے زیادہ اونٹ تھے، اس قافلے کی حفاظت امیہ بن خلف کررہا تھا اوراس کے ساتھ قریش کے سو جنگجو سوار تھے۔ یہ قافلہ موسم کے لحاظ سے تجارتی سرگرمیوں کا سب سے بڑا قافلہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا اور دو سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہ واقعہ ربیع الاول 2 ھ/اکتوبر 623ء میں پیش آیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کے ہمراہ بواط نامی مقام پر پہنچے۔ یہ بواط ینبع کے ایک پہاڑ کا نام ہے، جس کی وجہ سے اس مہم کو غزوہ بواط کہا جاتا ہے۔ اس پہاڑ کو جہنیہ کا پہاڑ بھی کہا جاتا تھا۔ جب آپ ﷺ بواط پہنچے تو جس قافلہ کو ہراساں کرنے کے لئے آپ ﷺ صحابی کرساتھ نکلے تھے وہ وہاں سے پہلے ہی گزر چکا تھا، اس لئے اس غزوہ میں خونریزی کی نوبت نہیں آئی۔

یہی رسول اللہ ﷺ کا مقصد تھا کہ قریش مکہ کو خوفزدہ کیا جائے کہ اب مسلمان ان کو اس تجارتی شاہراہ سے گزرنے نہیں دیں گے۔ مسلمانوں کو اس طرح کی خبریں بھی مل رہیں تھیں کہ مشرکین مکہ یہودیوں کے ساتھ مل کر سازشیں کررہے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف مشترکہ کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کو یہ موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے کچھ دن بواط میں قیام کیا اور پھر مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔

غزوۂ صفوان یا غزوہ بدر الاولیٰ

مشرکین مکہ اس بات پر پریشان تھے کہ ان کی قدیم تجارتی شاہراہ سے گزرنا ان کے لئے انتہائی خطرناک ہو گیا تھا اور وہ شاہراہ ان کے ہاتھ سے چھنتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ ان کا سارا معاشی نظام اسے شاہراہ کے محفوظ ہونے پر منحصر تھا جواب خطرے میں پڑتا جا رہا تھا۔ اس لئے کہ ان کے پاس نہ کوئی قابل کاشت زراعت کی زمین تھی اور نہ وہ زراعت کرنا جانتے تھے۔ صدیوں سے ان کا ذریعہ معاش تجارت پر چلا آ رہا تھا۔ ان مٹھی بھر مسلمان جو کل تک خاموشی سے ان کا ہر ظلم وستم برداشت کر رہے تھے، اب ان سے زیادہ طاقت ور ہو گئے تھے۔ یہی سوچ سوچ کے ان کے اندر غصہ اور انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی اور وہ ان مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے۔ وہ مسلمانوں کی اس جرأت کا جواب دینا چاہتے تھے۔ قریش کا ایک سردار کرز بن جابر فہری اپنے ساتھ کچھ سوار لے کر نکلا اور رات کے اندھیرے میں مسلمانوں کی چراہ گاہ پر حملہ کر دیا۔ یہ چراہ گاہ مدینہ منورہ کے باہر قریب ہی " الجماء " کے مقام پر تھی۔ کرز بن جابر نے وہاں کے چرواہوں کو قتل کر دیا اور جتنے جانور تھے ان کو ہانک کر اپنے ساتھ لے گیا۔ اگلی صبح مسلمانوں کو اس کی خبر ملی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دشمن کی اس بزدلانہ کاروائی کی اطلاع دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً ہی ایک لشکر تیار کیا مدینہ میں حضرت زید بن حارثہ ؓ کو اپنا نائب بنایا اور تیزی سے مشرکین مکہ کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ اس لشکر کے علمبردار حضرت علی المرتضیٰ ؓ تھے۔ رسول اللہ ﷺ ستر (۷۰) نے صحابہ کرام ؓ کے ہمراہ اہل قریش کا تعاقب کیا لیکن وقت زیادہ گزر جانے کی وجہ سے وہ لشکر سے بہت دور نکل چکے تھے۔ آپ ﷺ نے وادی ٔصفوان میں قیام کیا جس کی وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوۂ صفوان پڑ گیا۔

بعض مورخین نے اسے غزوۂ بدر اولیٰ لکھا ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ وادی صفوان مقام بدر سے ملحق ہے۔ وادی صفوان مقام بدر کے مقابلہ میں زیادہ مشہور تھی۔ جب سے مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان وہ معرکہ ہوا جس کو قرآن کریم نے " یوم الفرقان " کہا تو قیامت تک کے لوگ بدر کے مقام کو زیادہ یاد رکھنے لگے۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں پہلی مرتبہ حق کو غلبہ حاصل ہوا اور باطل کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ عرب بھر میں خاص طور پر اور دنیا بھر میں عام طور پر اس بات کا فیصلہ ہو گیا تھا کہ اب بت پرستی اور شرک کے دن گنے چنے جا چکے ہیں اور اسلام کا غلبہ ہو چکا ہے۔

یوم بدر دراصل یوم فرقان تھا اس لئے اس معرکہ کے بعد خطہ عرب میں جغرافیائی، جنگی، اور مذہبی حوالے سے اس قدر شدید تبدیلی آئی کہ اسلام کا غلبہ بڑھتے بڑھتے پورے عرب میں اور پھر دنیا میں پھیل گیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ بدر کے روز وہ تمام بڑے بڑے مخالفین اور شریر لوگ ہلاک کر دئے گئے جو دل و جان سے اسلام سے عداوت رکھتے تھے۔

غزوہ العشیر ہ

رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ کی جاسوسی اور ان کی تجارتی و جنگی نقل وحمل پر نظر رکھنے کے لئے کچھ لوگ مقرر کئے ہوئے تھے۔ ان کے ذریعہ آپ ﷺ کو ان کی خبریں ملتی رہتی تھیں۔ آپ ﷺ نے ایسا مربوط نظام بنایا تھا کہ آپ کو تمام تجارتی قافلوں اور ان کی دوسری سیاسی سرگرمیوں کی تمام خبروں سے آپ ﷺ واقف رہتے تھے۔ یہاں تک ہوتا تھا کہ کون سا قافلہ کہاں جارہا ہے اس کا سالار کون ہے اور قافلہ کی حفاظت کی زمہ داری کس کی ہے اور اس میں کتنے لوگ ہیں۔

آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ایک قافلہ مکہ سے شام کی طرف جارہا ہے اور اس کا سالار ابوسفیان ہے، قافلہ میں ایک ہزار اونٹوں پر سامان لدا ہوا ہے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ مکہ کا کوئی مرد اور عورت ایسا نہیں تھا جس نے اس قافلہ میں سرمایہ کاری نہ کی ہو سوائے ایک شخص کے جس کا نام حویطب بن عبدالعزیٰ تھا۔ اونٹوں پر تقریباً پچاس ہزار دینار کا سامان لدا ہوا تھا۔ یہی وہ قافلہ تھا جس کی واپسی پر اس کو بچانے کے لئے کفار مکہ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے نکلے تھے اور بدر کے میدان میں ان سے مقابلہ ہوا تھا۔

یہ واقعہ جمادی الاول ۲ھ میں پیش آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک سو پچاس مہاجرین سواروں کو لے کر مدینہ منورہ سے نکلے۔ مدینہ منورہ میں حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد ؓ کو اپنا نائب بنایا اور اس مہم کا پرچم حضرت حمزہ ؓ کے ہاتھ میں تھا۔ ابن اسحاق ؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ مدینہ سے نکلے اور نقب بن دینار سے گزرتے ہوئے فیفا الخمار نامی مقام پر پہنچے۔ اس کے بعد آپ ﷺ اپنا لشکر لے کر بطحائے ابن ازہر نامی مقام پر ٹھہرے اور ایک درخت کے نیچے قیام کیا، جس کا نام " ذات السباق " بیان کیا جاتا ہے، وہاں آپ ﷺ نے وقت کی نماز ادا کی۔ وہاں بعد میں مسلمانوں نے ایک مسجد تعمیر کر دی تھی جو طویل عرصہ تک قائم رہی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں کھانا کھایا اور صحابہ کرام کو بھی کھانا کھانے کا حکم دیا اس کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا۔

جن پتھروں پر صحابہ کرام ؓ نے کھانا پکایا تھا ایک مدت تک یعنی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تک وہ پتھر اسی حالت میں رہے، لوگ انہیں نہیں چھیڑتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی نشانی سمجھتے تھے۔ سات سو سال تک وہ پتھر اسی حالت میں رہے۔ آپ ؐ نے رات کو بھی یہیں قیام فرمایا، اگلی صبح کو آپ ﷺ نے کوچ کیا اور یسار کے کنوؤں کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے شعبہ کے راستے سے آگے بڑھے اس جگہ کو شعبہ عبداللہ بھی کہتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ وادی یسار میں اترے

اور دوپہر کے بعد پھر روانہ ہوئے، یہاں تک کہ یلیل کے مقام پر پہنچے اور رات گزارنے کے لئے وہاں ٹھہرے۔ اگلی صبح یہ لشکر روانہ ہوا اور پھر ضبوعہ کے مقام پر ٹھہرا، ضبوعہ میں کئی کنوئیں تھے جن سے مسلمانوں نے پانی کیا اور استعمال کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ فرش ملل سے گزرتے ہوئے یمام کے مقام پر پہنچے، یہ ایک سخت قسم کا صحراؤں میں سے ایک ہے، پھر آپ ﷺ وادی ینبع میں واقع مقام عشیرہ پر پہنچے۔

عشیرہ کا قصبہ ینبع کے علاقے میں ہے اور اسے ذوالعشیرہ بھی کہتے ہیں، یہ ایک قلعہ ہے جو ینبع اور ذی المرہ کے درمیان واقع ہے، یہاں عمدہ قسم کی کھجوروں کے باغات تھے اور اس میں بہت پھل آتا تھا۔ خیبر کی صیحانی اور مدینہ کی برنی اور عجوہ کھجوروں کے علاوہ یہ کھجور حجاز کی تمام کھجوروں سے اعلیٰ مانی جاتی ہیں۔ یہ علاقہ بنو مدلج کا مسکن تھا۔

ابوسفیان کو اس بات کی اطلاع مل چکی تھی کہ ان کے قافلے کو روکنے کے لئے رسول اللہ ﷺ اور مسلمان مدینہ سے نکل چکے ہیں، ابوسفیان کے پاس قافلے کی حفاظت کے لئے صرف چالیس لوگ تھے۔ ابوسفیان نے کفار کے جہاندیدہ لوگوں سے مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ راتوں کو سفر کریں گے اور بہت کم قیام کریں گے۔ ان کی یہ ترکیب کامیاب رہی اور اسلامی لشکر کے ذوالعشیرہ پہنچنے سے دو دن پہلے یہ قافلہ اس جگہ سے گزر چکا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے وہاں کئی روز قیام فرمایا اور علاقے کی سیاسی صورت حال جاننے کے لئے کوشش کی، اس کے نتیجہ میں یہ معلوم ہوا کہ بنو مدلج کے لوگ کفار مکہ سے ساز باز کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے بنو مدلج کے سرداروں کو بلا کر ان سے بات چیت کی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ہر طرح سے اطمینان دلایا۔ ان کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہاری نیت صاف ہے تو تم ہم سے معاہدہ کرلو، بنو مدلج والے آپس میں مشورہ کر کے رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

(ایام الحرب)

معاہدے کی شرائط یہ تھیں:

یہ عہد نامہ اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے بنو مدلج کے لئے ہے جن کو نبی کریم ﷺ نے امان دی۔ چنانچہ اب ان کی جانیں اور ان کے مال محفوظ ہیں اور ان کو ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد دی جائے گی، جب تک دریائے

صوفہ میں تری باقی ہے دونوں گروہ اس معاہدے کے پابند رہیں گے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ لوگ اللہ کے دین کے مقابلہ پر نہیں آئیں گے اور یہ کہ جب نبی کریم ﷺ ان کو اپنی حمایت کے لئے بلائیں تو ان کو آنا ہوگا۔ اس عہد نامہ کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ہے۔

بنو ضمرہ سے کئے گئے اس معاہدے کو بہت اہمیت حاصل تھی، اس لئے رسول اللہ ﷺ جانتے تھے کہ اگر کبھی کفار مکہ ان سے جنگ کرنے کے لئے نکلیں گے تو سب سے پہلے وہ مدینہ کے ان قبائل سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ اپنی سیاسی بصیرت کا بروئے کار لاتے ہوئے ان قبائل کے مسلمانوں کے مقابل نہ آنے دیا جائے اور اس سے قبل ہی انہیں معاہدے کا پابند بنا دیا جائے۔

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق غزوۃ بدر اولیٰ غزوہ العشیرہ کی چند راتوں کے بعد پیش آیا۔ آپ ﷺ اس میں کرز بن جابر الفہری کے تعاقب میں نکلے تھے۔ اس نے مسلمانوں پر ڈاکہ زنی کی واردات کی تھی۔

غزوۂ بدر

رمضان 2ھ ہجری، 624ء

غزوۂ ذی العشیرہ میں قریشِ مکہ کا جو قافلہ مسلمانوں سے بچ کر شام کی طرف نکل گیا تھا، اب یہی قافلہ شام سے پلٹ کر واپس مکہ آنے والا تھا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبید اللہ اور حضرت سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن زید کو اس کے حالات کا پتہ لگانے کے لئے شمال کی جانب روانہ کیا۔ یہ دونوں صحابی (جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں) مقام خوداء تک تشریف لے گئے اور وہاں ہی ٹھہرے رہے، جب ابوسفیان قافلہ لے کر وہاں سے گزرا تو یہ نہایت تیز رفتاری سے مدینہ پلٹے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع دی۔ اس قافلے میں اہل مکہ کی بڑی دولت تھی یعنی ایک ہزار اونٹ تھے جن پر کم از کم پچاس ہزار دینار (دوسو ساڑھے باسٹھ کلو سونا) کی مالیت کا ساز و سامان لدھا ہوا تھا اس کی حفاظت کے لئے صرف چالیس آدمی تھے۔

اہل مدینہ کے لئے یہ شاندار موقع تھا، جبکہ اہل مکہ کے لئے اس کثیر مال سے محرومی بہت بڑی فوجی، سیاسی اور اقتصادی شکست کی حیثیت رکھتی تھی، اس لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں کے اندر اعلان فرمایا کہ قریش کا یہ قافلہ مال و دولت لئے چلا آرہا ہے اس لئے نکل پڑو ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بطور غنیمت تمہارے حوالے کردے۔ اس کاروائی کا ایک مقصد مکہ والوں پر ایک قسم کا رعب ڈالنا اور کرز بن جابر کی حرکت کا جواب دینا بھی تھا تا کہ ان کو معلوم ہوجائے کہ مدینہ والوں سے بگاڑ کرنا ان کو تجارت کے لئے کتنا نقصان دہ ہے۔ ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ اس قافلہ کی تجارت سے جو فائدہ ہوتا وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال ہونا تھا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ گروہ جنگ کے ارادے سے نہیں بھیجا تھا اس لئے جنگی احتیاط بھی نہیں رکھی گئیں تھیں، مکہ کے قافلے والے سردار ابوسفیان کو جب مسلمانوں کے ارادوں کی اطلاع ملی تو وہ راستہ بدل کر قافلے کو نکال کر دوسری طرف سے لے گیا اور ایک شخص ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت دے کر راستہ ہی سے مکہ کی طرف دوڑایا کہ ہمیں مسلمانوں سے خطرہ ہے مدد کو پہنچو اور اپنے مال کو بچاؤ۔ اس نے مکہ پہنچ کر عرب کے دستور کے مطابق اونٹ کی ناک چھید دی کجاوہ الٹا کیا، کرتا پھاڑ لیا اور وادی مکہ میں اسی اونٹ پر کھڑے ہوکر آواز لگائی۔ اے جماعتِ قریش! قافلہ............ قافلہ

تمہارا جو مال ابوسفیان کے ہمراہ ہے اس پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی دھاوا بولنے جارہے ہیں۔

مجھے یقین نہیں کہ تم اسے پاسکو گے:...   مدد.....المدد

اس خبر کے پہنچتے ہی ابوجہل مکہ سے تقریباً ایک ہزار کی فوج جس میں سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے لے کر جوش وخروش کے ساتھ مکہ سے نکلا۔ یہ تمام لشکر ہر طرف سے ہتھیاروں اور اسباب سے لیس تھا۔ تمام سپاہی زرہ پوش تھے۔ گانے والیاں اور رجز پڑھنے والے ہمراہ تھے۔ عباس بن عبدالمطلب ، عتبہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف، نضر بن حارث، ابوجہل عمر بن ہشام وغیرہ کل تیرہ آدمی کھانا کھلانے والے تھے۔ ابوسفیان کا قافلہ بہ حفاظت مکہ پہنچ گیا، مسلمانوں کا گروہ جو قافلہ والوں کو صرف ڈرانے کے لئے گیا تھا واپس مدینہ آ گیا۔ ابوسفیان نے ابوجہل کے پاس خبر بھیجی کہ قافلہ بحفاظت مکہ پہنچ گیا ہے اب تم واپسی آ جاؤ۔ لیکن ابوجہل اپنے لشکر جرار پر بہت مغرور تھا اس نے اس کو گوارا نہ کیا کہ ویسے ہی جنگ کئے بغیر واپس چلا جائے۔

حکیم بن حزام اور عتبہ بن ربیعہ واپسی جانے کے لئے راضی ہو گئے۔ ابوجہل دراصل یہ لشکر لے کر صرف قافلے کی حفاظت کے لئے نہیں نکلا تھا بلکہ ان کا ایک آدمی عمرو بن حضرمی وادی نخلہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا اس کا بھی بدلہ لینا چاہتا تھا، پھر ضمضم بن عمرو نے جس طرح قافلے کا حال بتایا تھا اس کی وجہ سے بھی ابوجہل بہت غصہ میں تھا، اس لئے اس نے قافلے کو واپس نہیں جانے دیا۔ قریش کے لشکر کی روانگی کا حال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہوا اور یہ بھی کہ اس میں ابوجہل عتبہ، شیبہ، ولید، حنظلہ، عبیدہ، عاصی، حرث، طعیمہ، زمعہ، عقیل، ابوالجنتری، مسعود، بنیہ، نبہ، نوفل، سائب، رفاعہ وغیرہ بڑے بڑے سردار قریش اس لشکر میں موجود ہیں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحابہ کرامؓ سے مشاورت

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب ابوجہل کے لشکر کے آنے کی خبر سنی تو ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر گوشے اور منتخب لوگ تمہاری طرف بھیجے ہیں۔ ان سے مقابلہ کرنے سے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پھر ان کے بعد حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پھر ان کے بعد حضرت مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نہایت شجاعت اور بہادری کے کلمات فرمائے اور کہا ہم ان بنی اسرائیل کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ سلام سے کہا تھا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے!

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ☆

(سورۃ المائدہ ۔ ۲۴)

ترجمہ: قوم نے جواب دیا کہ اے موسیٰ! جب تک وہ وہاں ہیں تب تک ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے، اس لئے تم اور تمہارا پروردگار جا کر دونوں ہی لڑ بھڑ لو، ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے لوگو! ان کفار سے لڑائی کے بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے۔ اس دوبارہ فرمانے سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقصد یہ تھا کہ انصار کی رائے معلوم کی جائے، کیونکہ یہ تینوں افراد مہاجرین میں سے تھے۔ انصار سے جس بات پر بیعت لی گئی تھی وہ یہ تھی کہ مدینہ پر جب بیرونی حملہ ہوگا تو اس سے لڑیں گے یہ عہد نہیں تھا کہ مدنیہ سے باہر نکل کر کسی سے جنگ کریں گے۔ انصار مدینہ فوراً اس بات کو سمجھ گئے ان میں حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کھڑے ہوئے۔

انہوں نے عرض کیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا روئے سخن شاید ہم لوگوں کی طرف ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ہاں۔ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ کا رسول ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کا رسول (ﷺ) کفار سے مقابلے کو جائیں اور ہم گھروں میں بیٹھے رہیں، یہ کفار تو ہم جیسے آدمی ہی ہیں ہم ان سے کیا ڈریں گے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ہمیں حکم دیں کہ سمندر میں کود جاؤ تو ہم بلا دریغ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کی تعمیل کریں گے۔

اسلامی لشکر کی کیفیت

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جب خوب اطمینان ہو گیا کہ تمام صحابہؓ جنگ کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں تو آپ (ﷺ) نے لشکر کے لوگوں کو جمع کیا تو کل تعداد تین سو تیرہ (313)، بیاسی (82) افراد مہاجر تھے اکسٹھ (61) افراد قبیلہ اوس کے اور ایک سو ستر (170) افراد خزرج سے تھے۔ اس لشکر میں غزوہ کا نہ کوئی اہتمام کیا تھا اور نہ مکمل تیاری۔

پورے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عوام اور دوسرا حضرت مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن اسود کُندی کا، ستر (70) اونٹ تھے جن پر ہر ہر اونٹ پر دو یا تین آدمی باری باری سفر کرتے تھے۔ ایک اونٹ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت مرثد بن ابی مرثد غنویؓ کے حصے میں آیا۔ جن پر تینوں باری باری سوار ہوتے تھے۔

مدینہ کا انتظام اور نماز کی امامت پہلے پہل حضرت ابن مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سونپی گئی لیکن جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مقام رُوحاء تک پہنچے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذ ر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ کا منتظم بنا کر واپس بھیج دیا، لشکر کی تقسیم اس طرح سے کی گئی کہ ایک دستہ مہاجرین کا اور ایک انصار کا بنایا گیا۔ مہاجرین کا علم حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور انصار کا علم حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیا گیا اور پورے لشکر کی جنرل کمان کا پرچم جس کا رنگ سفید تھا وہ حضرت مصعب بن عمیر عبدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیا گیا۔ میمنہ کے افسر حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور میسرہ حضرت مقداد بن اسود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مقرر ہوئے۔ پورے لشکر میں یہی دو صحابی تھے جن کے پاس گھوڑے تھے۔ ساقہ کی کمان حضرت قیس بن ابی صعصعہ ؓ کے حوالے کی گئی اور سپہ سالار کی حیثیت سے جنرل کمان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود سنبھالی۔

اسماء گرامی شرکائے غزوۂ بدر:

ائمہ حدیث اور علماء سیرۃ نے اپنی تصانیف میں اسماء بدرین کے ذکر کا خاص اہتمام کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے صرف چوالیس نام اپنی جامع صحیح میں ذکر فرمائے ہیں جو ان کی شرائطِ صحت اور اسناد کے مطابق تھے۔

علامہ دوّانیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے مشائخِ حدیث سے سنا ہے کہ صحیح بخاری میں اسماء بدرین کے ذکر کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور بار بار اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ (زرقانی)

اسماء بدرین حضراتِ مہاجرینِ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

1) سید المہاجرین وامام البدرین واشرف الخلائق اجمعین خاتم الانبیاء والمرسلین سیّدنا ومولٰینا محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ رسول اللہ ﷺ

2) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

3) ابوالحفص عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

4) ابوعبداللہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5) حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

6) زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

7) انسہ حبشی مولیٰ رسول اللہ ﷺ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

8) ابوکبشہ فارسی مولیٰ رسول اللہ ﷺ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

9) ابومرثد کنّاز بن حصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

10) مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کناز کے بیٹے)

11) عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

12) طفیل بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

13) حصین بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

14) مسطح عوف بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

15) ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

16) سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

17) صبیح مولیٰ ابوالعاص امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

18) عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

19) عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

20) شجاع بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

21) عقبۃ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

22) یزید بن رقیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

23) ابوسنان بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عکاشہ کے بھائی)

24) سنان بن ابی سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عکاشہ کے بھتیجے)

25) محرز بن فضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

26) ربیعہ بن اکتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

27) ثقف بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

28) مالک بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

29) مدلج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

30 سوید بن مخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

31) عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

32) جناب مولیٰ عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

33) زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

34) حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

35) سعد کلبی مولیٰ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

36) مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

37) سُویبط بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

38) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

39) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

40) عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سعد کے بھائی)

41) مقدار بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

42) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

43) مسعود بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

44) ذوالشمالین بن عبدعمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

45) خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

46) بلال بن رباح مولیٰ ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

47) عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

48) صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

49) طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

50) ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

51) شماش بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

52) ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

53) عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

54) معتب بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

55) زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عمرؓ کے بھائی)

56) مہجع مولیٰ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما

57) عمرو بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

58) عبداللہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

59) واقد بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

60) خولی بن ابی خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

61) مالک بن ابی خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

62) عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

63) عامر بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

64) عاقل بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

65) خالد بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

66) ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

67) سعید بن زید بن عمرو بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

68) عثمان بن مظعون جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

69) سایب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

70) قدامۃ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

71) عبداللہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

72) معمر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

73) خنیس بن خدافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

74) ابوسبرہ بن ابی رھم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

75) عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

76) عبدالبد بن سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

77) عمیر بن عوف مولیٰ سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

78) سعد بن خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

79) ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

80) عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

81) سہیل بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

82) صفوان بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

83) عمرو بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

84) وہب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

85) حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

86) عیاض بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسماء بدرین حضراتِ انصارِ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

1) سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2) عمرو بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سعدؓ کے بھائی)
3) حارث بن اوس بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4) حارث بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5) سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6) سلمۃ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7) عباد بن بشیر بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8) سلمہ بن ثابت بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9) رافع بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10) حارث بن خزمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11) محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12) سلمہ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
13) ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
14) عبید بن التیہام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
15) عبداللہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
16) قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
17) عبید بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
18) نصر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
19) معتب بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
20) عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
21) مسعود بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

22) ابو عبس بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

23) ابو بردہ ہانی بن نیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

24) عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

25) معتب بن قشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

26) عمرو بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

27) سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

28) مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

29) رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

30) سعد بن عبید بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

31) عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

32) رافع بن عبدالحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

33) عبید بن ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

34) ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

35) ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

36) حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

37) حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

38) عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

39) انیس بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

40) معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

41) ثابت بن اقرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

42) عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

43) زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

44) ربعی بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

45) عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

46) عاصم بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

47) ابوضیاح بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

48) ابوحنۃ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

49) سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

50) حارث بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

51) خوّات بن جبیر بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

52) منذر محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

53) ابوعقیل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

54) سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

55) منذر بن قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

56) مالک بن قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

57) حارث بن عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

58) تمیم مولیٰ سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

59) جبر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

60) مالک بن نمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

61) نعمان بن عصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

62) خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

63) سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

64) عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

65) بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

66) سماک بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

67) خلاد بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

68) سبیع بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

69) عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

70) عبداللہ بن عبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

71) یزید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

72) خبیب بن اساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

73) عبداللہ بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

74) حریث بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

75) سفیان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

76) تمیم بن یعار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

77) عبداللہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

78) زید بن المزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

79) عبداللہ بن عرنطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

80) عبداللہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

81) عبداللہ بن عبداللہ بن ابیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

82) اوس بن خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

83) زید بن ودیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

84) عقبہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

85) رفاعہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

86) عامر بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

87) معبد بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

88) عامر بن البکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

89) نوفل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

90) عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

91) اوس بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

92) نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

93) ثابت بن ہزال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

94) مالک بن دخشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

95) ربیع بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

96) عمرو بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

97) ورقہ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

98) مجدر بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

99) عباد بن خشخاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

100) نحاب بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

101) عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

102) عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

103) ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

104) منذر بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

105) ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

106) مالک بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

107) عبدالرب بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

108) کعب بن جماز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

109) ضمرہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

110) زیادبن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

111) بسبس بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

112) عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

113) قراش بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

114) حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

115) عمیر بن حمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

116) تمیم مولیٰ خراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

117) عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

118) معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

119) معوذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

120) خلاد بن عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

121) عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

122) حبیب بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

123) ثابت بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

124) عمیر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

125) بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

126) طفیل بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

127) طفیل بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

128) سنان بن صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

129) عبداللہ بن جذ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

130) عتبہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

131) جبار بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

132) خارجہ بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

133) عبداللہ بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

134) یزید المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

135) معقل بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

136) عبداللہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

137) ضحاک بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

138) سعاد بن زریق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

139) معبد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

140) عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

141) عبداللہ بن مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

142) جابر بن عبداللہ بن رباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

143) خلید بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

144) نعمان بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

145) ابوالمنذر یزید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

146) سلیم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

147) قطبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

148) عنترہ مولیٰ سلیم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

149) عیس بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

150) ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

151) ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

152) سہل بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

153) عمرو بن طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

154) معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

155) قیس بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

156) حارث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

157) جبیر بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

158) سعد بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

159) عقبہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

160) ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

161) مسعود بن خلدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

162) عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

163) اسعد بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

164) خاکہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

165) معاذ بن ماعص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

166) عائذ بن ماعص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

167) مسعود بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

168) رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

169) خلاد بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

170) عبید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

171) زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

172) فردہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

173) خالد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

174) جبلہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

175) عطیہ بن نویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

176) خلیقہ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

177) عمارہ خرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

178) سراقہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

179) حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

180) سلیم بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

181) سہیل بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

182) عدی بن زغبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

183) مسعود بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

184) ابوخزیمہ بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

185) رافع بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

186) عوف بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

187) معوذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

188) معاذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

189) نعمان بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

190) عامر بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

191) عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

192) عصیمہ اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

193) ودیقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

194) ابوالحمرأ مولیٰ حارث بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

195) ثعلبہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

196) سہیل بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

197) حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

198) ابیؑ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

199) انس بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

200) اوس بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

201) ابوشیخ ابی بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

202) ابوطلحہ زید بن صراسھل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

203) حارثہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

204) عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

205) سلیط بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

206) ابوسلیط بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

207) ثابت بن خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

208) عامر بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

209) محرز بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

210) سواد بن غزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

211) ابوزید قیس بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

212) ابوالاعور بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

213) سلیم بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

214) حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

215) قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

216) عبداللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

217) عصیمہ اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

218) ابوداؤد عمیر بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

219) سراقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

220) قیس بن مخلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

221) نعمان بن عبد عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

222) حماک بن عبد عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

223) سلیم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

224) جابر بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

225) سعد بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

226) کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

227) بجیر بن ابی بجیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

228) عتبان بن مارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

229) میلیل بن دبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

230) عصمہ بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

231) بلال بن معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(سیرتِ المصطفیٰ ﷺ)

اسماء ملائکہ بدرین صلاۃ اللہ وسلام علیہم اجمعین

جنگ بدر میں فرشتوں کا آسمان سے نزول اور جہاد میں شریک ہونا قرآنی آیات اور احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن روایاتِ حدیث سے جن فرشتوں کے نام معلوم ہو سکے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1) افضل الملائکہ سیدنا جبریل علیہ السلام

2) سیدنا میکائیل علیہ السلام

3) سیدنا اسرافیل علیہ السلام (بیہقی)

بدر کی جانب اسلامی لشکر کی روانگی

رسول اللہ (ﷺ) اس لشکر کو جو دنیاوی لحاظ سے ناکافی اسباب کے ساتھ تھا کو لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ جانے والی شاہراہ عام پر چلتے رہے اور بئر روحاء تک تشریف لے گئے وہاں سے آگے بڑھے تو مکہ کے راستہ بائیں جانب چھوڑ دیا اور داہنی جانب کترا کے چلتے ہوئے نازیہ پہنچے اور نازیہ سے ایک طرف سے گزر کر وادی حقان پار کی۔ یہ نازیہ اور درۂ صفراء کے درمیان ایک وادی ہے اس وادی کے بعد درۂ صفراء سے گزرے پھر درہ سے گزر کر وادی صفراء کے قریب جا پہنچے۔ وہاں سے قبیلہ جہنیہ کے دو آدمی حضرت لبیس بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی الزغباء کو قافلے کے حالات کا پتہ لگانے کے لئے بدر روانہ فرمایا۔ پھر رسول اللہ (ﷺ) ذفران سے آگے بڑھے اور چند پہاڑی موڑ سے گزر کر جنہیں اصافر کہا جاتا ہے دیت نامی آبادی میں اترے اور حنان نامی پہاڑ نما تودے کو دائیں طرف چھوڑ کر بدر کے قریب ٹھیرے

جنگ کے لئے جگہ کا انتخاب

رسول اللہ (ﷺ) لشکر لے کر چلے تاکہ مشرکین سے پہلے بدر کے چشمہ پر پہنچ جائیں اور ان پر مشرکین کا تسلط نہ ہو، چنانچہ عشاء کے وقت بدر کے قریب ترین چشمے پر نزول فرمایا۔ اس موقع پر حضرت خباب بن منذرؓ جو ایک ماہر فوجی تھے نے فرمایا! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا اس مقام پر آپ ﷺ اللہ کے حکم سے اترے ہیں اس لئے ہمارے لئے آگے پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہیں یا آپ (ﷺ) نے جنگی حکمت عملی کے طور پر یہ جگہ اختیار کی ہے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا! یہ محض جنگی حکمت عملی ہے تب انہوں نے کہا کہ یہ جگہ مناسب نہیں آپ (ﷺ) آگے تشریف لے چلیں اور قریش کے سب سے قریب جو چشمہ ہے اس پر ہم پڑاؤ ڈال دیں پھر ہم باقی چشموں کو پاٹ دیں گے اور اپنے چشمے پر حوض بنا کر اس میں پانی بھر لیں گے۔ اس کے بعد ہم قریش سے جنگ کریں گے تو ہم پانی پیتے رہیں گے اور ان کو پانی نہیں ملے گا، رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ تم نے صحیح مشورہ دیا۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اٹھے اور رات تک دشمن کے قریب ترین چشمے پر پڑاؤ ڈال دیا۔

پھر صحابہ کرامؓ نے حوض بنا کر باقی تمام چشموں کو بند کر دیا۔ صحابہ کرامؓ چشمے پر پڑاؤ ڈال چکے تو حضرت سعد بن معاذؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ کیوں نہ ہم مسلمان آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ایک مرکزی قیادت کی جگہ نہ تیار کریں تاکہ

اگر خدانہ خواستہ فتح کے بجائے شکست سے دوچار ہونا پڑے یا کسی ہنگامی صورتِ حال سے سابقہ پڑے تو ہم پہلے سے مستعد ہوں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ایک چھپر تعمیر کریں جس میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف رکھیں گے ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سواریاں بھی مہیا رکھیں گےاس کے بعد دشمن سے ٹکرائیں گے۔ اگر اللہ نے ہمیں عزت بخشی اور دشمن پر غلبہ عطا فرمایا تو وہ چیز ہوگئی جوہمیں پسند ہےاور دوسری صورت پیش آگئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سوار ہو کر ہماری قوم کے ان لوگوں کے پاس چلے جائیں گے جو پیچھے رہ گئے ہیں۔ درحقیقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے اے اللہ کے نبی ﷺ ایسے لوگ رہ گئے ہیں کہ ہم آپ کی محبت میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ اگر انہیں یہ اندازہ ہوتا کہ آپ (ﷺ) جنگ سے دوچار ہیں تو وہ ہرگز پیچھے نہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ آپ (ﷺ) کی حفاظت فرمائے۔ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خیر خواہ ہوں گےاور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جہاد کریں گے۔ رسول اللہ (ﷺ) نے اس پر ان کی تعریف کی اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ مسلمانوں نے میدان جنگ میں شمال مشرق میں ایک اونچے ٹیلے پر چھپر بنادیا۔ جہاں سے پورا میدان جنگ صاف دکھائی دیتا تھا۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس مرکز قیادت کی نگرانی کے لئے حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن معاذ کی کمان میں انصاری نوجوان کا ایک دستہ مقرر کیا گیا۔

باران رحمت کا نزول:

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

إِذْ يُغَشِّيُكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّن السَّمَاء مَاء لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الأَقْدَامَ (11)

(سورۃ الانفال ۔ ۱۱)

جب اس نے تمہاری تسکین کے لئے اپنی طرف سے تمہیں نیند کی چادراڑھادی اور تم پر آسمان سے پانی برسادیا تاکہ تم کواس سے نہلا کر پاک کردے اور شیطانی نجاست کو تم سے دور کردے، اور اس لئے بھی کہ تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور اس سے تمہارے پاؤں جمائے رکھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس رات موسلا دھار بارش برسائی جو مشرکین کی پیش قدمی میں رکاوٹ بن گئی کیونکہ وہ نشیبی علاقے

میں تھے اور مسلمانوں پر پھوار بن کر برسی اور اللہ نے انہیں پاک کر دیا یعنی شیطان کی گندگی (بزدلی) دور ہوگئی اور زمین ہموار ہوگئی پانی کی وجہ سے ریت سخت ہو کر جم گئی اور چلنے میں آسانی ہوگئی۔

امام حلبیؒ حضرت علیؓ کے حوالے سے تحریر فرماتی ہیں کہ ہم سب لوگ خوب جی بھر کر سوئے جبکہ رسول اللہ ﷺ ساری رات ایک درخت کے نیچے عبادت میں مصروف رہے، آپ لمبے لمبے رکوع اور سجدے کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کو اس بات کا بالکل خوف نہیں تھا کہ صبح کفار مکہ سے جنگ کرنی ہے، مدتوں سے کفار مکہ کے مقابلے پر کوئی نہیں آیا تھا، لوگ ان سے عقیدت اور کعبہ کی حرمت کی وجہ سے ان سے کوئی جنگ نہیں کرتا تھا۔ وہ لوگ بیت اللہ کے والی تھے، اللہ کے گھر کے محافظ تھے، اور اللہ کے گھر کی زیارت کرنے والوں کے میزبان تھے۔ کفار مکہ نے مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اور دین اسلام کی جس طرح مخالفت اور دشمنی کی تھی اس کی وجہ سے مسلمانوں کو ان سے کوئی ہمدردی نہیں تھے کیونکہ وہ ظالم لوگ تھے۔

سردارانِ قریش کے مقتل کی نشاندھی

رسول اللہ (ﷺ) جنگ کی ترتیب فرما کر میدان جنگ میں تشریف لے گئے وہاں آپ (ﷺ) اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے جا رہے تھے کہ کل فلاں یہاں قتل ہوگا ان شاءاللہ اور یہ کل فلان کی قتل گاہ ہے ان شاءاللہ۔ (صحیح مسلم)

اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں ہی رات ایک درخت کی جڑ کے پاس گزاری اور تمام مسلمانوں نے بھی پرسکون رات گزاری ان کے دل پرُ اعتماد تھے اور پرُ امید تھے کہ صبح اپنی آنکھوں سے اپنے رب کی بشارتیں دیکھیں گے

یہ رات جمعہ المبارک 17 رمضان 2ھ ہجری / 624ء کی تھی، آپ ﷺ اس مہینے کی 8 یا 12 تاریخ کو مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔

کفارِ مکہ کے لشکر میں انتشار:

قریش مکہ نے رات بدر سے پیچھے گزاری صبح کو وادیٔ بدر کی طرف روانہ ہوئے، ایک گروہ رسول اللہ (ﷺ) کے حوض کی طرف بڑھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو پانی پینے کی اجازت دے دی، جس جس نے پانی پیا وہ بدر والے دن مارا گیا سوائے حکیم بن حزام کے جو بعد میں مسلمان ہوئے۔ قریش مکہ نے اسلامی لشکر کا اندازہ لگانے کے لئے عمیر بن وہب جحمی کو بھیجا جو مسلمانوں کے لشکر کا جائزہ لے کر گیا، لیکن اس نے واپس جا کر کہا!

اے قریش کے لوگو! میں نے بلائیں دیکھی ہیں جو موت کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ یثرب کے اونٹ اپنے اوپر موت اٹھائے ہوئے ہیں جن کی حفاظت کے لئے ان کی تلواریں ہیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں ان کا کوئی آدمی تمہارے آدمی قتل کئے بغیر نہیں رہے گا۔ اس کے بعد لشکر میں واپسی جانے کی باتیں ہونے لگیں جس کی ابوجہل نے سخت مخالفت کی۔

عتبہ بن ربیعہ نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا! اے قریش کے لوگو! تم لوگ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں سے لڑ کر کوئی کارنامہ انجام نہیں دو گے۔ خدا کی قسم! اگر تم نے انہیں مار دیا تو ایسے چہرے دکھائی دیں گے جن کو تم دیکھنا پسند نہیں کرو گے کیونکہ تم نے اپنے چچیرے بھائی کو یا خالہ زاد بھائی کو یا اپنے ہی کنبے قبیلے کے کسی آدمی کو قتل کیا ہوگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ واپس چلو، محمد (ﷺ) سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ اگر عرب نے انہیں مار لیا تو یہ وہی چیز ہوگی جسے تم چاہتے ہو اور اگر دوسری چیز پیش آئی تو محمد (ﷺ) تمہیں اس حالت میں پائیں گے کہ تم نے جو سلوک ان کے ساتھ کرنا چاہا تھا اسے کیا نہ تھا۔

حکیم بن حزام نے ابوجہل کو عتبہ کی بات سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس نے ان کی بات تکبر سے رد کر دی اور عامر بن حضرمی کو بلایا جو عمرو بن حضرمی کا بھائی تھا جو سریہ عبداللہ بن جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں مارا گیا تھا اور یہ لوگ اس کا بدلہ لینے آئے تھے۔ اس سے کہا کہ عتبہ تمہارے بھائی کا بدلہ لئے بغیر واپس جانا چاہتا ہے اس پر عامر جوش میں آکر مرنے مارنے کے لئے تیار ہو گیا۔ جس کی وجہ سے عتبہ کی جنگ کو ٹالنے کی کوشش رائیگاں گئی۔

جنگ کا آغاز

17 رمضان 2ھ ہجری کو میدانِ جنگ کارزار گرم ہوا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے چھپر میں گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی:

اے الٰہی! اگر تو نے اس چھوٹی سے جماعت کو ہلاک کر دیا تو تیرے عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دو رکعت ادا فرمائی، اس کے بعد آپ (ﷺ) پر ذرا دیر کے لئے اچانک غنودگی طاری ہو گئی۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر مسکراتے ہوئے نکلے اور فرمایا کہ کفار کی فوج کو شکست ہوگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا کہ تم جنگ میں پہل نہ کرنا۔ دونوں طرف جنگ کے لئے صفیں بن گئیں، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں تیر تھا اس سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صفوں کو درست فرما رہے تھے آپ (ﷺ) نے حضرت سواد بن غزیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پیٹ پر جو صف سے کچھ آگے نکلے ہوئے تھے

تیر کا دباؤ ڈالتے ہوئے فرمایا! سواد: برابر ہو جاؤ، سوادؓ نے کہا! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ (ﷺ) نے مجھے تکلیف پہچائی ہے بدلہ دیجئے، آپ (ﷺ) نے اپنا پیٹ کھول دیا اور فرمایا! بدلہ لے لو۔ سواد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے چمٹ گئے اور آپ (ﷺ) کے پیٹ پر بوسہ لینے لگے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا! اس حرکت پر تمہیں کس بات نے آمادہ کیا۔ انہوں نے کہا! اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! جو کچھ پیش آنے والا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھ رہے ہیں، میں نے چاہا کہ اس موقع پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آخری معاملہ کہ میری جلد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جلد سے چھو جائے، اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

جنگ شروع ہوئی تو عرب دستور کے مطابق تین افراد عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کو مقابلہ کی دعوت دی ان تینوں کے مقابلہ میں انصار کے تین صحابی حضرت عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عفراء معوذ بن عفراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن رواحہ نکلے۔ عتبہ نے کہا کہ تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم انصار یعنی اہل مدینہ میں سے ہیں، عتبہ نے نہایت متکبرانہ اور درشت لہجہ سے کہا کہ ہمیں تم سے لڑنے کی ضرورت نہیں۔ پھر چلا کر کہا! اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے مقابلہ کے لئے ہماری ذات برادری کے لوگوں کو یعنی قریش کے مہاجرین کو بھیجو۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ سن کر حکم دیا کہ عتبہ کے مقابلہ کے لئے حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبدالمطلب، شیبہ کے مقابلہ میں حضرت عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حارث اور ولید کے مقابلہ میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی طالب جائیں۔ یہ حکم سنتے ہی تینوں فوراً میدان میں حاضر ہو گئے۔ عتبہ نے ان تینوں کے نام دریافت کئے حالانکہ وہ بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ ان کے نام سن کر اس نے کہا کہ ہاں تم سے لڑیں گے اور مقابلہ شروع ہوا۔

حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عتبہ اور ولید دونوں باپ بیٹے کو ایک ہی وار میں قتل کر دیا۔ شیبہ کے مقابلہ میں حضرت عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زخمی ہوئے زخم شدید تھا تو شہید ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اٹھا کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے آئے۔ اس کے بعد کفار کی صفیں حملہ آور ہوئیں اور عام جنگ شروع ہو گئی دونوں طرف زبردست مقابلہ ہوا۔

ادھر ابوجہل نے جنگ شروع ہونے سے پہلے اللہ سے فیصلہ کی دعا کی: اس نے کہا! اے اللہ! ہم میں سے جو فریق

قرابت کوزیادہ کاٹنے والا اور غلط حرکتیں کرنے والا ہے اسے آج توڑ دے، اے اللہ! ہم میں سے جو فریق تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اورزیادہ پسند ہے آج اس کی مدد فرما۔

اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوئی؛

اِنۡ تَسۡتَفۡتِحُوۡا فَقَدۡ جَآءَ كُمُ الۡفَتۡحُ ۚ وَاِنۡ تَنۡتَهُوۡا فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ۚ وَاِنۡ تَعُوۡدُوۡا نَعُدۡ ۚ وَلَنۡ تُغۡنِىَ عَنۡكُمۡ فِئَتُكُمۡ شَيۡئًا وَّلَوۡ كَثُرَتۡ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ☆

(سورۃ الانفال۔19)

ترجمہ: اگرتم لوگ فیصلہ چاہتے ہوتو وہ فیصلہ تمہارے سامنے آ موجود ہوااوراگر باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے نہایت خوب ہے اوراگر تم پھر وہی کام کروگے تو ہم بھی پھر وہی کام کریں گےاورتمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آئے گی، گوکتنی زیادہ ہواور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

دوسری طرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پراللہ کی وحی کا نزول ہوا۔

اِذۡ تَسۡتَغِيۡثُوۡنَ رَبَّكُمۡ فَا سۡتَجَا بَ لَكُمۡ اَنِّىۡ مُمِدُّكُمۡ بِاَلۡفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓـئِكَةِ مُرۡدِفِيۡنَ ☆

(سورۃ الانفال۔۹)

ترجمہ:اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کرر ہے تھے۔ پھراللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کوایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جولگا تار چلے آئیں گے۔(۹)

اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک جھپکی آئی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سر اٹھا کر فرمایا! ابوبکر(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خوش ہو جاؤ تمہارے پاس اللہ کی مدد آ گئی۔ یہ جبرائیل (علیہ سلام) ہیں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اس کے آگے آگے چلتے ہوئے آرہے ہیں اور گرد وغبار میں اٹے ہوئے ہیں۔ حضوراکرم ﷺ چھپر کے دروازے پرآئے آپ (ﷺ) نے ذرہ پہن رکھی تھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جوش وخروش سے آگے بڑھے اور فرمایا!

سَيُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَيُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ ☆ (سورۃ القمر۔۴۵)

ترجمہ: عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی۔

اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک مٹھی مٹی لی اور قریش کی طرف رخ کر کے فرمایا۔

شَا هَت ِ الْوُجُوْہ ۔ چہرے بگڑ جائیں۔

اور ساتھ ہی مٹی ان کے چہروں کی طرف پھینکی پھر مشرکین میں سے کوئی بھی نہ تھا جس کے دونوں آنکھوں نتھنوں اور منہ میں اس ایک مٹھی بھر مٹی میں سے کچھ نہ کچھ نہ گیا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاۗءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ☆

(سورۃ الانفال۔۱۷)

ترجمہ: سو تم نے انہیں قتل نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا۔ اور آپ (ﷺ) نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تا کہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محبت کا خوب عوض دے بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جوابی حملہ کا حکم دیا اور جنگ کی ترغیب دیتے رہے اور پر جوش انداز میں فرماتے: چڑھ دوڑو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، ان سے جو آدمی بھی ڈٹ کر ثواب سمجھ کر آگے بڑھ کر اور پیچھے نہ ہٹ کر لڑے گا تو اللہ اسے ضرور جنّت میں داخل کرے گا۔ آپ (ﷺ) مسلسل قتال پر ابھارتے رہے اور یہ بھی فرمایا کہ اس جنّت کی طرف اٹھو جس کی وسعتیں آسمانوں اور زمین کے برابر ہیں۔ آپ (ﷺ) کی بات سن کر حضرت عمیر بن حمام ؓ نے فرمایا بہت خوب، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تم بھی اسی جنت والوں میں سے ہو، وہ کھجور کھا رہے تھے انہوں نے وہ پھینک دیں اور کفار کی صفوں میں گھس گئے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

مشہور خاتون حضرت عفراء ؓ کے بیٹے عوف بن حارث ؓ بغیر حفاظتی ذرہ پہنے دشمن کی صفوں میں گھس کر ٹوٹ پڑے اور شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کے سخت جوابی حملہ کی وجہ سے دشمن کا جوش وخروش سرد پڑ گیا تھا اور ان کی صفیں ٹوٹ چکی تھیں، مسلمان بڑی تیزی سے کفار کی گردنیں کاٹ رہے تھے۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ اس دن آدمی کا سر کٹ کر گرتا اور پتہ نہ چلتا تھا کہ اسے کسی نے مارا ہے آدمی کا ہاتھ کٹ کر گرتا اور پتہ نہ چلتا کہ کس نے کاٹا ہے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ ایک مسلمان ایک مشرک کا تعاقب کر رہا تھا کہ اچانک اس مشرک پر کوڑا مارنے کی آواز آئی اور ایک شہسوار کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا کہ حیزوم! آگے بڑھو۔ ایک مسلمان نے مشرک کو اپنے آگے دیکھا کہ وہ چت گرا اس نے لپک کر دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ کا نشان تھا چہرہ پھٹا ہوا تھا، جیسے کوڑے سے مارا گیا ہو اور پورا سبز پڑ گیا تھا۔ ایک انصاری مسلمان نے آ کر رسول اللہ (ﷺ) سے یہ ماجرا بیان کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو یہ تیسرے آسمان کی مدد تھی۔

ابوداؤد مازنی کہتے ہیں کہ میں ایک مشرک کو مارنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا کہ اچانک اس کا سر میری تلوار پہنچے سے پہلے ہی کٹ کر گر گیا میں سمجھ گیا کہ اسے میرے بجائے کسی اور نے قتل کیا ہے۔ ایک انصاری حضرت عباس بن عبدالمطلب کو قید کر کے لائے تو حضرت عباس کہنے لگے۔ واللہ! مجھے اس نے نہیں قید کیا مجھے تو ایک گنجے شخص نے قید کیا ہے جو نہایت خوبرو تھا اور ایک چتکبرے سے گھوڑے پر سوار تھا۔ اب میں اسے لوگوں میں نہیں دیکھ رہا ہوں۔ ایک انصاری نے کہا! اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! انہیں میں نے قید کیا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! خاموش رہو۔ اللہ نے ایک بزرگ فرشتے سے تمہاری مدد فرمائی ہے۔

میدانِ جنگ سے ابلیس کا فرار

ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم کی شکل میں مشرکینِ مکہ کے برابر ساتھ ساتھ تھا، لیکن جب اس نے مشرکین مکہ کے خلاف فرشتوں کی کاروائیاں دیکھیں تو وہاں سے بھاگا۔ حارث بن ہشام نے اسے سُراقہ سمجھ کر پکڑ لیا وہ اسے گھونسا مار کر چھڑا کر بھاگا اور کہا کہ جو چیز میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ رہے۔ مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے اور اللہ بڑی سزا دینے والا ہے، اس کے بعد بھاگ کر وہ سمندر کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد مشرکین کا لشکر مسلمانوں کے حملے برداشت نہ کر سکا اور کفار ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ ان میں بھگدڑ مچ گئی اسی حالت میں مسلمان ان کا پیچھا کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں مکمل شکست ہوگئی۔

ابوجہل کا قتل

ابوجہل مسلسل اپنے لشکر میں لوگوں کے حوصلہ بڑھا رہا تھا، سراقہ کے بھاگنے کے بعد اس نے لشکر سے کہا کہ تمہیں ہمت نہیں ہارنی چاہئے کیونکہ اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ساز باز کر رکھی تھی۔ لیکن ابوجہل کی طرف مسلمانوں کا گھیرا تنگ ہو رہا تھا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہر طرف جا رہا تھا کہ دو انصاری نوجوان اس پر گھات لگائے ہوئے تھے کہ جیسے ہی موقعہ ملے اس کا کام تمام کر دیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بیان ہے کہ میں جنگ بدر میں لڑائی میں مصروف تھا کہ میں مڑا تو اچانک میں نے دائیں بائیں دو نوعمر نوجوان کو دیکھا میں ان کو دیکھ کر حیران ہو گیا کہ اتنے میں اس نے اپنے ساتھی سے چھپا کر مجھ سے پوچھا کہ چچا جان! مجھے ابوجہل کو دیکھا دیجئے۔ میں نے کہا بھتیجے: تم اس کا کیا کرو گے، اس نے کہا! مجھے بتایا ہے کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالی دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں نے اسے دیکھا تو میرا وجود اس کہ وجود سے جدا نہ ہو گا یہاں تک کہ ہم میں سے جس کی موت پہلے لکھی ہے وہ مر جائے، حضرت عبدالرحمٰن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں مجھے اس کی بات پر حیرت ہوئی، اتنے میں دوسرے شخص نے مجھ سے اشارے سے متوجہ کر کے یہی بات کہی۔ میں نے چند ہی لمحے کے بعد دیکھا کہ ابوجہل لوگوں کے درمیان چکر کاٹ کر آ رہا ہے میں نے کہا کہ دیکھتے نہیں وہ رہا تم دونوں کا شکار جس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھ رہے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی دونوں انہی تلواروں سے اس پر جھپٹ پڑے اور آناً فاناً اس کو قتل کر دیا پھر واپس آ کر رسول اللہ (ﷺ) کے پاس آئے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا! تم میں سے کس نے اسے قتل کیا دونوں نے کہا کہ میں نے کیا ہے آپ (ﷺ) نے کہا! تم اپنی اپنی تلواریں پونچھ چکے ہو وہ بولے نہیں، آپ (ﷺ) نے دونوں کی تلواریں دیکھیں اور فرمایا! تم دونوں نے قتل کیا ہے۔ البتہ ابوجہل کا سامان معاذ بن جموح رضی اللہ عنہ کو دیا۔ دونوں کا نام معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ ہے۔ (بخاری)

دوسری روایت میں معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ ہے۔ بعد میں یہ اسی جنگ میں شہید ہو گئے تھے اور ابوجہل کی تلوار حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دی گئی انہوں نے ابوجہل کا سر تن سے جدا کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے ایسی حالت میں پایا کہ اس کی سانس چل رہی تھی۔ انہوں نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا اور سر کاٹنے کے لئے داڑھی پکڑی اور فرمایا! او اللہ کے دشمن! آخر اللہ نے تجھے رسوا کر دیا۔ اس نے کہا! مجھے کیا رسوا کیا۔ کیا جس شخص کو تم لوگوں نے قتل کیا ہے اس سے بھی بلند پایہ کوئی شخص ہے۔ اس کے بعد بولا! کاش مجھے کسانوں

کے بجائے کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔ اس کے بعد کہنے لگا مجھے بتاؤ۔ آج فتح کس کی ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کی گردن پر پاؤں رکھ چکے تھے تو ابو جہل کہنے لگا۔ او بکری کے چرواہے تو بڑی اونچی اور مشکل جگہ چڑھ گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کا سر کاٹ لیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں لا کر حاضر کرتے ہوئے عرض کیا! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ رہا اللہ کے دشمن ابو جہل کا سر۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین بار فرمایا! واقعی۔ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کے بعد فرمایا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَبَ وَحْدَهٗ

ترجمہ: اللہ اکبر۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا سارے گروہوں کو شکست دی۔

پھر فرمایا چلو مجھے اس کی لاش دکھاؤ۔ ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے جا کر لاش دکھائی۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا! یہ اس امت کا فرعون تھا۔ اس جنگ میں چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے۔ انصار میں چھ خزرج میں سے اور دو اوس میں سے شہید ہوئے۔ کفار کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر قیدی بنا لئے گئے۔ جن میں ان کے سردار اور بڑے بڑے شہسوار تھے۔

سردارانِ قریش کی لاشوں کو کنویں میں ڈلوانا اور ان سے خطاب:

حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم پر بدر کے روز قریش کے چوبیس (۲۴) بڑے بڑے سرداروں کے لاشیں گھسیٹ کر گندے کنویں میں پھینک دی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ اس کنویں کے کنارے پر کھڑے ہوئے جس میں سرداروں کی لاشیں ڈالی گئیں تھیں پھر انہیں ان کے باپوں کے ناموں سے پکارنا شروع کیا۔ اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں! کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول اللہ (ﷺ) کی اطاعت کی ہوتی۔ کیونکہ ہم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا اسے تم نے برحق پایا! حضرت عمر (رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ایسے جسموں سے کیا باتیں کر رہے ہیں جن میں روح ہی نہیں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو۔ (متفق علیہ۔مشکوۃ)

ابنِ اسحٰق کی روایت میں اس قدر اور اضافہ ہے کہ اے گڑھے والو! تم اپنے نبی کے حق میں بہت بُرا قبیلہ تھے، تم نے مجھ کو جھٹلایا اور لوگوں نے تصدیق کی، تم نے مجھ کو نکالا اور لوکوں نے مجھے ٹھکانہ دیا، تم نے مجھ سے قتال کیا اور لوگوں نے میری مدد کی، امین کو تم نے خائن بنایا اور صادق کو کاذب کہا۔ اللہ تم کو بُری جزا دے۔ (زرقانی)

اسماء گرامی شہداء بدرؓ

1) عبیدہ بن حارث بن مطلب (مہاجر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

معرکہ بدر میں پیر کٹ گیا تھا۔ مقام صفراء میں پہنچ کر وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہیں دفن فرمایا۔

2) عمیر بن ابی وقاص (مہاجر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سعد بن ابی وقاصؓ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ شہادت کے وقت عمر سولہ سال تھی۔ (طبقات الکبریٰ)

3) ذوالشمالین بن عبد عمرو (مہاجر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

4) عاقل بن البکیر (مہاجر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سابقون الاولون میں سے ہیں دارالارقم میں اسلام لائے۔ پہلے ان کا نام غافل تھا آپ ﷺ نے بدل کر عاقل رکھ دیا تھا۔ شہادت کے وقت آپؓ کی عمر چونتیس (۳۴) سال تھی۔

5) مہجع بن صالح مولیٰ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

6) صفوان بن بیضاء (مہاجر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غزوۂ بدر میں طعیمہ بن عدی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

7) سعد بن خیثمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپؓ کے والد بھی شہید ہیں وہ جنگِ احد میں شہید ہوئے۔ سعدؓ بیعتِ عقبہ میں شریک تھے اور رسول اللہ ﷺ نے

بنی عمرو کا نقیب بنایا تھا۔ (اصابہ)

حضرت سعد بن خیثمہؓ عمرو بن عبدو کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

8) مبشر بن منذر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

9) یزید بن حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

10) عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

11) رافع بن معلیٰ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

12) حارثہ بن سراقہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

13) عوف بن حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

14) معوذ بن حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عوفؓ اور معوذؓ دونوں سگے بھائی تھے دونوں کی والدہ کا نام عفراء ہے۔

(سیرتِ المصطفیٰ ﷺ)

بدر کی فتح کی خوشخبری اور حضرت رقیہؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے انتقال کا صدمہ:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت زید بن حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا نائب بنا کر آئے تھے۔ جنگِ بدر کی فتح کی خبر 18 رمضان المبارک 2ھ ہجری کو مدینہ میں پہنچی۔ اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی اور عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اہلیہ حضرت سیدہ رقیہؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو قبر میں اتار کر مٹی برابر کی جاری رہی تھی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ ہی میں چھوڑ کر گئے تھے۔ انتقال کے وقت حضرت سیدہ رقیہؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عمر مبارک اکیس (۲۱) سال تھی اور آپؓ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

اسماء اسیرانِ بدر

صحیح روایات میں ہے کہ غزوۂ بدر میں ستر (۷۰) کافر قتل ہوئے اور ستر (۷۰) قیدی بنائے گئے۔

ابن ہشام نے بروایت محمد بن اسحٰق اور حافظ ابن سید الناس نے عیون الاثر میں مقتولین اور قیدیوں کے نام ذکر لئے ہیں۔ یہاں ان لوگوں کے نام درج کئے جارہے ہیں جو بعد میں مسلمان ہوگئے تھے۔

1) عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے آپ ﷺ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ فتح مکہ سے کچھ پہلے اعلانیہ طور پر اسلام کا اظہار کیا)۔

2) عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی صلح حدیبیہ کے زمانے میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عقیلؓ حضرت جعفرؓ سے دس سال بڑے تھے اسی طرح حضرت جعفرؓ حضرت علیؓ سے دس سال بڑے تھے اور ابوطالب کے سب سے بڑے بیٹے طالب جن کے نام پر ان کی کنیت ہے۔ وہ عقیلؓ سے دس سال بڑے تھے اسلام کی دولت سے محروم رہے۔

3) نوفل بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غزوۂ خندق کی سال 5ھ میں مسلمان ہوئے۔

4) سائب بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5) نعمان بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

6) عمرو بن سفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

7) حارث بن ابی وجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

8) ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

9) ابوالعاص بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

10) ابوریشہ بن ابی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

11) عمرو بن ازرق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

12) عقبہ بن عبدالحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

13) عدی بن الخیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

14) عثمان بن عبد شمس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

15) ابو ثور رضی اللہ تعالیٰ عنہ

16) عزیز بن عمیر عبدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

17) اسود بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

18) سائب بن ابی حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے فاطمہ بنت ابی حبیش مستحاضہؓ کے بھائی تھے۔ (روضہ الانف)

19) حویرث بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

20) سالم بن شداخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

21) خالد بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابوجہل کے بھائی تھے فتح مکہ پر مسلمان ہوئے اور جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔(عیون الاثر)

22) امیہ بن ابی حدیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

23) ولید بن ولید بن مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

24) صیفی بن ابی رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

25) ابوالمنذر بن ابی رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

26) ابوعطاء عبداللہ بن ابی سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکہ کے مشہور قاری مجاہدؒ نے آپؓ سے علم قرأت سیکھا۔(روض الانف)

27) مطلب بن حنطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

28) خالد بن اعلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

29) ابو وداعہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ پر مسلمان ہوئے۔

30) سروہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

31) حنظلہ بن قبیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

32) حجاج بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

33) عبداللہ بن ابی بن خلف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فتح مکہ پر مسلمان ہوئے اور جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔

34) ابوعزیٰ عمرو بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

35) فاکہہ مولیٰ امیہ بن خلف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

36) وہب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

37) ربیعہ بن دراج رضی اللہ تعالیٰ عنہ

38) سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ صلح حدیبیہ کے وقت کفارِ قریش کی طرف سے صلح کے لئے آئے تھے۔ شام میں شہید ہوئے۔

39) عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ ؓ کے بھائی تھے)

40) عبدالرحمان بن مشنور رضی اللہ تعالیٰ عنہ

41) طفیل بن ابی قنیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

42) عقبہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

43) قیس بن سائب مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

44) نسطاس مولیٰ امیہ بن خلف رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ احد میں مسلمان ہوئے۔

(روضہ الانف)

بدر سے مدینہ منورہ واپسی

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بدر کے میدان سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام صفراء پر پہنچ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کے حکم کے مطابق مالِ غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کیا اور خمس نکالا وادیٔ صفراء میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا کہ قیدیوں میں سے نضر بن حارث بن کلاہ (بنو عبدالدار قبیلہ سے اس کا تعلق تھا) کو قتل کر دیا جائے۔ یہ شخص جنگ بدر میں مشرکین کا علمبردار تھا اور قریش کے بڑے بڑے مجرموں میں سے تھا۔ حضرت علی (رضی

اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کی گردن مار دی۔

یہاں سے روانہ ہوکر عرق الظبیہ پہنچے تو یہاں پر عقبہ بن ابی معیط اور عمرو بن لینہ کی گردنیں مارنے کا حکم دیا۔ یہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دشمنی میں ابوجہل کے برابر کے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط وہ شخص جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیٹھ پر نماز کی حالت میں اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی تھی اور اسی شخص نے آپ (ﷺ) کی گردن پر چادر لپیٹ کر قتل کرنا چاہا تھا۔ اگر اس وقت حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صدیق نہ بچاتے تو اس نے اپنی دانست میں تو آپ (ﷺ) کا گلا گھونٹ کر مار دیا تھا۔ اس کو عاصم بن ثابت انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قتل کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تیز رفتاری سے روانہ ہوکر مدینہ روانہ ہوگئے۔ قیدیوں کو محافظ دستے کے حوالے کردیا جو ایک دن بعد مدینہ منورہ پہنچ گیا۔

کفّارِ مکّہ کو جنگِ بدر میں شکست کی اطلاع:

ابن اسحٰق کے مطابق مکہ میں سب سے پہلے شکست کی اطلاع دینے والا حیمان بن عبداللہ خزاعی تھا۔ اس نے تمام سرداروں کے نام لے لے کر بتایا کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام، امیّہ بن خلف وغیرہ یہ سب قتل ہوگئے۔ پہلے پہل تو لوگوں کو یقین نہیں آیا۔ صفوان بن امیّہ جو اس وقت حطیم میں بیٹھا ہوا تھا نے کہا! خدا کی قسم! یہ ہوش میں نہیں ہے۔ اس سے میرے متعلق پوچھو۔ لوگوں نے پوچھا کہ صفوان بن امیہ کا کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ وہ تو وہ دیکھو حطیم میں بیٹھا ہوا ہے۔ بخدا اس کے باپ اور اس کے بھائی کو قتل ہوتے ہوئے میں نے خود دیکھا ہے۔

ابولہب جو جنگ بدر میں نہیں گیا تھا، جب اس کو خبر ملی تو اس پر ذلت کی سیاسی چھا گئی۔ اتنے میں اسے خبر ملی کہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آ گیا ہے تو ابولہب نے اسے اپنے پاس بلایا اور پوچھا بھتیجے صحیح صحیح بتاؤ کیا ہوا۔ اس نے کہا کہ بس ان لوگوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی اور ہم نے اپنے کندھے ان کے حوالے کردئے وہ جس طرح سے چاہتے تھے قتل کرتے تھے جیسے چاہتے تھے قید کرتے تھے اور خدا کی قسم! اس کے بارے میں ان لوگوں کو ملامت نہیں کرسکتا۔ درحقیقت ہماری مڈبھیڑ کچھ ایسے گورے چٹے لوگوں سے ہوئی جو آسمان اور زمین کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے اور خدا کی قسم! نہ وہ کسی چیز کو چھوڑتے تھے اور نہ کوئی چیز ان کے مقابلہ میں ٹک سکتی تھی۔

ابولہب کی موت:

جنگِ بدر کی عبرت ناک خبر سن کر ابولہب بہت افسردہ ہو کر گھر چلا گیا پھر بیمار ہو گیا۔ اس کے ایک گلٹی نکل آئی جسے عربی میں عدسہ کہتے ہیں۔ یہ طاعون کی بیماری کی وجہ سے نکلتی ہے۔ اسی بیماری میں سات دن انتہائی تکلیف سے گزار کر مر گیا۔ اس کے بیٹوں نے اسے یوں ہی چھوڑ دیا تھا وہ تین دن تک بے گور و کفن پڑا رہا۔ کوئی اس کے قریب نہ جاتا تھا نہ اس کی تدفین کی کوشش کرتا تھا، جب اس کے بیٹوں کو خطرہ محسوس ہوا کہ اس طرح چھوڑنے سے لوگ ان کو ملامت کریں گے تو ایک گڑھا کھود کر اس میں لکڑی سے اس کی لاش دھکیل کر اسی میں گرا دی اور دور ہی سے پتھر پھینک کر گڑھے کو بند کر دیا۔

مدینہ والوں پر رسول اللہ ﷺ کی دھاگ اور عبداللہ بن ابی ؒ کا بظاہر مسلمان ہونا:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی غیر موجودگی میں حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ کا سربراہ مقرر کر گئے تھے۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غزوۂ بدر سے واپسی ہوئی تو حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مقام روحاء پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا استقبال کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فتح کے بعد شاندار طریقہ سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ حضرت اسید بن حضیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ کی حمد ہے کہ اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کامیابی سے ہمکنار کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی۔

مدینہ کے اردگرد کے تمام قبیلوں پر آپ (ﷺ) کا رعب بیٹھ گیا تھا۔ اس فتح کے اثر سے مدینہ کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اسی موقع پر عبداللہ بن ابیؒ اور اس کے ساتھیوں نے بھی دکھاوے کے لئے مجبوری میں اسلام قبول کر لیا۔

جنگی قیدیوں کا معاملہ:

قیدی جب مدینہ پہنچے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں صحابہ کرام ؓ میں تقسیم کر دیا اور حکم دیا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا ہے۔ ان قیدیوں میں ایک شخص ابوعزیز بن عمیر تھا جو قریش کے لشکر کا علمبردار تھا اور حضرت مصعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عمیر کا حقیقی بھائی تھا۔ اس کا بیان ہے کہ جب انصار مدینہ گرفتار کر کے مدینہ لا رہے تھے۔ جب یہ لوگ کھانا کھاتے تو روٹی مجھے دیتے اور خود کھجوریں کھا کر گزرہ کرتے تھے۔ میں شرما کر روٹی انہیں دیتا تو وہ مجھے واپس کر دیتے۔ مدینہ

پہنچ کر ابوعزیز حضرت ابی یسر انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حصے میں آئے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ حضرت ابی یسر انصاریؓ سے کہنے لگے اس کی خوب حفاظت کرنا اور اس پر سختی کرنا اس کی ماں بڑی مالدار ہے خوب فدیہ ملے گا۔ ابوعزیز نے یہ دیکھ کر کہ یہ میرا حقیقی بھائی ہے اور میرے محافظ کو سختی کرنے کو کہہ رہا ہے تو اس نے کہا کہ بھائی! کیا تم میرے لئے خیر خواہی کر رہے ہو۔ حضرت مصعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا کہ اب تو میرا بھائی نہیں ہو میرا بھائی یہ شخص ہے جس نے تم کو حراست میں رکھا ہوا ہے۔ ابوعزیز کی ماں نے چار ہزار درہم بھیج کر ابوعزیز کو رہائی دلوائی۔

مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ سے قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ لوگ چچیرے بھائی اور کنبہ کے لوگ ہیں میری رائے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیں اس طرح ہم کفار سے جو کچھ لیں گے وہ ہماری قوت کا ذریعہ ہوگا اور یہ بھی توقع ہے کہ اللہ انہیں ہدایت دے اور یہ ہمارے بازو بن جائیں۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی رائے اس سے مختلف تھی انہوں نے کہا کہ ان قیدی کو اس کے رشتہ دار کے حوالے کیا جائے وہ انہیں قتل کر دیں، تاکہ اللہ کو اور ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لئے کوئی نرم گوشہ نہیں ہے۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بات پسند فرمائی چنانچہ قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ دوسرے دن صبح صبح میں آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ اللہ کے رسول اللہ (ﷺ) اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رو رہے ہیں۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ خدا کے لئے مجھے بات بتائیے ورنہ میں بھی رونے لگوں گا۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ فدیہ لینے کی وجہ سے ہمارے اصحابؓ پر جو چیز پیش کی گئی ہے اس کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ آپ (ﷺ) نے قریبی درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا! مجھ پر اللہ کا عذاب اس درخت سے بھی قریب پیش کیا گیا۔

(تاریخ عمر بن خطاب۔ علامہ ابن جوزی)

اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ☆ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ☆

(سورۃ الانفال: ٦٨ ۔ ٦٧)

ترجمہ: نبی کے ہاتھ میں قیدی نہیں چاہییں جب تک کہ ملک میں اچھی خونریزی کی جنگ نہ ہو جائے، تم تو دنیا کے مال چاہتے ہو اور اللہ کا ارادہ آخرت کا ہے اور اللہ زورآور باحکم ہے۔ اگر پہلے ہی سے اللہ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے کیا ہے اس بارے میں تمہیں کوئی بڑی سزا ہوتی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کئی قیدیوں پر احسان کیا اور انہیں فدیہ لئے بغیر رہا کر دیا گیا۔ ان میں مطلب بن خطب، صیفی بن ابی رفاعہ اور ابوعزہ جمحی شامل تھے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے داماد ابوالعاص کے فدیہ کے طور پر ان کی بیوی دختر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سیدہ زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ایک ہار بھیجا جو درحقیقت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبری (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا تھا اس کو دیکھ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رقت طاری ہوگئی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ سے اجازت چاہی کہ ابوالعاص کو چھوڑ دیں۔ صحابہ کرامؓ نے بخوشی قبول کر لیا۔ چنانچہ ابوالعاص کو اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو مدینہ بھجوا دیں گے، حضرت ابوالعاص نے وعدہ پورا کیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت زید بن حارثہؓ اور ایک انصاری صحابی کو مکہ بھیجا کہ وہ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو لے کر مدینہ لے آئیں۔

اس جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مالِ غنیمت کے تمام بنیادی قواعد وضوابط اور اصول بتائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کا ذکر اس آیت میں مبارکہ میں اس طرح فرمایا ہے

وَاذْكُرُوٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ☆

(سورۃ الانفال۔26)

ترجمہ: اور اس حالت کو یاد کرو! جب کہ تم زمین میں قلیل تھے کمزور شمار کئے جاتے تھے۔ اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو لوگ نوچ کھسوٹ نہ لیں، سو اللہ نے تم کو رہنے کی جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو نفیس نفیس چیزیں عطا فرمائیں تا کہ تم شکر کرو۔

غزوۂ بنوسلیم بمقام کُدُر

24رمضان 2 ہجری ،21مارچ 624ءکو غزوۂ بدر کے ایک ہفتہ بعد یہ خبر ملی کہ غطفان کی شاخ بنوسلیم کے لوگ مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے فوج جمع کر رہے ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فوراً دوسو سواروں کو لے کر خود ان کے علاقے میں اچانک دھاوا بول دیا اور مقام قرقرہ الکدر میں ان کی منزل تک جا پہنچے۔ بنوسلیم میں اس اچانک حملہ سے بھگدڑ مچ گئی اور افراتفری کے عالم میں وادی کے اندر پانچ سو اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے جس پر مسلمانوں کے لشکر نے قبضہ کرلیا۔ اس میں سے رسول اللہ (ﷺ) نے خمس نکال کر بقیہ مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا ہر شخص کے حصہ میں دو دو اونٹ آئے ۔

اس غزوۂ میں یسار نامی ایک غلام بھی ہاتھ آیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنوسلیم کے علاقے میں تین دن تک رہے پھر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ اس غزوہ پر جاتے وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت سباح بن عرفطہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اور بعض روایات میں حضرت ابن ام مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ کا منتظم بنایا۔ آپ ﷺ کے لشکر کا جھنڈا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں تھا۔

غزوہ بنوقینقاع

جیسے جیسے مسلمانوں کو کامیابیاں مل رہی تھیں ویسے ویسے یہودیوں کے کینہ اور حسد میں اضافہ ہو رہا تھا ان کی دشمنیاں کھل کر سامنے آنے لگیں تھیں، ان یہودیوں میں سب سے زیادہ کینہ پرور اور شریر شخص کعب بن اشرف تھا اسی طرح یہودیوں کے تینوں قبیلوں میں سب سے بدمعاش قبیلہ قینقاع تھا یہ لوگ مدینہ کے اندر ہی رہتے تھے، یہ محلّہ ان ہی کے نام سے مشہور تھا۔ یہ لوگ پیشے کے لحاظ سے سونا، لوہا اور برتن کا کاروبار کرتے تھے کافی مال دار لوگ تھے، پیشوں کی وجہ سے ان کے پاس سامانِ جنگ اور اسلحہ وغیرہ بھی رہتا تھا۔ ان میں لڑنے والے مردوں کی تعداد سات سو تھی اور بہت بہادر مانے جاتے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے عہد شکنی کی جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ان کے بازار میں جو مسلمان جاتا اس کا مذاق اڑاتے تھے اور مسلمان عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے تھے جب ان کی حرکتیں بہت بڑھ گئیں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو جمع کیا اور وعظ اور نصیحت کی اور ہدایت کی تلقین کرتے ہوئے

ظلم اور بغاوت کے انجام سے ڈرایا۔ لیکن اس سے ان کے غرور اور بدمعاشیوں میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔

امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ (ﷺ) نے قریش کو بدر میں شکست دی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ تشریف لائے تو بنوقینقاع کے بازار میں یہود کو جمع کیا اور فرمایا!

اے جماعتِ یہود! اس سے پہلے اسلام قبول کرلو کہ تم پر بھی ویسی مار پڑے جیسی قریش پر پڑ چکی ہے۔ اس لئے کہ تمہاری فلاح اس میں ہے کہ تم اسلام قبول کرلو، تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور میرے بارے میں خود تمہاری کتابیں گواہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں بار بار میرے اطاعت کا حکم دیا ہے۔

انہوں نے کہا! اے محمد (ﷺ) تمہیں اس بنا پر خود فریبی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ تمہاری مڈبھیڑ قریش کے اناڑی اور جنگ سے ناآشنا لوگوں سے ہوئی ہے اور تم نے انہیں مار لیا ہے اگر تمہاری لڑائی ہم سے ہوئی تو پتہ چل جائے گا کہ ہم مرد ہیں۔ ہمارے جیسے لوگوں سے تمہیں پالا نہیں پڑا تھا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝١٢ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ☆

(سورۃ آلِ عمران: ۱۳۔۱۲)

ترجمہ: کافروں سے کہہ دیجئے! تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع لئے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے (۱۲) یقیناً تمہارے لئے عبرت کی نشانی تھی ان دو جماعتوں میں جو مقابل کرائی گئی تھیں۔ ایک جماعت تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہی تھی دوسرا گروہ کافروں کا تھا وہ انہیں اپنی آنکھوں سے اپنے سے دگنا دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی مدد سے قوی کرتا ہے۔ یقیناً اس میں آنکھوں والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

بنوقینقاع نے رسول اللہ (ﷺ) کو جو جواب دیا تھا اس کا صاف صاف مطلب اعلانِ جنگ تھا۔ لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا غصہ پی لیا اور صبر کیا، مسلمانوں نے بھی صبر کیا اور آنے والے حالات کا انتظار کرنے لگے۔

ابن ہشام نے ابوعون سے روایت کی ہے کہ ایک عرب عورت قینقاع کے بازار میں کچھ سامان لے کر آئی اور اسے بیچ کر کسی ضرورت کے لئے ایک سنار کے پاس جو یہودی تھا بیٹھ گئی۔ یہودی نے اس کے چہرے کو کھولنا چاہا مگر اس نے انکار کر دیا

اس پر سنار نے چپکے سے اس کا کپڑا پچھلی طرف باندھ دیا اور اس کو خبر نہ ہوئی جب وہ اٹھی تو اس سے بے پردہ ہوگئی تو یہودیوں نے قہقہہ لگایا، اس پر عورت نے چیخ و پکار کی جسے سن کر ایک مسلمان نے اس یہودی سنار کو مار ڈالا۔ جواباً یہودیوں نے اس مسلمان پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ اس کے بعد مقتول مسلمان کے گھر والوں نے شور مچایا اور مسلمانوں اور یہودیوں میں بلوہ ہو گیا۔ اس شرمناک واقعہ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ کا انتظام حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبدالمنذر کے سپرد کیا اور خود حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبدالمطلب کے ہاتھوں میں مسلمانوں کا علم دے کر لشکر لے کر بنو قینقاع کی طرف رخ کیا۔ جب انہوں نے مسلمانوں کا لشکر دیکھا تو اپنے قلعوں میں بند ہوگئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا سختی سے محاصرہ کیا۔

یہ جمعہ کا دن تھا اور شوال 2ھ ہجری کی پندرہ تاریخ تھی بمطابق 624ء، پندرہ دن تک ان کا سخت محاصرہ جاری رہا، ان کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈال دیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جس کسی قوم کا شکست و ہزیمت دوچار کرنا چاہتا ہے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ بنو قینقاع نے ہتھیار ڈال دیے اور یہ فیصلہ ہوا کہ ان کی جان و مال، آل و اولاد اور عورتوں کے بارے میں جو فیصلہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کریں گے وہ انہیں منظور ہوگا۔ اس کے بعد آپ (ﷺ) کے حکم سے سب کو باندھ دیا گیا، عبداللہ بن ابیٔ جو منافقوں کا سردار تھا اس نے اپنا کردار ادا کیا، اس کو یقین تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے سات سو نوجوانوں کو قتل کر دیں گے۔ وہ ان کی معافی کیلئے مسلسل اسرار کرتا رہا بالآخر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رعایت کا معاملہ کیا اور ان سب کی جان بخشی کر دی۔ البتہ ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ مدینہ منورہ سے نکل جائیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پڑوس میں نہ رہیں۔ چنانچہ یہ سب شام کی طرف چلے گئے اور تھوڑے ہی دنوں میں وہاں اکثر کی موت واقع ہوگئی۔ رسول اللہ (ﷺ) نے ان کے اموال ضبط کر لئے جن میں سے تین کمانیں، دو زرہیں، تین تلواریں اور تین نیزے اپنے لئے منتخب کئے اور مالِ غنیمت میں سے خمس بھی نکالا، غنائم جمع کرنے کا کام حضرت محمد بن مسلمہؓ نے انجام دیا۔ (ابن ہشام)

امام عبداللہ سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی یہ آیات نازل فرمائیں!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاء بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (51)فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَن تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللّهُ أَن يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ

أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُواْ عَلَى مَا أَسَرُّواْ فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ (52)وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُواْ أَهَـؤُلاء الَّذِينَ أَقْسَمُواْ بِاللّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُواْ خَاسِرِينَ (53)يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَلاَ يَخَافُونَ لَوْمَةَ لآئِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (54)إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (55) وَمَن يَتَوَلَّ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ فَإِنَّ حِزْبَ اللّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ (56)

(سورۃ المائدہ: ۵۶ ـ ۵۱)

اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو اپنا دوست (اور مددگار) نہ بناؤ، یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہوگا، بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا، تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے تم ان کو دیکھو گے کہ ان سے دوڑ دوڑ کر ملتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہم زمانے کی گردش میں نہ آ جائیں، وہ وقت قریب ہے جب اللہ تمہیں فتح دے گا یا کوئی اور بات اپنی طرف سے ظاہر کردے، پھر یہ اپنے دل کی باتوں پر جو وہ چھپائے ہوئے تھے پشیمان ہوکر رہ جائیں گے اور اس وقت مسلمان (تعجب سے) کہیں گے کہ کیا یہ وہی ہیں جو سخت سخت قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ان کے عمل ضائع ہوگئے اور وہ خسارے میں پڑ گئے۔ اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے گا اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومن کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں، اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی کشادگی دینے والا اور جاننے والا ہے۔ تمہارے دوست تو اللہ اور اس کے پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکتے ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا (تو وہ اللہ کی جماعت میں داخل ہو جائے گا)

اور اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانی والی ہے۔

غزوۂ سویق

قریش مکہ کے تمام بڑے بڑے سرداروں کے غزوۃ بدر میں قتل ہونے کے بعد ابوسفیان کا کا سردار بن گیا تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ ان سرداروں کا انتقام نہیں لے لے گا اس وقت تک نہ خوشبو لگائے گا اور نہ عورتوں کے پاس جائے گا اور نہ گھی پنیر کھائے گا۔ ابوسفیان کے دل میں بدر کی شکست کی آگ خوب بھڑک رہی تھی جنگِ بدر کے دو ماہ بعد مسلمانوں سے جنگ کرنے کے اس ارادے کے ساتھ نکلا کہ وہ یہوریوں سے مدد لے گا، وہ دوسو (200) سواروں کو لے کر مکہ سے نکلا اور وہ نجد کے علاقے سے گزرتا ہوا وادیٔ قناۃ کے قریب واقع یتیب نامی پہاڑی کے دامن میں خیمہ زن ہوا۔ مدینہ سے اس کا فاصلہ تقریباً بارہ (12) میل ہے۔ چونکہ ابوسفیان کی مدینہ منورہ پر کھلم کھلا حملہ کرنے ہمت نہ تھی، وہ رات کے اندھرے میں مدینہ شہر میں داخل ہوا، اس لئے اس نے ایسی کاروائی انجام دی جس طرح ڈاکہ زنی کی واردات ہوتی ہے۔

تفصیل کچھ یوں ہے کہ ابوسفیان ذوالحجہ 2ھ ہجری، 624ء کو رات کی تاریکی میں مدینہ میں داخل ہوا اور حئی بن اخطب کے پاس مدد کو پہنچا لیکن حئی بن اخطب نے انجام کے خوف سے ساتھ دینے سے انکار کر دیا، پھر ابوسفیان بنونضیر کے سردار سلام بن شکم کے پاس جا پہنچا جو بنونضیر کا خزانچی تھا، ابوسفیان نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ اس نے ابوسفیان کی مہمانداری کی، کھانے اور شراب سے اس کی تواضح کی اور مدینہ کے حالات سے آگاہ کیا۔

رات کے پچھلے پہر ابوسفیان وہاں سے نکل کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور ان کا ایک دستہ بھیج کر مدینہ منورہ کے اطراف میں عریض نامی مقام پر حملہ کر دیا وہاں کھجوروں کے درخت کاٹ دئے اور ان کو آگ لگا دی۔ دو شخص جو کاشتکاری کے کام میں مصروف تھے انہیں قتل کر دیا۔ ان دونوں میں ایک حضرت سعید بن عمر انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور دوسرا ان کا حلیف تھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے ہی واردات کی اطلاع ملی۔ آپ (ﷺ) تیز رفتاری سے اس کے تعاقب کیلئے نکلے لیکن وہ مقابلہ کی ہمت نہ کر سکا اور بھاگ نکلا۔ بھاگتے ہوئے اپنے ستوؤں کے تھیلے وزن ہلکا کرنے کی خاطر راستے میں پھینکتے رہے۔ بہت سا سامان انہوں نے راستے میں پھینک دیا جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا، مسلمانوں نے ان کا تعاقب مقام کدُر تک کیا۔ مسلمان ستو اور دیگر سامان لاد کر واپس لوٹے۔

اس واقعہ کا نام غزوۂ سویق ہے، عربی زبان میں ستو کو "سویق" کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو تھوڑی دیر گزرنے کے بعد ابوسفیان کی اس کاروائی کا پتہ لگا آپ ﷺ مہاجرین اور انصار کے دوسو سواروں کے ساتھ ان کے تعاقب میں نکلے۔ مدینہ منورہ میں حضرت بشیر بن عبدالمنذر رؓ کو اپنا نائب بنایا۔ کفار مکہ اپنی اس بزدلانہ کاروائی سے مسلمانوں کو کوئی

بڑا نقصان نہ پہنچا سکے۔ مشرکین مکہ جنگ بدر کے بعد سے ابھی تک اپنی طاقت کو مجتمع نہیں کر سکے تھے اور نہ ہی وہ اپنے ارادوں کو پایہ تکمیل پہنچانے پر قادر تھے، اس لئے انہوں نے اس طرح کی بزدلانہ کاروائی کی تاکہ اپنے لوگوں کو بتا سکیں کہ ہم اپنے پیاروں کا انتقام لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

غزوۂ ذی امر (سریہ غطفان) یا غزوۂ انمار

قتل و غارت گری اہل عرب کے لئے معمول کی بات تھی، بلکہ اکثر بدوی عربوں کا پیشہ ہی لوٹ مار تھا، وہ تجارتی شاہراہوں پر منڈلاتے رہتے تھے جو ہی کوئی قافلہ ان کی زد میں آتا وہ اس کو لوٹ لیتے تھے۔ اس کے علاوہ مختلف قبائل ایک دوسرے کے خلاف لوٹ مار کی کاروائیاں کرتے رہتے تھے۔ مدینہ منورہ میں جب اسلام کی روشنی پھیلی اور غزوہ بدر کے بعد مسلمان آسودہ حال ہو گئے تھے۔ عرب کے بعض قبائل کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف بغض اور کینہ بھرا ہوا تھا اور وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا موقع ڈھونڈتے رہتے تھے۔ غزوۂ ذی امر معرکہ بدر کے بعد سب سے بڑی فوجی مہم تھی جو محرم 3ھ ہجری بمطابق ۶۲۴ء میں پیش ہوئی، اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع ملی کہ بنوغطفان کے دو حلیف بنوثعلبہ اور بنومحارب کی بہت بڑی تعداد مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے اکٹھا ہو رہی ہے۔ اس کی اطلاع ملتے ہی مسلمانوں کو تیاری کرنے کا حکم دے دیا اور ساڑھے چار سو اصحابؓ کا لشکر لے کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) روانہ ہوئے اور مدینہ میں حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا جانشین بنایا۔ راستہ میں ذوالقصہ کے مقام پر بنوثعلبہ کا ایک شخص جبار بن ثعلبہ کو گرفتار کر لیا۔ آپ (ﷺ) نے اسے اسلام کی دعوت دی اس نے قبول کر لی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے حضرت بلالؓ کے ساتھ کر کے کہا یہ راستہ جانتا ہے یہ دشمن تک پہنچنے کا راستہ بتائے گا۔

دوسری طرف جب انہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ پہاڑیوں میں بکھر گئے۔ لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پیش قدمی کرتے رہے اور اس مقام تک پہنچ گئے جس جگہ دشمن کا لشکر جمع ہو رہا تھا۔ یہ درحقیقت ایک چشمہ تھا جو '' ذی امر '' کے نام سے مشہور تھا۔ مسلمانوں کی آمد کا سن کر بنوغطفان اور دیگر دشمن پہاڑوں اور غاروں میں چھپ گئے، مسلمانوں کے لشکر سے لڑنے کی ان میں ہمت نہیں تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں بدوؤں پر رعب و دبدبہ قائم کرنے اور مسلمانوں کی طاقت کا احساس دلانے کے لئے صفر 3ھ ہجری کا پورا مہینہ گزار دیا لیکن انہیں مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ (ابن ہشام)

رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش

غزوۂ ذی امر کے قیام کے دوران زوردار بارش ہوئی، رسول اللہ ﷺ سمیت سارے مسلمان بھیگ گئے۔ بارش ختم ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے آرام کرنے لگے اور اپنے کپڑے سوکھنے کے لئے ایک درخت سے لٹکا دئے۔ دور سے بنو غطفان کے لوگ غاروں اور گھاٹیوں میں چھپے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے اپنے سردار دعثور سے کہا کہ اس سے بہتر اور کوئی موقع نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نہتے ہیں تم جا کر ان کو قتل کر دو۔ دعثور نے ایک نہایت تیز تلوار لی اور آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا اور کہا!

اے محمد (ﷺ)! بتاؤ آج تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! **اللہ**۔

آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً اٹھالی اور دعثور سے کہا کہ بتاؤ کہ اب تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا۔ اس نے کہا کوئی نہیں اور اسلام لے آیا اور کلمہ پڑھا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اور یہ وعدہ کیا کہ اب آپ کے مقابلہ میں کوئی فوج جمع نہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے دعثور کو اس کی تلوار واپس کر دی۔ دعثور نے واپس جا کر اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دی۔

اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْهَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ☆

(سورۃ المائدہ۔۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والا! یاد رکھو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب لوگوں نے ارادہ کیا تم پر دست درازی کا پھر اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر اٹھنے سے روک دیے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

ایمان لانے کے بعد جب دعثور اپنے لوگوں کے پاس گیا تو اس کی حالت ہی بدلی ہوئی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا

وہ تھکے تھکے قدموں سے اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ اس کے لوگوں سے پوچھا! تجھ پر کیا گزری؟ دعثور نے کہا! وہ اللہ کے سچے نبی ہیں اور میں ان پر ایمان لے آیا ہوں۔ واللہ! نہ کوئی ان کو قتل کر سکتا ہے اور نہ ان سے جنگ کر سکتا ہے۔ جب میں نے ان پر اپنی تلوار سونتی تو ایک بڑے قد والے فرشتے نے میرے سینے پر زور سے ہاتھ مارا جس سے میری تلوار میرے ہاتھ سے گر گئی اور وہ یقیناً فرشتہ تھا۔ دعثور نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ تم سب قتل کر دئے جاؤ گے۔

غزوۂ بحران

یہ ایک بڑی فوجی مہم تھی جو ربیع الثانی/جمادی الاولیٰ 3ھ ہجری، 624ء میں پیش آئی جس میں مجاہدین کی تعداد تین سو تھی۔ رسول اللہ (ﷺ) بحران نامی ایک علاقے کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ یہ حجاز کے اندر فرع کے اطراف میں معدنیاتی مقام ہے۔ وہاں ربیع الثانی اور جمادی الاولیٰ دو مہینے قیام کیا۔ اس کے بعد واپس مدینہ تشریف لائے۔ کسی قسم کے مقابلے سے سابقہ نہیں پیش آیا۔ (ابن ہشام)

غزوۃ الفرع یا غزوۃ بنوسلیم

رسول اللہ ﷺ جب ذی امر کے مقام پر بنوغطفان اور ان کے حلیف قبائل کی بغاوت کچل کر واپس مدینہ منورہ تشریف لائے، آپ ﷺ نے ربیع الاول کے بقیہ دن مدینہ ہی میں قیام کیا۔ اس کے بعد آپ بنوسلیم کی طرف متوجہ ہوئے جن کے متعلق مسلسل خبریں آرہی تھیں کہ وہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے اسلحہ اور فوج جمع کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو جنگ کے لئے تیار ہونے کا حکم دیا۔ بدر میں قریش کی عبرت ناک شکست کے بعد عرب کے اکثر قبائل رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے دشمنی پر اتر آئے تھے۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ قریش صدیوں سے علاقے کے لوگوں کی مذہبی اور روحانی راہنمائی کرتے چلے آئے تھے، اس لئے عرب کے قبائل ان سے عقیدت رکھتے تھے۔ قریش کے بڑے بڑے سرداروں کا ایک ساتھ قتل ہونے سے ان کو یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہیں عرب میں بت پرستی کا نام ونشان ہی نہ مٹ جائے کیونکہ ہر قبیلہ اور قوم بت پرست تھی۔ وہ مسلمانوں کے اس لئے دشمن بن گئے تھے کہ وہ بت پرستی سے روکتے تھے۔ دوسری طرف مسلمان کسی قبیلے کو اتنا طاقتور نہیں ہونے دینا چاہتے تھے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے پر آسکے یا مدینہ منورہ پر حملہ کر

سکے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ کو جیسے ہی کسی قبیلہ کی طرف سے جارحیت کی اطلاع ملتی، آپ ﷺ فوراً ان کے سروں پر پہنچ جاتے تھے۔ پھر ان کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ وہ مقابلہ پر آسکیں۔ اس لئے اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دشمن کے علاقوں میں خود پہنچ جاتے تھے تو دشمن مقابلہ کرنے کے بجائے بھاگ جاتے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ کو بنو سلیم کے جمع ہونے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ تین سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکل پڑے۔ حضرت عبداللہ بن ابن مکتومؓ کو اپنا نائب بنایا اور لشکر لے کر بنو سلیم کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔ بنو سلیم نے اچانک مسلمانوں کا لشکر دیکھا تو خوفزدہ ہو گئے اور لوگوں نے ادھر اودھر بھاگنا شروع کر دیا۔ بحران حجاز میں فرع کی جانب سونے کی کانیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بحران میں دس دن قیام کیا اور بغیر خونریزی کے مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔

غزوۂ احُد

قریش کی تیاریاں:

قریش کے سردار عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ، ابوسفیان بن حرب اور عبداللہ بن ربیعہ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے بے حد بے چین تھے ہر اس کاروائی کے لئے پیش پیش تھے جس میں مسلمانوں کے خلاف کوئی کام کیا جائے۔

واقعہ بدر کے وقت جو قافلہ ابوسفیان شام سے لے کر آیا تھا اور وہ کامیابی سے اسے بچا کر مکہ لے گیا تھا۔ اس نے تمام مال جنگی اخراجات کے لئے روک لیا۔ اس نے کہا اے قریش کے لوگو! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں سخت دھچکا دیا ہے اور تمہارے سرداروں کو قتل کر دیا ہے اس لئے اس مال سے ان سے جنگ کرنے میں مدد دو تا کہ ہم اس سے بدلہ لے سکیں، قریش کے لوگوں نے اسے منظور کیا۔ چنانچہ سارا مال جس میں ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا سامان تھا جنگ کی تیاری میں دے دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ لِیَصُدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؕ فَسَیُنۡفِقُوۡنَهَا ثُمَّ تَکُوۡنُ عَلَیۡهِمۡ حَسۡرَةً ثُمَّ یُغۡلَبُوۡنَ ؕ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی جَهَنَّمَ یُحۡشَرُوۡنَ ☆

(سورۃ الانفال۔۳۶)

ترجمہ: بلاشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں، سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے پھر مغلوب ہو جائیں گے اور کافر لوگوں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جائے گا۔

انہوں نے آس پاس کے قبائل کو بھی جنگ میں شریک کرنے کی کوشش شروع کر دیں۔ بنو کنانہ اور بنو تہامہ کو جنگ میں شریک کیا، مکہ کے حبشی غلاموں کو بھی قریش کی فوج میں شریک کیا گیا۔ مدینہ کے منافقین نے بھی خفیہ طور پر ان کی مدد کی۔ جبیر بن مطعم کا ایک وحشی غلام تھا جو چھوٹا نیزا (حربہ) چلانے کا ماہر تھا۔ اس کو اس شرط پر جنگ میں شریک کیا کہ اگر وہ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کر دے تو آزاد کر دیا جائے گا۔ ہند بنتِ عتبہ زوجہ ابوسفیان نے کہا کہ اگر تو نے میرے باپ کے قاتل حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کیا تو میں تجھے اپنا تمام زیور دے دوں گی۔

قریشِ مکہ نے کوشش کر کے تین ہزار کا لشکر تیار کر لیا اور ساتھ عورتوں کو بھی لے جانے کا پروگرام بنایا تا کہ غیرت کی وجہ سے سپاہی جوش سے لڑیں۔ عورتوں کی تعداد پندرہ تھی، سواری اور سامان کے لئے تین ہزار اونٹ تھے اور رسالہ میں دوسو گھوڑے تھے جن کو تازہ رکھنے کے لئے راستے میں ان پر سوار نہیں ہوتے تھے حفاظت کے لئے سات سو زرہیں تھیں۔ اس رسالہ کی کمان خالد بن ولید کو دی گئی جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اور ان کی معاونت عکرمہ بن ابو جہل نے کی۔ ان کے قاعدے کے مطابق علمبردار قبیلہ بنی عبدالدار کے لوگ تھے۔

دوسری طرف مسلمان اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کفار کی تمام تیاریوں سے مکمل طور پر باخبر تھے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کفار کی جنگی تیاریوں اور ان کے ارادوں کی خبر قاصد کے ذریعے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچائی، اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسجد قباء میں تشریف فرما تھے۔ قاصد کا یہ خط حضرت ابی بن کعب نے پڑھ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سنایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے راز داری کی تاکید کر کے مدینہ تشریف لائے اور انصار اور مہاجرین سے صلاح و مشورہ کئے۔

مسلمانوں کی کفار کے حملے سے نپٹنے کی تیاریاں:

مدینہ میں مسلمان بھی محتاط ہو گئے تھے نماز کے وقت بھی ہتھیار ساتھ میں رکھتے تھے۔ انصار کا ایک دستہ مستقل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت پر تعینات تھا، جن میں حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت اسید بن خضیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شامل تھے۔ یہ لوگ ہتھیاروں کے ساتھ ساری ساری رات پہرا دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ مدینہ میں داخل ہونے والے راستوں کی بھی نگرانی کی جانے لگی۔

کفارِ مکہ کا لشکر عام شاہراہ سے ہوتا ہوا ابواء کے مقام پر پہنچا۔ یہاں پہنچ کر ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے یہ تجویز دی کہ یہاں سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ کی قبر اکھاڑ دی جائے لیکن نتائج کے خوف سے لوگوں نے یہ تجویز مسترد کر دی۔ کفار کا لشکر سفر کرتا ہوا وادیٔ عقیق سے گزرا پھر کوہ احد کے قریب عینین نامی مقام جو مدینہ کی شمال میں وادیٔ قناۃ کے کنارے ایک بنجر زمین پر پڑاؤ ڈال دیا۔ یہ 6 شوال 3 ھ ہجری کا واقعہ ہے۔

مسلمانوں کی جنگی حکمتِ عملی اور روانگی:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کولمحہ لمحہ کی اطلاعات مل رہیں تھیں یہاں تک کہ ان کے پڑاؤ کی اطلاع بھی مل گئی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فوجی ہائی کمان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں اپنا ایک خواب سنایا کہ میں نے ایک بھلی چیز دیکھی ہے۔ میں نے دیکھا کہ کچھ گائیں ذبح کی جارہی ہیں اور میں نے دیکھا کے ایک تلوار کے سرے پر شکستگی ہے اور یہ بھی دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ محفوظ زرہ میں داخل کیا ہے۔

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گائے کی یہ تعبیر بتائی کہ کچھ صحابہؓ شہید کئے جائیں گے تلوار کی شکستگی کی تعبیر یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر کا کوئی آدمی شہید ہوگا اور محفوظ زرہ سے مراد شہر مدینہ ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ کو یہ رائے دی کہ شہر کے اندر رہ کر دشمن سے مقابلہ کیا جائے۔ اگر قریش کیمپ میں بیٹھے رہتے ہیں بے مقصد قیام سے اپنا نقصان کریں گے اور اگر شہر کے اندر داخل ہوتے ہیں تو ہم گلی کوچوں میں ان سے مقابلہ کریں گے، اس رائے سے عبداللہ بن ابی نے بھی اتفاق کیا وہ خزرج کے لوگوں میں شامل تھا جو اس قبیلہ کی نمائندگی کررہے تھے۔

بعض کبار صحابہؓ کی جماعت بدر میں شریک نہ ہوسکی تھی انہوں نے جوش وخروش کے ساتھ مدینہ سے باہر نکل کر کھلے میدان میں دشمن سے مقابلہ کرنے کی رائے پیش کی جن میں بعض صحابہؓ نے کہا۔

اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم تو اس دن کی تمنا کیا کرتے تھے اور اللہ سے اس کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اب اللہ نے یہ موقع دیا ہے کہ میدان سے نکلنے کا وقت آگیا ہے تو پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دشمن کے مقابلہ میں تشریف لے چلیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم ڈر گئے ان اصرار کرنے والوں میں حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی شامل تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کثرت کی رائے کا خیال کرتے ہوئے اپنی رائے بدل دی اور مدینہ سے نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بعدِ نماز جمعہ مدینہ سے روانہ ہوئے مدینہ میں حضرت ابن ام مکتومؓ کو چھوڑ گئے کہ نماز پڑھائیں گے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غیر موجودگی میں مدینہ کا انتظام سنبھالیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ میں لشکر تیار کرلیا۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عصر کی نماز پڑھی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اندر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سر پر عمامہ باندھا اور لباس پہنایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نیچے

اوپر دوزرہیں پہنیں، تلوار حمائل کی ہتھیار سے آراستہ ہوکر لوگوں کے سامنے تشریف لائے۔ لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رائے کے خلاف باہر نکل کر لڑنے پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مجبور کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو پسند ہو ہم ویسا کرنے کے لئے تیار ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! کوئی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب اپنا ہتھیار پہن لے تو مناسب نہیں کہ اسے دشمن کے ساتھ فیصلہ سے پہلے اتاردے۔ (مسند احمد)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا:

(1) مہاجرین کا دستہ: اس کا پرچم حضرت معصب بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عبدری کو عطا فرمایا۔

(2) قبیلہ اوس (انصار) کا دستہ :اس کا علم حضرت اسید بن حضیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو عطا فرمایا۔

(3) قبیلہ خزرج (انصار) کا دستہ: اس کا علم حضرت خباب بن منذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو عطا فرمایا۔

لشکر میں سو زرہ پوش اور پچاس شہسوار تھے۔ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زرہ پہنے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آگے آگے چل رہے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شیخان نامی مقام پر لشکر کا معائنہ فرمایا۔ ان میں کم عمر اور کمزور لوگوں کو واپس کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت اسامہ بن زید، اسید بن ظہیر، زید بن ثابت، زید بن ارقم، عرابہ بن اوس، عمرو بن حزم، ابوسعید خدری، زید بن حارثہ اور سعد بن حبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو اجارت مل گئی۔ ان کے علاوہ حضرت رافع بن خریج، سمرہ بن جندب اور براء بن عازب کو کمسن ہونے کے باوجود جنگ میں شرکت کی اجازت مل گئی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اسلامی لشکر نے احد اور مدینہ کے درمیان 7 رشوال ہفتہ 3 ہجری، 625ء کی شام گزاری، مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی یہاں ہی پڑھیں۔ پھر رات بھر یہاں ہی گزارنے کا فیصلہ ہوا۔ پہرے کے لئے پچاس صحابہؓ کو منتخب کیا گیا جن کے قائد محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) انصاری تھے۔ ذکوان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبداللہ بن قیس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہرا دیتے رہے۔

منافقین کی شرارت:

طلوع فجر سے پہلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چل کر مقام شوط پر پہنچ کر فجر کی نماز پڑھی اب آپ (ﷺ) دشمن کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے، دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ یہاں پہنچ کر عبداللہ بن ابیؑ نے بغاوت کر دی اور اپنے تین سو آدمی لے کر مدینہ چلا گیا یہ کہہ کر کے کیونکہ ہماری رائے پر عمل درآمد نہیں ہوا اس لئے ہم مدینہ سے باہر نہیں لڑیں گے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے احد کے پہاڑ کو پشت پر رکھ کر اپنا کیمپ قائم کر لیا۔

عبداللہ بن ابیؑ کی اس حرکت کا اثر یہ ہوا کہ قبیلہ اوس میں سے بنو حارثہ اور قبیلہ خزرج میں سے بنو سلمہ بھی شکست کے خوف سے واپسی کا سوچنے لگے لیکن اللہ نے ان کی مدد کی اور وہ پھر ثابت قائم ہو گئے۔

اس پر ارشادِ باری تعالیٰ ہوا۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْن ☆

(سورۃ آلِ عمران ۔ ۱۲۲)

ترجمہ: جب تمہاری دو جماعتیں پست ہمتی کا ارادہ کر چکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور مددگار ہے۔ اور اسی کی پاک ذات پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لشکر کے سات سو افراد کو لے کر آگے بڑھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دشمن کے سامنے سے گزرے بغیر اپنی مطلوبہ جگہ پہنچنا چاہتے تھے اس کام میں آپ ﷺ کی مدد حضرت خیثمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کی۔ ان کی راہ نمائی میں ایک مختصر راستہ اختیار کیا گیا جو مشرکین کے لشکر کو مغرب کی سمت چھوڑتا ہوا بنی حارثہ کے علاقے اور کھیتوں سے گزرتا تھا راستہ میں مربع بن قیظی کا باغ تھا۔ یہ شخص منافق بھی تھا اور نابینا بھی، اس نے لشکر کی آمد کو محسوس کیا تو مسلمانوں کے چہروں پر دھول پھینکنے لگا اور کہنے لگا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میرے باغ میں آنے کی اجازت نہیں، لوگ اس کو قتل کرنے کے لئے لپکے لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اسے قتل نہ کرو، یہ دل و آنکھ دونوں کا اندھا ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھر وادی کے سرے پر احد پہاڑ کی گھاٹی میں پڑاؤ ڈالا سامنے مدینہ تھا اور پیچھے احد کا بلند پہاڑ اس طرح دشمن کا لشکر مسلمانوں اور مدینہ کے درمیان آ گیا۔

لشکر کی ترتیب و تنظیم:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہاں پہنچ کر لشکر کو جنگی نقطہ نظر سے تقسیم کیا۔ ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ منتخب کیا جو پچاس جوانوں پر مشتمل تھا۔ اس کی کمان حضرت عبداللہ بن جبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن نعمان انصاری کے سپرد کی۔ انہیں وادیٔ قناۃ کے جنوبی کنارے پر واقع ایک چھوٹی سے پہاڑی پر جو اسلامی لشکر کے کیمپ کے ڈیڑھ سو میٹر جنوب مشرق میں واقع ہے اور اب جبل رماۃ کے نام سے مشہور ہے پر تعینات کیا اور فرمایا! شہسواروں کو تیر مار کر ہم سے دور رکھنا تا کہ وہ پیچھے سے ہم پر نہ چڑھ آئیں۔ ہم جیتیں یا ہاریں تم اپنی جگہ پر رہنا، تمہاری طرف سے ہم پر دشمن کا حملہ نہ ہونے پائے، پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیر اندازوں کو مخاطب کر کے فرمایا! ہماری پشت کی حفاظت کرنا، اگر دیکھو کہ ہم مارے جا رہے ہیں پھر بھی ہماری مدد کو نہ آنا، اگر دیکھو کہ ہم مالِ غنیمت سمیٹ رہے ہیں پھر بھی ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔

صحیح بخاری کے الفاظ کے مطابق یوں فرمایا اگر تم لوگ دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک رہے ہیں تو بھی اس جگہ کو نہ چھوڑنا یہاں تک کہ میں نہ بلالوں۔ اگر تم دیکھو کہ ہم نے قوم کو شکست دے دی ہے اور انہیں کچل دیا ہے تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا یہاں تک کہ میں نہ بلا بھیجوں۔ (ابن ہشام)

اتنے سخت فوجی احکامات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتنا اہم فوجی مورچہ تھا۔ وہاں ہی سے مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا۔ باقی لشکر کی ترتیب اس طرح سے تھی کہ میمنہ پر حضرت منذر بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور میسرہ پر حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مقرر ہوئے اور حضرت مقداد بن اسود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کا معاون بنایا۔ حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یہ مشن دیا گیا تھا کہ وہ خالد بن ولید کے دستہ کو روکیں گے۔ یہ منصوبہ اتنی باریک بینی اور حکمت پر مبنی تھا اس سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فوجی قیادت میں قابلیت اور دسترس کا پتہ چلتا ہے۔ حالانکہ مسلمان دشمن کے پہنچنے کے بعد میدان میں پہنچے تھے جو لشکر پہلے آتا ہے وہ بہتر جگہ منتخب کرتا ہے۔ دشمن کا کیمپ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں نشیبی جگہ پر تھا اگر وہ غالب آجاتے تو فتح کا کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں کر سکتے تھے اور اگر مسلمان غالب آجائیں تو دشمن کو بھاگتے ہوئے گرفتار کر سکتے تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لشکر کو بتایا کہ جب تک میں حکم نہ دوں دشمن پر حملہ نہیں کرنا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی طرف سے مکمل تیاری کر کے بیٹھے تھے۔ مشرکین نے اپنے صفت بندی کی ان کا سپہ سالار ابوسفیان تھا جس نے لشکر کے قلب میں اپنا مرکز بنایا تھا۔

میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابو جہل تھے، پیدل فوج کی کمان صفوان بن امیہ کے پاس تھی اور تیر اندازوں پر عبداللہ بن ربیعہ تھا اور جھنڈا بنو عبدالدار کے پاس تھا۔ یہ کام ان کے باپ دادا سے ان کے پاس تھا۔ سب سے اہم پرچم ہوتا ہے اگر یہ گر جاتا تو فوج کے قدم اکھڑ جاتے تھے۔ اس لئے ابوسفیان نے ان کو غیرت دلائی۔ انہوں نے کہا کہ ہم کٹ جائے گے لیکن جھنڈا گرنے نہیں دیں گے۔

جنگ سے پہلے ابوسفیان نے ایک چال چلی کہ انصار مدینہ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم لوگ ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان سے ہٹ جاؤ ہماری تمہاری کوئی لڑائی نہیں ہے اس کا انصار نے بڑا سخت جواب دیا۔ ابو عامر جس کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دشمنی میں مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا تھا وہ بھی کفار کے ساتھ آیا اور کفار کو جوش دلاتا رہا، اس طرح عورتیں جن میں ہند بنتِ عتبہ جو ابوسفیان کی بیوی تھی بہت پیش پیش تھی۔

جنگ کا آغاز:

جنگ کے آغاز سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے لشکر کو ایک عظیم الشان خطبہ دیا، جس کا متن " **سبل الھدیٰ، جلد چہارم** " میں لکھا ہے وہ درج ذیل ہے:

اے لوگو! میں تمہیں اس چیز کی وصیت کرتا ہوں جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی کتاب میں دیا ہے کہ میں اس کی اطاعت کروں اور حرام کاموں سے باز رہوں۔ آج تم اجر و ثواب کے اس مقام پر کھڑے ہو اور جس نے اپنے مقام کو یاد رکھا اور پھر اس نے اپنے نفس کو صبر، یقین، جہد مسلسل اور خوشدلی پر قائم رکھا، کیونکہ دشمن سے جہاد کرنا بہت مشکل کام ہے اور کم ہی لوگ اس آزمائش میں ثابت قدم رہتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے سیدھے راستے پر استحکام عطا فرمایا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اسی کا ساتھی ہوتا ہے جو اس کا فرمانبردار ہوتا ہے، بیشک شیطان اس کے ساتھ ہوتا ہے جو اللہ کا نافرمان ہوتا ہے۔ آج اپنے اعمال کی ابتداء جہاد میں صبر سے کرو اور اپنے رب سے مدد طلب کرو، اس صبر کے بدل میں جو فتح حاصل ہو اور جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کر رکھا ہے تو جس چیز کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے اس کی پابندی کرو، میں تمہیں ہدایت یافتہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ باہمی اختلافات، جھگڑا اور بزدلی و سستی کمزوری کی علامات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو پسند نہیں کرتا وہ ایسے لوگوں کو کبھی کامیابی اور فتح سے نہیں نوازتا۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے یہ چیز پھر سے میرے سینہ میں ڈال دی ہے کہ جو شخص حرام کاموں سے باز نہیں آتا

اللہ تعالیٰ اسے خود سے دور کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ کی رضا کے لئے حرام کاموں سے رک جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یاد رکھو! جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس بار سلامتی بھیجتے ہیں۔ اور جو شخص احسان کرے اور کسی مسلمان یا کافر کے ساتھ تو اس کا اجر اللہ کے ہاں محفوظ ہو جاتا ہے، اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اس پر جمعہ کی نماز فرض ہے سوائے نابالغ بچوں کے، عورتوں کے، بیمار اور غلام کے، اور جو شخص جمعہ کی نماز سے بے پروائی برتے گا تو اللہ تعالیٰ بھی بے نیاز ہے، غنی ہے، اور تمام تعریفیں اس کے لئے ہیں۔ میں کوئی ایسا عمل نہیں جانتا جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے قریب کر دے مگر میں نے اس کے بجالانے کا حکم دیا ہے اور میں کوئی ایسا عمل نہیں جانتا جو آتش دوزخ سے قریب کر دے مگر میں نے اس سے منع کیا ہے۔ میرے دل میں جبرائیل امین نے یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ اپنے رزق کا آخری لقمہ بھی حلق سے نہ اتار لے اور اس میں سے ذرا کم نہیں ہوگا اور نہ اس میں دیر ہوگی، پس اللہ تعالیٰ جو تمہارا پروردگار ہے اس سے ڈرتے رہو اور رزق طلب کرنے کے پاک طریقے اختیار کرو اور اگر تم کو رزق پہنچنے میں دیر ہو جائے تو اس بات کا برا نہیں منانا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے رزق حاصل کرو، اس لئے کہ جو چیز تمہارے رب کے پاس ہے اسے تم عاجزی سے ہی لے سکتے ہو، اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال اور حرام کو بیان کر دیا ہے۔

ان کے علاوہ ان کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں تو جو ان کی طرف لپکے گا وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو کسی محفوظ چراہ گاہ کے کنارے پر پہنچ جاتا ہے اور قریب ہے کہ وہ اس چراہ گاہ میں داخل ہو جائے، کوئی بادشاہ ایسا نہیں ہے مگر اس کی چراہ گاہ محفوظ ہوتی ہے۔ خبردار! اللہ تعالیٰ کی محفوظ چراہ گاہیں اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں، ایک مومن دوسرے مومن کے لئے اسی طرح ہے جیسے کہ سر کا تعلق جسم سے ہوتا ہے، جب سر بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے۔

تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو۔

*****

اس فصیح و بلیغ خطبے کے بعد رسول اللہ ﷺ صحابہ کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ کے ہاتھ میں تلوار تھی، آپ ﷺ نے فرمایا! کون ہے جو اس تلوار کو اس وعدے کے ساتھ لیتا ہے کہ وہ اس کا حق ادا کرے گا۔ کئی صحابہ آگے بڑھے کہ وہ اس سعادت کو حاصل کر لیں۔ جن میں حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کو یہ تلوار عطا نہیں کی۔

پھر حضرت ابو دجانہ ؓ صف سے آگے نکلے اور فرمایا! یارسول اللہ ﷺ! اس تلوار کا حق کیا ہے؟
نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اس تلوار کا حق یہ ہے کہ اس تلوار سے دشمن پر اس قدر وار کیئے جائیں کہ یہ تلوار مڑ کر رہ جائے۔
حضرت ابو دجانہ ؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس تلوار کا خوب حق ادا کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ تلوار حضرت ابو دجانہ ؓ کے حوالے کردی۔
سب سے پہلا شخص جو مشرکین کی طرف سے نکلا وہ طلحہ بن ابی طلحہ عبدری تھا یہ نہایت بہادر شہسوار مانا جاتا تھا۔ مسلمان اسے کبش الکتیبہ (لشکر کا مینڈھا) کہتے تھے۔ یہ اونٹ پر سوار ہو کر نکلا اور مبارزت دی۔ اس کے مقابلہ میں حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آگے بڑھے ایک لمحہ میں شیر کی طرح جست لگا کر اونٹ پر چڑھ گئے اور اس کو نیچے گرا کر تلوار سے ذبح کر دیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ منظر دیکھ کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تعریف کی اور کہا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرے حواری زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔
اس کے بعد ہر طرف جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے طلحہ بن ابی طلحہ علمبردار تھا جنگ میں مارا گیا، اس کے بعد اس کا بھائی عثمان بن ابی طلحہ نے پرچم اٹھالیا۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد ابو سعد بن ابی طلحہ نے پرچم اٹھالیا اس پر حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایسا تیر مارا کے اس کی گردن کے پار ہو گیا اور مر گیا۔ اس کے بعد مسافع بن طلحہ نے جھنڈا اٹھایا اس کو عاصم بن ثابت بن ابی افلح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تیر مار کر قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی کلاب بن طلحہ نے جھنڈا اٹھایا اس پر حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ٹوٹ پڑے اور اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر جلاس بن طلحہ نے جھنڈا اٹھایا تو طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نیزہ مار کر اسے ختم کر دیا اور عاصم بن ثابت نے بھی اسے نیزہ مارا ایک ہی گھر کے چھ لوگ جھنڈے کی حفاظت کرتے ہوئے مارے گئے۔ اس کے بعد قبیلہ بنی عبدالدار کا ایک شخص ارطاہ بن شرجیل نے پرچم سنبھالا اسے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے یا حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسے ختم کر دیا۔ اس کے بعد شریح بن قارظ نے جھنڈا اٹھایا، اسے قزمان نے قتل کر دیا۔ قزمان منافق تھا وہ اسلام کے بجائے قبائل حمیت کے جوش میں مسلمانوں کے ہمراہ لڑنے آیا تھا۔ شریح کے بعد ابو زید عمرو بن عبد مناف نے جھنڈا سنبھالا مگر اسے بھی قزمان نے ٹھکانے لگا دیا، پھر شرجیل بن ہاشم کے لڑکے نے جھنڈا اٹھایا اسے بھی قزمان نے مار دیا۔

بنی عبدالدار کے دس افراد جھنڈے کی حفاظت میں مارے گئے اب کوئی نہ بچا تھا اس موقعہ پر ایک حبشی غلام جس کا نام صواب تھا اس نے جھنڈا اٹھالیا۔ وہ جھنڈا اٹھا کر بہادری سے لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اور جھنڈا زمین پر گر گیا اور کوئی اٹھانے والا نہ تھا۔

دوسری طرف جنگ زوروں پر جاری تھی۔ حضرت ابو جادنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے ماتھے پر سرخ پٹی باندھ لی تھی جس کا مطلب تھا کہ اب مرتے دم تک لڑیں گے لڑتے ہوئے دشمنوں کا صفایا کرتے رہے۔ حضرت ابودجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلوار تھی۔ حضرت ابودجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے۔

ادھر وحشی غلام جس کو انعام کی لالچ دی گئی تھی اس کی نظریں حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تعاقب کر رہی تھیں آخر اس نے دیکھا کہ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اونٹ پر سوار لوگوں کے بیچ میں گھس کر ان کا صفایا کر رہے ہیں ان کے سامنے کوئی ٹک نہیں پا رہا تھا، وحشی ان کے قتل کی تیاری کر رہا تھا کبھی درخت اور کبھی پتھر کی اوٹ میں چھپ کر ان کے قریب آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ وحشی نے دیکھا کہ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سباح بن عبدالعزیٰ کو قتل کر رہے ہیں تو وحشی نے اپنا نیزہ تولا اور ان کی طرف اچھال دیا جو ان کو لگا اور آر پار ہو گیا۔ انہوں نے وحشی کی طرف بڑھنا چاہا لیکن گر پڑے۔ وحشی ان کو دور سے دیکھتا رہا یہاں تک کے وہ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد وحشی قریب گیا اور اپنا نیزا نکال کر لشکر میں واپس چلا گیا اس کو ان سوا کسی سے کوئی سروکار نہ تھا، اس نے انہیں صرف اس لئے قتل کیا تھا کہ آزاد ہو جاؤں گا، چنانچہ جب وہ مکہ آیا تو اس کو آزادی مل گئی۔ ہند موقعہ پا کر حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لاش کے پاس آئی اور ان کی ناک کان کاٹ دیئے اور آنکھیں نکال دیں سینہ چاک کر کے جگر کاٹ کر نکالا اور اس کو دانتوں سے چبایا مگر نگل نہ سکی اگل دیا۔ اسی لئے جگر خواہ مشہور ہوئی۔

حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی والدہ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ عبدالمطلب حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سگی بہن تھیں، جب وہ لاش دیکھنے آئیں تو حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو لاش دیکھنے سے روک دیا انہوں نے منع کیا تو حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ ان کی لاش کا مثلہ کیا گیا ہے میں نوحہ کرنے نہیں آئی میں صبر کروں گی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کروں گی۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ

وسلم) نے یہ سن کر ان کو دیکھنے کی اجازت دے دی انہوں نے اپنے بھائی کی لاش اور ان کے جگر کے ٹکڑے زمین پر بکھرے ہوئے دیکھے پھر انہوں نے کہا! "انا للّٰہ و انا الیہ را جعون"

پھر دعائے مغفرت کی اور چلی گئیں، علمدار اسلام حضرت مصعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عمیر کے کفن کے لئے صرف ایک چادر تھی جو اس قدر چھوٹی تھی کہ سر چھپاتے تھے تو پیر کھل جاتے تھے اور پیر چھپاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ آخر سر چھپا کر پاؤں پر گھانس ڈال کر چھپادیا۔ تمام شہید بلا غسل ایک قبر میں دو دو دفن کئے گئے۔ حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کے مطابق حضرت عبداللہ بن جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ دفن کیا گیا، وہ آپ کے بھانجے بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی تھے۔

جنگِ احد میں بہادری کے جوہر دیکھانے والے صحابی حضرت حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غسیلِ ملائکہ تھے جو نرالی شان سے میدانِ جنگ میں آئے۔ آپ ابو عامر راہب کے بیٹے تھے ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی لیکن جنگ کے اعلان کی وجہ سے یہ میدان میں نکل آئے میدانِ جنگ میں بہادری کے جوہر دیکھاتے ہوئے دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے ان کے سپہ سالار ابوسفیان تک پہنچ گئے اور قریب تھا اس کا کام تمام کر دیتے لیکن ان کے مقدر میں شہادت لکھی ہوئی تھی، آپ نے ابوسفیان کو تلوار کے نشانے پر لیا لیکن اس سے پہلے کہ آپ اس پر وار کرتے شداد بن اوس نے دیکھ لیا اور ان کے وار کرنے سے پہلے ان پر وار کر دیا جس سے خود حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید ہو گئے۔ میدانِ جنگ سے حضرت حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لاش غائب ہوگئی تلاش کے بعد ملی تو اس میں سے پانی ٹپک رہا تھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ کو بتایا کے ان کو فرشتوں نے غسل دیا ہے، پھر فرمایا ان کی بیوی سے پوچھو کیا معاملہ ہے تو انہوں نے واقعہ بتلایا۔ یہیں سے حضرت حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نام غسیل ملائیکہ (فرشتوں کے غسل دیئے ہوئے) پڑ گیا۔

(زادالمعاد)

ابن اسحٰق کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی۔ مسلمان تلوار سے مشرکین کی ایسی کٹائی کر رہے تھے کہ وہ کیمپ سے بھی پرے بھاگ رہے تھے۔ ان کو شکست فاش ہو چکی تھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے والد کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ ہند بنتِ عتبہ اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ کپڑے اٹھائے بھاگ رہی تھی اس کی پنڈلیاں نظر آ رہی تھیں۔ ان کی گرفتاری کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں تھی۔

تیراندازوں کی غیر ذمہ داری اورخوفناک غلطی:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جبل رماۃ پر جن تیر اندازوں کی ڈیوٹی لگائی تھی انہوں نے بڑا رول ادا کیا۔ مکی شہسواروں نے خالد بن ولید کی قیادت میں اورابوعامر فاسق کی مدد سے اسلامی فوج کا بایاں بازو توڑ کرمسلمان کی پشت تک پہنچنے اوران کوصفوں میں کھلبلی مچا کرشکست دینے کے لئے تین بار بھر پور حملے کئے۔ لیکن مسلمان تیر اندازوں نے اپنے تیروں سے ان کے تینوں حملے ناکام بنادیئے۔

لیکن عین اس وقت جب مسلمانوں کالشکر کفار کے خلاف دوسری جنگ میں بھر پور کامیابی حاصل کررہا تھا تو ان تیر اندازوں کی خوفناک غلطی اوررسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حکم عدولی کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ کا نقشہ بدل گیا اور خود نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) شہید ہونے سے بال بال بچے۔

ہوا یوں کہ پہاڑی پر بیٹھے صحابہ کرامؓ نے جب دیکھا کہ کفار جان بچا بچا کر بھاگ رہے ہیں، میدان جنگ آہستہ آہستہ خالی ہونے لگا ہے اور مسلمان دشمن کا مال غنیمت سمیٹ رہے ہیں، اپنے خیال میں یہ سمجھے کہ جنگِ ختم ہوگئی ہے اور اب ہمیں اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مالِ غنیمت جمع کرنا چاہئے، ان کے اوپر بھی حب دنیا کا کچھ اثر ہوگیا اور وہ پہاڑی پر سے اتر کر میدان کی طرف بھاگے۔

ان کے کمانڈر حضرت عبداللہ بن جبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکامات یاد دلائے اور فرمایا! کیا تم لوگ بھول گئے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں کیا حکم دیا تھا۔ لیکن بیشتر لوگوں نے ان کی بات پر کان نہیں دھرا اور حضرت عبداللہ بن جبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ ہم بھی ان کے پاس ضرور جائیں گے اور کچھ مالِ غنیمت ضرور حاصل کریں گے اس طرح سے چالیس تیر اندازوں نے اپنا مورچہ چھوڑ دیا اور مالِ غنیمت جمع کرنے کے لئے عام لشکر میں جا ملے اور مسلمانوں کی پشت خالی ہوگئی وہاں عبداللہ بن جبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اوران کے نو ساتھی باقی رہ گئے تھے۔ خالد بن ولید مسلسل تیر اندازوں کی نقل وحمل جانچ رہے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ پہاڑی پر تیر انداز نہیں ہیں تو وہ نہایت تیزی سے چکر کاٹ کر اسلامی لشکر کی پشت کی جانب جا پہنچے اور چند لمحوں میں عبداللہ بن جبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے اور سب کو شہید کر دیا اور پھر ایک آواز لگا کر شکست خوردہ مشرکین کو اکٹھا ہونے کو کہا آواز سن کر قبیلہ بنو حارث کی ایک عورت عمرہ بنتِ علقمہ نے لپک کر زمین سے پڑا ہوا مشرکین کا جھنڈا اٹھا لیا اور پھر اس کے گرد مشرکین اکٹھے ہونے لگے اور اب مسلمان آگے اور پیچھے دونوں طرف سے گھیرے میں آ چکے تھے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دلیرانہ قدم:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس اس وقت صرف نو صحابہؓ رہ گئے تھے کہ اچانک انہوں نے خالد بن ولید کو گھوڑے پر سوار دیکھا اب دو ہی راستہ تھے کہ کسی محفوظ جگہ جا کر پناہ لی جائے یا اپنی جان خطرے میں ڈال کر مقابلہ کیا جائے۔ اس نازک وقت میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ کی جان بچانے کا فیصلہ کیا۔ خالد بن ولید کو دیکھ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ کو پکارا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز مشرکین تک پہنچ گئی ان کو معلوم ہو گیا کہ آپ یہاں ہیں تو مسلمانوں سے پہلے انہوں نے پہنچ کر حملہ کر دیا، مسلمان مکمل طور پر دشمن کے نرغے میں تھے۔ کچھ لوگ تو اپنے ہوش و حواس کھو چکے تھے اور میدان میں ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے، کسی کو دوسرے کی خبر نہیں تھی۔ کچھ لوگ پہاڑ پر چڑھ گئے، بعض لوگوں نے یہ سوچا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابیٔ کے ساتھ مل جائیں اور ابوسفیان سے امان طلب کرلیں۔ چند لمحوں کے بعد ان کے پاس سے حضرت انس بن نضر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا گزر ہوا۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں انہوں نے پوچھا! کسی کا انتظار ہے تو جواب دیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو چکے ہیں۔

اس پر حضرت انس بن نضر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اب تم لوگ زندہ رہ کر کیا کرو گے جس چیز پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جان دی اسی چیز پر ہم بھی جان دے دیں، اس کے بعد فرمایا!

اے اللہ! ان مسلمانوں نے جو کچھ کیا ان کی طرف سے معذرت کرتا ہوں اور مشرکین نے جو کچھ کیا ان کی طرف سے برأت اختیار کرتا ہوں، یہ کہہ کر آگے بڑھے اور دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے۔ یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ان کی لاش جب دیکھی گئی تو اتنے زخم تھے کہ لاش پہچانی نہیں جا رہی تھی ان کی بہن نے ہاتھوں کی انگلیوں سے پہچانا۔

ایک گروہ تھا جس کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فکر تھی ان میں حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شامل تھے۔ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت میں آگے آگے تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارد گرد صرف نو افراد رہ گئے تھے جن میں سات انصار تھے اور دو مہاجرین سات انصار میں بھی باری باری آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو رہے تھے کہ یہاں تک کہ ساتوں نے جام شہادت نوش کرلیا۔ آخری انصاری صحابی حضرت عمارہ بن یزید بن السکن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔ اب رسول اللہ (ﷺ) کی حفاظت حضرت طلحہ بن عبیداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرما رہے تھے حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی وقاص تیر چلا چلا کر دشمن کو پیچھے رکنے پر مجبور کر رہے

تھے۔ رسول اللہ (ﷺ) نے حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے وہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا!

سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان۔

اس دوران عتبہ بن ابی وقاص نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پتھر مارا جس سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پہلو کے بل گر پڑے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نچلا دانت ٹوٹ گیا اور نچلا ہونٹ زخمی ہوگیا۔ عبداللہ بن شہاب زہری نے بڑھ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیشانی پر وار کیا اور عبداللہ بن قمئہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کندھے پر ایسی سخت تلوار ماری کہ ایک ماہ تک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف ہوتی رہی لیکن زرہ کی وجہ سے حفاظت ہوگئی۔ اس کے بعد اس نے ایک اور وار کیا جو آنکھ کے نیچے ابھری ہوئی ہڈی پر لگا جس کی وجہ سے خود کی دو کڑیاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے مبارک میں گھس گئیں اور آپ (ﷺ) کے چہرے سے خون جاری ہو گیا۔ حضرت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (ﷺ) کے آگے آگے ڈھال بن کر لڑ رہے تھے یہاں تک کہ ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔

حضرت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ (ﷺ) کی طرف پلٹ کر آنے والے صحابی حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی پہنچ گئے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دانتوں سے پکڑ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خود کی کڑیوں کو نکالا جس کے نکلنے میں ان کے دو دانت ٹوٹ گئے۔

اس نازک ترین لمحوں کے دوران جن جانباز صحابہ کی جماعت آپ کے ساتھ تھی ان کے نام: ابو دجانہ، مصعب بن عمیر، علی بن ابو طالب، سہل بن حنیف، مالک بن سنان (حضرت ابوسعید خدری کے والد)، امِ عمارہ نسیبہ بنتِ کعب مازنیہ، قتادہ بن نعمان، عمر بن خطاب، حاطب بن ابی بلتعہ اور ابوطلحہ رضوان اللہ اجمعین تھے۔ حضرت ابو دجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آگے کھڑے تھے اپنی پیٹھ کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ڈھال بنا لیا تھا ان پر تیر پڑ رہے تھے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلتے تھے۔ حاطب بن ابی بلتعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عتبہ بن ابی وقاص کا پیچھا کیا لیکن وہ بچ نکلا لیکن ان کو دوبارہ موقعہ ملا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت سہل بن حنیف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بہت ماہر تیر انداز تھے انہوں نے دشمن کی یلغار کو پیچھے دھکیل دیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود بھی تیر چلائے اتنے تیر چلائے کہ کمان ٹوٹ گئی پھر وہ حضرت قتادہ بن نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لے لی۔ اس روز یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ حضرت قتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آنکھ زخمی ہو کر چہرے

پر ڈھلک گئی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے لڑتے لڑتے منہ پر چوٹ کھائی جس سے ان کا سامنے کا دانت ٹوٹ گیا۔ انہیں بیس سے زیادہ زخم آئے اور زخموں کی وجہ سے پاؤں سے لنگڑے ہوگئے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والد مالک بن سنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے سے خون چوس کر صاف کیا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھوک دو، انہوں نے فرمایا! ہرگز نہیں تھوکوں گا۔ اس کے بعد پھر دشمنوں کی صفوں میں لڑنے کے لئے چلے گئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر کوئی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے تو مالک بن سنان ؓ کو دیکھ لے اس کے بعد وہ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔

حضرت ام عمارہ نسیبہ بنتِ کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی رسول اللہ (ﷺ) کی حفاظت کرتے ہوئے ابن قمئہ کے سامنے آگئیں اور اس کے کندھے پر تلوار ماری اور اس کو زخمی کردیا لیکن وہ زرہ پہنے ہوئے تھا اس لئے بچ گیا۔ حضرت ام عمارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو لڑتے ہوئے بارہ زخم آئے۔

حضرت مصعب بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی انتہائی بے جگری سے جنگ میں لڑے اور ابن قمئہ کے حملوں کو روکتے رہے۔ اس نے آپ کے داہنے ہاتھ پر اس زور سے تلوار ماری کہ وہ کٹ کر گر گیا ان کے ہاتھ میں مسلمان لشکر کا جھنڈا تھا آپ نے بائیں ہاتھ میں اٹھالیا۔ اس نے تلوار سے وار کرکے آپ کا بایاں بازو بھی کاٹ دیا تو آپ نے سینے اور گردن کے سہارے سے اسے اٹھائے رکھا، یہاں تک کہ آپ نے جامِ شہادت نوش فرمالیا۔ حضرت مصعب بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں رسول اللہ (ﷺ) کی شباہت آتی تھی کفار یہ سمجھے کہ انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید کردیا، اس لئے وہ چلا چلا کر کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) کو قتل کردیا گیا۔ اس آواز کے کو سنتے ہی بہت سے اصحاب ؓ کے حوصلہ پست ہوگئے اور مسلمانوں کے لشکر میں ناامیدی سی چھا گئی اور مشرکین اور جوش وخروش سے مسلمانوں پر حملے کرنے لگے اور مسلمانوں کی لاشوں کا مثلہ کرنا شروع کردیا۔ حضرت مصعب بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کے بعد جھنڈا حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تھام لیا تھا۔ اس دوران رسول للہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نکل کر سامنے آئے اور حضرت کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا خوشی سے سب کو بتانا چاہتے تھے لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اشارے سے منع کردیا۔ لیکن رفتہ رفتہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تیس (۳۰) صحابہ ؓ جمع ہوگئے۔

ادھر کفار کی طرف سے عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ یہ کہتے ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بڑھا کہ یا تو میں رہوں گا یا وہ۔ لیکن اچانک ایک گڑھے میں اس کا گھوڑا گر گیا وہاں فوراً حارث بن صمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس پر

حملہ کیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ لیکن حضرت حارث بن صمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر مکی فوجی کا سوار عبداللہ بن جابر نے حملہ کیا اور کندھے پر تلوار مار کر زخمی کر دیا، عبداللہ بن جابر پر حضرت ابو دجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حملہ آور ہوئے اور ایسی تلوار ماری کہ اس کا سر اڑ گیا۔ ابو دجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سر پر سرخ پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اب دشمن کے حملے رک چکے تھے مسلمان محفوظ مقام پر آ گئے تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھی محافظ دستہ پہنچ چکا تھا۔ خالد بن ولید کے حملے کی وجہ سے مسلمانوں میں جو بدحواسی پھیل گئی تھی اس پر قابو پا لیا تھا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ابی بن خلف کو قتل کرنا:

ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب گھاٹی میں تشریف لے آئے تو ابی بن خلف یہ کہتا ہوا آیا کہ کہاں ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا یہ رہے گا یا میں، صحابہ ؓ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم میں سے کوئی اس پر حملہ کرے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا! اسے آنے دو۔ جب وہ قریب آیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حارث بن صمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے چھوٹا نیزا لیا اور لینے کے بعد جھٹکا دیا تو لوگ اس طرح پیچھے ہٹے جس طرح اونٹ جھرجھری لیتا ہے تو مکھیاں اڑتی ہیں اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے سامنے آ پہنچے اس کے خود اور حلق کے درمیان تھوڑی سی جگہ دیکھائی دی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ٹکا کر اسی پر ایسا نیزا مارا کہ وہ گھوڑے سے لڑھک گیا اور بھاگ کر قریش کے پاس چلا گیا۔ حالانکہ اس کی گردن پر زیادہ چوٹ نہیں آئی تھی اور نہ خون بہا تھا، وہ کہنے لگا!

واللہ! محمد (ﷺ) نے مجھے قتل کر دیا۔ لوگوں نے کہا! خدا کی قسم تو نے دل چھوٹا کر دیا ہے ورنہ کوئی خاص چوٹ نہیں آئی ہے۔ اس نے کہا! وہ مکہ میں مجھ سے کہہ چکا تھا کہ میں تمہیں قتل کروں گا اس لئے خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک دیتا تو بھی میری جان چلی جاتی۔ بالآخر اللہ کا وہ دشمن مکہ واپس آتے ہوئے مقام سرف پر پہنچ کر مر گیا۔ ابوالاسود نے حضرت عروہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی ہے کہ وہ بیل کی طرح آواز نکالتا تھا اور کہتا تھا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو تکلیف مجھے ہے اگر وہ ذی المجاز کے سارے باشندوں کو ہوتی تو وہ سب کے سب مر جاتے۔

(مختصر سیرت ﷺ۔ شیخ عبداللہ)

کفارِ مکہ کی آخری کوشش:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) گھاٹی میں اپنی قیام گاہ پہنچ چکے تھے تو ابوسفیان اور خالد بن ولید نے جو اس وقت کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے ایک دفعہ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ ایک دستہ لے کر مسلمانوں پر چڑھائی کر دی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ سے دعا کی کہ وہ ہم سے اوپر نہ جانے پائیں، پھر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے لڑ کر ان کو پہاڑ سے نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔

جب کفار پہاڑ پر چڑھنے لگے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ ان کے حوصلے پست کرو اور ان کو پیچھے دھکیل دو۔ حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ترکش سے تیر نکالا اور ایک دشمن کو مارا وہ وہاں ہی ڈھیر ہو گیا پھر انہوں نے دوسرے کو مارا اس کا بھی کام تمام ہو گیا۔ اس کے بعد تیسرے تیر سے ایک اور کو نشانہ لگایا اور اس کو بھی مار دیا۔ اس کے بعد مشرکین پہاڑ سے نیچے اتر گئے۔ (ابن ہشام)

حضرت کعب بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ (حضرت) ابودجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک مشرک جو ڈیل ڈول میں ان سے دوگنا تھا انہوں نے اس کافر کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ وہ پاؤں تک دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس جنگ میں مسلمان عورتوں نے بہت خدمات انجام دیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت ام سلیمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پانی بھر بھر کر لاتی تھیں اور مسلمانوں کو پلاتی تھیں۔ حضرت ام سلیط (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت امِ ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی مسلمانوں کی مدد کر رہی تھیں۔ حضرت امِ ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو حبان بن عرقہ نے تیر مارا جس سے وہ گر گئیں تو حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی وقاص نے اس کو مار کر حضرت امِ ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا بدلہ لے لیا۔

جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) گھاٹی میں قیام پذیر تھے تو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لائے جس سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زخم دھویا اور سر پر پانی ڈالا اس حالت میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما رہے تھے کہ اس شخص پر اللہ کا سخت غضب ہو جس نے اس کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے کو خون آلود کیا۔

(ابن ہشام)

زخم دھوتے ہوئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خون نہیں رک رہا تھا تو حضرت بی بی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے چٹائی کا ٹکڑا جلا کر اسے زخم پر رکھا جس سے خون رک گیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دوسری جگہ

سے خوش ذائقہ پانی لائے جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نوش فرمایا اور دعائے خیر کی۔ اس زخم کی وجہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ظہر کی نماز بیٹھ کے پڑھی اور جو زخمی صحابہ کرامؓ تھے، انہوں نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھی تھی۔

مشرکین مکہ نے واپس جانے کی تیاری کر لی تو ابوسفیان جبل احد پر نمودار ہوا اور بلند آواز میں بولا۔ کیا تم میں محمد (ﷺ) ہیں۔ لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا، وہ پھر بولا کہ کیا تم میں ابوقحافہ کے بیٹے ہیں؟ لوگوں نے جواب نہ دیا کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب دینے سے منع فرمایا تھا۔ پھر اس نے کہا کہ کیا تم میں عمر بن خطابؓ ہیں، اس مرتبہ پھر جواب نہیں دیا گیا۔ تو اس نے کہا کہ چلو تینوں سے فرصت ہوئی یہ سن کر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بے قابو ہو گئے اور کہا کہ اے اللہ کے دشمن! جن کا تو نے نام لیا ہے۔ سب زندہ ہیں اور ابھی تیری رسوائی کا سامان باقی ہے۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کہا کہ تمہارے مقتولین کا مثلہ ہوا ہے لیکن اس کا میں نے حکم نہیں دیا تھا اور نہ میں نے برا منایا اور پھر ہبل کا نعرہ لگایا اس کے جواب میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے پر صحابہ کرامؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ ابوسفیان بولا! ہمارا عزیٰ ہے تمہارا کوئی عزیٰ نہیں، صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہمارا مولا ہے تمہارا کوئی مولا نہیں: ابوسفیان بولا! آج کا دن بدر کا بدلہ ہے۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے جہنم میں، پھر ابوسفیان نے قریب آ کر پوچھا کیا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا؟ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا۔ واللہ! نہیں، بلکہ وہ تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں تم کو ابن قمئہ سے زیادہ سچا سمجھتا ہوں، پھر ابوسفیان بولا! آئندہ سال پھر بدر میں مقابلہ ہو گا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابیؓ کے ذریعہ فرمایا ٹھیک ہے۔

(ابن ہشام)

اس کے بعد حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کے پیچھے بھیجا دیکھو کہ ان کا کیا ارادہ ہے اگر یہ اونٹوں پر سوار ہیں اور گھوڑے ساتھ ہیں تو یہ مکہ جا رہے ہیں اور اگر یہ گھوڑوں پر سوار ہیں تو ان کا ارادہ مدینہ جانے کا ہے، اگر یہ مدینہ گئے تو وہاں جا کر ان کا مقابلہ کریں گے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے واپس آ کر بتایا کہ ان کا رخ مکہ کی طرف ہے۔

زخمیوں اور شہداء کی خبر گیری:

قریش کے واپسی کے بعد آپ (ﷺ) زخمیوں اور شہداء کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ربیع کو تلاش کر وان کی خیریت دریافت کرو جب حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے پاس پہنچے تو وہ آخری سانس لے رہے تھے ان کو ستر کے قریب زخم آئے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اے سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ حال سناؤ: انہوں نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور میری قوم انصار سے کہنا کہ تم میں سے ایک آنکھ بھی ہلتی رہی اور دشمن رسول اللہ (ﷺ) تک پہنچ گئے تو تمہارے لئے اس کا عذر نہ ہوگا اور اسی وقت ان کی روح پرواز کرگئی۔

زخمیوں میں ایک صحابی حضرت اصیرم رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کا نام عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ تھا وہ ایمان لائے اور فوراً جنگ احد کا حکم ہو گیا، اس میں شریک ہو کر زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔ رسول اللہ (ﷺ) سے جب ان کا ذکر کیا گیا تو آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ وہ جنتیوں میں سے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ حالانکہ انہوں نے ایک وقت کی بھی نماز نہیں پڑھی تھی کیونکہ اسلام لانے کہ بعد ابھی کسی نماز کا وقت آیا ہی نہیں تھا کہ شہید ہو گئے۔ زخمیوں میں ایک شخص قزمان بھی تھا جو بڑی بہادری سے لڑا تھا لیکن یہ صرف قبائلی عصبت کی وجہ سے جنگ میں شریک ہوا تھا زخموں کی شدت کی وجہ سے اس نے خودکشی کر لی تھی رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ کچھ صحابہ اپنے عزیز شہداء کو مدینہ لے گئے تو رسول اللہ (ﷺ) نے حکم دیا کہ انہیں واپس یہاں لا کر دفن کریں۔ جنگِ احد میں مسلمان شہداء کی تعداد ستر تھی جن میں بنوخزرج سے اکتالیس (41) بنواوس سے چوبیس (24) اور مہاجریں میں چار (4) اور ایک یہود میں سے قتل ہوا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا صحابی رضی اللہ عنہ کی زخمی آنکھ کا درست کرنا:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بن نعمان فرماتے ہیں غزوہء احد کے دن رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنے کی خاطر آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور دشمن سے مقابلہ کرتا رہا۔ دشمن کا ایک تیر میری آنکھ پر لگا کہ آنکھ کا ڈھیلہ باہر نکل پڑا جس کو میں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ یہ دیکھ کر آب دیدہ ہو گئے اور میرے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ! جس طرح قتادہ رضی اللہ عنہ نے تیرے نبی کے چہرے کی حفاظت کی ہے اسی طرح تو اس کے چہرے کو بھی محفوظ رکھ اور اس کی آنکھ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور تیز نظر بنا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے

ہاتھ سے پپوٹے کے اندر آنکھ کا ڈھیلہ داخل کیا اسی وقت آنکھ بالکل صحیح اور سالم بلکہ پہلے سے بہتر ہوگئی۔ اس کے بعد ان کی دونوں آنکھوں میں یہ آنکھ زیادہ خوبصورت لگتی تھی اس کی بینائی زیادہ تیز تھی۔

(رواہ الطبرانی و ابونعیم و الدارقطنی بخوہ، زرقانی)

غزوۂ حمراء الاسد

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اندازہ لگایا کہ دشمن کو غزوہ احد میں ایک وقت برتری حاصل ہوگئی تھی لیکن انہوں نے اس کا کوئی خاطر فائدہ نہیں اٹھایا اور واپس مکہ کی طرف چلے گئے۔ اگر انہوں نے اس بارے میں سوچا تو ان کو ندامت ہوگی اور وہ پھر پلٹ کر حملہ کریں گے تو اس سے پہلے کہ وہ پلٹ کر حملہ کریں مسلمانوں کو ان کے لشکر کا تعاقب کرنا چاہیے۔

اتوار کی صبح 8/ شوال 3ھ ہجری، 625ء کو آپ (ﷺ) نے اعلان کردیا کہ دشمن کے تعاقب کے لئے چلنا ہے اور ہمارے ساتھ صرف وہ شخص جا سکتا ہے جو جنگِ احد میں موجود تھا، یعنی عبداللہ بن ابیٔ اور اس کے ساتھی شریک نہیں ہو سکتے دوسری طرف تقریباً تمام صحابہؓ زخمی اور تھکے ہوئے تھے لیکن وہ بلا جھجک چلنے کو تیار ہوگئے۔ حضرت جابرؓ جنگ میں شریک نہ ہو سکے تھے کیونکہ آپ (ﷺ) نے ان کو اپنے والد اور بچوں کی دیکھ بھال کے لئے چھوڑ دیا تھا، انہوں نے اجازت مانگی تو ان کو اجازت دے دی گئی۔ آپ (ﷺ) مدینہ سے نکلے اور مدینہ منورہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد میں خیمہ زن ہوئے۔

اسی قیام کے دوران معبد بن معبد خزاعی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ یہ مسلمان نہیں تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ تھے۔ بنو خزاعہ اور بنو ہاشم ایک دوسرے کے حلیف تھے۔

دوسری طرف کفار اور مشرکین نے مدینہ سے نکل کر چھتیس میل دور روحاء پر پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ کچھ نہیں کیا ان کو شکست ہو رہی تھی اور ہم ان کو یوں ہی چھوڑ کر آ گئے وہ ہمارے لئے پھر دردِ سر بن سکتے ہیں لہٰذا واپس چلو اور ان کو جڑ سے ختم کردو۔ لیکن صفوان بن امیّہ ڈر گیا اس نے کہا کہ ہم واپس گئے تو جو لوگ ابھی جنگ میں شریک نہیں تھے وہ بھی آ کر ہم سے جنگ کریں گے لیکن بیشتر کی یہ رائے ہوئی واپس چلیں اور مسلمانوں کو بالکل صفایا کردیں۔

ادھر معبد بن معبد خزاعی جو ابھی مسلمان ہوئے تھے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی ذمہ داری لگائی کے جا کر کفار کے حوصلہ پست کریں۔ چنانچہ وہ پیچھے پیچھے کفار کے لشکر کی طرف چلے اور ان سے مل گئے ابھی ابوسفیان کو نہیں

معلوم تھا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس نے معبد سے پوچھا کہ بتاؤ پیچھے کی کیا خبر ہے۔ معبد نے ان پر اعصابی حملہ کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان تمہارے تعاقب کے لئے نکل پڑے ہیں اور ان کے ساتھ اتنے لوگ ہیں کہ میں نے کبھی اتنی بڑی فوج نہیں دیکھی ان کا جتنا نقصان ہوا ہے اس کی وجہ سے وہ سخت غصہ میں ہیں۔

ابوسفیان نے کہا کے بھئی کیا کہہ رہے ہو۔ معبد نے کہا! واللہ میرا خیال ہے کہ تم کوچ کرنے سے پہلے پہلے ان کے گھوڑوں کے نشان دیکھ لوگے۔ ان کے لشکر کا اول دستہ ٹیلے کے پیچھے سے نمودار ہونے والا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ واللہ ہم پلٹ کر پھر حملہ کر دیں گے اور ان کی جڑ کاٹ دیں گے۔

معبد نے کہا ایسا نہ کرنا میں خیر خواہی کی بات کرتا ہوں یہ سن کر قریش کے لشکر کا حوصلے پست ہو گئے ان کے اوپر گھبراہٹ طاری ہوگئی اور انہیں اسی میں عافیت نظر آئی کہ فوراً مکہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔

ابوسفیان نے بھی اسی طرح کا حربہ استعمال کیا کہ ایک قافلہ عبدالقیس کا گزرا تو اس نے ان سے کہا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میرا ایک پیغام پہنچادو میں تم کو ایک اونٹنی کے بار کے برابر کشمش دوں گا۔ پیغام یہ ہے کہ ہم نے مسلمانوں کی جڑ کاٹنے کے لئے پلٹ کر دوبارہ حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ پیغام قافلہ والوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچا دیا لیکن اس پیغام کی وجہ سے مسلمانوں کے حوصلہ اور بلند ہو گئے انہوں نے کہا۔

حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيلُ ترجمہ: اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حمراء الاسد میں اتوار، پیر اور منگل یعنی 9، 10، 11 شوال 3ھ ہجری تک قیام کیا پھر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ دراصل غزوۂ حمراء الاسد کوئی علیحدہ سے غزوۂ نہیں تھا یہ غزوۂ احد ہی کا ایک جز تھا۔

مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا:

مدینہ منورہ واپس آنے میں ابوعزیٰ جمحی کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا یہ جنگِ بدر میں گرفتار ہو کر آیا تھا۔ اس نے اپنی غربت کا واسطہ دیا تھا اور کہا تھا کہ میری بہت سی لڑکیاں ہیں اس پر رحم کھا کر بغیر فدیہ لئے چھوڑ دیا تھا اور اس نے وعدہ کیا تھا کہ اب کافروں کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں کبھی نہیں آؤں گا۔ یہ شاعر تھا اور مسلمانوں اور رسول اللہ (ﷺ) کی شان کے خلاف اشعار کہا کرتا تھا۔ اس نے واپس جا کر بدعہدی کی اور کفارِ مکہ کو مسلمانوں کے خلاف جوش دلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ پھر گڑگڑانے لگا کہ اب کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تم پھر مکہ جا

کر اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر یہ کہو گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دو مرتبہ دھوکہ دیا۔ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ حضرت زبیرؓ یا حضرت عاصمؓ بن ثابت کو حکم دیا گیا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔ (ابن ہشام)

اسی طرح سے ایک اور جاسوس معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص کو رسول اللہ (ﷺ) کے حکم سے حضرت زید بن حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عمار بن یاسر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قتل کر دیا۔ (ابن ہشام)

شہدائے احد کے نام

غزوۂ احد میں شہادت کی سعادت حاصل کرنے والوں میں چار صحابہ مہاجرین میں سے تھے اور چھیاسٹھ (۶۶) صحابہ کرامؓ انصار میں سے تھے۔

مہاجر شہداء کرام کے نام:

۱۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ (رسول اللہ ﷺ کے چچا)

۲۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ (قبیلہ ۔ بنوامیہ بن عبد شمس)

۳۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ (قبیلہ ۔ بنی عبدالدار بن قصی)

۴۔ حضرت شماس بن عثمانؓ (قبیلہ ۔ بنومخزوم)

انصار شہداء کرام کے نام:

۵۔ حضرت عمرو بن معاذ بن نعمانؓ (بنوعبدالاشہل)

۶۔ حضرت حارث بن انسؓ (بنوعبدالاشہل)

۷۔ حضرت عمارہ بن زیاد بن سکنؓ (بنوعبدالاشہل)

۸۔ حضرت ثابت بن وقشؓ (آپؓ کے دو بیٹے بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے تھے)

۹۔ حضرت رفاعہ بن وقشؓ (حضرت ثابتؓ کے بھائی)

۱۰۔ حضرت سلمہ بن ثابت بن وقشؓ

۱۱۔ حضرت عمرو بن ثابت بن وقشؓ

۱۲۔ حضرت حسیل بن جابرؓ	(حضرت حذیفہؓ کے والد)
۱۳۔ حضرت سیفی بن قیظیؓ	
۱۴۔ حضرت حباب بن قیظیؓ	(حضرت سیفیؓ کے بھائی)
۱۵۔ حضرت عباد بن سہلؓ	
۱۶۔ حضرت حارث بن اوس بن معاذؓ	
۱۷۔ حضرت ایاس بن اوسؓ	(بنوعبدالاشہل)
۱۸۔ حضرت عبید بن تیہانؓ	(ابن اسحاق نے عتیک بن تیہانؓ لکھا ہے۔)
۱۹۔ حضرت حبیب بن زیدؓ	(بنوظفر)
۲۰۔ حضرت یزید بن حاطبؓ	(بنوظفر)
۲۱۔ حضرت ابوسفیان بن حارثؓ	(بنوضبیعہ)
۲۲۔ حضرت حنظلہ بن ابو عامرؓ	(ابو عامر منافق کے بیٹے اور غسیل ملائکہ)
۲۳۔ حضرت انیس بن قتادہؓ	
۲۴۔ حضرت ابوحیہؓ	(بنوثعلبہ)
۲۵۔ عبداللہ بن جبیرؓ	(بنوثعلبہ) (تیر اندازوں کے دستہ کے سالار)
۲۶۔ حضرت خثیمہ بن ابوسعد بن خثیمہؓ	(مشہور شاعر امراؤالقیس کے خاندان سے تعلق تھا)
۲۷۔ حضرت عبداللہ بن سلمہؓ	(بنوعجلان)
۲۸۔ حضرت زبیع بن حاطبؓ	(بنوحاطب)
۲۹۔ حضرت عمرو بن قیسؓ	(بنونجار)
۳۰۔ حضرت قیس بن عمرو بن قیسؓ	(بنوقیس)
۳۱۔ حضرت ثابت بن عمرو	(بنونجار)
۳۲۔ حضرت عامر بن مخلدؓ	
۳۳۔ حضرت ابوہبیرہ بن حارثؓ	(بنومبذول)

۳۴۔ حضرت عمرو بن مطرب بن علقمہ ؓ	(بنو مبذول)
۳۵۔ حضرت اوس بن ثابت المنذر ؓ	(بنو عوف بن مالک)
۳۶۔ حضرت انس بن نضر ؓ	(بنو نجار)
۳۷۔ حضرت قیس بن مخلد ؓ	(بنو مازن بن نجار)
۳۸۔ حضرت کیسان ؓ	(بنو مازن)
۳۹۔ حضرت سلیم بن حارث ؓ	(بنو دینار بن نجار)
۴۰۔ حضرت نعمان بن عمرو ؓ	(بنو دینار بن نجار)
۴۱۔ حضرت خارجہ بن زید ؓ	(بنو خزرج)
۴۲۔ حضرت سعد بن ربیع ؓ	(بنو حارث)
۴۳۔ حضرت اوس بن الارم ؓ	(بنو حارث)
۴۴۔ حضرت مالک بن سنان ؓ	(بنو حارث)
۴۵۔ حضرت سعید بن سوید ؓ	(بنو ابجر)
۴۶۔ حضرت عتبہ بن ربیع ؓ	(بنو ابجر)
۴۷۔ حضرت ثعلبہ بن سعد ؓ	(بنو ساعدہ)
۴۸۔ حضرت ثقیف بن فروہ ؓ	(بنو ساعدہ)
۴۹۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ	(بنو طریف)
۵۰۔ حضرت ضمرہ ؓ	(بنو جہنیہ)
۵۱۔ حضرت نوفل بن عبداللہ ؓ	(بنو عوف بن مالک)
۵۲۔ حضرت عباس بن عبادہ ؓ	(بنو عوف بن مالک)
۵۳۔ حضرت نعمان بن مالک ؓ	(بنو عوف بن مالک)
۵۴۔ حضرت مجذر بن زیاد ؓ	(بنو عوف بن مالک)
۵۵۔ حضرت عباس بن حسماس ؓ	(بنو عوف بن مالک)

۵۶۔ حضرت رفاعہ بن عمروؓ	
۵۷۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ	(بنوسلمہ)
۵۸۔ حضرت عمرو بن جموعؓ	(بنوسلمہ)
۵۹۔ حضرت خلاد بن عمرو بن جموعؓ	(بنوسلمہ)
۶۰۔ حضرت ابوایمنؓ	(بنوسلمہ)
۶۱۔ حضرت حضرت سلیم بن عمروؓ	(بنوسلیمان)
۶۲۔ حضرت عنزہؓ	(بنوسلیمان)
۶۳۔ حضرت سہل بن قیسؓ	(بنوسواد)
۶۴۔ حضرت ذکوان بن قیسؓ	(بنوزریق بن عامر)
۶۵۔ حضرت عبید بن معلیٰ بن لوذانؓ	(بنوزریق بن عامر)
۶۶۔ حضرت مالک بن نمیلہؓ	(بنومزنیہ)
۶۷۔ حضرت حارث بن عدلیؓ	(بنوجشم)
۶۸۔ حضرت مالک بن ایاسؓ	(بنوخزرج کی شاخ بنواسود)
۶۹۔ حضرت ایاس بن عدلیؓ	(بنوعمرو بن مالک بن نجار)
۷۰۔ عمرو بن ایاسؓ	(بنوسالم بن عوف)

غزوۂ بنونضیر

یہود کی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کی سازش:

بئر معونہ کے واقعہ سے بچ کر جب حضرت عمروؓ بن امیہ واپس آ رہے تھے تو راستے میں دو آدمی ملے جن کو انہوں نے دشمن کے آدمی سمجھ کر قتل کر دیا۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہوا کہ وہ دونوں بنو عامر سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ مسلمانوں کی امان میں تھے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ ان کا خون بہا دینا ضروری ہے۔

یہودیوں کا قبیلہ بنونضیر بنو عامر کا حلیف تھا۔ آپ ﷺ نے سوچا کہ ان سے مدد لینی چاہیئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنونضیر سے مشورہ کے لئے خود ان کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت علی مرتضی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ بنونضیر آپس میں تنہائی میں جمع ہوئے اور ان کے دل میں شیطانی خیال آیا کہ یہاں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکے سے قتل کر دیا جائے جس کی وجہ سے وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مشورے کے لئے فوراً تیار ہو گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قلعہ کی دیوار کے ساتھ سائے میں بیٹھایا اور لوگوں کو بلانے کے بہانے ادھر اُدھر ہو گئے۔ انہوں نے ایک یہودی بد بخت عمرو بن حجاش کو پتھر کا بہت بھاری چکی کا پاٹ دے کر قلعہ کی دیوار پر چڑھا دیا کہ وہ وہاں سے اسے نیچے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اُوپر گرا کر آپ (ﷺ) کو کچل دے۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص سلام بن شکم نے کہا کے ایسا نہ کرو ان کو تمہارے ارادوں کی خبر ہو جائے گی اور جو عہد و پیمان ان کے اور ہمارے درمیان ہے اس کی خلاف ورزی ہوگی۔ انہوں نے اس کی بات نہ سنی اور اپنے منصوبہ پر عمل کرنے کے لئے پر عزم رہے۔

چنانچہ انہوں نے عمرو کو اوپر چڑھا دیا، ابھی وہ گرانے نہ پایا تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جبرائیل (علیہ سلام) تشریف لائے اور یہود کے ارادے سے باخبر کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تیزی سے اُٹھے اور مدینہ کے لئے چل پڑے بعد میں صحابہ کرام ؓ بھی اٹھ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ آ گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اٹھنے کی وجہ دریافت کی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہود کے ارادوں کے بارے میں بتایا۔ یہود نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلانا چاہا تو آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ تم نے ہمارے قتل کا منصوبہ بنایا تھا اب ہم کو تم پر اعتبار نہیں ہے۔ یہود نے نہ اپنے منصوبہ سے انکار کیا اور نہ معذرت کی۔ مدینہ پہنچ کر آپ (ﷺ) نے ان کو پیغام بھیجا کہ دوبارہ عہد نامہ لکھو۔ لیکن انہوں نے دوبارہ عہد کرنے سے انکار کر دیا۔ انکار کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوبارہ ان کو الٹی میٹم دیا کہ دس روز کے اندر اندر

مدینہ سے نکل جائیں اور کہیں چلے جائیں اس کے بعد جو شخص یہاں پایا جائے گا اس کی گردن ماردی جائے گی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نوٹس ملنے کے بعد یہود نے جلاوطنی کی تیاریاں شروع کر دیں لیکن اس دوران عبداللہ بن ابیؑ منافقین کے سردار نے ان کو کہلا بھیجا کہ ڈرو مت ڈٹ جاؤ۔ اپنے گھر بار نہ چھوڑو میرے پاس دو ہزار لڑنے والے لوگ ہیں اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے۔ ہم کسی سے بھی نہیں دبیں گے اگر انہوں نے جنگ کی تو ہم بھی تمہاری طرف سے جنگ کریں گے۔ بنوقریظہ اور بنوغطفان جو تمہارے حلیف ہیں وہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔

عبداللہ بن ابی کا پیغام سن کر یہود میں حوصلہ پیدا ہو گیا اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جلاوطنی اختیار کرنے کے بجائے مقابلہ کیا جائے گا۔ ان کے سردار حیی بن اخطب کو توقع تھی کہ عبداللہ بن ابیؑ نے جو کچھ کہا ہے اس کو پورا کرے گا۔ اس لئے انہوں نے رسول اللہ (ﷺ) کو جوابی پیغام بھیجا کہ ہم یہاں سے نہیں نکلیں گے آپ (ﷺ) نے جو کرنا ہے کر لیں۔

مسلمانوں کے لئے بھی یہ صورت حال انتہائی نازک تھی، بنونضیر کے یہود کے پاس بے انتہا اسلحہ تھا۔ ماضی قریب میں مسلمان بئر معونہ اور رجیع کے حادثہ میں بڑا نقصان اٹھا چکے تھے۔ اطراف کے جو قبائل مرعوب ہو رہے تھے ان دو واقعات سے حوصلہ مند ہوتے جا رہے تھے۔ اس وقت مسلمان کسی قسم کی کمزوری دیکھاتے تو ان کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ بدعہدی کے پے در پے واقعات کی وجہ سے مسلمان بہت محتاط ہو گئے تھے۔ ان جرائم کرنے والوں کے خلاف مسلمانوں کا جذبہ انتقام روز بروز بڑھ رہا تھا اس لئے انہوں نے سوچا کہ بنونصیر والوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قتل جیسی سازش کی ہے جس کا ان کو ضرور سبق سکھانا چاہئے۔

ربیع الاول 4 ہجری، بمطابق اگست 625ء کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابن ام مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ منورہ کے انتظام سونپ کر مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ بنونضیر کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت علی بن ابو طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں مسلمانوں کا علم تھا۔ بنونضیر کے علاقے میں پہنچ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ بنونضیر کے لوگوں نے اپنے قلعوں میں پناہ لی۔ قلعہ بند ہو کر فصیل پر چڑھ کر تیر اور پتھر پھینکتے رہے۔ درمیان میں کھجور کے باغ ان کی باڑ کا کام کر رہے تھے اس لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا ان تمام درختوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِىَ الْفٰسِقِيْنَ ☆

(سورۃ الحشر۔ 5)

ترجمہ: تم نے کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے یا جنہیں تم نے ان کی جڑوں پر باقی رہنے دیا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے فرمان سے تھااوراس لیئے بھی کہ فاسقوں کواللہ تعالیٰ رسوا کرے۔

جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا سخت قسم کا محاصرہ کرلیا تو بنوقریظہ اس واقعہ سے الگ تھلک رہے، عبداللہ بن ابی بھی ڈر گیا ان کی مدد کے دعوے کے باوجود آگے آنے کی ہمت نہ کرسکا اوران کے حلیف بنوغطفان بھی غیر جانبدار رہے۔ غرض کوئی بھی ان کی مدد کونہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال اس طرح دی۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْقَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ج فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ☆

(سورہ الحشر۔۱۶)

ترجمہ: شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر، جب وہ کفر کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بری ہوں۔ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

محاصرہ نے جب طول پکڑا تقریباً دو ہفتہ اسی طرح سے گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور ان کے حوصلہ پست ہوگئے اور وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہوگئے۔ انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہلا بھیجا کہ وہ مدینہ سے نکل جانے کے لئے تیار ہیں۔ آپ (ﷺ) نے ان کی جلاوطنی کی پیش کش کو قبول فرمایا اور یہ بھی منظور فرمایا کہ اسلحہ کے علاوہ جو بھی سامان اور بال بچے لے جاسکتے ہیں انہیں لے جانے کی اجازت ہے۔

بنونضیر نے اس طرح ہتھیار ڈال کر اپنے مکان خود اُجاڑ دیئے بہت سے لوگ تو کھڑکی دروازے تک اونٹوں پر لادھ کرلے جانے لگے اپنے سامان اور اہل وعیال کے ساتھ تقریباً چھ سواونٹوں پر حیّ بن اخطب نے خیبر کی طرف رخ کیا ان میں سے صرف دو افراد نے اسلام قبول کیا جن کے نام یامینؓ بن عمرو اور ابوسعیدؓ بن وہب ہیں۔ ان کو مدینہ میں رہنے کی اجازت مل گئی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنونضیر کے ہتھیار، زمین، گھر اور باغات اپنے قبضہ میں لے لئے۔ ہتھیاروں میں پچاس زرہیں تھیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں تھیں۔

غزوۂ بدر (دوئم)

اطراف کے شر پسند بدوؤں سے کامیابی سے نپٹنے کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اصل دشمن سے مقابلہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ کیونکہ جنگِ احد کے موقعہ پر ابوسفیان جاتے ہوئے کہہ کر گیا تھا کہ اگلے سال پھر بدر میں مقابلہ ہوگا۔ مسلمانوں کے لئے ضروری تھا کہ ابوسفیان کی طرف سے اُٹھنے والے ہر فتنہ کا صفایا کیا جائے۔ مدینہ منورہ کے منافقین نے اپنا ایک نمائندہ نعیم بن مسعود کو مکہ بھیجا اور ابوسفیان کو یاد دلایا کے تم نے دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس نے کہا کے ہم اپنی تیاری کر رہے ہیں تم جا کر ہماری تیاریوں کو بڑھ چڑھ کر بتاؤ تا کہ وہاں مدینہ کے مسلمانوں پر ہمارا رعب چھا جائے اور وہ مقابلہ نہ کر سکیں۔ اس کام کے عوض نعیم کو بیس اونٹ بدلے میں دیئے۔

نعیم بن مسعود نے مدینہ میں آ کر ان کی تیاریوں کا خوب پروپگنڈا کیا۔ بعض مسلمان اس سے متاثر ہو کر پریشان ہو گئے۔ اس بات کا ذکر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرمایا! یارسول اللہ ﷺ! اللہ اپنے دین کو ضرور غالب کرے گا، اور اپنے نبی (ﷺ) کے درجات بلند کرے گا۔ ہم نے قریش کے ساتھ میدان بدر میں جنگ کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر کچھ مسلمانوں کے دل اس کے لئے تیار نہیں ہیں، ہم تو زمانہ جاہلیت میں بھی عہد توڑنا پسند نہیں کرتے تھے، اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دے دی ہے تو ہم عہد شکنی کو کیسی پسند کر سکتے ہیں، اس لئے ہم اللہ کی مدد کے بھروسہ پر مقررہ تاریخ پر ہی میدان بدر میں اتریں گے۔ ان شاء اللہ خیر و برکت ہمارے ساتھ ہوگی۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار نہ ہوا تو میں اکیلا حسبِ وعدہ بدر میں ان کے مقابلہ کے لئے پہنچ جاؤں گا۔ چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عمرؓ کی بات سن کر بہت خوش ہوئے اور صحابہ کرامؓ کو جنگ کے لئے نکلنے کا حکم دے دیا۔ آپ ﷺ نے ڈیڑھ ہزار صحابہؓ کا لشکر تیار ہو گیا۔ غزوہ احد میں اگرچہ کفار مکہ کو وقتی کامیابی بھی حاصل ہو گئی تھی لیکن انہوں سے اس سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھایا تھا۔ اور جب ان کو معلوم ہوا کہ مسلمان ان کا تعاقب کر رہے ہیں تو وہ خوفزدہ ہو کر مکہ کی طرف بھاگ گئے تھے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ کا عامل مقرر کیا اور حضرت علیؓ کو لشکر کا علم سپرد کیا۔ فوج میں کل دس گھوڑے تھے۔ رسول اللہ ﷺ شعبان المعظم 4ھ ہجری، 625ء کو بدر کے میدان میں پہنچ گئے۔ دراصل ابوسفیان جنگ سے پہلوتہی کر رہا تھا لیکن اپنی کمزوری لوگوں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس

نے دو ہزار کا لشکر بھرپور ساز و سامان کے ساتھ تیار کیا خشک سالی کی وجہ سے کھانے کے سامان میں ستو کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس لئے اس لشکر کا نام مکہ میں جیش السویق پڑ گیا۔

قریش مکہ کے لشکر میں پچاس سوار سمیت دو ہزار کا لشکر مکہ سے روانہ ہوا۔ وادی مہر الظہر ان پہنچ کر مجنہ نامی چشمہ پر خیمہ زن ہوئے۔ لشکر میں بد دلی چھائی ہوئی تھی پھر جب وہ مقام عسقان پر پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا ڈیڑھ ہزار کا لشکر بدر میں موجود ہے تو اس کے اوسان خطا ہو گئے حالانکہ اب بھی مسلمان ان کی تعداد سے کم تھے۔ لیکن ان کے لئے پچھلی جنگوں میں ایک تہائی یا اس سے کم تعداد میں بھی ان کے لئے خطرناک ثابت ہوئے تھے۔

اس نے لشکر والوں سے کہا! اے قریش کے لوگو! جنگ اس وقت موزوں ہوتی ہے جب شادابی ہو ہر طرف پانی ہو جانور بھی چر سکیں اور تم بھی دودھ پی سکو خشک سالی ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ واپس چلے چلو۔ پھر وہ لشکر لے کر واپس چلا گیا جب وہ مکہ پہنچے تو وہاں کی عورتوں نے کہا کہ تم صرف ستو پینے کے لئے گئے تھے جنگ کے ارادے سے جاتے تو واپس کیوں آتے۔

مسلمان بدر میں آٹھ دن تک ٹھہر کر دشمن کا انتظار کرتے رہے پھر واپس مدینہ منورہ آ گئے۔ دشمن کے فرار کی وجہ سے مسلمانوں کی دھاگ بیٹھ گئی تھی۔ اس جنگ کے اور بھی نام ہیں۔ جن میں غزوۂ بدر موعد، بدر ثانیہ، بدر آخرہ، اور بدر صغریٰ شامل ہیں۔ (ابنِ ہشام)

کفار قریش کا نہ جنگ کرنا ان کی کمزوری کی دلیل تھی اور مسلمانوں کی قوت کو تسلیم کرنا تھا۔ سارے عرب کے لوگ قریش ہی سے یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ وہ بت پرستی کے مذہب کو بچائیں گے۔ لیکن جب قریش مکہ نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے سے گریز کیا، حالانکہ ان کی تعداد اور جنگی اسباب اب بھی مسلمانوں سے زیادہ تھا لیکن وہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے خائف تھے۔

غزوۂ دومۃ الجندل

غزوۂ بدر ثانی سے واپس آ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چھ سات ماہ تک مدینہ منورہ میں بڑے امن سے رہے۔ پوری ریاست کا کام اطمینان بخش طریقہ سے چل رہا تھا کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا تھا کہ ماہِ ربیع الاول 5ھ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع ملی کہ دومۃ الجندل کا عیسائی حکمران اکیدار بن مالک ایک لشکر بنوتمیم کے لوٹ مار کرنے والے ڈاکوؤں کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے اور جو قافلے مدینہ سے تجارت کی غرض سے شام کی طرف جاتے ہیں ان کو راستہ میں لوٹ لیتا ہے۔ یہ نیا دشمن مسلمانوں کے لئے خطرناک ہوسکتا تھا اور اندیشہ تھا کہ اگر اس نے مدینہ پر حملہ کر دیا تو منافقین اور آس پاس کے یہود بھی مسلمانوں کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے۔

رسول اللہ (ﷺ) نے مدینہ میں حضرت سباع بن عرفطہ غفاریؓ کو عامل مقرر کیا اور ایک ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر 25/ربیع الاول 5ھ ہجری، 626ء کو دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے، دومۃ الجندل دمشق سے پانچ منزل اور مدینہ سے دس منزل دمشق کی طرف شام کی سرحد پر واقع ہے۔ بنوزہرہ سے ایک شخص جس کا نام زہیر تھا راستہ بتانے کے لئے لے لیا، اس سفر میں آپ (ﷺ) رات کو سفر کرتے اور دن میں قیام کرتے تھے، جب دومۃ الجندل سے ایک رات کا سفر رہ گیا تو زہیر نے کہا کہ دشمن کی چراہ گاہ یہاں سے قریب ہے مناسب یہ ہے کہ ان کے مویشیوں پر قبضہ کر لیا جائے چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دے دی۔

جب دومۃ الجندل کے حاکم اکیدار بن مالک نے مسلمانوں کو اچانک اتنے قریب دیکھا تو وہ بدحواس ہو گیا اور بھاگ نکلا۔ اس سے اگلے دن جب وہاں پہنچے تو میدان خالی تھا۔ محمد بن سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک کافر کو گرفتار کر لیا۔ اس سے حالات دریافت کئے تو اس نے بتایا کہ اسلامی لشکر کے آنے کی خبر سن کر سب کے سب فرار ہو گئے آپ ﷺ نے چند روز وہاں قیام کیا اور چھوٹے چھوٹے دستے اس کی تلاش میں بھیجے مگر وہ مقابلہ پر نہ آیا۔ اس طرح شام کی سرحد تک آپ اپنا رعب و دبدبہ قائم کر کے مدینہ کی طرف واپس تشریف لائے۔

راستہ میں ایک عرب سردار عیینہ بن حصن جو قبیلہ فزارہ کا سردار تھا اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مصالحت کی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی کہ میرے علاقے میں خشک سالی کی وجہ سے چارہ نہیں ملتا، مدینہ میں خوب بارش ہوگئی ہے وہاں خوب سرسبزی ہوگئی ہے اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجازت دیں تو میں اپنے مویشی وہاں چرانے کے لئے بھیج دیا کروں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے اجازت دے دی۔

نبی کریم ﷺ ۲۰ ربیع الثانی ۵ھ / ۱۸ ستمبر ۶۲۶ء کو مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ اس طرح کی فوجی مہمات سے مسلمانوں کو کئی فائدے حاصل ہو رہے تھے۔ ایک تو بہت سا مال غنیمت حاصل ہوتا تھا جو مدینہ کی ریاست کے استحکام میں اہم کردار ادا کرتا تھا، دوسرے بدوی عرب قبائل جو مسلمانوں سے انتہائی بغض اور کینہ رکھتے تھے، مسلمانوں کی طاقت سے مرعوب ہو کر کسی شرارت کرنے سے باز رہتے تھے۔ تیسرے خطہ عرب کے لوگوں کو یہ باور کرانا بھی مقصود تھا کہ اہل مدینہ نہ صرف ہر وقت جنگ کے لئے تیار رہتے ہیں بلکہ مدینہ منورہ پر کسی بھی بیرونی حملہ کا بھرپور مقابلہ کر سکتے ہیں۔

غزوۂ بنی المصطلق یا غزوۂ مریسیع

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب غزوۃ دومۃ الجندل سے واپس آئے تو ان کو خبر ملی کہ بنو المصطلق کا سردار حارث بن ضرار جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہے اور عرب کے دوسرے قبائل کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے شریک کر کے لشکر تیار کر رہا ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا نمائندہ بنا کر حالات کی تحقیق کے لئے ان کے سردار کے پاس بھیجا۔ انہوں نے حارث بن ضرار سے بات چیت کی اور واپس آ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حالات سے آگاہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو ختم کرنے پر تلا ہوا ہے اور عنقریب لشکر لے کر روانہ ہونے والا ہے۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں کو فوراً تیاری کا حکم دیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ میں حضرت زید بن حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو عامل مقرر کیا اور لشکر لے کر شعبان 5ھ ہجری، 627ء کو روانہ ہوئے اس لشکر میں تیس گھوڑے تھے۔ دس مہاجرین کے پاس اور بیس انصار کے پاس تھے مہاجرین اور انصار کے الگ الگ علم تھے۔ انصار کا علم حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں تھا اور مہاجرین کا علم حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مقدمہ الجیش مقرر کیا۔ اس غزوۃ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اور حضرت ام سلمہ ؓ بھی شریک تھیں۔ چونکہ متواتر متعدد حملوں میں مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہو رہی تھی اور مالِ غنیمت کی لالچ میں عبداللہ بن ابی بھی اپنی جماعت کے ساتھ شریک ہو گیا، منافق کیونکہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اس لئے ان کو لشکر میں شریک ہونے سے منع نہیں کر سکتے تھے۔ دشمن کے سردار حارث بن ضرار نے ایک جاسوس مسلمانوں کی

طرف بھیجا جو پکڑا گیا۔ اس کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پیش کیا گیا، تحقیق سے اس کا جاسوس ہونا ثابت ہو گیا اسے قتل کر دیا گیا۔

یہ خبر حارث تک پہنچ گئی تو وہ پریشان اور بدحواس ہو گیا۔ جو عرب اس کے ساتھ تھے وہ بھی آہستہ آہستہ کھسکنے لگے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دیا کہ تم آگے بڑھ کر ان کو اسلام کی دعوت دو۔ انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے مسترد کر دی۔ رسول اللہ (ﷺ) چشمہ مریسیع تک پہنچے تو بنو مصطلق جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ مسلمانوں نے زبردست حملہ کیا کفار کا علمبردار حضرت ابوقتادہؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ علم کے گرتے ہی کفار کے پیر اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے، ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا گیا اور مویشی اور بکریاں بھی کافی تعداد میں ہاتھ لگیں۔ مسلمانوں کا صرف ایک آدمی شہید ہوا وہ بھی ایک انصاری نے دشمن کا آدمی سمجھ کر مار دیا تھا۔ قیدیوں میں سپہ سالار کی بیٹی حضرت جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی گرفتار ہو کر آئیں۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

مدینہ سے ذلیل ترین آدمی کو نکالنے کی بات

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) غزوۂ بنی المصطلق سے فارغ ہو کر چشمہ مریسیع پر قیام فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ چشمہ پر پانی لینے لگے۔ ان میں حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ایک مزدور بھی تھا جس کا نام جہجاہ غفاری تھا پانی پر ایک شخص سنان جہنی سے اس کی دھکم دھکا ہو گئی اور دونوں لڑ پڑے۔ پھر جہنی نے پکارا!

"یا معشر الانصار" (اے انصار کے لوگوں مدد کو پہنچو)

اور جہجاہ نے آواز دی: " یا معشر المهاجرین" (مہاجرین مدد کو آؤ)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خبر پاتے ہی وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا میں تمہارے اندر موجود ہوں اور جاہلیت کی پکار جاری ہے اسے چھوڑ دو۔ یہ بدبودار ہے۔

اس واقعہ کی خبر عبداللہ بن ابی کو ہوئی تو وہ غصہ سے بھڑک اٹھا اور بولا کیا ان لوگوں نے ایسی حرکت کی ہے۔ یہ ہمارے علاقے میں آ کر ہمارے ہی حریف اور مقابل ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم! ہماری اور ان کی وہی مثل صادق آئی ہے جو پہلوں نے کہی کہ اپنے کتّے کو پال پوس کر موٹا تازہ کرو تا کہ وہ تم کو پھاڑ کھائے۔

سنو خدا کی قسم! اگر ہم مدینہ واپس ہوئے تو ہم میں کا معزز ترین شخص ذلیل ترین شخص کو نکال باہر کرے گا، پھر

حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر بولا یہ مصیبت تم نے خود مول لی ہے۔ تم نے انہیں اپنے شہر میں اتارا ہے اور اپنے اموال بانٹ لئے ہیں، دیکھو تمہارے ہاتھوں میں جو کچھ ہے وہ ان کو دینا بند کر دو تو یہ تمہارا شہر چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے۔ اس وقت اس محفل میں ایک نوجوان صحابی حضرت زید بن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ارقم بھی موجود تھے انہوں نے یہ بات اپنے چچا سے کہی تو ان کے چچا نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع دی۔

اس وقت وہاں حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی موجود تھے انہوں نے رسول اللہ (ﷺ) سے کہا کہ حضرت عباد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن بشر سے کہئے کہ اس کو قتل کر دے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا! حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ کیسے مناسب رہے گا لوگ کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قافلہ کو چلنے کا حکم دیا لوگ چل پڑے تو حضرت اسید بن حضیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بے وقت کوچ کا حکم دیا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تمہارے صاحب نے جو کچھ کیا ہے شاید تم کو اس کی خبر نہیں، انہوں نے دریافت کیا کہ اس نے کیا کیا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اس کا خیال ہے کہ وہ مدینہ واپس ہوا تو معزز ترین آدمی ذلیل ترین آدمی کو مدینہ سے نکال دے گا۔ انہوں نے کہا! اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہیں تو ہم اس کو مدینہ سے نکال دیں۔ خدا کی قسم! وہ ذلیل ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) باعزت ہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ ﷺ اس کے ساتھ نرمی برتیں کیونکہ بخدا اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے پاس اس وقت لے کر آیا جب اس کی قوم اس کی تاج پوشی کے لئے مونگوں کا تاج تیار کر رہی تھی۔ اس لئے اب وہ سمجھتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس سے اس کی بادشاہت چھین لی ہے۔

مدینہ منورہ پہنچنے پر جب عبداللہ بن ابیؑ کو معلوم ہوا کہ اس کی کہی ہوئی بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچ گئی ہے تو وہ آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ اس نے جو بات آپ (ﷺ) کو بتائی ہے وہ میں نے نہیں کہی۔ وہاں جو انصار بیٹھے تھے انہوں نے بھی کہا کہ حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ابھی بچے ہیں ہوسکتا ہے ان کے سننے میں کچھ غلط فہمی ہوگئی ہو اور انہیں ٹھیک سے یاد نہ رہا ہو۔ اس لئے اس (عبداللہ بن ابیؑ) کی بات کو سچ مان لیا۔ جب حضرت زید بن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ارقم کو اس بات کا پتہ چلا تو انہیں بہت دکھ ہوا اور وہ اس صدمہ میں گھر میں رہے۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سچائی کیلئے قرآنی آیات نازل کیں۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ (۷) يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى
الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ
وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (۸) (سورۃ المنافقون:۸۔۷)

ترجمہ: یہی وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ ادھر اُدھر ہو جائیں اور آسمان و زمین کے کل خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ لیکن یہ منافق بے سمجھ ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا سنو! عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے۔ لیکن یہ منافق جانتے نہیں ہیں۔

حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ارقم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے بلوایا اور یہ آیات پڑھ کر سنائیں اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی۔ (بخاری)

اس منافق کے صاحبزادے جن کا نام بھی عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھا اپنے باپ کے برعکس تھے، نہایت نیک طبیعت اور اخیار صحابہ میں سے تھے انہوں نے اپنے باپ سے برأت اختیار کر لی اور تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے کہ ان کا باپ عبداللہ بن ابی ُ آئے گا تو اس کو آگے نہیں آنے دوں گا، جب تک اللہ کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجازت نہ دیں گے اور وہ یہ اقرار کرے گا کہ میں ذلیل ہوا اور اللہ کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) عزت والے ہیں۔ ان کا باپ آیا تو انہوں نے آگے آنے کی اجازت نہیں دی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے اور اس کی سفارش کی۔

حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبداللہ بن ابی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا!
یارسول اللہ! اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر اس کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں تو مجھے فرمائیے:
خدا کی قسم! میں اس کا سر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔
(ابن ہشام)

غزوۂ احزاب (جنگِ خندق)

جب بنونضیر کو مدینہ سے نکالا تھا تو مدینہ میں سکون ہو گیا تھا۔ بنونضیر کے یہود کو خیبر میں جا کر بھی چین نہیں آیا وہ اس انتظار میں رہے کہ کفارِ مکہ کے ساتھ مسلمانوں کا کیا معاملہ ہوتا ہے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ وہ کچھ بھی نہیں کر پا رہے تو پھر انہوں نے دوبارہ سازشوں کے جال بننے شروع کر دئے۔

بنونضیر اور بنووائل کے بیس سردار مکہ آئے جن میں سلام بن حقیق، حیٔ بن اخطب، کنانہ بن ابی حقیق، ہوزہ بن قیس وائلی اور ابوعمار وائلی شامل تھے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ان میں ابو عامر منافق بھی شامل تھا۔ انہوں نے قریش مکہ کو جنگ کے لئے آمادہ کیا، اپنا اور آس پاس کے قبائل کا مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ حیٔ بن اخطب نے ابوسفیان سے کہا کہ میں سرکردہ لوگوں کو تمہارے پاس لے کر آیا ہوں، تم بھی اپنے اہم لوگوں کو لے کر ہمارے ساتھ نکلو اور ہم کعبہ کا پردہ تھام کر اس بات کا عہد کریں کہ جب تک مسلمانوں کو جڑ سے ختم نہ کر دیا جائے ہم کسی اور بات کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے پھر یہ وفد بنوغطفان گیا اور ان کو بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے تیار کیا۔ غرض یہ کہ انہوں نے کوشش کر کے مسلمانوں کے تمام دشمنوں کو اکٹھا کر لیا تا کہ سب ایک بار مل کر حملہ کریں اور مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔

ابوسفیان نے ان عیسائیوں اور یہودیوں سے پوچھا! اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو کتاب کا علم دیا ہے اس لئے ہمیں بتاؤ کہ وہ دین بہتر ہے جو محمد (ﷺ) لے کر آئے ہیں یا وہ دین بہتر ہے جس پر ہم ہیں؟

اس پر یہودیوں نے کہا کہ آپ لوگوں کا دین محمد (ﷺ) کے دین سے بہتر ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوتُواْ نَصِيباً مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُواْ هَؤُلاء أَهْدَى مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُواْ سَبِيلاً(51) أُوْلَـئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّهُ وَمَن يَلْعَنِ اللّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيراً (52)أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذاً لاَّ يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيراً (53)أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكاً عَظِيماً (54)فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ وَكَفَى بِجَهَنَّمَ سَعِيراً (55)

(سورۃ النساء: ۵۵ ۔ ۵۱)

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا حصہ دیا گیا ہے اب وہ بتوں اور شیطانوں کو مانتے ہیں اور کفار کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں کی نسبت زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کر دے تو تم اس کا کسی کو مددگار نہیں پاؤ گے۔ کیا ان کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے کہ لوگوں کو تل برابر بھی نہ دیں، یا جو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے اس کا حسد کرتے ہیں، تو ہم نے (حضرت) ابراہیمؑ کے گھرانے کو کتاب وحکمت عنایت فرمادی اور انہیں عظیم سلطنت بھی بخشی۔ پھر لوگوں میں سے کسی نے تو اس کتاب کو مانا اور کسی نے اس سے منہ پھیر لیا تو نہ ماننے والوں کو دوزخ کی جلتی ہوئی آگ کافی ہے۔

اہل یہود کا ایک وفد قریش کے ساتھ معاہدہ کرنے کے بعد نجد کی طرف روانہ ہوا، جہاں انہوں نے قیس عیلان کے قبیلے بنو غطفان بن حصن فزاری کو بھی مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی درخواست کی اور انہیں مدینہ کے نخلستان کی پیداوار کا تیسرا حصہ دینے کا وعدہ کیا۔ عیینہ بن حصن نے جب سنا کہ یہودیوں کا یہ وفد قریش مکہ کے ساتھ ایک معاہدہ کرنے کے بعد اس طرف آیا ہے تو اس نے بھی امادگی ظاہر کر دی۔ اس کے ساتھ اس کے کئی حلیف قبائل بھی مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے جن میں بنی اسد، بنی مرہ، بنی اشجع اور بنی نزارہ شامل تھے۔

اپنے منصوبے کے مطابق جنوب سے قریش، کنانہ اور تہامہ اور دوسرے حلیف قبائل نے مل کر مدینہ کی طرف فوج کشی کی۔ ان کا سپہ سالار ابوسفیان تھا۔ ان کی تعداد چار ہزار تھی جن میں تین سو گھڑ سوار تھے، بنو عبدالدار نے عثمان بن طلحہ کو علمبردار مقرر کیا۔ جب یہ لشکر مرّ الظہر ان پہنچا تو بنو سلیم کے لوگ اس میں شامل ہو گئے۔ ادھر دوسری طرف مشرق سے غطفانی قبائل فزارہ، مہرہ اور اشجع لوگ مسلمانوں سے لڑنے نکلے۔ فزارہ کا سپہ سالار عیینہ بن حصن تھا، بنو مہرہ کا حارث بن عوف اور بنو اشجع کا سردار ابو مسعود بن رخیلہ تھا۔ پھر ان کے ساتھ بنو اسد اور کچھ دیگر قبائل بھی لشکر میں شامل ہو گئے۔

یہ سب ایک منصوبہ کے تحت ایک ہی وقت میں سب طرف سے مدینہ کے گرد جمع ہو گئے۔ ان سب کی تعداد دس ہزار تھی۔ اب تک کی جنگوں میں یہ سب سے بڑی تعداد تھی۔ اتنی تعداد مدینہ کی پوری آبادی عورتوں اور بچوں کو ملا کر بھی نہ تھی۔ کفار یہ سب تیاریاں خفیہ طریقہ سے کر رہے تھے اور اچانک مدینہ پر دھاوا بول دینا چاہتے تھے۔ لیکن رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم) کی قیادت نہایت بیدار معز اور چوکس تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسلسل حالات سے با خبر تھے۔ جوں ہی لشکر مدینہ کے قریب پہنچنے والا تھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کیا، ان سے کس طرح مقابلہ کیا جائے اس کے لئے صلاح مشورے کئے۔ مختلف تجاویز زیر غور آئیں۔

اس میں حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تجویز متفقہ طور پر منظور ہوئی انہوں نے فرمایا کہ فارس میں جب ہمارا محاصرہ کیا جاتا تھا تو ہم خندق کھود لیتے تھے۔ یہ بڑی حکمت والی تدبیر تھی عرب لوگ اس سے ناوقف تھے۔ رسول اللہ (ﷺ) نے اس پر فوراً عمل شروع کروا دیا۔ تین طرف تو پہاڑ تھے ایک طرف سے دشمن کے آنے کا خطرہ تھا۔ ایک سمت کے علاوہ پہاڑ، کھجور کے باغات اور لاوے کے حرّ کی چٹانیں تھیں جس طرف سے کسی لشکر کا آنا ممکن نہ تھا۔ صرف شمال کی سمت سے دشمن اندر آ سکتا تھا۔ اس طرف خندق کھودنے کا کام شروع کر دیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہؓ کی خندق کھودنے میں حوصلہ افزائی بھی کرتے جاتے تھے اور خود بھی عملی طور پر شریک ہو رہے تھے۔

صحیح بخاری میں ایک روایت حضرت براء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عازب سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خندق سے مٹی ڈھو رہے ہیں یہاں تک کہ غبار نے آپ ﷺ کے شکم کی جلد ڈھانک دی تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بال بہت تھے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) رجزیہ کلمات پڑھتے جاتے اور مٹی ڈھوتے جاتے تھے۔ مسلمان انتہائی گرم جوشی سے کام کر رہے تھے دوسری طرف اتنی شدت کی بھوک برداشت کر رہے تھے کہ اس کے تصور سے کلیجہ شق ہو جائے۔

حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ (ﷺ) سے بھوک کا شکوہ کیا اور اپنے شکم پر سے کپڑا اہٹا کر پتھر بندھا ہوا دیکھایا تو رسول اللہ (ﷺ) نے اپنا شکم کھولا تو اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ (جامع ترمذی)

خندق کی کھدائی کے دوران صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبد اللہ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اندر سخت بھوک کے آثار دیکھے تو ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور اپنی بیوی کو ایک صاع (تقریباً ڈھائی کلو) جو دیا اور پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے رازداری سے گزارش کی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چند ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائیے اور کھانا کھا لیجئے۔ لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام صحابہؓ جو خندق میں کام کر رہے تھے سب کو ہمراہ لے آئے جن کی تعداد ایک ہزار تھی ان سب نے وہ کھانا سیر ہو کر کھایا اور گوشت اور ہانڈی کی حالت پہلے جیسی برقرار رہی اور گوندھا ہوا آٹا اپنی اصل حالت میں رہا، اس سے مزید روٹی پکائی جا سکتی تھی۔

حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بہن ان کے لئے دو مٹھی کھجوریں لائیں کہ ان کے بھائی اور ماموں کھالیں۔ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے گزریں تو آپ (ﷺ) نے ان سے کھجوریں لے لیں اور ایک کپڑے پر بکھیر دیں اور تمام اہل خندق کو بلالیا کہ کھجوریں کھاؤ وہ آ آکر کھاتے گئے لیکن کھجوریں ختم نہیں ہوئیں۔ (ابن ہشام)

ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ ہم خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان نما پتھر آگیا جو ٹوٹ نہیں رہا تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میں اترتا ہوں پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اترے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شکم پر پتھر بندھا ہوا تھا اور تین روز سے کچھ نہیں کھایا تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بسم اللہ کہی اور ایک ضرب لگائی تو ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئی ہیں، واللہ! میں وہاں کے سرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں پھر دوسری ضرب لگائی تو ایک دوسرا ٹکڑا کٹ گیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اللہ اکبر! مجھے فارس دے دیا گیا۔ واللہ! میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی اور فرمایا! بسم اللہ: تو باقی چٹان بھی کٹ گئی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ! میں اس وقت اپنی اس جگہ سے صنعاء کے پھاٹک دیکھ رہا ہوں۔ (سنن نسائی)

ایک منافق جس کا نام معتب بن قشیر تھا اس نے مسلمانوں سے کہا کہ صورت حال یہ ہے کہ ہم سکون سے قضائے حاجت نہیں کر سکتے اور یہ ایران اور یمن کی فتح کی بشارتیں دے رہے ہیں، مسلمان منافقین کی دل کی بیماریوں سے واقف تھے اس لئے وہ ان کی باتوں کو سنجیدگی سے نہیں لیتے تھے، منافقین نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے لئے ہر موقع پر مشکلات پیدا کر رکھی تھیں۔ اللہ نے ہمیشہ مسلمانوں کو سرخرو کیا اور ہر بار منافقین کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔

ایک طرف منافقین کا ایک گروہ تھا جو بظاہر کام میں لگا ہوتا تھا لیکن بددیانتی ان کے اندر سرایت کئے ہوئی تھی، وہ کام کے دوران خاموشی سے کھسک جاتے تھے اور بہت دیر بعد واپس آکر یہ ظاہر کرتے تھے کہ انہوں نے بہت کام کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا!

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (62) لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضاً قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ

الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذاً فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (63)

(سورۃالنور:۶۳ ۔ ۶۲)

مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اوراس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لائے اور جب وہ کسی ایسے معاملے میں جن میں لوگوں کو جمع ہونے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ ہوتے ہیں، جب تک وہ ان سے اجازت نہ لے لیں وہ کہیں نہیں جاتے تھے، جو لوگ آپ (ﷺ) سے اجازت لیتے ہیں حقیقت میں یہی اللہ اوراس کے رسول (ﷺ) پر ایمان رکھتے ہیں، پھر جب ایسے لوگ جب اپنے کام کے لئے اجازت مانگیں تو ان میں جس کو آپ (ﷺ) چاہیں اجازت دے دیا کریں اوران کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کریں، بے شک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ تم رسول (ﷺ) کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو، بے شک اللہ ان کو جانتا ہے جو تم میں سے آنکھ بچا کر نکل جاتے ہیں، پس جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت آ جائے یا ان کو کوئی اور دردناک عذاب پہنچے۔

مسلمانوں کی محنت کی وجہ سے کفار کے لشکر پہنچنے سے پہلے خندق تیار ہوگئی، اس خندق کی گہرائی دس فٹ اور چوڑائی پندرہ فٹ تھی۔ قریش چار ہزار کا لشکر لے کر مدینہ کے قریب رومہ جرف اور زغبیہ کے درمیان مجمع الا سیال میں خیمہ زن ہوئے اور دوسری طرف غطفان اور نجدی چھ ہزار کا لشکر لے کر احد کی مشرقی کنارے ذنب نقمی میں خیمہ زن ہوئے، ان کا سپہ سالار عیینہ بن حصن فزاری تھا۔ یہودی جنہوں نے منصوبے کے مطابق اندر سے حملہ کرنا تھا وہ مدینہ میں ہی رہے۔ جب کفار مکہ مدینہ پہنچے تو ان کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ اچانک مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائیں گے اور ان کا یہ لشکر جرار بہت جلد مسلمانوں کو بری طرح قتل وزخمی کرے گا اور بعد میں ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لے گا۔

ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی فوج تین ہزار تھی جو کوہ سلع کی طرف پشت کر کے قلعہ بندی کی شکل اختیار کئے ہوئی تھی دونوں لشکروں کے درمیان خندق تھی، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ کا انتظام ابن ام مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حوالے کیا تھا۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ، حضرت ام سلمہ ؓ اور حضرت زینب بنت جحش ؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیمہ میں تھیں۔

جب کفار حملہ کے لئے آگئے بڑھے تو انہوں نے بہت بڑی خندق دیکھی جوان کے درمیان تھی وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے ان کے وہم وگمان میں بھی اس کا خیال نہیں تھا اور وہ اس کے لئے ذہنی طور پر بالکل تیار نہ تھے، نہ وہ اسے پار کر سکتے تھے اور نہ پیچھے بیٹھ کر غیر معینہ مدت تک انتظار کر سکتے تھے۔ مسلمان تیرانداز اور مجاہد مستعد اور تیار تھے کہ اگر کوئی اس کو پار کرنے کی کوشش کرے تو اس سے فوری نپٹ لیا جائے۔ کفار پتھروں اور تیروں سے مسلمانوں پر حملہ کرتے رہے لیکن ان سے مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ نے اس خیال سے دور سے اپنا گھوڑا دوڑایا کہ وہ جمپ کر کے خندق پار کرے گا لیکن گھوڑا خندق نہیں پار کر سکا اور خندق میں گر گیا، اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور نوفل بن عبداللہ مر گیا، اس کی لاش کئی دن تک خندق میں پڑی رہی۔

قریش کے نوجوان مسلمانوں تک پہنچنے کے لئے بے چین تھے اور غصہ میں خندق کے ساتھ ساتھ چکر لگا رہے تھے۔ کچھ نوجوان جن میں عمرو بن عبدود، عکرمہ بن ابوجہل، ہبیرہ اور ضرار بن خطاب ایک جگہ سے خندق پار کر کے آگئے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور چند صحابہ ؓ اس مقام پر آگئے جہاں سے انہوں نے خندق پار کی تھی اب ان کی واپسی کا راستہ بند کر دیا۔ اس پر عمرو بن عبدود نے مبارزت کے لئے للکارا۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کے مقابلہ کے لئے آگے آگئے اور اس کو ایسی بات کہی کہ وہ طیش میں گھوڑے سے کود کر نیچے آگیا۔ بہت طاقت ور تھا بہت جم کر مقابلہ ہوا، بالآخر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کا کام تمام کر دیا اور باقی مشرکین بھاگ کر خندق سے واپس چلے گئے وہ اس قدر خوفزدہ تھے کہ بھاگتے ہوئے عکرمہ اپنا نیزا تک چھوڑ گیا۔ ایک جگہ سے انہوں نے اور کوشش کی کہ مٹی ڈال کر خندق میں سے راستہ بنا لیا جائے لیکن مسلمان تیراندازوں نے ان کی کوشش ناکام بنا دی۔

غزوہ احزاب (خندق) کا معرکہ شوال۔ ذوالقعدہ 5 ہجری ، 627ء میں پیش آیا۔ جب کفار مکہ نے غزوہ خندق میں مدینہ منورہ کی چھوٹی سی ریاست پر حملہ کیا تھا اس وقت اسلامی ریاست کا کل رقبہ بیس مربع میل کے قریب تھا جو بعد مختصر عرصہ میں بڑھ کر بیس لاکھ مربع میل ہو گیا تھا۔

پہلی مرتبہ قضاء نماز پڑھی

جنگِ احزاب میں مقابلہ اتنے زوروں پر تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ کرامؓ کی کئی نمازیں فوت ہو گئیں۔

صحیحین میں حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آئے اور کفار کو برا بھلا کہا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آج میں بمشکل سورج ڈوبتے ہوئے نماز پڑھ سکا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! واللہ، میں نے تو ابھی نماز پڑھی بھی نہیں۔ اس کے بعد ہم نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بطحان میں اترے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز کے لئے وضو کیا ہم نے بھی وضو کیا۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عصر کی نماز پڑھی، یہ سورج ڈوب چکنے کے بعد کی بات ہے۔ اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

صحیح بخاری میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خندق کے روز فرمایا! اللہ ان مشرکین کے لئے ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے اس طرح بھر دے جس طرح انہوں نے ہم کو نماز وسطیٰ کی ادائیگی سے دور رکھا، یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔

اتنی بڑی بڑی فوجوں کے درمیان جنگ میں دونوں طرف کے فریقین کا جانی نقصان نہ ہونے کے برابر ہوا۔ مسلمانوں میں سے چھ افراد شہید ہوئے اور کفار میں سے دس افراد قتل ہوئے۔ لیکن حیئ بن اخطب کی سینے کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی وہ بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس آیا اس نے پوری کوشش کی کہ ان لوگوں کو بھی جنگ میں اپنے ساتھ ملائے لیکن اس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاہدہ ہونے کی وجہ سے اس سے ساتھ دینے سے انکار کر دیا، لیکن یہ مسلسل کوششوں میں لگا رہا کہ وہ اپنا معاہدہ توڑ کر ان مشرکین کے ساتھ مل جائے، آخر کار حیئ بن اخطب نے کعب بن اسد کو اپنے ساتھ ملانے پر آمادہ کر لیا۔ اس کو یقین دلایا کہ اگر تم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ معاہدے کو توڑا اور مسلمانوں نے تمہارے خلاف کوئی کاروائی کی تو میں تم لوگوں کا ساتھ دوں گا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کی بہادری کا قصہ

شوال 5ھ ہجری ، 627ء

بنو قریظہ کے لوگ حیی بن اخطب کے ساتھ ساز باز کر کے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ ابن اسحٰق کے مطابق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ عبد المطلب اور حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت فارع نامی ایک قلعہ کے اندر تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عورتوں اور بچوں کو ان کے ساتھ رکھا تھا۔ جب بنو قریظہ والوں کی نظریں بدلیں تو مسلمانوں کو ان سے خطرہ ہو گیا۔

حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ ایک یہودی جاسوسی کرنے اس قلعے کے پاس چکر لگانے آیا کہ اندازہ کرے کہ یہاں مسلمانوں کی فوج ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دوسرے صحابہ کرامؓ جنگ میں مصروف تھے۔ اگر دشمن ان عورتوں اور بچوں پر اچانک حملہ کر دیتے تو ان کی حفاظت کرنے کے لئے کوئی نہیں تھا۔ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت سے کہا کہ مجھے یہ شخص مشکوک لگتا ہے اگر اب یہ قریب آئے تو اسے قتل کر دینا۔ حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ اب خود میں نے ہمت کی اور ایک خیمہ باندھنے کی لکڑی لی اور چپکے چپکے اس یہودی کے قریب گئیں اور اس کو لکڑی مار مار کر ہلاک کر دیا اور قلعہ میں واپس آ گئیں۔ یہودی ڈر گئے کہ قلعے میں مسلمانوں کی فوج موجود ہے اور ان کو آگے بڑھ کر نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہوئی۔ (ابن ہشام)

بنو قریظہ کی بدعہدی کی تحقیق اور منافقین کی حالت

جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہوا کہ بنو قریظہ اپنے معاہدے سے پھر گئے ہیں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اصل بات کی تحقیق کے لئے حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور خوات بن جبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کے پاس بھیجا اور کہا کہ تصدیق کر کے بتاؤ کہ میں نے جو کچھ سنا ہے وہ صحیح ہے یا غلط اور واپس آ کر رازداری سے مجھے بتا دینا تا کہ اگر کوئی ہمارے خلاف خبر ہو تو مسلمان فوج میں بددلی نہ پھیل جائے۔ جب یہ لوگ ان کے پاس گئے تو وہ ان کے ساتھ بہت بدتمیزی سے پیش آئے اور رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخی کی، وہ کسی قسم کی مصالحت کے لئے تیار نہ تھے صحابہؓ نے واپس آ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کوصورتِ حال سے آ گاہ کیا اوران کی بدعہدی کا پورا حال سنایا۔

اس بدعہدی کی خبر آہستہ آہستہ تمام صحابہ کرامؓ کو ہوگئی، صورتِ حال بہت خطرناک ہوگئی تھی آگے کفار کا بڑا لشکر اور پیچھے دشمن جن کے پاس مسلمانوں کی عورتیں اور بچے تھے جن کو وہ کسی وقت بھی نقصان پہنچا سکتے تھے۔ مسلمانوں میں بے حد بے چینی اور اضطراب بڑھ گیا۔

اس کیفیت کا اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ذکر کیا ہے

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اذْکُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَیْکُمْ إِذْ جَاءَتْکُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیحاً وَجُنُوداً لَّمْ تَرَوْهَا وَکَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِیراً o اِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنکُمْ وَاِذْ زَاغَت الْاَبْصَارُوَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِا للّٰهِ الظُّنُوْنَاo هُنَالِکَ ابْتُلِیَ الْمُؤْ مِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْزِلْزَالاَشَدِیْدًاo

(سورۃ الاحزاب: ۱۱ ۔ ۹)

اے ایمان والو! اللہ کا احسان یاد کرو جو اس نے ابھی ابھی تم پر کیا جب لشکر تم پر چڑھ آئے تھے تو ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر نہیں آتی تھیں اور اللہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم اس وقت کررہے تھے۔(۹) جب کہ (دشمن) تمہارے پاس اوپر سے اور نیچے سے چڑھ آئے اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے (۱۰)
یہیں مومن آزمائے گئے اور پوری طرح وہ جھنجھوڑ دیے گئے (۱۱)

بعض منافقین رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہنے لگے۔ اے محمد (ﷺ) تم ہم سے وعدے کرتے تھے کہ ہم قیصر وکسریٰ کے خزانے پائیں گے اور یہاں یہ حالت ہے کہ پیشاب پاخانہ کے لئے نکلنے میں بھی جان کا خطرہ ہے۔ بعض منافقین اپنے سرداروں سے کہنے لگے کہ ہمارے گھر دشمنوں کے سامنے کھلے پڑے ہیں ہمیں واپسی گھر جانے کی اجازت دیجئے اور بنوسلمہ تو ہتھیار ڈالنے کا سوچنے لگے۔

اس صورتِ حال کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ
وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا☆وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ج
وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ط وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ج
اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا☆

(سورۃ الاحزاب۔۱۳۔۱۲)

اور اس وقت منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (شک کا) روگ تھا کہنے لگے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے محض دھوکا فریب کا ہی وعدہ کیا تھا۔ ان ہی کی ایک جماعت نے ہانک لگائی کہ اے مدینہ والو! تمہارے لئے ٹھکانہ نہیں چلو! واپس لوٹ چلو اور ان کی ایک جماعت یہ کہہ کر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اجازت مانگنے لگی کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ (کھلے ہوئے اور) غیر محفوظ نہ تھے لیکن ان کا پختہ ارادہ بھاگ کھڑے ہونے کا تھا (۱۳)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جنگی حکمتِ عملی:

ایک طرف تو لشکر میں اضطراب اور بے چینی کی کیفیت تھی تو دوسری طرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنو قریظہ کی بدعہدی کی وجہ سے انتہائی رنجیدہ ہو گئے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے سر اور چہرے پر کپڑا ڈال دیا اور دیر تک خاموش لیٹے رہے۔ لوگ بے چینی سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکامات کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ (ﷺ) اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھے اور فرمایا۔ مسلمانوں! اللہ کی مدد اور فتح کی خوشخبری سن لو۔

اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آئندہ کا لائحہ عمل بنایا، جس میں فوج کا ایک دستہ عورتوں اور بچوں کے پاس بھیجا تا کہ دشمن ان کو نقصان نہ پہنچا سکے، دوسری طرف دشمن کے مختلف گروہوں کو ایک دوسرے سے کاٹنے کا کام تھا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تجویز دی کہ بنو غطفان کے دونوں سردار عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف سے مدینہ کی ایک تہائی پیداوار پر مصالحت کر لیں تا کہ دونوں سردار اپنے قبیلہ کے لوگوں کو لے کر واپس چلے جائیں پھر ہم تنہا قریش مکہ سے مقابلہ کریں۔ اس پر حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن معاذ اور حضرت سعد بن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عبادہ نے کہا کہ اگر یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم ہے تو ہم اس کو بلا چوں و چرا ماننے کے لئے تیار ہیں لیکن اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ ہماری خاطر کر رہے ہیں تو ہماری تلواریں ان کا کام کریں گی ہم ان کو مجبوری میں ایک دانہ بھی نہ دیں گے۔ اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! آپ دونوں کی رائے درست ہے، دراصل جب میں نے دیکھا کہ سارا عرب ایک کمان کھینچ کر تم پر پل پڑا ہے تو محض تمہاری خاطر میں نے یہ کام کرنا چاہا۔ پھر الحمد للہ اللہ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے جس سے دشمن ذلیل وخوار ہوا، اس کی قوت ٹوٹ گئی اور وہ شکست سے دوچار رہوا۔

ہوا یوں کہ بنوغطفان کا ایک شخص جن کا نام نعیم بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عامر اشجعی تھا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا اور کہا کہ میری قوم کو میرے مسلمان ہونے کا علم نہیں، مجھے کوئی کام بتائیے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تم اکیلے ہو اس لئے کوئی لڑائی جھگڑے کی بات نہیں کرنا، ہاں جس قدر ان کی حوصلہ شکنی کر سکتے ہو تو وہ تم کرو۔ اس پر حضرت نعیم بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوراً ہی بنوقریظہ کی طرف گئے، ان کا ان سے بے حد میل جول تھا وہاں جا کر انہوں نے ان لوگوں سے کہا! آپ لوگ جانتے ہیں کہ مجھے آپ لوگوں سے کتنی محبت ہے اور میں آپ سے کتنا مخلص ہوں انہوں نے تسلیم کیا تو انہوں نے کہا کہ قریش کا معاملہ آپ لوگوں سے مختلف ہے، یہ علاقہ آپ کا اپنا علاقہ ہے یہاں آپ کا گھر بار ہے مال و دولت ہے بال بچے ہیں آپ ان سب کو چھوڑ کر کہیں اور نہیں جا سکتے۔ مگر جب قریش اور غطفان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے آئے تو آپ لوگوں نے ان کا ساتھ دیا۔ ظاہر ہے ان کا یہاں نہ گھر بار ہے نہ مال و دولت نہ بال بچے ہیں۔ اس لئے انہیں موقع ملا تو اقدام اٹھائیں گے ورنہ اپنا بوریا بستر باندھ کر رخصت ہو جائیں گے۔ پھر آپ لوگ ہوں گے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں گے، لہٰذا وہ جیسے چاہیں گے آپ لوگوں سے انتقام لیں گے۔ اس پر بنوقریظہ والے چونکے اور پریشان ہو گئے اور بولے: نعیم! تم ہی بتاؤ کہ اب کیا ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دیکھئے جب تک قریش آپ کو اپنے کچھ آدمی یرغمال کے طور پر نہ دیں آپ ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوں۔ اس پر بنوقریظہ والوں نے کہا کہ تم نے بہت مناسب رائے دی ہے۔

اس کے بعد نعیم بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سیدھے قریش کے پاس پہنچے اور بولے مجھے آپ سے جو محبت اور خیر خواہی ہے آپ اسے جانتے ہیں، انہوں نے کہا۔ ہاں، تو حضرت نعیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ سنو۔ یہود نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جو معاہدہ توڑا ہے وہ اس پر شرمندہ ہیں اور ان سے یہ بات چیت ہوئی ہے کہ وہ قریش کے لوگ یرغمال کے طور پر لے کر مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے اور اس طرح سے اپنا معاملہ درست کر لیں گے۔ لہٰذا اگر وہ کچھ

لوگ یرغمال کے طور پر مانگیں تو ان کو ہرگز نہ دیں اور اس طرح کی بات بنو غطفان والوں سے بھی کی۔

قریش نے یہود کے پاس ایک پیغام بھیجا کہ ہم جس جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں وہ گھوڑوں اور اونٹوں کے لئے موزوں نہیں ہیں اس لئے وہ بیمار ہو کر مر رہے ہیں اس لئے ادھر سے آپ لوگ اور اُدھر سے ہم لوگ محمد (ﷺ) پر حملہ کر دیں لیکن یہود نے جواب دیا کہ آج ہفتہ کا دن ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ ہم سے پہلے جن لوگوں نے اس دن کے بارے میں اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی تھی ان پر کتنا سخت عذاب آیا تھا اس لئے ہم حملہ نہیں کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ آپ اپنے کچھ آدمی ہمیں بطور یرغمال دیں اس کے بغیر ہم جنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔ جب قاصد یہ جواب لے کر واپس گیا تو قریش اور غطفان نے کہا کہ نعیم نے صحیح کہا تھا۔ چنانچہ انہوں نے یہود کو کہلوایا کہ ہم آپ کو ایک آدمی بھی یرغمال نہیں دیں گے۔ بس آپ لوگ نکلیں اور محمد (ﷺ) پر حملہ کر دیں۔ یہ سن کر بنو قریظہ والوں نے کہا کہ نعیم نے سچ کہا تھا، اس طرح دونوں فریق کا اعتماد ایک دوسرے سے اٹھ گیا، ان کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ان کے حوصلہ پست ہو گئے ادھر مسلمان یہ دعا کر رہے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا

ترجمہ: اے اللہ ہماری پردہ پوشی فرما اور ہمیں خطرات سے امن دے۔

ان دعاؤں کے اثر سے دشمنوں کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی ان کے حوصلہ پست ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت تیز ہواؤں کا طوفان بھیجا جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے اور کھانے کا سامان خراب ہو گیا۔ ہر چیز خراب ہو گئی، ان کے اندر بے دلی اور بیزاری پیدا ہو گئی۔ اس حالت میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن یمان سے کفار کی خبر لانے کے لئے بھیجا۔ وہاں جا کر جب انہوں نے دیکھا تو منظر ہی بدلا ہوا تھا ہر چیز اجڑی ہوئی تھی۔

مشرکین مکہ بد دل ہو کر واپس جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ صبح تک میدان صاف ہو گیا اور دشمن بغیر کچھ حاصل کئے نامراد واپس چلے گئے۔ اللہ نے وعدہ پورا کیا کہ اس نے اپنے لشکر کو عزت بخشی اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے ہی سارے لشکروں کو شکست دی، چنانچہ آپ پھر واپس مدینہ منورہ آ گئے۔

مشرکین نے تقریباً ایک ماہ تک محاصرہ کیا تھا۔ یہ جنگ جان، مال و اسباب کی جنگ نہیں تھی بلکہ یہ اعصاب کی جنگ تھی جن میں مشرکین اور کفار کو بری طرح سے شکست ہوئی۔ اس کے بعد ان کے حوصلہ پست ہو گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہ چھوٹی سے طاقت جو مدینہ میں ترقی کر رہی ہے، اس کو ختم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جنگ احزاب میں جتنی بڑی طاقت سے

کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے اس سے بڑی طاقت حاصل کرنا اب عرب قبائل کے بس کی بات نہیں تھی۔

رسول اللہ (ﷺ) نے جنگ احزاب سے واپسی پر فرمایا! اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر چڑھائی نہ کریں گے اب ہمارا لشکر ان کی طرف جائے گا۔ (صحیح بخاری)

اس جنگ میں مسلمانوں کے نو صحابہ کرام نے شہادت پائی جن کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت انس بن اوسؓ، حضرت عبداللہ بن سہلؓ، حضرت طفیل بن نعمانؓ، حضرت ثعلبہ بن عمنہؓ، حضرت کعب بن زیدؓ، حضرت قیس بن زیدؓ، حضرت عبداللہ بن ابی خالدؓ اور حضرت ابوسنان بن سیفیؓ۔

غزوہٴ بنوقریظہ

غزوہ بنوقریظہ ذوالقعدہ 5 ہجری ، 627ء میں پیش آیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) غزوہٴ احزاب سے واپس آ کر ام المومنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر میں غسل فرما رہے تھے کہ حضرت جبرائیل (علیہ سلام) تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہتھیار رکھ دیئے حالانکہ فرشتوں نے اپنے ہتھیار ابھی نہیں رکھے، ہم قریش کا تعاقب کر کے واپس آ رہے ہیں۔ اٹھئے اور بنوقریظہ کی طرف چلیے، میں آگے آگے جا رہا ہوں ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کر دوں گا۔ ان کے دلوں میں رعب اور دہشت ڈال دوں گا۔ یہ کہہ کر جبرائیل علیہ سلام فرشتوں کو لے کر چلے گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان کروا دیا جو شخص اعلان سنے وہ عصر کی نماز بنوقریظہ پہنچ کر پڑھے۔ مدینہ منورہ کا انتظام ایک بار پھر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حوالے کیا اور حضرت علی مرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لشکر کا علم سپرد کیا جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنوقریظہ کے قلعوں کے قریب پہنچے تو انہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنوقریظہ کے علاقے میں ''انا'' نامی ایک کنواں ہے وہاں قیام فرمایا۔ عام اعلان کی وجہ سے لوگ بھی بنوقریظہ پہنچ رہے تھے، لوگ عصر کی نماز پڑھے بغیر بنوقریظہ پہنچنے لگے یہاں تک کہ عشاء کے وقت عصر کی نماز پڑھی گئی، کچھ لوگوں نے عصر کی نماز پڑھ لی تھی اس لئے کہ شاید رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جلدی جلدی وہاں پہنچنے کے لئے عصر کی نماز کا ذکر کیا تھا۔ لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں کے عمل کو درست فرمایا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنوقریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا لشکر میں صحابہؓ کی کل تعداد تین ہزار تھی۔ اس

میں تیس گھوڑے تھے، محاصرہ سخت ہوگیا تو بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد نے یہود کے سامنے تین تجویزیں رکھیں۔

(1) سب یہودی اسلام قبول کرلیں اور اپنی جان و مال اور بال بچوں کو محفوظ کرلیں کیونکہ یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے سچے نبی ہیں۔

(2) اپنے بیوی بچوں کو خود قتل کردیں اور تلوار لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف پوری قوت سے جا ٹکرائیں فتح ہو یا شکست۔

(3) رسول اللہ (ﷺ) پر ہفتہ کے دن بھرپور حملہ کردیں کیونکہ ان کو اطمینان ہوگا کہ آج ہم لڑائی نہیں کریں گے۔

لیکن کعب بن اسد کی تینوں تجویزیں منظور نہ ہوئیں اور اس نے جھلا کر کہا کہ تم میں سے کسی نے ماں کی کوکھ سے جنم لینے کے بعد ایک رات بھی ہوشمندی سے کام نہیں لیا۔

اب صرف ایک راستہ رہ گیا تھا کہ ہتھیار ڈال دیئے جائیں اور فیصلہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر چھوڑ دیا جائے۔ لیکن انہوں نے چاہا کہ ہتھیار ڈالنے سے پہلے مسلمانوں کے حلیفوں سے رابطہ قائم کریں تاکہ معلوم کرسکیں کہ ہتھیار ڈالنے کے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پیغام بھیجا کہ حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہمارے پاس بھیج دیں ہم ان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے حلیف تھے اور ان کے باغات اور اولاد اسی علاقے میں تھے۔

حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب وہاں پہنچے تو ان کو دیکھ کر وہ ان کی طرف دوڑ پڑے، ان کی عورتیں اور بچے ان کے سامنے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اس کیفیت پر حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رقّت طاری ہوگئی۔ انہوں نے ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ ہم نے مناسب سمجھا ہے کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے ہتھیار ڈال دیں جو فیصلہ وہ ہمارے متعلق کریں ہم قبول کرلیں۔ انہوں نے کہا! ہاں اور اس کے ساتھ انہوں نے حلق کی طرف اشارہ بھی کردیا، جس کا مطلب یہ تھا کہ ذبح کردیئے جائیں گے لیکن فوراً ہی خیال آیا کہ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ خیانت ہوگئی ہے۔ چنانچہ واپس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آنے کے بجائے سیدھے مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) گئے اور ایک ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا اور قسم کھائی کہ جب تک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ کھولیں گے میں بنوقریظہ کی سرزمین میں کبھی داخل نہ ہوں گا۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خبر ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے

فرمایا! ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اگر میرے پاس آجاتے تو میں ان سے درگذر سے کام لیتا لیکن اب انہوں نے جو کام کیا ہے اب جب تک اللہ کی طرف سے حکم نہ آجائے میں ان کو نہیں کھول سکتا۔

حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اشارے کے باوجود ان پر مسلمانوں کا اس قدر رعب پڑ چکا تھا کہ پھر بھی انہوں نے ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ برقرار رکھا حالانکہ ان کے پاس کھانے پینے کا وافر سامان تھا۔ مضبوط قلعوں میں محفوظ بیٹھے ہوئے تھے، دوسری طرف مسلمان کھلے آسمان میں سخت سردی میں ایک ماہ کی جنگ خندق کی مشقت کے بعد تھکے ماندے ہوئے تھے۔ اس پر رہی سہی کسر اس بات سے نکل گئی جب حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قلعہ کی دیواروں کے قریب گئے اور ان کو جنگ کے لئے للکارا۔

چنانچہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا عزم اور ان کی ہمت دیکھ کر انہوں نے فوراً اپنے آپ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالے کر دیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان سب کے ہاتھ باندھ دو، مردوں اور عورتوں اور بچوں کو الگ الگ کر دو۔ قبیلہ اوس کے لوگوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی کہ بنو قینقاع کے ساتھ جو سلوک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا آپ ﷺ کو یاد ہے بنو قینقاع ہمارے بھائی بنو خزرج کے حلیف تھے اور یہ لوگ ہمارے حلیف ہیں ان پر احسان فرمائیے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! کیوں نہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے معاملہ بنو اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حوالے کر دیا ان کے لوگوں نے کہا کہ ہم اس پر راضی ہیں۔

اس کہ بعد حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلوایا گیا، اس وقت وہ مدینہ منورہ میں تھے۔ جنگِ خندق میں ان کا بازو کٹ گیا تھا اس وجہ سے وہ زخمی تھے۔ انہیں ایک گدھے پر سوار کر کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جب وہ قریب پہنچے تو ان کے قبیلہ والوں نے ان کو گھیر لیا اور کہا کہ اپنے حلیفوں کے بارے میں احسان سے کام لیجئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آپ کو حکم (جج) بنایا ہے کہ آپ حسن سلوک کریں۔ مگر وہ چپ چاپ تھے کوئی جواب نہ دے رہے تھے۔ جب لوگوں نے ان سے گزارش کی بھرمار کر دی تو انہوں نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ ہو۔ یہ سن کر بعض لوگ اسی وقت مدینہ آگئے اور قیدیوں کی موت کی خبر پھیل گئی۔

حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچے تو آپ (ﷺ) نے

فرمایا! اپنے سردار کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ لوگوں نے ان کو ان کی سواری سے اتار لیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہ لوگ تمہارے فیصلہ کے انتظار میں ہیں۔ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! کیا میرا فیصلہ نافذ ہوگا۔ لوگوں نے کہا! جی ہاں۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں پر بھی، لوگوں نے کہا! جی ہاں۔ انہوں نے کہا کہ جو یہاں ہیں ان پر بھی، ان کا اشارہ رسول اللہ (ﷺ) کی طرف تھا۔ لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جلال اور تعظیم کی وجہ سے چہرہ دوسری طرف رکھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! جی ہاں مجھ پر بھی۔

حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ ان کے متعلق میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ عورتوں بچوں کو قید کر لیا جائے اور اموال تقسیم کر لئے جائیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فیصلہ انتہائی عدل وانصاف پر مبنی تھا اور آنے والوں کیلئے مثال تھی کہ غداروں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے کیونکہ بنو قریظہ نے مسلمانوں کی موت وحیات کے وقت بدعہدی کی تھی اور انہیں مسلمانوں کے بچ نکلنے کی بالکل امید نہیں تھی۔

انہوں نے مسلمانوں کے خاتمہ کے لئے ڈیڑھ ہزار تلواریں، دو ہزار نیزے، تین سو زرہیں اور پانچ سو ڈھالیں جمع کر رکھیں تھیں جو کہ بعد میں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔ بنو قریظہ کے تین لوگوں نے جو کہ ثعلبہ بن سعید، اسد بن عبید اور اسید بن سعید تھے اسلام قبول کر لیا تھا اور اس بدعہدی میں شریک نہیں ہوئے تھے تو ان کو جانے دیا گیا۔

اس فیصلہ کے بعد بنو قریظہ کے لوگوں کو مدینہ لایا گیا اور بنو نجار کی ایک عورت جو حارث کی صاحبزادی تھیں ان کے گھر میں قید کر دیا گیا اور مدینہ کے بازار میں خندقیں کھودی گئیں پھر ایک ایک جماعت کر کے لے جایا گیا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں ماردی گئیں۔ کاروائی شروع کرنے کے بعد باقی ماندہ لوگوں سے ان کے سردار کعب بن اسد نے پوچھا کہ کیا اندازہ ہے۔ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے، اس نے کہا کہ کیا تم کسی بھی جگہ سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ دیکھتے نہیں پکارنے والا پکارنے سے نہیں رک رہا ہے اور جانے والا واپس نہیں آرہا ہے یہ خدا کی قسم قتل ہے۔ بہر کیف ان سب کو جن کی تعداد تقریباً سات سو تھی گردنیں مار کر قتل کر دیا گیا۔ بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب جو فساد کی جڑ تھا وہ بھی بنو قریظہ کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے کے لئے ان کے ساتھ شامل تھا وہ بھی اس وقت ان قیدیوں میں تھا، اس کی بھی گردن ماردی گئی۔

بنو قریظہ کے مالِ غنیمت میں (1500) پندرہ سو تلواریں، (300) تین سو زرہیں، (2000) دو ہزار نیزے،

(5) ڈھالیں اور بے شمار اونٹ ہاتھ آئے۔ ان اموال کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خمس نکال کر تقسیم کر دیا۔ شہسوار کو تین حصے دیئے ایک حصہ اس کا اور دو گھوڑے کے اور پیدل کو ایک حصہ دیا گیا۔ قیدیوں اور بچوں کو حضرت سعد بن زید انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نگرانی میں نجد بھیج دیا گیا ان کے عوض گھوڑے اور ہتھیار خرید لئے۔ اس پورے واقعہ میں عورتوں میں صرف ایک عورت کو قتل کیا گیا۔ جس کا جرم یہ تھا کہ اس نے چھپ کر چکّی کا پاٹ گرایا تھا جس سے ضلاد بن سویدؓ شہید ہو گئے تھے۔ ابن ہشام نے اس عورت کا نام بُنانہ لکھا ہے۔ یہ حکم قرظی کی بیوی تھی۔ (عیون الاثر)

حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت

بنو قریظہ کا کام تمام ہونے کے بعد حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی دعا کی قبولیت کا وقت آ گیا ان کے جو زخم لگا تھا وہ پھٹ گیا۔ وہ اس وقت مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تھے۔ ان کے لئے رسول اللہ (ﷺ) نے وہاں ہی خیمہ لگا دیا تھا تاکہ لوگ ان کی عیادت کر سکیں۔ وہاں قریب بنو غفار کے بھی خیمے تھے انہوں نے دیکھا کہ ان کے خیمہ سے خون باہر آ رہا ہے تو دیکھا کہ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا خون بہہ رہا ہے اور ان کی موت واقع ہو چکی ہے۔ (صحیح بخاری)

صحیحین میں حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی موت سے رحمان کا عرش ہل گیا۔ جب حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا جنازہ اٹھایا گیا تو بے حد ہلکا تھا جس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے جنازے میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی جو اس سے قبل زمین پر نہیں آئے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ)

حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قبولیتِ دعا

حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے رسول اللہ (ﷺ) کا راز فاش کرنے کی جو غلطی ہوئی تھی اس کی وجہ سے انہوں نے اپنے آپ کو سزا دینے کے طور پر مسجد نبوی (ﷺ) کے ایک ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اب تم نے خود فیصلہ کر لیا تو اب اللہ تمہارا فیصلہ کرے گا۔ وہ چھ رات مسلسل ستون سے بندھے رہے، نماز کے وقت ان کی بیوی ستون سے کھول دیتی اور فارغ ہونے کے بعد پھر بندھ جاتے تھے۔ اس کے بعد صبح کے وقت ان کی توبہ نازل ہوئی اس وقت آپ ﷺ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے حجرے میں تھے۔ حضرت ابولبابہ (رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) کا بیان ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی اور کہا کہ ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری دعا قبول کر لی ہے، یہ سن کر صحابہ کرامؓ ان کو کھولنے کے لئے دوڑے۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ انہیں رسول اللہ (ﷺ) کے سوا کوئی نہ کھولے، چنانچہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نمازِ فجر کے لئے نکلے اور وہاں سے گزرے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں کھول دیا۔

غزوۂ غابہ (غزوۂ ذی قرد)

غزوہ خندق کے بعد رسول اللہ ﷺ کو یہ احساس ہوا کہ اس وقت پورے خطہ کے کفار و مشرکین مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہو گئے ہیں۔ سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ ان کے اس اتحاد کو توڑا جائے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بنوغطفان کے سردار عینیہ بن حصن فزاری کے کچھ خاص لوگوں کو مذاکرات کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کر لیا۔ بنوغطفان کے سردار عینیہ بن حصن فزاری اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کامیاب مذاکرات ہوئے۔ عینیہ بن حصن فزاری مدینہ منورہ کے نخلستان سے پیدا ہونے والی کھجوروں کا ایک تہائی حصہ لے کر قریش سے الگ ہونے پر راضی ہو گیا۔ اس دوران ایک معاہدہ تحریر بھی کر لیا گیا جسے حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔ لیکن یہ معاہدہ اس شرط پر ہوا تھا کہ اگر بنواوس اور بنوخزرج کے سردار اس معاہدے پر راضی ہوں گے تو معاہدہ تصدیق کے ساتھ طے پا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے اوراور خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ کو طلب کیا اور انہیں سارے صورت حال سے مطلع کیا اور ان کی رائے معلوم کی۔ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ (ﷺ) یہ آپ (ﷺ) کا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں، بلکہ یہ ایک جنگی چال ہے، دراصل میں دشمن کی طاقت کو توڑنا چاہتا ہوں، اس لئے کہ انہوں نے تمہارے خلاف اتحاد کر لیا ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ کی مرضی اسی میں ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر آپ ﷺ یہ سب اس لئے کر رہے ہیں کہ ہم دشمن کی طاقت سے خائف ہو کر یہ معاہدہ کر رہے ہیں تو ہمیں یہ معاہدہ قبول نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کل تک جب ہم جاہلیت میں مبتلا تھے اور اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی عزت سے بھی نہیں نوازا تھا تب بھی یہ لوگ ہم سے کھجور کا ایک دانہ بھی چھین کر نہیں لے جا سکتے تھے سوائے اس کے کہ وہ خرید لیں یا ہمارے مہمان ہوں اور ہم انہیں اپنے ہاتھ سے پھل پیش کریں۔

یا رسول اللہ ﷺ! اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی عزت سے نوازا ہے اور اللہ کے رسول (ﷺ) خود ہمارے درمیان موجود ہیں تو اللہ کی قسم! ہم انہیں تاوان کے طور پر کھجور کا ایک دانہ بھی نہیں دیں گے۔ ہمیں اپنی تلواروں پر بھروسہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنے جانثاروں کی غیرت ایمانی کی یہ ادا بہت پسند آئی اور آپ ﷺ نے فرمایا! اب تم وہی کرو کس کو تم بہتر سمجھتے ہو۔

حضرت سعد بن عبادہ ؓ اور حضرت سعد بن معاذ ؓ اس خیمہ میں گئے جہاں بنو غطفان کے سردار بیٹھے ہوئے بنو اوس اور بنو خزرج کے فیصلے کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے عینیہ بن حصن فزاری سے کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ، واللہ! ہم تمہیں تاوان میں کھجور کا ایک دانہ بھی نہیں دیں گے بلکہ تمہارے لئے ہمارے پاس صرف تلوار ہے جو تمہارے خون کی پیاسی ہے۔ عینیہ بن حصن فزاری کو ان کا اس لہجے میں بات کرنا بالکل پسند نہیں آیا، اس نے کہا کہ میں اس ذلت کی گھڑیوں کو کبھی نہیں بھولوں گا اور وہ غصہ میں اپنی لشکر گاہ کی طرف چلا گیا۔

عینیہ بن حصن فزاری کے دل میں مسلمانوں کے خلاف بغض کو پہلے ہی سے تھا اور مسلمانوں نے اس کی جو توہین کی تھی اس کا بدلہ لینے کے لئے وہ سخت بے چین تھا۔ اس کے پاس اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ کھلے میدان میں مسلمانوں سے جنگ کر سکے لیکن اس کا بغض اور کینہ اسے چین نہیں لینے دے رہا تھا۔ اس نے ایک بزدلانہ حرکت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی چراہ گاہ پر حملہ کر دیا۔ مدینہ منورہ سے باہر ایک سرسبز چراہ گاہ تھی جس کا نام " غابہ " تھا، وہاں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیاں چرتی تھیں۔ بنو غفار کا ایک شخص اور اس کی بیوی اونٹنیوں کی حفاظت کرتے تھے، ان اونٹنیوں کا دودھ دوھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

غزوۂ غابہ (غزوۂ ذی قرد) ربیع الثانی ۶ھ / اگست ۶۲۷ء میں پیش آیا۔ اس غزوۂ کے ہیرو حضرت سلمہ بن اکوع ؓ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے اپنی اونٹنیاں اپنے غلام رباح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ایک چرواھے کے ساتھ چرنے کے لئے بھیجی تھیں اور میں بھی حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا گھوڑا لئے ان کے ساتھ تھا کہ اچانک عینیہ بن حصن فزاری نے چالیس سواروں کے ساتھ اس چراہ گاہ پر حملہ کر دیا، چرواہے کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی کو اٹھا کر لے گیا اور ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کی تمام اوٹنیاں بھی ہانک کر لے گیا۔ میں نے رباح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ یہ گھوڑا لو اور ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پہنچا دو اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خبر کر دو، پھر میں نے مدینہ کی طرف جا کر روائتی انداز سے مدینہ والوں کو حملہ کی اطلاع دی اور پھر حملہ آوروں کے پیچھے چل پڑا، ان پر تیر برسانے شروع کئے۔

اگر ان کا کوئی سردار میری طرف بڑھتا تو میں چھپ جاتا، جب وہ پہاڑ کے تنگ راستے میں داخل ہوئے تو میں پہاڑ پر چڑھ کر ان پر تیر اور پتھر برسانے لگا۔ یہاں تک کہ انہوں نے رسول اللہ (ﷺ) کی جتنی اونٹنیاں پکڑی تھیں وہ سب چھوڑ دیں اور انہوں نے بھاگنے کے لئے اپنا سامان بھی وزن ہلکا کرنے کے لئے پھینک دیا، میں ایک پہاڑ پر بیٹھ گیا تو رسول اللہ (ﷺ) اور ان کے سواروں کو آتے ہوئے دیکھا۔

اللہ تعالیٰ کی زمین پر یہ معرکہ لڑا جا رہا تھا جہاں ایک طرف ایک تیر انداز تھا اور دوسری طرف سواروں کا پورا دستہ تھا، وہ زمین پتھریلی تھی، وہاں اونچی نیچی پہاڑیاں تھیں اور درخت تھے، یہ ساری چیزیں حضرت سلمہ بن اکوع ؓ کی مدد کر رہی تھیں۔ کیونکہ جب دشمن کے سوار مڑ کر ان پر حملہ آور ہوتے تو یہ بھاگ کے کسی ٹیلے یا درخت کے پیچھے چھپ جاتے تھے اور جوں ہی کوئی دشمن ان کے تیر کے نشانے پر آتا تو یہ اس پر تیر چلا دیتے یا تو وہ مر جاتا یا زخمی ہو جاتا۔ تیر چلاتے وقت آپ چیخ کر فرماتے! یہ لے میرا تیر میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔

جن میں حضرت اخرم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن اسود آگے آگے تھے۔ حضرت اخرم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قریب پہنچ کر فزاری کے گھوڑے کو زخمی کر دیا۔ لیکن عینیہ نے نیزا مار کر حضرت اخرم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کر دیا۔ اس دوران حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کے قریب پہنچ گئے اور نیزہ مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ پھر ہم نے اس کے ساتھیوں کو پیچھے بھگانا شروع کیا۔ سورج ڈوبنے سے پہلے وہ ایک گھاٹی میں پہنچے جس میں ذی قرد نام کا ایک چشمہ تھا۔ وہ لوگ پیاسے تھے اور پانی پینا چاہتے تھے لیکن میں مسلسل ان کا پیچھا کرتا رہا اور ان کو ایک قطرہ بھی پانی کا نہیں پینے دیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے شہسواروں کے ساتھ سورج ڈوبنے کے بعد میرے پاس پہنچ گئے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ سب پیاسے تھے اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے سو آدمی دے دیں تو میں زین سمیت ان سے تمام گھوڑے چھین کر لے آؤں اور ان کی گردنیں پکڑ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پیش کر دوں۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے اکوع کے بیٹے! اب تم ان پر قابو پا گئے ہو تو ان سے نرمی سے کام لو۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ بنوغطفان میں ان کی مہمان نوازی ہو رہی ہے۔

اس غزوہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اس غزوہ میں سب سے بہتر سوار حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور سب سے بہتر پیادہ حضرت سلمہ بن اکوع ؓ ہیں۔ حضرت سلمہ بن اکوع ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے خوش ہوکر مدینہ واپس جاتے وقت مجھے اپنی اونٹنی عضباء پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ اس غزوہ میں جاتے وقت رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں حضرت ابن ام مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حاکم بنا کر گئے تھے اور اس غزوہ میں پرچم حضرت مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عمرو کے ہاتھ میں تھا۔ (فتح الباری)

غزوۂ بنولحیان

بنولحیان وہی قبیلہ کے لوگ تھے جنہوں نے رجیع کے مقام پر دس صحابہ کو دھوکہ سے گھیر کر آٹھ کو قتل کر دیا تھا اور دو کو مکہ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ جہاں وہ بے دردی سے قتل کر دیئے گئے۔ ان کا علاقہ حجاز کے اندر بہت دور حدودِ مکہ سے قریب تھا۔ اس وقت مسلمانوں میں قریش اور اعراب سے کشمکش چل رہی تھی۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ اس وقت ان پر ہاتھ ڈالنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن جب کفار کے مختلف گروپوں میں پھوٹ پڑ گئی تھی اور وہ آپس میں کمزور ہو گئے تھے۔ حالات کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے سوچا کہ اب بنولحیان سے رجیع کے مقتولین کا بدلہ لینے کا وقت آ گیا ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے ربیع الاول یا جمادی الاولیٰ 6 ھ / ۶۲۷ء کو دو سو صحابہؓ کو ساتھ لے کر ان سے نپٹنے کا پروگرام بنایا۔ مدینہ منورہ میں حضرت ابن ام مکتومؓ کو اپنا جانشین بنا کر یہ ظاہر کیا کہ ملک شام کا ارادہ ہے۔ اس کے بعد یلغار کرتے ہوئے امج اور عسفان کے درمیان بطن عزان نامی ایک وادی جہاں آپ ﷺ کے صحابہؓ کو شہید کیا گیا تھا پہنچے اور ان کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعائیں کیں۔ ادھر بنولحیان کو آپ ﷺ کے آنے کی خبر ہو گئی۔ اس لئے وہ پہاڑ کی چوٹی کی طرف نکل گئے اور کوئی آدمی گرفتار نہ ہو سکا۔

آپ ﷺ نے ان کی سرزمین پر دو روز قیام فرمایا۔ اس دوران ان کی تلاش میں دستے بھیجے لیکن وہ نہ مل سکے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے بنو عسفان سے نپٹنے کا کا ارادہ کیا۔ وہاں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سربراہی میں دس شہسوار **کراغ الغمیم** بھیجے تا کہ قریش کو بھی آپ ﷺ کی آمد کی خبر نہ ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا! ہم رجوع کرنے والے اور توبہ کرنے والے ہیں، اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور حمد کرنے والے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے، آپ ﷺ (۱۴) چودھا دن مدینہ سے باہر گزار کر مدینہ واپس آ گئے۔

صلح حدیبیہ

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا خواب:

صلح حدیبیہ کا وقعہ ذو القعدہ 6 ہجری، 628ء میں پیش آیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو مدینہ میں رہتے ہوئے چھ سال ہو گئے تھے صحابہ کرامؓ اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مکہ نہ جا سکے نہ حج عمرہ کر سکے۔ دلی خواہش ہونے کے باوجود حالات کی خرابی کی وجہ سے ممکن نہیں ہو رہا تھا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے خانہ کعبہ کی چابیاں لی ہیں اور صحابہؓ سمیت بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کیا۔ پھر کچھ لوگوں نے سر منڈ وائے اور کچھ لوگوں نے بال کٹوائے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ کو خواب کی اطلاع دی کیونکہ یہ نبی ﷺ کا خواب تھا اس لئے سب کو بے حد مسرت ہوئی۔ انہوں نے یہ ہی سمجھا کہ اسی سال ہمیں یہ سعادت نصیب ہوگی تو صحابہ کرامؓ نے بھی عمرے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس خواب کی صداقت کی طرف اللہ نے بھی اشارہ فرمایا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے۔

لَقَدْصَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّ ءْيَا بِا لْحَقِّ ج لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَالْحَرَامَ

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ لا مُحَلِّقِيْنَ رَئُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لا لَا تَخَفُوْ نَ ط

فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا o(٢٧)

(سورۃ الفتح۔ ٢٧)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالی نے اپنے رسول کو خواب سچا دکھایا کہ ان شاءاللہ تم یقیناً پورے امن وامان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے سر منڈ واتے ہوئے اور سر کے بال کتر واتے ہوئے (چین کے ساتھ) نڈر ہو کر۔ وہ ان امور کو جانتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے۔ پس اس نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح تمہیں میسر کی۔

عمرہ کے لئے سفر کی تیاری اور روانگی:

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں صحابہ کرام ؓ بھی جوش وخروش سے عمرے کے لئے جانے کی تیاریاں کرنے لگے آس پاس کے قبائل میں بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان کر دیا کہ جو ہمارے ساتھ عمرے کیلئے جانا چاہتا ہے وہ ہمارے ساتھ آ سکتا ہے۔ لیکن ان لوگوں کو محسوس ہو رہا تھا کہ یہ لوگ موت کے منہ میں جا رہے ہیں کیونکہ بظاہر حالت کچھ اسی طرح کے تھے لیکن صحابہ کرام ؓ کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے خواب پر پورا یقین تھا۔ اس لئے آس پاس کے کم ہی لوگ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ آئے۔

حضرت محمد بن عمرؓ اور ابن سعد کا قول ہے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابن ام مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا اور نماز پڑھانے کے لئے مقرر کیا اور حضرت ابو رھم کلثوم بن حصین کو ان کی مدد کے لئے مدینہ کی حفاظت کے لئے مقرر کیا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یکم ذوالقعدہ 6ھ ہجری پیر کے روز مدینہ سے روانہ ہوئے۔ روانگی سے پہلے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے گھر کے اندر غسل فرمایا پھر دو کپڑے (چادر اور لنگی) پہنے اور دروازے کے پاس اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے جس کا نام قصویٰ تھا اور امہات المومنین ؓ میں سے حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھیں آس پاس کے لوگ بھی قافلے میں ساتھ تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اسلحہ نہیں لیا تھا صرف اپنی حفاظت کی تلواریں ساتھ تھیں اور قربانی کے جانور تھے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ہدی (ہدی۔ قربانی کے جانور کو کہتے ہیں) کو قلاوے پہنائے۔ اونٹوں کے کوہان چیر کر قربانی کے جانور کا مخصوص نشان لگایا۔ ذوالحلیفہ میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ظہر کی نماز پڑھی۔ قافلے میں 14 سو اصحابؓ تھے، جن میں دو سو گھوڑے بھی تھے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے آگے ایک صحابی بسر بن سفیانؓ کو قریش کی خبریں لینے کے لئے بھیج دیا اور حضرت عباد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن بشیر کو بیس سواروں کے ساتھ ہراول دستہ کے طور پر آگے روانہ کیا پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دو رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ کی مسجد کے دروازے پر اونٹنی جو کہ قبلہ رخ تھی اس پر سوار ہوئے۔ عمرے کا احرام باندھا اور تلبیہ پڑھا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جنگ کیلئے نہیں بلکہ کعبہ کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بعد تمام صحابہ کرامؓ اور ام امومنین حضرت. ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے بھی عمرے کا حرام باندھ لیا اور کچھ صحابہؓ نے **جحفہ** پہنچ کر احرام باندھا۔

حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) بیداء کے راستہ پر چلتے ہوئے قبائل بنوبکر، مزینہ، جہنیہ کی آبادیوں کے پاس سے گزر کر جحفہ پہنچے اور ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ وہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جاؤں گا ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت اگر تم ان کو پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ (بحوالہ بخاری و مسلم)

قریش کا ردعمل:

قریش والوں کو جب رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ارادوں کی اطلاع ملی تو وہ سخت پریشان ہو گئے کیونکہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) لڑنے نہیں آ رہے تھے اور حرمت والے مہینوں میں آ رہے تھے قریش کے لوگ ان کو روکنا چاہتے تھے۔ لیکن عرب کا سالوں سے دستور تھا کہ نہ وہ عمرہ اور حج کرنے والوں کو روک سکتے ہیں نہ حرمت والے مہینوں میں کسی پر پابندی لگا سکتے ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں پر حملہ کرتے ہیں تو دوسرے تمام قبائل ہمارے دشمن ہو جائیں گے کیونکہ یہ روایت کے خلاف ہوگا اور اگر محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنے تمام اصحابؓ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوتے ہیں اور عمرہ کرتے ہیں تو اس کو ان کی کمزوری سمجھا جائے گا اور ان کی انا بھی آڑے آ رہی تھی۔

ادھر مسلمان جب عسفان پہنچے تو مسلمانوں کے مخبر نے خبر دی کے قبیلہ کعب بن لوی والوں نے حلیف قبائل کو جمع کر لیا ہے اور ہر حالت میں بیت اللہ جانے سے روکنا چاہتے ہیں اور انہوں نے مقام ذی طویٰ میں پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔ دوسو نوجوان کا ایک دستہ خالد بن ولید (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی سربراہی میں کراغ الغمیم بھیج دیا ہے۔

خالد بن ولید نے ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں سے وہ مسلمانوں کو دیکھ سکتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ مسلمان نماز پڑھ رہے ہیں رکوع سجدے کر رہے ہیں۔ انہوں نے سوچا یہ بڑا اچھا موقعہ ہے مسلمان غافل تھے ان پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مسلمان نماز پڑھ چکے تھے اب انہوں نے سوچا کہ جب یہ عصر کی نماز پڑھیں گے تو ان پر غفلت کی حالت میں دھاوا بول دیں گے لیکن عصر کے وقت مسلمانوں نے صلوٰۃ الخوف پڑی جس کی وجہ سے وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

رسول اللہ ﷺ کی ٹکراؤ سے بچنے کی کوشش:

قریش نے مسلمانوں کے قافلے کی نقل و حمل پر نظر رکھنے کیلئے پہاڑوں پر دس جاسوس بیٹھا دیئے دور والا جب کچھ حرکت دیکھتا تو پکار کر دوسرے کو بتا تا وہ تیسرے کو اس طرح قریش تک خبر پہنچ جاتی تھی۔

(مظہری)

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بسر بن سفیانؓ کی ذمہ داری ان کی نقل و حمل معلوم کرنے کی لگائی تھیں وہ ان کی تمام خبریں رسول اللہ (ﷺ) کو بتا رہے تھے، راستے میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ حضرت مسور بن مخرمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور مروان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) حدیبیہ میں تشریف لے جا رہے تھے تو رستہ میں ایک جگہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خالد بن ولید قریش کے سواروں کے ساتھ مقام غمیم میں ہیں اس لئے تم دائیں طرف چلو جو ثنیہ المرار پر نکلتا تھا تا کہ خالد کو نہ معلوم ہو سکے لیکن قافلہ کے چلنے کی وجہ سے گرد و غبار سے ان کو خبر ہوگئی انہوں نے فوراً قریش کو اطلاع کر دی۔

(بخاری)

اونٹنی قصویٰ کا بیٹھ جانا:

حضرت مسورؓ سے مروی ہے کہ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس پہاڑ پر پہنچے جس کے اوپر ہو کر مکہ میں داخل ہو جاتے ہیں تو آپ ﷺ کی اونٹنی بگڑ گئی لیکن رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اونٹنی بگڑی نہیں ہے نہ اس کی یہ عادت ہے اس کو اس ذات نے روکا ہے جس نے ابرھہ کو روکا تھا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر قریش مجھ سے ایسی بات کا سوال کریں گے جس میں اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کی تعظیم ہو تو ان کی یہ بات میں منظور کر لوں گا۔

پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اونٹنی کو ڈانٹا تو اونٹنی فوراً اچھل کر کھڑی ہوگئی اور رخ موڑ کر دوسری طرف چل دی اور حدیبیہ کے آخری کنارے پر پہنچ کر اقصائے حدیبیہ میں ایک چشمہ پر تھوڑا سا پانی تھا وہ اس نے پیا۔ اس جگہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے قیام کیا۔ (بخاری)

چشمے کا پانی بڑھ جانا:

جس چشمے پر اونٹی نے پانی پیا تھا اس میں بہت تھوڑا پانی تھا۔ صحابہ کرامؓ تھوڑا تھوڑا سا پی رہے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے پیاس کی شکایت کی، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور ارشاد فرمایا کہ اس کو گڑھے کے پانی میں گاڑ دو۔ اللہ کی قسم! اسی وقت پانی نے جوش مارا اور سب لوگوں نے خوب سیراب ہو کر پیا۔ (بخاری)

بدیل بن ورقاء سے رابطہ:

بدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلہ خزاعہ کے چند افراد کے ساتھ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اہل تہامہ میں یہی قبیلہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے خیر خواہوں میں تھا۔ بدیل نے کہا کہ کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو میں نے حدیبیہ کے چشموں پر دیکھا ہے۔ وہ اونٹنیوں کے ساتھ ہیں اور لمبے عرصے تک ٹھہرنے کے ارادے سے آئے ہیں اور وہ لوگ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بیت اللہ جانے سے روکنے اور جنگ کے ارادے سے آئے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ہم عمرہ کرنے کے ارادے سے آئے ہیں جنگ کرنے نہیں آئے۔ مسلسل جنگ کی حالت میں رہنے سے قریش کمزور ہو گئے تھے اور انہوں نے بہت نقصان بھی اٹھایا تھا۔ اگر وہ چاہیں تو میں ان سے ایک مدت تک کیلئے معاہدہ کر سکتا ہوں کہ وہ میرے اور دوسرے عرب قبائل کے درمیان سے ہٹ جائیں اگر میں غالب آجاؤں تو ان کو اختیار ہوگا کہ اسلام قبول کر لیں اور اگر میں ناکام ہو گیا تو ان کی مراد ویسے ہی پوری ہو جائے گی۔ اور اگر وہ یہ بھی قبول نہ کریں تو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں یہ دین کا کام کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ اکیلا رہ جاؤں اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضرور نافذ کر کے رہے گا۔

آپ ﷺ کی گفتگو سن کر بدیل نے کہا کہ میں یہ باتیں قریش کو پہنچا دوں گا۔ چنانچہ اس نے قریش سے کہا کہ ہم لوگ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے آ رہے ہیں۔ ہم نے ان سے کچھ گفتگو سنی ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔ ان کے بے وقوف نوجوانوں نے کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں مگر ان کے جو سمجھدار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ ہاں بیان کرو۔ انہوں نے کیا گفتگو کی تو بدیل نے وہ تمام باتیں ان لوگوں کو بتا دی جو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے سامنے کی تھیں۔ (بخاری)

بدیل کی باتیں سن کر بنو کنانہ کے حلیس بن علقمہ نامی شخص نے کہا کہ میں جا کر معاملہ کی حقیقت معلوم کر کے آتا ہوں، رسول اللہ (ﷺ) نے اس کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ یہ قربانی کے جانور (ہدی) کا بہت احترام کرتا ہے، اپنے جانور کھڑے کر دو۔ جب وہ قریب آیا اور ہدی کے جانور دیکھے تو بولا سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ سے ہرگز نہیں روکنا چاہئے اور وہ واپس اپنے لوگوں میں گیا اور کہا کہ میں نے ہدی کے جانور دیکھے ہیں جن کے گلوں میں قلاوے ہیں اور ان کے کوہان چیرے ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ کسی طرح سے مناسب نہیں کہ ان لوگوں کو بیت اللہ آنے سے روکا جائے۔ لیکن کچھ لوگوں نے اس کی گفتگو کو پسند نہیں کیا۔ اس پر عروہ بن مسعود نے کھڑے ہو کر کہا کہ ایک آدمی نے اچھی تجویز دی ہے اسے قبول کرلو۔ لوگوں نے عروہ بن مسعود سے کہا کہ تم جا کر محمد (ﷺ) سے بات کرو۔

عروہ بن مسعود کی گفتگو:

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں عروہ بن مسعود آئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے وہی گفتگو کی جو بدیل سے کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنی ہی قوم کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور کیا آپ ﷺ سے پہلے کسی عرب نے اس طرح کیا ہے اور اگر دوسری صورت پیش آئی تو میں آپ (ﷺ) کے ساتھ ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو آپ (ﷺ) کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ جس پر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غصہ میں آگئے۔ اس پر عروہ نے کہا کہ ان کے میرے اوپر احسان ہیں ورنہ میں ان کی بات کا جواب دیتا۔

حضرت مسور بن مخرمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ عروہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے گفتگو کرنے لگا اور گفتگو کے درمیان وہ بار بار رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کھڑے تھے ان کے پاس تلوار تھی سر پر خود تھا جب عروہ داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتا تو ان کا ہاتھ تلوار پر جاتا پھر انہوں نے غصہ سے عروہ کو بولا کہ ہاتھ پیچھے رکھ کر بات کرو۔ کسی مشرک کو زیب نہیں دیتا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو مَس کرے عروہ نے سر اٹھا کر پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں، عروہ کی ان سے پہلے سے رنجش تھی۔

حضرت مسور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ عروہ اپنی آنکھ سے صحابہ کرامؓ کی حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے عقیدت دیکھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے دیکھا کہ رسول اللہ (ﷺ) تھوکتے ہیں تو وہ بھی صحابہؓ میں سے کوئی اپنے ہاتھوں میں لے کر چہرے پر مل لیتا ہے۔ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) صحابہؓ کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ بلا تامل فوراً اس کو کرنے کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے وضو کا پانی گرنے سے پہلے صحابہؓ اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں آپ ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔

پھر عروہ جب اپنے لوگوں میں گیا تو اس نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا کی قسم! میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں قیصر و کسری اور نجاشی کے دربار میں نے دیکھے ہیں لیکن عقیدت، محبت، تعظیم اور اطاعت کا جو منظر میں نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ہاں دیکھا وہ اور کہیں نہیں دیکھا۔ اس نے کہا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ایک اچھی تجویز دی ہے اسے قبول کرلو۔ (بخاری)

حضرت عثمان غنیؓ کی پیغام رسانی:

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قریش مکہ کی طرف پیغام دے کر روانہ کیا اور ان کو کہلا بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے صرف عمرہ کرنے آئے ہیں اور کہا کہ ان کو اسلام کی دعوت دو اور وہاں کے موجود مسلمانوں کو یہ خوشخبری بھی سنا دو کہ عنقریب اللہ کا دین مکہ میں غالب آئے گا اور یہاں پر ایمان پوشیدہ رکھنے کی ضرورت نہ رہے گی اور نہ چھپ کر رہنا ہوگا۔ (ابن ہشام)

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مقام بلاح میں ان لوگوں کے پاس پہنچے جو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا راستہ روکنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ بلاح والوں نے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! مجھے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بھیجا ہے کہ تمہیں اسلام کی دعوت دوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤں اور تم سب اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو جاؤ کیونکہ یہ دین ضرور غالب ہو کر رہے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ضرور عزت عطا فرمائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) لڑنے نہیں آئے ہیں عمرہ کرنے آئے ہیں۔ ان کے ساتھ قربانی کے جانور ہیں جن کے گردنوں میں قلاوے پڑے ہوئے ہیں اور قربانی کے بعد وہ واپس چلے جائیں گے۔ یہ سن کے

انہوں نے کہا کہ تم نے جو کچھ کہا ہم نے سن لیا لیکن ہم ان کو ایسا کرنے نہیں دیں گے۔ ان کی یہ بات سن کر حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مکہ کی طرف جانے لگے تو ابان بن سعید (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) نے ان کو خوش آمدید کہا اور کہا کہ آپؓ میری حفاظت میں مکہ میں داخل ہوں۔ وہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ان کی اونٹنی پر بیٹھ گیا۔

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مکہ جا کر تمام سرداروں سے بات کی لیکن کوئی بھی رسول اللہ (ﷺ) کے مکہ میں داخلے کے حق میں نہیں تھا پھر حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسلمان مردوں اور عورتوں کے پاس گئے اور ان کو مکہ میں اسلام کے غلبہ کی بشارت سنائی۔ قریش نے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ ہم آپؓ کو اجازت دیتے ہیں کہ اگر آپؓ چاہیں تو طواف کر سکتے ہیں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ جب تک رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) طواف نہ کرلیں میں طواف نہیں کروں گا۔ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مکہ میں تین دن رہے۔

حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اوس بن خولی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، عباد بن بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو رات کے پہرے پر مقرر کیا۔ یہ لوگ باری باری پہرہ دیتے تھے ایک رات جب حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مکہ میں تھے تو قریش کے پچاس آدمی مکرز بن حفص کی قیادت میں مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف آئے انہوں نے اردگرد چکر لگائے کہ مسلمان غافل ہیں یا چوکنا ہیں۔ اس وقت حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پہرہ دے رہے تھے انہوں نے سب کو پکڑ کر رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مکرز بن حفص کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ بدکار اور غدار ہے وہ سچ ثابت ہوا۔ قریش نے جب مکرز اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری کی خبر سنی تو انہوں نے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ایک مسلمان جماعت کو گرفتار کرلیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی افواہ اور بیعتِ رضوان:

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو یہ خبر (افواہ) ملی کہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مکہ والوں نے شہید کر دیا یہ سن کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جب تک میں ان سے بدلہ نہ لے لوں یہاں سے حرکت نہیں کروں گا پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کی خبر سن کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ سے جہاد کی بیعت لی اور یہ کوئی معمولی بیعت نہیں تھی، صحابہ کرامؓ بیعت کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے، اس بات پر کہ میدان چھوڑ کرنہیں بھاگیں گے۔ جماعت نے موت پر بیعت کی کہ مرجائیں گے میدان سے نہیں بھاگیں گے۔ سب سے پہلے ابو سنان بن اسدیؓ نے بیعت کی حضرت سلمہ بن اکوع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تین بار بیعت کی۔ اس بیعت میں مسلمانوں کی تعداد چودھا سو (1400) تھی۔ ان کے پاس کسی قسم کا جنگی سامان بھی نہ تھا پھر اپنے گھربار سے ساڑھے تین سومیل دور تھے دوسری طرف مشرکین اپنے شہر اور گھروں میں تھے پوری طاقت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرسکتے تھے۔ آس پاس کے قبائل کو بھی اپنا حلیف بنا کر اپنے ساتھ جنگ میں لاسکتے تھےلیکن مسلمانوں نے جس اخلاص، ایمان اور اللہ کے راستہ میں جان کی بازی لگا دینے کی مثال پیش کی اس کا کوئی ثانی نہیں۔ تمام لوگوں نے بیعت کی سوائے ایک منافق کے جس کا نام جد بن قیس تھا۔ پھر آپ (ﷺ) نے اپنے ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا یہ بیعت حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف سے ہے۔ یہ بیعت جو ایک درخت کے نیچے ہوئی، حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا بازو تھامے ہوئے تھے۔ حضرت معقل بن یسار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے درخت کی ٹہنیاں پکڑ کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اوپر سے ہٹا کر رکھی ہوئی تھیں، اس بیعت کا نام بیعتِ رضوان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا!

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا
فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۙ
وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَۃً یَّاْخُذُوْنَھَا ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا O

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کرلیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا۔ اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔ (۱۸) اور بہت سی غنیمتیں جنہیں وہ حاصل کریں گے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

(سورۃ الفتح۔۱۹۔۱۸)

بیعت مکمل ہونے کے بعد حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صحیح سلامت واپس پہنچ گئے۔ صحابہؓ نے ان سے پوچھا کہ تم نے طواف کرلیا اس پر حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ تم نے میرے بارے میں غلط گمان کیا۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے ایک سال تک بھی موقع ملتا اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حدیبیہ میں رکے رہتے تو میں رسول اللہ ﷺ کے بغیر طواف نہ کرتا۔ قریش نے مجھے طواف کرنے کو کہا مگر میں نے انکار کر دیا۔ (زاد المعاد)

قریش مکہ سے مذاکرات:

قریش کو جب مسلمانوں کی بیعت کا علم ہوا تو انہیں معاملہ کی نزاکت کا احساس ہوا۔ انہوں نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ حالات مزید خراب ہوں سہیل بن عمرو کو نمائندہ بنا کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے بات چیت کے لئے بھیجا جو نہایت سمجھدار فصیح و بلیغ تھا۔ اس سے تاکید کردی تھی کہ صلح کی شرائط میں یہ بات لازمی طے کر لی جائے کہ اس سال آپ بغیر عمرہ کئے واپس چلے جائیں۔ قریش مکہ آس پاس کے قبائل کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتے تھے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحابؓ کو لے کر مکہ میں جبراً داخل ہوئے ہیں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے سہیل بن عمرو کو آتا ہو دیکھ کر فرمایا کہ اس شخص کو بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ قریش صلح چاہتے ہیں۔

پھر کافی دیر تک صلح کی شرائط پر گفتگو ہوتی رہی بالاخر چند شرائط کے ساتھ صلح کا معاملہ طے ہو گیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلا کر صلح نامہ لکھنے کیلئے کہا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھوانا چاہا اس پر اس نے اعتراض کیا کہ ''**باسمک اللّٰھم**'' لکھا جائے کیونکہ عربوں کا یہی پرانا دستور تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ٹھیک ہے باسمک اللّٰھم لکھ دو۔ اس کے بعد لکھوایا یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اتفاق کیا ہے۔ اس پر بھی سہیل نے اعتراض کیا کہ اگر ہم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو رسول اللہ (ﷺ) تسلیم کرتے تو خانہ کعبہ آنے سے کیوں روکتے اور نہ آپ (ﷺ) سے قتال کرتے۔

سہیل بن عمرو نے کہا کہ آپ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ لکھوائیں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اللہ کی قسم! بلا شبہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر تم میری تکذیب کرتے ہو۔ پھر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا! محمد بن عبداللہ لکھیں اور لفظ رسول اللہ کو مٹا دیں۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گوارہ نہ ہوا کہ اس لفظ کو

مٹائیں اس لئے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جگہ پوچھ کراس لفظ کوخود ہی مٹا دیا پھراس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھوا دیا گیا۔

ایک شرط پر کہ تم ہمارے اور کعبہ کے درمیان راستہ خالی کردو تا کہ ہم کعبہ کا طواف کرلیں۔ سہیل نے کہا کہ خدا کی قسم! اس سال آپ خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرسکتے کیونکہ عرب کہیں گے کہ ہم مجبور ہوگئے آئندہ سال آپ طواف کریں گے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے یہی بات لکھوادی۔ سہیل نے ایک شرط یہ لکھوائی کہ اگر ہمارا کوئی آدمی آپ کے پاس جائے گا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اسے واپس کردیں گے، چاہے وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے دین پر ہو۔ اس پر صحابہ کرامؓ نے کہا وہ شخص کیسے مشرکین کے حوالے کیا جاسکتا ہے جو مسلمان ہوکر ہمارے پاس آئے۔ اسی دوران ابوجندلؓ جو سہیل بن عمرو کے بیٹے تھے زنجیروں میں جکڑے ہوئے مکہ کے نشیب سے نکل کر آگئے اور مسلمانوں کے سامنے گر گئے۔ سہیل نے کہا محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) یہ پہلی بات جس پر میں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے صلح کی ہے کہ آپ اس کو (یعنی ابوجندلؓ) کو مجھے واپس کردیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ہم نے ابھی تحریر مکمل نہیں کی۔ سہیل نے کہا کہ خدا کی قسم پھر ہم کبھی بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے کسی بات پر مصالحت نہیں کریں گے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم اس کو میری ضمانت میں دے دو۔ اس نے کہا کہ میں اس کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی ضمانت میں نہیں دے سکتا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دوبارہ کہا اور اس نے دوبارہ منع کردیا۔

ابوجندلؓ نے کہا اے مسلمانوں! کیا مجھے مشرکوں کی طرف لوٹا دیا جائے گا جبکہ میں مسلمان ہوگیا ہوں کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے کیا کیا تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ حقیقت میں انہوں نے اللہ کی راہ میں سخت تکالیف اٹھائی تھیں۔ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ابوجندلؓ صبر کرو، اللہ تعالیٰ جلد تم لوگوں کے لئے سامان پیدا کرے گا۔ (ابن ہشام)

صلح حدیبیہ کی شرائط:

(1) دس سال تک دونوں فریق میں جنگ بند رہے گی اس دوران کوئی ایک دوسرے کے خلاف نہ ہتھیار اٹھائے گا اور نہ کوئی خیانت کرے گا۔

(2) مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں گے۔ آئندہ سال آئیں گے اور کوئی ہتھیار اپنے ساتھ نہیں لائیں گے سوائے تلوار کے وہ بھی نیام یا غلاف میں ہوگی۔ صرف تین دن مکہ میں قیام کریں گے اور عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے۔

(3) قریش کا جو شخص اپنے ولی یا آقا کی اجازت کے بغیر بھاگ کر مدینہ جائے گا اس کو واپس کر دیا جائے گا اگرچہ وہ مسلمان ہو کر آئے۔

(4) محمد (ﷺ) کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس مکہ جائے گا اس کو واپس نہیں کیا جائیگا۔

(5) عرب قبائل کو اختیار رہوگا کہ وہ جس فریق کے ساتھ چاہیں معاہدے میں شریک ہو سکتے ہیں۔

(6) جو مسلمان پہلے سے مکہ میں مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں گے اور اگر مسلمان میں سے کوئی شخص مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو روکا نہ جائے گا۔

اس صلح نامہ پر مشرکین اور مسلمانوں کی طرف سے جن لوگوں کے دستخط ہوئے ان میں مندرجہ ذیل افراد شامل ہیں:

1۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

2۔ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

3۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

4۔ حضرت عبداللہؓ بن سہیل بن عمرو

5۔ حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

6۔ حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

7۔ مکرز بن حفص

8۔ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہ (کاتب صلح نامہ)

(سیرت ابن کثیرؒ)

معاہدے پر حضرت عمرؓ کی بے چینی:

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرام (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! بیشک میں اللہ کا سچا نبی ہوں۔ پھر میں نے عرض کی، کیا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ہاں۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پھر عرض کیا کہ دین پر ہمیں نہیں دبنا چاہیئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! بالتحقیق: میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا وہ میرا مددگار رہے۔ پھر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا کیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بہت جلد بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ہاں کیوں نہیں۔ مگر کیا میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال کر دیں گے۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! نہیں۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا! بیشک تم وہاں جاؤ گے اور بیت اللہ کا طواف کرو گے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں، پھر میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس گیا اور ان سے کہا۔ اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہ (رسول اللہ ﷺ) اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! ہاں۔ یہ اللہ کے سچے نبی ہیں پھر میں نے کہا کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور دشمن باطل پر۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! ہاں، ہم حق پر ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں کیوں دبیں۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! بے شک وہ اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہیں وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کر سکتے اور وہی ان کا مددگار رہے، پس ان کا حکم مانو۔ اللہ کی قسم! بلاشبہ وہ سچائی پر ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا وہ ہم سے یہ نہیں کہتے تھے کہ ہم بیت اللہ جا کر طواف کریں گے۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! ہاں۔ مگر کیا انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ جاؤ گے۔ میں نے کہا! نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا تو پھر تم یقیناً بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اپنی اس حرکت کی تلافی کے لئے بہت سی عبادتیں بطور کفارہ ادا کیں۔ (شامی)

احرام کی پابندی سے نکلنے کیلئے قربانی اور حلق:

حضرت مسور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ صلح نامہ سے فارغ ہوکر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ اٹھو اور قربانی کرو اور سر کے بال منڈواؤ۔ پس اللہ کی قسم! آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی مگر ایک آدمی بھی نہ اٹھا۔ پھر جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک آدمی بھی نہیں اٹھا تو آپ (ﷺ) نے ام المومنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کہا کہ میں نے ان لوگوں سے ایسا کرنے کو کہا مگر کسی نے نہیں کیا۔ اس پر حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا! اے اللہ کے نبی! اگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یہ بات پسند کرتے ہیں تو باہر تشریف لے جائیں اور ان میں سے کسی سے بات نہ کریں بلکہ اپنی قربانی کا جانور ذبح کر کے سر مونڈنے والے کو بلائیں تاکہ وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا سر مونڈ دے۔ پس آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) باہر تشریف لائے اور بغیر کسی سے بات کئے ہوئے اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کیا اور سر مونڈوایا۔ جب صحابہؓ نے یہ دیکھا تو سب اپنی اپنی قربانی کرنے لگے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے ۔ (بخاری)

حدیبیہ میں کچھ لوگوں نے بال مونڈوائے اور کچھ لوگوں نے کٹوائے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مونڈوانے والوں پر کہا اللہ کی رحمت ہو، تین بار مونڈوانے والوں پر کہا کہ اللہ کی رحمت ہو پھر کہا کٹوانے والوں پر بھی۔

سورۃ الفتح کا نزول:

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ کرامؓ جب واپس مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں ضجنان کے مقام پر پہنچے جو مکہ سے تقریباً پچیس (25) میل کے فاصلہ پر ہے تو سورۃ الفتح نازل ہوئی۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ مقام کراع الغمیم پر نازل ہوئی۔ اس میں مسلمانوں کو جو کہ بہت ہی دل شکستہ واپسی کے سفر کو جا رہے تھے ان کو خوشخبری سنائی گئی کہ جس کو وہ شکست سمجھ رہے ہیں وہ دراصل فتح عظیم ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے وہ سورۃ تلاوت فرمائی اور خاص طور پر حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سنائی کیونکہ وہ سب سے زیادہ رنجیدہ تھے۔ صحابہ کرامؓ یہ سورۃ سن کر ان کے دل مطمئن ہوگئے پھر جلد ہی صلح کے فائدے بھی سامنے آنے لگے۔ یہاں تک کے اس صلح کے فتح عظیم ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہا۔

(زاد المعاد)

صلح کے دور رس نتائج:

اس معاہدے سے مسلمانوں کو باقاعدہ طور پر ایک سیاسی قوت کے طور پر تسلیم کرلیا گیا اور عرب قبائل کو اختیار دے دیا گیا کہ چاہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کریں چاہے مسلمانوں کے ساتھ سب کے سب قبائل اس کو تسلیم کریں گے۔

دس سال تک جنگ نہ کرنے کے معاہدے کی وجہ سے مسلمانوں کو امن وسکون حاصل ہوگیا اور خطۂ عرب کے دوسرے علاقے میں اسلام کی نشرواشاعت کا کام تیزی سے جاری ہوگیا اور صرف دوسالوں میں مسلمانوں کی تعداد چار گناہ سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔ صلح حدیبیہ میں جو تعداد چودھا سوتھی، فتح مکہ کے لشکر میں دس ہزار ہوگئی تھی۔ جنگ نہ کرنے کے معاہدے سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو مدینہ میں اندرونی طور پر مضبوط کرنے کا موقع مل گیا اور اسلامی قوانین جاری کر دئے گئے۔ مسلمانوں کو عمرے کی اجازت دے کر قریش نے یہ تسلیم کرلیا کہ اسلام کوئی بے دینی نہیں ہے بلکہ وہ بھی عرب کے دوسرے لوگوں کی طرح مناسک حج و عمرہ کا حق رکھتے ہیں۔

اس صلح کی وجہ سے مسلمانوں کو عرب کی دوسری قوتوں کو قابو میں کرنے کا موقع مل گیا اور تبوک تک کی بستیوں کی اپنے زیراثر کرلیا۔ ان فتوحات کی وجہ سے طاقت کا توازن بدل گیا اب مشرکین کمزور ہوگئے تھے اور مسلمان مسلسل طاقتور ہوتے جارہے تھے۔

مکہ کے کمزور مسلمانوں کا مسئلہ:

اس معاہدے سے مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو تو سکون حاصل ہوگیا۔ لیکن مکہ کے مسلمان جو اذیتوں کے شکار تھے ان میں ایک صحابی جن کا نام ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھا ان کا تعلق بنوثقیف سے تھا جو کہ قریش کے حلیف تھے۔ مکہ سے بھاگ کر مدینہ منورہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آ گئے۔ قریش والوں نے دوآدمی بھیجے اور کہا کہ اپنے عہدو پیمان کا خیال کر کے ان کو واپس ان کے حوالے کر دیں۔ لہٰذا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں ان کو لے کر ذوالحلیفہ پہنچے یہاں اتر کر وہ کھجوریں کھانے لگے۔ ابوبصیرؓ عتبہ بن اسد نے ان دونوں میں سے ایک سے کہا: خدا کی قسم! مجھے تیری تلوار بہت عمدہ لگتی ہے، یہ سن کر اس نے اپنی تلوار میان سے نکال کر کہا کہ خدا کی قسم! یہ واقعی بہت عمدہ ہے اور میں نے اسے بار بار آزمایا ہے۔

حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ مجھے دو میں بھی تو دیکھوں کہ یہ کیسی ہے۔ اس آدمی نے وہ تلوار حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حوالے کر دی۔ حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس تلوار سے اسی شخص کو قتل کر دیا اور دوسرا شخص بھاگ کر مدینہ آ گیا اور دوڑتا ہوا مسجد میں جا گھسا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص خوفزدہ لگتا ہے پھر جب وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم میرا ساتھی قتل ہو چکا ہے۔ بلاشبہ میں بھی قتل کر دیا جاتا۔ اس کے بعد حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آ گئے اور انہوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی اے اللہ کے نبی! اللہ کی قسم! آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے واپس کر کے اپنی ذمہ داری پوری کر دی پھر اللہ نے مجھے ان سے نجات دلا دی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! افسوس یہ تو لڑائی کی آگ ہے کاش کوئی اسے مکہ پہنچا دیتا۔ جب حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی بات سنی تو وہ سمجھ گئے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پھر ان کو مشرکین کے حوالے کر دیں گے۔ وہ وہاں سے نکل گئے اور سمندر کے کنارے پہنچ گئے اور وہاں ہی ٹھہر گئے۔

ادھر حضرت ابوجندل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن سہیل بھی کفار سے چھٹکارا پا کر مدینہ آ رہے تھے کہ انہیں حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ بھی مدینہ جانے کے بجائے حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس چلے گئے۔ اس طرح مکہ کا جو مسلمان بھی وہاں سے چھٹکارا پاتا وہ اس گروہ سے آ کر مل جاتا۔ یہ لوگ قریش کے ان قافلوں کی تاک میں رہتے جو شام جا رہا ہوتا تھا تو یہ موقع پا کر ان کا مال لوٹ لیتے اور ان کے لوگوں کو قتل کر دیتے۔ یہاں تک کہ قریش اتنے تنگ ہوئے کہ انہوں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس وفد بھیجا کہ اگر مکہ سے کوئی آدمی بھاگ کر آئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اسے مدینہ میں رکھ لیں ہم اس شق سے دستبردار ہوتے ہیں۔ حضرت ابوجندل ؓ وہ صحابی تھے جو صلح حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وقت پہنچے تھے جب ان کا باپ سہیل بن عمرو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدے کی شرائط لکھوا رہا تھا اور ایک صلح کے رو سے حضرت ابوجندل ؓ کو مشرکین مکہ کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

غزوۂ خیبر

خیبر:

مدینہ منورہ کے شمال میں تقریباً سو میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا شہر تھا جس میں قلعے بنے ہوئے تھے۔ امام برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ خیبر یثرب کا چھوٹا بھائی تھا جس نے نام سے یہ بستی قائم ہوئی۔ عبرانی زبان میں خیبر قلعہ کو کہتے ہیں۔ یہاں کھیتیاں بھی تھیں اور ایک بستی میں لوگ رہتے تھے۔ مدینہ میں جب یہودیوں کی سازشیں بہت بڑھ گئیں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنو نضیر اور بنو قریظہ کو وہاں سے نکال دیا تھا تو وہ یہاں خیبر میں آ کر بس گئے تھے جس کی وجہ سے یہ شہر بڑا ہو گیا اور اس کی اہمیت بھی بڑھ گئی۔ یہویوں کو جن حرکتوں کی وجہ سے نکالا گیا تھا وہ انہوں نے نہیں چھوڑیں، یہاں آ کر بھی وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے۔ مسلمانوں کے خلاف مسلسل سازشیں، آس پاس کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی بھی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے اور اب یہ مقام آس پاس کے علاقوں میں مسلمانوں کے خلاف سازشوں سب سے بڑا گڑھ بن گیا تھا۔

مسلمان ان کے خلاف کوئی باقاعدہ کاروائی اس لئے نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ بڑے دشمن کفارِ مکہ سے الجھے ہوئے تھے۔ اب صلح حدیبیہ کی وجہ سے ان سے معاہدہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو ان کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو ضرورت اس بات کی تھی کہ سب سے پہلے ان سازشیں کرنے والوں کا صفایا کیا جائے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ☆

(سورۃ الفتح۔۲۰)

ترجمہ: اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا کہ تم ان کو حاصل کرو گے، سو اس نے غنیمت کی تمہارے لئے جلدی فرمائی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے غرض یہ تھی کہ یہ مومنوں کے لئے (اللہ کی) قدرت کا نمونہ ہو اور وہ تم کو سیدھے رستے پر چلائے۔

خیبر کی مہم:

صلح حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ (ﷺ) نے مختلف حاکموں اور بادشاہوں کو اسلام کی دعوت کے خطوط لکھ کر روانہ فرمائے اور پھر دوسری بڑی مہم خیبر کی سرکوبی کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) 20 محرم 7 ہجری کو صرف ان صحابہ کو لے کر جنہوں نے بیعتِ رضوان میں حصہ لیا تھا، خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ جن کی تعداد چودہ (1400) سو تھی۔

اس دوران مدینہ کا انتظام حضرت سباع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عرفطہ غفاری کے حوالے کی۔ لیکن ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ حضرت نمیلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبداللہ لیثی کو ذمہ داری دی گئی تھی۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں۔

جب عبداللہ بن ابی کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خیبر پر چڑھائی کا ارادہ کر رہے ہیں تو اس نے خیبر والوں کو پیغام بھجوایا کہ ہوشیار ہو جاؤ، ڈرنا نہیں خوب تیاری کر لو کیونکہ تمہارے پاس جنگی سامان اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہے، مسلمان تھوڑے ہیں اور ان کے پاس جنگی سامان بھی کم ہے۔ خیبر کے مشرکین اور یہود کو جب یہ اطلاع ملی تو انہوں نے فوراً کنانہ بن ابی الحقیق اور ہوذہ بن قیس کو مدد کے لئے بنوغطفان کے پاس روانہ کیا۔ کیونکہ یہ خیبر کے یہود کے حلیف اور مسلمانوں کے دشمن تھے۔ اس پر یہ کہ یہود نے ان کو یہ پیشکش کر دی کہ اگر ہم نے مسلمانوں پر فتح حاصل کر لی تو خیبر کی نصف پیداوار انہیں دے دیں گے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خیبر جانے کے لئے جس راستے کا انتخاب کیا وہ جبل عصر کو پار کر کے وادی صہباء سے گزر کر وادی رجیع میں پہنچے۔ یہ وہی وادی ہے جہاں عضل اور قارہ کی غداری کی وجہ سے بنولحیان کے ہاتھوں آٹھ صحابہؓ بے دردی سے شہید کر دیئے گئے تھے اور دو صحابہ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پکڑ کر مکہ والوں کے حوالے کر دیا تھا وہاں انہوں نے ان پر تشدد کر کے شہید کر دیا تھا۔ رجیع اور بنوغطفان کی آبادی ایک دن ایک رات کی مسافت پر تھی۔ بنوغطفان خیبر میں یہود کی مدد کرنے نکل پڑے تھے، راستے میں خبر ملی کہ ان کے پیچھے مسلمانوں نے ان کے گھروں پر حملہ کر دیا تو وہ واپس پلٹ گئے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حسیل نامی شخص (جو مسلمانوں کو راستہ بتا رہا تھا) سے کہا کہ ہمیں ایسے راستہ سے خیبر لے جائے جس سے شہر میں داخل ہونے کے لئے مدینہ کے بجائے شام والے رستے سے داخل ہوں تا کہ یہود کو شام کی طرف بھاگنے کا راستہ بند کر دیا جائے۔

دوسری طرف بنوغطفان اور یہود کے درمیان مسلمان فوج کو رکھا تا کہ ان کی وہاں سے سپلائی لائن کاٹ دی جائے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رہبر نے مختلف راستوں کے بارے میں بتایا پھر ایک راستہ کا نام مرحب (کشادگی) تھا آپ (ﷺ) نے اس راستہ پر چلنا مناسب سمجھا خیبر کی وادی صہباء میں آپ (ﷺ) نے عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد آپ (ﷺ) اور صحابہ کرامؓ نے کھانا کھایا اور وہاں ہی مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں۔ (مغازی الواقدی)

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں ہی رات گزاری۔ یہود کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وہاں پہنچنے کی بالکل خبر نہیں تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صبح اول وقت فجر کی نماز پڑھی اور خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ خیبر کے لوگ صبح صبح کھیتی باڑی کے لئے نکلے تو دیکھا کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لشکر خیبر پر حملہ کرنے آرہا ہے تو وہ ڈر کر واپس بھاگے اور چیختے ہوئے لوگوں کو بتلا رہے تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا! اللہ اکبر، خیبر تباہ ہوا، اللہ اکبر خیبر تباہ ہوا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترے ہیں تو ان ڈرے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے۔ (بخاری)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک جگہ پڑاؤ کیلئے منتخب کی تو ایک صحابی حضرت حباب بن منذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آکر عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ بتائیے یہ جگہ اللہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پڑاؤ کے لئے حکم دیا ہے یا محض ایک جنگی تدبیر اور رائے ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! یہ صرف ایک رائے ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔ یہ مقام **قلعہ نطاۃ** سے بہت قریب ہے اور خیبر کے سارے جنگجو افراد اسی قلعہ میں ہیں انہیں ہمارے معاملات اور حالات کا پورا پورا علم رہے گا اور ہمیں ان کی خبر نہ ہوگی ان کے تیر ہم تک پہنچ جائیں گے اور ہمارے تیر ان تک نہیں پہنچیں گے اور ہم ان کے اچانک حملہ سے محفوظ نہیں رہیں گے۔ پھر یہ مقام کھجوروں کے درمیان ہے اور پستی میں ہے اور یہاں کی زمین وبائی ہے۔ مناسب یہ ہوگا کہ ہم کسی اور جگہ پڑاؤ کریں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی رائے کو قبول کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لشکر سمیت دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔

جنگ کی تیاری اور خیبر کے قلعے:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) رات کے وقت محرم 7ھ ہجری، 629ء کو خیبر کے قریب پہنچنے کے بعد حضرت حباب بن منذرؓ کے مشورے سے ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ صبح میں ایک ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کے رسول بھی محبت کرتے ہیں۔ صبح

ہوئی تو صحابہ کرامؓ حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہر ایک کی خواہش تھی کہ جھنڈے کی سعادت اسے ملے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ان کی آنکھیں دکھنے آئی ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! انہیں بلاؤ، وہ لائے گئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی۔ وہ فوراً شفایاب ہو گئے ایسے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا پھر ان کو جھنڈا اعطا فرمایا گیا۔ انہوں نے عرض کیا! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا کہ وہ ہمارے جیسے ہو جائیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اطمینان سے جاؤ یہاں تک کہ ان کے میدان میں اترو۔ ان کو اسلام کی دعوت دو اور اسلام میں اللہ تعالیٰ کے جو حقوق واجب ہوتے ہیں ان سے آگاہ کرو۔ واللہ! اگر تمہارے واسطے سے اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دی تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری)

خیبر کے قلعوں کا نقشہ

خیبر کی آبادی دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی ایک حصہ میں پانچ قلعے تھے۔

(1) حصن نائم

(2) حصن صعب بن معاذ

(3) حصن قلعہ زبیر

(4) حصن ابی

(5) حصن نزار

تین قلعوں پر مشتمل حصہ نطاہ کہلاتا تھا اور دو قلعوں پر مشتمل علاقہ شق نام سے مشہور تھا۔ خیبر کی آبادی کا دوسرا حصہ کتیبہ کہلاتا تھا، اس میں تین قلعہ تھے۔

(1) حصن قموص (یہ قبیلہ بنو نضیر کے خاندان ابوالحقیق کا تھا)

(2) حصن وطیح۔ (3) حصن سلالم۔

ان آٹھ قلعوں کے علاوہ خیبر میں مزید قلعے اور گڑھیاں بھی تھیں جو کہ چھوٹی اور قوت وحفاظت میں ان قلعوں سے کم تھیں۔ جن کے نام المنازل، النعیم، السمر ان، النظار، الکتیبہ، القصوۃ، المریط اور القموص تھے۔

قلعہ ناعم پر حملہ:

خیبر کے آٹھ قلعوں میں سب سے پہلے قلعہ ناعم پر حملہ کیا گیا یہ محل وقوع کے حساب سے یہود کی پہلی دفاعی لائن تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کی ترتیب کر کے ان کے سالاروں کو جھنڈے عطا فرمائے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت حباب بن منذر ؓ، اور حضرت سعد بن عبادہ ؓ کو جھنڈے عطا کئے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا! دشمن سے مقابلہ کی تمنا مت کرو، اللہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی کی دعا کرتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کے دشمن کے مقابلہ میں تمہیں کس طرح آزمایا جائے گا لیکن جب دشمن سے مقابلہ کے بغیر کوئی چارہ نہ رہے اور آمنا سامنا ہو جائے تو یہ دعا مانگو۔ اے اللہ ہمارا بھی تو رب ہے اور ان کا بھی تو ہی رب ہے، ہماری پیشانیاں بھی تیرے ہاتھ میں ہیں اور ان کی پیشانیاں بھی تیرے ہاتھ میں ہیں تو ہی ان کو موت کے گھاٹ اتارنے والا ہے۔ اس کے بعد فرمایا! زمین پر جم کر بیٹھ جاؤ اور دشمن پر نظریں جمائے رکھو اور جب وہ تمہارے قریب آئے اور تم پر حملہ کرنا چاہے تو " اللہ اکبر " کا نعرہ لگا کر کھڑے ہو جاؤ اور دشمن پر حملہ آور ہو جاؤ۔

جنگ کی ابتداء میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس شامل رہے، آپ ﷺ الضرب نامی گھوڑے پر سوار تھے اور آپ ﷺ نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی۔ جنگ کے تیسرے یا چوتھے روز رسول اللہ ﷺ کے سر میں شدید کی تکلیف ہوگئی اور آپ اپنے مستقر (خیمہ) میں واپس تشریف لے آئے ہو مقام صخرہ میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو کبھی کبھار درد شقیقہ یعنی آدھے سر کا درد ہو جاتا تھا۔ دوسری طرف قلعہ ناعم کا محاصرہ جاری تھا اور یہودی قلعہ میں بند ہو جانے کے بجائے قلعہ سے باہر آ کر مسلمانوں کے سامنے آر ہے تھے۔

مسلمان بڑی بے جگری سی مقابلہ کر رہے تھے اور قلعوں پر قبضے کرتے جا رہے تھے۔ خیبر کے قلعے حفاظتی نقطہ نظر سے تین حصوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ان میں سب سے پہلے نطاہ کا علاقہ آتا تھا اس میں تین قلعے تھے۔ اس کے بعد شق کا علاقہ آتا تھا اس میں دو قلعے تھے۔ یہ دونوں حصوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا اب تیسرا اور آخری حصہ رہ گیا تھا جو کتیبہ کے نام سے مشہور تھا۔ اس میں تین قلعے القموص، الوطیح اور السالم تھے ۔ رسول اللہ ﷺ نے چودہ دن تک اس کا محاصرہ

کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! صبح میں ایک ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کے رسول بھی محبت کرتے ہیں۔ صبح ہوئی تو صحابہ کرامؓ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہر ایک کی خواہش تھی کہ جھنڈے کی سعادت اسے ملے، حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور اس امید میں تھا کہ جھنڈا مجھے عطا کیا جائے گا۔ حضرت بریدہ بن خضیبؓ سے روایت ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ یہ بات تو طے ہے کہ حضرت علیؓ اس مرتبہ پر فائز نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ آنکھوں میں تکلیف کے سبب گھر میں ہیں اور تکلیف کے سبب ان کی آنکھیں نہیں کھل رہیں تھیں۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ علی بن ابی طالبؓ کہاں ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ان کی آنکھیں دکھنے آئی ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! انہیں بلاؤ وہ لائے گئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی (اے اللہ! ان سے سردی اور گرمی دونوں دور رکھ)۔ وہ فوراً شفایاب ہو گئے ایسے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا پھر ان کو جھنڈا عطا فرمایا گیا۔ انہوں نے عرض کیا! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا کہ وہ ہمارے جیسے ہو جائیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اطمینان سے جاؤ یہاں تک کہ ان کے میدان میں اترو۔ ان کو اسلام کی دعوت دو اور اسلام میں اللہ تعالیٰ کے جو حقوق واجب ہوتے ہیں ان سے آگاہ کرو۔ واللہ! اگر تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔
(صحیح بخاری)

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو جھنڈا عطا فرمایا تو اس وقت ان کو اپنی خاص زرہ بھی پہنائی اور تلوار (ذوالفقار) میان میں باندھ کر فرمایا! یہ جھنڈا لے جاؤ اور لڑو یہاں تک کے اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمادے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آہستہ چال سے چل کر جاؤ۔ جب ان کے پاس پہنچو تو ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان پر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق واجب ہیں ان سے آگاہ کرو۔ اگر تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے (عرب کے ہاں سرخ اونٹوں کو سب سے بڑی دولت سمجھا جاتا تھا)، حضرت علیؓ جھنڈا لے کر نکلے تمام صحابہؓ آپؓ کے ساتھ تھے۔ حضرت علیؓ نے قلعہ کے پاس پہنچ کر ایک پتھروں کے ڈھیر پر جھنڈا گاڑ دیا۔ قلعہ کے اوپر سے ایک یہودی نے جھانک کر دیکھا اور پوچھا کہ تم کون ہو۔ جواب میں فرمایا کہ میں علی بن ابی طالبؓ ہوں۔ یہ سن کر اس یہودی نے کہا کہ اس کتاب کی قسم جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تم

ہم پر غالب ہو چکے ہو۔ پھر یہودی نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا! توریت کی قسم! تم اس شخص سے مغلوب ہو گے یہ فتح کئے بغیر نہیں لوٹے گا۔

اسی دوران قلعہ سے مرحب کا بھائی حارث اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلا اور اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا جس کی وجہ سے کئی مسلمان شہید ہو گئے۔ حضرت علیؓ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اس طرف لپکے اور تلوار کے وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس قلعہ میں مرحب نامی شخص ایک ہزار آدمیوں کے برابر مانا جاتا تھا۔ جس کے مقابلہ کے لئے حضرت عامر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نکلے۔ دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا حضرت عامر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسے نیچے سے مارنا چاہا تو تلوار اس کی پنڈلی پر لگی مگر اچھل کر ان کے گھٹنے پر بھی لگی جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے اور ان ہی زخموں کی وجہ سے ان کی موت واقع ہو گئی۔ رسول اللہ (ﷺ) نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کے لئے دُھرا اجر ہے وہ بڑے جانباز مجاہد تھے، ان جیسے عرب کی سرزمین میں کم ہی ہوں گے۔ (صحیح بخاری)

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قلعے کے سامنے پہنچے اور پہلے ان کو اسلام کی دعوت دی جو مرحب اور اس کے ساتھیوں نے مسترد کر دی۔ مرحب کو جب اپنے بھائی کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی تو وہ انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں ایک جماعت کے ساتھ یہ رجز پڑھتا ہوا قلعہ سے نکلا۔

قد علمت خیبر انی مرحب

خیبر مجھے جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں

شاک السطاح بطل المجرب

سطح پوش ہوں، بہادر ہوں، تجربہ کار ہوں

اذ الحروب اقبلت تلهت

جبکہ لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے

مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا میدانِ جنگ میں آیا اور اس قدر جرأت اور دلیری کا مظاہرہ کیا کہ مسلمان دیکھ کر حیران رہ گئے اور کوئی بھی اس کے مقابلہ میں نہ بڑھا۔ حضرت علیؓ فوراً اس کے متکبرانہ رجز کا جواب دیتے ہوئے اس کی طرف بڑھے اور یہ رجز پڑھے۔

انا الذ ی سمتنی اُمی حیدرة

میں ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے

کلیث غابات کریه المنظره

جھاڑی کے شیر کی طرح خوف ناک اور ڈراؤنا

او فیهم با لصاع قیل السدره

میں دشمن کو نہایت تیزی سے قتل کر دیتا ہوں

کہتے ہیں کہ مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کو ایک شیر موت کے گھاٹ اتار رہا ہے۔ جب حضرت علیؓ نے رجز کا پہلا مصرعہ پڑھا جو کہ شیر کا نام رکھنے پر مبنی تھا تو اس کو خواب کی تعبیر معلوم ہوگئی۔ اس کے باوجود اس نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت علیؓ پر تلوار کا وار کرنا چاہا مگر حضرت علیؓ نے اس کو موقع ہی نہ دیا اور اس کے سر پر نہایت پھرتی سے اور اس قدر زور دار وار کیا کہ وہ ایک ہی وار میں ڈھیر ہوگیا۔ ابھی مرحب کی لاش زمین پر پڑی تھی کہ مسلمانوں نے یک لخت یہودیوں پر حملہ کر دیا جس میں بہت سے یہودی مارے گئے۔ حضرت علیؓ کی تلوار سے سات بڑے بڑے بہادر یہودی مارے گئے جو یہودی بچ گئے تھے وہ جان بچانے کے لئے دوسرے قلعوں کی طرف بھاگے۔ یہودیوں نے چاہا کہ قلعے کا دروازہ بند کر دیں اور مسلمان قلعے کے اندر داخل نہ ہو سکیں لیکن حضرت علیؓ نے قلعے کا دروازہ اکھاڑ پھینکا اور اسلامی فوج قلعہ میں داخل ہوگئی۔

خیبر کی جنگ میں سترہ صحابہ کرامؓ نے جامِ شہادت نوش کیا اور دشمنوں کے ترانوے افراد مارے گئے۔ جنگ میں وقتاً فوقتاً رسول اللہ ﷺ احکامات جاری کرتے تھے جن کے اعلان کرنے کی ذمہ داری حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابوطلحہ انصاریؓ بجالاتے تھے۔ یہودیوں کے بارہ قلعے تھے جن کو فتح کرنے میں مسلمانوں کو ڈیڑھ ماہ کا عرصہ لگا۔

تاریخ کی بعض کتابوں میں کچھ بے اصل روایات بھی پائی جاتی ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے قلعہ کا وزنی دروازہ جس کو چالیس یا ستر آدمی مل کر بھی ہلا نہیں سکتے تھے، اس کو اٹھا کر ڈھال کے طور پر استعمال کیا۔ علماء اسے معیارِ صحت کے اعتبار سے بے اصل اور لغو قرار دیتے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۱۸۹، سیرتِ حلبیہ ج ۳ ص ۴۳، تاریخ الخمیس ج ۳ ص ۵۱، الاصابہ لابن حجر ص ۵۰۲)

سب سے مضبوط قلعہ ناعم فتح ہونے کے بعد باقی قلعے بھی تھوڑی تھوڑی مزاحمت کے بعد فتح ہو گئے تو خیبر کے لوگ امان طلب کرنے کی فریاد کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر ان کو امان دے دی۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام اہلِ خیبر کو اجازت دی کہ ہر آدمی اپنے اونٹ پر کھانا لادھ کر لے جا سکتا ہے۔ نقدی، اسلحہ اور باقی تمام سامان چھوڑ کر جائے گا اور کوئی چیز چھپا کر نہیں لے کر جائے گا اور اگر چھپا کر لے جاتے ہوئے پکڑا گیا تو مار دیا جائے گا۔

قلعہ صعب بن معاذ پر حملہ

قلعہ ناعم کے فتح کرنے کے بعد دوسرا سب سے محفوظ قلعہ یہی تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن منذر کو لشکر کی کمان دے کر اس قلعہ پر حملہ کے لئے بھیجا، تین دن تک قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا پھر تیسرے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خصوصی دعا فرمائی۔

اے اللہ! تجھے اپنے بندوں کے حال کا پتہ ہے اور تو جانتا ہے کہ ان کے پاس قوت اور استعداد نہیں ہے اور اس وقت میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے جو میں ان کو دوں، اے اللہ! مسلمانوں کو یہودیوں کے ایسے قلعہ پر فتح عطا فرما جس میں وافر سامان خورد و نوش موجود ہو۔

اس دعا کے بعد مسلمانوں نے قلعہ پر حملہ کیا، حملہ کرنے والوں میں بنو اسلم کے لوگ پیش پیش تھے زبردست لڑائی کے بعد سورج ڈوبنے سے پہلے قلعہ صعب بن معاذ فتح ہو گیا۔ اس قلعہ سے مال غنیمت میں تمام قلعوں کے مقابلہ میں زیادہ خوراک (گیہوں، کھجور، گھی، زیتون کا تیل)، چربی اور منجنیقیں اور دبابے ملے۔ دبدبے ان لکڑی کی مضبوط بند گاڑیوں کو کہتے ہیں جن کے نیچے سے کئی آدمی گھس کر قلعے کی فصیل تک جا پہنچتے تھے اور دشمن کی زد سے محفوظ رہتے ہوئے فصیل میں شگاف لگاتے تھے، اس کی موجودہ شکل ٹینک ہے۔ (ابن اسحٰق)

اس جنگ میں شدید بھوک کی وجہ سے گدھے ذبح کر کے پکنے کے لئے رکھ دیئے گئے لیکن رسول اللہ (ﷺ) کو علم ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کا گوشت کھانے سے منع کر دیا۔ (ابن اسحٰق)

گھوڑے اور گدھے کے گوشت کی حرمت:

گھوڑے، گدھے اور پنجے والے جانور حرام قرار دیئے گئے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول کریم (ﷺ) نے ہر اس درندے کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے جو کیچلی والا ہو اور ہر اس پرندے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے جو پنجہ سے شکار کرتا ہو جیسے باز وغیرہ۔ (مسلمؒ)

حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خیبر کے دن گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے کی ممانعت کی تھی اور گھوڑے کے گوشت کی اجازت دے دی تھی۔ (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا قول یہ ہے کہ گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ حضرت امام شافعیؒ اور حنفیہ سے حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا حلال ہے۔ (مظاہر حق)

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گھوڑے، خچروں اور گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد، النسائی)

قلعہ زبیر (قلہ) کی فتح

قلعہ ناعم اور قلعہ صعب بن معاذ فتح ہونے کے بعد نطاۃ کے سارے یہود قلعہ زبیر میں جمع ہوگئے۔ یہ پہاڑ کی چوٹی پر تھا اور دوسرے قلعوں کے مقابلہ میں زیادہ محفوظ تھا، (اس کو قلعہ زبیر اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ قلعہ فتح کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ قلعہ حضرت زبیر کو عطا کر دیا تھا) اس کے گرد بھی محاصرہ قائم کر دیا گیا اور تین دن تک ان کو محصور رہنے پر مجبور کر دیا۔ نطاۃ کے قلعے ناعم اور صعب سے فرار ہونے والے یہودی بھی اس قلعہ میں آ کر جمع ہو گئے تھے اور اس قلعہ کی جغرافیائی حیثیت قلعے والوں کے لئے معاون ثابت ہو رہی تھی۔ مسلمانوں نے اگرچہ اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا مگر وہ جانتے تھے کہ یہ قلعہ آسانی سے فتح نہیں ہو سکتا۔ تاہم مسلمانوں کو اللہ کی مدد حاصل تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی فتح کے اسباب پیدا کر دیئے۔

قلعہ سے یہودیوں کا ایک چرواہا نکلا اور وہ اپنے جانوروں کو چھوڑ کر سیدھا رسول اللہ ﷺ کے خیمہ کی طرف آیا،

مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا۔ اس نے اصرار کیا کہ وہ مسلمانوں کے سردار سے ملنا چاہتا ہے تو مسلمانوں نے اسے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، اے مسلمانوں کے سردار! اللہ کی قسم! اگر آپ لوگ مہینوں بھی اس قلعہ کا محاصرہ کئے رکھیں تو بھی یہ قلعہ فتح نہیں ہو سکتا۔ تاہم اگر آپ میری اور میرے اہل و عیال کی جان بخشی کا وعدہ کریں تو میں آپ (ﷺ) کو یہودیوں کے ایک ایسے راز سے آگاہ کروں گا کہ وہ قلعہ سے باہر آنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس چرواہے کی جان بخشی کا وعدہ کر لیا، اس چرواہے کا نام مورخین نے غزال لکھا ہے۔ اس سے دریافت کیا کہ اب ہمیں اس راز سے آگاہ کرو جس کے بارے میں تم نے کہا تھا۔ غزال نے کہا کہ یہودیوں کے اس قلعہ میں زمین دوز نہریں ہیں، جب رات کو مسلمان سو جاتے ہیں تو یہ چپکے سے باہر آتے ہیں اور پانی بھر کر قلعہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے غزال کے ساتھ چند صحابہ کرام ؓ کو بھیجا کہ یہودیوں کا پانی کاٹ دو۔ غزال کی نشاندہی پر یہودیوں کا پانی کاٹ دیا گیا، دو دن بعد ہی یہودی اس بات پر مجبور ہو گئے کہ وہ قلعہ سے باہر آ کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں۔ قلعہ سے باہر دونوں فوجوں میں جنگ ہوئی، دوپہر تک یہودیوں نے جم کر مقابلہ کیا لیکن پھر پسپا ہونا شروع کر دیا۔ یہودیوں کے دس آدمی مارے گئے تو وہ پھر بھاگ کر قلعہ کی طرف گئے مسلمان بھی ان کے ساتھ ہی قلعہ میں داخل ہو گئے اور ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور یہودی وہاں سے فرار ہونے لگے۔

خیبر کے یہودیوں کی یہ عادت تھی کہ جب ان کا کوئی قلعہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوتا تو وہ اس کے لوگ اپنا سامان اور بیوی بچوں کی پرواہ کئے بغیر بھاگ کر دوسرے قلعوں میں پناہ لے لیتے تھے۔

اس قلعہ میں ان کے پاس کھانے پینے کا وافر سامان تھا۔ اگر مسلمان ایک ماہ تک بھی محاصرہ رکھتے تو ان کے پاس اس کا بندوبست تھا۔ کیونکہ مسلمانوں نے قلعہ کے باہر سے ان کی پانی کی سپلائی کاٹ دی تھی جس سے وہ مجبور ہو گئے تھے۔ اس قلعہ کی فتح کے بعد نطاۃ کے حصار کے سب قلعہ فتح ہو گئے تھے اور مسلمانوں کے حوصلے بہت بلند ہو گئے تھے۔

قلعہ ابی کی فتح

قلعہ زبیر کے بچے کچے لوگ قلعہ ابی میں جمع ہو گئے، مسلمانوں نے اس کا بھی محاصرہ کر لیا، یہودیوں کا مشہور پہلوان غزوال نکلا اور مسلمانوں کے لشکر سے مبارزت طلب کی، اس کے جواب میں حضرت حباب بن منذر ؓ آگے بڑھے، دونوں میں تلوار بازی ہوتی رہی اور دوران حضرت حباب نے اتنے زور کا وار کیا کہ اس کی ایک کلائی کٹ گئی، وہ دوسرے

ہاتھ سے اس کلائی کو پکڑ کر بھاگا، حضرت خباب نے اس کا پیچھا کرتے ہوئے اس کی ٹانگ پر وار کیا جس سے اس کی ٹانگ کٹ گئی اور وہ گر پڑا، حضرت حباب نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ایک اور یہودی مبارزت طلب کرتا ہوا نکلا۔ ایک صحابی پھرتی سے آگے نکلے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر تیسرا جوان نکلا تو سرخ پٹی باندھنے والے جان فروش حضرت ابودجانہ سماک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن خرشہ انصاری اس کو قتل کر کے تیزی کے ساتھ قلعہ کے اندر گھس گئے اور ان کے پیچھے دوسرے مجاہدین صحابہؓ بھی اندر چلے گئے اندر زوردار جنگ ہوئی۔ آخرکار یہودی پسپا ہو گئے اور قلعہ نزار کی طرف بھاگ گئے جو کہ ایک طرف کی آبادی کا آخری قلعہ تھا۔ قلعہ ابی میں بھی مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ملا، انہوں نے بہت سی بکریاں، مال و دولت اکٹھی کی ہوئی تھی، اس کے علاوہ کھانے پینے کا وافر سامان بھی تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

قلعہ نزار کی فتح:

یہ ایک انتہائی محفوظ قلعہ تھا جس میں داخلہ بہت مشکل تھا، اس قلعہ میں ان کے عورتیں اور بچے بھی تھے۔ مسلمانوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور یہودیوں پر دباؤ بڑھاتے گئے اور اس دوران اندر جانے کی ترکیبیں سوچتے رہے۔

دوسرے قلعہ سے جان بچا کر بھاگنے والے یہودی بھی اس قلعے میں آ کے جمع ہو گئے تھے۔ یہود کو باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی، وہ قلعہ کے اوپر سے مسلمانوں پر تیر اور پتھر پھینک رہے تھے جب اس قلعہ کو فتح کرنے میں دشواری ہونے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے منجنیقیں لگانے کو کہا اور اس کے ذریعہ قلعہ کی دیوار پر پتھر برسائے جس کی وجہ سے قلعہ کی دیوار میں شگاف ہو گیا۔ اس راستے سے مسلمان قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔ یہودیوں نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن زیادہ دیر تک ٹک نہ سکے قلعہ سے نکل کر بھاگنے لگے اور بھاگتے ہوئے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ نہ لے جا سکے اور انہیں مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ اس طرح آبادی کے ایک حصے کے تمام قلعے مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے۔ نطاۃ اور شق کا علاقہ مسلمانوں کے ہاتھ آ چکا تھا اب یہودی کتیبہ میں جمع ہو گئے تھے۔ اس قلعہ سے بھی بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کو ملا۔

قلعہ قموص کی طرف لشکر کشی

قلعہ قموص ابی الحقیق یہودی کا قلعہ تھا جو دوسری طرف کے تین قلعوں میں سے سب سے مضبوط اور بڑا تھا، حیی

بن اخطب اور کنانہ بن ربیع کا بھی یہی قلعہ تھا وہ یہاں ہی رہتے تھے۔ یہودیوں کے سردار حیئ بن اخطب کی بیٹی حضرت صفیہ ؓ تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور رسول اللہ ﷺ کی زوجیت اختیار کر کے امت محمدی (ﷺ) کی ماں ہونے کا شرف حاصل کیا۔ یہودی قلعہ سے باہر نکلتے اور مسلمانوں پر حملہ کرتے تھے اور جب مسلمان جوابی حملہ کرنے کی کوشش کرتے تو یہ بھاگ کر قلعہ کے اندر چھپ جاتے تھے۔ قلعہ کے دروازے انتہائی مضبوط اور دیواریں بہت پختہ تھیں۔ مسلمانوں نے بیس روز تک قلعہ کا محاصرہ کئے رکھا۔

جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کتیبہ کے علاقے میں آئے تو وہاں کے قلعوں کا بہت سختی سے محاصرہ کیا گیا جو چودہ روز تک جاری رہا لیکن کوئی یہودی قلعوں سے باہر نہیں نکل رہا تھا۔ یہاں تک کہ ابن ابی الحقیق نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پیغام بھجوایا کہ کیا میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آ کر بات جیت کر سکتا ہوں تو آپ (ﷺ) نے اس کو اجازت دے دی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آ کر اس نے اس شرط پر صلح کر لی کہ قلعہ کے اندر جو فوج ہے اس کی جان بخشی کر دی جائے گی اور ان کے بال بچے ان ہی کے پاس رہیں گے غلام نہیں بنائے جائیں گے وہ اپنا تمام مال مویشی سب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالے کر کے خیبر سے نکل جائیں گے اتنا سامان لے جا سکتے ہیں جو اونٹ کی پیٹھ پر آ جائے۔ اس شرط پر صلح ہوگئی اور تینوں قلعے مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے۔ ابوالحقیق کے بیٹوں نے کچھ مال چھپا دیا جب اس سے پوچھا تو اس نے انکار کیا تو اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر وہ مال تمہارے پاس سے نکل آیا تو تمہاری گردن ماردی جائے گی اس نے کہا کہ ٹھیک ہے پھر تلاش کے بعد زمین میں دبا ہوا خزانہ مل گیا اور اس کی گردن ماردی گئی۔

(ابن اسحٰق)

یہ قلعہ بھی پھر مختصر سی مزاحمت کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا اور اس کے بعد باقی قلعے بغیر جنگ کے ہی مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔

سالم اور وطیع:

یہ آخری حصار تھا جس کے بعد حجاز سے یہودیوں کا نام ونشان تک مٹ کر رہ جانے والا تھا۔ قموص پر مسلمانوں کے قبضہ کے بعد یہودی بہت بد دل اور مایوس ہو گئے تھے انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ اب انہیں پسپا ہو کر رہنا پڑے گا۔ چنانچہ مسلمانوں نے جب اس قلعہ کا محاصرہ کیا تو فصیل شہر پر کوئی آدمی نظر نہ آیا، یہودی جنگ سے اکتا گئے تھے، وہ سمجھ گئے تھے کہ

مسلمانوں سے جنگ کرنا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ حالانکہ ان میں ابی حقیق جیسا بڑا یہودی راہنما موجود تھا۔

قلعہ وطیح صدیوں پہلے وطیح بن مازن نامی ایک شخص نے تعمیر کرایا تھا جو قوم ثمود کا ایک سردار تھا۔ سلالم نامی قلعہ بھی اس سے متصل تھا۔ مسلمانوں کو اس قلعہ کا محاصرہ کئے چودھا دن ہو گئے تھے لیکن کوئی مزاحمت نظر نہیں آ رہی تھی اور نہ کوئی قلعے کے اوپر سے تیر یا پتھر برسا رہا تھا۔ مسلمانوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہودی جنگ کرنے پر امادہ نہیں ہیں۔ مسلمانوں نے ہر حال میں قلعہ کو فتح کرنا تھا اس لئے دیواروں کے پاس منجنیقیں نصب کر دی گئیں تا کہ قلعہ کی دیواروں کو توڑا جائے۔

یہودیوں نے جب منجنیقین نصب ہوتے دیکھیں تو انہیں اپنی تباہی کا یقین ہو گیا۔ رات کی تاریکی میں ان کا ایک قاصد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا نام شماخ تھا۔ اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ہمارا سردار کنانہ بن ابی الحقیق کہتا ہے کہ ہم مسلمانوں سے جنگ نہیں کرنا چاہتے اس لئے ہمیں اجازت فرمائی جائے کہ ہم اپنے اہل وعیال کو لے کر قلعہ سے نکل جائیں گے جس کی انہیں اجازت دے دی گئی۔ مال غنیمت میں مسلمانوں کو سوزرہیں، چار سو عمدہ قسم کی تلواریں، ایک ہزار نیزے، اور پانچ سو عربی کمانیں معہ ترکشوں کے شامل تھیں۔ مال غنیمت میں تورات کے بہت سے صحیفے بھی ملے جو رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو واپس کر دئے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ابوالحقیق نے معاہدہ کیا تھا جس میں خیبر سے نکل جانے کا حکم تھا۔ لیکن یہود نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے درخواستیں کی کہ ہمیں اسی سرزمین پر رہنے دیں۔ ہم اس کی دیکھ بھال کریں گے کیونکہ زمین کے بارے میں ہم آپ لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں دوسری طرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس نہ اتنے افراد اور غلام تھے جو ان زمینوں کی دیکھ بھال کرتے اور نہ ان کو اتنی فرصت تھی، نہ ان کو کھیتی باڑی کا تجربہ تھا۔ اس لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خیبر کی زمین اس شرط پر یہودی کے حوالے کر دی کہ ساری کھیتی میں سے تمام پھلوں کی پیداوار کا آدھا یہود کو جائے گا اور آدھا مسلمان لیں گے اور معاہدہ جب تک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہیں گے برقرار رہے گا اور جب چاہیں گے ان کو جلاوطن کر دیں گے۔

اس زمین کا تخمینہ لگانے کی ذمہ داری حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لگائی گئی۔ خیبر کے مال کی تقسیم اس طرح سے کی گئی کہ اس کے چھتیس (36) حصے کئے گئے اور ہر حصہ ایک سو حصوں کا مجموعہ تھا۔ اس کے دو حصہ کئے

گئے ایک حصہ اٹھارہ سو حصوں پر مشتمل تھا۔ جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام صحابہؓ میں تقسیم کیا اور خود بھی ایک حصہ لیا، باقی دوسرا حصہ جو اٹھارہ سو حصوں کے برابر تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں کی اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے رکھ لیا۔

اس جنگ کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں صرف ان ہی صحابہؓ نے حصہ لیا تھا۔ جنہوں نے بیعت رضوان کی تھی اور وہ لوگ جو کسی مجبوری کی وجہ سے نہ جا سکے تھے، مالِ غنیمت میں ان کے لئے بھی حصہ رکھا گیا، مالِ غنیمت اتنا زیادہ تھا کہ اس نے مسلمانوں کو آسودہ حال کر دیا۔

متعہ حرام قرار دیا گیا:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ☆ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ☆ (سورۃ المؤمنون: ۶-۵)

ترجمہ: اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا (کنیزوں سے) جو اُن کی مِلک ہوتی ہیں کہ (ان سے) مباشرت کرنے سے انہیں ملامت نہیں۔

اس آیت سے مفسرین نے متعہ کی حرمت ثابت کی ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بقول غزوۂ خیبر میں متعہ کی ممانعت کا حکم آیا۔

حسن بن محمد بن علی اور ان کے بھائی عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غزوہ خیبر کے دوران نکاح متعہ اور گدھے کے گوشت سے منع فرمایا۔ (صحیح بخاری)

حضرت ربیع بن سبرہ جہنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے لوگوں میں نے تمہیں عورتوں سے نکاح متعہ کی اجازت دی تھی اور تحقیق اللہ نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے، پس جس کے پاس ان میں سے کوئی عورت ہو تو اسے آزاد کر دے اور ان سے جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے (واپس) نہ لے۔ (صحیح بخاری)

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی واپسی اور اشعری صحابہؓ کی آمد:

حضرت ابوموسیٰ الاشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم یمن میں تھے تو رسول اللہ (ﷺ) کے ظہور کا علم ہوا تو ہم لوگ یعنی ابوموسیٰ اشعریؓ ان کے بھائی اور قبیلہ کے پچاس لوگ ایک کشتی میں سوار ہو کر مکہ کی طرف چلے مگر کشتی غلطی سے حبشہ کی طرف چلی گئی اور یہ لوگ حبشہ پہنچ گئے، وہاں ان کی ملاقات حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہوئی انہوں نے بتایا کہ ہمیں رسول اللہ (ﷺ) نے یہاں بھیجا اور ہم یہاں ٹھہر جائیں تو یہ لوگ بھی ان کے ساتھ ٹھہر گئے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب حضرت عمرو بن امیہ ضمری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ نجاشی کو خط بھجوا یا تو اس سے کہلوایا تھا کہ وہ حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے ساتھیوں کو واپس بھجوا دے۔ چنانچہ اس نے دو کشتیوں میں سوار کر کے انہیں روانہ کیا۔ یہ سولہ (16) آدمی تھے۔ ان کے ساتھ ان کے بچے تھے اور باقی لوگ مدینہ پہنچ چکے تھے۔

یہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پہنچے تو اس وقت خیبر فتح ہو چکا تھا۔ رسول اللہ (ﷺ) نے حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے ساتھیوں کو مالِ غنیمت میں حصہ دیا۔ (فتح الباری)

جب حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان کا استقبال کیا اور انہیں بوسہ دے کر فرمایا! واللہ! میں نہیں جانتا کہ مجھے کس بات کی زیادہ خوشی ہے، خیبر کی فتح کی یا جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آمد کی۔ (زاد المعاد)

حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ قافلے میں جو افراد تھے ان کے نام یہ ہیں

حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیوی

(1) حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ عمیس

حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بیٹے

(2) حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جعفر

(3) حضرت عون (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جعفر

(4) حضرت محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جعفر

(5) حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن سعید بن العاص بن امیہ

(6) حضرت امینہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ خلفاء، (حضرت خالدؓ بن سعد کی بیوی)

(7) حضرت ام سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت خالد، (حضرت خالدؓ بن سعید کی بیٹی)

(8) حضرت ام خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

(9) حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن سعید

(10) حضرت ابوموسیٰ الاشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(11) حضرت جہم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن قیس

(12) حضرت حرث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن خالد

(13) حضرت محسینہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بن فدار

(14) حضرت معمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبداللہ

(15) حضرت ابوطالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عمرو

(16) حضرت ملک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ربیعہ بن قیس

(17) حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن امیہ ضمری جوان کو لینے گئے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اشعریوں کا وفد آیا تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ سے فرمایا تمہارے یہاں یمن کے لوگ آئے ہیں جونہایت رقیق القلب اور نرم دل ہیں۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قبولِ اسلام:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب غزوۂ خیبر کی مہم پر تھے تو مدینہ منورہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا جانشین حضرت سباح بن عرفطہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مقرر کیا تھا۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں صبح فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسجد میں تشریف لائے آپؓ نے سلام قبول کرلیا تھا۔ نماز کے بعد حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت سباح بن عرفطہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کی درخواست کی انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خیبر کی مہم پر گئے ہوئے ہیں تو حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوراً خیبر جانے کے لئے تیار ہوگئے۔ حضرت سباح بن عرفطہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے

ان کے راستہ کا بندوبست کر دیا۔

جب آپ خیبر پہنچے تو اس وقت خیبر فتح ہو چکا تھا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مل کر بہت خوش ہوئے اور باقی اصحاب ؓ سے اجازت لے کر حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی مالِ غنیمت میں شریک کر لیا۔

سورج کو واپس لوٹانے کا واقعہ:

حضرت اسمأ بنت عمیس ؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ خیبر کی فتح کے بعد واپسی پر مکہ کے قریب مقام صہباء میں تھے اور سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں تھا اور ابھی تک حضرت علیؓ نے نماز نہیں پڑھی تھی کہ اسی حالت میں وحی کا نزول ہو گیا۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی، عرض کیا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور عرض کیا کہ اے اللہ! علیؓ تیرے رسول ﷺ کی اطاعت میں تھا، آفتاب کو واپس بھیج دے تا کہ نماز عصر اپنے وقت پر ادا کر سکے۔ حضرت اسماءبنتِ عمیس ؓ فرماتی ہیں کہ آفتاب غروب کے بعد لوٹ آیا اور اس کی شعائیں زمین اور پہاڑوں پر پڑیں۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ علامہ ابن جوزیؒ اور امام ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کو موضوع اور بے اصل قرار دیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اس حدیث کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور اس کا نام " **کشف اللبس عن حدیث ردّ شمس** " رکھا۔ جس میں اس حدیث کے طرق اور اسانید پر کلام فرمایا ہے اور اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا ہے۔ علامہ زرقانی نے بھی " شرح مواہب " میں اس حدیث کا صحیح اور مستند ہونا ثابت کیا ہے۔ (سیرت المصطفیٰ ﷺ)

غزوۂ ذات الرقاع (غزوۂ نجد)

غزوۂ بنونضیر کی شاندار کامیابی کے بعد پھر سے مسلمانوں کی دھاگ اطراف کے قبائل پر بیٹھ گئی تھی اور مدینہ میں مسلمانوں کا اقتداراور مستحکم ہوگیا تھا منافقین میں بھی بددلی چھا گئی تھی انہیں کھل کر کچھ کرنے کی ہمت نہیں ہورہی تھی۔ لیکن رجیع کے چشموں پراور معونہ کے کنویں پر مسلمان مبلغین کے قتل کے بعد بدوی عربوں کے اور خاص طور پر اہل نجد کے قبائل کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے۔ ان کے دلوں میں مدینہ منورہ پر غارت گری کرنے کا خیال پیدا ہونے لگا تھا۔ ان کے خیال میں مسلمان اب کمزور پڑ گئے ہیں اور یہ مناسب موقع ہے کہ مدینہ پر حملہ کر کے ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ لوگوں کو فلاح و بہبود اور ہدایت کی طرف دعوت دے رہے تھے لیکن بت پرستی کے شیدائی اپنے دلوں میں مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اسی دوران نجد کی طرف سے تجارتی قافلوں نے مسلمانوں نے اس بات سے آگاہ کیا کہ بنوغطفان کے قبیلے بنوثعلبہ اور بنومحارب مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے لشکر جمع کر رہے ہیں۔ اہل مدینہ جانتے تھے بنوغطفان نہایت خونخوار اور وحشی قسم کے جنگجو ہیں۔ اس لئے اگر انہیں مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا موقع مل گیا تو بہت بڑے پیمانے پر خونریزی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان قبائل پر خود چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا۔

آپ ﷺ نے حضرت عثمان ؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب بنایا اور چار سو مجاہدین کو لے کر بنوغطفان کی سرکوبی کے لئے نکل پڑھ۔ آپ (ﷺ) نے ربیع الثانی 7 ھ، ستمبر 628ء میں نجد پر یلغار کر دی۔ اہل نجد نے بِئرمعونہ کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے ستر (۷۰) مبلغین کو شہید کر دیا تھا، اور وہاں کے سردار طفیل بن عمرو اور وہاں کے دیگر سرداروں کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے۔ مسلمانوں کے لئے ضروری تھا کہ ان کے خلاف طاقت استعمال کر کے ان کے حوصلے اور ہمتوں کو توڑ دیا جائے تاکہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچیں۔ رسول اللہ ﷺ اچانک ان کے سروں پر پہنچ گئے جس کی وہ توقع نہیں کر رہے تھے۔ مسلمانوں کا لشکر دیکھ کر وہ مقابلہ کرنے کے بجائے ادھر ادھر بھاگنے لگے، مسلمان صحرائے نجد میں دور تک ان بدوؤں کا پیچھا کرتے گئے لیکن وہ خوف سے بھاگ گئے اور پہاڑ کی چوٹیوں میں جا کر چھپ گئے۔ مسلمانوں نے وہاں کچھ دن نخل کے مقام پر قیام کیا پھر مدینہ منورہ واپس آگئے۔ مقام نخل میں پہاڑ کی ایک چوٹی کا نام ذات الرقاع تھا، بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ذات الرقاع ایک پرانے درخت کا نام تھا، کسی نے لکھا ہے کہ وادی میں کئی رنگ کے پہاڑ تھے جو دور سے دیکھنے سے مختلف رنگ کے کپڑوں کی مانند لگتے تھے اس لئے اس وادی کو

ذات الرقاع کا نام دیا گیا۔ اس غزوۂ کو ذات الرقاع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس وقت جو مسلمان غزوۂ میں شریک ہونے کے لئے میدانِ جنگ کی طرف گئے وہ ننگے پاؤں تھے، جس کی وجہ سے ان کے پاؤں میں سوراخ ہو گئے اور ناخن ٹوٹ گئے تھے چنانچہ ان مجاہدین نے اپنے پیروں میں رقاع یعنی چیتھڑے لپٹ لئے تھے اسی مناسبت سے یہ غزوہ ''ذات الرقاع'' (یعنی چیتھڑوں والا) کے نام سے مشہور ہوا۔ (مظاہر حق)

اگلے روز بنو محارب جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے اچھا خاصہ لشکر جمع کیا ہوا تھا پہاڑیوں سے نیچے اترے اور مسلمانوں کے لشکر کے سامنے آ کر بیٹھ گئے، ان کی تعداد مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی لیکن ان کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ اگلے روز اہل نجد کا لشکر مسلمانوں کے سامنے کھڑا ہوا اور یہ امکان تھا کہ وہ مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کریں گے تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو صلوٰۃ الخوف بڑھائی۔

صلوٰۃ الخوف کے احکامات:

کفار کے خوف اور دشمن کے مقابل ہونے کی جو نماز پڑھی جاتی ہے اسے نمازِ خوف کہتے ہیں۔ خوف کی نماز کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ اس کا حکم ربیع الاول 4 ھ ہجری، 625ء میں نازل ہوا۔

حضرت سالم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبداللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک مرتبہ سرتاجِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ نجد کی طرف (غزوۂ ذاتِ الرقاع) جہاد کے لئے گئے جب ہم دشمن کے سامنے ہوئے تو ہم نے ان سے مقابلہ کے لئے صفیں باندھ لیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک جماعت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ نماز کے لئے کھڑی ہوئی اور دوسری جماعت دشمن کے مدِ مقابل کھڑی رہی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کے ساتھ جو آپ (ﷺ) کے ہمراہ نماز کی جماعت میں شریک تھے ایک رکوع اور دو سجدے کئے پھر وہ لوگ جو آپ (ﷺ) کے ہمراہ نماز میں تھے ان لوگوں کی جگہ چلے گئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آئے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ نماز میں شریک ہوئے۔ چنانچہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کے ہمراہ ایک رکوع اور دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا اور پھر یہ لوگ کھڑے ہو گئے ہر ایک نے اپنا اپنا ایک ایک رکوع اور دو سجدے کر لئے۔

حضرت نافعؒ نے بھی اسی طرح روایت بیان کی ہے مگر انہوں نے اتنا اور زیادہ بیان کیا کہ اگر عین جنگ کی حالت میں ہو اور خوف اس سے بھی زیادہ ہو اور مذکورہ بالا طریقہ سے نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو لوگ پیادہ کھڑے کھڑے یا پیادہ نہ ہو سکے تو سواری پر اگر ممکن ہو تو قبلہ کی طرف اور ممکن نہ ہو تو کسی بھی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیں۔ حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ الفاظ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہی نقل کئے ہیں۔ (صحیح بخاری)

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ☆

(سورۃ النساء۔۱۰۲)

ترجمہ: جب تم ان میں ہو اور ان کے لئے نماز کھڑی کرو تو چاہئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لئے کھڑی ہو، پھر جب یہ سجدہ کر چکیں تو یہ ہٹ کر تمہارے پیچھے آجائیں اور وہ دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آجائے اور تیرے ساتھ نماز ادا کرے اور اپنا بچاؤ اور اپنے ہتھیار لئے رہے کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے بے خبر ہو جاؤ تو وہ تم پر اچانک دھاوا بول دیں۔ ہاں اپنے ہتھیار اتار رکھنے میں اس وقت تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ تمہیں تکلیف ہو یا بوجہ بارش کے یا سب بیمار ہو جانے کے اور اپنے بچاؤ کی چیزیں ساتھ لئے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے منکروں کے لئے ذلت کی مار تیار کر رکھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش

امام سہیلیؒ نے لکھا ہے کہ بنی محارب کے ایک شخص غورث بن حارث نے اپنے قبیلے والوں سے کہا کہ اگر تم کہو تو میں تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں نیچے جاتا ہوں اور موقع پا کر محمد (ﷺ) کو قتل کر دیتا ہوں اس طرح تمہیں مسلمانوں سے نجات مل جائے گی۔ لوگوں نے کہا کہ اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو کوشش کر کے دیکھ لو۔ غورث بن حارث پہاڑی سے نیچے آیا اور مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ ایک جگہ اکیلے آرام فرما رہے ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور ان کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور کہا! اگر آپ (ﷺ) اجازت دیں تو میں آپ کی تلوار دیکھ سکتا ہوں، آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ وہ تلوار نیام سے نکال کر کھڑا ہو گیا اور تلوار آپ ﷺ کے سامنے لہرانے لگا اور کہنے لگا کہ کیا آپ (ﷺ) کو ڈر نہیں لگتا کہ میں اس تلوار سے میں آپ کو قتل بھی کر سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں مجھے تم سے کوئی خوف نہیں محسوس ہوتا میرا اللہ مجھ کو تمہارے شر سے محفوظ رکھے گا۔ نبی کریم ﷺ کے لہجے میں نہ جانے کیا بات تھی کہ غورث بن حارث کانپنے لگا اور اس کا دل بیٹھ گیا۔ اس ادب سے آپ ﷺ کی تلوار واپس کر دی اور جہاں سے آیا تھا واپس لوٹ گیا۔ کئی دن تک لشکر آمنے سامنے بیٹھے رہے دونوں نے خونریزی سے گریز کیا۔ آہستہ آہستہ اہل نجد کی تعداد کم ہونے لگی اور ان کا لشکر منتشر ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ بھی واپس مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

غزوہ وادی القریٰ

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خیبر سے فارغ ہو کر ربیع الثانی ۷ ھ/ستمبر ۶۲۸ء میں وادی القریٰ تشریف لے گئے وہاں پر یہود اور ان کے ساتھ کچھ عرب بھی تھے، آپ (ﷺ) کے پہنچتے ہی انہوں نے تیروں کی بارش کر دی۔ وہ پہلے ہی سے لڑنے کے لئے تیار تھے، ان کے تیر سے ایک غلام مارا گیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ شہید ہو کر جنت میں گیا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ہرگز نہیں، اس نے مالِ غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے ایک چادر چُرائی تھی اب وہ آگ بن کر ان کے گرد لپٹ گئی ہے۔ جب یہ سنا تو ایک صاحب دو تسمہ لے کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو گئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! یہ دو آگ کے تسمے ہیں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کے بعد صحابہؓ کو دشمن سے مقابلہ کے لئے ترتیب اور صف بندی کی، پورے لشکر کا علم حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں دیا۔ ایک دستہ کا پرچم حضرت حباب بن منذر (رضی

اللہ تعالیٰ عنہ) کو اور حضرت عبادہ بن بشر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیا، اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہود کو اسلام کی دعوت دی، انہوں نے قبول نہیں کی۔ ایک آدمی میدان میں نکلا ادھر سے حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نکلے اور اس کا کام تمام کر دیا، پھر دوسرا آدمی نکلا تو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ اس طرح رفتہ رفتہ ان کے گیارہ آدمی مارے گئے ہر دفعہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہؓ کو نماز پڑھاتے اور پھر پلٹ کر یہود کے مقابلہ میں آجاتے۔ شام ہونے تک انہوں نے شکست تسلیم کر لی اور جو کچھ بھی ان کے پاس تھا وہ آپ کے حوالے کر دیا، یہ مالِ غنیمت خمس نکال کر صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیا گیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وادی القریٰ میں چار روز قیام فرمایا۔ یہود کے پاس جو کھجور کے باغ تھے وہ یہود کے پاس ہی رہنے دئے اور ان سے بھی اہل خیبر جیسا معاہدہ طے فرمایا۔

وادی تیماء

وادی تیماء کے یہود کو جب خیبر، فدک اور وادی القریٰ کے لوگوں کی شکست اور مسلمانوں کے مطیع ہونے کی خبر ملی تو وادی تیماء کے لوگوں نے محاذ آرائی سے بچنے کے لئے خود اپنے ہی آدمی بھیج کر صلح کی پیش کش کر دی، جسے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبول فرمالیا۔ یہود اپنے مال و اسباب کے ساتھ اپنے علاقے میں پُر امن طریقہ سے رہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو ایک تحریر عنایت فرمائی تھی، وہ یہ تھی۔

یہ تحریر ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے بنو عادیا کے لئے ان کے لئے ذمہ ہے اور ان پر جزیہ ہے ان پر نہ زیادتی ہوگی اور نہ جلاوطن کیا جائے گا، رات معاون ہوگی اور دن خوش بخت (یعنی یہ معاہدہ دائمی) اور یہ تحریر حضرت خالد بن سعید نے لکھی۔ یہ معاہدہ صفر 7 ھ ہجری، 629ء میں کیا گیا۔

(ابن سعد)

فتح مکہ

فتح مکہ کے اسباب:

رمضان المبارک 8 ہجری ، 630ء میں فتح مکہ کا معرکہ پیش آیا۔ کفار مکہ سے حدیبیہ کے مقام پر جو معاہدہ ہوا تھا اس کی رو سے بنوخزاعہ اور بنوبکر اپنی دشمنیاں فراموش کر کے بنوخزاعہ مسلمانوں کے اور بنوبکر قریش کے حلیف بن گئے تھے۔ بنوبکر کی نیت بگڑ گئی اس کا سردار نوفل بن معاویہ ویلی نے بنوخزاعہ سے بدلہ لینا چاہا۔ قریش مکہ کا فرض تھا کہ وہ بنوبکر کو اس کے ارادوں سے باز رکھتے اور بنوخزاعہ جو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے حلیف تھے۔ ان پر حملہ نہ کرنے دیتے کیونکہ حدیبیہ کی صلح کا معاہدہ دس سال کے لئے ہوا تھا، لیکن معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قریش نے بنوبکر کو ہتھیار بھی فراہم کئے اور قریش کے اہم لوگ صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل، سہیل بن عمرو نے بنوبکر کے حملہ میں شرکت بھی کی اور یہ حملہ رات کے وقت اچانک اس وقت ہوا جب بنوخزاعہ سو رہے تھے۔ انہوں نے بنوخزاعہ کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا، وہ اس اچانک حملہ سے گھبرا گئے اور بھاگ کر حرم میں چھپ گئے۔ بدیل بن ورقہ خزاعی کے گھر میں گھس کر اس کا تمام سامان لوٹ لیا اور جو لوگ حرم میں جان بچانے کے لئے چھپے ہوئے تھے، انہیں وہاں جا کر قتل کیا۔ بنوخزاعہ کے بیس یا تیس آدمی مارے گئے، بدیل بن ورقہ اور عمرو بن سالم اپنی قوم کے چند آدمیوں کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تا کہ بنوبکر اور قریش کی بدعہدی کی رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے شکایت کریں اور اپنے نقصان کے بارے میں بتائیں۔

مکہ میں بنوخزاعہ کے چند مظلوم لوگوں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا نام لے کر فریاد کی کہ اے خاتم النبیین (ﷺ) ہماری مدد کیجئے اور فریاد سنیئے۔ بنوبکر نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ اس وقت مدینہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ام المومنین حضرت میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے حجرے میں وضو فرما رہے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بنوخزاعہ کے جو لوگ فریاد کر رہے تھے ان کے جواب میں لبیک لبیک فرمایا۔ حضرت میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے دریافت کیا! یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے لبیک کس کے جواب میں فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اس وقت بنوخزاعہ کے لوگوں کی فریاد میرے کانوں میں آئی ہے جس کا میں نے جواب دیا ہے اہم بات یہ ہے کہ مکہ میں بنوخزاعہ کے لوگوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے جواب میں لبیک کی آواز سنی۔

صبح کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمایا کہ رات بنوبکر اور قریش نے مل کر بنوخزاعہ کے لوگوں کو قتل کیا ہے۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے عرض کی کہ کیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا

خیال ہے کہ انہوں نے بدعہدی کی ہوگی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ یقین ہے اور عنقریب اللہ تعالی ان کے بارے میں حکم نازل کرنے والا ہے۔ کئی دن بعد بدیل بن ورقہ اور عمرو بن سالم مدینہ پہنچے اور قریش مکہ اور بنو بکر کی شکایت کی۔

عمرو بن سالم نے اشعار کی صورت میں دھائی دی۔ اس کا ترجمہ یوں ہے:

اے پروردگار! میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے ان کے عہد اوران کے والد کے قدیم عہد کی دہائی دے رہا ہوں۔ آپ لوگ اولاد تھے اور ہم جننے والے تھے (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے آبا وٗاجداد میں قصیٰ کی بیوی بنوخزاعہ میں سے تھیں) پھر ہم نے تابعداری اختیار کی اور کبھی انکار نہ کیا، اللہ آپ کو ہدایت دے، آپ پرزور مدد کیجئے اور اللہ کے بندوں کو پکارئے وہ مدد کو آئیں۔ جن میں اللہ کے رسول (ﷺ) ہوں گے ہتھیار پوش اور چڑھتے ہوئے چودھویں کے چاند کی طرح گورے اور خوبصورت۔ اگر ان پر ظلم اوران کی توہین کی جائے تو ان کا چہرہ تمتما اٹھتا ہے۔ آپ (ﷺ) ایک ایسے لشکر جرار کے اندر تشریف لائیں گے جو جھاگ بھرے سمندر کی طرح تلاطم خیز ہوگا۔ یقیناً قریش نے آپ ﷺ کے عہد کی خلاف ورزی کی ہے آپ ﷺ کا پکا عہد توڑا ہے۔ انہوں نے میرے لئے کداء میں گھات لگائی اور یہ سمجھا کہ میں کسی کو اپنی مدد کے لئے نہیں پکاروں گا، حالانکہ وہ بڑے ذلیل اور تعداد میں قلیل ہیں، انہوں نے رات کو ہم پر حملہ کیا اور ہمیں رکوع وسجود کی حالت میں قتل کیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے عمرو بن سالم تیری مدد کی گئی، اس کے بعد آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا دکھائی دیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا یہ بنوکعب کی مدد کی بشارت دے رہا ہے۔

جب مکہ والوں کو اپنے کرتوتوں کے نتائج کے بارے میں خیال آیا تو انہیں فکر ہوئی اور مشورہ ہوا کہ ابوسفیان کے ساتھ ایک وفد مدینہ جائے اور رسول اللہ (ﷺ) سے تجدید عہد کر لیا جائے۔ رسول اللہ (ﷺ نے ابوسفیان کے آنے سے پہلے ہی صحابہ کرامؓ کو بتا دیا کہ اب ابوسفیان آئے گا اور صفائیاں پیش کرے گا تا کہ معاہدہ کی تجدید ہو جائے اور بڑھا دی جائے۔ ابوسفیان مشورہ کے مطابق روانہ ہو کر عسفان پہنچا تو بدیل بن ورقہ سے ملاقات ہوئی۔ بدیل مدینہ سے مکہ واپس آ رہا تھا۔ پوچھا بدیل کہاں سے آ رہے ہو، بدیل نے کہا کہ میں ساحل کی وادی میں گیا تھا۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ تم محمد (ﷺ) کے پاس نہیں گئے تھے۔ بدیل نے کہا! نہیں۔ مگر جب بدیل مکہ کی طرف روانہ ہوگیا تو ابوسفیان کو شک ہو گیا کہ یہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے مل کر آ رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ اگر مدینہ گیا ہے تو اس نے وہاں اونٹوں کو چارا کھلایا ہوگا۔ مدینہ میں کھجور کی گٹھلی چارے میں دیتے ہیں۔ ابوسفیان ادھر گیا جہاں بدیل نے اونٹ بٹھائے تھے وہاں اس نے اونٹ کی

مینگنیاں لے کر توڑی اس میں کھجور کی گٹھلی تھی، ابوسفیان نے کہا کہ خدا کی قسم! بدیل محمد (ﷺ) کے پاس گیا ہے۔

ابوسفیان جب مدینہ پہنچا تو سیدھا اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر گیا۔ ابوسفیان نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو انہوں نے جلدی سے بستر لپیٹ دیا۔ اس پر انہوں نے کہا! بیٹی یہ بستر میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک ہیں اس لئے آپ اس بستر پر بیٹھنے کے لائق نہیں، اس پر انہوں نے کہا کہ میرے بعد تمہیں شر پہنچ گیا ہے۔ اس کے بعد ابوسفیان نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے الگ الگ بات کرنی چاہی لیکن انہوں نے کوئی بات نہ کی۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے طنزاً کہا کہ تو کنانہ کا سردار ہے خود ہی مسجد نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلم) میں کھڑے ہو کر اعلان کر دے کہ میں معاہدے کی معیاد بڑھاتا ہوں اور عہد و اقرار کو مضبوط کرتا ہوں۔

جب ابوسفیان رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور دوسرے بڑے صحابہ کرامؓ سے بات کرنے میں ناکام ہو گیا تو اس نے مسجد نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے صحن میں کھڑے ہو کر معاہدے پر قائم رہنے اور اس کی مدت بڑھانے کا اعلان کر کے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ واپس مکہ پہنچنے پر وہاں کے لوگوں نے اس کا مذاق اڑایا اور اس کو شرمندہ کیا۔ قریش نے پوچھا کہ کیا تمہارے اعلان کو محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے نافذ کر دیا تو اس نے کہا! نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ تباہی ہے تیرے لئے، اس شخص یعنی حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تیرے ساتھ مذاق کیا تھا۔ ابوسفیان بولا کہ خدا کی قسم اس کے علاوہ اور کوئی صورت بن ہی نہیں رہی تھی۔

غزوہ کیلئے خفیہ تیاریاں:

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا لیکن اس دفعہ یہ نہیں بتایا کہ کسی قوم یا علاقہ پر حملہ کا ارادہ ہے۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو بھی حکم دیا کہ ساز و سامان تیار کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے باہر کے قبائل کو حکم دیا کہ وہ مدینہ منورہ پہنچ جائیں لیکن ان کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارادہ کس طرف جانے کا ہے۔ جو قبائل مدینہ منورہ میں جمع ہونے شروع ہوئے ان میں بنو اسلم، بنو غفار، بنو مزینہ، بنو اشجع اور بنو جہنیہ شامل تھے۔ مدینہ کے لوگوں میں جہاد کا جوش و خروش بڑھ گیا تھا۔

سریہ بطن اضم:

رسول اللہ (ﷺ) نے اپنے پلان کو خفیہ رکھنے کیلئے رمضان کے شروع میں سریہ بطن اضم کی طرف ایک دستہ روانہ کیا۔ جس کی قیادت حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ربعی کو دی گئی ان کے ساتھ آٹھ صحابہؓ کا قافلہ تھا۔ یہ مقام ذی خشب اور ذی المروہ کے درمیان مدینہ سے تقریباً چھتیس (36) میل کے فاصلہ پر واقع ہے، مقصد یہ تھا کہ لوگ سمجھیں کہ آپ (ﷺ) کا اس طرف جانے کا ارادہ ہے، ہر طرف یہ خبریں پھیل گئی تھیں۔ لیکن یہ سریہ جب مقررہ مقام پر پہنچا تو ان کو خبر ملی کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مکہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں چنانچہ یہ لشکر بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے آکر مل گیا۔ (ابن ہشام)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کا خط:

مدینہ منورہ میں لشکر جمع ہو رہے تھے، رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ وہ قرأش مکہ کو بے خبری کی حالت میں پکڑ لیں، چنانچہ آپ ﷺ نے دعا کی؛ اے اللہ! قریش کو ہم سے بے خبر رکھ وہ اچانک ہی ہم کو دیکھیں اور اچانک ہی ہمارے بارے میں سنیں۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اندازہ ہو گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارادہ مکہ پر حملہ کرنے کا ہے تو انہوں نے قریش مکہ کو ایک خط لکھا جس میں ان کو اطلاع دی کہ رسول اللہ (ﷺ) ان پر حملہ کرنے والے ہیں۔ ایک عورت کو دیا کہ یہ خط قریش مکہ کو پہنچا دے اس کا معاوضہ طے کر لیا گیا۔ رسول اللہ (ﷺ) کو وحی کے ذریعہ اس خط کے بارے میں خبر دے دی گئی۔ چنانچہ آپ (ﷺ) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت زبیرؓ اور حضرت ابومرثد غنویؓ کو یہ کہہ کر بھیجا کہ جاؤ روضۃ کاخ پہنچو، وہاں ایک ہودج پر سفر کرتی ہوئی ایک عورت ملے گی، اس کے پاس قریش کے نام کا ایک خط ہے وہ اس سے حاصل کرو۔ وہ عورت وہاں موجود تھی، وہ بنوعبدلمطلب کی ایک کنیز تھی جس کا نام سارہ تھا۔ اسے دس درہم اور ایک چادر دے کر اس کام پر راضی کیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ تم مکہ پہنچو اور تمہیں صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو یا عکرمہ بن ابوجہل میں سے جو بھی پہلے ملے اسے یہ خط دے دینا۔ یہ حضرات بہت تیزی سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے وہاں پہنچے اور اس عورت کو جا لیا، اس سے نیچے اترنے کو کہا اور کہا کہ تمہارے پاس جو خط ہے وہ ہمیں دے دو۔ اس نے خط سے انکار کیا، اس کے سامان کی تلاشی لی گئی لیکن خط نہ ملا۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ اللہ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اللہ کے رسول نے جھوٹ نہیں کہا۔ تم وہ خط نکال دو نہیں تو ہم تم کو ننگا

کر کے تلاشی لیں گے۔ جب اس نے دیکھا کہ بات اتنی بڑھ جائے گی تو اس نے کہا کہ منہ دوسری طرف کرو۔ جب انہوں نے منہ دوسری طرف کیا تو اس نے چوٹی کھول کر وہ خط نکال کر دیا۔ وہ خط لے کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچے۔ وہ خط رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو پڑھ کر سنایا گیا، اس کا مضمون یہ تھا!

رسول اللہ ﷺ تم پر حملہ کرنے کے لئے متوجہ ہوئے ہیں، ان کے ساتھ رات کی تاریکیوں کی طرح بڑے لشکر ہیں جو کسی سیلاب کی طرح رواں دواں ہیں مگر میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر اللہ کے رسول ﷺ تنہا بھی تمہاری طرف نکلتے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول (ﷺ) کی مدد فرماتا اور اپنے وعدے کو پورا کرتا، بے شک اللہ ہی اپنی نبی کا مددگار اور دوست ہے۔

اس خط میں قریش مکہ کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی مکہ پر حملہ کرنے کی خبر دی گئی تھی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا! یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کیجئے۔

اللہ کی قسم! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر میرا ایمان ہے، نہ میں مرتد ہوا ہوں اور نہ مجھ میں کوئی تبدیلی آئی ہے، بات یہ ہے کہ میں خود قریش کا آدمی نہیں ہوں ان کے ساتھ رہتا تھا میرے بال بچے اور اہل وعیال وہاں ہی ہیں۔ میری قریش سے کوئی قرابت بھی نہیں ہے کہ وہ میرے بال بچوں کی حفاظت کریں۔ جب مجھے یہ سب حاصل نہیں تھا تو میں نے سوچا ان پر احسان کر دوں جس کے عوض وہ میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں گے۔

اس پر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مجھے حکم دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں۔ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی ہے اور یہ منافق ہو گیا ہے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! دیکھو یہ جنگ بدر میں شریک ہو چکا ہے۔ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہیں کیا پتا، ہوسکتا ہے اللہ نے اہل بدر کو دیکھ کر کہا ہو کہ تم لوگ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ اس پر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا! اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو معاف کر دیا۔ بہر حال دشمن کو خبر نہ پہنچ سکی۔

(صحیح بخاری)

امام ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلیؒ نے لکھا ہے کہ سورۃ الممتحنہ کی یہ آیات اسی موقع پر نازل ہوئیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاء تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَاداً فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاء مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاء السَّبِيلِ (1)إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاء وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ (2)لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (3)

(سورۃ الممتحنہ ۔ ۳۔۱)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، کہ ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے وہ اس کے منکر ہیں، وہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور تم کو اس بنا پر نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کے لئے اور میری رضا کے لئے نکلے ہو تو تم پوشیدہ طور پر ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں خوب جانتا ہوں، جو تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا۔ تم میں سے جس نے یہ کام کیا وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔ اگر وہ تمہیں پالیں تو وہ تمہارے دشمن ہو جائیں اور برائی کے ساتھ تم پر دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ۔ قیامت کے دن تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد تمہارے کچھ کام نہ آئیں گی، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی طرف روانگی:

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دس ہزار صحابہ کرامؓ کے لشکر کے ساتھ 10 رمضان المبارک 8ھ ہجری ، 630ء کو مکہ کی طرف روانگی کی ۔ حضرت ابورھم غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ اور حضرت میمونہ ؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا۔ مہاجرین کی

تعداد سات سو تھی جن کے پاس تین سو گھوڑے تھے، انصار مدینہ کی تعداد چار ہزار تھی اور ان کے ساتھ پانچ سو گھوڑے تھے اور باقی صحابہ کرام اونٹوں پر سوار تھے، بنو مزنیہ کی تعداد ایک ہزار تھی جن کے پاس سو گھوڑے تھے، بنو سلیم کے مجاہدین کی تعداد چار سو تھی جن کے پاس تیس گھوڑے تھے۔ رمضان کے دن تھے صحابہ کرام روزے سے تھے، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اعلان ہوا کہ جس کی مرضی روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ قضاء کر سکتا ہے۔

مقام جحفہ پہنچے تو آپ کے چچا حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) معہ اہل وعیال مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ آ رہے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اہل وعیال کو مدینہ بھجوا دیا اور حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنے ساتھ کر لیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) آگے بڑھتے ہوئے وادی مرّ الظہران تک پہنچ گئے، یہ مکہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے مکہ والوں کو ابھی تک آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے آنے کی اطلاع نہیں تھی۔

پھر ابواء کے مقام پر اپنے چچیرے بھائی ابوسفیان بن حارث اور پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن امیہ ملے۔ دونوں کو دیکھ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے منہ پھیر لیا دونوں آپ کو سخت اذیت پہنچاتے تھے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی ہجو کیا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ذریعے سفارش کروائی، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں معاف کر دیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ (زاد المعاد)

مدینہ منورہ سے سات میل پیچھے مقام صلصل پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو دو سو مجاہدین کے ساتھ آگے بھیجا کہ وہ دشمن کی نقل وحرکت پر نظر رکھیں اور ان کی سرگرمیاں کی اطلاعات رسول اللہ ﷺ کو دیں۔ حضرت زبیرؓ نے بنو ہوازن کے ایک جاسوس کو گرفتار کر لیا اور اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس سے رسول اللہ ﷺ نے معلومات حاصل کیں تو اس نے بتایا کہ بنو ہوازن رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں اور اپنے حلیف قبائل کو جمع کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس جاسوس کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے حوالے کر دیا اور انہیں ہدایت کی کہ یہ بھاگنے نہ پائے۔ رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ وہ قریش کو بے خبری میں جا کر پکڑیں اور اس لشکر کی خبر مکہ یا کہیں اور نہ پہنچے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مرّ الظہران پر پڑاؤ ڈالا صحابہ کرامؓ روزے سے تھے، لیکن عسفان اور قدید کے درمیان قدید نامی چشمہ پر پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے روزہ توڑ دیا تھا اور صحابہ کرامؓ نے بھی افطار کر لیا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے سفر جاری رکھا اور وادی فاطمہ جا کر قیام کیا وہاں پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے تھوڑے

تھوڑے فاصلہ پر آگ جلوائی اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پہرے پر مقرر کیا۔

قدید کے مقام پر رسول اللہ ﷺ نے مسلمان لشکر میں جھنڈے تقسیم کئے، رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک جھنڈا بنوسلیم، بنوغفار، بنوکعب، بنوبکر کو دیا اور بنواسلم، بنواشجع کو دو دو جھنڈے عطا کئے اور بنومزنیہ کو تین جھنڈے اور بنوجہنیہ کو چار جھنڈے عطا کئے۔

حضرت عباس رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے سفید خچر (دلدل) پر سوار ہو کر نکلے مقصد یہ تھا کہ کسی ذریعے سے قریش والوں کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے آنے کی خبر کر دیں تاکہ وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی آ کر امان طلب کر لیں۔ دوسری طرف قریش بالکل لاعلم تھے، خبریں معلوم کرنے کے لئے وہ باہر جا کر معلوم کرتے تھے لیکن وہ خوف اور اندیشوں کے شکار تھے۔ ابوسفیان بار بار باہر جا کر حالات کا پتہ لگاتا تھا، چنانچہ وہ باہر نکلا کہ حالات کا پتہ لگائے اس کے ساتھ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ تھے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے قریب سے گزرے تو ان کی گفتگو سنائی دی۔ مکہ کا سردار ابوسفیان بن حرب کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم! میں نے آج رات جیسی آگ اور ایسا لشکر اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ جواب میں بدیل کہہ رہا تھا کہ یہ خدا کی قسم بنوخزاعہ ہیں۔ اس پر ابوسفیان بولا۔ خزاعہ اس سے کہیں کمتر اور ذلیل ہیں کہ یہ لشکر اور آگ ان کی ہو۔

حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں میں نے آواز پہچان کر کہا۔ ابوحنظلہ! اس نے بھی حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آواز پہچان لی اور بولا۔ ابوالفضل! میں نے کہا! ہاں۔ اس نے کہا کیا بات ہے میرے ماں باپ تجھ پر قربان، میں نے کہا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہیں لوگوں سمیت۔ ہائے قریش کی تباہی واللہ۔

اس نے کہا کہ کوئی بچنے کا راستہ بتاؤ میرے ماں باپ آپؓ پر قربان۔ میں نے کہا! واللہ اگر وہ تمہیں پا گئے تو تمہاری گردن مار دیں گے۔ لہٰذا میرے خچر پر بیٹھ جاؤ میں تمہیں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلتا ہوں اور تمہارے لئے امان طلب کرتا ہوں۔ اس کے بعد ابوسفیان میرے پیچھے بیٹھ گیا اور حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ابوسفیان دونوں واپس چلے گئے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب میں ابوسفیان کو لے کر چلا جس کسی الاؤ کے پاس سے گزرتا لوگ پوچھتے کون ہے۔ مگر جب دیکھتے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا خچر ہے اور میں اس پر سوار ہوں تو کہتے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے چچا ہیں۔ یہاں تک کہ میں حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے الاؤ کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے پوچھا کون ہے اور اٹھ کر میری طرف آئے جب میرے پیچھے ابوسفیان کو دیکھا تو کہا!

اللہ کے دشمن! اللہ کی حمد کہ اس نے بغیر عہد و پیمان کے ہمارے قابو میں کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی طرف دوڑے میں نے بھی خچر تیز کر دیا اور جلدی سے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پہنچ گیا۔

اتنے میں حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پہنچے اور فرمایا! اے اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) اجازت دیجئے میں اس اللہ کے دشمن کی گردن ماردوں۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بڑھ کر بولے کہ میں نے اسے پناہ دے دی ہے اور جب حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بار بار اجازت چاہی تو میں نے کہا عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اگر یہ بنی عدی بن کعب کا آدمی ہوتا تو تم ایسی بات نہ کہتے۔ اس پر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا۔ عباس! ٹھرو۔ خدا کی قسم! تمہارا اسلام لانا میرے نزدیک خطاب کے اسلام لانے سے اگر وہ اسلام لاتے زیادہ پسندیدہ ہے، اس کی وجہ میرے لئے صرف یہ ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے نزدیک تمہارا اسلام لانا خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ ابوسفیان کو صبح میرے پاس لانا، میں ان کو لے کر اپنے گھر آ گیا اور صبح کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے ان کو پیش کیا۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ابوسفیان کو دیکھ کر فرمایا! ابوسفیان! تم پر افسوس ہے کیا اب تمہارے لئے وقت نہیں آیا کہ تم یہ جان سکو کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔ ابوسفیان کے کہا کہ میرے ماں باپ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر فدا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کتنے بردبار کتنے کریم اور قرابت کا کتنا خیال رکھنے والے ہیں۔ میں اچھی طرح سمجھ چکا ہوں کہ اگر اللہ کے سوا کوئی اور بھی الہ ہوتا تو اب تک میرے کام آ چکا ہوتا۔ عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! ابوسفیان گردن ماری جانے سے پہلے اسلام قبول کرلو۔ اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں۔ اس پر ابوسفیان نے اسلام کی شہادت قبول کر لی اور حق کی شہادت دی۔

حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم)! ابوسفیان اعزاز پسند انسان ہے آپ (ﷺ) اس کو کوئی خاص عزت بخش دیجئے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اچھا جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے گا اس کو امان ہے، جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس کو بھی امان دی جائے گی جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے اندر بیٹھے گا اس کو امان ہے۔ جو شخص بغیر ہتھیار لگائے راہ میں ملے گا اس کو امان ہے، اپنی عزت افزائی دیکھ کر ابوسفیان خوش ہو گئے۔

اسلامی لشکر کا مکہ میں داخلہ:

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) 17 رمضان المبارک 8 ہجری بروز منگل صبح سویرے مّر الظہر ان سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دیا تھا کہ ابوسفیان کو لے کر اس پہاڑی پر روک لیں تا کہ وہ مکہ کے اندر خدائی فوج کو داخل ہوتے ہوئے دیکھ لے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایسا ہی کیا پھر مختلف قبائل اپنے اپنے جھنڈے لئے ہوئے مکہ میں داخل ہورہے تھے تو حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس قبیلہ کا نام بتاتے، ابوسفیان حیرت سے پوچھتے اور لاتعلقی کا اظہار کرتے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) بڑی شان سے مہاجرین اور انصار صحابہؓ کے درمیان سبز دستے میں گزرے۔ پھر ابوسفیان بولے بھلا ان سے محاذ آرائی کی جرأت کیسے ہوسکتی ہے اور پھر حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بولے کہ تمہارے بھتیجے کی بادشاہت تو بڑی زبردست ہے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! ابوسفیان، یہ نبوت ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اب تو یہی کہا جائے گا۔
انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس تھا جب وہ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو بولے:

اليوم يوم الملحمة اليوم تستحل ا لحرمة

ترجمہ: آج خونریزی اور مار دھاڑ کا دن ہے، آج حرمت حلال کرلی جائے گی۔

آج اللہ نے قریش کی ذلت مقدر کردی۔ اس کے بعد جب وہاں سے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) گزرے تو ابوسفیان نے کہا! یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے وہ بات نہیں سنی جو سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کی، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کیا کہا، ابوسفیان نے کہا کہ یہ اور یہ بات کہی ہے یہ سن کر حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا۔
یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم)! ہمیں خطرہ ہے کہ سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قریش کے اندر مار دھاڑ نہ کریں۔
رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! نہیں، بلکہ آج وہ دن ہے کہ کعبہ کی تعظیم کی جائے گی۔ آج کا دن وہ دن ہے کہ اللہ قریش کو عزت بخشے گا۔ اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس آدمی بھیجا اور ان سے جھنڈا لے کر ان کے صاحبزادے قیس بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حوالے کردیا۔

جب رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ابوسفیان سے کہا کہ دوڑ کر قریش کے پاس جاؤ اور ان کو اطلاع کرو، ابوسفیان نے بلند آواز سے قریش کو پکارا۔

اے قریش کے لوگو! یہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہیں، یہ اتنا بڑا لشکر لے کر آئے ہیں کہ تم میں مقابلہ کی تاب نہیں۔ لہذا جو ابوسفیان کے گھر میں چھپ جائے اس کے لئے امان ہے، اس پر اس کی بیوی نے مقابلہ کے لئے کہا جس پر ابوسفیان نے اسے ڈانٹ دیا۔ ابوسفیان نے پکار کر کہا! جو اپنے گھر کا دروازہ اندر سے بند کرلے اس کے لئے بھی امان ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ہے۔ یہ سن کر لوگ اپنے گھروں کی طرف اور مسجد حرام کی طرف بھاگے۔ کچھ بدمعاش قسم کے لڑکوں نے کہا کہ ہم مقابلہ کریں گے۔ جن میں عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور بنو بکر کا ایک آدمی حماس بن قیس تھا۔

رسول اللہ ﷺ جب ذی طویٰ کے راستے سے مکہ میں داخل ہوئے تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے داخل ہوئے اس اعزاز فتح پر تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا سر جھکا ہوا تھا اور داڑھی کے بال کجاوے کی لکڑی سے لگ رہے تھے۔ ذی طویٰ میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے لشکر کی ترتیب و تقسیم فرمائی۔ حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میمنہ (داہنے طرف) پر رکھا اس میں قبیلہ بنو اسلم، بنو سلیم، بنو غفار، بنو مزینہ، بنو جہینہ اور کچھ دوسرے قبیلہ کے لوگ تھے۔ حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دیا کہ وہ مکہ کے زیریں حصہ سے داخل ہوں، اگر قریش میں سے کوئی آڑے آئے تو اسے ختم کردیں۔ یہاں تک کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے صفا پر آ کر ملیں۔

حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میسرہ (بائیں طرف) رکھا ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ انہیں حکم دیا تھا کہ مکہ کے بالائی حصہ یعنی کداء سے داخل ہوں اور حجون میں جھنڈا گاڑ کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا انتظار کریں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پیادہ فوج پر اور مقدمہ الجیش کا سربراہ مقرر کیا، انہیں حکم دیا کہ وہ بطن وادی کے رستہ سے جائیں، یہاں تک کہ مکہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے پہنچیں۔

میمنہ کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سپرد کی اور ان کو ہدایت کی کہ وہ جنوب کی طرف سے شہر میں داخل ہوں۔ میسرہ کی قیادت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ذمہ تھی اور انہیں حکم تھا کہ وہ مغرب کی طرف سے شہر میں داخل ہوں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ وادی کے کنارے کھڑے لشکر اسلام کو گزرتا ہوئے دیکھ رہے تھے۔

تینوں دستے اپنے راستوں پر چلے حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے رستے میں جو بھی مقابلہ پر آیا

اسے قتل کر دیا گیا۔ ان کے دو صحابہ حضرت زین جابر فہری ؓ اور حضرت حنیس بن خالد بن ربیعہ ؓ لشکر سے بچھڑ کر دوسری طرف چلے گئے تھے جنہیں شہید کر دیا گیا خندمہ پہنچ کر حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مڈ بھیڑ کچھ بد معاشوں سے ہوئی معمولی جھڑپ سے بارہ مشرک مارے گئے اور باقی فرار ہو گئے۔ حماس بن قیس جو بڑے جوش سے مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا تھا بھاگ کر گھر میں چھپ گیا۔

حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جحون پر پہنچ کر جہاں اب مسجد فتح ہے اس کے پاس رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا جھنڈا گاڑ دیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ایک قبہ نصب کیا اور وہاں ہی ٹھہرے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مہاجرین اور انصار صحابہ ؓ کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے حجر اسود کو بوسہ دیا اور بیت اللہ کا طواف کیا، اس وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں ایک کمان تھی۔ بیت اللہ کے اردگرد اور چھت پر تین سو ساٹھ بت تھے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنی کمان سے اس پر ٹھوکر مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا O

ترجمہ: اور اعلان کر دے کہ حق آ چکا اور ناحق نابود ہو گیا۔ یقیناً باطل تھا بھی نابود ہونے والا۔

(سورۃ بنی اسرائیل۔۸۱)

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ O

(سورۃ سبا۔۴۹)

ترجمہ: کہہ دیجئے! کہ حق آ چکا باطل نہ تو پہلے کچھ کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی اونٹنی پر طواف کیا آپ طواف کے وقت احرام کی حالت میں نہیں تھے۔ طواف مکمل کرنے کے بعد حضرت عثمان بن طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلا کر کعبہ کی چابیاں لیں اور خانہ کعبہ کھولا گیا اندر حضرت ابراہیم علیہ سلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ سلام کی تصاویر تھیں۔ فال کے تیر تھے ایک لکڑی کی بنی ہوئی کبوتری تھی اس کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ہاتھوں سے توڑ دیا اور دیواروں پر سے تصاویر مٹوا دی گئیں۔

حرم کعبہ میں نماز اور قریش سے خطاب:

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے خانہ کعبہ کا دروازہ اندر سے بند کر دیا حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی اندر موجود تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دروازے کے سامنے والی دیوار کی طرف منہ کر کے سامنے والی دیوار کے تین ہاتھ کے فاصلہ پر نماز پڑھی۔ اس کے بعد خانہ کعبہ کے اندرونی حصہ کا چکر لگایا تمام کونوں میں تکبیر اور توحید کے کلمات کہے پھر دروازہ کھول دیا۔ مسلمان اور قریش مسجد کے صحن میں کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کیا خطاب کرتے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر قریش سے مخاطب ہوئے۔

اللہ ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور سارے گروہوں کو شکست دی۔ کسی شخص کو جو اللہ اور اس کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاتا ہے یہ جائز نہیں کہ وہ مکہ میں خونریزی کرے۔ کسی سرسبز درخت کا کاٹنا بھی اس میں جائز نہیں ہے۔ میں نے زمانہ جاہلیت کی تمام رسموں کو پاؤں سے مسل دیا۔

سنو! بیت اللہ کی کلید برداری اور حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ سارا اعزاز یا کمال یا خون میرے ان قدموں کے نیچے ہے۔ یاد رکھو! قتل خطا پر دیت ہے یعنی سو اونٹ۔

اے قریش کے لوگوں! تم کو اللہ نے جاہلیت کے تکبر اور اباؤ اجداد پر فخر کرنے سے منع کیا ہے۔ تمام انسان (حضرت) آدم علیہ السلام سے ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے ہوئے تھے۔

اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط
اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ O

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے یقیناً اللہ خوب جاننے والا اور باخبر ہے۔

(سورۃ الحجرات ۔۱۳)

اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اے قریش کے لوگو! تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ اس سوالیہ جملے کو سن کر قریش نے کہا کہ ہم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے بھلائی کی توقع رکھتے ہیں کیونکہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہمارے بزرگ بھائی اور بزرگ بھائی کے بیٹے ہیں ان کا جواب سن کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا!

اچھا تو میں وہی کہتا ہوں جو یوسف (علیہ سلام) نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔

قَا لَ لَا تَثْرِ یْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ط یَغْفِرُاللّٰہُ لَکُمْ ز وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

جواب دیا آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اللہ تمہیں بخشے وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔

(سورۃ یوسف۔۹۲)

کعبہ کی کنجی:

فتح مکہ کے وقت خانہ کعبہ کے کلید بردار حضرت عثمان بن طلحہ ؓ ہی تھے۔ فتح مکہ والے دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال ؓ کو بھیجا کہ جا کر عثمان بن طلحہ ؓ سے خانہ کعبہ کی چابی لے آؤ کیوں کہ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ حضرت بلال ؓ جب عثمان بن طلحہ ؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ چابی تو میری والدہ کے پاس ہے۔حضرت عثمان بن طلحہ ؓ کے کہنے پر وہ ان کی والدہ کے پاس گئے اور ان سے بیت اللہ کی چابی مانگی۔ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئی تھیں۔ انہوں نے کہا! لات وعزیٰ کی قسم! میں محمد (ﷺ) کو چابی نہیں دوں گی۔

حضرت عثمان بن طلحہ ؓ نے کہا! اے اماں جان! یہ چابی مجھے دے دو کیونکہ جن کا حکم آیا ہے وہ رد نہیں کیا جا سکتا۔ اگر تم نے چابی ان کو نہیں دی تو میں اور میرا بھائی شیبہ مارے جائیں گے۔ ان کی والدہ نے ان کو چابی دے دی۔ رسول اللہ ﷺ تک چابی حضرت عمر ؓ کے ذریعہ پہنچائی گئی۔ حضرت اسامہ بن زید ؓ اور حضرت عثمان بن طلحہ ؓ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور حضرت خالد بن ولید ؓ دروازے پر سے لوگوں کو ہٹاتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ میں تصاویر دیکھیں، انبیاء کرام، فرشتوں کی، حضرت مریم ؑ، حضرت ابراہیم ؑ اور حضرت اسماعیل ؑ کی تصاویر بنائی ہوئی تھیں۔ اس کے ساتھ قسمت آزمائی کے لئے تیر رکھے ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

﴿ قاتل اللّٰہ قوما یصورون مالا یخلقون ﴾

ہلاک کرے ایسی قوم کو جس نے یہ تصاویر بنائیں جو یہ تخلیق نہیں کر سکتے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان ؓ کے ذریعہ تمام تصاویر مٹوا دیں۔ بیت اللہ کو تمام تصاویر اور مجسموں سے پاک کر کے پانی سے دھلوا دیا۔

سلافہ بنت سعدیہ (حضرت عثمان بن طلحہ ؓ کی والدہ) تمام منظر دیکھ رہی تھیں اور سوچ رہی تھیں کہ جن لوگوں نے رسول اللہ (ﷺ) کو تکالیف پہنچائی ہیں آپ (ﷺ) ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ اتنے میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی آواز آئی کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ تم لوگ میرے بارے میں کیا خیال کرتے ہو کہ میں اب کیا کرنے والا ہوں۔ مکہ والوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ ہمیں آپ سے خیر کی امید ہے۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ میں بھی وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف ؑ نے کہا تھا۔ تم پر آج کے دن کوئی پکڑ نہیں اللہ تمہیں معاف کرے، وہی بہت رحم کرنے والا ہے۔ پس آج تم سب تمام الزامات سے بری اور آزاد ہو۔

اس وقت حضرت علی ؓ کے ہاتھ میں بیت اللہ کی چابیاں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ ؓ کو بلایا اور حضرت علی ؓ سے چابیاں لے کر ان کے حوالے کر دیں اور فرمایا! یہ چابیاں لو اے عثمان، اب یہ تمہاری نسل میں رہیں گی جو تم سے یہ چابیاں چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔

حضرت عثمان بن طلحہ ؓ نے چابیاں لے کر اپنی والدہ کے حوالے کر دیں۔ انہوں نے جب چابیاں پکڑیں تو بولیں کہ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ میری آنکھیں اس کی تصدیق نہیں کر رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرا خیال تھا کہ آج آپ ﷺ ہم سے قتل و غارت کرنے کا حساب لیں گے یا تو مار دیں گے یا جلاوطن کر دیں گے۔ لیکن آپ ﷺ نے تو سب کو معاف کر دیا، پہلے میرا خیال تھا کہ آپ ﷺ اپنے چچا عباس ؓ اور بنی عبد المطلب کو چابی اور پانی پلانے کا منصب دے دیں گے مگر آپ تو ایسے شفیق اور مہربان ہیں کہ رحمت اور شفقت کی بہار لے آئے ہیں اور اس کو سب پر بکھیر دیا۔ پھر سلافہ بنت سعدؓ نے اپنے بیٹے حضرت عثمان بن طلحہ ؓ سے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو میں کلمہ پڑھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتی ہوں۔ حضرت عثمان بن طلحہ ؓ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے۔

اے ماں! کیا آپ حق کوقبول کرنے والی ہیں۔ ماں نے کہا! ہاں۔ میں حق کوقبول کرتے ہوئے کہتی ہوں!

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و ان محمد ا عبدہ و رسولہ

میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

طبقات ابن سعد میں روایت ہے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے کنجی دیتے ہوئے فرمایا! اے عثمان ؓ! اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لے لو، تم لوگوں سے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔ اے عثمان! اللہ نے تم لوگوں کو اپنے گھر کا امین بنایا ہے۔ لہٰذا اس بیت اللہ سے تمہیں جو ملے اسے معروف کے ساتھ کھانا۔

حضرت بلال ؓ کا خانہ کعبہ کی چھت پر اذان دینا:

رسول اللہ (ﷺ) کعبہ میں موجود تھے کہ نماز کا وقت ہوگیا۔ رسول اللہ (ﷺ) نے حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔ اس وقت ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب نے کہا کہ اللہ نے اسید کو فوت کر کے اس پر کرم لیا ہے کہ وہ یہ اذان نہ سن سکا ورنہ ایسی ایک ناگوار چیز سننی پڑتی۔ اس پر حارث نے کہا سنو۔ واللہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ برحق ہیں تو میں ان کا پیروکار بن جاؤں گا۔ اس پر ابوسفیان نے کہا کہ میں کچھ نہیں کہوں گا۔ اگر میں بولوں گا تو یہ کنکریاں بھی میرے متعلق خبر دے دیں گی۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے کر آئے اور کہا کہ ابھی تم لوگوں نے جو باتیں کی ہیں مجھے معلوم ہوگئیں ہیں۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی گفتگو دوہرائی۔ اس پر حارث اور عتاب بول پڑے، ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ خدا کی قسم! کوئی اور شخص ہمارے ساتھ تھا ہی نہیں کہ ہماری اس گفتگو سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو آگاہ کرتا اور ہم کہتے کہ اس نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو خبر دی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے والد کا قبولِ اسلام:

آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اپنے بوڑھے باپ حضرت ابوقحافہ ؓ کو

لئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اورآپ ﷺ کے سامنے بٹھادیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اے ابوبکرؓ آپ ؓ نے ان بزرگ کو گھر پر ہی کیوں نہ رہنے دیا میں خودان کے پاس آجاتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ بجائے اس کے کہ آپ ﷺ چل کر میرے باپ کے پاس آئیں بہتر یہی ہے کہ میرا باپ خود پا پیادہ چل کرآپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت ابوقحافہ ؓ کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اوراسلام کی تلقین کی، انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ بڑھاپے کی وجہ سے ان کا سر اورداھڑی کے بال سفید تھے۔ آپ ﷺ نے خضاب کے لئے ارشادفرمایااورتاکید کی کہ سیاہی سے بالکل دوررھنا، یعنی سیاہ خضاب ہرگز استعمال نہ کرنا۔ (سیرت ابن ہشام)

علامہ حلبی سیرتِ حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابوقحافہ ؓ اسلام لے آئے تو انخضرت ﷺ نے حضرت ابوبکرصدیقؓ کومبارک باددی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ قسم ہےاس ذات کی جس نے آپ ﷺ کوحق دے کر بھیجا! اگرحضرت ابوطالب اسلام لاتے تو میری انکھیں زیادہ ٹھنڈی ہوتیں۔

شکرانے کی نماز

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حضرت ام ہانی ؓ کے گھر تشریف لے گئے وہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے غسل فرمایااوران کے گھر میں آٹھ رکعت نماز پڑھی، یہ چاشت کا وقت تھا۔ حضرت ام ہانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنے شوہر کے دو بھائیوں کو پناہ دے رکھی تھی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کومعلوم ہوا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔

نومجرموں کے سواعام معافی کااعلان:

لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّ الۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَةِ لَنُغۡرِیَنَّکَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوۡنَکَ فِیۡهَاۤ اِلَّا قَلِیۡلًا ۚ مَّلۡعُوۡنِیۡنَ ۚ اَیۡنَ مَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَ قُتِّلُوۡا تَقۡتِیۡلًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ ۚ وَ لَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِیۡلًا ☆

(سورۃ الاحزاب:۶۲۔۶۰)

ترجمہ: اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور جو (مدینے کے شہر میں) بُری بُری خبریں اڑایا کرتے ہیں (اپنے کردار) سے باز نہ آئیں گے تو ہم تم کو ان کے پیچھے لگا دیں گے پھر وہاں تمہارے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن۔٦٠۔ (وہ بھی) پھٹکار کئے ہوئے جہاں پائے گئے پکڑے گئے اور جان سے مار ڈالے گئے۔٦١۔ جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ کی یہی عادت رہی ہے اور تم اللہ کی عادت میں تغیر و تبدل نہ پاؤ گے۔

فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کر دیا گیا مگر نو (9) افراد ایسے تھے کہ حکم دیا گیا کہ اگر وہ کعبہ کے پردے کے نیچے بھی پائے جائیں تو انہیں پکڑ کر قتل کر دینا۔ ان کے نام یہ ہیں۔

(1)۔ عبدالعزیٰ بن خطل

(2)۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

(3)۔ عکرمہ بن ابی جہل

(4)۔ حارث بن نفیل بن وہب

(5)۔ مقیس بن صبابہ

(6)۔ ہبار بن اسود

(8)(7)۔ ابن خطل کی دو لونڈیاں کو جو نبی ﷺ کی ہجو گایا کرتی تھیں۔

(9)۔ سارہ۔ جو اولاد عبدالمطلب میں سے کسی کی لونڈی تھی۔ اسی کے پاس حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا خط پایا گیا تھا۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح:

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچانے میں پیش پیش تھے۔ ان کا تعلق بنو عامر سے تھا۔ عبداللہ نے مدینہ منورہ آ کر اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اس کا دل اسلام کی عداوت سے خالی نہ تھا۔ عبداللہ لکھنا پڑھنا جانتا تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اسے وحی لکھنے پر معمور کیا لیکن رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ یہ وحی لکھنے کا بد دیانتی کرتا ہے، اس لئے اسے اس کام سے الگ کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی بد دیانتیوں کا جان گئے تھے

، اسے احساس ہوا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ اسے قتل نہ کروادیں تو وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا اور مرتد ہو گیا۔ وہاں جا کر وہ اسلام کے خلاف زہر اگلتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہجو لکھتا تھا۔ جب مکہ فتح ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت عباد بن بشر ؓ نے اس کو قتل کرنے کی قسم کھائی ہے تو وہ حضرت عثمان بن عفان ؓ کے گھر میں چھپ گیا، حضرت عثمان ؓ اس کے رضائی بھائی تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مہر الظہر ان کے مقام پر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کر کے اس کی جان بخشی کی درخواست کی رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے کچھ دیر خاموشی اختیار کی پھر معاف کر دیا۔

اس کے بعد عبداللہ بن ابی سرح ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر سے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد وہ اپنی توبہ پر قائم رہے اور ایک اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ وہ مصر و شام اور افریقہ تک کے جہاد میں مسلمانوں کے ہمراہ رہے اور بہادری کے جوہر دکھاتے رہے۔ جب یہ ممالک فتح ہو گئے تو حضرت عمر فاروق ؓ نے انہیں مصر کے ایک صوبہ کا گورنر بنا دیا تھا۔ جب حضرت عثمان غنی ؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے حضرت عبداللہ کو پورے مصر کا سربراہ بنا دیا تھا۔ انہوں نے ۵۹ھ کو وفات پائی۔

عکرمہ بن ابی جہل:

فتح مکہ کے موقعہ پر عکرمہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں دیکھتے ہی قتل کر دینے کا حکم تھا۔ اس لئے عکرمہ نے مکہ سے فرار ہونے کا ارادہ کیا کہ وہ کسی بحری جہاز میں سوار ہو کر یمن چلا جائے گا، چنانچہ وہ قریبی بندرگاہ پر پہنچا تو یمن جانے والا جہاز تیار کھڑا تھا۔ ان کی بیوی ام حکیم بنت حارث ؓ جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے خاوند کے لئے امان کی درخواست کی جو رسول اللہ ﷺ نے منظور کر لی۔ وہ ان کی تلاش میں یمن جانے کے لئے ساحل سمندر پر گئیں۔ عکرمہ کی بیوی جب بندرگاہ پر پہنچیں تو انہوں نے اپنے شوہر کا دیکھ کیا اور ان کو اپنے پاس بلا لیا۔

ام الحکیم ؓ نے اپنے شوہر عکرمہ سے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! میں تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی بارگاہ سے آئی ہوں جو تمام لوگوں سے زیادہ نیکوکار اور سخی ہیں، میں اللہ کے رسول (ﷺ) سے تمہارے لئے امان لے کر آئی ہوں۔ عکرمہ اپنی بیوی کے ساتھ واپس لوٹ آئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

جب حضرت ام حکیم ؓ اپنے شوہر عکرمہ بن ابو جہل کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے

ان کو دیکھ کر بڑی گرم جوشی سے ان کو استقبال کیا اور فرمایا! " مرحبا بالراکب المهاجر " مہاجر سوار خوش آمدید۔
عکرمہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ مجھے اس عورت نے بتایا کہ ہے کہ آپ (ﷺ) نے مجھے امان دے دی ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہاں، تمہارے لئے امان ہے۔

حضرت عکرمہ نے اسی وقت اسلام قبول کرلیا، کلمہ شہادت پڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے اپنی بخشش کے لے دعا کی درخواست کی اور پھر سچے اور نیک مسلمان بن گئے۔ صحابہ کرام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ وہ ایک ماہر فوجی اور سپہ سالار تھے۔ ان کے اسلام لانے کے بعد بعض مسلمانوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ تو دشمن اسلام کا بیٹا ہے۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو منع فرمایا اور کہا کہ مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ دو۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے سب سے بڑے دشمن کے دونوں بیٹے حضرت عکرمہ بن ہشام ؓ اور حضرت حارث بن ہشام ؓ کو اسلام کے نعمت سے سرفراز لیا۔ ان کے ساتھ حضرت سہیل بن عمرو ؓ بھی اسلام کی دولت سے بہراور ہوئے۔

ابن خطل :

ابن خطل خانہ کعبہ کا کپڑا پکڑ کر لٹکا ہوا تھا کہ کسی صحابہ ؓ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع کی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا قتل کر دیا جائے تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

مقیس بن صبابہ کو حضرت نمیلہ بن عبداللہ نے قتل کیا۔ یہ مسلمان ہو گیا تھا پھر ایک انصاری کو قتل کر کے مرتد ہو کر بھاگ گیا تھا۔

حارث بن نفیل۔ مکہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اذیت پہنچایا کرتا تھا۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسے قتل کر دیا۔

ہبار بن اسود:

ہبار بن اسود کا شمار رسول اللہ ﷺ کے بدترین دشمنوں میں ہوتا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے حویرث بن نقید کے ساتھ مل کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی صاجزادی حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو ہجرت کے موقع پر ایسا کچوکا مارا تھا کہ وہ اونٹنی کے ہودج سے چٹان پر جا گری تھیں اور اس کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ ایک

باپ کی حیثیت سے اس قدر غم وغصہ کا شکار ہوئے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو اسے قتل کر دینے کا حکم دیا تھا۔ فتح مکہ کے دن صحابہ کرام اس کو قتل کرنے کے لئے تلاش کرتے رہے۔ یہ شخص فتح مکہ کے روز بھاگ نکلا تھا، اس نے سوچا تھا کہ وہ کسی عجمی ملک میں ہجرت کرلے گا اور عرب کے حالات پر نظر رکھے گا۔ اس کو معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بڑے سے بڑا مجرم خود حاضر ہو جائے تو آپ ﷺ اسے قتل نہیں کرتے تھے بلکہ اسے معاف کر دیتے تھے۔ اس نے ذہنی طور اس بات کے لئے تیار تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔ وہ نبی کریم ﷺ کے عفو ودرگزر پر نظر ڈالتا تھا تو اس کے قدم بارگاہ رسالت کی طرف بڑھنے لگتے اور جب وہ اپنے جرائم پر نظر ڈالتا تو اس کے قدم رک جاتے تھے۔ اسی شش وپنج میں دن گزرتے جارہے تھے۔ وہ بنی ہوازن میں قیام پذیر تھا لیکن جب بنی ہوازن کو مسلمانوں کے ساتھ بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے سوچا کہ اب اس کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ وہ جلد از جلد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور معافی کی درخواست کرے۔

چنانچہ وہ تیار ہو گیا، رسول اللہ ﷺ جب طائف کا محاصرہ اٹھا کہ جعرانہ کے مقام پر رکے ہوئے تھے تو یہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اسے دیکھ کر ایک صحابی نے اسے پہچان لیا اور تلوار نیام سے نکال کر ہبار کر سر پر آ کر کھڑا ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے اشارے کا انتظار کرنے لگے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا! یا رسول اللہ ﷺ! یہ ہبار بن اسود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی نظروں کے سامنے بیٹی کے ساتھ کیا گیا ظلم یاد آ گیا، لیکن آپ ﷺ نے صحابہ کو روک دیا اور فرمایا! جانے دو، یہ خود چل کر ہمارے پاس آیا ہے ممکن ہے اللہ نے اس کا دل بدل دیا ہو۔ ہبار بن اسود رسول اللہ ﷺ کی اس اخلاقی عظمت کی تاب نہ لا سکا اور اس کی آنکھوں سے ندامت کے آنسو بارش کی طرح بہنے لگے۔ اس نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! ہم گمراہ تھے جانوروں سے بدتر تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہی کے طفیل ہمیں ہدایت سے نوازا گیا، میں اپنی خطاؤں کو بہت بڑا جانتا ہوں مگر آپ کے عفو ودرگزر کی گونج نے مجھے حوصلہ بخشا ہے، شاید میں بھی آپ ﷺ کے قدموں میں جگہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے معاف کر دیا۔ وہ مسلمان ہو گیا اور امان پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھی اللہ کا ایک احسان ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت کی طرف رغبت عطا فرمائی، اسلام قبول کرنے سے انسان کے سارے گناہ دھل جاتے ہیں اور انسان سابقہ تمام بدکاریوں اور خطاؤں سے باہر نکل آتا ہے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت ہبار بن اسود ؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ آ گئے۔ صحابہ کرام کے دلوں

میں ان کے لئے ابھی بھی پسندیدگی نہیں پیدا ہوئی تھی۔

ابن خطل کی دونوں لونڈیوں میں سے ایک قتل کر دی گئی دوسری نے امان طلب کر لی اور مسلمان ہوگئی تھی۔ اسی طرح سے سارہ نے بھی امان طلب کر لی تھی اور مسلمان ہوگئی.

اس طرح نو میں سے چار قتل کر دیے گئے اور پانچ کو امان مل گئی تھی۔

صفوان بن امیہ:

صفوان قریش کا اہم سردار تھا اس کا باپ امیہ غزوہ بدر میں مارا گیا تھا، دونوں باپ اور بیٹے اسلام اور مسلمانوں کے شدید دشمن تھے۔ صفوان کو واجب القتل تو قرار نہیں دیا تھا، یہ بڑے لیڈروں میں آتا تھا اسی لئے اپنی جان کا خطرہ ہوا تو بھاگ گیا۔ اس کو یقین تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کو کبھی بھی معاف نہیں کریں گے، اس لئے وہ سمندر میں ڈاب کر خودکشی کر لے گا۔ فتح مکہ کے موقع پر اس کے چچازاد بھائی عمیر بن وہب جمحیؓ نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے لئے امان طلب کی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اسے امان دے دی اور یقین دھانی کے طور پر اپنی دستار جو فتح مکہ کے وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پہنی ہوئی تھی ان کو دیدی۔ عمیرؓ صفوان کے پاس پہنچے وہ جدہ سے یمن کے لئے سمندر سے سوار ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔ عمیرؓ اسے واپس لے آئے۔ اس نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے کہا کہ مجھے دو مہینے کا وقت دیجئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تمہیں چار مہینے کا وقت ہے۔ اس کی بیوی پہلے مسلمان ہو چکی تھی تو وہ جلد ہی مسلمان ہو گیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا نکاح برقرار رکھا۔

فضالہ ایک بہادر آدمی تھا۔ جس وقت رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) طواف کر رہے تھے تو وہ قتل کی نیت سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا لیکن آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اسے اس کے دل کی بات بتا دی اس پر وہ مسلمان ہو گیا۔

عتبہ اور معتب:

یہ دونوں ابولہب کے بیٹے تھے۔ ابولہب اگرچہ رسول اللہ ﷺ کا چچا تھا لیکن اس نے ساری زندگی آپ ﷺ کی دشمنی میں گزاری۔ وہ اپنی موت تک اسلام کا بدترین دشمن رہا۔ ابولہب فتح مکہ سے پہلے ہی انتقال کر گیا تھا، فتح مکہ والے دن اس کے دونون بیٹے چھپتے پھر رہے تھے، کئی روز گزرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباسؓ سے

پوچھا کہ آپ ؓ کے بھائی کے دونوں بیٹے نظر نہیں آ رہے وہ کہاں ہیں۔ انہوں نے فرمایا، یا رسول اللہ ﷺ! وہ آپ ﷺ کے خوف سے دوسرے مشرکین کی طرح کہیں چھپ گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس ؓ سے فرمایا کہ ان کو دھونڈ کر میرے سامنے پیش کرو۔ حضرت عباس ؓ نے دونوں کو دھونڈا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور انہوں نے بغیر کسی تردد کے کلمہ شہادت پڑھ لیا، ان کے اسلام لانے کی خوشی رسول اللہ ﷺ کے چہرے مبارک سے ظاہر ہو رہی تھی اور حضرت عباس ؓ بھی بہت خوش ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے دونوں بھائیوں کو اپنے دائیں بائیں گھڑا کیا اور دیر تک ان کے لئے دعائیں کرتے رہے۔

ابولہب کے ان بیٹوں کے سینے ایمان کی حلاوت سے آشنا ہوئے تو یہ نہایت سچے مسلمان بن گئے۔ غزوہ حنین کے دن جب صحابہ کے کچھ لوگ میدان سے بھاگ گئے تھے تو یہ دونوں بھائی ثابت قدم رہے اور رسول اللہ ﷺ کے دائیں بائین رہ کر دشمنیوں کو پیچھے دھکیلتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں انہوں نے اپنی جان کی بازی لگا دی تھی۔ مشکل وقت میں بھی بنو ہاشم نے رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا تھا، جس نے اسلام قبول کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ قبائلی عصبیت کی بنا پر وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیتے رہے۔ کفار قریش نے بہت کوشش کی کہ بنو ہاشم رسول اللہ ﷺ حمایت سے باز آ جائیں تاکہ وہ انہیں آسانی سے قتل کر دیں لیکن بنو ہاشم نے ان پر واضح کر دیا تھا کہ وہ کسی حال میں ان کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے، اس وقت بھی ابولہب اور اس کے بیٹوں نے بنو ہاشم سے تعلق ہوتے ہوئے بھی کفار مکہ کا ساتھ دیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ بنو عبد المطلب کے ساتھ شعب ابی طالب کی گھاٹی میں محصور ہو گئے تھے تو یہ باپ بیٹے مشرکین قریش کے ساتھ تھے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی شان شفقت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے تمام قصور معاف کر دئے تھے۔

فتح کے دوسرے دن کا خطبہ:

فتح کے دوسرے دن آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا!

لوگو! اللہ نے جس دن آسمان کو پیدا کیا اسی دن مکہ کو حرام (حرمت والا شہر) ٹھہرایا۔ اس لئے وہ اللہ کی حرمت کی وجہ سے قیامت تک کے لئے حرام ہے۔ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے حلال نہیں کہ وہ اس میں خون بہائے یا یہاں کوئی درخت کاٹے۔ اگر کوئی شخص اس بنا پر رخصت اختیار کرے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے یہاں قتال کیا تو اس سے کہہ دو کہ اللہ نے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اجازت دی تھی۔ لیکن تمہیں اجازت نہیں ہے اور میرے

لئے بھی اسے صرف ایک دن کی ایک ساعت میں حلال کیا گیا۔ پھر آج اس کی حرمت اسی طرح پلٹ آئی۔ اب چاہیے یہ جو حاضر ہے وہ غائب کو یہ بات بتا دے۔

انصار مدینہ ؓ کے اندیشے:

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جب مکہ فتح کرلیا اور اس کے تمام مراحل طے ہو گئے تو انصار ؓ آپس میں خیال کرنے لگے کہ یہی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا شہر ہے، یہی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا جائے پیدائش ہے اور وطن ہے۔ اللہ نے پھر سے اسے فتح کرا دیا ہے حرمت والا شہر ہے اب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یہاں ہی قیام کریں گے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس وقت صفا پر دعا فرما رہے تھے۔ دعا سے فارغ ہو کر انصار ؓ سے فرمایا کہ تم لوگوں نے کیا بات کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اصرار کیا تو پھر انہوں نے اپنے اندیشے کا اظہار کر دیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اللہ کی پناہ، اب زندگی اور موت آپ لوگوں کے ساتھ ہے۔

بیعت:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) صفا پر بیٹھ گئے اور لوگوں سے اللہ اور رسول کی اطاعت پر بیعت لینے لگے۔ مردوں سے فارغ ہونے کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن خطاب کو عورتوں سے بیعت لینے پر مامور فرمایا اور خود بنفس نفیس ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہے۔

جب خانہ کعبہ کے بت گر گئے اور قریش مکہ کا غرور کا بت بھی ٹوٹ گیا تو آس پاس کے قبائل جو قریش کے خوف سے اسلام کے قریب نہیں آتے تھے، اب وہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے اور بہت ہی مختصر وقت میں آس پاس کے اور دور دراز کے تمام قبائل مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انیس (۱۹) دن مکہ میں رہے، پھر آس پاس کے بت توڑنے کے لئے سرایا روانہ فرمائے۔

اطراف کے بت ڈھانے کی مہم

عزیٰ:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتح مکہ سے فارغ ہونے کے بعد 25 رمضان المبارک 8 ھ ہجری کو حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں عزیٰ کے بت کو گرانے کے لئے سریہ بھیجا، عزیٰ کا بت نخلہ میں تھا۔ قریش اور بنو کنانہ اس کی پوجا کرتے تھے، یہ ان کا سب سے بڑا بت تھا۔ بنو شیبان اس کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تیس (30) سواروں کے ساتھ جا کر اسے ڈھا دیا۔ واپسی پر رسول اللہ (ﷺ) نے ان سے پوچھا کہ کچھ دیکھا بھی، حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! نہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! بت تو درحقیقت تم نے ڈھایا ہی نہیں، پھر سے جاؤ اور اسے ڈھاؤ۔ حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پھر سے غصہ میں بھرے تلوار نکال کر گئے۔ اب کی بار ان کی طرف سے ننگی، کالی، پراگندہ عورت نکلی۔ مجاور اسے چیخ چیخ کر پکارنے لگے لیکن اتنے میں حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس زور سے تلوار ماری کہ اس عورت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آ کر خبر دی۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا! ہاں، وہ عزیٰ تھی۔ اب وہ مایوس ہو چکی تھی کہ تمہارے ملک میں کبھی بھی اس کی پوجا ہو گی۔

سواع:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سواع نامی بت ڈھانے کے لئے روانہ کیا۔ یہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر رباط بنو ہذیل کا بت تھا۔ جب حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہاں پہنچے تو مجاور نے پوچھا! تم کیا چاہتے ہو، انہوں نے کہا! مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے ڈھانے کا حکم دیا ہے، اس نے کہا کہ تم اس پر قادر نہیں ہو سکتے۔ حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! کیوں۔ اس نے کہا! روک دیئے جاؤ گے۔ حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! تم اب تک باطل پر ہو، تم پر افسوس ہے، کیا یہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اس کے بعد بت کے پاس جا کر اس کو توڑ ڈالا کہ اس کے خزانے والا مکان ڈھا دیا لیکن اس میں کچھ نہ ملا۔ پھر مجاور سے کہا! کہو کیسا رہا۔ اس نے کہا! میں اللہ کے لئے اسلام لایا۔

مناۃ:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت سعد بن زید اشہلی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بیس (20) سواروں کے ساتھ مناۃ کو ڈھانے کے لئے بھیجا۔ یہ قدید کے پاس مشلل میں اوس، خزرج اور غسان کا بت تھا، جب حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہاں پہنچے، اس کے مجاور نے ان سے کہا! تم کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا! مناۃ کو ڈھانا چاہتا ہوں۔

اس نے کہا! تم جانو تمہارا کام جانے۔ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مناۃ کی طرف بڑھے تو ایک کالی، ننگی پراگندہ سر والی عورت نکلی اپنا سینہ پیٹ کر ہائے ہائے کر رہی تھی۔

اس سے مجاور نے کہا! مناۃ۔ اپنے کچھ نافرمانوں کو پکڑ لے۔ لیکن اتنے میں حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تلوار مار کر اس کا کام تمام کر دیا پھر لپک کر بت ڈھا دیا۔ اسے توڑ پھوڑ دیا۔ خزانے میں کچھ نہ ملا۔

غزوۂ حنین

غزوۂ حنین سے پہلے خطۂ عرب کی سیاسی صورت حال:

بیس سال قبل جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا تھا تو اہل عرب نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ اس وقت قریش کے لوگ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کررہے تھے اور خطہ کے دوسرے قبائل اس کو قریش مکہ کا اندرونی معاملہ سمجھ رہے تھے اور وہ سمجھ رہے تھے کہ قریش آسانی سے ان پر قابو پالیں گے لیکن قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تین جنگیں (بدر، احد اور خندق) لڑیں لیکن پھر بھی ان پر قابو نہ پاسکے اور آخر کا ان کو مکہ میں بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مکہ کے بیشتر لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور جو نہیں ماننا چاہتے تھے وہ دور دراز کے ملکوں کی طرف ہجرت کر گئے، ان کے بڑے بڑے سردار مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں مارے جا چکے تھے۔ ان کفار کے دور دراز کے ملکوں میں جانے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے بارے میں میں دوسرے علاقوں میں خبریں پہنچنے لگیں اور وہاں کے لوگ بھی شوق سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر اسلام قبول کرنے لگے۔ بنو غفار سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آئے، بنو دوس سے طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور نجران سے عیسائیوں کے وفد رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لئے آئے۔ تب مکہ کے آس پاس کے قبائل کو اس بات کا احساس ہوا کہ مسلمانوں پر قابو پانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ انہوں نے بنو ہاشم کے سرکردہ لوگوں سے رابطہ قائم کیا اور ان سے مشاورت کی کہ اس طوفان کا راستہ کس طرح روکا جائے۔ لیکن اس میں ناکامی کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے۔ رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے جا چکے تھے، مدینہ منورہ کی حیثیت ایک ریاست کی ہوگئی تھی، اوس اور خزرج کے قبیلے اپنی سالوں کی دشمنیاں بھلا کر بھائی بھائی بن گئے تھے انہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے زور بازو بن گئے تھے۔ آپ ﷺ کے ایک حکم پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔

اسلام کی اس بڑھتی ہوئی مقبولیت کو تمام عرب کے لوگ دیکھ رہے تھے، اس وقت خطہ عرب میں تین بڑی طاقتیں موجود تھیں، ایک تو مشرکین مکہ قریش کے لوگ تھے جو آئے دن مدینہ منورہ پر حملے کرتے رہتے تھے۔ دوسری مدینہ شہر کے یہودی تھے جن کی برتری کو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ آکر ختم کردیا تھا۔ تیسرے عرب کے وہ بدو قبائل تھے جو صحراؤں میں مقیم تھے اور لوٹ ماران کا پیشہ تھا۔ ان کے دلوں میں اسلام سے دشمنی اور عداوت ونفرت بھری ہوئی تھی۔ ان کی وارداتوں میں اسلام رکاوٹ بن رہا تھا۔ ان قبائل نے مسلمانوں کے خلاف آپس میں اتحاد کیا ہوا تھا۔ ان میں بنو ہوازن، بنو ثقیف،

بنو جشم اور بنو سعد بن بکر زیادہ طاقت ور تھے اور اسلام سے دشمنی میں بھی شدید تھے۔ بنو ہوازن تو شروع سے ہی اسلام کے ساتھ دشمنی کرتے آرہے تھے۔

مورخین نے ان کی اسلام کے خلاف عداوت کی وجوہات بیان کی ہیں:

ا۔ بنو ہوازن عہد جاہلیت میں بھی قریش کے سخت دشمن تھے اور عرب کی تاریخ میں جنگ فجار کے جو تذکرے ہیں وہ قریش اور ہوازن کے درمیان ہوتی تھیں۔ ان جنگوں کی آخری جنگ میں رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے چچاؤں کی مدد کرنے کے لئے شرکت کی تھی۔

۲۔ قریش کے اسلام قبول کر لینے اور مکہ کے فتح ہونے کے بعد بنو ہوازن کو اس بات کا احساس ہو گیا تھا اب ان کی باری ہے۔ اس لئے کہ اسلام کے بڑے دشمن یہودی تباہ و برباد ہو گئے تھے اور قریش مکہ نے اسلام قبول کر لیا تھا اب وہ آخری دیوار تھے جو اسلام اور اہل عرب کے درمیان حائل تھی۔

۳۔ ان کا خیال تھا کہ وہ کثرت میں ہیں جنگی اسلحہ اور تیر اندازی میں کمال رکھتے ہیں اس لئے مسلمانوں کو شکست دینا ان کے مشکل نہیں ہے۔ وہ مسلمانوں کو شکست دے کر پورے عرب میں ہیرو بن جائیں گے۔ ان کا خیال تھا کہ قریش میں رسول اللہ ﷺ کا اپنا خاندان بھی تھا اس لئے انہوں نے جم کر ان کا مقابلہ نہیں کیا۔ ہم ان سے صحیح طریقے سے نپٹ لیں گے۔

۴۔ بنو ہوازن کو اس بات نے بھی جنگ کرنے پر ابھارا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے بت خانے " عزیٰ " کو تباہ کر دیا تھا، وہ تمام قبائل جن کی عزیٰ کے ساتھ مذہبی اور جذباتی وابستگی تھی وہ بھی بنو ہوازن کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تھے۔

۵۔ جب بنو ہوازن نے اپنے حلیف قبائل کو اسلام اور قریش کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دی تو انہیں توقعات سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ بنو ثقیف، بنو جشم، بنو سعد بن بکر، بنو ہلال، بنو نصر نے ان کی حمایت کا اعلان کر دیا اور وہ بنو ہوازن کے ماتحت مسلمانوں سے لڑنے کے لئے بھی تیار ہو گئے۔

جنگ کا آغاز:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مکہ فتح کرنے اور قریش کے مسلمان ہونے کی خبریں آس پاس کے قبائل کو مل رہی تھیں اس میں کمزور قبائل تو مطیع ہو رہے تھے البتہ اکھڑ قبائل ہوازن اور ثقیف جو طائف اور مکہ کے درمیان رہتے تھے اور قریش کے حریف اور مدمقابل سمجھے جاتے تھے۔ ان کو یہ فکر ہوئی کہ مسلمان قریش کے بعد اب ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ بنوہوازن کا سردار مالک بن عوف نے ہوازن اور بنوثقیف کے سردار کنانہ بن عبد یالیل کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا اوران کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ قبائل نضر، جشم اور سعد بھی شریک ہونے پر آمادہ ہو گئے۔ بنوکعب کے سردار ابن ابی براء اور بنوکلاب کے لوگوں نے ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑنے سے گریز کیا۔ مقام اوطاس پر لشکر جمع ہونا شروع ہو گیا۔ یہ حنین کے قریب بنوہوازن کے علاقے کی ایک وادی ہے لیکن وادی حنین سے الگ ہے۔ حنین ایک دوسری وادی ہے جو ذوالمجاز کے ساتھ واقع ہے، وہاں سے عرفات سے گزرتے ہوئے مکہ کا فاصلہ دس میل ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں جب اس لشکر کے جمع ہونے کی خبر پہنچی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تحقیق کے لئے حضرت عبداللہ بن ابی حدود اسلمیؓ کو بھیجا کہ وہ جائیں اوران لوگوں کے اندر جا کر ٹھیک ٹھیک خبر لے کر آئیں۔ انہوں نے آکر بتایا کہ دشمن کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں اور جنگ کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ آپ ﷺ نے فوراً جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ دس ہزار مہاجرین اور انصار آپ (ﷺ) کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے۔ دو ہزار اہل مکہ سے تیار کئے گئے، اس طرح یہ بارہ ہزار کا لشکر تیار ہو گیا۔

ہفتہ 6/شوال 8ھ ہجری / ۲۷/جنوری ۶۳۰ء کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ سے کوچ کیا اور آپ (ﷺ) کو مکہ آئے ہوئے انیسواں دن تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صفوان بن امیہ سے سو (100) زرہیں اور ہتھیار ادھار لئے اور ایک انیس سالہ نوجوان حضرت عتاب بن اسد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مکہ کا گورنر مقرر کیا۔ دوپہر کے وقت ایک سوار نے اطلاع دی کہ میں نے پہاڑ پر چڑھ کر دیکھا ہے لگتا ہے بنوہوازن کے سب لوگ عورتیں بچے اور چوپائے میدان میں آگئے ہیں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ان شاء اللہ یہ سب مسلمانوں کے لئے مالِ غنیمت ہوگا۔ رات کو حضرت انس بن ابی مرثد غنوی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پہرے داری کے فرائض انجام دئے۔

(سنن ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے لشکر اسلام کو دستوں میں تقسیم کر کے ان کو مختلف جھنڈے دیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے قریش کے لوگوں میں تین جھنڈے تقسیم کئے، ایک جھنڈا حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو دیا، ایک جھنڈا حضرت علی ؓ کو سونپا، اور ایک جھنڈا حضرت سعد بن وقاص ؓ کے حوالے کیا۔ انصار مدینہ میں بنواوس کا جھنڈا حضرت اسید بن خضیر کے حوالے کیا گیا اور بنوخزرج کا جھنڈا حضرت خباب بن منذر ؓ کو عطا کیا گیا۔ اگلی صبح کو رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ حنین کی وادی میں داخل ہوئے، یہ منگل کا دن اور شوال کی دس تاریخ تھی۔

پیر کے روز بنوہوازن کے سردار عوف بن مالک کے تین جاسوس عوف کے پاس پہنچے اور وہ تھر تھر کانپ رہے تھے، اوران کے پسینے چھوٹے ہوئے تھے ان کی زبان سے لفظ نہیں نکل پاتے تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ انہیں کیا ہوگیا انہوں نے بمشکل بتایا کہ انہوں نے دیکھا کہ وہ لوگ سفید ابرق کی طرح بلند قامت ابلق گھوڑوں پر سوار ہیں اور وہ سوار کسی اور ہی دنیا کی مخلوق لگتے ہیں، ہم نے ان کے قریب جانا چاہا تو خوف کی ایک شدید لہر نے ہم کو لپیٹ میں لے لیا اور انہوں نے جب ہماری طرف دیکھا تو ان کی آنکھوں کی چمک سے ہمیں یوں محسوس ہوا کہ ہمارے جسم کے جوڑوں کو الگ کر دیا گیا ہو۔ وہ خوفزدہ ہو کر کہنے لگے، واللہ! تم کبھی ان کو مقابلہ نہیں کر سکتے اس لئے جس قدر ممکن ہے بھاگ جاؤ۔ عوف بن مالک نے ان کو ڈانٹا اور اپنے سب سے بہادر سپاہی کو حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا۔ وہ فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر اس جگہ پہنچا جس کی نشاندہی ان جاسوسوں نے کی تھی۔ وہ تھوڑے دیر بعد واپس آیا تو اس کا رنگ اڑا ہوا تھا اور وہ انتہائی خوفزدہ تھا۔ اس سے جب اس بات کے متعلق پوچھا تو تھوڑی دیر تک وہ جواب دینے کے قابل نہیں تھا، پھر جب اس کے کچھ اوسان بحال ہوئے تو اس نے بھی وہی کہا جو اس سے پہلے ان کے جاسوس بتا چکے تھے۔ عوف بن مالک نے ان تینوں کو لشکر سے الگ کر دیا کہ کہیں یہ بات سارے لشکر میں نہ پھیل جائے اور لوگ خوفزدہ ہو جائیں۔

دشمن کو جب اسلامی لشکر کی آمد کی خبر ملی تو وہ وادیٔ حنین میں اپنی کمین گاہوں میں چھپ گئے اور لشکر کا انتظار کرنے لگے۔ مسلمان وادی کے پیچیدہ راستوں سے ہو کر نشیب کی طرف اترنے لگے تھے اور صبح کاذب کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی کہ اچانک دشمن مالک بن عوف کے آدمیوں نے کمین گاہوں سے نکل کر مسلمانوں پر تیروں کی بارش کردی، اس اچانک پڑنے والی مصیبت اور غیر متوقع حملے کی وجہ سے مسلمان گھبرا گئے اور اہل مکہ سے جو دو ہزار لوگ آئے تھے وہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وادی کی داہنی طرف تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت

فضل بن حیانؓ، حضرت ابوسفیانؓ اور مختصرسی جماعت تھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خچر دُلدُل پر سوار تھے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ اس سخت افراتفری کے عالم میں رسول اللہ (ﷺ) نے پکارا! لوگو! میری طرف آؤ میں عبداللہ کا بیٹا ہوں۔ اس وقت اس جگہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ چند مہاجرین اور انصار اور اہل خاندان کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ اس نازک موقع پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شجاعت اور استقلال نے مسلمانوں کو کسی قدر ہمت دی۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اردگرد دشمن پوری طاقت سے حملہ آور تھے اور یہ مٹھی بھر صحابہؓ ان سے لڑ رہے تھے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو جن کی آواز بہت بلند تھی حکم دیا کہ مسلمانوں کو اس طرف بلاؤ۔ چنانچہ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ہر قبیلہ کا نام لے لے کر آوازیں دینی شروع کر دیں کہ اس طرف آؤ۔ ان کی آواز کو پہچان کر مسلمان اس طرف اس طرح دوڑے جیسے گائے کے بچھڑے اپنی ماں کی آواز سن کر اس طرف دوڑتے ہیں۔ مگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب صرف سو افراد پہنچ سکے۔ باقی دشمن کے درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تک نہ پہنچ سکے اور وہاں ہی سے لڑنے لگے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ اکبر کہہ کر دُلدل کو دشمنوں کی طرف بڑھایا اور سو صحابہؓ کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ اپنے سامنے سے دشمن کو بھگا دیا اور ان کے آدمیوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سن کر باقی صحابہ کرامؓ نے بھی اللہ اکبر کہہ کر دشمن پر حملے شروع کر دیے اور ذراسی دیر میں لڑائی کا نقشہ بدل گیا۔ دشمن کو بری طرح شکست ہوئی اس لڑائی میں مسلمانوں کو مشرکین اہل مکہ کی وجہ سے جو لشکر میں شریک تھے شروع میں پسپائی کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے خود بھاگ کر دوسری قوموں کے پاؤں بھی ڈگمگا دیئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس مشکل صورتِ حال میں استقامت اور بہادری سے صورتِ حال کو قابو میں کیا جب میدان میں گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔

اس بارے میں قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِىْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۚ ○ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ○

(سورۃ التوبہ ۔25۔26)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے میدانوں میں تمہیں فتح دی ہے اور حنین کی لڑائی والے دن بھی جب کہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہو گیا تھا، لیکن اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے (۲۵) پھر اللہ نے اپنی طرف کی تسکین اپنے نبی پر اور مومنوں پر اتاری اور اپنے وہ لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے اور کافروں کو پوری سزا دی۔ ان کفار کا یہی بدلہ تھا (۲۶)

رسول اللہ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا!

اے اللہ! جس نصرت کا تو نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے اس کا واسطہ دیتا ہوں، الٰہی یہ تیرے شاہان شان نہیں کہ مشرک ہم پر غالب آ جائیں، الٰہی تو ازل سے ابد تک رہے گا تجھے موت نہیں آ سکتی، آنکھیں سو جاتی ہیں، ستارے اپنی چمک کھو بیٹھتے ہیں لیکن تو حیّ و قیوم ہے، تجھے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ آتی ہے، الٰہی کیا تیری یہ مرضی ہے کہ تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے، سب تعریفیں تیرے لئے ہیں، ہم تیری ہی بارگاہ میں اپنے درد و الم کا شکوہ کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد کی درخواست کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ جب دعا سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے دائیں جانب آہٹ محسوس کی دیکھا تو وہ جبرائیل علیہ السلام تھے اور وہ آواز ان کے پروں کی آ رہی تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام پیش کیا اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! آج آپ (ﷺ) کے دل میں جو دعا القا ہوئی ہے یہ وہی دعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی تھی۔ یارسول اللہ ﷺ! جس طرح آج میں آپ (ﷺ) کے دائیں جانب کھڑا ہوں اسی طرح کبھی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دائیں جانب کھڑا ہوا تھا اور انہوں نے یہ دعا کی تھی تب اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون مصر کے لشکر پر غلبہ عطا فرمایا تھا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زمین سے ایک مٹھی مٹی لے کر دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا۔

شَاهَتِ الْوُجُوْه (چہرے بگڑ جائیں)

یہ مٹھی بھر مٹی اس طرح پھیلی کہ دشمن کا کوئی آدمی ایسا نہ تھا کہ اس کی آنکھ میں یہ مٹی نہ گئی ہو، اس کے بعد ان کی قوت ٹوٹتی چلی گئی اور وہ شکست سے دوچار ہوئے۔ مسلمانوں نے انہیں بری طرح قتل کرنا شروع کر دیا تھا اور وہ میدان چھوڑ

چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ بنوثقیف کے ستر آدمی مارے گئے۔ ان کے مال ہتھیار عورتیں اور بچے مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ مسلمانوں کی فوج میں سے چار صحابہ شہید ہوئے تھے۔

دشمن کی فوج کا سپہ سالار مالک بن عوف میدان سے فرار ہو کر طائف کی طرف چلا گیا۔ وہاں کے سرداروں نے اسے محفوظ مقام پر چھپالیا۔ ان کا ایک گروہ میدان چھوڑ کر مقام اوطاس میں جمع ہوا ایک گروہ بھاگ کر مقام نخلہ میں چھپ گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک دستہ ان کے تعاقب کے لئے بھیجا۔ وہاں ان سے جھڑپ بھی ہوئی اس میں حضرت ابو عامر اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید ہو گئے۔ دوسری جماعت نخلہ کی طرف بھاگنے والوں کے تعاقب میں گئی اور وہاں حضرت ربیعہ بن رفیع نے درید بن صمہ کو پکڑ لیا اور اسے قتل کر دیا۔ مسلمانوں نے ہر مقام پر دشمن کو شکست دے کر بھگا دیا اور مالِ غنیمت اور قیدیوں کو لے کر واپس ہوئے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام جنگی قیدی اور مالِ غنیمت کو مقام جعرانہ میں جمع کرنے کا حکم دیا اور حضرت مسعود بن عمر غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اس کی حفاظت پر مقرر کیا۔ اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کی لاش دیکھی تو آپ ﷺ ناراض ہوئے کہ میں نے عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنے سے منع کیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت طفیل بن عمرو دوسی ؓ کو ذوالکفل کی طرف روانہ کیا جہاں عربوں کا ایک بت تھا جس کو وہ ذوالکفل کہتے تھے اور بہت جذباتی انداز میں اس کی پوجا کرتے تھے۔ حضرت طفیل ؓ نے اس بت کو جلا دیا وہ لکڑی کا بنا ہوا ایک بت تھا، اس بت کا پروہت عمرو بن حمہ تھا جو بے بسی سے بت کو جلتا ہوا دیکھ رہا تھا کہ جس سے ہم مدد مانگتے تھے وہ خود آگ میں جل رہا تھا۔

اس لڑائی میں چھ ہزار قیدی، چوبیس (24000) ہزار اونٹ اور چوالیس ہزار (44000) سے زیادہ بھیڑیں اور بکریاں چار ہزار اوقیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ آئی، ان کے علاوہ گھوڑے اور گدھوں کی خاصی تعداد مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔ یہ جنگ غزوہِ حنین کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس جنگ میں مسلمان شہداء کی تعداد چار تھی۔ جنگ کے بعد بنوثقیف کے لوگ طائف میں جمع ہو گئے اور اہلِ طائف ان کے ہمدرد بن گئے تھے۔

غزوۂ طائف

طائف کی تاریخ:

طائف عرب کا ایک متمدن شہر ہے۔ آج وہ سعودی عرب کا ایک بڑا اور اہم شہر ہے۔ اس کی تاریخ سے متعلق مختلف مورخین نے مختلف باتیں کی ہیں۔ علماءانساب نے بیان کیا ہے کہ دمون بن صدف جو قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتا تھا اور حضرموت کا شہری تھا، اس نے اپنی قوم کے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ وہ وہاں سے جان بچا کر بھاگ گیا اور بنوثقیف کے پاس آ کر پناہ لی۔ دمون سے بنوثقیف سے کہا کہ کیوں نہ میں میں تمہارے شہر کے گرد ایک دیوار بنادوں جو تمہیں دوسروں سے محفوظ کر دے گی۔ اس طرح اس نے طائف کے اردگرد ایک دیوار بنا دی، لوگوں نے دیوار کے گرد گھوم کر اس کی مضبوطی کو جانچا تو ان کے دیوار کے گرد اس طواف کرنے سے اس شہر کا نام طائف پڑ گیا۔ امام عبداللہ بن عبدالرحمان سہیلیؒ نے روضۃ الانف میں طائف شہر کے نام کے بارے میں لکھا ہے کہ سورۃ قلم " ن " میں اللہ تعالیٰ نے جس باغ کا ذکر فرمایا ہے وہ یہی شہر طائف ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس باغ کو جڑ سے اکھاڑ دیا تھا، وہاں باغ کی جگہ بالکل ویران ہوگئی تھی۔ اس باغ کو اٹھا کر مکہ مکرمہ لے آئے تھے، اس کو بیت اللہ کے گرد گھمایا اور جس جگہ رکھا اور طائف کہا جانے لگا۔ وہ باغ صنعاء سے چند میل دور ضروان کے مقام پر تھا، یہی وجہ ہے کہ طائف جیسا پانی اور درخت اردگرد کے علاقے میں نہیں۔ ان باغ والوں کا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور سے تھوڑے عرصہ بعد کا ہے۔

امام برہان الدین حلبیؒ لکھتے ہیں کہ طائف ایک بڑا شہر تھا جس میں انگور، کھجوریں اور دیگر پھل کثرت سے پیدا ہوتے تھے۔ طائف اب بھی عرب کا انتہائی زرخیز اور شاداب علاقہ ہے اور عرب کے صحراؤں کے درمیان واقع ہے۔ یہاں کی آب وہوا بہت خوشگوار ہے یہ عرب کے جھلستے صحراؤں میں ایک ٹھنڈی جنت کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک تاریخی بیان کے مطابق یہ شام کا ایک شہر تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس لق ودق صحرا میں اللہ کا گھر تعمیر کیا تو اس کی آبادی اور زرخیزی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور اللہ سے التجا کہ کہ ملک شام کے اس سرسبز وشاداب شہر کو ملک عرب میں منتقل کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس شہر کو اٹھا کر عرب میں منتقل کر دے۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نیچے اترے اور اس شہر کے گرد چکر لگایا اور اس کو اٹھا کر اس جگہ رکھ دیا جہاں یہ شہر اب ہے تو ان کے اس چکر لگانے کی وجہ سے اس کا نام طائف پڑ گیا۔ اس تمام تاریخی روایات کی کوئی مضبوط سند موجود نہیں ہے۔

طائف کا محاصرہ:

غزوۂ حنین میں شکست کے بعد بنو ہوازن اور بنو ثقیف کے لوگ اور ان کا سردار مالک بن عوف طائف میں آ کر قلعہ بند ہو گئے تھے اور طائف والے ان کا پورا پورا ساتھ دے رہے تھے۔

رسول اللہ (ﷺ) نے حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ایک ہزار فوج دے کر آگے روانہ کیا پھر خود آپ ﷺ نے ۱۱/شوال ۸ھ کو بھی طائف کا رخ کیا۔ راستے میں لشکر نخلۂ یمانیہ سے پھر قرن منازل سے ہوتا ہوا لیہ سے گزرا۔ لیہ میں مالک بن عوف کا قلعہ تھا آپ ﷺ نے وہ قلعہ مسمار کروا دیا پھر قلعہ اطم آیا، آپ (ﷺ) نے اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ طائف کے قریب پہنچ کر اہل طائف کو مقابلہ پر آمادہ پایا تو آپ (ﷺ) نے قلعہ طائف کے قریب خیمہ زن ہو کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ (۲۰) بیس دن جاری رہا اس دوران ارد گرد کے قبائل وفود کی شکل میں آ آ کر اسلام قبول کرتے رہے۔ محاصرہ کے دوران دونوں طرف سے تیر اندازی اور پتھر مارنے کے واقعات ہوتے رہے۔ پہلے پہل تو قلعہ میں سے شدید تیر اندازی ہوتی رہی اس سے کافی مسلمان زخمی ہوئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیمپ اٹھا کر اس طرف لے گئے جہاں اب مسجدِ طائف ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قلعہ پر حملہ کرنے کے لئے منجنیق نصب کی اور اس سے قلعہ کی دیوار پر گولے برسائے۔ جس سے قلعہ کی دیوار میں شگاف پڑ گیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت دبابہ کے ساتھ اندر گھس گئی لیکن تیروں کی بارش کی وجہ سے وہ صحابہؓ شہید ہو گئے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان کیا کہ قلعہ سے جو غلام اتر کر ہمارے پاس آ جائے گا وہ آزاد ہے۔ اس اعلان کے بعد قلعہ میں سے تیس (۳۰) غلام نکل کر مسلمان کی فوج میں شامل ہو گئے، ان ہی میں سے ایک صحابی ابو بکرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی تھے۔ یہ قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر پانی نکالنے کی چرخی چلاتے تھے۔ عربی میں چرخی کو بکرہ کہتے ہیں۔ ان غلاموں کے مسلمان فوج میں شامل ہونے سے اہل طائف کو شدید دھچکا لگا۔

بنو ثقیف کے سردار نے کہا کہ نہ ہم تمہارے مقابلے کے لئے نکلیں گے اور نہ شہر کا دروازہ کھولیں گے، ہمارے پاس کئی سال کے لئے کھانے پینے کا سامان موجود ہے، اگر تم کئی سال تک انتظار کر سکتے ہو تو بیٹھے رہو۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے بنو ثقیف کے انکار کے بعد صحابہ کے ایک گھڑ سوار دستہ کے ساتھ شہر کی دیوار کے گرد چکر لگانا شروع کر دیا اور ایسی جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی جہاں سے وہ آسانی کے ساتھ نقب لگا سکیں تاہم انہیں قلعہ کی فصیل میں ایسی کوئی جگہ نہیں ملی۔

محاصرہ جب طول پکڑ گیا اور مزید محاصرہ کے لئے رکنے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی فائدہ نظر نہیں آیا

تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے محاصرہ ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ذریعہ یہ اعلان کروایا کہ ان شاء اللہ کل ہم واپس جائیں گے۔ اس طرح واپس جانے پر کچھ لوگوں نے برا مانا۔ لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے پر واپس آنے کے لئے تیار ہوگئے۔ لوگوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے درخواست کی کہ بنوثقیف کے لئے بددعا کریں۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ''اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور ان (اسلام کی طرف) کو لے آ''

اس جگہ قبائل ہوازن کی طرف سے ایک وفد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا واسطہ دے کر معافی کی درخواست کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ظہر کے وقت نماز کے بعد جب سب لوگ اکٹھے ہوں گے تو اس وقت درخواست کرنا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہوازن کے وفد سے فرمایا جس قدر قیدی میرے اور عبدالمطلب کے خاندان کے حصے میں ہیں انہیں آزاد سمجھو۔ اس پر تمام مہاجر وانصار بولے: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! جو ہمارا ہے وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے اس لئے بنو ہوازن کے تمام قیدی آزاد کردئے گئے۔ اس طرح مختصر سے وقت میں تقریباً چھ ہزار قیدی آزاد ہو گئے۔

ان قیدیوں میں حضرت شیما بنتِ حلیمہ سعدیہ بھی تھیں، انہوں نے کہا کہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضائی بہن ہوں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ کیا ثبوت ہے انہوں نے کہا کہ میری کمر پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دانتوں کے نشان ہیں، بچپن میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کاٹا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ٹھیک ہے پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی چادر بچھا دی اور اس پر ان کو بٹھایا اور فرمایا کہ یہاں رہنا ہے تو میں تمہیں عزت واحترام سے رکھوں گا اور اگر اپنی قوم میں جانا چاہو تو تمہیں اختیار ہے، انہوں نے اپنے قبیلہ میں رہنا پسند فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان کو ایک لونڈی اور ایک غلام ان کی ملک میں عطا کیا۔ حضرت شیماؓ نے دونوں کا نکاح کردیا جس سے ان کی نسل چلی۔

جنگ طائف شوال 8ھ ہجری، 630ء میں ہوئی اور اس میں مسلمانوں کے بارہ صحابہؓ شہید ہوئے۔ ان میں سعید بن عاصؓ، عرفطہ بن حبابؓ، عبداللہ بن ابی امیہؓ، عبداللہ بن ابوبکرؓ، عبداللہ بن امیہؓ، عبداللہ بن عامرؓ، سائب بن حارثؓ، اخواہ عبداللہؓ، جلیحہ بن عبداللہؓ، منذر بن عبداللہؓ، قیم بن ثابتؓ، ثابت بن جزعہؓ اور حارث بن سہلؓ شامل تھے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) واپس جعرانہ پہنچے اور وہاں مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ والوں کو جو مؤلف القلوب تھے، زیادہ رقمیں دیں اور بعض کو کئی گنا ان کے حصہ سے زیادہ مالِ غنیمت ملا۔

حضرت ابوسفیان بن حربؓ کو چالیس اوقیہ (تقریباً چھ کلو) چاندی اور ایک سو اونٹ عطا کئے گئے۔ انہوں نے کہا کہ میرا بیٹا یزیدؓ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اتنا ہی یزیدؓ کو دیا پھر انہوں نے کہا کہ میرا بیٹا معاویہؓ، آپ (ﷺ) نے اتنا ہی حضرت معاویہؓ کو بھی دیا۔ (یعنی تنہا حضرت ابوسفیان کو ان کے بیٹوں سمیت تقریباً اٹھارہ کلو چاندی تین سو اونٹ ملے)

حکیم بن حزامؓ کو سو اونٹ اور دے دیئے۔ اسی طرح صفوان بن امیہؓ کو سو اونٹ پھر سو اونٹ اور پھر سو اونٹ یعنی تین سو اونٹ دیئے۔ حارث بن کلاہؓ کو بھی سو اونٹ اور کچھ مزید قریش کے لوگوں کو سو سو اونٹ عطا کئے۔ یہاں تک کہ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس طرح عطیہ دیتے ہیں کہ انہیں فقر کا اندیشہ نہیں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں کی تعداد میں بھی چوپائے ہوں تو میں تم پر تقسیم کردوں گا پھر تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ بزدل نہ جھوٹا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! میں نے تمہارے مال (فے) میں سے کچھ نہیں لیا ہاں صرف خمس ہے وہ بھی تم پر لٹا دیا جاتا ہے۔ جب تقسیم کا حساب لگایا گیا تو تمام لشکر میں تقسیم ہونے کے باوجود کم سے کم اگر کسی کے حصہ میں مالِ غنیمت آیا وہ چار اونٹ اور چالیس بکریاں تھیں۔

انصارؓ اس بات سے حیران تھے کہ حنین کے مال سے وہ بالکل محروم تھے۔ حالانکہ مشکل وقت میں ان ہی کو پکارا گیا تھا اور وہ ہی وقت پر کام آئے تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مل کر جنگ کی تھی اور انہی کی وجہ سے شکست فتح میں بدل گئی تھی لیکن وہ دیکھ رہے تھے کہ بھاگنے والوں کے ہاتھ بھرے ہوئے ہیں اور ان کے خالی۔ انصارؓ کے بعض نوجوانوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رشتہ داروں اور ہم وطنوں کو بغیر حق کے مال و دولت عطا کی اور ہم کو معمولی حصہ سے زیادہ کچھ نہ دیا حالانکہ عطیات کے زیادہ ہم مستحق تھے۔

ابن اسحٰق نے حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ (ﷺ) نے قریش و قبائل عرب کو عطیات دئے اور انصار کو کچھ نہ دیا تو انصار نے دل ہی دل میں برا منایا اور چہ میگوئیاں ہوئیں یہاں تک

کہ ایک کہنے والے نے کہا! خدا کی قسم! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم سے جا ملے ہیں، اس کے بعد حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حاصل شدہ مالِ فے میں جو کچھ لیا اس پر انصار ناخوش ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی قوم میں تقسیم فرمایا۔ عرب قبائل کو بڑے بڑے عطیہ دیے لیکن انصار کو کچھ نہ دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے سعد! اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔

انہوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں بھی اپنی قوم کا ایک فرد ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا! انصار کو جمع کرو، جب انصار جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

اے انصار کے لوگوں!

تمہاری یہ کیا چہ میگوئیاں ہیں جو میرے علم میں آئی ہیں اور یہ کیا ناراضگی ہے جو جی ہی جی میں تم نے مجھ پر محسوس کی ہے۔ کیا ایسا نہیں کہ میں تمہارے پاس اس حالت میں آیا کہ تم گمراہ تھے، اللہ نے تمہیں ہدایت دی اور محتاج تھے، اللہ نے تمہیں غنی کر دیا اور تم باہم دشمن تھے، اللہ نے تمہارے دل جوڑ دیے۔

لوگوں نے کہا! کیوں نہیں۔ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بڑا فضل ہے۔

اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے انصار کے لوگو! مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔ انصار نے عرض کیا! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! بھلا ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیا جواب دے سکتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فضل وکرم ہے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! دیکھو، خدا کی قسم! اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو اور سچ ہی کہو گے اور تمہاری بات سچ مانی جائے گی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس اس حالت میں آئے تھے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جھٹلایا گیا تھا ہم نے تصدیق کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بے یار ومددگار چھوڑ دیا گیا۔ ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہر سے نکال دیا گیا تھا۔ ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ٹھکانہ دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) محتاج تھے ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غمخواری اور غمگساری کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے انصار کے لوگو! تم اپنے جی میں دنیا کی اس عارضی دولت کے لئے ناراض ہو گئے۔ جس کے ذریعہ میں نے لوگوں کے دل کو جوڑا تھا تا کہ وہ مسلمان ہو جائیں اور تم کو تمہارے اسلام کے حوالے کر دیا۔

اے انصار! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر اپنے گھروں کو لوٹو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔ اگر سارے لوگ ایک راہ چلیں اور انصار دوسری راہ چلیں تو میں بھی انصار کی راہ چلوں گا۔

اے اللہ رحم فرما، انصار پر ان کے بیٹوں پر اور ان کے بیٹوں کے بیٹوں پر۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خطاب سن کر انصار اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور کہنے لگے ہم راضی ہیں کہ ہمارے نصیب اور حصے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) واپس ہو گئے اور لوگ بھی بکھر گئے۔ (ابن ہشام)

غزوہ تبوک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل کامیابیوں کی وجہ سے اب مسلمان خطۂ عرب کی واحد مضبوط طاقت بن کر ابھر رہے تھے جس کی وجہ سے روم کی حکومت کو ان سے خطرہ ہوگیا اور جنگِ موتہ میں بھی رومی فوجیوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ قیصر روم نے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جس کی مثال یہ تھی کہ شرجیل بن عمرو غسانی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سفیر حضرت حارث بن عمیر ازدی ؓ کو شہید کر دیا تھا جو حاکم بصریٰ کی طرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خط لے کر قاصد کے طور پر جا رہے تھے۔

اس کے بعد رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت زید بن حارثہؓ کو لشکر دے کر بھیجا تھا لیکن اس پر کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی اور وہ شہید ہو گئے تھے۔ لیکن آس پاس کے قبائل کے عرب باشندوں پر بہترین اثرات چھوڑے تھے، ابھی جنگِ موتہ کو ایک سال کا عرصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ قیصر روم نے رومی باشندوں اور ماتحت عرب یعنی بنوغسان وغیرہ پر مشتمل ایک فوج تیار کی اور مسلمانوں کے ساتھ خونریزی اور فیصلہ کن معرکہ کی تیاری میں لگ گئے۔

جنگ موتہ کی ہزیمت کا انتقام لینے کے لئے غسانی بادشاہ نے ایک عظیم لشکر فراہم کر کے ہرقل روم سے مدد طلب کی۔ ہرقل نے چالیس ہزار کا لشکر غسانی بادشاہ کے پاس بھیج دیا اور خود بھی ایک بڑی فوج لے کر پیچھے پیچھے روانہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ ابو عامر راہب قیصر روم کے پاس چلا گیا تا کہ قیصر کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار کرے، دوسری طرف اس کے مدینہ کے منافقین سے مسلسل رابطے تھے۔ انہی کے مشوروں کے مطابق منافقین نے مسجد ضرار کی تعمیر شروع کی تھی۔

غزوۂ تبوک کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی تھا کہ رومی مملکت کے ایک حلیف عرب حکمرانوں میں سے ایک حکمران نے اسلام قبول کر لیا وہ بنوجزام سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا نام فروہ بن عمروؓ تھا۔ وہ اپنے خاندان بنونفاثہ کے حکمران تھے، وہ خلیج عقبہ اور ینبع کے درمیانی شہر کے علاقوں میں روم کے حلیف حکمران تھے۔ ان کا قبیلہ کچھ زیادہ طاقت ور نہیں تھا اس کے باوجود ان کی ذاتی صلاحیتوں کی بنیاد پر قیصر روم نے انہیں اس علاقے کی حکمرانی پر فائز کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ ابھی تبوک لے لئے نکلے نہیں تھے کہ حضرت فروہ بن عمرو جزامیؓ کا قاصد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا، اس نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت فروہؓ کے اسلام لانے کی اطلاع دی، حضرت فروہؓ کا ایک خط اور تحائف رسول اللہ کو پیش کئے۔ دوسری طرف جب قیصر روم کو حضرت فروہؓ کے اسلام لانے کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے سب سے بڑے اور طاقتور حلیف بنوغسان کے سردار ابوشمر غسانی کو لکھا کہ وہ فروہ بن عمرو جزامیؓ کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کرے، چنانچہ

بنو غسان نے بنو نفاثہ پر لشکر کشی کی اور حضرت فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے قیصر روم کے سامنے پیش کر دیا۔ قیصر روم نے حضرت فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ اسلام کو چھوڑ دے اور اپنے پہلے مذہب پر آ جائے تو تمہارے جان بخشی کر دی جائے گی اور تمہارے حکومت بھی قائم رہے گی دوسری صورت میں ہم تمہیں قتل کر دیں گے، میں تمہیں سوچنے کے لئے وقت دیتا ہوں۔ اسلام کی حقانیت جس کسی کے دل میں گھر کر جائے تو اسے دنیا کی کوئی لالچ یا خوف اسلام سے پھرنے کی طرف مائل نہیں کر سکتا۔ اس بات کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی کہ وہ اسلام کی روشنی آنے کے بعد گمراہی کے اندھیروں کی طرف واپس لوٹیں۔ حضرت فروہ رضی اللہ عنہ ہر سزا کے لئے تیار ہو گئے، چنانچہ قیصر روم نے ان کو سولی پر چڑھا دیا اور وہ شہید ہو گئے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہرقل کی تیاریوں کی مسلسل خبریں مل رہی تھیں، اتنی اہم بات کو کسی طرح سے بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عام قبائل کو اطلاع دی کہ ہرقل کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے آ کر لشکر میں شریک ہوں، مسلمان مختلف اطراف کے قبائل سے آ کر مدینہ منورہ میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ منافقین کی جماعت بھی اپنا کام کر رہی تھی، یہ لوگوں کو بہکانے اور اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں مصروف تھے۔

اس سے پہلے جب کبھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کسی طرف فوج لے جانے کا ارادہ فرمایا تو اسے پوشیدہ رکھتے پہلے سے نہ بتاتے تھے تاکہ منافقین کو مسلمانوں کو بددل کرنے کا موقعہ نہ مل سکے۔ عین وقت پر منزل کی نشاندہی فرماتے تھے۔ لیکن اس مرتبہ کیونکہ بڑا لشکر جمع کرنا تھا اور بڑے لشکر کیلئے اسباب جمع کرنا بھی آسان کام نہ تھا اس لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان فرما دیا کہ ہرقل کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے شام کی سرحد پر جانا ہے۔ گزشتہ سال خشک سالی رہی تھی اس لئے لوگوں کی مالی حالت بھی کچھ زیادہ اچھی نہ تھی۔ اس سال فصل اچھی ہوئی تھی اور بالکل تیار کھڑی تھی ان کی کٹائی کا وقت آ گیا تھا، لہٰذا ایسی حالت میں جنگ پر جانا ایک بڑا مشکل فیصلہ تھا۔

منافقین طرح طرح کے بہانے کر کے مسلمانوں کو اس جنگ میں شرکت کرنے سے روک رہے تھے اور اپنی مجبوریاں بتا بتا کر رسول اللہ ﷺ سے جنگ میں شرکت نہ کرنے کے جواز پیش کر رہے تھے۔ ایک منافق جس کا نام جد بن قیس تھا، اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا! آپ (ﷺ) جانتے ہیں کہ میں عورتوں کا رسیا ہوں جب بنو صفراء (گوری عورتیں) کو دیکھوں گا تو میں خود پر قابو نہیں رکھ سکتا اس لئے مجھے اس جنگ سے باز رکھیں اور مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔ جد بن قیس کا بیٹا عبداللہ بن جد بن قیس راسخ العقیدہ مسلمان تھا اس کے دل میں نفاق کی بیماری نہیں تھی۔ انہوں نے اس بات پر اپنے باپ کو شرمندہ کیا جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کی تھی۔ اس پر قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

وَمِنۡهُم مَّن يَقُولُ ائۡذَن لِّيۡ وَلَا تَفۡتِنِّيۡ أَلَا فِي الۡفِتۡنَةِ سَقَطُواۡ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيۡطَةٌ بِالۡكَافِرِيۡنَ O (سورۃ التوبہ ۔ ۴۹)

ان میں وہ بھی جو کہتا ہے کہ مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے اور مجھے اجازت دیجئے، اگر چہ وہ آزمائش میں گھر گئے ہیں کہ بیشک جہنم کافروں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرامؓ کو لشکر میں شریک ہونے کا حکم دیا اور زادِراہ، سواری، اسلحہ اور جنگ کیلئے رقم کے لئے عام اپیل کردی۔ حضرت عثمانؓ کا مالِ تجارت شام کی طرف روانہ ہونے والا تھا انہوں نے وہ تمام سامان جنگ کی تیاری کے لئے دے دیا۔ اس کی مقدار نوسو اونٹ، سو گھوڑے مع سامان کے اور ایک ہزار دینار طلائی تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے گھر کا تمام سامان مال و اسباب لے کر آئے اور چندے میں دے دیا، پوچھنے پر کہا کہ اپنے بال بچوں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ اپنے تمام سامان کو آدھا آدھا کر کے آدھا گھر والوں کے لئے اور آدھا اللہ کی راہ میں دے دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے دوسو اوقیہ چاندی (تقریباً ساڑھے انتیس کلو ½29 کلو) لے کر آئے۔

حضرت عباسؓ بہت سا مال لے کر آئے۔ حضرت طلحہؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ بھی بہت سا مال لائے، حضرت عاصم بن عدیؓ نوے وسق (ساڑھے تیرا ہزار کلو ½13 ٹن) کھجوریں لے آئے، عورتوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، انہوں نے اپنے ہار بازو بند، پازیب، بالیاں، انگوٹھیاں وغیرہ تک اللہ کی راہ میں دے دیں، منافقین جو زیادہ صدقہ دیتا تھا، اس کو ریا کاری کہتے تھے اور جو کم دیتا تھا اس کا مذاق اڑاتے تھے کہ یہ تین کھجوروں سے روم فتح کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حال کو اس طرح بیان فرمایا۔

اَلَّذِيۡنَ يَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِيۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيۡنَ لَا يَجِدُوۡنَ اِلَّا جُهۡدَهُمۡ فَيَسۡخَرُوۡنَ مِنۡهُمۡ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنۡهُمۡ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ☆

ترجمہ: جو لوگ ان مسلمانوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر نہیں، پس یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ بھی ان سے تمسخر کرتا ہے، انہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (سورۃ التوبہ۔۷۹)

جو لوگ بہت غریب تھے جو مزدور لوگ تھے جن کی جتنی استطاعت تھی انہوں اللہ کی راہ میں لا کر جمع کروا دیا، منافقین نے اس چندے میں شرکت نہ کی۔ کوشش کر کے تیس ہزار (30000) کا لشکر تیار ہو گیا سخت گرمی کو موسم تھا دور کا سفر تھا سواریاں بھی کم تھیں، راستہ پیچیدہ اور دشوار تھا اور دشمن بھی سخت تھا۔ ان مشکل حالات میں آپ ﷺ نہیں چاہتے تھے رومی مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو کر قبائل کو روندتے ہوئے آئیں اس سے ان کی ہمتیں ٹوٹنے کا خطرہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر رومیوں کو مسلمانوں کی طرف پیش قدمی کی مہلت دیئے بغیر خود ان کے علاقے اور حدود میں گھس کر ان کے خلاف نتیجہ خیز جنگ کا فیصلہ کیا۔ غزوہ تبوک کا معرکہ رجب 9 ھ ہجری، 631ء میں پیش آیا۔

مدینہ کے منافقین کے علاوہ تمام مسلمانوں نے لشکر میں شرکت کی سوائے تین اصحابؓ کے جو صحیح الایمان ہونے کے باوجود غزوہ میں شرکت نہ کر سکے اور کچھ وہ غریب و نادار لوگ رہ گئے تھے جن کے پاس کچھ اسبابِ سفر نہ تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کا سوال کرنے اور آپ ﷺ معذرت کر لیتے اور وہ جنگ میں نہ جا سکنے کی وجہ سے افسردہ ہو جاتے تھے۔

ان کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ☆

(سورۃ التوبہ۔۹۲)

ترجمہ: ہاں ان پر بھی کوئی حرج نہیں جو آپ (ﷺ) کے پاس آتے ہیں کہ آپ (ﷺ) انہیں سواری مہیا کریں تو آپ (ﷺ) جواب دیتے ہیں کہ میں تو تمہاری سواری کے لئے کچھ بھی نہیں پاتا تو وہ رنج و غم سے اپنی انکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ انہیں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی میسر نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے نکل کر ثنیاۃ الوداع نام پہاڑی پر معسکر (کیمپ) قائم کیا، حضرت محمد بن مسلمہؓ کو مدینہ منورہ کا عامل بنایا (بعض روایات میں سباع بن عرفطہؓ کا نام بھی آتا ہے)۔ حضرت علیؓ کو اپنی اہل و عیال کی حفاظت کے لئے مدینہ میں چھوڑا، منافقین نے حضرت علیؓ پر طعنہ زنی شروع کر دی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علیؓ کی کچھ پرواہ نہیں ان کو بوجھ سمجھتے ہیں اس لئے ان کو چھوڑ دیا۔ حضرت علیؓ یہ سن کر

برداشت نہ کر سکے اور مسلح ہو کر مدینہ سے چل پڑے اور مقامِ الجرف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ منافقین میرے متعلق بری بری باتیں کرتے ہیں۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا! وہ جھوٹے ہیں میں نے اپنے گھر بار کی حفاظت کے لئے تمہیں مدینہ میں چھوڑا ہے تم واپس جاؤ اور فرمایا! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ مجھ سے تمہیں وہی نسبت ہو جو موسیٰ علیہ السلام سے ہارون علیہ السلام کو تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، حضرت علیؓ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمال کی جانب کوچ کیا یہ جمعرات کا دن تھا لوگوں کے اخلاص اور جذبہ کے باوجود لشکر کا سامان زیادہ نہ تھا، ایک ایک اونٹ پر اٹھارہ اٹھارہ آدمیوں کا باری باری سواری کرنی پڑتی تھی۔ کھانے میں بعض اوقات درخت کی پتیاں تک کھانی پڑتی تھیں جس سے ہونٹوں پر ورم آ جاتا، اونٹوں کی قلت کے باوجود بعض اوقات کھانے کے لئے انہیں ذبح کرنا پڑتا اس لئے اس لشکر کا نام "جیشِ عسرت" پڑ گیا (یعنی مشقت والا لشکر)۔ تبوک کی راہ میں لشکر حجر کی وادی سے گزرا یہ قوم ثمود کا علاقہ تھا، قوم ثمود وہ قوم تھی جس نے وادیٔ القریٰ کے اندر چٹانیں تراش کر مکانات بنائے تھے، صحابہ کرامؓ نے وہاں کے کنوؤں سے پانی لے لیا لیکن جب چلنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا! یہاں کا پانی نہیں پینا اور نہ نماز کے لئے وضو کرنا وہ تم نے اس پانی سے جو آٹا گوندھا ہے وہ خود نہ کھاؤ جانور کو کھلا دو آپ ﷺ نے فرمایا! یہاں سے توبہ استغفار کرتے ہوئے گزرو، صرف اس کنویں سے پانی لو جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر (دیارِ ثمود) سے گزرے تو فرمایا! ان ظالموں کی جائے سکونت میں داخل نہ ہونا کہ کہیں تم پر بھی وہ مصیبت نہ آن پڑے جو ان پر آئی تھی، ہاں مگر روتے ہوئے پھر آپ ﷺ نے اپنا سر ڈھکا اور تیزی سے چل کر وادی پار کر گئے۔ (صحیح بخاری)

راستہ میں شدید گرمی کی وجہ سے پانی کی ضرورت پڑی لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا، آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو بارش ہوگئی لوگوں نے پانی پیا اور جمع بھی کر لیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلیم تبوک کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عنقریب تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے وہاں جا کر جب تک میں نہ آؤں کوئی شخص اس چشمے سے پانی نہ پیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وہاں پہنچے آپ صلی اللہ وعلیہ وسلم نے اپنا چہرہ اور ہاتھ دھویا اور پانی چشمہ میں انڈیل دیا اس کے بعد چشمہ میں خوب پانی آیا۔ صحابہ کرامؓ نے خوب سیر ہو کر پیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ

سے فرمایا! اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم اس مقام پر ہرے بھرے باغات دیکھو گے۔ (صحیح مسلم)

تبوک کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء اکٹھی کر پڑھیں، جمع تقدیم میں کرتے تھے اور جمع تاخیر بھی، جمع تقدیم کا مطلب یہ ہے کہ ظہر وعصر دونوں ظہر کے وقت میں مغرب وعشاء دونوں مغرب کے وقت میں اور جمع تاخیر کا مطلب ظہر وعصر دونوں عصر کے وقت میں اور مغرب وعشاء دونوں عشاء کے وقت میں پڑھی جائیں۔

تبوک میں خیمہ زن ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت بلیغ خطبہ دیا۔

حمد وثنا کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا!

اے لوگو! سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے مضبوط سہارا تقویٰ ہے، سب سے بہترین دین ابراہیم (علیہ السلام) کا دین ہے اور سب سے بہترین طریقہ محمد (ﷺ) کا طریقہ ہے، تمام گفتار میں بہتر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور سب قصہ وکہانیوں سے بہتر اللہ کی کتاب ہے، سب سے بہتر کام نیکی ہے، اور سب سے برا کام بدعت ہے، سب سے بہتر راستہ انبیاء کا راستہ ہے، اور سب سے بہتر موت شہید کی موت ہے، سب سے بے عقلی کی بات اسلام کے بعد گمراہی ہے، اور سب سے بہتر عمل وہ ہے جو نفع دے، سب سے بہتر ہدایت وہ ہے جس پر عمل کیا جائے، دل کا اندھا پن سب سے برا ہے، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اور تھوڑا مال جو ضرورت پوری کر دے اس کثیر مال سے بہتر ہے جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دے، سب سے بری معذرت نزع کے وقت کی معذرت ہے اور سب سے بدترین ندامت روز محشر کی ندامت ہے، تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو جمعہ کی نماز میں دیر سے آتے ہیں، کچھ ایسے ہیں جو اللہ کا ذکر لاتعلقی سے کرتے ہیں، سب سے خطا کار زبان وہ ہے جو جھوٹی ہو اور سب سے بہتر دل وہ ہے جو غنی ہو، سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے، سب سے بڑی دانائی اللہ کا خوف ہے، دل کا خزانہ یقین ہے اور شک کفر تک لے جاتا ہے، میت پر نوحہ جاہلیت ہے اور امانت میں خیانت دوزخ کی آگ تک لے جانے والا عمل ہے، نشہ کرنا دوزخیوں کا عمل ہے اور برے اشعار شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، شراب سب برائیوں سے بڑی برائی ہے اور سب سے برا مال یتیم کا مال ہے (جو ناحق کھایا جائے)، سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے ہدایت طلب کرے اور بدبخت ماں کے پیٹ سے ہی بدبخت آتا ہے، سب انسانوں کی منزل چار ہاتھ کا گڑھا ہے اور سب اعمال کا بدلہ روز آخرت دیا جائے گا، انجام کا دارومدار اعمال پر ہے اور جھوٹ سب سے بری سواری ہے، ہر آنے والی چیز قریب ہے اور مومن کو گالی دینا فسق کا کام ہے، مومن کو قتل کرنا کفر ہے اور غیبت فسق ہے، مومن کا مال اس طرح حرام ہے جس طرح اس کا خون، جو اللہ کی جھوٹی قسم کھاتا ہے وہ اللہ کو جھٹلاتا ہے، اللہ کی مرضی ہے کہ وہ

اس کو معاف کردے یا سزا دے، جو لوگوں کو معاف کرتا ہے اللہ اسے معاف کرتا ہے، جو غصہ کو پی جاتا ہے اللہ اسے اجر دیتا ہے اور جو بھاری مصیبت میں صبر کرے گا اللہ اسے اس کا بدل عطا کرے گا، جو بری بات پھیلاتا ہے اللہ اس کو بدنام کردے گا، اور جو کوئی نافرمانی سے رک گیا اللہ اسے معاف کردے گا، اور جو نافرمان ہوا وہ اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا، تم سب کے لئے میں اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلب گار ہوں۔ تم سب کے لئے میں اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلب گار ہوں۔ تم سب کے لئے میں اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلب گار ہوں۔

(ایام الحرب، جلد دوم)

رسول اللہ ﷺ کے خطبہ سے فوج کے حوصلہ بلند ہو گئے دوسری طرف دشمن پر آپ ﷺ کی آمد کی وجہ سے خوف کی لہر دوڑ گئی۔ ان کی ٹکر لینے کی ہمت نہ ہوئی، عیسائی اور غسانی لشکر مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر منتشر ہو گیا اور میدان خالی ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بیس (20) روز قیام کیا۔

تبوک میں قیام کے دوران ایک روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال ؓ سے فرمایا! بلال ؓ کچھ کھانے کے لئے لاؤ؟ حضرت بلال ؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! جس بوری میں کھجوریں تھیں وہ خالی ہو گئی ہے، میں دیکھتا ہوں اس کی تہہ میں ایک دو کھجوریں مل جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو ہے لے آؤ۔ حضرت بلال ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک کپڑا بچھا دیا، اور صحابہ کرام سے کہا کہ جس کے پاس کھانے کے لئے جو کچھ ہے وہ اس چادر پر لا کر رکھ دے۔ جن کے پاس کچھ تھا انہوں نے وہ لا کر دسترخوان پر رکھ دیا، بیشتر صحابہ کرام کے پاس کچھ نہیں تھا۔ دسترخوان پر جو چیزیں رکھیں وہ کچھ زیادہ نہیں تھیں، ان میں کچھ کھجوریں، ستو اور خشک گوشت کے کچھ ٹکڑے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کھانے پر دعا پڑھی اور صحابہ کو حکم دیا کہ اس دسترخوان سے آ آ کر کھاتے جاؤ۔ صحابہ کرام کا کہنا ہے کہ ہم دسترخوان سے اٹھا اٹھا کر کھاتے رہے یہاں تک کہ تمام صحابہ کے پیٹ بھر گئے اور کھانے کا سامان اب بھی کافی مقدار میں موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اپنے کھانے کے برتنوں میں یہ کھانا بھر لو، وہاں لوگوں کے پاس موجود کوئی برتن ایسا نہ تھا جو خالی رہ گیا ہو۔

ایلہ کا حاکم یحنہ بن روبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ کی ادائیگی منظور کی اور صلح کا معاہدہ کیا۔ جربا اور ازرخ کے باشندوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ دینا منظور کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ایک تحریر لکھوا دی جو ان کے پاس محفوظ تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم ایلہ کو جو تحریر لکھ کر دی اس کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ امن کا پروانہ ہے اللہ کی طرف اور نبی محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یحنہ بن روبہ اور باشندگان ایلہ کے لئے ہے۔ خشکی اور سمندر میں ان کی کشتیوں اور قافلوں کے لئے اللہ کا ذمہ ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی کا ذمہ ہے اور یہی ذمہ ان شامی اور سمندری باشندوں کے لئے ہے جو یحنہ کے ساتھ ہوں، ہاں اگر ان کا کوئی آدمی گڑبڑ کرے گا تو اس کا مال اس کی جان کے آگے روک نہ بن سکے گا، جو آدمی اس کا مال لے گا وہ اس کے لئے حلال ہوگا۔ انہیں کس چشمہ پر اترنے اور خشکی اور سمندر کے راستے پر چلنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ امام برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ اسی مجلس میں رسول اللہ ﷺ نے اہل ذرح اور اہل مینا کو بھی امان دی تھی۔

سورۃ توبہ کا نزول:

غزوہ تبوک سے متعلق سورۃ توبہ کی بہت سی آیات نازل ہوئیں کچھ روانگی سے پہلے کچھ روانگی کے بعد کچھ سفر کے دوران اور کچھ واپس مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد، جن میں غزوہ سے متعلق حالات کے بارے میں ذکر کیا گیا اور منافقین کا پردہ کھولا گیا، مخلص مجاہدین کی فضیلت اور تعریف کی گئی، سچے مومنین کا ذکر کیا گیا اور جو جنگ میں شریک نہ ہو سکے ان کی توبہ کا ذکر کیا گیا۔

تبوک سے مدینہ واپسی پر رسول اللہ (ﷺ) پر منافقین کا قاتلانہ حملہ:

تبوک سے مدینہ واپس پر راستہ میں آپ ﷺ ایک جگہ گھاٹی کے پاس سے گزر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عمارؓ اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ اونٹنی ہانک رہے تھے۔ باقی صحابہؓ دور وادی کے نشیب سے گزر رہے تھے۔ اس موقع پر منافقین جن کی تعداد بارہ تھی منہ چھپائے ہوئے تھے اور پہلے سے گھات لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ اس موقع کو اپنے ناپاک مقصد کے لئے مناسب سمجھا اور آپ ﷺ کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ کے دونوں ساتھی حسب معمول راستہ طے کر رہے تھے کہ قدموں کی چاپیں سنائی دیں۔ وہ بہت قریب آگئے تھے اور منہ پر ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ آگے بڑھے اور ان کی سواریوں کے چہروں پر اپنی ڈھال سے ضربیں لگانیں شروع کیں جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مرعوب کر دیا او وہ تیزی سے بھاگ کر اپنے لوگوں میں جا ملے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو ان لوگوں کے نام بتائے اور ان کے ارادوں سے باخبر کیا، اس لئے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دان کہا جاتا ہے۔

اس موقع کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا!

يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوۡا ؕ وَلَقَدۡ قَالُوۡا كَلِمَةَ الۡكُفۡرِ وَكَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ وَهَمُّوۡا بِمَا لَمۡ يَنَالُوۡا ۚ وَمَا نَقَمُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ اَغۡنٰٮهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۚ فَاِنۡ يَّتُوۡبُوۡا يَكُ خَيۡرًا لَّهُمۡ ۚ وَاِنۡ يَّتَوَلَّوۡا يُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ☆ (سورۃ التوبہ۔۷۴)

ترجمہ: یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور یہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور ایسی بات کا قصد کر چکے ہیں جس پر قدرت نہیں پا سکے اور انہوں نے (مسلمانوں میں) عیب ہی کون سا دیکھا ہے سوائے اس کے کہ اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبر نے (اپنی مہربانی سے) ان کو دولتمند کر دیا ہے تو اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہو گا اور اگر منہ پھیر لیں تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہو گا۔

غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے صحابہ کرام ؓ

مورخین نے لکھا ہے کہ چھ راسخ العقیدہ صحابہ کرام ؓ اس غزوہ میں شریک ہونے سے پیچھے رہ گئے تھے۔ جن میں کعب بن مالک ؓ، ہلال بن امیہ ؓ، مرارہ بن ربیع ؓ، ابوزر غفاری ؓ، عمیر بن وہب ؓ اور ابوخثیمہ ؓ شامل تھے۔

حضرت ابوخثیمہ ؓ اپنا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میرا اس جنگ میں نکلنے کا پورا ارادہ تھا، میرے پاس کئی سواریاں تھیں، میں موسم کی شدت اور سستی کی وجہ سے وقت پر نہ نکلا اور لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاملہ یہ تھا کہ جب آپ ﷺ کو کسی صحابی کے بارے میں بتایا جاتا کہ وہ جنگ میں نکلنے سے گریزاں ہے تو آپ ﷺ فرماتے کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو، اگر اس میں کوئی اچھائی ہوگی تو وہ ہم سے آ کر مل جائے گا اور اگر وہ نہ آئے تو اللہ ایسے لوگوں سے بے نیاز ہے۔ اسلامی لشکر کی روانگی کے کئی دن بعد ایک دن حضرت ابوخثیمہ ؓ جب اپنے کام سے فارغ ہوکر گھر پہنچے تو دیکھا کہ ان کے باغ میں پانی چھڑکا ہوا ہے جس میں سے ٹھنڈی ٹھنڈی خوشبودار ہوا آ رہی تھی ان درختوں کے سایوں کے نیچے خیمے لگے ہوئے ہیں جہاں شدید گرمی بھی بے اثر ہو جاتی ہے، ان کی دونوں بیویاں سنگار کر کے اور کھانا پکا کر اپنے شوہر کے انتظار میں کھڑی ہیں۔ انہوں نے جب گھوڑے کی آواز سنی تو وہ اپنے خیموں کے دروازوں پر آ کر کھڑی ہوگئیں تاکہ اپنے شوہر کا استقبال کر سکیں۔ حضرت ابوخیثمہ ؓ نے جب اس قدر خوشگوار اہتمام دیکھا تو خود کلامی کے انداز میں کہا! واللہ! میں تمہارے ان خیموں میں قدم نہیں رکھوں گا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جاؤں گا، میری سواری اور زادراہ تیار کرو۔ ان کی بیویوں نے ان کی اطاعت کی اور جنگ کے لئے سواری اور سامان تیار کر دیا۔ وہ فوراً ہی اونٹ پر سوار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچنے کے لئے روانہ ہوگئے۔ راستے میں ان کی ملاقات حضرت عمیر بن وہب ؓ سے ہوگئی وہ بھی سستی کی وجہ سے لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے، لیکن ضمیر کے ملامت کرنے پر تنہا تبوک کی طرف روانہ ہوگئے تھے۔ ان وہ دونوں ساتھ ہو گئے تھے اور لمبا سفر تھا، بالآ کر وہ اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ جب ان کی منزل قریب آ گئی تو حضرت خیثمہ ؓ نے حضرت عمیر ؓ سے ایک درخواست کی! مجھ سے ایک گناہ ہوگیا ہے اور میں اللہ سے بہت شرمندہ ہوں میں چاہتا ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے تنہا پیش ہوؤں، اگر تم تھوڑا توقف کرو تاکہ میں رسول اللہ ﷺ سے معافی مانگ لوں۔ حضرت عمیر ؓ ان کی بات پر راضی ہوگئے اور انہیں پہلے رسول اللہ ﷺ کے سامنے جانے کی اجازت دے دی۔ حضرت ابوخیثمہ ؓ تبوک کے مقام میں داخل ہونے کے بعد اپنے اونٹ پر سوار تھے کہ صحابہ کرام نے دیکھا کہ ایک شتربان آ رہا ہے، انہوں نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا! ابوخیثمہ ؓ ہوگا۔ جب وہ قریب آئے تو صحابہ کرام نے دیکھا کہ وہ

ابوخیثمہ ؓ تھے۔ ابوخیثمہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا! ابوخیثمہ ؓ تمہارے لئے بہتر یہی تھا کہ تم چلے آتے، ان کے بعد حضرت عمیر بن وہب ؓ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تشریف لے آئے۔

حضرت ابوذر غفاری ؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لشکر میں نکلے تھے کہ راستے میں ان کو اونٹ بیمار ہوگیا اور وہ پیچھے رہ گئے۔ بعض صحابہ کا خیال تھا کہ حضرت ابوذر غفاری ؓ ان کے ساتھ نہیں نکلے۔ حضرت ابوذر غفاری کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ آپ ؓ حضرت ابوبکر اور حضرت علی ؓ کے بعد اسلام لانے والے پہلے شخص تھے۔ آپ ؓ بہت بڑے عالم دین، متقی، پرہیزگار اور عبادت گزار صحابی تھے۔ آپ ؓ حق بات کہنے سے کسی کے سامنے نہیں چوکتے تھے۔ تبوک پہنچنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ ایک شخص پیدل ہماری طرف آرہا ہے، رسول اللہ ﷺ فوراً سمجھ گئے کہ وہ کون ہوسکتا ہے۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا کہ یہ شخص کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ اس شخص پر رحم فرمائے وہ اکیلا ہے چلا آرہا ہے، اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی روز محشر اٹھایا جائے گا، جاؤ میرے محبوب صحابی ابوذر غفاری ؓ کا استقبال کرو۔ صحابہ کرام حضرت ابوذر غفاری ؓ کے استقبال کے لئے کھڑے ہوگئے، حضرت ابوذر غفاری ؓ جب قریب پہنچے تو لوگوں نے ان کو پہچان لیا کہ وہ حضرت ابوذر غفاری ؓ ہی تھے۔ حضرت ابوذر غفاری ؓ صحابہ کرام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

کافی عرصہ بعد حضرت عثمان غنی ؓ کے دور خلافت میں رسول اللہ ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی کہ وہ اکیلا ہی مرے گا۔ اس وقت حضرت ابوذر غفاری ؓ دمشق (شام) میں مقیم تھے۔ وہاں کے حکمران حضرت امیر معاویہ پر آپ ؓ بہت تنقید کرتے تھے اور ہر کام میں رکاوٹ ڈالتے تھے۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہ ؓ نے حضرت عثمان غنی ؓ کو لکھا کہ ان کو مدینہ منورہ بلالیں۔ حضرت عثمان ؓ نے ان کو مدینہ بلالیا۔ مدینہ آکر انہوں نے حضرت عثمان پر تنقید کرنی شروع کردی۔ حضرت عثمان نے ان کو مدینہ شہر کے باہر زبدہ کے مقام پر بھیج دیا جہاں وہ اپنے ایک غلام اور ضعیف بیوی ام ذر ؓ کے ساتھ رہنے لگے تھے۔ ایک بار وہ اپنی بیوی اور غلام کے ساتھ سفر میں جارہے تھے کہ ان پر موت کے اثرات ظاہر ہونے لگے اور وہاں ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ اس طرح سے رسول اللہ ﷺ کی یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ وہ کسی ویرانے میں تنہا موت کو گلے لگائیں گے۔ حضرت ابوذر غفاری ؓ کی بیوی نے اپنے شوہر کی وصیت کے مطابق ان کو کفن دے کر ان کے جسد خاکی کو راستے میں رکھ دیا اور انتظار کرنے لگیں کہ کوئی قافلہ یہاں سے گزرے گا تو اس سے ان کے نماز جنازہ اور دفن میں مدد لوں گی۔ ابھی

زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ عرب کا ایک قافلہ وہاں پہنچا اس قافلے کے سالار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے، وہ اس محفل میں موجود تھے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ (حضرت ابوذر غفاریؓ) اکیلا ہی مرے گا۔ حضرت ام ذرؓ نے اس قافلے والوں سے مدد کی درخواست کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان کی بات سن کر آگے بڑھے اور رونے لگے۔ انہوں نے قافلے والوں کے ساتھ مل کر ان کو دفن کیا اور پھر تمام ساتھیوں کو وہ حدیث سنائی جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ابوذرؓ اکیلا ہی چلا آ رہا ہے، اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی روز محشر اٹھے گا۔

غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے تین صحابیؓ:

حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت مُرارہ بن ربیعؓ اور حضرت ہلال بن امیہؓ۔ یہ صحابہ کرامؓ صالحین میں سے تھے، مگر محض سستی کی وجہ سے آج کل کرتے رہے اور سامان سفر کی تیاری نہیں کی یہاں تک کہ اسلامی لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوگیا، اس کے بعد بھی سستی کی وجہ سے نہ جاسکے، اب جب آپ ﷺ تبوک سے مدینہ تشریف لے کر آئے تو ان تینوں نے حاضر خدمت ہو کر اپنی غلطی کا صاف صاف اقرار کرلیا، ان کے لئے حکم صادر ہوا کہ ان سے کوئی کلام نہ کرے، صحابہ کرامؓ نے ان کا مکمل بائیکاٹ کردیا، زمین کشادہ گی کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی۔ چالیس دن گزرے تو ان کی عورتوں سے کہا گیا کہ ان سے الگ ہوجاؤ۔

یہ کیفیت جب مشہور ہو کر غسانی بادشاہ کے کانوں میں پہنچی تو اس نے اپنا ایلچی خط دے کر حضرت کعب بن مالکؓ کے پاس بھیجا کہ تم ایک رئیس اور شریف آدمی ہو، تمہارے ساتھ محمد (ﷺ) نے برا سلوک کیا ہے، تم میرے پاس چلے آ جاؤ میں تمہاری خوب عزت اور دلداری کروں گا، خط دیکھ کر حضرت کعبؓ نے اللہ سے اس نئی مصیبت سے چھٹکارے کے لئے دعا مانگی کہ اب کفار بھی ان سے امیدیں لگانے لگے ہیں۔ حضرت کعب بن مالکؓ نے وہ خط پڑھ کر جلتے ہوئے تندور میں ڈال دیا اور کہا کہ یہ اس کا جواب ہے، جب بائیکاٹ کو پورے پچاس روز ہوئے تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کئے جانے کی خوشخبری سنائی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ

ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ لِيَتُوۡبُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ☆

(سورۃ التوبہ۔۱۱۸)

ترجمہ: اوراُن تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے اُن پر تنگ ہوگئی اوراُن کی جانیں بھی اُن پر دوبھر ہوگئیں اوراُنہوں نے جان لیا کہ اللہ (کے ہاتھ) سے خوداس کے سوا کوئی پناہ نہیں پھر اللہ نے اُن پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے پر تمام صحابہ کرامؓ خوشی سے کھل اٹھے اور جلدی سے ان تینوں کو خبر کرنے کے لئے بھاگے اس خبر کو سن کر انہوں نے اللہ کا شکرادا کیا اور تمام مال انعام اور صدقہ کے طور پر دے دیا کیونکہ ان کی زندگی کا سب سے باسعادت دن تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے قرآن میں آیات اتاریں۔

دور نبوی ﷺ میں صحابہ کرام ؓ کے لشکر

سریہ سیف البحر یا سریہ حمزہ ؓ

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبد المطلب کو اس سریہ کا امیر بنایا اور تیس مہاجرین کو ان کے زیر کمان شام سے آنے والے ایک قریش قافلے کا پتہ لگانے کے لئے روانہ فرمایا، اس قافلے میں تین سو آدمی تھے جن میں ابو جہل بھی تھا۔ مسلمان رعیض (بحر احمر کے اطراف ینبوع اور مروہ کے درمیان ایک مقام ہے) کے اطراف میں ساحل سمندر کے پاس پہنچے تو قافلے کا سامنا ہو گیا اور فریقین جنگ کے لئے صف آرا ہو گئے۔ لیکن قبیلہ جہینہ کے سردار مجدی بن عمرو جہنی نے جو فریقین کا حلیف تھا، دوڑ دھوپ کر کے جنگ نہ ہونے دی۔

حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ جھنڈا پہلا تھا جسے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے دست بازو سے باندھا تھا۔ اس کا رنگ سفید تھا اور اس کے علمبردار حضرت مرثد کناز بن حصین غنوی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔

یہ سریہ رمضان 1ھ ہجری، مارچ 623ء میں پیش آیا۔

سریہ رابغ یا سریہ حضرت عبیدہ بن حارث ؓ

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبیدہ بن حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبد المطلب کو مہاجرین کے ساٹھ سواروں کا ایک دستہ دے کر روانہ فرمایا۔ رابغ کی وادی میں ابو سفیان سے سامنا ہوا اس کے ساتھ دو سو افراد تھے، وہ ایک پانی کے مقام پر تھا جو جحفہ سے دس میل پر رابغ کا حصہ تھا، فریقین نے ایک دوسرے پر تیر چلائے لیکن اس سے آگے جنگ نہ ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے اس روز ایک تیر پھینکا جو پہلا تیر تھا جو اسلام کی طرف سے کفار پر چلایا گیا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس قافلے کا سردار عکرمہ بن ابو جہل تھا۔ اس سریہ میں مکی لشکر کے دو آدمی مسلمانوں سے آ کر مل گئے۔ ایک حضرت مقداد بن عمرو البہرانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور دوسرے حضرت عتبہ بن غزوان المازنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ یہ دونوں مسلمان تھے اور کفار کے ساتھ نکلے ہی اسی مقصد سے تھے کہ اس طرح مسلمانوں سے جا ملیں گے۔

حضرت عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حارث کا علم سفید تھا اور علمبردار حضرت مسطح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن اثاثہ بن مطلب بن عبد مناف تھے۔ یہ سریہ شوال 1ھ ہجری، اپریل 623ء میں پیش آیا۔

سریہ خرار یا سریہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

خرار جحفہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس سریہ کا امیر حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مقرر کیا۔ انہیں بیس آدمیوں کی کمان دے کر قریش کے ایک قافلے کا پتہ لگانے کے لئے روانہ فرمایا اور یہ تاکید کر دی کہ خرّار سے آگے نہ بڑھیں۔ خرار ان چند کنوؤں کا نام تھا جو جحفہ سے مکہ کی طرف جانے میں جحفہ کی بائیں جانب خم کے قریب ملتے تھے۔ یہ لوگ پیدل روانہ ہوئے رات کو سفر کرتے اور دن کو کہیں چھپ جاتے تھے پانچویں روز صبح خرّار پہنچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ ایک دن پہلے جا چکا تھا۔ یہ سریہ ذوالقعدہ 1ھ، مئی 623ء میں پیش آیا۔ اس سریہ کا علم سفید تھا اور علمبردار حضرت مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عمرو تھے۔ راہِ خدا میں کفار کا پہلا خون بہانے کا شرف حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو حاصل ہے اور راہِ خدا میں پہلا تیر بھی انہوں نے ہی چلایا تھا۔

سریہ نخلہ یا سریہ عبداللہ بن جحشؓ

اس مہم پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبداللہ بن جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو امیر مقرر کیا، کل بارہ مہاجرین کا دستہ تھا اور چھ اونٹ تھے ایک اونٹ پر دو افراد باری باری سفر کرتے تھے۔ دستے کے امیر کو حضور اکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک تحریر دی تھی اور فرمایا تھا کہ دورانِ سفر دو دن کے بعد اسے کھول کر دیکھیں اور اسی پر عمل کریں۔ چنانچہ دو دن بعد وہ تحریر دیکھی گئی اس میں لکھا تھا: جب تم میری یہ تحریر دیکھ لو تو آگے بڑھتے جاؤ یہاں تک کہ مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ میں اترو اور وہاں قریش کے ایک قافلے کی گھات میں لگ جاؤ اور ہمارے لئے اس کی خبروں کا پتہ لگاؤ۔

اس پر حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے تمام ساتھیوں کو اطلاع کی اور فرمایا کہ میں کسی پر جبر نہیں کرتا جو میرے ساتھ آگے جانا چاہے وہ میرے ساتھ رہے اور جو واپس جانا چاہے وہ جا سکتا ہے۔ تمام ساتھی ان کے ساتھ آگے جانے کے لئے تیار ہو گئے اور نئی منزل کی طرف چل پڑے۔ راستے میں حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی وقاص اور عتبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن غزوان جس اونٹ پر سفر کر رہے تھے وہ غائب ہو گیا اس لئے یہ دونوں حضرات پیچھے رہ گئے۔

حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جحش نے طویل مسافت طے کر کے نخلہ پہنچ گئے۔ وہاں سے قریش کا قافلہ گزرا جن کے ساتھ کشمش، چمڑے اور تجارتی سامان تھا۔ قافلہ میں عبداللہ بن مغیرہ کے دو بیٹے عثمان اور نوفل اور عمرو بن حضرمی اور حکیم بن کیسان مولیٰ مغیرہ تھے، مسلمانوں نے باہم مشورہ کیا کہ کیا کریں۔ رجب کی پہلی تاریخ شروع ہو چکی تھی

جو کہ حرام مہینوں میں آتی ہے جس میں جنگ کرنا ممنوع ہوتا ہے، انہوں نے کہا کہ اگر ہم نے انتظار کیا تو یہ حدودِ حرم میں داخل ہو جائیں گے اس لئے ہمیں حملہ کر دینا چاہئے۔

چنانچہ ایک شخص نے عمرو بن حضرمی کو تیر مارا اور اس کا کام تمام کر دیا باقی لوگوں نے عثمان اور حکیم کو گرفتار کر لیا۔ البتہ نوفل بھاگ نکلا۔ اس کے بعد یہ لوگ دونوں قیدیوں اور سامان قافلہ کے ساتھ مدینہ پہنچے۔ انہوں نے مالِ غنیمت میں سے خمس بھی نکال لیا تھا اور یہ اسلامی تاریخ کا پہلا خمس، پہلا مقتول اور پہلے قیدی تھے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی اس حرکت پر باز پرس کی کہ حرام مہینے میں جنگ کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اس واقعہ سے مشرکین کو بہت پروپگنڈا کرنے کا موقع مل گیا۔

جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ط قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ط وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌ م بِهٖ وَالْمَسْجِدِالْحَرَامِ ق وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ج وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ط وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ o (سورۃ البقرہ۔217)

ترجمہ: لوگ آپ سے حُرمت والے مہینوں میں لڑائی کی بابت سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان میں لڑائی کرنا بڑا گناہ ہے لیکن اللہ کی راہ سے روکنا اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے یہ فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے یہ لوگ تم سے لڑائی بھڑائی کرتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو تمہیں تمہارے دین سے مرتد کر دیں اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مریں ان کے اعمال دنیوی اور آخروی سب غارت ہو جائیں گے۔ یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔

اس وحی کے بعد مسلمانوں کو جو ان کے خلاف پروپگنڈا ہو رہا تھا اس سے تسلی ہوئی۔ اس کے بعد رسول اللہ (ﷺ) نے دونوں قیدیوں کو چھوڑ دیا اور مقتول کے ورثاء کو اس کا خون بہا دیا گیا۔ یہ سریہ رجب المرجب 2ھ ہجری، جنوری 624ء میں پیش آیا۔

سریہ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ نے ۲۵/رمضان المبارک ۲ھ کو عمیر بن عدی خرشہ الخطمی کو عصماء بنت مروان کی طرف بھیجا جو بنی امیہ بن زید سے تعلق رکھتی تھی۔ یہ عورت اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہجو بیان کرتی تھی اور مخالفین کے خلاف اشتعال انگیز اشعار کہتی تھی۔

حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ اس عورت کے گھر میں رات کو داخل ہوئے، عصماء کے اردگرد اس کے بچے سورہے تھے، ایک بچہ جو دودھ پیتا تھا اس کے ساتھ سورہا تھا، عمیر نابینا تھے انہوں نے ٹٹول کر اس بچے کو اس کی ماں سے الگ کیا اور اس عورت کے سینے میں تلوار اتار دی۔

عمیر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی، رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا! کیا تم نے دختر مروان کو قتل کردیا؟ انہوں نے عرض کیا، ہاں، کیا اس بارے میں میرے ذمہ کچھ اور ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس بارے میں دو بھیڑیں لڑیں گی۔ یہ وہ کلمہ تھا جو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے سنا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام عمیر بصیر رکھ دیا یعنی عمیر دیکھنے والا۔

سریہ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ

شوال ۲ھ میں رسول اللہ ﷺ نے ابوعفک بن عمرو جس کی عمر سو برس تھی انتہائی فتنہ انگیز شخص تھا، وہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف بھڑکاتا تھا اور ہجو کہا کرتا تھا۔

سالم رضی اللہ عنہ بہت رقیق القلب صحابی تھے، انہوں نے بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کہا کہ میری خواہش ہے کہ میں ابوعفک کو قتل کردوں یا اس کام کے کرتے ہوئے مرجاؤں۔ وہ اس کو قتل کرنے کا موقع ڈھونڈتے رہتے تھے، گرمی کی ایک رات کو ابوعفک خیمہ کے باہر سویا ہوا تھا، سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ اس کے پاس آئے اور اپنی تلوار اس کے سینے پر رکھ کر اتنے زور سے دبائی کہ وہ اس کے جسم سے پار ہوکر بستر میں گھس گئی۔

سریہ زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جنگِ بدر کے بعد سے کفارِ مکہ کی پریشانیوں میں مسلسل اضافہ ہورہا تھا اب ان کو شام کی تجارت بھی خطرے میں پڑتی نظر آنے لگی۔ شام کی تجارت کے لئے قافلہ تیار ہوا اور اس کا سربراہ صفوان بن امیہ کو بنایا تو اس نے لوگوں سے کہا ہماری تجارتی شاہراہیں مسلمانوں نے غیر محفوظ بنا دی ہیں ان سے کس طرح نمٹا جائے۔ وہ راستوں پر مسلسل نظر رکھتے ہیں اور قریب کے قبائل نے ان کے ساتھ مصالحت کر رکھی ہے، عام لوگ بھی ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کون سا راستہ اختیار کریں۔ اگر ہم تجارت نہ کریں اور گھروں میں بیٹھے رہیں تو تجارت کے ساتھ ساتھ اپنا مال بھی کھا کر ختم کر دیں گے اور کچھ نہ بچے گا۔ کیونکہ مکہ میں ہماری زندگی کا دارومدار ہی تجارت پر ہے کہ گرمیوں میں شام کی طرف اور سردیوں میں حبشہ کی طرف تجارت کریں۔

صفوان کی بات پر سردارانِ قریش نے غور وخوض کرنا شروع کیا۔ آخر اسود بن عبدالمطلب نے صفوان سے کہا! تم ساحل کا راستہ چھوڑ کر عراق کے راستے سفر کرو۔ یہ راستہ ذرا لمبا ہے نجد سے ہو کر شام جاتا ہے لیکن محفوظ ہے اور مدینہ کے مشرق سے کافی دور سے گزرتا ہے۔ قریش اس راستہ سے ناواقف تھے اس لئے اسود بن عبدالمطلب نے صفوان کو مشورہ دیا کے وہ فرات بن حیان کو جو قبیلہ بکر بن وائل سے تعلق رکھتا ہے، راستہ بتانے کے لئے راہ نما رکھ سکتے ہیں۔ وہ راستہ جانتا ہے اور سفر میں تمہاری راہ نمائی کرے گا۔ اس طرح سے یہ قافلہ نئے راستے سے شام کے لئے روانہ ہوا۔

دوسری طرف یوں ہوا کہ سلیط بن نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو مسلمان ہو چکے تھے ان کے دوست نعیم بن مسعود دونوں اکٹھے شراب پیتے تھے، یہ شراب کی حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب نعیم پر شراب کے نشے کا زیادہ غلبہ ہوا تو انہوں نے قافلہ اور اس کے سفر کی پوری تفصیل بتا دی۔ حضرت سلیط بن نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوراً وہاں سے نکلے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچ کر پوری تفصیل بتا دی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فوراً حملہ کی تیاری کی اور سو سواروں کا ایک رسالہ حضرت زید بن حارث کلبیؓ کی کمان میں دے کر روانہ کیا۔ حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نہایت تیزی سے راستہ طے کیا اور ابھی قریش کا قافلہ بالکل بے خبری کے عالم میں فروہ نامی ایک چشمہ پر پڑاؤ ڈالنے کے لئے اتر رہا تھا ان کو جا لیا اور اچانک اور بھرپور یلغار کر کے پورے قافلے پر قبضہ کر لیا صفوان بن امیہ اور دوسرے قافلے کے محافظ نے بھاگ کر جان بچائی۔

مسلمانوں نے قافلے کے راہنما فرات بن حیان اور دو آدمیوں کو گرفتار کرلیا۔ بھاری مقدار میں چاندی اور برتن جس کا اندازہ ایک لاکھ درہم تھا بطور غنیمت ہاتھ آئی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خمس نکال کر مالِ غنیمت رسالے کے افراد پر تقسیم کردیا۔ فرات بن حیان نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔

(ابن ہشام)

مسلمانوں کی طرف سے پے در پے چوٹ پڑنے کی وجہ سے قریش مکّہ کی کیفیت زخمی سانپ کی سی ہوگئی تھی۔

یہ سریہ جمادی الاولیٰ 3 ہجری ، 624ء کو پیش آیا۔

سریہ ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مقام قطن میں قبیلہ بنی اسد کے کچھ شرارتی لوگ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہو رہے تھے۔ قطن کا مقام ایک پہاڑ نواح فید میں ہے وہاں ایک چشمہ تھا جس کے پاس بنو اسد بن خزیمہ کا قبیلہ آباد تھا۔ طلحہ بن خویلد اور مسلمہ بن خویلد ان کے سردار تھے جو اپنی قوم کے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر ابھارتے رہتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مخزومی کو ڈیڑھ (150) سو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ آپ ﷺ نے ان کو ہدایت کی کہ اگر وہ تنہا تمہارے مقابلے پر آئیں تو ان پر حملہ کردینا۔ یہ لشکر روانہ ہوگیا اور الاخبار سے گزر کر قطن پہنچا اور قطن کے میدان پر قبضہ کرلیا، تین غلام چرواہوں کو گرفتار کرکیا لیکن وہ ان کے پہنچے سے پہلے فرار ہوگئے البتہ ان کے مویشی ہاتھ لگے جو وہ مدینہ لے آئے۔ یہ سریہ محرم 4 ہجری، 625ء کو پیش آیا۔

سریہ عبداللہ بن انیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع ملی کہ خالد بن سفیان ہذلی مسلمانوں پر حملہ کے لئے فوج جمع کر رہا ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فوراً اس کے خلاف کاروائی کرنے کے لئے حضرت عبداللہ بن انیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ساتھیوں کے ساتھ عرنہ کے علاقے میں روانہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب وہ لوگ تمہیں دیکھیں گے تو ڈر جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سنبھالی اور کہا کہ میں اپنے آپ کو بنی خزاعہ کی طرف منسوب کرتا

ہوں، جب وہ بطن عرنہ پہنچے تو ان کے ساتھ مختلف قبائل کے لوگ بھی شامل ہوتے جا رہے تھے اور وہاں کے سردار خالد بن سفیان ہذلی نے جب ان کو دیکھا کو اس پر ت خوف طاری ہو گیا اور وہ خوف سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ ؓ نے فرمایا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ کہا تھا۔ میں نے وہاں کے سردار خالد بن سفیان ہذلی کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر رکھ لیا۔ میں پہاڑ کے ایک غار میں داخل ہو گیا اور مکڑی نے مجھ پر جالا بنا دیا، لوگوں نے مجھے بہت تلاش کیا لیکن میں ان کو نہیں ملا، جب وہ لوگ واپس پلٹ گئے تو میں غار سے نکلا، میں رات کو سفر کرتا تھا اور دن میں چھپ جاتا تھا، یہاں تک کہ میں مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ جب میں مسجد نبوی پہنچا تو وہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا! تمہارا چہرہ فلاح پائے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! آپ (ﷺ) کا چہرہ بھی فلاح پائے اور میں نے سردار خالد بن سفیان ہذلی کا سر آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا اور پورے واقعہ سے آپ ﷺ کو مطلع کیا۔۔

حضرت عبداللہ بن انیس ؓ اٹھارا (18) روز مہم پر رہے پھر کامیابی کے ساتھ 23 محرم 4 ھ / ۶۲۵ ء بروز ہفتہ کو واپس آئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن انیس کو ایک عصا بھی پیش کیا اور کہا کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان قیامت کے روز نشانی رہے گا۔ چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو وہ عصا بھی ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ (ابن ہشام)

بئر معونہ کا سانحہ

ابو براء عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ (ﷺ) نے اس کو اسلام کی دعوت دی وہ مسلمان تو نہیں ہوا لیکن اس نے اسلام کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ کہنے لگا مجھے اپنی قوم کا خیال ہے اس نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ لوگوں کو میرے ساتھ کر دیں جو میرے ساتھ نجد چلیں اور وہاں میری قوم کو اسلام کی طرف بلائیں اور انہیں نصیحت کریں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مجھے اہل نجد کی طرف سے اندیشہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے اس نے کہا کہ آپ (ﷺ) اہل نجد کی طرف سے پریشان نہ ہوں یہ لوگ میری پناہ میں ہوں گے۔

آپ (ﷺ) نے حضرت منذر بن عمرو ساعدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں ستر (70) صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے ساتھ روانہ فرمائی، یہ سب صحابہؓ قاری اور قرآن کے حافظ تھے۔ حضرت منذر بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہ صحابی تھے جو دن میں لکڑیاں کاٹ کر لایا کرتے تھے جن کو بیچ کر اہل صفہ کے لئے کھانے کا بندوبست کیا کرتے تھے۔ قرآن پڑھتے اور پڑھاتے تھے اور رات رات بھر خدا کے حضور نماز اور مناجات میں کھڑے رہتے تھے۔

جب یہ لوگ ارض بنو عامر اور حرہ بنو سلیم کے درمیان بئر معونہ کے کنویں پر پہنچے تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خط حضرت حرم بن ملحان کے ہاتھ عامر بن طفیل کے پاس پہنچا۔ یہ عامر بن طفیل ابو براء عامر بن مالک کا بھتیجا تھا۔ اس نے خط پڑھا تک نہیں، ایک شخص کو اشارہ کیا اس نے حضرت حرام بن ملحان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پیچھے سے زور کا نیزہ مارا کہ وہ نیزہ آر پار ہو گیا۔ خون دیکھ کر حضرت حرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا

اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا اور شہید ہو گئے۔

اس کے بعد اپنی قوم بنو عامر کو آواز دی کہ ان مسلمانوں کو قتل کر دیں۔ انہوں نے ابو براء کی پناہ کے پیش نظر اس کی بات نہیں مانی تو اس نے مایوس ہو کر بنو سلیم کو آواز دی بنو سلیم کے تین قبیلہ عصیہ، رعل اور ذکوان آمادہ ہو گئے اور بغیر کسی جرم کے ان مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ان میں صرف حضرت کعب بن زید بن نجارؓ زخمی حالت میں زندہ بچے۔

دو اصحاب حضرت عمرو بن امیہ ضمری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت منذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عقبہ بن عامر قریب ہی اونٹ چرا رہے تھے انہوں نے جائے واردات پر پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھا تو وہ سیدھے وہاں پہنچے تو حضرت منذر بن عقبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی انہوں نے شہید کر دیا اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گرفتار کر

لیا، جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کا تعلق قبیلہ مضر سے ہے تو انہوں نے ان کی پیشانی کے بال کٹوا کر اپنی ماں کی طرف سے جس نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی ان کو آزاد کر دیا۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس دردناک واقعہ کی خبر لے کر مدینہ پہنچے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام حالات بیان کئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس طرح ظلم اور دھوکے سے صحابہ کرام شہید کرنے پر بے انتہا دکھ ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لئے ایک مہینے تک بد دعا میں قنوتِ نازلہ پڑھتے رہے۔ ایک ماہ کے اندر عامر بن طفیل طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر اور ابو براء عامر بن مالک ایک ہفتہ کے اندر مر گیا۔ یہ واقعہ 4ھ ہجری، 625ء کو پیش آیا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی کی جوان شہداء کی طرف سے خبر تھی کہ ہماری قوم کو یہ بتلا دو کہ ہم اپنے رب سے ملے تو وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا یہ قنوتِ نازلہ پڑھنا ترک کر دیا۔ (بخاری)

قنوتِ نازلہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَاوَتَعَالَیْتَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ اَللّٰھُمَ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْھُمْ عَلٰی عَدُوِّکَ وَعَدُوِّھِمْ اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْکَفَرَۃَ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَآئَکَ ط اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِھِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَھُمْ وَ شَتِّتْ شَمْلَھُمْ وَفَرِّقْ جَمْعَھُمْ وَخَرِّبْ بُیُوْتَھُمْ وَدَمِّرْ دِیَارَھُمْ وَکَسِّرْ اَعْمَارَھُمْ وَقَرِّبْ اٰجَالَھُمْ وَاَنْزِلْ بِھِمْ بَاْسَکَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّہٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ اَللّٰھُمَّ لَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْنَآ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ انْصُرِالْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ عَسَاکِرَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ جَمَاعَۃَ الْمُوَحِّدِیْنَ وَاخْذُلِ الْکُفَّارَ وَالْمُشْرِکِیْنَ وَاَھْلِکِ الْکُفَّارَ وَالْمُشْرِکِیْنَ وَصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ (ط)

رجیع کا سانحہ

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کچھ آدمی آئے جن کا تعلق عضل اور قارہ (برادر بنو اسد) سے تھا انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ ہماری پوری قوم نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے ۔ آپ (ﷺ) ہمارے ساتھ کچھ لوگ بھیج دیں جو دین سکھائیں اور قرآن پڑھائیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ میں سے دس (10)افراد یا چھ (6) افراد ان کے ساتھ روانہ کئے اور حضرت عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت کو ان کا سربراہ بنایا۔ اس جماعت میں عاصم بن ثابتؓ ، مرثد بن ابی مرثدؓ ، عبداللہ بن طارقؓ ، خبیب بن عدیؓ ، زید بن دثنہؓ ، خالد بن ابی بکیرؓ ، معتب بن عبیدؓ شامل تھے۔

جب یہ لوگ رابع اور جدہ کے درمیان قبیلہ ہذیل کے رجیع نامی چشمے پر پہنچے تو قارہ و عضل نے قبیلہ بنو ہذیل کی شاخ بنولحیان کے لوگوں کو ان کے پیچھے لگا دیا تقریباً ایک سو تیر انداز ان کے پیچھے لگے گئے ۔ صحابہ کرامؓ نے ایک ٹیلے کے پیچھے پناہ لی۔ انہوں نے انہیں گھیر لیا اور کہا ہم تو صرف تم کو آزمار ہے تھے تم نیچے اتر آؤ ہم کسی کو قتل نہیں کریں گے لیکن حضرت عاصمؓ نے اترنے سے انکار کر دیا اور ان سے مقابلہ کرتے رہے بالاخر دو آدمیوں (حضرت خبیبؓ اور عبداللہ بن طارقؓ) کو انہوں نے گرفتار کر لیا اور باقی سب شہید ہو گئے۔ یہ سانحہ صفر 4ھ ہجری، 625ءکو پیش آیا۔

حضرت عاصم بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لاش کی حفاظت

حضرت عاصم بن ثابتؓ ان دس صحابہ کے امیر تھے جنہیں کفار نے اپنی تعلیم و تربیت کے لئے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کر کے مانگا تھا اور پھر ان کو دھوکے سے شہید کر دیا تھا۔ قریش مکہ نے اس مقصد کے لئے آدمی بھیجا کہ حضرت عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سر کاٹ کر لائیں تا کہ وہ پہچان سکیں۔ جب یہ لوگ ان کی لاش کے قریب پہنچے تو بھڑوں کے جھنڈ اس پر آ گئے اور قریش کے لوگ ان کی لاش کی بے حرمتی نہیں کر سکے۔

حضرت عاصمؓ نے دعا کی تھی! یا اللہ! مجھے مشرکین نہ چھو پائیں۔ جب یہ خبر حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا! اللہ اپنے مومن بندے کی حفاظت موت کے بعد بھی ایسے کرتا ہے جس طرح زندگی میں کرتا ہے۔ یہ واقعہ 4ھ ہجری، 625ءکو پیش آیا۔ (ابن ہشام ۱۶۹/۲ تا ۱۷۹، زادالمعاد ۱۰۹/۲)

حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سولی پر لٹکانا

جن صحابہ کو انہوں نے گرفتار کیا تھا ان میں حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عدد اور حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن الدشنہ تھے۔ وہ ان کو گرفتار کر کے مکہ لے گئے وہاں ان کو قید کر دیا۔ حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بدر میں مکہ کے سرداروں کو قتل کیا تھا انہوں نے حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قتل کا ارادہ کیا اور ان کو حرم کے باہر تنعیم لے گئے۔ جب وہ ان کو سولی چڑھانا چاہتے تھے تو انہوں نے فرمایا مجھے چھوڑ دو میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ مشرکین نے اجازت دے دی جب سلام پھیر چکے تو فرمایا! بخدا! اگر تم لوگ یہ نہ کہتے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں گھبراہٹ کی وجہ سے کر رہا ہوں تو میں کچھ اور طویل کر دیتا۔ اس کے بعد فرمایا اے اللہ! انہیں ایک ایک کر کے گن لے اور انہیں بکھیر کر مارنا ان میں کسی کو باقی نہ چھوڑنا۔

اس کے بعد ابوسفیان نے حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا! تمہیں یہ بات پسند آئے گی کہ تمہارے بدلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس ہوتے اور ہم ان کی گردن مارتے اور تم اپنے اہل وعیال میں رہتے۔ انہوں نے کہا! نہیں۔ واللہ! مجھے تو یہ بھی گوارہ نہیں کہ میں اپنے اہل وعیال میں ہوں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جہاں ہیں وہاں ان کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے اور ان کو معمولی سی بھی تکلیف ہو۔

اس کے بعد انہوں نے حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پھانسی دے دی۔ حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قاتل عتبہ بن حارث تھا۔ اس کے باپ کو جنگِ بدر میں قتل کیا گیا تھا۔ دوسرے صحابی حضرت زید بن دشنہ ؓ کو صفوان بن امیہّ نے خرید کر اپنے باپ کے بدلے قتل (شہید) کر دیا۔ یہ سانحہ 4 ھ ہجری، 625ء کو پیش آیا۔

یہود کی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کی سازش

ربیع الاول 4ھ ہجری، 625ء میں بئر معونہ کے واقعہ سے بچ کر جب حضرت عمروؓ بن امیہ واپس آ رہے تھے تو راستے میں دو آدمی ملے جن کو انہوں نے دشمن کے آدمی سمجھ کر قتل کر دیا۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہوا کہ وہ دونوں بنو عامر سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ مسلمانوں کی امان میں تھے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ ان کا خون بہا دینا ضروری ہے۔ یہودیوں کا قبیلہ بنو نضیر بنو عامر کا حلیف تھا۔ آپ ﷺ نے سوچا کہ ان سے مدد لینی چاہئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنو نضیر سے مشورہ کے لئے خود ان کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت علی مرتضی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ بنو نضیر آپس میں تنہائی میں جمع ہوئے اور ان کے دل میں شیطانی خیال آیا کہ یہاں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکے سے قتل کر دیا جائے جس کی وجہ سے وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مشورے کے لئے فوراً تیار ہو گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قلعہ کی دیوار کے ساتھ سائے میں بیٹھایا اور لوگوں کو بلانے کے بہانے ادھر اُدھر ہو گئے۔ انہوں نے ایک یہودی بدبخت عمرو بن حجاش کو پتھر کا بہت بھاری چکی کا پاٹ دے کر قلعہ کی دیوار پر چڑھا دیا کہ وہ وہاں سے اسے نیچے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اُوپر گرا کر آپ (ﷺ) کو کچل دے۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص سلام بن شکم نے کہا کے ایسا نہ کرو ان کو تمہارے ارادوں کی خبر ہو جائے گی اور جو عہد و پیمان ان کے اور ہمارے درمیان ہے اس کی خلاف ورزی ہوگی۔ انہوں نے اس کی بات نہ سنی اور اپنے منصوبہ پر عمل کرنے کے لئے پرعزم رہے۔ چنانچہ انہوں نے عمرو کو اوپر چڑھا دیا، ابھی وہ گرانے نہ پایا تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جبرائیل (علیہ سلام) تشریف لائے اور یہود کے ارادے سے باخبر کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تیزی سے اُٹھے اور مدینہ کے لئے چل پڑے بعد میں صحابہ کرامؓ بھی اٹھ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ آ گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اٹھنے کی وجہ دریافت کی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہود کے ارادوں کے بارے میں بتایا۔

یہود نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلانا چاہا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تم نے ہمارے قتل کا منصوبہ بنایا تھا اب ہمیں تم پر اعتبار نہیں ہے۔ یہود نے نہ اپنے منصوبہ سے انکار کیا اور نہ معذرت کی۔ مدینہ پہنچ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو پیغام بھیجا کہ دوبارہ عہد نامہ لکھو۔ لیکن انہوں نے دوبارہ عہد کرنے سے انکار کر دیا۔ انکار کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوبارہ ان کو الٹی میٹم دیا کہ دس روز کے اندر اندر مدینہ سے نکل جائیں، کہیں اور چلے جائیں اس کے بعد جو شخص یہاں پایا جائے گا اس کی گردن ماردی جائے گی۔

سریہ محمد بن مسلمہ انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جنگِ احزاب اور بنوقریظہ سے فارغ ہونے کے بعد ایک سریہ حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں تیس صحابہ کی مختصر جماعت کے ساتھ تیار کیا گیا۔ یہ نجد کے اندر بکرات کے علاقے ضریہ کے آس پاس قرطاء نامی مقام پر بھیجا گیا تھا۔ بنوضریہ اور مدینہ کے درمیان سات رات کا راستہ تھا۔ یہ قافلہ 10/ محرم 6ھ ہجری کو روانہ کیا گیا اور مقصد بنوبکر بن کلاب کے لوگوں کو سبق سکھانا تھا، جن کی شرارتیں بہت بڑھ گئیں تھیں۔ جب مسلمانوں نے چھاپا مارا تو بنوکلاب کے دس آدمی مارے گئے اور باقی فرار ہوگئے۔

مسلمانوں کے ہاتھ ایک سو پچاس اونٹ اور تین ہزار بکریاں مالِ غنیمت میں ملیں۔ محرم کا ایک دن باقی تھا کہ یہ لوگ مدینہ واپس آگئے۔ انیس دن کے بعد 29/محرم کو یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے۔ خمس نکال کر مالِ غنیمت تقسیم کیا گیا۔ ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا گیا۔ (طبقات ابن سعد)

اس مہم میں بنوحنیفہ کا سردار ثمامہ بن اثال حنفی کو بھی گرفتار کر کے لائے۔

ارادۂ قتل کی عشقِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تبدیلی

سریہ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں بنوحنیفہ کا سردار ثمامہ بن اثال حنفی گرفتار کر کے لایا گیا یہ مسیلمہ کذاب کے حکم سے بھیس بدل کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے نکلا تھا۔ اس کو لا کر مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کا حال دریافت کیا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ثمامہ کیا خیال ہے۔ اس نے کہا! مجھے خیر کی امید ہے، اگر تم قتل کرو گے تو ایک خونی کو قتل کرو گے اگر احسان کرو گے تو ایک قدردان پر احسان کرو گے۔ اگر مال چاہئے تو جو چاہو مانگو۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو اسی حال پر چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر اس کے پاس سے گزر ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھر پوچھا! ثمامہ کیا خیال ہے، ثمامہ نے وہی جواب دیا۔ اس کے بعد تیسری بار پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ہوا تو پھر وہی سوال کیا اور اس نے وہی جواب دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ سے فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا۔ ثمامہ مسجدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب ایک کھجور کے باغ میں گئے وہاں غسل کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس واپس آکر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔

اس نے کہا! خدا کی قسم! کوئی چہرہ میرے نزدیک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ لیکن اب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا چہرہ دوسرے تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہوگیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سواروں نے مجھے اس وقت گرفتار کیا جب میں عمرے کے ارادے سے جارہا تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خوش رہو اور عمرہ کرنے کو کہا، جب وہ عمرہ کے غرض سے مکہ پہنچے اور قریش سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ثمامہ تم بے دین ہوگئے تو انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہوں اور سنو!

خدا کی قسم! تمہارے پاس یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ نہیں آسکتا جب تک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی اجازت نہ دیں۔ یمامہ اہل مکہ کے لئے کھیت کی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت ثمامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وطن واپس جا کر مکہ کے لئے غلہ کی روانگی روک دی جس سے قریشی مشکلات کا شکار ہوگئے۔ انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قرابت کا واسطہ دے کر لکھا کہ ثمامہ سے کہیں کہ غلہ کی ترسیل کو نہ روکیں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو ترسیل بحال کرنے کے لئے کہا تو وہ راضی ہوگئے۔ (زادالمعاد)

کعب بن اشرف کا قتل

کعب بن اشرف کا تعلق قبیلہ طے کی شاخ بنونبھان سے تھا اس کی ماں قبیلہ بنونضیر سے تھی، وہ بہت مالدار شخص تھا، مشہور شاعر تھا، سخت اسلام دشمن تھا۔ رسول اللہ (ﷺ) کی شان میں ہجو لکھا کرتا تھا، اس کا قلعہ مدینہ کے جنوب میں بنونضیر کی آبادی کے پیچھے واقع تھا۔ جنگِ بدر میں کفار مکہ کی شکست کا اس کو بہت دکھ تھا اپنے اشعار لکھ لکھ کر دشمنان اسلام کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا تھا، جب اس سے بھی اس کی تسلی نہیں ہوئی تو یہ مکہ پہنچا اور مطلب بن ابی وداعہ کے گھر مہمان رہا۔ مشرکین مکہ کو غیرت دلانے اور ان کی انتقام کی آگ کو گرم کرنے اور ان کے پیاروں کے قتل ہونے کا نوحہ کرتا تھا جنہیں قتل کر کے بدر کے کنویں میں پھینک دیا تھا۔

کعب بن اشرف کفارِ مکّہ سے کہتا کہ تم مسلمانوں کے مقابلہ میں زیادہ دین دار ہو۔ مکہ سے واپس آنے کے بعد اس نے مسلمان عورتوں کے بارے میں واہیات اشعار کہنے شروع کردیئے۔ اس کی ان حرکتوں کو دیکھتے ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرام ؓ سے فرمایا کہ کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اذیت دی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جواب میں حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عباد بن بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ابو نائلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جن کا نام سلکاب بن سلامہ تھا اور جو کعب کے رضاعی بھائی تھے۔ حارث بن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اوس اور ابو عبس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جبیرؓ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اس مختصر سی جماعت کے کمانڈر محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے آپ ﷺ سے کچھ مبہم الفاظ کہنے کی اجازت چاہی جس سے کعب خوش ہو جائے جس کی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دے دی۔

اس کے بعد حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) منصوبہ کے تحت ربیع الاول 3ھ ہجری، 624ء میں کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شکایت کی کہ وہ ہم سے صدقہ مانگتے ہیں اور جو ہم پر بوجھ ہے۔ اس پر کعب بولا کہ واللہ! ابھی تم لوگ اور بھی اکتا جاؤ گے۔

محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! اب جب ہم اس کے پیروکار بن گئے ہیں تو مناسب نہیں ہے کہ اس کو چھوڑنا۔ ہم اس انتظار میں ہیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اچھا ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں کچھ غلہ ایک یا دو وسق اناج دے دو۔ (ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے جو ایک اونٹ کے وزن کا ہوتا ہے۔ کعب نے کہا میرے پاس کچھ رہن رکھو۔

محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا آپ کیا چیز رہن رکھنا پسند کریں گے کعب نے کہا! اپنی عورتوں کو ہمارے پاس رکھو۔ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ ہم اپنی عورتوں کو تمہارے پاس کیسے رہن رکھ سکتے ہیں جبکہ تم عرب کے سب سے خوبصورت انسان ہو۔

اس نے کہا! تو پھر اپنے بیٹوں کو رکھو۔

محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا ہم اپنے بیٹوں کو کیسے رہن رکھ سکتے ہیں اگر ایسا کیا گیا تو انہیں گالی دی جائے گی کہ ان کو دو وسق گندم کے بدلے رہن رکھا گیا۔ یہ ہمارے لئے شرم کی بات ہے البتہ ہم آپ کے پاس اپنے ہتھیار رکھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد یہ طے ہو گیا کہ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کے پاس ہتھیار لے کر آئیں گے۔

دوسری طرف ابو نائلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی منصوبہ پر کام کیا اور کعب بن اشرف کے پاس آئے ادھر اُدھر کے اشعار سناتے رہے کیونکہ وہ خود بھی شاعر تھا۔ پھر بولے اے ابن اشرف! میں ایک ضرورت کے لئے تمہارے پاس آیا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ یہ بات کسی سے نہ کہی جائے۔ کعب نے کہا! ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا۔

ابو نائلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! بھئی اس شخص (ان کا اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا) نے ہمیں آزمائش میں ڈالا ہوا ہے سارا عرب ہمارا دشمن ہو گیا ہے سب نے ہمارے خلاف اتحاد بنا لیا ہے اور ہمارے راستے بند کر

دیئے ہیں۔ ہمارے اہل وعیال برباد ہو رہے ہیں اور ہر وقت جان کا خطرہ رہتا ہے ہم اور ہمارے بچے محنت کر کر کے تھک گئے ہیں۔ میرے کچھ ساتھی ہیں جن کے خیالات بھی میرے جیسے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ ہم پر کچھ احسان کریں اگر آپ کہیں تو میں ان کو لے کر آپ کے پاس آؤں اور آپ انہیں کچھ سمجھائیں۔

ابتدائی مرحلہ طے ہو گیا تھا۔ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہتھیار لے کر آئیں گے اور ابو نائلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ساتھیوں کو لے کر آئیں گے.

14 ربیع الاول 3ھ ہجری کو چاندنی رات کو انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کی اور اپنے مشن پر نکلے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو جنت البقیع تک چھوڑنے آئے۔

یہ دستہ کعب بن اشرف کے قلعہ پر پہنچا تو ابو نائلہ نے اسے آواز دی، وہ اپنی نئی دلہن کے پاس بیٹھا ہوا تھا آواز سن کر اٹھا تو اس کی بیوی نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن اس نے کہا کے یہ میرا دودھ شریک بھائی ہے۔ باہر آیا تو خوشبو میں بسا ہوا تھا اس نے سر میں خوشبو لگائی ہوئی تھی۔ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ میں نے آج تک ایسی خوشبو نہیں سونگی۔ کعب نے کہا کہ میرے پاس عرب کی عورتوں میں سب سے خوبصورت اور خوشبو والی عورت ہے۔ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں سر سونگھ لوں۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کا سر سونگھا پھر ان کے ساتھیوں نے اور اس کی تعریف کی۔

کچھ اور دور چلے ہوں گے تو ابو نائلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ ایک بار پھر خوشبو سونگھا دو۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ اس دفعہ ابو نائلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا اور بولے:

اے اللہ کے دشمن! اتنے میں کئی تلواریں اس پر پڑیں لیکن اس کا کام تمام نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی کدال سے وار کیا جو اس کے آر پار ہو گئی اور اللہ کا یہ دشمن وہیں ڈھیر ہو گیا۔ پھر یہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے قتل کی خبر دی۔ حملہ میں حضرت حارث بن اوس کچھ زخمی ہو گئے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے زخم پر اپنا لعابِ دہن لگایا جس سے وہ شفایاب ہو گئے اور پھر کبھی اس میں تکلیف نہ ہوئی۔ (ابن ہشام)

ابورافع کا قتل

اس کا اصل نام عبداللہ بن ابی الحقیق تھا اور ابورافع کنیت تھی اس کو سلام بن ابی الحقیق بھی کہتے ہیں۔ یہ بہت مالدار یہودی تاجر تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سخت دشمن تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف پہنچانے میں کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔

کعب بن اشرف (گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے والے محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے ساتھی قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب قبیلہ خزرج کے لوگوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اجازت مانگی کے ہمیں اس گستاخِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ابورافع کو قتل کرنے کی اجازت دی جائے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو اجازت دے دی اور تاکید کردی کہ کسی بچہ اور عورت کو قتل نہ کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو امیر بنایا گیا اور ان کے ساتھ مسعود بن سنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، عبداللہ بن انیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ابوقتادہ حارث بن ربعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اسود بن حزاعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو روانہ فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عتیک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جمادی الاخرہ 3ھ، 624ء میں سورج غروب ہونے کے بعد ابورافع کے قلعہ کے پاس پہنچے، انہوں نے اپنے ساتھیوں کو وہاں ہی ٹھہرا کر قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کی، اتفاق سے اس وقت قلعہ کا ایک گدھا گم ہوگیا تھا جس کی تلاش میں کوئی روشنی لے کر نکلا تو یہ چھپ کر زمین پر ایسے بیٹھ گئے جیسے قضائے حاجت کررہے ہوں۔ اس کے بعد دربان نے آواز دی کہ جو شخص قلعہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں داخل ہوجائیں۔ میں بھی داخل ہوگیا اور گدھے باندھنے کی جگہ پر چھپ گیا۔ دربان نے دروازہ بند کردیا اور چابیاں ایک طرف کھونٹی پر لٹکا دی۔

ابورافع بالاخانے میں رہتا تھا اور اس کے پاس دوستوں کی محفل جمی رہتی تھی۔ لوگوں نے اس کے ساتھ کھانا کھایا اور اپنے گھروں کو چلے گئے، جب رات کا ایک حصہ گزر گیا اور ہر طرف خاموشی ہوگئی۔ دربان بھی سو چکا تھا میں نے چپکے سے چابیاں اٹھائیں اور دروازہ کھولا۔ میں جو دروازہ کھولتا تو اندر سے بند کردیتا تھا تاکہ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے تو میں ان کے پہنچنے سے پہلے اس کا کام تمام کردوں پھر میں سیڑھیوں سے چڑھ کر ابورافع کے کمرے میں پہنچ گیا۔

وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ سو رہا تھا اور گھر میں مکمل اندھیرا تھا مجھے یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ ابو رافع کہاں ہے، چنانچہ میں نے ابو رافع کہہ کر آواز دی: اس نے کہا کون ہے میں نے آواز کی طرف جا کر تلوار سے زور سے وار کیا لیکن وہ صحیح جگہ پر نہ لگی اور میری ٹانگ پر زخم آیا۔ ابو رافع نے چیخ ماردی میں نے پیچھے ہٹ کر آواز بدل کر کہا! کیا ہوا ابو رافع۔ اس نے کہا کہ تیری ماں پر تباہی آئے ابھی کسی شخص نے مجھ پر تلوار سے وار کیا ہے۔ میں نے پھر آواز کی سمت دوبارہ تلوار سے وار کیا اس دفعہ زخم کاری تھا۔ اس کی بیوی بھی جاگ گئی اور وہ چیخنے چلانے لگی۔

میں نے آواز بدل کر ہمدردی ظاہر کی اس وقت وہ نیچے پڑا ہوا تھا میں نے اپنی تلوار اس کے پیٹ پر رکھ کر اس زور سے دبایا کہ وہ کمر کے آر پار ہوگئی، میں سمجھ گیا کہ اب اس کا کام تمام ہوگیا۔ چنانچہ صبح ہی صبح موت کی خبر دینے والے نے قلعہ کی فصیل پر چڑھ کر کہا کہ حجاز کے مشہور تاجر ابو رافع کا قتل ہوگیا ہے۔

اعلان سن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی اس پر حملہ کے دوران میں خود بھی زخمی ہوگیا تھا۔ لیکن اس خوشی کی خبر کی وجہ سے تکلیف کا احساس نہیں ہو رہا تھا وہاں سے نکل کر حضرت عبداللہ بن عتیک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے ساتھیوں سمیت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ سنایا پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا دستِ مبارک میری ٹانگ پر پھیرا تو میں ایسا ہوگیا گویا کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ (بخاری)

سریہ غمر یا سریہ عکاشہ بن محصن ؓ

ربیع الاول یا ربیع الثانی 6ھ ہجری بمطابق 627ء میں حضرت عکاشہ بن محصن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چالیس صحابہ کرام ؓ کی کمان دے کر مقام غمر کی طرف روانہ فرمایا، یہ مقام فید سے مدینہ کے ساتے میں دورات کی مسافت پر واقع تھا۔ یہ بنو اسد کے ایک چشمہ کا نام تھا۔ مسلمانوں کے لشکر کی آمد کا سن کر دشمن بھاگ کر پہاڑی کی چوٹی پر چلے گئے۔ جنگ کی نوبت نہیں آئی، ان کے مویشی میدان میں رہ گئے، مسلمانوں کو دوسو اونٹ مال غنیمت کے طور پر ملے۔

سریہ ذوالقصہ (اول)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں دس افراد کا دستہ ذوالقصہ کی طرف ربیع الاول 6 ہجری ، 627ء میں یہ سریہ روانہ فرمایا۔ یہ علاقہ مدینہ سے زبدہ کے راستے میں چوبیس میل پر واقع تھا۔ یہ بنوثعلبہ کا علاقہ تھا۔

جہاں بنوثعلبہ اور بنوعوال کے لوگ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہورہے تھے۔ دشمن جن کی تعداد ایک سو تھی وہ اپنے علاقے کی خفیہ جگہوں میں چھپ گئے جیسے ہی مسلمان وہاں پہنچے ان پر اچانک حملہ کردیا اور ان کو قتل کردیا صرف حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔

سریہ ذوالقصہ (الثانی)

حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھیوں کی شہادت کے بعد ربیع الثانی 6 ہجری میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چالیس صحابہؓ کی جماعت دے کر ذوالقصہ کی طرف روانہ کیا انہوں نے پہلے صحابہ کرامؓ کی شہادت گاہ کا رخ کیا اور رات بھر سفر کر کے پیدل بنوثعلبہ کے علاقے میں پہنچے اور پہنچتے ہی حملہ کردیا۔ وہ بہت تیزی سے پہاڑوں کی طرف بھاگے کہ قابو میں نہ آسکیں، ایک آدمی گرفتار ہوگیا جو مسلمان ہوگیا۔ مال غنیمت میں مویشی اور بکریاں ہاتھ آئیں۔

سریہ جموم یا سریہ زید بن حارثہؓ

ربیع الثانی 6 ہجری، 627ء میں رسول اللہ (ﷺ) نے حضرت زید بن حارثہؓ کی قیادت میں ایک لشکر جموم کی طرف روانہ کیا۔ جموم مرالظہران (موجودہ وادی فاطمہ) میں بنوسلیم کے ایک چشمے کا نام ہے۔ حضرت زید بن حارثہؓ وہاں پہنچے تو قبیلہ مزینہ کی ایک عورت جس کا نام حلیمہ تھا گرفتار ہوئی۔ اس نے بنوسلیم کے مقام کا پتہ بتایا۔ دشمن کو جب مسلمانوں کی آمد کا معلوم ہوا تو وہ فرار ہوگئے، وہاں سے بہت سے مویشی، بکریاں اور قیدی ہاتھ آئے۔ حضرت زیدؓ سب کو لے کر مدینہ واپس آگئے۔ رسول اللہ (ﷺ) نے اس مزنیہ عورت کو آزاد کر کے اس کی شادی کردی۔

سریہ عیص

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ستر صحابہ کرام ؓ پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا جس کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بنایا گیا۔ اس کو جمادی الاولیٰ 6 ہجری میں عیص کی جانب روانہ کیا۔ اس مہم میں قریش کے ایک قافلہ کا مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جس کی قیادت داماد رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابوالعاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کر رہے تھے جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ گرفتار تو نہ ہو سکے لیکن سیدھے بھاگ کر مدینہ آ گئے اور حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) صاحبزادی رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی پناہ میں آ گئے اور ان کی پناہ لے کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے سفارش کی کہ ان کا مال واپس کر دیں تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ ؓ کو اشارہ کیا کہ ان کا مال واپس کر دیں۔

صحابہ کرام ؓ نے خوشی سے ان کا چھوٹا بڑا تمام مال ان کو واپس کر دیا۔ ابوالعاص تمام مال لے کر مکہ گئے اور ان کے مالکوں کو ان کا مال واپس کر کے فوراً مدینہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پھر سے حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے ان کے نکاح کی تجدید کر دی۔

(ابوداؤد)

سریہ طرف یا طرق

جمادی الاخرہ 6 ہجری، 628ء میں یہ سریہ حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں طرف یا طرق نامی مقام کی طرف روانہ کیا گیا۔ یہ مقام بنو ثعلبہ کے علاقے میں تھا۔ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ صرف پندرہ صحابہ ؓ تھے، لیکن علاقے کے بدوؤں کو ان کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ فرار ہو گئے۔ ان کو خطرہ ہوا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) خود تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چار روز تک وہاں رہے اور مال غنیمت میں چار اونٹ ہاتھ آئے۔

سریہ حسمیٰ

جمادی آلاخرہ 6 ہجری، 628ء میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قیصر روم ہرقل کو خط لکھا تھا۔ قیصر نے خط لانے والے قاصد حضرت وحیہ کلبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تحائف اور پارچاجات سے نوازا تھا۔ جب حضرت وحیہ کلبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واپسی آرہے تھے تو حسمیٰ میں قبیلہ جذام کے کچھ لوگ جن میں ہنید بن عارض اور اس کا بیٹا شامل تھے ان پر ڈاکہ ڈال کر سب کچھ لوٹ لیا، حضرت وحیہ کلبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مدینہ پہنچے تو سیدھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس حاضر ہوئے اور تمام ماجرا سنایا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی کمان میں پانچ سو صحابہؓ کا لشکر حسمیٰ روانہ کیا۔ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قبیلہ جذام پر شبخون مارا، ان کے ساتھ بنی عذرہ کا ایک راہبر بھی تھا، انہوں نے خاصی تعداد میں لوگوں کو قتل کیا اور خاصی تعداد میں قیدی اور جانور لے آئے، ہنید اور اس کا بیٹا بھی قتل ہو گئے۔ جس میں ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں اور قیدیوں میں ایک سو عورتیں اور بچے شامل تھے۔

قبیلہ جذام کا سردار زید بن رفاعہ جذامی اپنی قوم کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ کو وہ فرمان دکھایا جو آپ ﷺ نے ان کو امان دینے کے لئے لکھا تھا، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو، اس نے کہا کہ ہمارے قیدی چھوڑ دئے جائیں اور مال مویشی واپس کر دئے جائیں۔ قبیلہ کے سردار کی درخواست پر ان کے قیدی اور مویشی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے واپس کر دیئے۔

سریہ وادی القریٰ

رجب 6 ہجری، 628ء میں ایک سریہ بھیجا گیا جس کے سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے، ان کے ساتھ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بارہ افراد کو وادی القریٰ کی جانب روانہ کیا تھا۔ اس مہم کا مقصد دشمن کی نقل وحمل کا پتہ لگانا تھا۔ مگر وہاں کے لوگوں نے اچانک ان کے لشکر پر حملہ کر دیا اور (۹) صحابہؓ کو شہید کر دیا، حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سمیت تین صحابہؓ زندہ بچ کر واپس آئے۔

سریہ دیار بنی کلب - علاقہ دومۃ الجندل

شعبان 6 ہجری، 628ء میں یہ سریہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں بھیجا گیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سامنے بٹھایا اور اپنے ہاتھوں سے ان کے سر پہ عمامہ باندھا اور لڑائی میں سب سے اچھی صورت اختیار کرنے کو کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے نام سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو جو اللہ کے ساتھ کفر کرے تم اس سے اس طرح لڑو، نہ تو خیانت کرو، نہ بدعہدی کرو اور نہ بچوں کو قتل کرو۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں تو سردار کی بیٹی سے نکاح کرلینا۔ وہاں پہنچ کر آپؓ نے تین روز تک اسلام کی دعوت دی جس میں اللہ کے کرم اور مہربانی سے تمام قوم نے ان کے سردار اصبغ بن عمرو کلبیؓ سمیت اسلام قبول کرلیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وہاں کے سردار کی بیٹی حضرت تماضر بنت اصبغ سے شادی کرلی۔ حضرت عبدالرحمٰن کے صاجزادے حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی یہی ماں تھیں۔

سریہ دیار بنی سعد - علاقہ فدک

شعبان 6 ہجری، 8ء میں یہ سریہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں بھیجا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہوا کہ بنوسعد کے کچھ لوگ یہود کو مدد فراہم کررہے ہیں لہٰذا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دوسو صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ساتھ ان کی طرف روانہ کیا۔

حضرت علیؓ رات کو سفر کرتے تھے اور دن میں چھپ جاتے تھے۔ آخر کار آپؓ نے اس علاقے میں مقام ہج پر ایک شخص پکڑلیا اس کو امان دینے اور خیبر کے کھجوروں کی پیشکش کرکے وہاں کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اس سے یہ پوچھا کہ بنوسعد والے اپنی جتھہ بندی کس جگہ کرتے ہیں۔ ان معلومات کی روشنی میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان پر اچانک شب خون مارا۔ بنوسعد کا سردار وبر بن علیم اپنے لوگوں کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ البتہ پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں مسلمانوں کو مال غنیمت میں ملیں۔

سریہ وادی القریٰ (الثانی)

رمضان 6ھ ہجری، 628ء میں یہ سریہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں روانہ کیا، جو بنوفزارہ کی ایک شاخ جس نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکے سے شہید کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ اس لئے ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو روانہ فرمایا تھا۔

حضرت سلمہ بن اکوع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم نے صبح کی نماز کے بعد ان پر چھاپہ مارا اور چشمے پر دھاوا بول دیا، کچھ لوگوں کو قتل بھی کیا۔ وہاں ام قرفہ نامی ایک شیطان صفت عورت تھی جس نے تیں گھوڑسواروں کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لئے تیار کیا تھا، ان تمام کا خاتمہ کر دیا گیا۔

سریہ خیبر یا سریہ عبداللہ بن رواحہ ؓ

ابورافع سلام بن الحقیق کے قتل کے بعد یہودیوں نے اسیر بن زارم کو اپنا سردار بنالیا تھا۔ شوال 6ھ ہجری، 628ء میں یہ سریہ حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں تیں (30) صحابہ ؓ پر مشتمل لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ اسیر یا بشیر بن زارم بنوغطفان کو مسلمانوں کے خلاف چڑھائی کیلئے لوگوں کو جمع کر رہا تھا۔ مسلمانوں نے اسیر کو یہ امید دلا کر کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسے خیبر کا گورنر بنا دیں گے، تیں ساتھیوں کے ساتھ چلنے پر آمادہ کر لیا، لیکن قرقرہ ینار پہنچ کر فریقین میں بدگمانی پیدا ہوئی، جس کے نتیجے میں اسیر اور اس کے تیں ساتھی لڑائی میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

سریہ عرنیین

شوال 6ھ ہجری، 628ء میں ایک سریہ حضرت کرز بن جابر فہری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قیادت دے کر روانہ کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ عکل اور غرینہ کے کچھ لوگوں نے مدینہ آ کر اسلام قبول کیا اور کچھ دن مدینہ میں قیام کیا۔ ان کو مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کو چند اونٹوں کے ساتھ ذی الجدر میں

مدینہ منورہ سے چھ میل پر قبا کے علاقے میں چراہ گاہ کی طرف بھیج دیا اور حکم دیا کہ وہ وہاں رہیں اور اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیئیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہ تندرست ہو گئے تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے چرواھے اور نمائندے یسار کو بے رحمی سے قتل کر دیا، ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیئے ان کی آنکھوں میں ببول کے کانٹے چبھو دئے اور ان کی ہاتھ پیر کٹی ہوئی لاش کو درخت سے باندھ کر لٹکا دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے اور اسلام لانے کے بعد پھر سے کافر (مرتد) ہو گئے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی تلاش کیلئے حضرت کرز بن جابر فہری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بیس صحابہؓ کی جماعت دے کر روانہ فرمایا اور دعا فرمائی۔ یا اللہ! ان عرنیوں پر راستہ اندھا کر دے اور راستہ کنگن سے بھی زیادہ تنگ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ ان لوگوں کو راستہ ہی سمجھ نہیں آیا اور وہ لوگ پکڑے گئے۔ انہوں نے مسلمان چرواھے کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس کے بدلے میں ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دی گئیں اور انہیں حرہ کے ایک حصہ میں چھوڑ دیا گیا، جہاں وہ زمین پر تڑپتے تڑپتے اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

یہ واقع صحیح بخاری میں حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے۔

سریہ عمرو بن امیہ الضمری ؓ

﴿رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش﴾

ابوسفیان نے قریش کے چند لوگوں سے کہا کہ کیا کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو محمد (ﷺ) کو دھوکہ سے قتل کر دے۔ کیونکہ وہ بازار میں چلتے پھرتے ہیں۔ ایک اعرابی نے اس کام کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ اس نے کہا کہ میں اپنے آپ کو سب سے تیز، سب سے زیادہ مضبوط اور اپنے دل کو سب سے زیادہ مطمئن پاتا ہوں اگر تو مجھے قوت دے دے تو میں اس کی طرف روانہ ہو جاؤں اور دھوکہ سے قتل کر دوں۔ میرے پاس ایک خنجر ہے جو گدھ کے پر کی طرح ہے جس سے میں ان پر حملہ کر دوں گا، پھر میں بھاگ کر کسی قافلہ میں شامل ہو جاؤں گا کیونکہ میں راستوں سے خوب واقف ہوں۔

ابوسفیان نے اس سے کہا کہ تو ہمارا دوست ہے، اسے اونٹ اور خرچ دیا اور کہا کہ اس کام کو پوشیدہ رکھنا۔ وہ رات کو روانہ ہو گیا، وہ اپنی سواری پر پانچ دن چلا اور صبح ظہر الحرہ میں ہوئی، وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھتا ہوا آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اپنی سواری کو باندھا، اس وقت رسول اللہ ﷺ مسجد عبدالاشہل میں تشریف فرما تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھتے ہوئے فرمایا! یہ بدعہدی کا ارادہ رکھتا ہے، وہ شخص آگے بڑھا تو حضرت اسید

بن حضیرؓ نے اس کا تہبند پکڑ کر کھینچا تو اس کا س خنجر نیچے گر گیا۔ وہ شخص گھبرا گیا اور شور مچانے لگا، میرا خون، میرا خون۔ حضرت اسید بن حضیرؓ نے اس کا گریبان جھنجھوڑا اور اسے گرفتار کر لیا اور اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ پہلے مجھے امان دیجئے تو میں سب کچھ بتا تا ہوں۔ اس نے پوری تفصیل بتا دی کہ کس طرح ابوسفیان نے اسے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا پھر وہ اسلام لا کر مسلمان ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہؓ اور حضرت سلمہ بن اسلمؓ کو مکہ ابوسفیان کے طرف بھیجا اور فرمایا کہ جیسے ہی تمہیں موقع ملے ابوسفیان کو قتل کر دینا۔ دونوں حضرات مکہ مکرمہ پہنچ گئے عمرو بن امیہؓ بیت اللہ کا طواف کرنے لگے انہیں معاویہ بن ابوسفیان نے دیکھا تو پہچان گئے اور اپنے والد کو خبر دی۔ یہ زمانہ جاہلیت میں بھی بہت بہادر تھے، قریش کو کچھ شک ہوا تو انہوں نے ان کی تلاشی لی اور ان سے کہا کہ ہمیں شک ہے کہ تم کسی بھائی کے لئے نہیں آئے ہو۔ عمروؓ اور سلمہؓ تلاشی دئے بغیر وہاں سے بھاگ گئے راستے میں عبیداللہ بن مالک بن عبیداللہ نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو انہوں نے اسے قتل کر دیا، اس کے ساتھ ایک شخص جس کا تعلق بنی الدیل سے تھا اسے بھی قتل کر دیا اور واپس آ گئے۔

سریہ حضرت ابان بن سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

صفر 7 ھ ہجری، 629ء میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابان بن سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ایک لشکر دے کر نجد کی طرف بدوؤں کو خوفزدہ کرنے کے لئے روانہ کیا تھا جو ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کرتے تھے اور مسلمانوں کی غفلت کے منتظر رہتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس احتیاط کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان مدینہ سے خیبر کی طرف گئے ہوئے ہیں تو یہ پیچھے مدینہ پر حملہ نہ کر دیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خیبر سے واپسی کے بعد ابان بن سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واپس آئے۔

سریہ ابوبکر صدیقؓ (بنی کلاب مقام نجد)

یہ سریہ شعبان 7 ھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ضریہ کے نواح میں بمقام نجد پر بنو کلاب سے ہوا۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے رایت ہے کہ میں اس سریہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ تھا راستے میں ہمارا کچھ لوگوں سے مقابلہ ہوا جنہیں ہم نے قتل کر دیا۔

سریہ ابوقتادہؓ و محلم بن جثامہؓ

7ھ ہجری، 629ء میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوقتادہؓ اور محلم بن جثامہؓ کے ساتھ ایک سریہ اضم کی طرف روانہ کیا۔ عامر بن اضبط دودھ کا ایک مشکیزہ لے کر اونٹنی پر سوار ان کے پاس سے گزرا اور اسلامی طریقہ سے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب نہ دیا اور محلم بن جثامہ نے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ ان دونوں میں پہلے سے کچھ عداوت تھی، جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔

جس پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ فَتَبَيَّنُواْ وَلاَ تَقُولُواْ لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلاَمَ لَسْتَ مُؤْمِناً تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِندَ اللّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ ط كَذَلِكَ كُنتُم مِّن قَبْلُ فَمَنَّ اللّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُواْ ط إِنَّ اللّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيراً o

(سورۃ النساء۔94)

ترجمہ: مومنو! جب تم اللہ کی راہ میں باہر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اُس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرو، پس اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں، تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو (آئندہ) تحقیق کر لیا کرو اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ کو سب کی خبر ہے۔

واپسی پر رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے آمنت باللہ (میں ایمان لایا) کہنے کے بعد بھی اسے قتل کر دیا۔ عیینہ بن بدر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عامر بن اضبط کا قصاص طلب کیا، یہ قیس کا سردار تھا۔ اقرع بن حابس غلم کی جانب سے مطالبہ کر رہا تھا یہ خندف کا سردار تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ابھی ہم سے پچاس اونٹ لے لو باقی ہم مدینہ واپس جا کر دے دیں گے۔ عیینہ بن بدر نے جواب دیا۔ اللہ کی قسم! میں اسے ہرگز اس دن تک نہیں چھوڑوں گا جب تک اس کی عورتوں کو بھی وہی تکلیف نہ پہنچا دوں جو اس نے ہماری عورتوں کو پہنچائی ہے۔ اس طرح کافی بحث مباحثہ کے بعد یہ لوگ دیت پر رضامند ہو گئے۔ (زادالمعاد)

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کا سریہ

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ 7 ہجری، 629ء میں رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ میں ایک انصاری صحابی کو امیر بنایا اور حکم دیا کہ اس کا حکم سنو اور اطاعت کرو۔ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے کسی بات پر امیر کو ناراض کر دیا۔ امیر نے کہا لکڑیاں جمع کرو، انہیں نے لکڑیاں جمع کر دیں پھر کہنے لگا اسے آگ لگاؤ جب آگ جل گئی تو کہنے لگا!
کیا رسول اللہ ﷺ نے حکم نہ دیا تھا کہ میرا حکم سنو اور اطاعت کرو۔ انہیں نے جواب دیا۔ ہاں۔ اس پر وہ بولا آگ میں کود جاؤ۔ انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کہنے لگے کہ ہم آگ سے بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے ہیں۔ اتنے میں امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور آگ بھی بجھ گئی۔ جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے آئے تو اس کا تذکرہ ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اگر تم اس میں داخل ہو جاتے تو اس سے کبھی نہ نکلتے۔ اطاعتِ امیر صرف معروف میں ہے۔
(زادالمعاد)

سریہ تُربہ

شعبان 7 ہجری، 629ء میں یہ سریہ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں تیس (30) آدمیوں کا ایک دستہ بنو ہوازن کی طرف بھیجا گیا تھا۔ یہ رات کو سفر کرتے تھے اور دن میں روپوش ہو جاتے تھے، لیکن پھر بھی بنو ہوازن کو معلوم ہو گیا۔ جب یہ لوگ اس علاقے میں پہنچے تو وہ لوگ فرار ہو چکے تھے، کوئی نہ ملا۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واپس مدینہ لوٹ آئے۔

سریہ اطرافِ فدک (سریہ بشر بن سعد انصاریؓ)

شعبان 7 ہجری، 629ء میں یہ سریہ حضرت بشیر بن سعد انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں تیس (30) صحابہ کرامؓ کا دستہ بنو مرہ کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔
حضرت بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) علاقے میں پہنچے تو دشمن چھپ گئے، یہ دشمنوں کے چوپائے اور بکریاں ہانک کر واپس آنے لگے تو انہوں نے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے جم کر مقابلہ کیا لیکن ان کے تیر ختم ہو گئے اور وہ نہتے ہو گئے۔

اس نتیجے میں سب قتل ہو گئے صرف حضرت بشیر بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زخمی حالت میں باقی بچے جن کو فدک پہنچا دیا گیا۔ ان کی خبر علبہ بن زید الحارثی نے رسول اللہ ﷺ کو پہنچائی، بعد میں حضرت بشر بن سعدؓ بھی مدینہ آ گئے۔

سریہ میفعہ

رمضان 7 ہجری، 629ء میں یہ سریہ حضرت غالب بن عبداللہ اللیثی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں بنوعوال اور بنوعبد بن ثعلبہ کی طرف روانہ کیا گیا جو میفعہ میں تھے۔ یہ علاقہ بطن نخل سے النقر ہ کی جانب نجد کا علاقہ ہے جو مدینہ منورہ سے (۹۶) چھیانوے میل کے فاصلے پر ہے۔ ان کے ساتھ صحابہؓ کی تعداد ایک سوتیس (130) تھی۔ انہوں نے دشمن پر اجتماعی حملہ کیا جو بھی مقابلہ پر آیا اس کو قتل کر دیا اور چوپائے اور مویشی ہانک لائے۔ اس کے علاوہ انہوں نے قبیلہ جہینہ کی شاخ حرقاب کی بھی سرکوبی کی۔

اسی سریہ میں حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نہیک بن مرد کو قتل کر دیا تھا، جبکہ قتل ہونے سے پہلے اس نے زور سے **"لا اله الا الله"** کہا تھا۔ اس پر رسول اللہ (ﷺ) سخت ناراض ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اس نے جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا۔ اس پر رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا! تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ معلوم کیا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا۔ حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے توبہ کی اور آئندہ ساری عمر اس قسم کی غلطی سے بچنے کا وعدہ کیا۔

سریہ یمن وجبار

جَبار کا علاقہ بنوفزارہ اور بنوعذرہ کے علاقے کا نام تھا، شوال 7 ہجری، 629ء میں یہ سریہ حضرت بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن کعب انصاری کی قیادت میں تین سو صحابہؓ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنوفزارہ اور بنوعذرہ کے لوگ مدینہ پر حملہ کے لئے جمع ہو رہے ہیں، ان کی سرکوبی کے لئے یہ لشکر روانہ ہوئے تھے۔ یہ رات کو سفر کرتے تھے اور دن میں چھپ جاتے تھے، جب یہ قبیلوں کے قریب پہنچے تو مسلمانوں کا لشکر دیکھ کر یہ تتر بتر ہو گئے اور میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت بشیرؓ نے ان کے دو آدمی پکڑ لئے اور قیدی بنا کر لے آئے اور ان کے چوپائے اور مویشی بھی ہانک کر لے آئے۔ جب یہ دونوں قیدی مدینہ پہنچے تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

سریہ غابہ

قبیلہ جشم بن معاویہ کا سردار رفاعہ بن قیس بہت سے لوگوں کو لے کر غابہ آیا۔ وہ بنوقیس کے مسلمانوں کے خلاف ان کو جنگ کے لئے تیار کر رہا تھا۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت ابوحدود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ دو صحابہؓ کو شوال 7 ہجری، 629ء میں معاملہ کی حقیقت جاننے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے ایسی حکمتِ عملی اختیار کی کہ دشمن پسپا ہو گیا اور مالِ غنیمت میں بہت سے اونٹ اور بکریاں حاصل ہوئیں۔

(زادالمعاد)

سریہ ابوالعوجاء

ذوالحجہ 7 ہجری، 629ء میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پچاس صحابہ کرام حضرت ابوالعوجاء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں بنوسلیم کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ لیکن انہوں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر دونوں جماعتوں میں لڑائی ہوئی۔ جس میں حضرت ابوالعوجاء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی زخمی ہوئے لیکن مسلمان کامیاب ہوئے اور دشمن کے دو آدمی بھی گرفتار کر کے لے آئے۔

سریہ قدید یا سریہ غالب بن عبداللہؓ

صفر یا ربیع الاول 8 ہجری، 629ء میں رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ کی کمان حضرت غالب بن عبداللہ لیثی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں دی جو قبیلہ بنوملوح کی طرف روانہ کئے گئے تھے، کیونکہ اس قبیلہ کے لوگوں نے بشر بن سویدؓ کے ساتھیوں کو قتل کیا تھا، اس کا انتقام لینا تھا۔

قدید پہنچنے پر وہاں حرث بن مالک برضاء لیثی کو گرفتار کر لیا۔ اس نے کہا! میں مسلمان ہونے آیا ہوں۔ غالب بن عبداللہؓ نے فرمایا! اگر تو مسلمان ہونے آیا ہے تو ایک دن اور ایک رات کی تکلیف کچھ نہیں ہے اور اگر دوسری بات کے لئے آیا ہے تو وہ بھی سامنے آجائے گی۔ چنانچہ انہوں نے اسے باندھ دیا اور ایک چھوٹے سے سیاہ فام آدمی کو اس پر پہریدار بنایا اور کہا کہ اگر یہ تم سے جھگڑا کرے تو اس کا سر اڑا دینا اور واپس آنے کا کہہ کر وادیِ قدید کی طرف چلے اور عصر کے بعد شام

کو وہاں پہنچے۔ رات کا ایک حصہ گزار کر بستی والوں پر حملہ کر دیا جو مقابلہ پر آیا اس کو قتل کر دیا اور مالِ غنیمت میں اونٹ اور بکریاں لے کر واپس ہوئے۔ واپسی میں حرث بن مالک اور اس کے محافظ کو بھی ساتھ لے لیا۔ بستی کے کچھ لوگوں نے پیچھا کرنا چاہا لیکن راستے میں بارش ہو جانے کی وجہ سے وہ زیادہ دور تک نہ آ سکے اور مسلمان سلامتی کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے۔

(زادالمعاد)

سریہ بشیر بن سعدؓ

یہ سریہ صفر المظفر 8ھ ہجری، 629ء میں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عسیل بن نوہرہؓ کو خیبر کے قبائل کی نقل و حرکت کی خبر رکھنے کی ذمہ داری دی تھی۔ انہوں نے خبر دی کی یمن، عطفان اور حیان کے لوگ ایک لشکر جمع کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عیینہؓ کو ان کے پاس اسلام کی دعوت کے لئے بھیجا۔ لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا اور مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے مشورے کے بعد حضرت بشیر بن سعدؓ کو تین سو صحابہؓ کے ساتھ روانہ کیا اور ہدایت کی کہ رات کو سفر کرو اور دن میں چھپ جاؤ۔ عسیلؓ بھی ان کے ساتھ راہنمائی کے لئے نکلے۔ یہ رات کو چلتے اور دن میں چھپ جاتے یہاں تک کہ خیبر کے جنوبی علاقہ میں پہنچ گئے۔ دشمن کے قریب پہنچ کر ان پر حملہ کر دیا۔ دشمن اس اچانک حملہ سے گھبرا کر فرار ہو گئے۔ عیینہؓ کے ہاتھوں ایک آدمی قتل ہوا اور دو آدمی گرفتار ہوئے۔ مالِ غنیمت میں بہت سے مویشی ہاتھ لگے۔ (زادالمعاد)

سریہ ذات اطلح

ربیع الاول 8ھ ہجری، 629ء میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت کعب بن عمر انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں پندرہ (15) صحابہ کرامؓ کا ایک دستہ بنو قضاعہ کی طرف روانہ کیا۔ کیونکہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے بدوؤں کو اکٹھا کر رہے تھے۔ حضرت کعب بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے قبول کرنے کے بجائے ان پر تیروں کی بارش کر دی۔ اس تیر اندازی کی وجہ سے سوائے ایک صحابیؓ کے تمام صحابہ شہید ہو گئے۔ وہ ایک صحابی بھی زخمی حالت میں لائے گئے۔ (رحمۃ للعلمین)

سریہ ذات عرق

ربیع الاول 8ھ ہجری، 629ء میں رسول اللہ (ﷺ) نے حضرت شجاع بن وہب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسد کو پچاس صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ساتھ بنو ہوازن کی طرف بھیجا تھا۔ انہوں نے بار بار دشمنوں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مدد پہنچائی تھی۔ یہ لوگ وہاں گئے تو وہ جنگ کے لئے سامنے نہیں آئے۔ اس لئے جنگ کی نوبت نہیں آئی لیکن یہ لوگ دشمن کے جانور ہانک کر لے آئے۔ یہ سریہ پندرہ روز کا تھا۔

سریہ ابی حدرد اسلمیؓ

8ھ ہجری، 629ء میں رسول اللہ ﷺ نے ابو حدرد اسلمیؓ کو اس سریہ کا سالار بنایا۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ حشیم بن معاویہ کا ایک آدمی قیس بن رفاتحہ یا رفاعہ بن قیس تھا۔ یہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا۔ ابو حدرد اسلمیؓ اپنا لشکر لے کر غروب آفتاب کے وقت بستی کے قریب پہنچے اور سب ساتھیوں سے چھپ جانے کو کہا اور کہا کہ جب میں تکبیر کہوں تو تم بھی تکبیر کہنا، اور صبح ہونے اور کچھ روشنی پھیلنے کا انتظار کرنے لگے، رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ شہر والوں کے کسی چرواہے نے رات کو آنے میں دیر کر دی جس سے قبیلہ والوں کو لاحق ہوا کہ کہیں اسے قتل نہ کر دیا ہو۔

اس پر ان کے سردار رفاعہ بن قیس کھڑا ہوا اس نے اپنی تلوار گلے میں لٹکائی اور کہنے لگا کہ میں اس چرواہے کے نشانات پر جا کے دیکھتا ہوں۔ اس کے ساتھی کہنے لگے ہم بھی ساتھ چلتے ہیں، اس نے سب کو روک دیا اور کہا کہ صرف میں جاؤں گا۔ پھر وہ نکلا اور ابی حدردؓ کے پاس سے گزرا۔ جب وہ ان کی زد میں آیا تو انہیں نے نشانہ لے کر اس کے سینے میں تیر مارا اور وہ بغیر آواز نکالے گرا اور مر گیا۔ یہ پھرتی سے اس کے پاس گئے اور اس کا سر کاٹ لیا اور تکبیر کا نعرہ لگایا۔ جس کے جواب میں ان کے ساتھیوں نے بھی تکبیر کہی۔ ان کی آواز سے دشمن دہشت زدہ ہو گئے اور اپنی عورتوں، بچوں اور ہلکے ہلکے سامان کو لے کر فرار ہو گئے۔ اونٹوں اور بکریوں کی بہت بڑی تعداد مالِ غنیمت کے طور پر ملی جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیں۔ رفاعہ کا سر بھی پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دستور کے مطابق خمس نکالنے کے بعد مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ (زاد المعاد)

جنگ موتہ

موتہ اردن میں بلقاء کے قریب ایک مشہور آبادی کا نام ہے جہاں سے بیت المقدس دو دن کی مسافت پر تھا۔ یہ شہر تلوار سازی کی صنعت میں اپنی مثال آپ تھا۔ یہاں کی بنی ہوئی تلواریں بہت معیاری ہوتی تھیں۔ یہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کا سب سے خونریز معرکہ تھا اور یہ عیسائی ممالک کی فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ مدینہ منورہ سے موتہ کا فاصلہ گیارہ سو کلومیٹر ہے۔

معرکہ کا سبب:

جمادی الاولیٰ 8ھ ہجری، اگست، ستمبر 629ء میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حارث بن عمیر ازدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا خط دے کر حاکم بصری حارث بن شمر الغسانی کی طرف روانہ کیا۔ قیصر روم کا گورنر قبیلہ غسان کا سردار شرجیل بن عمرو غسانی جو بلقاء میں مامور تھا۔ اس نے حضرت حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گرفتار کروا کر مضبوطی سے باندھ کر گردن ماردی تھی۔ سفیروں اور قاصدوں کا قتل اس زمانے میں بھی بہت بڑا جرم مانا جاتا تھا، اسے جنگ کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو جب اس بات کی خبر ملی تو آپ کو بہت دکھ ہوا اور ناگوار لگا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس علاقے پر فوج کشی کرنے کے لئے تین ہزار کا لشکر تیار کیا۔ یہ اس وقت تک سب سے بڑا اسلامی لشکر تھا جو اس سے پہلے جنگ احزاب کے علاوہ کسی اور جنگ میں فراہم نہ ہوسکا تھا۔

لشکر کے امیر کو رسول اللہ (ﷺ) کی وصیت اور روانگی:

رسول للہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے لشکر کو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر جرف نامی مقام پر اکٹھا ہونے کا حکم دیا تھا۔ اس لشکر کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بنایا اور فرمایا کہ اگر زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابو طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لشکر کے سردار ہوں گے اور اگر حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سپہ سالار ہونگے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے لشکر کا سفید جھنڈا اسپرد کیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) لشکر کوالوداع کہنے ثنیۃ الوداع تک گئے پھر مدینہ واپس آ گئے۔ آپ

(صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! جس جگہ حضرت حارث بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کیا گیا تھا، لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اگر قبول کرلیں تو بہتر ورنہ اللہ سے مدد مانگیں اوران سے جنگ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کے ساتھ جرف کے مقام پر جمعہ کی نماز ادا کی اور مجاہدین اسلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

مسلمانو! اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہو اور جب تم لوگ اس جگہ پہنچو جہاں میرے قاصد کو قتل کیا گیا تو اس کے لئے مغفرت کی دعا کرو اور اس کے بعد وہاں موجود لوگوں کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ لوگ اسلام قبول کرلیں تو ان سے اپنا ہاتھ روک لو، دوسری صورت میں صبر کرنا اور اللہ کی راہ میں استقامت اختیار کرنا، دشمن سے جنگ کرنا اور پیٹھ مت دکھانا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اللہ کی راہ میں اللہ کے نام سے جنگ کریں۔ میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور جو مسلمان تمہارے ساتھ ہیں ان کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتا ہوں، جب تم دشمن کے علاقے میں اترو وہاں کچھ ایسے لوگ بھی ملیں گے جو دنیا سے رغبت نہیں رکھتے ہوں گے اور خانہ نشین ہیں، ان کی خانقاہ پر حملہ مت کرنا۔ دیکھو بدعہدی نہ کرنا۔ خیانت نہ کرنا، کسی بچے، عورت اور بہت بوڑھے کو قتل نہ کرنا، کسی گرجا میں رہنے والے راہب کو قتل نہ کرنا، کھجور اور کوئی درخت نہ کاٹنا اور عمارتیں منہدم نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھی ہو اور ہر تکلیف کو تم سے دور رکھے اور تمہیں صحیح سلامت مال غنیمت کے ساتھ واپس لائے۔ (رحمتہ للعلمین)

حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بڑے جذباتی انداز سے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے رو کر رخصت ہوئے۔ مسلمانوں کا لشکر مقام معان پہنچا، یہ شمالی حجاز سے متصل اردن میں واقع ہے۔ یہاں لشکر نے پڑاوڈالا۔ یہاں جاسوسوں نے آکر اطلاع دی کہ ہرقل روم بلقاء کے علاقے میں مآب کے مقام پر ایک لاکھ فوجیوں کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا اور اس کے ساتھ عرب کے قبائل لخم وجزام، بلقین وبہرا اور بلی کے مزید ایک لاکھ لوگ جمع ہورہے تھے۔

یہ بالکل اچانک صورت حال تھی جس کا مسلمانوں کے وہم وگمان میں بھی اتنا بڑا لشکر نہیں تھا۔ حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپس میں مشورہ کیا۔ کیا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع کی جائے اور مزید مدد منگائی جائے۔ جس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا!

لوگو! خدا کی قسم جس چیز سے آپ لوگ کترا رہے ہو وہ شہادت ہے جس کے طلب میں ہم نکلے ہیں۔ یاد رہے دشمن سے ہماری لڑائی تعداد، قوت اور کثرت کے بل پر نہیں ہے بلکہ ہم محض اس دین کے بل پر لڑتے ہیں۔ جس کی نعمت اللہ نے ہمیں عطا فرمائی ہے اس لئے چلئے اور آگے بڑھیے۔ ہمیں دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ضرور حاصل ہوگی یا تو ہم

غالب آجائیں گے یا شہید ہوجائیں گے۔ آخر کار سب لوگ حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بات سے متفق ہوگئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ جرأت مندانہ بیان سن کر حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک ہاتھ میں نیزہ اور دوسرے ہاتھ میں جھنڈا لے کر کھڑے ہوگئے۔ تمام مسلمانوں میں جوش اور شہادت کا شوق پیدا ہوگیا اور لشکر معان سے روانہ ہوا اور بلقاء کی ایک بستی مشارف کے قریب دشمن کا لشکر جرار نظر آیا۔ مسلمانوں نے وہاں مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور وہاں سے کترا کے موتہ کی طرف بڑھے تا کہ جنگ کے لئے اچھا میدان ہاتھ آئے۔ موتہ میں خیمہ زن ہوئے اور لشکر کی جنگی ترتیب قائم کی۔ میمنہ (دایاں دستہ) ہر قطبہ بن قتادہ عزری ؓ مقرر ہوئے جنہوں نے عرب کے مشترکہ لشکر کے سردار مالک بن زافلہ کو قتل کیا تھا اور میسرہ (بایاں دستہ) پر عبادہ بن مالک انصاری ؓ مقرر ہوئے۔

جنگ موتہ کا آغاز:

جنگ موتہ میں بالا آخر دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے پھر دونوں لشکروں میں ٹکراؤ ہوا، بہت ہی شدید جنگ ہوئی ایک طرف تین ہزار لوگ اور دوسری طرف دو لاکھ افراد کی جنگی ساز وسامان سے لیس فوج، عجیب وغریب منظر تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں، لیکن ایمان کی برکت اور طاقت نے عجیب عجیب مناظر دکھائے۔ مسلمان پہلی دفعہ ایک ایسی فوج کے سامنے اترے تھے جو کسی ملک کی منظّم فوج تھی، اس کے ہتھیار عمدہ تھے ان کی وردیاں اور سواریاں عمدہ تھیں، وہ سب زرہ پوش تھے۔ مسلمان ان سے خوفزدہ تو نہیں تھے لیکن ان کو دیکھ کر حیران ضرور تھے۔

جب جنگ شروع ہوئی تو رومی قدرے بلندی پر تھے اس لئے میدان جنگ کی صورت حال بھی انہی کے معاون تھی۔ حضرت زید بن حارثہ ؓ نے اس کا توڑ یہ نکالا کہ وہ مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے دستوں کو دشمن کی طرف بھیجتے اور ان کو جنگ پر الجھاتے اور ان کو بلندی سے پستی کی طرف لے کر آتے جہاں چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے پیچھے مسلمان چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے جو ان پر تیر برسانے شروع کر دیتے تھے، جنگ کی ابتداء ہی میں رومیوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ مسلمان جانباز دستے رومیوں پر حملہ کرتے اور پسپا ہو کر صحرا کی وسعتوں میں پھیل جاتے، پھر چند لمحوں بعد کسی اور طرف سے نمودار ہو کر ان پر حملہ آور ہوتے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دشمن فوج پہاڑی سے اتر کر مسلمانوں کا محاصرہ کرنے لگے، اس دوران دونوں طرف سے تیراندازی جاری تھی۔

حضرت زید بن حارثہ ؓ نے جنگ کا نقشہ کچھ اس طرح تیار کیا تھا کہ رومی فوج کی کثرت خود ان کے لئے مصیبت بن گئی، ان میں سے کچھ واپس جانا چاہتے تھے مگر وہ اپنے ہی ساتھیوں کے درمیان پھنس کر رہ گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ رومی فوج مسلمانوں پر یکبارگی بڑا حملہ کرتے مسلمانوں کے دائیں بائیں یعنی میمنہ اور میسرہ نے بھی رومیوں پر حملہ کر دیا۔ رومی فوجی بے دریغ قتل ہو رہے تھے ان کی تعداد کی کثرت ان کے کچھ کام نہیں آرہی تھی۔ جنگ اپنی پوری زوروں پر تھی۔

رسول اللہ (ﷺ) کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے علم لیا اور بے جگری سے لڑتے ہوئے شامیوں کی صفوں میں گھس گئے یہاں تک کہ دشمن کی فوج نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور نیزوں کی بارش کر دی جس سے آپ ؓ نے جام شہادت نوش فرمالیا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لپک کر جھنڈا اٹھالیا اور اسے بلند رکھا۔ حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گھوڑے پر سوار تھے، انہیں محسوس ہوا کہ اس طرح وہ دشمن کو اس قدر نقصان نہیں پہنچا پا رہے جس قدر ان کے دل میں امنگ تھی، چنانچہ انہوں نے گھوڑے سے چھلانگ لگادی اور کھل کر دشمن کے سامنے آگئے اور بے جگری سے لڑتے رہے۔ انہوں نے دشمن کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا، اسی دوران ایک رومی دشمن نے آپ ؓ کے بازو پر اتنی زور سے وار کیا کہ بازو کٹ کر گر گیا۔ آپ ؓ نے جھنڈا دوسرے بازو میں لے لیا۔ دشمن نے دوسرے بازو پر بھی وار کر کے اسے کاٹ دیا تو آپ ؓ نے جھنڈا سینے سے لگا کر باقی بازوؤں سے سنبھال کر اونچا رکھا۔ یہاں تک کہ دشمن نے اتنی زور سے آپ پر وار کیا کہ آپ کے دو ٹکڑے ہو گئے اور آپ ؓ بھی شہید ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں بازوؤں کے بدلے میں جنت میں دو بازو (پَر) عطا کئے جس کے ذریعے وہ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اس لئے ان کا لقب جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور جعفر الجناحین پڑ گیا (طیار کے معنی اڑنے والا اور ذولجناحین کے معنی دو بازوؤں والا)۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جنگ موتہ کے روز حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جبکہ وہ شہید ہو چکے تھے کھڑے ہو کر ان کے جسم پر نیزے اور تلوار کے پچاس زخم شمار کئے ان میں سے کوئی بھی زخم پیچھے نہیں لگا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے جسم پر نوے زخم تھے۔

حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) علم تھام کر گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں اترے تھوڑی دیر تک دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے بالآخر آپ ؓ بھی شہید ہو گئے۔ اس موقع پر قبیلہ بنو عجلان کے ثابت بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نامی صحابی نے جھنڈا اٹھا لیا اور فرمایا مسلمانوں اپنے کسی آدمی کو سپہ سالار بنالو۔ لوگوں نے کہا کہ آپ ؓ ہی بن جائیں تو انہوں نے کہا کہ میں یہ کام انجام نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد

مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سپہ سالار منتخب کیا۔ یہ آپؓ کے اسلام لانے کے بعد پہلا موقع تھا کہ آپؓ مسلمانوں کی طرف سے جنگ لڑ رہے تھے۔ آپؓ نے جھنڈا اٹھانے کے بعد بھرپور طریقے سے دشمن پر حملہ کر دیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے جس وقت علم ہاتھ میں لیا تو اس وقت مسلمانوں پر نا امیدی اور پسپائی کی آثار نمایاں تھے، مسلمانوں کے کچھ ساتھی تو جنگ سے ہی الگ ہو گئے تھے، انہوں نے مدینہ پہنچنے سے پہلے رکنا بھی پسند نہیں کیا تاہم ان کی تعداد قلیل تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جب فوج کی کمان سنبھالی تو ان کے میمنہ اور میسرہ پسپا ہو رہے تھے، ان کے میمنہ کے سپہ سالار حضرت قطبہ بن عامرؓ نے مسلمانوں کو پکارا اور کہا! لوگو! کہاں بھاگے جا رہے ہو کفار سے لڑتے ہوئے شہید ہو جانا اس سے لاکھ گنا بہتر ہے کہ دشمن تمہیں بھاگتے ہوئے تعاقب کر کے قتل کر دے۔ حضرت قطبہ بن عامرؓ کی اس للکار نے مسلمانوں کے دلوں سے ڈر اور خوف کو کم کیا جس کا وہ شکار ہو گئے تھے۔ وہ سب واپس لوٹ آئے اور مسلمانوں کے قدم جم گئے۔ مسلمانوں میں پھر سے بددلی دور ہوئے اور وہ داد شجاعت دکھانے لگے۔ اسی دوران شام کے سائے ڈھلنے لگے حضرت خالد بن ولیدؓ نے فوج کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا وہ دشمن سے لڑتے لڑتے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے۔ رومی فوجی بھی لڑتے لڑتے تھک گئے تھے تو انہوں نے بھی مسلمانوں کا پیچھا کرنا مناسب نہیں سمجھا اور وہ بھی اپنے اپنے کیمپوں کی طرف چلے گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے پہلے تو مسلمانوں کو جنگ پر اکسایا، ان کو جنگ کرنے کی ترغیب دیا اور اس کے بعد اپنے اگلے جنگی منصوبے سے انہیں آگاہ کیا۔

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ جنگ موتہ کے موقع پر میری نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ پھر میرے پاس صرف ایک یمنی بانا (یعنی چھوٹی تلوار) رہ گئی۔ مدینہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جنگ موتہ کے دن جبکہ میدان سے کسی قسم کی اطلاع نہیں آئی تھی۔ وحی کے ذریعہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! جھنڈا حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لیا اور شہید کر دئے گئے، پھر جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لیا وہ شہید کر دئے گئے، پھر حضرت ابن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لیا وہ بھی شہید کر دئے گئے۔ اس دوران آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لے لیا اور ایسی جنگ لڑی کہ اللہ نے ان پر فتح دی۔ اس وقت سے حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سیف اللہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔ (صحیح بخاری)

اتنی قلیل تعداد کے ساتھ اتنی بڑی فوج پر فتح انتہائی حیرت انگیز بات تھی۔ اس لئے اللہ کی مدد اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی حکمت عملی تھی۔ حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سوچا کہ اگر مسلمانوں نے پسپا ہو کر بھاگنا شروع

کر دیا تو رومی ایک بھی مسلمان کو نہیں چھوڑیں گے۔ آپؓ نے جنگی نقشہ میں بڑے پیمانے میں تبدیلی کی کہ تمام صحابہؓ کو اپنی پوزیشنوں سے ہٹا دیا اور ان کی ردو بدل کر دی۔ آپؓ نے کچھ صحابہ کرام کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ رومی لشکر کے اطراف سے گھڑسوروں کے دستے لے کر تیزی سے گزریں اور نعرے لگاتے ہوئے اپنی فوج کے مرکز تک پہنچیں کہ دشمن یہ سمجھیں کہ یہ مسلمانوں کے وہ سوار ہیں جو اب جنگ میں شامل ہونے کے لئے مدینہ سے پہنچ رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے دشمن نے نئے چہرے دیکھے تو وہ سمجھے کہ مسلمانوں کو نئی کمک مل گئی ہے وہ خوف زدہ ہو گئے تو حضرت خالد بن ولید نے لشکر کو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹانا شروع کیا۔ اس کو دشمن کوئی چال سمجھا اور وہ آگے نہیں آیا اس ڈر سے کہ کہیں مسلمان ان کو گھاٹیوں میں پھنسا کر مار ڈالنا چاہتے ہیں دشمن واپس اپنے علاقے میں چلے گئے اور مسلمانوں کا تعاقب نہ کیا اور خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسلمانوں کا لشکر سلامتی اور کامیابی سے مدینہ منورہ آئے۔

یہ جنگ موتہ کا ساتواں دن تھا۔ اس سے قبل چھ دن تک مسلمان اور رومی فوجی ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے رہے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جب کمان سنبھالی اور اگلی صبح جب میدان جنگ میں اترے تو دشمن نے دیکھا کہ ان کے سامنے جنگ کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ ان کے سامنے نئے تازہ دم چاق و چوبند دستے موجود تھے۔ رومی ساری رات اپنے خیموں کے اردگرد مسلمانوں کے نعرے اور گھڑ سوار دستوں کی آنے جانے کی آوازیں سنتے رہے تھے، اس لئے انہیں پہلے ہی سے شک ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کو نئی کمک پہنچ گئی ہے۔ میمنہ پر ان کے سامنے نئے لوگ تھے اور میسرہ پر بھی انہیں نئے لوگوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ مرکز کی صورت حال بھی بدلی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کو جوش و خروش اور ان کے حوصلے پست کر رہا تھا۔ رومی فوج کا خیال تھا کہ وہ اپنی کثیر تعداد کی وجہ سے بہت کم وقت میں ان مٹھی بھر مسلمانوں کو کچل کر رکھ دیں گے۔ لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہیں ہو سکی تھی۔ اس جنگ سے پہلے تک وہ ان فوجوں سے لڑ رہے تھے جن کا مقصد ملک گیری یا اپنے بادشاہ سے وفاداری ہوا کرتے تھی۔ پہلی بار رومی فوجیوں کا سامنا اللہ کے سپاہیوں سے ہو رہا تھا جن میں ہر شخص اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے تمنا رکھتا تھا۔ مسلمان مجاہدین کو اس بات کی بالکل پروہ نہیں تھی کہ ان کے مقابلہ میں چالیس گنا زیادہ فوج اور جنگی سامان ہے۔ ان کا مقصد صرف شہادت یا فتح تھا اور دونوں ہی مقصد حاصل ہو رہے تھے۔ مسلمان ان مشکل حالات میں بھی نہایت ہی پرعزم تھے اور رومی فوج پر تعداد اور اسلحہ کی کثرت کے باوجود مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ اسی دوران رومیوں نے جب دیکھا کہ دور سے گرد و غبار کا ایک انبار ان کی طرف بجلی کی رفتار سے بڑھ رہا ہے تو وہ جان گئے کہ مسلمانوں کو مزید کمک پہنچ گئی ہے۔ حضرت ابو عامرؓ کو رسول اللہ ﷺ نے کسی کام سے ملک شام کی طرف روانہ کیا تھا جب وہ واپس ہوئے تو انہوں

نے دو لشکروں کو آمنے سامنے پایا تو وہ یہ معرکہ دیکھنے کے لئے رک گئے تھے۔ جب ابو عامر ؓ کا دستہ پہنچا تو حضرت خالد بن ولید ؓ دشمن پر یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ مسلمانوں کو تازہ کمک پہنچ چکی ہے دشمن فوج پر حملہ کر دیا اور بری طرح سے ان کا قتل عام کیا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ مسلمانوں کے ہاتھوں رومیوں کو ایک بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ حضرت ابو عامر ؓ فرماتے ہیں! صورت حال ایسی ہوگئی تھی کہ مسلمانوں نے جس کو چاہا قتل کیا، جہاں چاہا قتل کیا اور جیسے چاہا قتل کیا۔ ہمیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے رومی نہتے ہوں اور ہم ان کے سروں کی فصل کاٹ رہے ہوں۔ اس قتال کے دوران رومی فوجیوں نے بری طرح بھاگنا شروع کر دیا، مسلمانوں نے ان کو بھاگتے ہوئے بھی جو ہاتھ لگا اسے قتل کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے مسلمانوں کو رومیوں کا پیچھا کرنے سے روک دیا، میدان جنگ میں اپنے بہت سا سامان، کھانے پینے کی اشیاء، ہتھیار، گھوڑے اور اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے جو مسلمانوں کو مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوا۔

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لشکر لے کر جب مدینہ منورہ پہنچے تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے خود باہر نکل کر ان کا استقبال کیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے بارہ صحابہ ؓ شہید ہوئے اور دشمنوں کے مقتولین کی تعداد بے حساب تھی۔ اس معرکہ کی وجہ سے عرب قبائل میں مسلمانوں کا رعب اور ساکھ بہت بڑھ گئی۔ اس وقت روم سے ٹکرانا اپنی موت کو دعوت دینا تھا کیونکہ وہ وقت کی سب سے بڑی طاقت مانی جاتی تھی۔ تین ہزار لوگوں کے ساتھ دو لاکھ کی فوج سے ٹکرانا اور صحیح سلامت واپس آجانا کسی معجزے سے کم نہ تھا۔ مسلمانوں کی شہرت اب بین الاقوامی سطح پر تسلیم کی جانے لگی، مسلمانوں سے ٹکرانے سے ہر کوئی ڈرنے لگا۔

اس جنگ کے بعد بہت بڑی تعداد میں قبائل اسلام کی طرف راغب ہوئے جن میں بنو سلیم، اشجع، غطفان، ذبیان اور فزارہ قبائل نے اسلام قبول کرلیا۔

غزوہ موتہ کے شہداء کرام

۱۔ حضرت زید بن حارثہ ؓ

۲۔ حضرت جعفر بن ابو طالب ؓ

۳۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ

۴۔ حضرت مسعود بن اوس ؓ

۵۔ حضرت وہب بن سعد بن ابی سرحؓ

۶۔ حضرت عبد بن قیسؓ

۷۔ حضرت حارث بن نعمانؓ

۸۔ حضرت سراقہ بن عمروؓ

۹۔ حضرت ابوقلیب عمرو بن زیدؓ

۱۰۔ حضرت جابر بن عمرو بن زیدؓ (یہ دونوں سگے بھائی تھے)

۱۱۔ حضرت عمرو بن سعد بن حارثؓ

۱۲۔ حضرت عامر بن سعد بن حارثؓ (یہ دونوں سگے بھائی تھے)

حضرت خالد بن ولیدؓ جب غزوہ موتہ سے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئیں۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنجِيْلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُواْ بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ(111)

(سورۃ التوبہ ۔ ۱۱۱)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنین سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں اور وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، مرتے ہیں مارتے ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمہ ایک پختہ وعدہ ہے، توریت، انجیل اور قرآن میں، اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو، پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

سریہ ذات السلاسل (جنگِ قضاعہ)

جنگ موتہ کے موقع پر جو قبائل رومی لشکر کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کرنے جمع ہوئے تھے ان سے نپٹنے کے لئے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جمادی الاخرہ 8 ہجری، 630ء میں ایک لشکر حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں تین سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ تیار کیا۔ مشرکین بنو قضاعہ اطراف کے قبائل کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اسلامی لشکر کے ساتھ تیس گھوڑے تھے، یہ رات کو سفر کرتے تھے اور دن میں چھپ جاتے تھے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا کہ راستہ میں بلی، عذرہ اور بلقین کے قبائل جو حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے ان کے لوگوں کو جنگ میں شریک کرنے کے لئے دعوت دیں۔ جب وہ دشمن کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان کی بہت بڑی تعداد ہے۔ حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت رافع بن مکیث جہنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس مزید کمک کے لئے بھیجا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں مزید دو سو صحابہؓ کی جماعت روانہ کی جن میں بڑے صحابہؓ بھی شامل تھے، مثلاً حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور انصار کے کچھ سردار، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں لشکروں کو مل کر لڑنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوعبید جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہاں پہنچے تو یہ لشکر بھی اس لشکر میں مل گیا اور نماز کی امامت حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کرائی۔ مزید فوج آ جانے کے بعد حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قضاعہ کے علاقے میں داخل ہو گئے۔ کافی دور تک علاقے کے اندر جا پہنچے تو آخیر میں جا کر دشمن کے لشکر سے مڈبھیڑ ہوئی لیکن جب مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا تو وہ ادھر ادھر بھاگ گئے۔

حضرت عوف بن اشجعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قاصد بنا کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھیجا گیا کہ فتح کی خوشخبری آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو سنا دیں۔ انہوں نے جنگ کی تفصیلات بیان کی اور مسلمانوں کی سلامتی کی اطلاع دی۔ ذات السلاسل وادی القری سے آگے ایک زمین کے حصہ کا نام تھا جس کا فاصلہ مدینہ منورہ سے دس دن کی مسافت پر تھا۔ ابن اسحٰق کے مطابق قبیلہ جزام کی سرزمین میں واقع ایک چشمے کا نام سلسل تھا جس کے قریب مسلمان لشکر کا پڑاؤ ہوا تھا۔
(ابن ہشام)

سریہ سیف البحر (سریہ خبط)

یہ سریہ رجب ۸ ھ میں پیش آیا۔ رسول اللہ (ﷺ) نے تین سو مہاجرین کا ایک لشکر دے کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بنوجہنیہ کے خلاف سیف البحر کی طرف روانہ کیا کیونکہ ان کی طرف سے تشویشناک خبریں مل رہی تھیں۔ ان کو اس سفر میں کھانے پینے میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ صرف دو دو تین تین چھوہاروں پر پورا دن گزارنا پڑتا تھا۔ اس سفر میں بھوک کی شدت اور کھانے کی کمی کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے درخت کے پتے تک کھائے اور یہاں تک کہ اپنی سواری کے اونٹ ذبح کر کے کھانے لگے۔

یہ لشکر قبیلہ جہنیہ کی طرف روانہ کیا گیا تھا اس لشکر میں حضرت عمر فاروقؓ موجود تھے۔ اتفاق سے سمندر سے ایک بہت بڑی مچھلی ہاتھ لگی جو سب کے لئے پندرہ دن کے لئے کافی ہوگئی۔ اس کا تیل بھی استعمال کرتے تھے۔ اس کے گوشت کے کچھ ٹکڑے توشے کے طور پر رکھ کر مدینہ لے کر آئے اور کچھ گوشت رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں بھی پیش کیا۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ سریہ ذوالحجہ 5 ھ ہجری ، 627ء غالباً رجب 2 ھ ہجری یا 6 ھ ہجری کو پیش آیا۔

سریہ خضرہ (سریہ ابی قتادہؓ)

شعبان 8 ھ ہجری، 630ء میں اس سریہ میں حضرت ابوقتادہ بن ربعی انصاریؓ کی سربراہی میں پندرہ صحابہؓ کو نجد کے اندر قبیلہ محارب کے علاقے میں خضرہ نامی مقام پر بنوغطفان کے لوگوں کی طرف بھیجا گیا جو اطلاع کے مطابق اسلام دشمن سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ حضرت ابوقتادہؓ اور ان کے ساتھیوں نے وہاں جا کر ان کا صفایا کیا۔ بہت سے قتل ہوئے اور کچھ کو قید کر لیا گیا اور مال غنیمت بھی حاصل ہوا جن میں دو سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں شامل تھیں۔ اس مہم میں حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا لشکر پندرہ دن مدینہ منورہ سے باہر رہا۔ (رحمتہ للعٰلمین)

فروہ بن عمرو جزامی کا پیغام

حضرت فروہ بن عمرو جزامی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رومی فوج میں ایک عرب کمانڈر تھے، انہیں رومیوں نے اپنی حدود سے متصل عرب علاقوں کا گورنر بنایا تھا جس کا مرکز معان (جنوبی اردن) تھا۔ آس پاس کے تمام علاقے اس کے

ماتحت آتے تھے، وہ جنگ موتہ میں مسلمانوں کی شجاعت جنگی حکمتِ عملی اور پیش قدمی دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایک قاصد کے ذریعے اپنے مسلمان ہونے کی اطلاع رسول اللہ (ﷺ) کو پہنچائی اور رسول اللہ (ﷺ) کو تحفہ میں ایک خچر دیا۔ ان کے خط کے جواب میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک خط روانہ کیا جس کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے فروہ بن عمرو کے نام بعد از سلام!

صورت حال یہ ہے کہ ہمارے پاس تمہارا ایلچی اور قاصد پہنچا جو ہدایہ اور تحائف تم نے روانہ کئے ہیں وہ بھی پہنچ چکے ہیں۔ اس نے ہمیں تمہارے متعلق تمام تر تفصیلات سے آگاہ کیا ہے اور تمہارے اسلام لانے کی خوشخبری بھی سنائی ہے ہدایتِ خداوندی کے ساتھ بہرہ ور ہونے کی بھی۔

اس کے ساتھ حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اس کے قاصد کو پانچ سو درہم چاندی عطا کریں۔ رومیوں کو جب ان کے مسلمان ہونے کا پتہ چلا تو ان کو گرفتار کر کے قید کر لیا اور ان سے کہا کہ اسلام سے واپس پھر جاؤ یا موت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ انہوں نے مرتد ہونے پر موت کو ترجیح دی۔ انہیں فلسطین میں عفراء نامی ایک چشمہ پر سولی دے کر شہید کر دیا۔ یہ واقعہ 8ھ ہجری، 629ء میں پیش آیا۔ (زاد المعاد)

سریہ بطن اضم

رسول اللہ (ﷺ) نے اپنے پلان (معرکہ فتح مکہ) کو خفیہ رکھنے کیلئے رمضان المبارک 8ھ ہجری، 630ء کے شروع میں بطن اضم کی طرف ایک دستہ روانہ کیا۔ جس کی قیادت حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ربعی کو دی گئی ان کے ساتھ آٹھ صحابہؓ کا قافلہ تھا۔ یہ مقام ذی خشب اور ذی المروہ کے درمیان مدینہ سے تقریباً چھتیس (36) میل کے فاصلہ پر واقع ہے، مقصد یہ تھا کہ لوگ سمجھیں کہ آپ (ﷺ) کا اس طرف جانے کا ارادہ ہے، ہر طرف یہ خبریں پھیل گئی تھیں۔ لیکن مجاہدین کا یہ دستہ جب مقررہ مقام پر پہنچا تو ان کو خبر ملی کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مکہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں چنانچہ یہ لشکر بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے آ کر مل گیا۔ (ابن ہشام)

سریہ طفیل بن عمرو دوسی ؓ

یہ سریہ شوال ۸ ھ میں پیش آیا۔ اس کا مقصد عمرو بن ثمہ دوسی کا بت جس کا نام ذی الکفین تھا، اس کو منہدم کرنا تھا۔ ان کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی قوم سے مدد طلب کریں اور طائف میں اپنا لشکر جمع کریں۔ اس لشکر نے ذی الکفین کے بت کو توڑ دیا اور اس کو آگ لگا دی۔ اس بت کا آگ لگاتے وقت حضرت طفیل دوسی ؓ کے کہا! اے ذو الکفین! ہم تیرے بندوں میں سے نہیں ہیں، ہماری ولادت تیری ولادت سے پہلے ہوئی ہے میں نے تیرے دل میں آگ لگا دی ہے۔

آپ ؓ بت کو آگ لگانے کے بعد انتظار کرتے رہے کہ کوئی ان سے لڑنے یا مقابلہ کرنے آئے گا، ان کے پاس دبدبے اور منجنیقیں تھیں لیکن مقابلہ پر کوئی نہیں آیا۔

سریہ عیینہ بن حصن فزاری ؓ

محرم ۹ ھ کو بنو تمیم کی جانب سریہ عیینہ بن حصن فزاری السقیاء اور بنو تمیم کے درمیانی علاقے میں ہوا۔ حضرت عیینہ بن حصن فزاری ؓ کے ساتھ پچاس گھڑ سوار تھے جن میں کوئی مہاجر یا انصار نہیں تھا۔ یہ رات کو سفر کرتے تھے اور دن میں چھپ جاتے تھے۔ انہوں نے صبح کے وقت جنگل سے نکل کر ان پر حملہ ردیا۔ مشرکین جو اپنے مویشی چرا رہے تھے انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو بھاگ گئے، ان کے گیارا افراد گرفتار ہوئے ان کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی تھے، ان سب کو مدینہ منورہ لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو رملہ بنت حارث کے ایک مکان میں قید کر دیا۔

ان کے قبیلے کے متعدد سردار عطارد بن سعد حاجب، زبرقان بن بدر، قیس بن عاصم، اقرع بن حابس، قیس بن حارث، نعیم بن سعد، عمرو بن اہتم، اور رباح بن حارث بن مجاشع شامل تھے، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ جب ان قیدیوں نے اپنے سرداروں کو دیکھا تو رونے اور شور مچانے لگے اور رسول اللہ ﷺ سے فریاد کرنے لگے۔ اس وقت حضرت بلال ؓ ظہر کی نماز کی اقامت کہہ چکے تھے، رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی اور مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے۔ عطارد بن حاجب نے آگے بڑھ کر بات شروع کی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت بن شماس ؓ کو حکم دیا کہ ان سے بات کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے تمام قیدی واپس کر دئے۔

سریہ عبداللہ بن عوسجہؓ

صفر 9 ہجری، 630ء میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عوسجہ ؓ کو بنی عمرو بن حارثہ کی طرف دعوتِ اسلام کی غرض سے ایک خط دے کر روانہ فرمایا۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور آپ ﷺ کے خط کو دھو کر ڈول کی تلی میں باندھ دیا۔ عبداللہ بن عوسجہؓ نے آ کر جب آپ ﷺ سے واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا! کیا ان کی عقل جاتی رہی ہے۔ اس وقت سے لے کر اِس وقت تک اس قبیلہ کے لوگ احمق اور نادان ہیں۔ تقریباً لوگ کم عقل اور گونگے ہیں۔ اعاذنا اللہ سبحانہ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ)

سریہ قطبہ بن عامر بن حدیدہؓ

صفر 9ھ میں حضرت قطبہ بن عامر ؓ کو نواہ بیشہ، تربہ بن خثعم کی جانب ایک لشکر دے کر بھیجا۔ ان کے ہمراہ بیس مجاہد تھے۔ انہیں حکم دیا تھا کہ وہ بنو خثعم پر اچانک حملہ کر دیں، وہ دس اونٹوں پر سوار تھے اور باری باری سواری کرتے تھے۔ انہوں نے اس قبیلے کا ایک آدمی گرفتار کر لیا اور اس سے معلومات حاصل کرنے کے لئے پوچھ گچھ کی تو وہ گونگا بن گیا۔ پھر جب اسے موقعہ ملا تو وہ اپنے قبیلے والوں کو پکارنے لگا، مسلمانوں نے اس کی گردن ماردی۔ قبیلہ والوں سے شدید جنگ ہوئی، دونوں طرف سے لوگ ہلاک اور شہید ہوئے۔

حضرت قطبہ ؓ فتحیاب ہوئے اور ان کے اونٹ اور بکریاں ہنکا کر لے آئے۔ ان لوگوں نے بعد میں حضرت قطبہ ؓ کا پیچھا کیا لیکن درمیان میں سیلاب آ گیا اور وہ حضرت قطبہ ؓ تک نہ پہنچ پائے۔ انہوں نے خمس نکالنے کے بعد مالِ غنیمت تقسیم کر دیا۔

سریہ ضحاک بن سفیان کلابی

رسول اللہ ﷺ نے ربیع الاول 9 ہجری، 630ء میں یہ سریہ بنو کلاب کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا جس کے امیر حضرت ضحاک بن سفیان ؓ تھے۔ ان کے ہمراہ اصید بن سلمہ بھی تھے۔ الزج لادا میں یہ لوگ ان سے ملے اور انہیں اسلام کی دعوت دی، مگر انہوں نے انکار کر دیا اور اختلاف کی وجہ سے جنگ چھڑ گئی۔ مسلمانوں نے انہیں شکست

دی ان کا ایک آدمی بھی مارا گیا۔ اصید اپنے والد سلمہ سے ملے جو الزج کے ایک تالاب میں تھے، انہوں نے اپنے والد کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو برا بھلا کہا۔ ایک اور مجاہد نے بڑھ کر انہیں قتل کر دیا۔

سرِیّہ علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ربیع الاول 9ھ ہجری، 630ء میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی طالب کو یہ سریہ دے کر جس مشن پر بھیجا گیا تھا وہ بنو طے کا ایک بت تھا جس کا نام قلس (کلیسا) تھا، اسے ڈھانے کے لئے یہ سریہ بھیجا گیا تھا۔ اس میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں 150 صحابہؓ کی جماعت تھی ان کے ساتھ 100 اونٹ اور 50 گھوڑے جھنڈیاں کالی اور علم سفید تھا، مسلمانوں نے فجر کے وقت حملہ کر کے حاتم طائی کے محلّہ میں نصب بت قلس کو ڈھا دیا، بہت سے مرد اور عورتوں کو قیدی بنا لیا۔ لیکن حاتم طائی کے بیٹے عدی شام کی طرف بھاگ گئے مسلمانوں کو قلس کے خزانے میں تین تلوار تین زرہیں اور کچھ مال ملا۔

مدنیہ منورہ پہنچ کر حاتم طائی کی صاحبزادی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر رحم کی درخواست کی اور اپنے بھائی کے لئے امان طلب کی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی درخواست قبول کر کے ان کو آزاد کر دیا اور ان کے بھائی کو امان دے دی، اس کے بعد وہ شام گئیں اور اپنے بھائی عدی بن حاتم کو لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسلام قبول کر لیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عدی بن حاتم کو ایک انصاری صحابیؓ کے گھر عزت سے ٹھہرایا۔

صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت عدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حاتم سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے آ کر فاقہ کی شکایت کی پھر دوسرے نے آ کر چوری کی شکایت کی، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! عدی تم نے حیرہ دیکھا ہے، اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ہودج نشین عورت حیرہ سے چل کر آئے گی خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اللہ کے سوا اور کسی کا خوف اسے نہ ہوگا اور اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے اور اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی کہ تم دیکھو گے کہ آدمی چلّو بھر کر سونا چاندی لے کر نکلے گا اور ایسے آدمی کو تلاش کرے گا جو اسے قبول کرے تو کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔

اس روایت کے آخر میں حضرت عدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ ہودج نشین عورت

حیرہ سے چل کر مکہ مکرمہ آ کر خانہ کعبہ کا طواف کرتی ہے اور سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہیں ہوتا اور میں خود ان لوگوں میں سے تھا۔ جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کئے اور اگر تم لوگوں کی زندگی دراز ہوئی تو تم لوگ وہ چیز بھی دیکھ لوگے جو نبی ابوالقاسم ﷺ نے فرمائی کہ آدمی چلّو بھر سونا چاندی نکلے گا اور کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔

سریہ علقمہ بن مجزز مدلجی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ربیع الآخریٰ 9 ھ ہجری، 630ء میں حضرت علقمہ بن مجزز مدلجی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تین سو صحابہ ؓ کی جماعت لے کر جدہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں کچھ حبشی جمع ہو رہے تھے اور اہل مکہ کے خلاف ڈاکہ زنی کرنا چاہے تھے۔ حضرت علقمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سمندر میں اتر کر ایک جزیرہ تک پیش قدمی کی لیکن حبشی مقابلہ کئے بغیر فرار ہو گئے۔ (فتح الباری)

سریّہ دومۃ الجندل

شعبان 9 ھ ہجری، 631ء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید ؓ کی قیادت میں چار سو بیس (420) سواروں کا ایک رسالہ دومہ الجندل کے حاکم اکیدار بن عبدالمالک کے پاس بھیجا جو بنو کندہ کا فرد تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے نیل گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے، حضرت خالد بن ولید ؓ تشریف لے گئے۔

جب اتنے فاصلہ پر پہنچے کہ قلعہ نظر آنے لگا تو اچانک ایک نیل گائے نکلی اور قلعہ کے دروازے پر سینگ رگڑنے لگی اکیدار اس کے شکار کو نکلا چاندنی رات تھی، خالید بن ولید ؓ کے سواروں نے اسے گرفتار کر لیا اور لے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آپ ﷺ نے اس کی جان بخشی کی، دو ہزار اونٹ اور آٹھ سو غلام چار سو زرہیں چار سو نیزے دینے کی شرط پر مصالحت ہوئی، اس نے جزیہ بھی دینے کا اقرار کر لیا۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے یحنہ سمیت دومہ، تبوک، ایلہ اور تیماء کی شرائط کے مطابق معاملہ طے کر لیا۔

ان حالات کو دیکھ کر جو قبائل رومیوں کے آلۂ کار بنے ہوئے تھے انہوں نے ان کی حمایت ختم کر کے مسلمانوں کے حمائتی بن گئے اور اسلامی سرحدیں رومی سرحد سے جا ملیں اور رومیوں کا اثر و رسوخ ختم ہوا۔

سرِیّہ خالد بن ولید نجران کی طرف

ربیع الاخریا جمادی الاولیٰ 10ھ، 631ء میں آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک سریہ کا سردار مقرر کر کے نجران اور اس کے اطراف کی طرف روانہ کیا۔ حضرت خالدؓ کو یہ حکم دیا کہ قتال سے پہلے تین بار دعوتِ اسلام دینا اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں تو تم بھی ان کو قبول کر لینا اور وہ اگر دعوتِ اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیں تب ان سے قتال کرنا۔ لیکن خالد بن ولیدؓ جب نجران پہنچے اور ان کو اسلام کی دعوت دی تو سب نے بلا چوں و چرا اسلام قبول کر لیا۔ خالد بن ولیدؓ ٹھہر گئے اور ان کو اسلام کی تعلیم دینے لگے اور ایک خط کے ذریعے انخضرت ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔

آں حضرت ﷺ نے جواب میں یہ تحریر کرایا کہ نجران کے قبیلہ بنی حارث بن کعب کا وفد ہمراہ لے کر مدینہ آئیں۔ آپ ﷺ کی تحریر کے مطابق حارث بن کعب کا وفد لے کر مدینہ حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کو بہت عزت و تعظیم کے ساتھ ٹھہرایا۔ شروع ماہ ذوالقعدہ 10ھ جس وقت یہ لوگ مدینہ سے نجران واپس ہونے لگے تو آپ ﷺ نے ان پر قیس بن حصن کو سردار مقرر کیا اور وفد کی روانگی اور واپسی کے بعد عمرو بن حزمؓ کو تعلیم کی غرض سے فرائض و سنن اور احکامِ اسلام سکھلانے کے لئے اور وصولیِ صدقات کے لئے عامل بنا کر روانہ کیا اور ایک فرمان لکھ کے ان کو عنایت فرمایا جو کہ یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا فرمان ہے۔ اے ایمان والو! تم اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ یہ عہدنامہ ہے محمد رسول اللہ (ﷺ) کا عمرو بن حزمؓ کے لئے، جب ان کو یمن کی طرف عامل بنا کر بھیجا۔ ان کو حکم دیا کہ تمام امور میں تقویٰ اور پرہیزگاری کو ملحوظ رکھیں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ پرہیزکاروں کو اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے اور ان کو حکم دیا کہ حق کو مضبوط پکڑیں جیسا کہ اللہ کا حکم ہے ورلوگوں کو خیر کا حکم دیں اور خیر کی بشارت سنائیں۔

لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور اس کے معنی سمجھنے کا طریقہ بتائیں اور لوگوں کو ہدایت کر دیں کہ کوئی شخص قرآن کو بغیر طہارت کے ہاتھ نہ لگائے۔ اور لوگوں کو ان کے منافع اور ضرر سے باخبر کریں۔ حق اور راہِ راست پر چلنے میں لوگوں سے نرمی کرنا اور ظلم کرنے کی حالت میں ان پر سختی کرنا۔ تحقیق اللہ جل شانہ نے ظلم کو حرام کیا ہے اور اس سے منع کیا ہے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے کہ لعنت ہو اللہ کی ظالموں پر اور لوگوں کو جنت کی بشارت دینا اور اعمالِ جنت کی خبر دینا اور جہنم سے ڈرانا اور اعمالِ جہنم سے آگاہ کرنا۔ اور لوگوں کو اپنے سے مانوس بنانا تا کہ لوگ تم سے دین سیکھیں۔ اور لوگوں کو فرائض وسنن اور احکام الحج وعمرہ کی تعلیم دینا۔ اور نماز کے متعلق یہ بتلا دینا کہ کوئی شخص چھوٹے کپڑوں میں اس کو پشت پر ڈال کر نماز نہ پڑھے

مگر یہ اس قدر کشادہ ہو کہ اس کے دونوں کندھوں کو ڈھانک لیں اور لوگوں کو اس طرح کپڑے پہننے سے منع کر دیں کہ آسمان کے نیچے ان کی شرمگاہ کھلی رہے اور انہیں ہدایت کر دیں کہ گردن کی جانب سے بالوں کا جوڑا نہ باندھیں۔

اس سے منع کر دیں کہ جب آپس میں لڑائی ہو تو قبیلہ، خاندان، قوم اور وطن کے نام پر نصرت اور حمایت کے لئے کوئی نعرہ نہ لگائیں بلکہ ایک خدا کی طرف اور اس کے حکم کی طرف آنے کی دعوت دیں۔ اور جو شخص اللہ کی طرف نہ بلائے بلکہ قبیلہ خاندان یعنی قوم و وطن کی طرف بلائے تو ان کی گردنوں کو تلوار سے سہلایا جائے۔ یہاں تک کہ ان کا نعرہ اور آواز اللہ واحد لاشریک کے دین کی طرف ہو جائے یعنی قبیلہ، خاندان، قوم اور وطن کے نعرہ سے باز آجائیں اور لوگوں کو وضو کو پورا کرنے اور نماز کو اپنے وقت سے ادا کرنے کا حکم دیں اور نماز میں رکوع و سجود پوری طرح کریں اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کریں اور صبح کی نماز تاریکی میں پڑھیں اور ظہر کی نماز زوال کے بعد پڑھیں یعنی زوال سے پہلے نہ پڑھیں اور عصر کی نماز اس وقت پڑھیں کہ جب آفتاب زمین پر اپنی دھوپ ڈال رہا ہو اور غروب کی طرف جا رہا ہو اور مغرب کی نماز رات کے آتے ہی پڑھیں اور اس قدر تاخیر نہ کریں کہ ستارے نکل آئیں اور عشاء کی نماز رات کے اول ثلث میں پڑھیں اور جمعہ کی اذان ہو جائے تو دوڑ کر مسجد پہنچیں اور جمعہ میں جانے سے پہلے غسل کریں۔

یہ حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں سے اللہ کا حق خمس نکال لیں اور مسلمانوں کی زمین کی پیداوار میں سے صدقہ وصول کریں جب زمین کو چشمہ کا پانی یا بارش کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو۔ اس میں سے عشر (پیداوار کا دسواں حصہ) واجب ہے۔ اور جس زمین کو کنویں کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔ یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ واجب ہے۔ اور بیس اونٹوں پر چار بکریاں واجب ہیں اور تیس گائیں پر ایک گائے اور چالیس بکریوں پر ایک بکری کی زکوۃ واجب ہے۔ یہ اللہ کا فرض ہے جو اللہ نے اہلِ ایمان پر فرض کیا اور جو فریضہ سے زیادہ دیدے وہ اس کے لئے اور بہتر ہے۔ اور جو یہودی یا نصرانی سچے دل سے اسلام قبول کرے تو وہ اہلِ ایمان میں سے ہے اور اس کے حقوق اور احکام وہی ہیں جو مسلمانوں کے ہیں اور جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر قائم رہے اور اسلامی حکمت کی رعایا بن کر رہنا منظور کرے، مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام ہر بالغ پر جزیہ کا دینا یا اس کے عوض کپڑے دینا ان پر لازم ہوگا۔ پس جو شخص جزیہ ادا کر دے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری میں سے ہے یعنی اس کی جان و مال اور آبرو سب محفوظ رہے گا۔ اور جو شخص جزیہ دینے سے انکار کرے گا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور تمام مؤمنین کا دشمن ہے۔ اللہ کی صلوٰۃ و سلام اور رحمتیں اور برکتیں ہوں محمد رسول اللہ (ﷺ) پر۔

(سیرتِ ابن ہشام)

سریہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

رمضان المبارک 10 ھ، 632ء میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو تین سو صحابہؓ کا لشکر دے کر یمن کی طرف روانہ فرمایا اور خود اپنے دستِ مبارک سے حضرت علیؓ کے سر پر عمامہ باندھا جس کے تین پیچ تھے عمامہ کا ایک کنارہ بقدر ایک ہاتھ کے سامنے لٹکایا اور بقدر ایک بالشت پیچھے چھوڑا اور یہ فرمایا کہ سیدھے چلے جاؤ کسی اور جانب توجہ مت کرنا اور وہاں پہنچ کر پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو پھر ان سے کوئی تعرض نہیں کرنا۔

اللہ کی قسم! تمہارے ہاتھ سے ایک آدمی ہدایت پا جائے تو یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ حضرت علیؓ تین سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے اور مقام قناۃ میں جا کر پڑاؤ ڈالا اور اسی جگہ سے صحابہؓ کی مختلف ٹولیاں مختلف جانب روانہ کیں۔ لشکر اسلام کے سوار سب سے پہلے مذجح میں داخل ہوئے اور بہت سے اونٹ، بکریاں، عورتیں اور بچے پکڑ کر لائے۔ ان تمام غنائم کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا۔

اس کے بعد ایک دوسری جماعت سے آمنا سامنا ہوا، حضرت علیؓ نے ان کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسائے تب حضرت علیؓ نے ان پر حملہ کیا جس میں ان کے بیس آدمی مارے گئے اور یہ لوگ منتشر ہوگئے۔ حضرت علیؓ نے کچھ وقفہ کے بعد ان کا تعاقب کیا اور دوبارہ ان کو اسلام کی دعوت دی ان لوگوں نے اسلام کی دعوت کو اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے بھی قبول کیا اور وعدہ کیا کی ہم صدقات جو اللہ کا حق ہے ادا کریں گے۔ بعد ازاں حضرت علیؓ نے مالِ غنیمت کو جمع کیا اور خمس نکال کر باقی لشکر میں تقسیم کر دیا۔ اور اپنے بجائے کسی اور کو لشکر کا امیر مقرر کر کے عجلت کے ساتھ اپنے ساتھیوں سے پہلے مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے۔ کیونکہ حضرت علیؓ کو یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ آں حضرت ﷺ مدینہ منورہ سے حج کے لئے روانہ ہوگئے ہیں۔ اس لئے حضرت علیؓ یمن سے سیدھے مکہ مکرمہ پہنچے اور آں حضرت ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔

(زرقانی۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ)

جیشِ اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تیاری

اسلام خطۂ عرب میں ایک مضبوط دین کی طور پر ابھر چکا تھا اور لوگ بڑی تعداد میں اسلام میں داخل ہو رہے تھے لیکن یہ ترقی روم کے بادشاہ کو نا گوار گزر رہی تھی، اس کے علاقے کے آس پاس اور ان کے ملک میں اگر کوئی مسلمان ہوتا تو وہ اس کو جینا دوبھر کر دیتے تھے، اس کی مثال ان کے معاون گورنر حضرت فردہ بن عمرو جزامی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ وہ ظلم کر چکے تھے۔

ان کی اس بڑھتی ہوئی جارحیت اور دشمنی کو لگام دینے کے لئے رسول اللہ (ﷺ) نے صفر 11 ھ ہجری، 632ء میں ایک لشکر تیار کیا جس کا سپہ سالار حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بنایا اور حکم دیا کہ بلقاء کے علاقے اور داروم کی فلسطینی سرزمین میں جا کر رومیوں کا عمل دخل ختم کر دو۔ اس کاروائی کا مقصد یہ تھا کہ ردمیوں کو خوف زدہ کرتے ہوئے ان کی حدود میں واقع عرب قبائل پر اپنا اعتماد بحال کرنا تھا اور کسی کو یہ گمان نہ رہے کہ ان پر اگر نصرانیوں نے تشدد کیا تو ان کو کوئی باز پرس کرنے والا نہیں ہے اور اسلام قبول کرنے کا یہ مطلب نہ ہو کہ اپنی موت کو دعوت دی جا رہی ہے۔

اس موقع پر کچھ لوگوں نے حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سپہ سالار بنانے پر اعتراض کیا کہ یہ کم عمر ہیں۔ اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اگر تم لوگ ان کی سپہ سالاری پر طعنہ زنی کر رہے ہو تو ان سے پہلے ان کے والد (حضرت زیدؓ) کی سپہ سالاری پر طعنہ زنی کر چکے ہو حالانکہ وہ اللہ کی قسم سپہ سالاری کے اہل تھے اور میرے محبوب ترین لوگوں میں سے تھے اور یہ بھی ان کے بعد میرے محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔ (صحیح بخاری)

بہر حال صحابہ کرامؓ حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گرد جمع ہو کر ان کے لشکر میں شامل ہو گئے اور لشکر روانہ ہو کر مدینہ منورہ سے تین میل دور مقام جرف میں خیمہ زن ہو گیا۔ لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیماری کے متعلق تشویشناک خبروں کے سبب آگے نہ بڑھ سکا بلکہ اللہ کے فیصلہ کے انتظار میں وہیں ٹھہرنے پر مجبور ہو گیا اور اللہ کا فیصلہ یہ تھا کہ لشکر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دورِ خلافت کی پہلی جوابی مہم قرار پائے۔

(صحیح بخاری، ابن ہشام)

خلفاء راشدین کے دور کی جنگیں

حضرت اسامہ بن زید ؓ کا لشکر

رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال سے پہلے صفر ۱۱ھ میں ایک لشکر تیار کیا تھا جس میں انصار اور مہاجرین میں سے کبار صحابہ کرام ؓ بھی شامل تھے اور اس لشکر کا سپہ سالار حضرت اسامہ بن زید ؓ کو بنایا تھا۔ اس لشکر کو بلقا اور فلسطین کے علاقہ میں جا کر رومیوں سے مقابلہ کرنے کا حکم تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال سے دو دن پہلے لشکر کی تیاری مکمل ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید ؓ سے فرمایا! تم اس مقام کی طرف روانہ ہو جاؤ جہاں تمہارے والد نے شہادت پائی تھی وہاں خوب جہاد کرو، میں تمہیں وہاں جانے والے لشکر کا امیر مقرر کرتا ہوں۔ (فتح الباری)

رسول اللہ ﷺ لشکر کی روانگی سے دو دن پہلے شدید بیمار ہو گئے جس کی وجہ سے یہ لشکر جرف کے مقام پر (جو مکہ سے تقریباً پانچ کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے) رک گیا اور رسول اللہ ﷺ کی وصال کی خبر سن کر مدینہ طیبہ واپس آ گیا۔
(فتح الباری)

لشکر کی روانگی کا حکم:

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے تیسرے دن حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے ایک شخص کے ذریعہ اعلان کروایا کہ اسامہ ؓ کے لشکر کو رومیوں کے جہاد کرنے کے لئے بھیجنے کا فیصلہ ہو گیا ہے اس لئے اس لشکر کا ہر سپاہی مدینہ طیبہ سے نکل کر مقام جرف پہنچ جائے جہاں پر اس لشکر نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ صحابہ کرام ؓ نے اس اعلان کے بعد حضرت ابو بکر صدیق ؓ سے درخواست کی کہ اس لشکر میں جن لوگوں کو بھیجا جا رہا ہے وہ مسلمانوں کے جلیل القدر افراد ہیں۔ اس وقت عرب کی جو حالت ہو رہی ہے وہ آپ ؓ کے سامنے ہے لہٰذا اس نازک حالات میں یہ مناسب نہیں کہ آپ ؓ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنے سے الگ کر دیں۔ یہ جماعت یہاں رہے گی تو آپ ؓ کی زیادہ مددگار ثابت ہوگی۔

حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے اس بات کو قبول نہیں کیا اور اس موقع پر مسلمانوں سے خطاب فرمایا!

لوگو! اگر تمہاری تعداد کم اور دشمن کی تعداد زیادہ ہے تو کیا شیطان تمہیں اس راستہ پر لے جائے گا۔ اللہ کی قسم! اللہ اس دین کو سب ادیان پر غالب کرے گا اگرچہ مشرکوں کو یہ بات کتنی ہی ناپسند کیوں نہ ہو۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں تو وہ اسے پیس کر رکھ دیتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے باطل مٹ جاتا ہے۔ پھر کہا کہ کئی موقعہ پر ایسا ہوا ہے کہ ایک چھوٹا گروہ اللہ کے حکم سے بڑے گروہ پر غالب آ گیا۔

فرمایا کہ لوگو! اگر میں تنہا رہ جاؤں تو بھی ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کا حق اس طرح ادا کروں گا حتیٰ کہ میں قتل ہو جاؤں یا میرا عذر قبول ہو جائے۔

اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں ابوبکر کی جان ہے اگر مجھے یہ یقین ہو کہ جنگل کے درندے مجھے اٹھا کے لے جائیں گے تو بھی اسامہ ؓ کا لشکر ضرور روانہ کروں گا جس طرح کہ رسول کریم ﷺ نے اسے روانہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اگر ان بستیوں میں میرے سوا اور کوئی نہ رہے اور میں اکیلا رہ جاؤں تو بھی یہ لشکر ضرور روانہ کروں گا۔ (تاریخ طبری)

حضرت ابوبکر صدیق ؓ لشکر کو روانہ کرنے کے لئے کچھ دور تک ان کے ساتھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اُس وقت پیدل چل رہے تھے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے اور حضرت اسامہ بن زید ؓ سوار تھے۔ حضرت اسامہ بن زید ؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے عرض کیا کہ یا خلیفۃ الرسول ؐ! یا تو آپ ؓ سوار ہو جائیں یا میں سواری سے اتر کر پیدل چلتا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا! نہ آپ ؓ سواری سے اتریں گے اور نہ میں سوار ہوں گا میرا اس بات سے کیا نقصان ہے کہ تھوڑی دور اللہ تعالیٰ کے رستے میں پیدل چل کے اپنے قدم غبار آلود کرلوں۔ غازی کے نامۂ اعمال میں ہر قدم کے بدلے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اس کے سات سو درجات بلند کئے جاتے ہیں اور سات سو گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ (تاریخ طبری)

لشکر کی روانگی کے وقت حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت اسامہ ؓ سے فرمایا کہ اگر آپ ؓ مناسب سمجھیں تو عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میری مدد کے لئے میرے پاس چھوڑ جائیں۔ حضرت اسامہ ؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی تجویز کو خوشی سے پسند کیا اور حضرت عمر ؓ کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔ حضرت عمر ؓ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ساتھ ان کے کام میں ہاتھ بٹانے کے لئے مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔

(تاریخ طبری)

ابوبکر صدیقؓ کی اسامہؓ کے لشکر کو نصیحتیں:

۱۔ خیانت نہ کرنا

۲۔ بدعہدی نہ کرنا، جھوٹ نہیں بولنا۔

۳۔ کسی کو دھوکہ نہ دینا

۴۔ مقتولوں کے اعضاء نہ کاٹنا

۵۔ بوڑھے افراد، عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرنا

۶۔ کھجور اور پھل دار درخت نہ کاٹنا اور نہ جلانا

۷۔ کسی بھیڑ، گائے یا اونٹ کو سوائے کھانے کے ذبح نہ کرنا

۸۔ اپنی حفاظت اللہ کے نام سے کرنا، اللہ تمہیں شکست اور وباؤں سے دور رکھے

۹۔ تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجاؤں میں عبادت کے لئے وقف کر دیا ہے اور رات دن انہی میں بیٹھے رہتے ہیں، تم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ تم ایسے لوگوں کے پاس پہنچو گے جو تمہارے لئے برتنوں میں مختلف کھانے لائیں گے۔ تم بسم اللہ پڑھ کر انھیں کھانا۔

۱۰۔ تم ایسے لوگوں سے ملو گے جنہوں نے سر کا درمیانی حصہ منڈوا دیا ہوگا لیکن دونوں طرف بڑی بڑی لٹیں لٹکتی ہوں گی انہیں قتل کر دینا۔

اس کے علاوہ حضرت اسامہؓ کو نصیحت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے احکامات کا خاص خیال کرنا۔ جنگ کا آغاز قضاعہ کی آبادی سے کرنا اس کے بعد آبل (آج کل یہ علاقہ اردن کے جنوب میں واقع ہے) جانا۔ (تاریخ طبری)

حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کی فتح:

ربیع الثانی ۱۱ھ کو یہ لشکر اپنی مہم پر روانہ ہوا۔ آپؓ بیس دن کے سفر کے بعد اہل ابنی تک پہنچے اور ایک دم ان پر حملہ کر دیا۔ جو سامنے آیا اسے قتل کیا اور جس پر قابو پایا اسے قید کیا، ان کی کشتیوں اور گھروں کو آگ لگا دی۔ حضرت اسامہؓ نے ان کے علاقے میں اپنے لشکر کو گشت کرایا، حضرت اسامہؓ اپنے والد حضرت زید بن حارثہؓ کے گھوڑے پر سوار تھے۔

حضرت اسامہؓ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہدایات کے مطابق قضاعہ کے قبائل میں اپنے

گھوڑوں کو پھیلا دیا اور بھرپور حملہ کے ساتھ کامیابی حاصل کرلی پھر آپ ؓ آبل پر حملہ آور ہوئے اور اس کو بھی فتح کرلیا۔ بہت سا مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ اس کامیابی سے پورے علاقے میں مسلمانوں کا رعب و دبدبہ بیٹھ گیا۔ ہرقل (بادشاہ) کو رسول اللہ ﷺ کے وصال اور حضرت اسامہ بن زید ؓ کے حملوں کی اطلاع ایک ساتھ ملی۔ یہ سن کے رومیوں کے دلوں میں بھی مسلمانوں کی قوت اور طاقت کی دھاک بیٹھ گئی اور انہوں نے حیرانی و تعجب سے کہا کہ یہ کیسی قوم ہے کہ ان کا قائد انتقال کر گیا اور یہ لوگ اس کے باوجود ہماری سرزمین پر حملہ آور ہوگئے۔ عرب قبائل پر بھی مسلمانوں کا رعب طاری ہوگیا اور وہ کہنے لگے کہ اگر یہ طاقت ور نہ ہوتے تو فوج نہ بھیجتے۔ اتنی بڑی فوج ان کے طاقت ور ہونے کی دلیل ہے۔ اس بات کو سوچ کر وہ بہت سی کاروائیاں کرنے سے رک گئے جو مسلمانوں کے خلاف کرنے کا ارادہ کررہے تھے۔

شام کے وقت حضرت اسامہ ؓ کے لشکر کو واپسی کا حکم دیا اور رات ہونے تک آپ ؓ وادی القریٰ پہنچ گئے۔ آپ ؓ نے حضرت بشیر ؓ کو مدینہ روانہ کیا کہ وہ کامیابی اور صحابہ کی سلامتی کی خبر خلیفۃ الرسول کو پہنچائیں۔ چھ دن بعد یہ لشکر مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ حضرت اسامہ بن زید ؓ کے آگے آگے حضرت بریدہ بن حصیب ؓ جھنڈا لئے چل رہے تھے، آپ ؓ نے مسجد نبوی پہنچ کر دو رکعت نماز پڑھی۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور مدینہ کے مسلمان بڑی تعداد میں آپ ؓ کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔

(تاریخ طبری، تاریخ الاسلام، تاریخ کامل، تاریخ خلیفہ بن خیاط)

حضرت اسامہ بن زید ؓ نے جو کچھ کیا اس کے بارے میں قیصر روم ہرقل کو معلوم ہوا وہ اس وقت حمص میں تھا۔ اس نے بلقاء کے رہنے والوں کے لئے ایک لشکر بھیجا۔ اس وقت ان سے لڑنے کے لئے کوئی لشکر نہیں گیا لیکن بعد میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنے دورِ خلافت میں شام سے جنگ کرنے کے لئے لشکر بھیجے۔

حضور ﷺ کے وصال کے وقت گورنر اور ان کے علاقے

حضرت عکرمہ ؒ اور قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو اس وقت عتاب بن اسید ؓ اور طاہر بن ابی ہالہ ؓ مکہ مکرمہ اور اس کے اردگرد کے علاقے کے عامل تھے۔ عتاب ؓ بنی کنانہ کے عامل تھے اور طاہر ؓ مقام عک پر عامل تھے اس تقرری کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عکرمہ ؓ کی امارت ان کے دادا معد بن عدنان کی اولاد کو ملنی چاہئے۔

طائف اور اس کے علاقے پر عثمان بن ابی العاص ؓ اور مالک بن عوف النصری ؓ عامل تھے۔ عثمان شہری آبادی کے عامل تھے اور مالک ؓ دیہاتی آبادی کے جو زیادہ تر قبیلہ ہوازن سے تعلق رکھتی تھی۔

نجران اور اس کے علاقے پر عمرو بن حزم ؓ اور ابوسفیان بن حرب ؓ عامل تھے۔ عمرو بن حزم ؓ نماز میں امامت کرتے تھے اور ابوسفیان بن حرب ؓ مالگذاری وصول کرتے تھے۔ زمع، زبید سے لے کر نجران کی حد تک کے علاقے پر خالد بن سعید بن عاص ؓ عامل تھے۔

تمام ہمدان پر عامر بن شہر ؓ عامل تھے۔ صنعاء کے عامل فیروز الدیلمی ؓ تھے۔ دازویہ اور قیس بن المکشوح ؓ ان کے مددگار تھے۔ یعلیٰ بن امیہ جند کے عامل تھے۔ مارب کے عامل ابوموسیٰ الاشعری ؓ تھے۔ عک کے ساتھ اشعری تھے ان کے عامل بھی طاہر بن ابی ہالہ ؓ تھے۔

معاذ بن جبل ؓ اس تمام علاقے کے معلم تھے لہٰذا وہ تمام علاقوں کا دورہ کرتے تھے اور اسلام کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

(تاریخ طبری: ج۲ ح۲ ص۵۳۶)

فتنہ ارتداد اور منکرینِ زکوۃ کے خلاف جنگ

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ، مکہ اور طائف کے سوا تمام عرب ملک مرتد ہو گیا تھا، یہ لوگ توحید کو چھوڑ کر شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ حالانکہ یہ سمجھنا سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ بات یہ تھی کہ جھوٹے مدعیان نبوت بھی نماز اور دوسری عبادتوں کے منکر نہیں تھے اور جس چیز کا وہ انکار کر رہے تھے وہ کفر و شرک کے لئے نہیں تھا بلکہ اسلام کے بعض ارکان خاص طور پر زکوٰۃ کے لئے تھا۔ اس انکار کا سبب قبائل عرب کی قدیم مطلق العنانی اور آزاد رہنے کی عادت تھی وہ کسی کا پابند ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ اسلام نے ان پر زکوٰۃ فرض کر دی تھی جو ان کے لئے ایک قسم کا ٹیکس تھا جو ضرورت سے زائد مال پر بہت تھوڑی سی مقدار رکھا گیا تھا، یہ لوگ اس کو اپنے اوپر بوجھ سمجھتے تھے کیونکہ ان کے اندر اسلام پوری طرح رچا بسا نہیں تھا۔ انہوں نے اسے ایک جبری ٹیکس سمجھ کر دینے سے انکار کر دیا تھا، دین کے باقی احکامات کا انکار نہیں کیا تھا۔ وہ اس بات کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے کہ کوئی ان سے زبردستی کوئی چیز لے جائے چاہے وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو، یہ مزاج سارے عرب کا تھا اس لئے جو قبیلہ اس بات کو سنتا تھا وہ بھی زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیتا تھا۔ ان کے اس انکار کی وجہ سے مسیلمہ اور طلیحہ جیسے کذاب کو ان کو اپنی طرف مائل کرنے کا موقع مل گیا، انہوں نے مالی عبادات میں کمی کے ساتھ ساتھ جسمانی عبادات میں بھی کمی کرنے کا اعلان کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ فرمایا!

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ (ﷺ) پر بے حد درود و سلام۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہدایت کا انتظام فرمایا اور وہ اپنی ساری مخلوق کے لئے کافی ہے۔ جس نے ہر ضرورت کا سامان مہیا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو نبی برحق بنا کر مبعوث کیا اور جس وقت نبی کریم ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا اس وقت دین اسلام اجنبی تھا اور لوگ اسے قبول کرنے کو تیار نہیں تھے۔ اہل کتاب گمراہ ہو چکے تھے اللہ تعالیٰ ان کی گمراہیوں اور بداعمالیوں پر غضبناک تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں تحریف کی اور بہت سے معبود بنا کر ان کی پرستش شروع کر دی، وہ تنگدست تھے اور گمراہ بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعہ متحد کر کے بہترین امت بنایا اور دوسروں کے مقابلہ میں ان کی مدد کی پھر حضور نبی کریم ﷺ وصال فرما گئے اور شیطان ان پر سوار ہو گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا: اور محمد تو اللہ کے رسول ہیں

ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں اگر کیا آپ ﷺ انتقال فرما جائیں یا شہید کر دئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔

لوگو! تمہارے اردگرد جو عرب قبائل ہیں انہوں نے بھیڑ بکریاں اور اونٹ (یعنی زکوۃ کا مال) دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اگر چہ تمہارے نبی ﷺ کی برکت اٹھالی گئی ہے لیکن جتنے اپنے دین میں آج تم قوی ہو اس سے پہلے کبھی اتنے قوی نہ تھے۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کے ذریعہ تمہیں اس سے نجات دی۔

اللہ کی قسم! میں اللہ کے دین کے معاملہ میں قتال جاری رکھوں گا یہاں تک کہ اللہ اپنا وعدہ پورا فرما دے اور ہم شہید ہو کر جنت میں چلے جائیں۔ یہ سعادت وہ حاصل کرے گا جو زمین میں اللہ کا خلیفہ اور اس کے دین کا وارث بن کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے اٹل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ زمین کی خلافت ان کو عطا فرمائے گا۔

ان مرتدین نے اپنا ایک وفد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بات چیت کے لئے بھیجا۔ انہوں نے بڑے ہی نڈر ہو کر اور بے باکی سے گفتگو کی کہ اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اگر تم چاہتے ہو کہ ہم مسلمان رہیں تو تم ہماری شرطیں مان لو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اس قسم کی گفتگو سنی تو بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا!

ایسا تو ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا نہ تو نماز میں تخفیف ہو سکتی ہے اور نہ ہی صاحبِ نصاب پر زکوۃ معاف ہو سکتی ہے۔ یاد رکھو! ابوبکر جانور کے باندھنے والی رسّی جیسی معمولی چیز کے لئے بھی تم سے لڑے گا اور تمہیں تمہارے انجام تک پہنچائے گا خواہ اس معاملہ میں ایک شخص بھی میری مدد پر نہ ہو جب تک میرے جسم میں جان ہے اور ہاتھ میں تلوار ہے منافقین اور مرتدین سے برابر جہاد کرتا رہوں گا اور مرتدین کا خاتمہ کر کے چھوڑوں گا۔

اس سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ بعض صحابہ نے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے مشورہ دیا کہ یہ وقت جنگ کرنے کے لئے مناسب نہیں ہے۔ یہ سن کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

اللہ کی قسم! یہ لوگ اگر ایک رسی یا بکری کا بچہ بھی جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ادا کیا کرتے تھے اب اس کے دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! آپ ان لوگوں سے کس طرح جنگ کریں گے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے صاف طور پر یہ فرمایا کہ میں اس وقت تک ان سے لڑوں جب تک وہ لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہہ دیں اور جو شخص یہ کلمہ پڑھ لے گا تو اس کا مال، جان اور خون بہانا مجھ پر منع کر دیا گیا ہے۔ البتہ جو حقوق اس

پر واجب ہوں گے ان کی ادائیگی کا مطالبہ ان سے ضرور کیا جائے گا اور اس کی نیت کا حساب اللہ تعالیٰ اس سے خود لے لے گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے موقف پر مضبوطی سے قائم رہے اور فرمایا! اللہ کی قسم! میں ان سے نماز اور زکوۃ کے درمیان فرق سمجھنے پر لڑوں گا کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام قبول کرنے والے کے ذمہ جو حقوق ہوں گے ان کی ادائیگی کا مطالبہ ان سے بہرحال کیا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا عزم دیکھ کر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ واللہ! مجھے معلوم ہو گیا کہ آپؓ حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے منکرینِ زکوۃ سے جنگ کرنے کے لئے آپ کو شرح صدر عطا کیا ہے اور حق وہی ہے جو آپؓ فرماتے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

منکرینِ زکوۃ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس معاملہ میں کسی قسم کا سمجھوتا کرنے کے لئے تیار نہیں اور زکوۃ ادا نہ کرنے والوں سے زبردستی کریں گے تو وہ مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کرنے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی حکمتِ عملی سے ایسا بندوبست کیا کہ منکرینِ زکوۃ کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور آخر کار زکوۃ کی ادائیگی کرنے پر راضی ہو گئے۔

جھوٹی نبوت کے دعویدار اور مسئلہ ختم نبوت

ختم نبوت کا مسئلہ آج کا نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی بعض جھوٹی نبوت کا فتنہ نمودار ہو چکا تھا۔ حضور خاتم المرسلین ﷺ کی حیات طیبہ میں جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس کا نام مسیلمہ کذاب تھا۔ اس تحریک ختم نبوت کے مجاہدِ اول حضرت صدیق اکبرؓ ہیں۔ اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ انہی جھوٹی نبوت کے دعوے داروں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ بغیر کسی نرمی یا کمزوری کے اس سختی سے نمٹے اور ان کے سر خاک میں ملا دئے اور امت مسلمہ کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کو بتلا دیا۔ جب تک ایک بھی مسلمان روئے زمین پر موجود ہے رسول کریم ﷺ کے دامن نبوت پر کسی غلیظ، جھوٹے، کذاب اور دجال شخص کے ناپاک چھینٹے کبھی نہیں پڑنے دے گا۔ آج بھی یہ فتنہ مرزائیت وقادیانیت کے روپ میں سانپ بن کر بل سے منہ نکال رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جذبہ صُدیقی کے ساتھ اس کا پھن کچل دیا جائے اور دامن محبوب ﷺ پر کوئی حرف نہ آنے دیا جائے یہی محبت کا تقاضا ہے۔

سید محمود آلوسیؒ مفتی بغداد اپنی کتاب روح المعانی میں فرماتے ہیں!

و کونه خاتم النبیین مما نطق به الکتاب و صدعت به السنة واجمعت علیه الامة فیکفر مدعی خلافه و یقتل ان اصر

(روح المعانی: ۴۱/۲۲)

اورآپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس پر قرآن ناطق ہے اوراحادیث نبویہ نے اس کو واشگاف طور پر بیان کیا ہے اورامت نے اس پر اجماع کیا ہے۔ پس جو شخص اس کے خلاف ہونے کا دعویٰ کرے گا اس کو کافر قرار دیا جائے گا اور وہ اس پر اصرار کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

سجاح اور بنوتمیم

بنوتمیم چند قبائل پر مشتمل چند بستیوں میں سکونت پذیر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات میں ان علاقوں میں جید عامل مقرر کئے تھے جن کے نام مالک بن نویرہ، وکیع بن مالک، صفوان بن صفوان اور قیس بن عاصم تھے۔ جب ان کو رسول اللہ ﷺ کے وصال کی خبر پہنچی تو قیس بن عاصم مرتد ہو گیا۔ صفوان بن صفوان اسلام پر قائم رہا اور ان دونوں میں جنگ شروع ہوگئی۔ اسی دوران سجاح بنت حرث جو قبیلہ تغلب سے تعلق رکھتی تھی اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

ارتداد کے دور میں بنوتمیم میں لوگوں کی مختلف رائے ہوگئی تھیں۔ ان میں کچھ لوگ اسلام سے پھر کر کافر ہو گئے تھے۔ کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور کچھ لوگوں نے اپنی زکوٰۃ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو روانہ کر دی تھی۔ کچھ لوگ اس انتظار میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ حالات کس رخ پر جاتے ہیں جو طاقت ور ہوگا اس کا ساتھ دیں گے۔ اسی دوران ان کے پاس سجاح بنت حارث بن سوید بن عقفان پہنچی۔ اس کا تعلق بنوتغلب سے تھا اور یہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے ساتھ اس کی قوم اور ہم خیال لوگوں کا ایک لشکر تھا۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے لڑنے کا عزم کر رکھا تھا۔ جب وہ بنوتمیم کے علاقے سے گزری اور ان کو اپنی طرف دعوت دی تو بنوتمیم کے اکثر لوگوں نے اس کی بات مان کر اس پر ایمان لے آئے۔ اس پر ایمان لانے والوں میں مالک بن نویرہ تمیمی، ہذیل بن عمران، عقبہ بن ہلال، سلیل بن قیس، عطارد بن حاجب اور بنوتمیم کے امراء کی ایک جماعت تھی۔ انہوں نے یہ طے کیا کہ آپس میں نہیں لڑیں گے۔ مالک بن نوہرہ نے جب سجاح سے مصالحت کی تو اس نے ان کے ساتھ مل کر بنو یربوع سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ اور سجاح کو بھی راضی کرلیا۔ پھر انہوں نے یمامہ کا رخ کیا تا کہ یمامہ مسیلمہ کذاب سے چھین لیں۔ بنوتمیم کے کچھ رؤساء مسیلمہ کذاب سے ڈر

گئے اور انہوں نے مشورہ دیا کہ مسیلمہ (کذاب) بہت طاقت پکڑ چکا ہے لیکن سجاح نے پُر جوش انداز میں کہا کہ یمامہ پر ٹوٹ پڑو، کبوتر کی طرح کوچ کرو اور دشمن کو کاٹ دینے والی جنگ کرو اس کے بعد تمہیں کوئی ملامت نہیں ہوگی۔

یہ سن کے لوگ مسیلمہ (کذاب) سے جنگ کرنے پر تیار ہو گئے۔ جب مسیلمہ کذاب کو اس کی خبر ملی تو وہ خوف زدہ ہو گیا۔ کیونکہ وہ اس وقت حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ سے جنگ میں مصروف تھا اور ان کی مدد کے لئے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر پہنچ چکے تھے اور وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پہنچنے کا انتظار کر رہے تھے۔ مسیلمہ (کذاب) نے اپنا ایک نمائندہ سجاح کے پاس بھیجا اور اس سے امن کا مطالبہ کیا۔ اس کو اس بات کی ضمانت دی کہ اگر وہ اپنے ارادے سے باز آ جائے تو وہ اس کو آدھی زمین جو قریش کی تھی اسے دے دے گا۔ اس کے علاوہ اس کو ایک خط لکھا کہ وہ اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ اس سے ملنا چاہتا ہے پھر وہ چالیس افراد کو لے کر اس سے ملنے روانہ ہو گیا۔ دونوں ایک خیمہ میں اکٹھے ہوئے اور جب اس کے ساتھ خلوت میں ہوا تو اس کو آدھی زمین دینے کی پیشکش کی جو اس نے قبول کر لی۔

مسیلمہ کذاب نے کہا! اللہ نے سننے والے کی بات سن لی اور جب اس نے لالچ کیا تو بھلائی کا لالچ کیا اور جو کچھ ہے اب معاملہ ٹھیک ہے۔ پھر سجاح سے کہا! کیا تم یہ پسند کرو گی کہ میں تم سے شادی کر لوں پھر اپنی اور تمہاری قوم کو لے کر عرب کو کھا جاؤں، سجاح راضی ہو گئی۔

پھر سجاح اس کے ساتھ تین دن تک رہی اور پھر اپنے لوگوں میں لوٹ گئی۔ لوگوں نے پوچھا کہ مسیلمہ (کذاب) نے تمہیں کیا مہر دیا۔ یا بغیر مہر کے تم سے شادی کر لی؟ سجاح نے مہر طلب کرنے کے لئے اس کے پاس آدمی بھیجا۔ اس نے کہا کہ تم اپنے مؤذن کو میرے پاس بھیجو۔ اس نے شیث بن ربعی الریاحی کو اس کے پاس بھیجا۔ مسیلمہ (کذاب) نے اس سے کہا! جاؤ اپنی قوم میں یہ اعلان کر دو کہ مسیلمہ رسول اللہ (کذاب) نے تم سے دو وقت کی نمازیں یعنی فجر اور عشاء جو محمد (ﷺ) لائے تھے معاف کر دی ہیں۔ یہ سجاح کا مہر قرار پائی ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب یمامہ پہنچے تو سجاح مسیلمہ (کذاب) سے زمین کا آدھا خراج لے کر اپنے علاقے بنو تغلب کی طرف بھاگ گئی۔ (البدایہ والنہایہ: ۳۲۶/۶)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بنی تمیم کو کوفہ منتقل کر دیا تھا اور ان کو حضرت قیقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کے آبائی مکان میں سکونت پذیر کر دیا تھا۔ سجاح بھی ان لوگوں کے ساتھ کوفہ آ گئی اور راسخ العقیدہ مسلمان ہو گئی۔

(تاریخ طبری: ج۲ ح۲ ص۵۰۱)

مسیلمہ کذاب

10ھ میں بنی حنیفہ کا ایک وفد مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس وفد میں جرجان بن غنم، طلق بن علی، سلمان بن حنظلہ اور مسیلمہ کذاب بھی شامل تھے، تمام افراد نے اسلام قبول کرلیا۔

مسیلمہ کذاب کا پورا نام مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب حنفی تھا۔ اس کی کنیت ابوشامہ تھی۔ یمامہ کی بستی میں پیدا ہوا آجکل اس بستی کا نام حیلہ ہے جو عیینہ کے قریب نجد کے علاقے حنیفہ میں واقع ہے۔

یہ پندرہ دن مدینہ منورہ میں ٹھہرے اور حضرت ابی ابن کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے قرآن پڑھتے اور سیکھتے تھے۔ لیکن مسیلمہ کذّاب نے اکڑ، تکبر اور امارت کی ہوس کا اظہار کیا، مسیلمہ اپنے وفد سے علیحدہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملا۔ آپ ﷺ نے بڑی محبت اور نرمی سے اسے اسلام کی دعوت دی لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے محسوس کرلیا کہ اس کے اندر شر ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خواب دیکھ چکے تھے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس روئے زمین کے خزانے رکھ دئے گئے اس میں سے سونے کے دو کنگن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں آپڑے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ بہت برے لگے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بہت رنج ہوا۔ چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وحی کی گئی کہ دونوں کو پھونک دیجئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھونکا تو دونوں غائب ہوگئے، اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ دو کذاب نکلیں گے۔ چنانچہ جب مسیلمہ کذاب نے اکڑ اور انکار کا اظہار کیا، وہ کہتا تھا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کاروبارِ حکومت کو اپنے بعد میرے حوالے کرنا طے کرلیا تو میں ان کی پیروی کروں گا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے پاس تشریف لے گئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ خطیب حضرت ثابت بن قیس بن شماس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔ مسیلمہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھا، آپ (ﷺ) نے اس کے سر پر جا کر کھڑے ہوکر گفتگو فرمائی۔ اس نے کہا! اگر آپ چاہیں تو حکومت کے معاملے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آزاد چھوڑ دیں لیکن اپنے بعد اس کو میرے لئے طے کردیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کھجور کی شاخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اگر تم مجھ سے یہ ٹکڑا بھی چاہو تو میں تمہیں یہ بھی نہ دوں گا، تم اپنے بارے میں اللہ کے کئے ہوئے فیصلہ سے آگے نہیں جاسکتے، اگر تم نے پیٹھ پھیری تو اللہ تمہیں توڑ دے گا۔

اللہ کی قسم! میں تمہیں وہی شخص سمجھتا ہوں جسے مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے اور یہ ثابت بن قیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں جو تمہیں میری طرف سے جواب دیں گے۔ (فتح الباری)

مسیلمہ کذاب جب یمامہ واپس گیا تو مرتد ہوگیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اپنی طرف سے باتیں گھڑنے لگا، اس نے زنا اور شراب کو حلال قرار دے دیا، بہت سے لوگوں نے اس کو نبی تسلیم کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کو اتنا بڑھا دیا کہ وہ یمامہ کا رحمٰن کہلانے لگا، اس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خط لکھا کہ مجھے اس کام میں آپ کے ساتھ شریک کر لیا گیا ہے آدھی حکومت ہماری ہے اور آدھی قریش کی ۔ (زاد المعاد)

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ابن نوحہ اور ابن اثال مسیلمہ کے قاصد بن کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا! تم دونوں شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، انہوں نے کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، اگر میں کسی قاصد کو قتل کرتا ہوتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ (مسند احمد)

مسیلمہ کذاب نے دس افراد کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا اور ان کے ہاتھ ایک خط بھی بھیجا جس میں تحریر تھا کہ میں آپ (ﷺ) کی نبوت میں (نعوذ باللہ) شریک ہوں نصف دنیا آپ (ﷺ) کی ہے اور نصف میری ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے قاصدوں سے پوچھا کہ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم وہی کہتے ہیں جو مسیلمہ کہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر قاصد کو قتل کرنا منع نہ ہوتا تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔ آپ ﷺ نے اس کے خط کے جواب میں لکھا۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو

اما بعد! زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور انجام کار یقینی متقیوں کے لئے ہے جو ہدایت کی پیروی کرے اس کو سلام۔

(تاریخ طبری: ۳/۳۸۶، ۳۸۷)

مسیلمہ کذاب کا رسول اللہ ﷺ کے قاصد کے ساتھ سلوک

رسول اللہ ﷺ کے قاصد حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ تھے آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب مازنیہ رضی اللہ عنہا تھا۔ جب انہوں نے مسیلمہ کذاب کو رسول اللہ ﷺ کا خط دیا تو اس نے ان سے کہا!

کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔

انہوں نے فرمایا! ہاں

پھر اس نے کہا! کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں بہرا ہوں سنتا نہیں

مسیلمہ کذاب بار بار یہی دہراتا رہا اور آپ رضی اللہ عنہ وہی جواب دیتے رہے۔

ہر مرتبہ ان کے انکار پر ان کا ایک عضو کاٹ دیتا تھا۔ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ صبر و استقامت کے پہاڑ بنے رہے یہاں تک کہ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے اور آپ نے جام شہادت نوش فرمالیا۔

(اسد الغالبۃ: ۱۰۴۹)

رسول اللہ ﷺ کے سمجھانے کے باوجود مسیلمہ کذاب دعویٰ نبوت پر قائم رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اس پر ایمان لانے والوں کی تعداد بڑھتی گئی اور اس کی گمراہی کا کام یہاں تک پہنچ گئے کہ اس پر ایک لاکھ سے زیادہ افراد ایمان لے آئے۔ مسیلمہ کذاب جادو اور شعبدہ بازی کا فن جانتا تھا جس سے وہ لوگوں کو اپنے جال میں پھنساتا تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کے خاتمہ کے لئے گیارہ لشکر تیار کئے تھے کیونکہ مسیلمہ کذاب بہت طاقت پکڑ چکا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر بھیجا، ان کے پیچھے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا گیا پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک دستہ دے کر ان کی مدد کو بھیجا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خط حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام:

امابعد!

تمہارے پیغام رساں کے ذریعہ تمہارا خط مجھے ملا، جس میں معرکہ بزاخہ میں اللہ کی فتح و نصرت کا تم نے ذکر کیا

ہے اور بنو اسد اور غطفان کے ساتھ جو معاملہ تم نے کیا وہ درج ہے اور تم نے تحریر کیا کہ میں یمامہ کا رخ کر رہا ہوں۔ تمہیں میری یہ وصیت ہے کہ **اللّٰہ واحد لا شریک لہ** کا تقویٰ اختیار کرو اور تمہارے ساتھ جو مسلمان ہیں ان کے ساتھ نرمی برتو۔ ان کے ساتھ باپ کی طرح پیش آؤ۔ اے خالد! خبردار! تم اپنے قبیلہ بنی مغیرہ کی نخوت وغرور سے بچنا۔ میں نے تمہارے متعلق ان کی بات نہیں مانی جن کی بات میں کبھی نہیں ٹالتا۔ لہٰذا جب تم بنی حنیفہ سے مقابلہ میں اترو تو ہوشیار رہنا۔

یاد رکھو! بنو حنیفہ کی طرح اب تک کسی سے تمہارا سابقہ نہیں پڑا ہے۔ وہ سب کے سب تمہارے خلاف ہیں اور ان کا ملک بہت وسیع ہے لہٰذا جب تم وہاں پہنچو تو فوج کی کمان تم خود سنبھالنا۔ میمنہ پر ایک شخص اور میسرہ پر ایک شخص کو اور شہسواروں پر ایک شخص کو مقرر کرنا۔ اکابرین صحابہ اور مہاجرین وانصار میں سے جو تمہارے ساتھ ہیں ان سے برابر مشورے لیتے رہنا اور ان کے فضل اور مقام کی قدر کرنا۔ پوری تیاری کے ساتھ میدان جنگ میں جب دشمن سامنے آئے ان پر ٹوٹ پڑو۔ تیر کے مقابلہ میں تیر، نیزے کے مقابلہ میں نیزہ، تلوار کے مقابلہ میں تلوار، اور ان کے قیدیوں کو تلواروں پر اٹھا لو۔ قتل کے ذریعہ ان میں خوف وہراس پیدا کردو، ان کو آگ میں جھونک دو، خبردار! میری حکم عدولی نہ کرنا۔ والسلام علیک

(حروب الردۃ: شوقی ابوخلیل ۷۸،۷۹)(مجموعہ الوثائق السیاسیۃ: ۳۴۸)

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا ایک اور خط جو انہوں نے حضرت خالد بن ولید ؓ کو لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

خلیفۃ الرسول ابوبکر ؓ کی طرف سے خالد بن ولید ؓ کے نام!

اپنے تمام معاملات میں خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی جان لڑا دو اور پوری طاقت کے ساتھ ان لوگوں کا صفایا کرو جنہوں نے اسلام سے روگردانی کی ہے اور شیطانی آرزؤں کو اپنے دل میں بسایا ہے۔ ان کی سرکوبی سے پہلے ان کو دوبارہ اسلام میں آنے کا موقع دو۔ اسلام نے ان کو جو حقوق دئے ہیں اور ان کے بدلے میں ان پر جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں ان کو ان سے آگاہ کرو اور سچے دل سے ان کی ہدایت کی کوشش کرو۔ جو لوگ دعوت کو قبول کرلیں کالے ہوں یا گورے ان کا اسلام تسلیم کرو۔ جس کو اسلام کی دعوت دو اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اگر سرکشی پر اڑے رہیں تو تلوار سے کام لو۔ تمہاری لڑائی صرف ایسے لوگوں سے ہے جو اللہ پر ایمان لانے کے بجائے کفر اختیار کریں۔ جو لوگ اپنے اسلام کا اعلانیہ اقرار کریں ان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کرو (جو لوگ دل سے مسلمان نہ

ہوں) اللہ خود ان کا مواخذہ کرے گا۔ جو باغی کلمہ پڑھنے پر آمادہ نہ ہوں تو مہاجرین وانصار کو لے کر ان سے لڑو۔ وہ جہاں ہوں اور جہاں کہیں بھی بھاگ کر جائیں ان میں سے جن پر قابو پالو تو ان کو قتل کر دو اور کسی سے کلمۂ شہادت کے سوا اور کچھ قبول نہ کرو۔

تمہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ یمامہ کی طرف پیش قدمی کرو اور پہلے بنو حنیفہ اور ان کے کذاب مسیلمہ سے لڑو۔ لیکن لڑنے سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کر لیں تو ان کا اسلام قبول کر لو اور مجھے اطلاع کرو۔ اگر وہ کفر سے باز نہ آئیں اور اپنے کذاب مسیلمہ کی پیروی ترک نہ کریں تو دوسرے مسلمانوں کو ساتھ لے کر ان سے سخت لڑائی لڑو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ اسلام کی مدد کرے گا اور اس کو سب دینوں پر غالب کرے گا۔ جیسا کہ اس نے قرآن میں وعدہ کیا ہے کافروں کو یہ بات خواہ کتنی ہی ناپسند ہو۔ اگر اللہ اپنے فضل سے تمہیں بنو حنیفہ پر فتح دے دے تو ان کو قتل اور تباہی کی سزا دو۔ مال غنیمت کا خمس مجھے بھیج دو اور باقی مسلمانوں میں تقسیم کر دو۔ یہاں خمس کو میں اسلامی قانون کے تحت استعمال کروں گا۔

تم کو تاکید کی جاتی ہے کہ اپنے ساتھیوں سے اختلاف رائے کو راہ نہ پانے دو جس سے ان میں کمزوری پیدا ہو۔ عجلت میں کوئی غلط قدم نہ اٹھاؤ۔ اس بات کا خیال رکھو کہ تمہارے لشکر میں ایسے لوگ نہ شامل ہونے پائیں جن کے بارے میں تمہیں پوری واقفیت نہ ہو کہ وہ کون لوگ ہیں کس قبیلہ سے ان کا تعلق ہے اور تمہارے لشکر میں شامل ہونے کے ان کے کیا مقاصد ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ تمہارے لشکر میں ایسے بدّو اور گنوار عرب نہ شامل ہو جائیں جو نہ تو مسلمان ہوں اور نہ تمہارے دوست اور خیر خواہ۔ بلکہ تمہارے لشکر میں شامل ہونے سے ان کا مقصد اپنے دشمنوں سے محفوظ ہونا ہو۔ قیام اور کوچ ہر حال میں مسلمانوں کے ساتھ اخلاق و محبت سے پیش آؤ اور ان کی ضرورتوں اور دکھ درد کا خیال رکھو۔ کوچ کے وقت فوج کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے دور نہ رکھو۔ میں تمہیں انصار کے ساتھ بطور خاص حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں۔ انہوں نے اسلام کی شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید فرمائی تھی۔ ان میں سے جو اچھے ہوں ان کی بات مانو اور جو تلخ اور تند مزاج ہوں ان سے درگزر کرو یہی رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔

والسلام

حضرت خالد بن ولید ؓ حضرت عکرمہ ؓ، حضرت شرجیل ؓ سے ملے۔ مقدمۃ الجیش پر حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ

کو مقرر کیا۔ میمنہ پر حضرت زید بن خطابؓ اور میسرہ پر ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ ؓ کو مقرر کیا۔ دشمن کی فوج کے ساتھ زبردست معرکے ہوئے دونوں طرف سے بہت جانی نقصان ہوا۔ مسیلمہ کذاب کی طرف سے بیس ہزار سے زیادہ افراد مارے گئے اور مسلمان شہداء کی تعداد بھی تقریباً بارہ ہزار تھی۔ تین سو ستر مہاجرین، تین سو انصاری اور باقی دیگر قبائل کے لوگ تھے۔ ان شہداء میں تین سو ستر صحابہ کرام ؓ قرآن کریم کے حافظ تھے۔ اس لڑائی میں مسیلمہ کذاب کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر **حديقة الموت** میں چھپ گیا۔ مسلمانوں نے اس کا پیچھا کیا اور باغ میں شدید جنگ ہوئی۔

حضرت وحشی ؓ نے مسیلمہ کذاب پر حربہ پھینکا جو اس کے سینہ میں اتر گیا اور پشت کی طرف سے نکل گیا۔ اس کا قاتل وہی وحشی تھا جس نے حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کیا تھا اس طرح اب وہ حضرت وحشی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہو گئے تھے۔ مسیلمہ کذاب جیسے ہی گرا تو ایک انصاری مسلمان نے تلوار سے وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ مسیلمہ کی بیوی سجاح جو کہ خود بھی نبوت کی دعویدار تھی بھاگ کے بصرہ میں چھپ گئی اور روپوشی کے عالم میں کچھ دنوں بعد مر گئی۔ اس طرح مسیلمہ کذاب کے فتنہ کا مکمل صفایا ہو گیا۔ جنگِ یمامہ 12ھ ہجری میں حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ (تاریخ طبری)

حضرت ابو بکر صدیق ؓ کا خط حضرت خالد بن ولید کے نام:

مسلمانوں کو اپنے وطن واپس جانے کی اجازت دے دو۔ ہاں اگر کوئی مجاہد خوشی سے تمہارے ساتھ رہنا چاہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو اپنے ساتھ رہنے پر مجبور نہ کرو اور اپنی کسی جنگ میں ایسے شخص سے فوجی خدمت نہ لو جو برضا و رغبت اس کے لئے تیار نہ ہو۔ تمہارے قریب بنو بکر بن وائل، بنو قیس اور بنو تمیم کے جو قبائل آباد ہیں ان کو یمامہ کی مفتوحہ زمین کی کاشت پر آمادہ کرو۔ مفتوحہ علاقوں کی اراضی سرکاری ملکیت ہے اور جو شخص اس اراضی کا کوئی حصہ کاشت کرے گا وہ اس کی ملکیت ہو جائے گی۔ لیکن جس علاقے کے باشندے بغیر لڑے اسلام قبول کر لیں تو زمین کی ملکیت انہیں دی جائے گی۔

والسلام

حضرت ابو بکر صدیق ؓ یمامہ کی خبروں کے برابر منتظر رہتے اور آپ ؓ کو حضرت خالد بن ولید ؓ کے خبر رساں کا انتظار رہتا تھا۔ ایک روز آپ ؓ شام کے وقت مہاجر و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ حرہ کی طرف نکلے، وہاں حضرت خالد

بن ولید ؓ کے قاصد ابوخیثمہ نجاری ؓ سے ملاقات ہوگئی۔ جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ان کو دیکھا تو ان سے دریافت کیا۔ پیچھے کی کیا خبریں ہیں؟

انہوں نے عرض کیا! خیر ہے یا خلیفۃ الرسول! اللہ تعالیٰ نے یمامہ پر فتح نصیب فرمائی ہے اور یہ لیجئے خالد بن ولید ؓ کا خط ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ فوراً سجدہ شکر بجالائے اور فرمایا! مجھے معرکہ کی کیفیت بیان کرو، کیسے ہوا۔

ابوخیثمہ ؓ نے معرکہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ حضرت خالد ؓ نے کیا حکمت عملی اختیار کی اور کس طرح فوج کی صف بندی کی اور کون کون سے صحابی شہید ہوئے۔

جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے کچھ نامور صحابہ کرام ؓ کے نام:

- ثابت بن قیس بن شماس ؓ
- زید بن خطاب ؓ
- معن بن عدی بلوی ؓ
- عبداللہ بن سہیل بن عمرو ؓ
- ابودجانہ سماک بن خرشہ ؓ
- عباد بن بشر ؓ
- طفیل بن عمرو الدوسی الازدی ؓ

اسود عنسی کا خاتمہ

اسود عنسی کا اصل نام عبہلہ بن کعب تھا، ذوالحمار اس کی کنیت تھی۔ ہمیشہ عمامہ باندھے رہتا اور چادر ڈالے رکھتا تھا، ایک کاہن اور شعبدہ باز شخص تھا اور بڑی بلیغ تقریر کرتا تھا۔ جادو کے زور پر لوگوں کو اپنی طرف راغب کرتا تھا۔ لوگوں کو متاثر کرنے کے لئے بے دریغ مال خرچ کرتا تھا۔ چہرے پر سیاہ پن تھا اس لئے اسود عنسی کے نام سے مشہور ہوا۔ بڑے ڈیل ڈول، قوت اور شجاعت کا مالک تھا۔ یمن کے بادشاہ بازاں صنعانی (تاریخ طبری میں بازاں کا نام بازام رضی اللہ عنہ لکھا ہے) جس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے یمن کا بادشاہ تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اسود عنسی نے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر لیا اور ملک پر قابض ہو گیا اور زبردستی بازاں کی بیوی سے خود نکاح کر لیا۔ اسود عنسی نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اپنے آپ کو مسیلمہ کذاب کی طرح "رحمان الیمن" کہلانے لگا۔ یہ کہتا تھا کہ محمد ﷺ بھی نبی ہیں اور میں بھی نبی ہوں اور میرے پاس دو فرشتے وحی لاتے ہیں جن کے نام سحیق اور دوسرے کا نام شفیق یا شریق ہے۔ شروع میں اس نے اپنی دعوت کو پوشیدہ رکھا اور اپنے لوگوں کو اپنے ساتھ خفیہ طور پر شامل کرتا رہا پھر اچانک اعلان کر دیا۔ سب سے پہلے اس پر ایمان لانے والے اسی کے قبیلہ عنس کے نوجوان تھے۔ پھر اس نے قبیلہ مذلج کے سرداروں سے خط و کتابت کی اور ان کو اپنے پھندے میں پھنسایا۔ اسی طرح اس نے اہل نجران میں سے بنو حارث بن کعب سے خط و کتابت کی جو اس وقت مسلمان تھے۔ اس کو اپنے پاس بلایا انہوں نے اس کی پیروی اختیار کر لی کیونکہ اس نے مجبوری میں اسلام قبول کیا تھا۔ اسی طرح زبید، اود، مسلیہ اور حکم بن سعد عشیرہ کے کچھ لوگ اس کے تابع ہو گئے۔ یہ کچھ دن نجران میں رہا اور اپنی طاقت کو مضبوط کیا۔ پھر اس کے ساتھ عمرو بن معدی کرب الزبیدی اور قیس بن مکشوح المرادی بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس نے فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ کو مراد سے اور عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو نجران سے نکال دیا۔ پھر چھ یا سات سو شہسوار لے کر صنعاء پر قبضہ کرنے کے لئے نکل پڑا۔ اس کے ساتھ زیادہ تر بنو حارث اور عنس کے لوگ تھے۔

(تاریخ الردۃ للکلاعی: ۱۵۱، ۱۵۲)

اس وقت صنعاء کے عامل شہر بن بازان الفارسی تھے، جو اپنے والد کے ساتھ صنعاء کے باہر شعوب کے علاقے میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ دونوں کے درمیان سخت جنگ ہوئی جس کے نتیجہ میں شہر بن بازان شہید ہو گئے اور اسود عنسی صنعاء پر قابض ہو گیا۔ اپنے قابض ہونے کے پچیس دن بعد یہ قصر غمدان پہنچا اور اسلام پر قائم رہنے والوں کو سزائیں دینے

لگا۔ نعمان نامی ایک مسلمان کو پکڑ کران کا ایک ایک عضو کر کے کاٹ دیا۔ جس کی وجہ سے وہاں موجود کمزور مسلمانوں نے اپنے اسلام کو چھپا کے بظاہر اس کا اقرار کرلیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس فتنہ کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے مہم روانہ کی اور یہ حضرت فیروز دیلمیؓ اور قیس بن مکشوح المرادی (قیس۔ اسود عنسی کا ساتھی تھا اور اس سے اختلاف ہو گیا تھا) کے ہاتھوں نشہ کی حالت میں جہنم واصل ہوا۔ اس طرح اس جھوٹے مدعی نبوت کا خاتمہ ہوا۔ (تاریخ طبری، معارج النبوۃ)

حضرت ابومسلم خولانیؓ کی کرامت

جب اسود عنسی کا یمن میں غلبہ ہوا تو اس نے ابومسلم خولانیؒ کو بلایا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان سے کہا! کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

ابومسلم نے کہا! میں نہیں سنتا ہوں

پھر اس نے کہا! کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں؟ ابومسلم نے کہا! ہاں بار بار وہ ان سے یہی سوالات کرتا رہا اور ابومسلم اپنا وہی جواب دہراتے رہے۔ اسود نے حکم دیا کہ ان کو ایک بڑی آگ میں ڈال دیا جائے۔ ان کو جب آگ میں ڈالا گیا تو آگ نے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

اسود سے لوگوں نے کہا کہ اس کو جلاوطن کر دیا جائے۔ ورنہ یہ آپ کے ماننے والوں کو خراب کرے گا۔ آپؒ کو مدینہ چلے جانے کا حکم دیا گیا۔ آپ جب وہاں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو چکا تھا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنائے جا چکے تھے۔ آپ نے مسجد نبوی کے دروازے پر اونٹنی بٹھائی اور مسجد میں داخل ہوئے اور ایک ستون کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ آپ کو حضرت عمرؓ نے دیکھا اور آپ سے پوچھا۔

آپ کا تعلق کہاں سے ہے۔

انہوں نے کہا! یمن سے

حضرت عمرؓ نے فرمایا! ان کا کیا حال ہے جنہیں کذاب یمن نے آگ میں ڈال دیا تھا۔

انہوں نے کہا! کہ وہ عبداللہ بن ثوب ہیں

حضرت عمرؓ نے فرمایا! میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کیا وہ آپ ہی ہیں۔

ابو مسلم نے کہا! ہاں

حضرت عمر فاروق ؓ نے ان کو گلے سے لگالیا اور رو پڑے پھر ان کو لے جا کے اپنے اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے درمیان بٹھا دیا اور فرمایا! الحمد للہ۔ اللہ کا بڑا شکر ہے کہ اس نے مرنے سے پہلے مجھے امت محمدیہ (ﷺ) میں سے ایسے فرد کو دکھایا جس کے ساتھ وہی فعل دوہرایا گیا جو ابراہیم خلیل علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا تھا۔

(اسد الغابۃ: ۳۰۴/۶، ۶۲۴۷، الاستیجاب: ۱۷۵۸/۴)

تہامہ یمن میں ارتداد

تہامہ یمن میں ارتداد کی تحریک کو حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی طرف سے بغیر کسی قابل ذکر کوشش کے کچل دیا گیا۔ تہامہ کے مسروق عکی جیسے مسلمان مجاہدوں نے یہ ذمہ داریاں سنبھالیں اور قبیلہ عک کے ساتھ مرتدین سے قتال کیا۔ تہامہ کے مرتدین کو کچلنے میں سرفہرست طاہر بن ابی ہالہ ؓ تھے جو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تہامہ کے حصہ کے گورنر تھے جو قبیلہ عک اور اشعریوں کا وطن تھا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے عکاشہ بن ثور کو حکم دیا کہ وہ تہامہ میں ٹھہریں اور وہاں کے باشندوں کو اپنے ساتھ ملائیں اور اگلے حکم کا انتظار کریں۔ اور بجیلہ کے پاس حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے جریر بن عبداللہ بجلی ؓ کو واپس بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ اپنی قوم کے مضبوط مسلمانوں کو لے کر اسلام سے مرتد ہونے والوں سے جنگ کریں اور پھر خثعم کے پاس پہنچیں اور ان کے مرتدین سے جنگ کریں۔

جریر ؓ اپنی مہم پر روانہ ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے جو حکم دیا تھا اس کو پورا کیا۔ تھوڑے سے افراد کے علاوہ ان کے مقابلہ میں کوئی نہیں آیا۔ آپ ؓ نے ان کو قتل کر دیا اور جو قتل ہونے سے بچ گیا وہ بھاگ گئے۔ نجران میں حارث بن کعب کے کچھ لوگوں نے اسود عنسی کی پیروی اختیار کی اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تردد کا شکار رہے۔ ان سے مقابلہ کرنے کے لئے مسروق عکی نکلے۔ پہلے انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ بغیر کسی جنگ کے مسلمان ہو گئے۔ پھر ان کی اصلاح کے لئے مسروق عکی وہاں ہی ٹھہر گئے اور جب مہاجر بن ابی امیہ ؓ وہاں پہنچے تو نجران کی حالت بالکل ٹھیک ہو چکی تھی۔

(الیمن فی صدر الاسلام: ۲۷۷، تاریخ طبری: ۱۴۲/۴)

طلیحہ بن خویلد

طلیحہ بن خویلد (بن نوفل بن نصلہ الاسدی) نے بھی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس کا تعلق قبیلہ بنو اسد سے تھا۔ یہ 9 ھ میں " عام الوفود " میں اپنی قوم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور رسول اللہ ﷺ پر احسان جتلانے لگا کہ ہم خود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور اسلام قبول کرتے ہیں۔ اس پر قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم
بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ O

(سورۃ الحجرات۔ 17)

یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہوگئے ہیں کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو
بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا رستہ دکھایا بشرطیکہ تم سچے (مسلمان) ہو۔

جب یہ اپنے علاقے میں واپس گیا تو مرتد ہوگیا اور خود نبوت کا دعویٰ کرنے لگا۔ یہ شخص غرور کا شکار ہوگیا، اس کا فتنہ بہت زور پکڑ گیا اور اس نے بہت طاقت حاصل کرلی۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے حضرت ضرار بن ازور اسدیؓ کو اس کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بھیجا لیکن یہ اتنا طاقت ور ہوگیا تھا کہ ان کے قابو میں نہیں آیا۔ بنو اسد، بنو ہوازن اور بنو غطفان اس کی حمایت کررہے تھے۔ بعد میں بنو عبس، بنو عمار، بنو طے اور بنو ذبیان بھی ان کے ساتھ شامل ہوکر بزاخہ میں جمع ہوگئے۔ طلیحہ نے بنی جدیلہ اور غوث کو کہلوایا کہ تم بھی فوراً میرے پاس آ جاؤ۔ ان قبائل کے کچھ لوگ تو فوراً اس کے پاس پہنچ گئے اور اپنی قوم کو ہدایت کی کہ وہ بھی ان سے آکر مل جائیں اور وہ بھی بعد میں طلیحہ کے پاس آگئے۔

مدینہ کے شمال، شمال مغرب اور شمال مشرق کے تقریباً بارہ قبائل جو کہ طلیحہ کے زیر اثر تھے۔ انہوں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے شام کی مہم پر روانہ ہوتے ہی مدینہ منورہ کا گھیراؤ کرلیا۔ یہ دو حصوں میں تقسیم ہوگئے ایک گروہ جن میں بنو اسد قبیلہ کے لوگ بھی شامل تھے ان کی قیادت طلیحہ کی طرف سے حبّال کررہا تھا۔ یہ مدینہ سے سات میل دور مقام ذوالقصہ میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ دوسرا گروہ جس میں عبس اور ذبیان قبیلے شامل تھے۔ ذوالقصہ کے پیچھے مغرب کی طرف ابرق

کی چراہگاہوں میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ان کا ایک وفد مدینہ آیا اور صحابہ کرامؓ سے ملا اور کہا کہ اپنے خلیفہ سے سفارش کیجئے کہ ہم نماز پڑھیں گے لیکن زکوۃ نہیں دیں گے اس کی اجازت دلائیے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جو نہایت نرم طبیعت کے مالک تھے وہ اس معاملہ میں کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ میں اونٹ باندھنے کی ایک رسی کے لئے بھی ان سے جہاد کروں گا جو یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دیتے تھے اور اب اس کا انکار کر رہے ہیں۔ وفد واپس لوٹ گیا اس نے اپنی قوم کو بتایا کہ مدینہ میں نہ فوج ہے اور نہ ہتھیار یہ حملہ کرنے کا بہترین وقت ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی ذوالقصہ کی مہم پر روانگی

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ پہلے اکناف کے مقام پر قبیلہ طے سے مقابلہ شروع کریں پھر بزاخہ جائیں اور وہاں سے بطاح جائیں اور دشمنوں سے نمٹنے کے بعد جب تک کوئی نئے احکامات نہ ملیں کوئی دوسری کاروائی نہ کریں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو یہ بھی بتادیا کہ وہ خیبر کی طرف جارہے ہیں اور وہاں سے بنوسلمیٰ کے علاقے پر خالد بن ولیدؓ سے ملیں گے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ بزاخہ پہنچے پھر وہاں سے راستہ کاٹ کر اجا کی طرف روانہ ہوئے اور لوگوں پر یہ ظاہر کیا کہ آپؓ خیبر کی طرف جارہے ہیں اور پھر وہاں سے ان کی طرف پلٹیں گے اس خیال سے بنوطے کے لوگ اپنی جگہ رکے رہے اور طلیحہ کی طرف نہیں گئے۔

دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عدیؓ سے کہا کہ تم فوراً اپنی قوم کے پاس جاؤ ایسا نہ ہو کہ اس ہنگامے میں وہ برباد ہوجائیں۔ عدیؓ اپنی قوم کے پاس آئے اور انہیں ذردہ اور غارب میں روک لیا۔ عدی نے ان کو اسلام پر واپس آنے کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا کہ ہم ابوالفضل (یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ) کی ہرگز بیعت نہیں کریں گے۔

عدیؓ نے کہا کہ تمہارے مقابلہ میں ایسی فوج آرہی ہے کہ وہ گھر برباد کردیں گے۔ اگر تم میری بات نہیں مانتے تو جاؤ اس شخص سے نمٹ لو۔ بنوطے کے لوگوں نے عدی سے کہا کہ ٹھیک ہے تم ان سے جاکر ملو اور ان کو ہم پر حملہ کرنے سے روکو۔ اس دوران ہم اپنی قوم کے لوگوں کو بزاخہ سے واپس بلا لیتے ہیں۔ یہ بات اس لئے ضروری ہے کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ اب اگر ہم طلیحہ کی مخالفت کریں گے جبکہ ہمارے لوگ ان کے قبضہ میں ہیں تو وہ یا تو ان کو قتل کردیں گے یا یرغمال کی حیثیت سے قیدی بنالیں گے۔ (تاریخ طبری: ج۲ح۲ص۴۸۳)

عدیؓ کی خالد بن ولیدؓ کے پاس قوم کی سفارش:

عدیؓ خالد بن ولیدؓ کے پاس آئے اس وقت خالدؓ سنخ کے مقام پر تھے۔ عدی نے خالدؓ سے درخواست کی کہ مجھے تین دن دے دیں کہ میری قوم کی طرف کاروائی شروع نہ کریں۔ پانچ سو جنگجو تمہارے ساتھ ہو جائیں گے جن کے ساتھ مل کر تم دشمنوں کا مقابلہ کرو۔ خالدؓ نے اس کی تجویز مان لی۔ عدی اپنی قوم کے پاس واپس آئے اس سے پہلے وہ بزاخہ سے اپنے لوگ واپس بلانے کے لئے آدمی بھیج چکے تھے۔ ان سب کو اسلام کی دعوت دی اور انہیں اسلام لانے پر قائل کرلیا۔ ان کے مسلمان ہونے کی اطلاع حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھجوادی گئی۔ خالدؓ نے جدیلہ کے مقابلہ کے خیال سے النسر کی طرف کوچ کیا۔ عدی نے ان سے کہا کہ طے کی مثال ایک پرندہ کی سی ہے جدیلہ طے کے دو بازوں میں سے ایک ہے۔ آپؓ مجھے چند دنوں کی مہلت دیں میں ان کو بھی راہ راست پر لے آؤں گا۔ عدی جدیلہ کے پاس آئے وہ شروع میں انکار کرتا رہا لیکن عدی کی مسلسل کوششوں کی وجہ سے وہ قائل ہوگیا۔ اس کے اسلام لانے کی خوشخبری عدی نے خالد بن ولیدؓ کو دی۔ اس قبیلہ کے ایک ہزار اونٹ سوار اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے مسلمانوں کے پاس آگئے۔ اس طرح عدیؓ سے زیادہ بابرکت اور سعادت مند شخص بنو طے میں میں کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا۔

(تاریخ طبری: ج ۲ ح ۲ ص ۴۸۴)

بنو اسد اور بنو فزارہ سے مقابلہ

سعد بن مجاہدؒ نے اپنی قوم کے بزرگوں کے حوالے سے روایت کی ہے کہ انہوں نے خالدؓ سے کہا کہ ہم قیس سے نمٹ لیتے ہیں اور بنی اسد ہمارے حلیف ہیں ہم ان سے نہیں لڑیں گے۔ خالدؓ نے کہا کہ قیس بھی کچھ کم طاقتور نہیں لہٰذا دونوں قبیلوں میں جس کی طرف جانا چاہو جاؤ۔ اس پر عدیؓ نے کہا کہ اگر اسلام میری قوم میں سے میرے قریب تر خاندان نے بھی چھوڑا ہوتا تو میں ان سے جہاد کرتا۔ محض اس وجہ سے کہ بنی اسد ہمارے حلیف ہیں ہم ان سے نہ لڑیں میں اسے ٹھیک نہیں سمجھتا۔ خالدؓ نے کہا کہ دونوں فریق سے جنگ کرنا جہاد فی سبیل اللہ ہے لہٰذا اس معاملہ میں تم اپنے قبیلے کے لوگوں کی مخالفت مت کرو اور کسی ایک فریق کے مقابلہ کے لئے چلے جاؤ جس سے لڑنے کا وہ زیادہ شوق رکھتے ہو۔

(تاریخ طبری: ج ۲ ح ۲ ص ۴۸۶)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حکمت عملی

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفد کے جاتے ہی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں، آ نے جانے والے رستوں پر چار صحابی حضرت علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ،اور عبداللہ بن مسعودؓ کی قیادت میں مورچے بٹھا دئے اور اہل مدینہ کو جمع کر کے ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ تین دن بعد دشمنوں نے حملہ کر دیا۔ چاروں صحابی اپنے مورچوں میں ڈٹے ہوئے مقابلہ کرتے رہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مزید مدد کے لئے کہلایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ڈٹے رہو میں مزید مدد بھیج رہا ہوں۔ مدینہ میں نہ گھوڑے تھے، نہ تیز رفتار اونٹ جو کچھ بھی موجود تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ جلدی جلدی ان کو لے کر نکلے اور زبردست لڑائی ہوئے۔

دشمن نے ایک چال چلی جس سے مسلمانوں کی اونٹنیاں بدک گئیں لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بڑی مہارت سے ان کو سنبھال لیا اور دشمن پر بھرپور حملہ کیا جس سے ان کے قدم اکھڑ گئے اور ان کا سردار حبّال جو جنگ کی قیادت کر رہا تھا کہ مارا گیا۔ ان کی فوج نے فرار ہونا شروع کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کا تعاقب کیا وہ ذوالقصہ اپنے کیمپ پہنچے، وہاں تک حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کا پیچھا کیا وہ وہاں سے بھی تتر بتر ہو گئے۔ اس فتح سے مسلمانوں کی عزت بحال ہوئی اور دشمن پر بھی رعب بیٹھ گیا۔ دشمن سے مقابلہ نہ ہو سکا تو انہوں نے واپس جا کر اپنے علاقوں کے مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس کی خبر پہنچی تو انہیں بہت غصہ آیا اسی وقت انہوں نے ایک فوج ان کے مقابلہ کے لئے تیار کی اتفاق سے انہی دنوں حضرت اسامہ بن زیدؓ کا لشکر کامیابی حاصل کر کے واپس آ گیا تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو بھی اس لشکر میں شامل کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خود لشکر کی قیادت کرتے ہوئے ذوالقصہ پہنچے، وہاں سے ربدہ کے گاؤں کا رخ کیا جس کے پاس قبیلہ مرّہ، ثعلبہ، عبس اور ذبیان کے لوگ جمع تھے وہاں لڑائی ہوئی اور دشمنوں کو شکست ہوئی اور وہ وہاں سے بھاگ گئے اور ان چراہ گاہوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آگے بڑھ کر ان کا پیچھا کرنا چاہتے تھے لیکن صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مزید آگے جانا مناسب نہیں سمجھا اور ان کو مدینہ واپس بھیج دیا۔ باقی فوج ان کے مقابلہ کے لئے وہاں ٹھہری رہی۔

ایک روایت میں ہے کہ ضرار بن ازورؓ نے جس وقت طلیحہ اسدی کی اپنی قوت اکٹھا کرنے کی خبر دی تو ضرار کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے زیادہ کسی کو جنگی عزم سے زیادہ پُر نہیں دیکھا۔ ہم آپؓ کو دشمن کے اکٹھے ہونے کی خبر دیتے اور آپؓ کی کیفیت یہ ہوتی کہ گویا ہم آپؓ کو آپؓ کے حق میں خیر کی خبر دے رہے

ہیں۔ (تاریخ الاسلامی للحمیدی : ۹/۷۸)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ طلیحہ بن خویلد کہتا تھا کہ میرے پاس جبرائیل (علیہ اسلام) وحی لے کر آتے ہیں۔ اس نے نماز میں سے سجدوں کو خارج کر دیا تھا۔ لوگ اس کی باتوں میں اس طرح آئے کہ ایک دفعہ یہ اپنی قوم کے ساتھ سفر کر رہا تھا کہ راستہ میں پانی ختم ہو گیا اور لوگ پیاس سے پریشان ہو گئے۔ اس نے کہا کہ میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ میں تمہیں پانی تک پہنچا دوں گا اور کچھ دور آگے اتفاق سے پانی مل گیا تو لوگ اس کے معتقد ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو اس کے جھوٹے دعویٰ کی خبر ہوئی تو اس سے نپٹنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا جس کا امیر حضرت خالد بن ولید ؓ کو بنایا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ لشکر لے کر چلے اور قبیلہ طے پہنچے اور اپنی جنگی حکمت عملی کے ساتھ آس پاس کے قبائل کو اپنے ساتھ ملایا اور اس کے سر پر جا پہنچے۔ طلیحہ کے لشکر کا سردار عینیہ بن حصین فزاری تھا اور خود طلیحہ دوران جنگ ایک خیمہ میں سر پر چادر ڈال کر بیٹھا کہ مجھ پر وحی نازل ہونے والی ہے۔ جنگ کے دوران مسلمانوں کی زبردست طاقت کو دیکھ کر عینیہ فوراً طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ تیرے پاس جبرائیل (علیہ اسلام) وحی لے کر آئے۔ طلیحہ نے کہا کہ ابھی نہیں۔ اسی طرح عینیہ نے دو مرتبہ آکر پوچھا طلیحہ نے ہر دفعہ یہی کہا کہ ابھی نہیں۔ جب مسلمانوں کے لشکر نے ان کا محاصرہ کر لیا تو عینیہ تیسری مرتبہ طلیحہ کے پاس آیا اور گھبراہٹ کے عالم میں پوچھا کہ اب بھی جبرائیل (علیہ اسلام) کوئی وحی لے کر آئے کہ نہیں۔ طلیحہ نے کہا کہ ہاں وحی لائے ہیں کہ!

"تیرے پاس بھی ویسی ہی چکی ہے جیسی مسلمانوں کے پاس ہے اور
تیرا ذکر بھی ایسا ہی ہے جسے تو کبھی بھی نہ بھولے گا"

عینیہ جو پہلے ہی گھبرایا ہوا تھا اسے طلیحہ پر غصہ آ رہا تھا اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور چیخ کے بولا۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ جلدی ایسے واقعات پیش آئیں گے جن کو تو کبھی نہ بھولے گا۔ اس کے بعد عینیہ اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ اے گروہ فزارہ! اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ اللہ کی قسم! یہ شخص جھوٹا ہے بھاگ کر اپنی جانیں بچاؤ۔ بنو فزارہ نے جب اپنے امیر کی بات سنی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ طلیحہ کا لشکر بھی منتشر ہو گیا، جو لوگ اس کے پاس رہ گئے وہ بہت پریشان تھے۔ انہوں نے طلیحہ سے پوچھا کہ اب ہمارے لئے کیا حکم ہے۔ طلیحہ نے پہلے ہی اپنے لئے ایک گھوڑے اور اپنی بیوی کے لئے ایک اونٹ کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ جب اس نے یہ صورتحال دیکھی تو دوڑ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اپنے بیوی کو بھی سوار کر کے یہ کہتے ہوئے بھاگا کہ جو کوئی میری طرح اپنے اہل وعیال کو لے کر بھاگ سکتا ہے وہ

بھاگ جائے۔ طلیحہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ عیینہ بن حصین نے مدینہ منورہ جا کر اسلام قبول کرلیا اور جو قبائل مرتد ہو گئے تھے وہ بھی دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ (ابن ہشام، معارج النبوۃ)

نبوت کے دعویداروں میں سے ایک قوت کا خاتمہ ہوا اور عرب کی ایک کثیر تعداد دوبارہ اسلام پر واپس آ گئی۔ بنو بزاخہ کی شکست کے بعد بنو عامر بھی واپس ہوئے کہ جہاں سے نکلے تھے وہاں داخل ہو جائیں گے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان سے ان شرائط پر بیعت لی جن پر اہل بزاخہ، اسد، غطفان اور بنو طے سے ان سے قبل بیعت لی تھی اور انہوں نے اسلام پر واپس آنے کا اعلان کیا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے بنو اسد، غطفان، ہوازن، سلیم اور طے سے یہ شرط لگائی تھی کہ ان لوگوں کو حاضر کر کے دیں گے جنہوں نے مرتد ہونے کی حالت میں مسلمانوں کو نذر آتش کیا تھا، ان کا مثلہ کیا تھا اور ان پر زیادتی کی تھی۔ انہوں نے ان کو حاضر کر دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کے جرم کی سزا کے طور پر قصاص لیتے ہوئے کچھ کو نذر آتش کر دیا، کچھ کو پتھر سے کچل دیا، کچھ کو پہاڑ سے دھکیل کر ختم کر دیا، کچھ کو اندھے کنویں میں الٹا لٹکا دیا اور کچھ کو تیر سے مارا گیا۔ بقرہ بن ہبیرہ اور دوسرے قیدیوں کو دار الخلافہ مدینہ منورہ روانہ کر دیا اور اس کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ایک خط کے ذریعہ حالات سے آگاہ کیا:

بنو عامر اعراض کے بعد واپس آ گئے ہیں اور اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ اس سے کم پر میں کسی سے راضی نہیں ہوا خواہ اس نے مجھ سے جنگ کی یا مصالحت کی ہو کہ ان لوگوں کو میرے پاس لا کر حاضر کریں جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ زیادتیاں کی ہیں۔ پھر ان مجرموں کو میں نے اسی طرح قتل کیا اور آپؓ کے پاس بقرہ اور اس کے ساتھیوں کو بھیج رہا ہوں۔

(تاریخ طبری: ۶۲/۴)

ان قیدیوں میں عیینہ بن حصین بھی تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے سخت جکڑنے کا حکم دیا تاکہ دوسروں کو خوف ہو۔ جب وہ اس کیفیت میں مدینہ میں داخل ہوا تو مدینہ کے بچے اس کا مذاق اڑانے لگے اور ہنستے ہوئے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اسے مکے دکھانے لگے اور کہتے: او اللہ کے دشمن! تو اسلام سے مرتد ہو گیا۔ وہ جواب دیتا کہ میں ایمان لایا ہی نہیں تھا۔ اس کو خلیفۃ الرسولؓ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ آپؓ نے اس کے ساتھ عفو و درگزر کا ایسا برتاؤ کیا کہ وہ اس کی مخالفت نہ کر سکا۔ آپؓ نے اس کے ہاتھ کھولنے کا حکم دیا۔ پھر اس سے توبہ کرائی، عیینہ نے خالص توبہ کا اعلان کیا اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے معذرت پیش کی اور اسلام لایا۔ پھر اچھی طرح اسلام پر کاربند رہا۔

(الصدیق اول الخلفاء: ۸۷)

طلیحہ کا قبول اسلام

طلیحہ مسلمانوں سے جنگ میں شکست کھا کر میدان سے فرار ہو گیا تھا اور جا کر بنو کلب میں چھپ گیا تھا اور بعد پھر اپنے اس دعویٰ باطل سے تائب ہو کر مشرف باسلام ہو گیا تھا۔ یہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات تک وہاں ہی مقیم رہا۔ اس کے اسلام لانے کی وجہ یہ ہوئی کہ اس کو اطلاع ملی کہ بنو اسد، بنو غطفان، اور بنو عامر مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں یہ عمرہ کے لئے مکہ روانہ ہوا اور مدینہ سے گزرا۔ وہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس حاضر ہوا اور ان سے کہا کہ طلیحہ حاضر ہے۔ آپؓ نے کہا کہ اب میں اس کے ساتھ کیا کروں، جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی۔ طلیحہ نے مکہ آ کے عمرہ کیا اور پھر حضرت عمر فاروقؓ کے خلیفہ بننے پر ان کی بیعت کرنے آیا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ تم عکاشہ اور ثابتؓ کے قاتل ہو بخدا میں تمہیں پسند نہیں کرتا۔ طلیحہ نے کہا! امیر المومنین! آپؓ ان دو شخصیات کا غم کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں شہادت کی فضیلت عطا فرمائی اور مجھے ان کے ہاتھوں ذلیل نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے بیعت کر لی اور کہا! اے مکار! کیا تم میں اب بھی کچھ کہانت کی قوت باقی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اب کچھ قوت باقی نہیں رہی۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس واپس آ گیا اور عراق جانے تک وہاں ہی مقیم رہا۔ بعد میں وہ عراق چلا گیا اور حضرت علیؓ کے زمانے میں نہاوند کے مقام پر جہاد کرتا ہوا شہید ہو گیا۔

(تاریخ طبری: ج ۲ ح ۲ ص ۴۹۱)

اہل بزاخہ کا دوبارہ اسلام میں داخل ہونا

اہل بزاخہ نے کہا کہ ہم بھی اس دین میں داخل ہوتے ہیں جس کو ہم نے چھوڑا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان سے بھی انہی شرائط پر بیعت لی جو انہوں نے بنو اسد، غطفان اور طے سے لی تھی۔ ان سب نے اسلام قبول کرنے کی شرط پر اطاعت قبول کر لی۔ حضرت خالدؓ نے ان سے یہ شرط طے کی تھی کہ ان تمام لوگوں کو جنہوں نے ارتداد کے زمانے میں اپنے علاقے کے مسلمانوں کو جلایا تھا اور ان کے جسموں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا اور مظالم کئے تھے ان کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے حوالے کر دیں گے۔ ان قبائل نے اپنے ان تمام لوگوں کو حضرت خالدؓ کے حوالے کر دیا۔

(تاریخ طبری: ج ۲ ح ۲ ص ۴۹۲)

ام زِمل کا واقعہ

طلیحہ کے گمراہ ساتھیوں کی ایک جماعت جس کا تعلق بنوغطفان سے تھا، ظفر کے مقام پر ایک خاتون کے پاس جمع ہوئے۔ جس کا نام ام زِمل سلمٰی بنت مالک بن حذیفہ تھا۔ یہ بھی اپنی ماں ام قرفہ کی طرح عرب کی بااثر خواتین میں سے تھی۔ شرف اور منزلت میں اس کی ماں کی مثال بیان کی جاتی تھی کیونکہ اس کے پاس اولاد کی کثرت تھی۔ اس کا قبیلہ وگھرانہ عزت اور قوت میں مشہور تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ ؓ کو قبیلہ فزارہ کی طرف لڑائی کے لئے بھیجا اور انہیں فتح نصیب ہوئی۔ بنوفزارہ کے بہت سے لوگ مارے گئے ان میں ام قرفہ نامی ایک عورت بھی قتل ہوئی۔ ام زمل اس کی بیٹی تھی، اسے لونڈی بنا لیا گیا اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے حصہ میں آئی۔ آپ ؓ نے اسے آزاد کر دیا۔ اس کو اپنی ماں کی موت کا بہت افسوس تھا اور وہ مسلمانوں سے اپنی ماں کا بدلہ لینا چاہتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دور میں جب فتنہ ارتداد ابھرا تو حضرت خالد بن ولید ؓ نے بزاخہ کے میدان میں مرتدین کو شکست دی تو بچے کچے لوگ ام زمل کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔

جب اس کے پاس کافی لوگ جمع ہو گئے تو اس نے انہیں حضرت خالد بن ولید ؓ کے ساتھ جنگ کرنے پر اکسایا اور وہ تیار ہو گئے۔ بنوسلیم، بنوطے، بنوہوازن اور بنواسد کے لوگ اس کے ساتھ تھے۔ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ یہ بھی اپنی ماں کے اونٹ پر میدان جنگ میں موجود تھی۔ اس اونٹ کی بہت تعریفیں مشہور تھیں، اس اونٹ کو جنگی تربیت دی گئی تھی۔ ام زمل اشتعال انگیز تقریریں کر رہی تھی اور اپنے فوجیوں کو جوش دلا رہی تھی۔ اسے جنگ کرنے کی مہارت حاصل تھی۔ ام زمل کے گرد سو اونٹ اس کی حفاظت کے لئے مامور تھے۔ مسلمان ان پر بھرپور حملے کر رہے تھے۔ ان کا اصل نشانہ ام زمل تھی۔ جنگ میں ان کو حضرت خالد بن ولید ؓ کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ ام زِمل کے اونٹ کو بھی مار دیا اور اس کو بھی۔ اس کے قتل کے بعد اس کے فوجیوں میں بے دلی چھا گئی اور وہ پسپا ہو گئے اور میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔ اس فتح کی خوشخبری مدینہ طیبہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس بھجوادی گئی۔

(البدایہ والنہایہ: ۳۲۳/۶) (الکامل فی التاریخ ج ا ص ۲۱۱)

ابوبکر صدیقؓ کے لشکر

۱۔ لشکر خالد بن ولیدؓ ۔ پہلے بنی اسد، پھر بنی تمیم، اور پھر یمامہ کی طرف۔ مقام بطاح کی طرف مالک بن نویرہ کیلئے

۲۔ لشکر عکرمہ بن ابی جہلؓ۔ بنوحنیفہ میں مسیلمہ کذاب کی طرف، پھر عمان و مہرہ، پھر حضرموت، پھر یمن کی طرف۔

۳۔ لشکر شرجیل بن حسنہؓ۔ پہلے یمامہ عکرمہؓ کے پیچھے، پھر بنوکندہ اور بنوقضاعہ، پھر حضرموت کی طرف

۴۔ لشکر طریفہ بن حاجبؓ یا معن بن مقرنؓ۔ بنوسلیم اور بنوہوازن کی طرف

۵۔ لشکر عمرو بن عاصؓ۔ قضاعہ کی طرف

۶۔ لشکر خالد بن سعید بن عاصؓ۔ حدود شام کی طرف

۷۔ لشکر علاء بن حضرمیؓ۔ بحرین کی طرف

۸۔ لشکر حذیفہ بن محصن غطفانیؓ۔ عمان کی طرف، دَبا کے مرتدین کی طرف

۹۔ لشکر عرفجہ بن ہرثمہؓ۔ مہرہ کی طرف

۱۰۔ لشکر مہاجر بن امیہؓ۔ یمن کی طرف (صنعاء پھر حضرموت)

۱۱۔ لشکر سوید بن مقرنؓ۔ تہامہ یمن کی طرف

(تاریخ طبری: ۳۱۹/۴)

لشکر عدامہ

عمان میں ارتداد کی مہم ختم کرنے کے بعد حضرت عکرمہؓ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے حکم سے اپنے سات سو شہسواروں کے ساتھ مہرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مہرہ میں دو قبائل بنو ازداور بنو سعد رہتے تھے جن میں بیشتر لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ ان میں آپس میں لڑائیاں شروع ہو گئی تھیں۔ حضرت عکرمہؓ کے ساتھ عمان کے قبائل سے بھی مجاہدین تھے۔ جب آپ ؓ مہرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مہرہ دو سرداروں میں تقسیم ہے۔ ایک کا نام شخریت تھا یہ ساحلی علاقے پر قابض تھا لوگوں کی تعداد اور جنگی ساز و سامان میں زیادہ طاقت ور نہیں تھا۔ جبکہ دوسرا سردار مصبح تھا جو بالائی علاقے پر قابض تھا اور اپنی جماعت اور مال و اسباب میں بہت طاقت ور تھا۔ حضرت عکرمہ ؓ نے پہلے ان دونوں کو اسلام کی دعوت دی۔ شخریت نے دعوت قبول کر لی اور دوسرے کو اپنی تعداد اور قوت پر غرور ہوا تو اس نے مقابلہ کیا۔ اس مقابلہ میں شخریت نے حضرت عکرمہ ؓ کا ساتھ دیا۔ مصبح کو شکست فاش ہوئی اور وہ اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ مارا گیا۔

حضرت عکرمہ ؓ نے کچھ دنوں تک وہاں ہی قیام کیا اور وہاں کے معاملات کو اپنے مطابق کیا۔ انہوں نے بخدا، ریاضہ الروضہ، ساحل، جزائر، مر، لیان، جیروت، ظہور الشجر، صبرات، ینعب، اور ذات النجم کو توبہ کرائی اور سب لوگ مسلمان ہو گئے اور علاقے میں امن و سکون قائم ہوا۔ حضرت عکرمہ ؓ نے اس کامیابی کی خوشخبری قبیلہ مخزوم کے بنی عابد کے سائب کے ذریعہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو پہنچائی۔ ان کے بعد شخریت خمس لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔

(تاریخ الردۃ للکلاعی: ۱۵۵)(تاریخ طبری: ج۲ ح۲ ص۵۳۵)

کندہ کے مرتدین

کندہ کے مرتدین کی سرکوبی کے لئے حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے حضرت زیاد بن لبید ؓ کی قیادت میں لشکر کندہ روانہ کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے ایک خط ان کو لکھا جس میں فرمایا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ابو بکر ؓ کی طرف سے زیاد بن لبید کو سلام علیک!

میں اس معبود کا ماننے والا ہوں جس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں واضح ہو کہ نبی ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے (فانا للہ و انا الیہ راجعون) اس علم کے ساتھ کہ ہر کام کی کامیابی اللہ کی توفیق اور مدد پر منحصر ہے۔ تمہیں ہدایت

کی جاتی ہے کہ ہمت باندھ کر اپنے شایان شان کام کر دکھاؤ اور تمہاری عمل داری میں جو لوگ ہوں ان سے میرے لئے بیعت لو۔ جو بیعت سے انکار کرے تو تلوار سے اس کی خبر لو اور مطیع کی مدد سے نافرمان کا مقابلہ کرو۔ اس میں مطلق شبہ نہیں کہ اللہ اپنے دین کو سارے دینوں پر غالب کرے گا مشرکوں کو یہ بات چاہے کتنی ہی ناپسند ہو۔

حضرت عکرمہ ؓ کو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا ایک خط موصول ہوا جس میں حکم تھا کہ تم مہاجر بن امیہ ؓ سے جا ملو جو صنعاء سے آ رہے ہیں اور پھر دونوں مل کر کندہ کا رخ کرو۔ خط ملتے ہی حضرت عکرمہ ؓ مہرہ سے نکلے اور ابین پر ٹھہر کر حضرت مہاجر بن امیہ ؓ کا انتظار کرنے لگے۔ ابین میں قیام کے دوران انہوں نے نخع اور حمیر کے قبائل کو اکٹھا کیا اور ان کو اسلام پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کی۔ ابین میں حضرت عکرمہ ؓ کے ٹھہرنے کی وجہ سے اسود عنسی کی باقی ماندہ جماعت پر بھی اثر ہوا جس کی قیادت قیس بن مکشوح اور عمرو بن معدی کرب کر رہے تھے۔ صنعاء سے بھاگنے کے بعد قیس بن مکشوح صنعاء کے اردگرد چکر لگاتا رہا۔ عمرو بن معدی کرب اسود عنسی کی لحج میں موجود پارٹی میں شامل ہو گیا۔ لیکن جب حضرت عکرمہ ؓ ابین پہنچے تو دونوں یعنی قیس اور عمرو آپ ؓ سے جنگ کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے۔ لیکن جلد ہی دونوں میں اختلاف ہو گیا اور ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ جب مہاجر بن امیہ ؓ وہاں پہنچے تو عمرو بن معدی کرب نے اپنے آپ کو حضرت مہاجر ؓ کے حوالے کر دیا پھر قیس نے بھی آ کے ہتھیار ڈال دئے۔ حضرت مہاجر بن امیہ ؓ نے دونوں کو قید کر کے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس مدینہ بھجوا دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے دونوں سے پوچھ گچھ کی اور دونوں کے معافی مانگنے پر ان کو معاف کر کے رہا کر دیا گیا۔ دونوں نے اپنی غلطیوں سے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی اور واپس اپنے قبیلوں میں چلے گئے۔

(طبقات ابن سعد: ۵۳۴/۵۔۵۳۵)

حضرت عکرمہ ؓ کا مشرق کی طرف سے آنا لحج میں موجود مرتدین کی جماعتوں کے خاتمے میں اہم کردار تھا۔ خواہ مقابلہ کے ذریعے یا ان پر فوج کے ذریعے خوف دلا کر اور پھر مرتدین کو شمال کی طرف سے حضرت مہاجر بن امیہ ؓ کی قیادت میں دوسری فوج سے مقابلہ کرنا پڑا۔

مسلمانوں نے کندہ کے باغیوں سے جنگ کر کے ان کو شکست دی اور وہاں سے تمام مرتدین کا صفایا کیا اور اسلامی حکومت دوبارہ سے قائم کی۔

(تاریخ طبری)

علقمہ بن علاثہ کے خلاف جنگ

علقمہ بن علاثہ کا تعلق قبیلہ بنو کلب سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اس نے اسلام قبول کیا اور ان کی حیات میں ہی پھر مرتد ہو گیا اور شام چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اپنے قبیلہ میں لوٹ آیا اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی تیاری کرنے لگا۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو اس کے ارادوں کا معلوم ہو چکا تھا۔ آپ ؓ نے حضرت قیقاع بن عمرو ؓ کو اس کے خلاف جہاد کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ لیکن علقمہ مقابلہ پر نہیں آیا اور وہاں سے فرار ہو گیا۔ اس کی بیوی، بیٹے اور دیگر ساتھیوں نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ بعد میں وہ بھی حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ؓ سے معافی مانگ کر توبہ کر لی اور اسلام قبول کر لیا۔

(الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۱۰) (تاریخ طبری: ج ۲ ح ۲ ص ۴۹۲)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی جنگی مہمات

پس منظر:

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا میں دو بڑی سلطنتیں تھیں۔ ایک روم کی سلطنت اور دوسری فارس یعنی ایران کی سلطنت۔ اس وقت دنیا میں دو ہی بڑی تہذیبیں تھیں آدھی دنیا پر رومیوں کی اور باقی پر ایرانیوں کی۔ جزیرہ نما عرب کو تہذیب کے لحاظ سے کوئی اہمیت حاصل نہیں تھی یہ علاقہ تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کا ظہور ہوا اور اسلام کے ذریعہ ایک نئی سلطنت اور نئے تمدن کا آغاز ہوا اور پھر اسلامی فتوحات کا ایک سلسلہ شروع ہوا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ اسلامی سلطنت اور تمدن کے مقابلہ میں رومیوں اور ایرانیوں کے تمدن ماند پڑ گئے اور فنا ہو گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو پھر سے فتنوں نے سر اٹھایا۔ مرتدین اور باغیوں کی شکل میں اندرونی دشمن اور رومیوں اور ایرانیوں کی شکل میں بیرونی دشمنوں نے زور پکڑنا شروع کر دیا۔ ہرقل نے شام میں اور کسریٰ نے ایران میں مسلمانوں کے خلاف فوجیں جمع کرنی شروع کر دیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی دور اندیشی اور حکمتِ عملی سے ارتداد کے فتنہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور پھر رومیوں اور ایرانیوں سے نپٹنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

عراق کی مہمات

مرتدین سے نبرد آزما ہونے کے ساتھ ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ شیبانی کی قیادت میں ایک چھاپہ مار دستہ عراق کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جب تک مسلمان مرتدین کے ساتھ الجھے ہوئے ہوں یہ چھاپہ مار دستہ اپنی کاروائیوں سے ایرانیوں کو پریشان کرتا رہے تاکہ ایرانی عرب پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ کر سکیں۔ اس لئے اس دستہ کو روانہ کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خاص طور پر حکم دیا تھا کہ عراق پہنچ کر کسی بھی جگہ جم کر لڑائی کا آغاز نہ کیا جائے۔ یہ حکمتِ عملی بہت کامیاب رہی بعد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ شیبانی کو ان کی درخواست پر انہیں باقاعدہ طور پر ایرانیوں پر حملے کرنے کی اجازت دے دی چنانچہ اجازت ملتے ہی حضرت مثنیٰؓ اپنے قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ بھرپور جوش و جذبہ کے ساتھ ایرانی سلطنت کے زیر اثر علاقے عراق پر حملہ آور ہو گئے۔ ان کے حملے اتنے قوت اور زوردار تھے کہ عراقی ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکے اور دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے ڈیلٹائی علاقے ان کے قبضہ

میں آ گئے اور پھر دیگر علاقے بھی فتح ہوتے گئے۔ ان فتوحات کی اطلاع جب مدینہ منورہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پہنچیں تو انہوں نے مناسب سمجھا کہ مزید کمک روانہ کی جائے تا کہ فتوحات کا سلسلہ قائم رہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خط حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کے نام:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

واضح ہو کہ میں نے خالد بن ولیدؓ کو سرزمین عراق میں تمہارے پاس جانے کی ہدایت کی ہے۔ تم اپنی قوم کو ساتھ لے کر ان سے جا ملو ان کی مدد کرو اور دشمن کے خلاف لڑنے میں ان کا ہاتھ بٹاؤ۔ ان کے حکم کی خلاف ورزی اور ان کی رائے کی مخالفت نہ کرنا وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس طرح کیا ہے:

﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاء عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاء بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً﴾

(سورۃ الفتح۔29)

" محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے لئے بہت سخت اور آپس میں نرم اور مہربان ہیں کبھی تم ان کو رکوع میں دیکھو گے اور کبھی سجدے میں۔"

جب تک خالدؓ تمہارے ساتھ ہیں تو لشکر کے سپہ سالار وہی ہوں گے اور جب وہ کسی دوسری جگہ چلے جائیں تو تم اپنے سابقہ منصب پر بحال ہو جاؤ گے۔ والسلام

اس مقصد کیلئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عیاض بن غنمؓ کو جو نجد میں مقیم تھے لکھا کہ وہاں کے مسلمانوں کا ایک لشکر تیار کریں اور اسے لے کر دومۃ الجندل اور وہاں کے باغیوں کی سرکوبی کریں۔ ان کو قابو کرنے کے بعد مشرقی حیرہ کی طرف پہنچیں اور عراق کی شمالی طرف سے حملہ آور ہوں۔ اگر ان سے پہلے حضرت خالد بن ولیدؓ وہاں پہنچ جائیں تو ان کی قیادت میں ایرانیوں سے جنگ کریں۔ اس کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو جو کہ یمامہ میں مقیم تھے لکھا کہ اپنے لشکر کو لے کر جنوبی عراق کی طرف روانہ ہو جائیں۔

اسی دوران وہ قبائل جو اسلام قبول کرتے گئے ان کے لوگ بھی اسلامی لشکروں میں شریک ہوتے گئے۔ ابلہ کے

مقام پر حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ اور حضرت خالد بن ولید ؓ آ کر مل گئے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ کو جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا خط ملا اس وقت ان کے ساتھ دو ہزار کا لشکر تھا۔ جنگ یمامہ میں آپ ؓ کے لشکر کے بہت سے ساتھی شہید ہو گئے تھے۔ خط کے ملتے ہی حضرت خالد بن ولید ؓ نے مضر اور ربیعہ قبائل سے آٹھ ہزار افراد اکٹھے کئے اور تقریباً دس ہزار کے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے عراق کی طرف روانہ ہوئے اور مقام ابلہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ کی قیادت میں دو ہزار کا لشکر موجود ہے اور مزید لوگوں کی آمد سے اس لشکر کی تعداد اٹھارا ہزار ہو گئی۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے سپہ سالار کی حیثیت سے متحدہ اسلامی لشکر کی قیادت سنبھالی۔

خالد بن ولید ؓ کی جنگی حکمتِ عملی

حضرت خالد بن ولید ؓ نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ کی قیادت حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ کے سپرد کی، دوسرے حصہ کی قیادت حضرت عدی بن حاتم ؓ کے اور تیسرے حصہ کی قیادت خود حضرت خالد بن ولید ؓ نے اپنے ہاتھ میں رکھی۔ اس کے ساتھ ہی لشکر کے ہر حصہ کو حکم دیا کہ وہ مختلف راستوں سے ہوتا ہوا حفیر پہنچے۔ حفیر عراق کا وہ صوبہ تھا جس پر ایران کا ایک بہادر اور جنگجو سردار ہرمز گورنر تھا۔ ہرمز کی دھاک بہت دور دور تک بیٹھی ہوئی تھی۔ عرب، عراق اور ہندوستان اس سے مرعوب تھے۔ یہ اپنے جنگی بیڑے سے ہندوستان پر حملے کرتا رہتا تھا۔ لشکر کی روانگی سے پہلے حضرت خالد بن ولید ؓ نے ہرمز کو ایک خط ارسال کیا تا کہ اتمام حجت ہو جائے۔

" تم لوگ اسلام قبول کر لو تو امن میں رہو گے یا جزیہ ادا کرو اس صورت میں ہم تمہاری حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔ ورنہ یاد رکھو کہ میں نے ایسی قوم کے ساتھ تم پر چڑھائی کی ہے جو موت کی اتنی ہی فریفتہ ہے جتنے تم لوگ زندگی کے "۔

اس خط کے ارسال کرتے ہی حضرت خالد بن ولید ؓ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ کی قیادت والے لشکر کو روانہ کر دیا تا کہ وہ فوری طور پر حفیر پہنچ جائے۔ اگلے دن حضرت عدی بن حاتم کی قیادت میں لشکر کو روانہ کیا اور تیسرے دن حضرت خالد بن ولید ؓ بھی اپنے لشکر کو لے کر حفیر کی طرف روانہ ہو گئے۔

جنگ ذات السلاسل

حضرت خالد بن ولید ؓ کا خط جب ہرمز کو ملا تو وہ فوری طور پر ان کا مقابلہ کرنے کے لئے فوج کو جمع کر کے چل پڑا۔ وہ پہلے اظم کی طرف بڑھا لیکن اس کو خبر ملی کہ مسلمان حضیر کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اس خبر کے ملتے ہی وہ حضیر کی طرف بڑھا اور مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں اس مقام پر پڑاوَ ڈال دیا جہاں پانی تھا۔ جب مسلمان وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ہرمز کی فوجیں اس مقام پر پڑاوَ ڈالے ہوئے ہیں جہاں وافر پانی ہے۔ اسلامی لشکر کو مجبوراً ایرانیوں کے سامنے پڑاوَ ڈالنا پڑا، اس جگہ دور دور پانی نہیں تھا۔ پانی کا نہ ہونا ایک بہت بڑی مشکل تھی لیکن حضرت خالد بن ولید ؓ نے ایک پُر جوش تقریر کی اور مسلمانوں کی ہمت بندھائی اور انہیں بہادری سے لڑنے کی ترغیب دلائی اور کامیابی کی بشارت دی۔

جنگ کا آغاز:

حضرت خالد بن ولید ؓ نے جنگ کی ابتداء کرتے ہوئے سب سے پہلے میدان میں نکل کے ہرمز کو للکارا، ہرمز بھی بہادری سے مقابلہ کے لئے آگے بڑھا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے اسے مہلت دئے بغیر تلوار سے ان پر وار کیا لیکن وہ اپنے آپ کو بچا گیا اور جواباً حضرت خالد بن ولید ؓ پر وار کیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ بھی غافل نہیں تھے پھرتی کے ساتھ نیچے بیٹھے اور اٹھ کر ہرمز پر جھپٹ پڑے اور مضبوطی سے اس کلائی پکڑی اور اس کی تلوار چھین لی۔ ہرمز کے ہاتھ سے تلوار نکلتے ہی اس نے کشتی کے انداز میں حضرت خالد بن ولید ؓ کو قابو کرنا چاہا اور ان سے لپٹ گیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے اس کو کمر سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور اس زور سے زمین پر پٹخا کہ وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ اس کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ ایرانیوں کا ایک دستہ جسے ہرمز نے دھوکہ سے حضرت خالد بن ولید ؓ کو شہید کرنے کے لئے تعینات کیا تھا میدان کی طرف ہرمز کی مدد کے لئے لپکا۔ حضرت قعقاع بن عمرو ؓ بڑے غور سے میدانِ جنگ کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑے اور ایرانیوں کے دستہ کو روکا۔ اس دوران حضرت خالد بن ولید ؓ نے ہرمز کا سر کاٹ کر پھینک دیا۔ مسلمانوں نے اپنی صفیں درست کیں، شہسوار اور پیادہ فوج آگے بڑھی اور پھر کفار پر ٹوٹ پڑے۔ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں پر احسان کیا کہ بادل آئے اور مسلمانوں کی صفوں کے پیچھے بارش ہو گئی۔ مسلمانوں نے پانی پیا اور اس سے ان کو قوت ملی۔ (تاریخ طبری: ۴/۱۶۳)

حضرت خالد بن ولید ؓ نے بہادری اور جرأت مندی کی بہترین مثال قائم کردی۔ آپ ؓ نے ایران کے قائد ہرمز کا کام تمام کردیا تھا۔ اس کی فوج اس کو آپ ؓ سے نہ بچاسکی اور آپ ؓ پھر ان سے تنہا لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت قعقاع بن عمرو ؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہنچے اور ان سب کا کام تمام کیا۔ ایرانیوں نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا تاکہ میدان جنگ سے فرار نہ ہوسکیں۔ لیکن بہادر شیروں کے سامنے کچھ کام نہ آیا۔ زنجیروں سے اپنے آپ کو باندھنے کی وجہ سے اس معرکہ کو ذات السلاسل کہتے ہیں۔ (تاریخ طبری: ۱۶۵/۴)

عام مقابلہ:

ہرمز کے قتل ہونے کے بعد عام جنگ شروع ہوئی۔ اپنے سردار کے مارے جانے کی وجہ سے ایرانیوں کے حوصلے پست ہوگئے تھے اور مسلمان بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ ایرانی زیادہ دیر مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ ٹک سکے اور شکست کھا گئے۔ ان کے قدم اکھڑ گئے اور انہوں نے بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی۔ مسلمانوں نے ان بھاگتے ہوئے فوجیوں کا تعاقب کیا اور جو جو ہاتھ لگا اس کا کام تمام کیا۔ مسلمانوں کا بہت کم جانی نقصان ہوا اور بہت سا مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ نے ایرانیوں کا تعاقب کرتے ہوئے حصن المراۃ کا محاصرہ کرلیا۔ پھر اس قلعہ کو فتح کرکے آگے بڑھ گئے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ کی کوشش تھی کہ بھاگتے ہوئے ایرانی مدائن تک نہ پہنچ سکیں۔ دورانِ تعاقب ان کو اطلاع ملی کہ مدائن میں ایرانیوں کا ایک عظیم الشان لشکر تیار ہوچکا ہے۔

مسلمانوں کو اس معرکہ میں ہزار اونٹوں کے بوجھ کے برابر مالِ غنیمت ملا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے مالِ غنیمت کا خمس نکال کر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو ارسال کیا اور باقی مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کردیا۔ جو مالِ غنیمت حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو بھیجا گیا تھا اس میں ہرمز کا تاج بھی تھا جس کی مالیت ایک لاکھ دینار کے برابر تھی اس پر جوہرات جڑے ہوئے تھے۔

(تاریخ طبری: ۱۶۶/۴)

جنگ قارن / مذار کی جنگ (ثنی)

ایرانی سردار قارن کی قیادت میں ایک لشکر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ یہ لشکر ہرمز کی مدد کے لئے آ رہا تھا لیکن اس کو راستہ ہی میں اسے ہرمز کے مارے جانے کی اطلاع ملی۔ یہ اطلاع اسے میدانِ جنگ سے بھاگنے والے دو سردار انوش جان اور قباد سے ملی۔ قارن نے ان کو روک کر ان کی ہمت بندھائی اور ان کو اپنے ساتھ شامل کر کے آگے بڑھا جب دریائے دجلہ اور دریائے فرات کو آپس میں ملانے والی ایک ندی کے کنارے پہنچا تو اس مقام کو مناسب سمجھتے ہوئے وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔ اس جگہ کا نام مذار تھا۔

حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ نے قارن کے لشکر اور اس کے ارادوں کے بارے میں حضرت خالد بن ولید ؓ کو اطلاع کر دی۔ حضرت خالد بن ولید ؓ اطلاع ملتے ہی اپنی فوج لے کر حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ کی مدد کے لئے مذار پہنچ گئے۔ دوسری طرف ایرانیوں کا لشکر بھرپور تیاریوں کے ساتھ اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے بے تاب تھا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ ایرانیوں کے ارادوں کو جانتے تھے اور وہ ان کو سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے اس لئے ان پر اچانک حملہ کر دیا۔ زبردست جنگ ہوئی، مسلمان بہت بہادری، جرأت اور بے جگری سے لڑے یہاں تک کہ ایرانیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔ ان کے تینوں سردار قارن، انوش جان اور قباد مارے گئے۔ قباذ کو عدی بن حاتم طائی ؓ نے قتل کیا اور انوش جان کو عاصم بن عمرو تمیمی نے قتل کیا۔ ان سرداروں کے قتل کے بعد ایرانی شکست کو یقینی سمجھ کر میدان سے بھاگے، تیس ہزار ایرانی میدانِ جنگ میں مارے گئے بے شمار فوجی بھاگتے ہوئے نہر میں ڈوب کر ہلاک ہوئے اور بہت سے گرفتار ہوئے۔

اس جنگ میں ایرانیوں کا بہت نقصان ہوا تھا حضرت خالد بن ولید ؓ نے فتح حاصل کرنے کے بعد کچھ مدت مذار ہی میں قیام کیا اور اب بھی جو مخالفین رہ گئے تھے ان کا صفایا کیا اور کچھ کو گرفتار کیا۔ بہت سا مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ عام شہری جس نے جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا اس کو حضرت خالد بن ولید ؓ نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا، ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا اور ان پر اسلامی قانون کے مطابق جزیہ مقرر کیا مسلمان گورنر تعینات کئے اور مال کا پانچواں حصہ نکال کر فتح کی خوشخبری کے ساتھ حضرت سعید بن نعمان ؓ کے حوالے کر کے مدینہ طیبہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔

(تاریخ طبری: ۱۶۸/۴، تاریخ الاسلامی: ۱۳۴/۹)

جنگ دلجہ

جنگِ مذار میں ایرانیوں کو زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا اس کے باوجود وہ اپنی خفیہ سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھے۔ ایرانیوں نے حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے عراق میں رہنے والے عیسائیوں کے ایک قبیلے بکر بن وائل کے سرکردہ لوگوں کو ایرانی دربار میں دعوت دی اور ان کو مسلمانوں کے ساتھ لڑنے پر امادہ کر کے ایک لشکر عراقی عیسائیوں کا تیار کیا اس لشکر کی قیادت ایک مشہور شہسوار اندرزغر کو دی۔ لشکر دلجہ کی طرف روانہ ہوا اس کے ساتھ ہی ایرانیوں نے یہ خیال کیا کہ اگر اس لشکر نے مسلمانوں پر فتح حاصل کر لی تو کامیابی کا سہرا عرب عیسائیوں کو چلا جائے گا اس لئے ایرانیوں نے ایک بڑا لشکر تیار کر کے بہمن جادویہ کی قیادت میں ان کے پیچھے روانہ کیا۔

عرب عیسائیوں نے دلجہ کی طرف جاتے ہوئے حیرہ اور دلجہ کے درمیانی علاقوں (کسکر) میں مقیم قبائل اور کسانوں کو بھی ساتھ ملا لیا اس سے ان کی تعداد میں خاصہ اضافہ ہو گیا اور یہ سوچ کر ان کے حوصلے اور بلند ہو گئے کہ ان کے پیچھے بہمن جادویہ کا ایک بڑا لشکر مدد کو آ رہا تھا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ کو دشمن کی سرگرمیوں کی مکمل اطلاعات مل رہیں تھیں۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے مذار سے دلجہ کی طرف پیش قدمی کی جہاں دشمن کی فوجیں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے دلجہ پہنچتے ہی دشمن پر زبردست حملہ کر دیا خونریز جنگ ہوئی اور آخر کار دشمن کی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور ان کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کا پلہ یہاں بھی بھاری رہا۔ لشکر ایران کا سردار بہمن جادویہ میدانِ جنگ میں مارا گیا اور اس کے لشکریوں نے فرار کی راہ اختیار کی۔

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید ؓ نے لشکر سے خطاب کیا!

کیا ہم نہیں دیکھتے کہ یہاں انواح واقسام کے کھانے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ کی راہ میں جہاد اور اسلام کی طرف دعوت ہم پر فرض نہ ہوتی، صرف معیشت پیش نظر ہوتی تب بھی عقلمندی یہی تھی کہ ہم اس سرزمین کو حاصل کرنے کے لئے جنگ کرتے اور بھوک و پیاس کو ان لوگوں کے لئے پیچھے چھوڑ دیتے جو تمہارے ساتھ نکلنے کے لئے تیار نہیں ہوئے اور بیٹھے رہے۔ پھر مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دئے اور پانچواں حصہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو مدینہ منورہ بھجوا دیا۔ کسانوں پر جزیہ لگایا۔

(البدایہ والنہایہ: ۳۵۰/۶)

جنگ الیس

جنگِ دلجہ میں جب ایرانیوں نے عرب عیسائیوں کو ابھار کر جنگ کے لئے آمادہ کیا تھا تو ان کی مدد کے لئے ایک لشکر بہمن جادویہ کی قیادت میں روانہ کیا تھا۔ لیکن اس لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی جنگ شروع ہو گئی اور عرب عیسائیوں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور بچے کچے فوجیوں نے فرار کی راہ اختیار کی۔ اس دوران بہمن جادویہ کا لشکر مقام الیس پر پہنچ چکا تھا۔ جنگ سے بھاگے ہوئے فوجیوں سے اس کو شکست کی خبر ملی اور وہ بھاگے ہوئے فوجی اس کے ساتھ آ کے ملتے گئے۔ قبیلہ بکر بن وائل کو اس جنگ میں مسلمانوں سے جو شکست پہنچی تھی اور اس کے انتقام کی آگ ان کے دلوں میں جل رہی تھی۔ اس کا بدلہ لینے کے لئے انہوں نے ایک لشکر تیار کیا اور اس کی قیادت بنو عجلان کے ایک شخص عبدالاسود عجلی کے سپرد کی۔ یہ تمام لوگ مقام الیس پر جمع ہوئے اور وہاں موجود بہمن جادویہ کے لشکر سے مدد کی درخواست کی۔ بہمن جادویہ نے لشکر کی کمان ایک بہادر کمانڈر جابان کے سپرد کی اور ان کو عبدالاسد عجلی کی مدد کے لئے بھیج دیا اور خود دربارِ شاہی کی طرف صلح مشورہ کے لئے چلا گیا اور چلتے وقت ان سے کہہ گیا کہ جب تک میں واپس نہ آؤں جنگ شروع نہیں کرنا۔

بہمن جادویہ جب شاہی محل پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ بیمار پڑا ہوا ہے۔ اس کو بادشاہ سے بات چیت کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ وہ وہاں ٹھہر کر بادشاہ کے صحت مند ہونے کا انتظار کرنے لگا اس دوران اس نے جابان کو کوئی پیغام نہیں بھیجا۔ جب کافی دن تک جابان کو بہمن جادویہ کا پیغام نہیں ملا تو وہ خود اپنی مرضی سے جنگی حکمتِ عملی تیار کرنے لگا۔

دوسری طرف حضرت خالد بن ولید ؓ کو جب مقام الیس پر ایک لشکر جرار کی اطلاع ملی کہ وہ کسی بھی وقت حملہ آور ہو سکتا ہے تو انہوں نے خود اپنی فوج لے کر مقام الیس جانے کا فیصلہ کیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ کے علم میں صرف عرب عیسائیوں کے جمع ہونے کی اطلاع تھی مقام الیس پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ جابان کی قیادت میں ایرانیوں کا ایک عظیم لشکر عرب عیسائیوں کی مدد کے لئے موجود ہے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے فوراً موقع کی مناسبت سے اپنی حکمتِ عملی تبدیل کی اور عرب عیسائیوں کو حملہ آور ہونے کا موقع دئے بغیر جنگ کا آغاز کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے میدان میں اتر کر ان کو مبازرت کے لئے للکارا ان کی طرف سے مالک بن قیس مقابلہ کے لئے نکلا۔

حضرت خالد بن ولید ؓ نے اس پر اس طرح وار کیا کہ وہ سنبھل نہیں پایا اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی اور عرب عیسائی مسلمانوں کے حملوں کی تاب نہ لاتے ہوئے پسپا ہونا شروع ہو گئے۔ اپنے سپہ سالار کے مارے جانے کی وجہ سے ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر ایرانیوں کا ایک دستہ پر جوش نعرے لگاتا ہوا ان کی مدد کو آگے بڑھا۔ عیسائیوں کے حوصلے بڑھانے کے لئے انہوں نے کہا کہ بہمن جادویہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر تمہاری مدد کو چل پڑا ہے۔

جابان کو بہمن جادویہ نے اس کے آنے تک جنگ کرنے سے منع کیا تھا اس وجہ سے وہ اس صورتحال سے بہت پریشان تھا کہ عیسائی زیادہ دیر تک مسلمانوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکیں گے۔ میدان جنگ لاشوں سے بھرتا جا رہا تھا۔ عیسائی فوجی میدان سے بھاگنا شروع ہو گئے تھے اور مسلمانوں نے ان کو بھاگتے ہوئے گرفتار کرنا شروع کر دیا تھا۔ تقریباً ستّر ہزار فوجی مسلمانوں کے مقابلہ میں مارے جا چکے تھے۔ مسلمانوں نے ایک بڑی تعداد کو گرفتار کر لیا تھا اور بہت سا مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ دشمن کے معسکر میں داخل ہو گئے۔ جنگ سے فارغ ہو کر حضرت خالد بن ولید ؓ نے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اور گرفتار قیدیوں کو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔

فتح قلعہ امغیشیا

حضرت خالد بن ولید ؓ الیس سے فارغ ہونے کے بعد امغیشیا پہنچے۔ وہاں کے لوگ اس کو جلد ہی خالی کر کے اطراف میں پھیل گئے تھے۔ آپ ؓ نے وہاں کے قلعہ کو منہدم کرنے کا حکم دے دیا۔ وہاں سے مسلمانوں کو بہت زیادہ مال غنیمت حاصل ہوا جو اس سے پہلے ابھی تک نہیں حاصل ہوا تھا۔ ہر شہسوار کا حصہ ڈیڑھ ہزار درہم تک تھا علاوہ اس مال کے جو اچھی کارکردگی والوں کو ملا۔ جب خمس اور فتح کی خبر بنو عجل کے ایک فرد جندل کے ذریعہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو پہنچی اور حضرت خالد بن ولید ؓ کے کارناموں کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ ؓ نے فرمایا!

اے قریشیو! تمہارا شیر دشمن کے شیر پر ٹوٹ پڑا اور اس پر غالب آ کر اس کا گوشت چھین لیا۔ کیا خواتین خالد ؓ کی طرح مرد جننے سے عاجز آ گئی ہیں۔

(تاریخ طبری: ۱۸۵/۴)

حیرہ پر قبضہ

ایران کے بادشاہ اردشیر کو الیس میں عیسائیوں اور ایرانیوں کی شکست کی خبر مل گئی تھی وہ پہلے ہی شدید بیمار تھا یہ صدمہ برداشت نہ کرسکا اور اس کی حرکتِ قلب بند ہوگئی۔ اس کی موت ایرانیوں کے لئے ایک اور شدید دھچکا تھی۔ دوسری طرف حضرت خالد بن ولید ؓ اس فتح کے بعد بغیر کسی تاخیر کے اگلی مہم پر روانہ ہوگئے اور انہوں نے حیرہ کا محاصرہ کرلیا۔ مسلمانوں کے آمد کی خبر سن کر وہاں کے لوگ قلعوں میں گھس کر قلعہ بند ہوگئے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے کئی روز تک قلعوں کا محاصرہ کیا لیکن یہ سوچ کر جنگ نہیں کی کہ شاید یہ لوگ راہ راست پر آجائیں لیکن جب ان کی طرف سے کوئی پیش رفت نہیں دیکھی تو حضرت خالد بن ولید ؓ نے حملہ کرکے شہر کی آبادی اور اندرونی علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ محاصرہ کی طوالت سے تنگ آکر حیرہ کے حاکم عمرو بن عبدالمسیح دوسرے سرداروں کے ساتھ قلعہ سے نکل کر حضرت خالد بن ولید ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے عمرو بن عبدالمسیح سے بات چیت کی۔ عمرو کے ایک ساتھی کے پاس سے زہر کی ایک پڑیا نکلی جو اس نے حضرت خالد بن ولید ؓ کی خدمت میں پیش کردی۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے ان سے پوچھا کہ اسے ساتھ کیوں لائے ہو۔ اس نے کہا کہ اس خیال سے کہ تم نے اگر میری قوم کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تو میں یہ زہر کھا کر مرجاؤں گا اور اپنی قوم کی ذلت اور تباہی نہ دیکھ سکوں گا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے اس کے ہاتھ سے زہر کی پڑیا لی اور اس میں سے زہر نکال کر ہتھیلی پر رکھا اور فرمایا! اگر موت کا وقت نہ ہو تو زہر بھی اپنا اثر نہیں کرسکتا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت خالد بن ولید ؓ نے یہ کلمات ادا کئے۔

بسم اللّٰہ خیر الاسماء رب الارض و السماء الذی لا یضر

مع اسمہٖ داء لرحمٰن الرحیم

ان کلمات کو ادا کرتے ہی وہ زہر پھانک لیا۔ اس بوڑھے کافر نے جب حضرت خالد بن ولید ؓ کا یہ اعتقاد اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کا مظاہرہ دیکھا تو دنگ رہ گیا اور وہاں موجود تمام لوگ حیران ہوگئے عمرو بن عبدالمسیح بے اختیار بول اٹھا: جب تک تمہاری شان کا ایک بھی شخص تم میں موجود ہے تم اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہ سکتے۔

حیرہ میں موجود ایرانی سردار اور ایرانی لشکر اپنے بادشاہ کی موت کی خبر سن کر واپس چلا گیا تھا۔ عمرو بن عبدالمسیح نے دو لاکھ درہم جزیہ قبول کرکے صلح کرلی۔ ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ جزیہ پر صلح ہوئی۔ اس جزیہ کے علاوہ حیرہ کے سرداروں نے حضرت خالد بن ولید ؓ کو کچھ تحائف بھی پیش کئے جو انہوں نے مالِ غنیمت کے ساتھ مدینہ

روانہ کردئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس جب یہ تحائف پہنچے تو آپ ؓ نے حضرت خالد بن ولید ؓ کو پیغام بھیجا کہ اگر یہ تحائف جزیہ میں شامل ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ انہیں جزیہ کی رقم میں شامل کر کے باقی رقم حیرہ والوں کو واپس کردی جائے۔

حضرت خالد بن ولید ؓ نے اہل حیرہ کے لئے اپنے عہد نامہ میں لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ عہد نامہ ہے جو خالد بن ولید ؓ نے عدی، عمرو بن عدی، عمرو بن عبدالمسیح، ایاس بن قبیصہ اور حیری بن اکال سے کیا ہے۔ یہ حیرہ والوں کے سردار ہیں اور حیرہ والے اس معاہدے سے راضی ہیں اور اس کا انہیں حکم دیا ہے۔ ان سے ایک لاکھ نوے ہزار درہم پر معاہدہ کیا ہے۔ جو ہر سال ان سے اس حفاظت کے عوض وصول کیا جائے گا جو دنیاوی مال ومتاع ان کے قبضے میں ہے خواہ وہ راہب ہوں یا پادری لیکن جن کے پاس کچھ نہیں، دنیا سے الگ ہیں، اس کو چھوڑ چکے ہیں اور محفوظ ہیں اگر ان کی حفاظت کی ضرورت نہیں تو ان پر کوئی جزیہ نہیں۔ یہاں تک کہ ان کی حفاظت کی جائے اگر انہوں نے اپنے کسی فعل یا قول کے ذریعے سے غداری کی تو اس کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ یہ معاہدہ ربیع الاول 12ھ میں لکھا گیا۔
(تاریخ طبری: ۱۸۱/۴)

ایک روایت کے مطابق حضرت خالد بن ولید ؓ نے حیرہ والوں کو تین باتوں میں سے ایک قبول کرنے کا اختیار دیا تھا۔

ہمارے دین میں داخل ہوجاؤ، تمہیں وہی حقوق ملیں گے جو ہمارے ہیں اور تم پر وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو ہم پر ہیں۔ خواہ یہاں سے منتقل ہوجاؤ یا یہیں مقیم رہو یا اپنے دین پر باقی رہتے ہوئے جزیہ ادا کرنے کے لئے تیار ہوجاؤ یا پھر مقابلہ اور جنگ۔ اللہ کی قسم! میں ایسے لوگوں کو لایا ہوں جو موت کے اس سے زیادہ حریص ہیں جتنا تم زندگی کے حریص ہو۔

ان لوگوں نے جزیہ ادا کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا تو حضرت خالد بن ولید ؓ نے فرمایا! تم برباد ہو، کفر گمراہ کن میدان ہے، اس کو اختیار کرنے والا عربوں میں سب سے بڑا احمق ہے۔ (تاریخ طبری: ۱۷۸/۴)

حضرت خالد بن ولید ؓ حیرہ کی فتح سے بہت خوش تھے انہوں نے شکرانے کے طور پر آٹھ رکعت نفل پڑھی اور اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوکر فرمایا!

جنگ موتہ کے روز میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں تھیں مگر جس قدر سخت مقابلہ اہل فارس نے میرے ساتھ کیا اس سے پہلے کسی نے نہ کیا اور اہل فارس میں سے الیس والوں نے جس جوانمردی سے میرا مقابلہ کیا اس کی مثال اس سے پہلے میں نے نہیں دیکھی۔

حیرہ ۔ اسلامی فوج کا مرکز

فتح حیرہ عظیم جنگی اہمیت کی حامل تھی۔ اس سے مسلمانوں کی ایران کو فتح کرنے کی امیدیں بہت بڑھ گئی تھیں۔ کیونکہ عراق اور ایرانی حکومت کے لئے اس شہر کی جغرافیائی اور معاشرتی حیثیت سے بہت اہمیت تھی۔ اس لئے اسلامی فوج نے اسے اپنا جنگی مرکز قرار دے دیا۔ جہاں سے فوجوں کو احکامات جاری کئے جاتے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے اسے اپنا صدر مقام بنالیا۔

حیرہ کی فتح کے بعد حضرت خالد بن ولید ؓ نے حضرت ضرار بن خطاب ؓ، حضرت عینیہ بن الشماس ؓ، حضرت ضرار بن الازور ؓ، حضرت قیقاع بن عمرو ؓ اور حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چھوٹے چھوٹے فوجی دستوں کی کمان دے کر حیرہ کے اطراف میں بھیجا۔ چنانچہ اس حکمتِ عملی کی بدولت ہر ایک قبیلہ اور ہر ایک بستی نے اسلام قبول کرلیا یا جزیہ دینا تسلیم کرلیا۔ اس طرح حضرت خالد بن ولید ؓ نے دجلہ تک کا تمام علاقہ فتح کرلیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ ایک سال تک حیرہ میں رہ کر وہاں آس پاس کے علاقوں پر مہمات بھیجنے کی نگرانی کرتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت خالد بن ولید ؓ کو یہ حکم دیا تھا کہ جب تک حضرت عیاض بن غنم ؓ دومۃ الجندل فتح کرنے کے بعد ان سے آکر نہ ملیں اس وقت تک وہ حیرہ ہی میں رہیں۔

ایرانی سرداروں کے نام حضرت خالد بن ولید ؓ کا خط:

حضرت خالد بن ولید ؓ نے ان حالات میں مزید زیادہ دیر تک عیاض بن غنم ؓ کا انتظار کرنا مناسب نہیں سمجھا ان کے خیال میں زیادہ عرصہ حیرہ میں قیام کرنے سے دشمن کو تیاری کرنے کا موقع مل جانے کا خطرہ تھا۔ دوسری طرف حضرت عیاض بن غنم ؓ کو دومۃ الجندل فتح کرنے میں کامیابی نہیں ہورہی تھی۔ چنانچہ حیرہ میں رہ کر حضرت خالد بن ولید ؓ نے ایران کے سرداروں کے نام ایک خط حیرہ ہی کے ایک باشندے کے ہاتھ روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط خالد بن ولید ؓ کی طرف سے رؤساء فارس کے نام ہے۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ جس نے تمہارے نظام کو الٹا کر کے رکھ دیا اور تمہارے مکر کو ناکام کردیا اور

تمہارے اتحاد کو توڑ دیا۔ اگر ہم اس ملک پر حملہ آور نہ ہوتے تو اس میں تمہارا ہی نقصان تھا، اب تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم ہماری فرمابرداری کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو ہم تمہارے علاقے چھوڑ دیں گے اور دوسری طرف چلے جائیں گے اگر تم نے ہماری اطاعت قبول نہیں کی تو پھر تم کو ایسے لوگوں سے واسطہ پڑے گا جو موت کو اس سے زیادہ پسند کرتے ہیں جتنا تم زندگی کو پسند کرتے ہو۔ (تاریخ طبری: ۱۸۶/۴)

ایران کے سرداروں کو خط لکھنے کے ساتھ ایک خط حضرت خالد بن ولیدؓ نے عراق کے امراء کے نام بھی بھیجا۔ جو زمیندار اور جاگیردار تھے اور انہوں نے ابھی مسلمانوں کی اطاعت قبول نہیں کی تھی۔ اس خط کو انبار کے ایک باشندے کے ہاتھ بھیجا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط خالد بن ولیدؓ کی طرف سے امراء کے نام ہے۔

تمام تعریفیں اللہ کی ہیں کہ جس نے تمہارے اتحاد کو توڑ دیا اور تمہاری شان وشوکت ختم کردی تم لوگ اسلام قبول کر لو تمہای سلامتی اسی میں ہے یا پھر ہماری حفاظت میں آکر ذمی بن جاؤ اور جزیہ ادا کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ میں نے ایسی قوم کے ساتھ تم پر چڑھائی کی ہے جو موت کی اتنی ہی دلدادہ ہے جتنے تم لوگ شراب نوشی کے۔

ایرانی رؤساء اور عراقی امراء کو جب یہ خط ملے تو وہ آپس میں مل کر بیٹھے اور اس مسئلہ پر صلح ومشورے کئے کہ مسلمانوں سے کس طرح نپٹا جائے کیونکہ وہ کسی طرح سے مسلمانوں سے ہار ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔

انبار کی جنگ (ذات العیون)

حضرت خالد بن ولیدؓ کے خط کے بعد ایرانیوں نے مسلمانوں کو شکست دینے کے لئے ایک بڑا لشکر تیار کیا اور اس نے حیرہ کے قریب انبار میں پڑاؤ ڈالا۔ اس لشکر کی قیادت سباط کے حاکم شیرزاد کو سونپی گئی۔ شیرزاد بہت جہاندیدہ اور دلیر سردار تھا۔ اس نے شہر کے باہر مورچے بنوائے اور ان میں ماہر تیر اندازوں کو بٹھایا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایرانیوں کے لشکر کی خبر ملی تو انہوں نے حضرت قیقاع بن عمروؓ اور حضرت اقرع بن حابسؓ کو خاص ذمہ داریاں دیں۔ حضرت قیقاع بن عمروؓ کو حیرہ کی حفاظت کی ذمہ داری اور حضرت اقرع بن حابسؓ کو جنگ کے پہلے دستہ کے طور پر انبار روانہ کیا۔ بعد میں حضرت خالد بن ولیدؓ خود بھی مزید فوج لے کر انبار پہنچ گئے اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ ایرانی فوج جو مورچوں میں بیٹھی ہوئی تھی اس نے اچانک تیروں کی بارش کر دی اس اچانک حملہ کی مسلمانوں کو توقع نہیں تھی اس وجہ سے تقریباً ایک ہزار مجاہد زخمی ہو گئے۔ اس جنگ میں دشمنوں نے مسلمانوں پر اچانک تیروں کی بارش کر دی جس سے بے شمار مسلمان فوجیوں کی آنکھیں بے کار ہو گئیں اس لئے اس معرکہ کا نام ذات العیون پڑ گیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک ماہر فوجی سپہ سالار کی طرح یک دم اپنی حکمت عملی تبدیل کی اور بیمار اور ناکارہ اونٹوں کو ذبح کر کے ان کو ان خندقوں میں ڈال دیا جس میں ایرانیوں نے مسلمانوں کو روکنے کے لئے مورچے بنائے ہوئے تھے۔ اس سے مسلمانوں کو خندقوں کو پار کرنے کا موقع مل گیا اور ایرانیوں کا راستہ بھی تنگ کر دیا۔ مسلمان شہر کی فصیل تک پہنچ گئے اور دیوار پر چڑھ گئے اور شہر کی فصیل کے اندر کود گئے اور پھر زبردست مقابلہ کے بعد شہر کا دروازہ بھی کھلوا لیا۔ بے شمار ایرانی فوجی قتل ہوئے جن کی تعداد ہزاروں میں تھی۔

آخر کار اسلامی فوج انبار شہر میں داخل ہو گئی۔ شیرزاد کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور اسے اندازہ ہو گیا کہ اب مسلمانوں کو شہر فتح کرنے سے نہیں روکا جا سکتا تو اس نے صلح کا پیغام بھجوایا اور کہا کہ میری جان بخشی کر دی جائے تو میں اپنے سواروں کے دستہ کے ساتھ شہر سے نکل جاؤں گا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے پیغام بھیجوایا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تین دن کا زادِ راہ لے کر چلا جائے اسے کچھ نہیں کیا جائے گا۔ شیرزاد نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور فوراً شہر چھوڑ کر چلا گیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ ایک فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوئے۔ انبار کے اردگرد کے قبائل نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے مصالحت کرنے میں اپنی عافیت سمجھی۔

(تاریخ طبری: ۱۹۱/۴)

عین التمر کی فتح

حضرت خالد بن ولیدؓ ابھی انبار میں ہی تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ ایرانی عین التمر میں مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی فوج جمع کر رہے ہیں جس کی قیادت ان کا سردار مہران بن بہرام کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے آس پاس کے عرب قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملایا ہوا ہے وہ بھی مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں اور ان عرب قبائل کی قیادت ان کا سردار عقبہ بن ابی عقبہ کر رہا ہے۔ ان قبائل میں بنو تغلب، ایاد اور نمر وغیرہ کے لوگ شامل ہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے زبرقان بن بدر کو انبار شہر کا نائب بنایا اور ایرانیوں کو بغیر کوئی مہلت دئے ہوئے عین التمر کی طرف روانہ ہو گئے اور تین دن میں عین التمر پہنچ گئے۔ ایرانی فوج کو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی فوج بھی عین التمر پہنچ گئی ہے تو انہوں نے فوراً عقبہ بن ابی عقبہ، تمر، تغلب، ایاد کو اطلاع کی کہ فوراً آکر ایرانی فوج کے ساتھ شامل ہو جائیں۔

عقبہ نے مہران سے کہا کہ ہم عربوں کے لڑائی کے طریقوں کو جانتے ہیں اس لئے پہلے ہم کو ان سے مقابلہ کرنے دیا جائے۔ مہران نے عقبہ کی اس بات کو مان لیا اور عقبہ کی فوج مسلمانوں کے سامنے آگئی۔ عقبہ سب سے پہلے میدان میں نکلا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو مقابلہ کی دعوت دی حضرت خالد بن ولیدؓ نے نہایت پھرتی سے عقبہ پر کمند پھینکی اور اسے زندہ گرفتار کر لیا۔ عقبہ کی فوج کے لوگوں نے دیکھا کہ ان کے سردار کو مسلمانوں نے اتنی آسانی سے گرفتار کر لیا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور میدانِ جنگ سے فرار اختیار کرنے لگے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور بہت سے لوگوں کو گرفتار کر لیا۔

مہران بن بہرام قلعہ میں ایرانی فوج کے ساتھ اس خوش فہمی میں بیٹھا تھا کہ کچھ ہی دیر میں عرب کے بدو اسلامی فوج کو شکست دے دیں گے۔ لیکن جب اس کو اس کے برعکس خبر ملی تو اس پر مسلمانوں کی ہیبت طاری ہو گئی اور وہ بغیر مقابلہ کئے اپنی فوج لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ قلعہ کو خالی دیکھ کر عقبہ کے بھاگتے ہوئے سپاہی قلعہ میں پناہ لینے کے لئے داخل ہو گئے اور قلعہ کو بند کر دیا۔ مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور چار دن تک محاصرہ جاری رکھا۔ قلعہ میں بند سپاہیوں نے جب دیکھا کہ وہ مقابلہ کی سکت نہیں رکھتے تو انہوں نے مجبور ہو کر یہ شرط پیش کی کہ اگر ان کی جان بخشی کر دی جائے تو وہ قلعہ کے دروازے کھول دیں گے مگر حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کو بغیر کسی شرط کے قلعہ کے دروزے کھولنے کے لئے کہا۔ ان لوگوں نے مجبور ہو کر قلعہ کے دروازے کھول دئے۔

حضرت خالد بن ولید ؓ کے حکم پر ان سب کو گرفتار کر کے قیدی بنالیا اور ان کے سامنے ان کا سردار عقبہ بن ابی عقبہ کو لا کر قتل کر دیا گیا۔ اس سے ان فوجیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور ان کے دلوں پر مسلمانوں کی ہیبت بیٹھ گئی۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے مالِ غنیمت جمع کیا اور حضرت ولید بن عقبہ ؓ کو فتح کی خوشخبری اور مالِ غنیمت کے ساتھ مدینہ منورہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔

دومۃ الجندل کی فتح

حضرت عیاض بن غنم ؓ کو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے دومۃ الجندل کی مہم پر بھیجا ہوا تھا۔ حضرت عیاض بن غنم ؓ عراق کے بالائی علاقے کے قبائل کو زیر کرتے ہوئے دومۃ الجندل پہنچے تھے۔ دومۃ الجندل میں دو سردار تھے اکیدار بن مالک اور جودی بن ربیعہ دونوں اکٹھے ہو کے دومۃ الجندل کا دفاع کر رہے تھے۔ ان کے حلیف قبائل بنو بہراء، کلب، غسان، اور تنوح ان کی مدد کر رہے تھے۔ ایک سال کا عرصہ ہو گیا تھا اور کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ ان دونوں سرداروں نے آس پاس کے تمام قبائل بھی اپنے ساتھ ملائے ہوئے تھے وہ ان کی بھرپور مدد کر رہے تھے۔ جو علاقے مسلمانوں نے فتح کر لئے تھے وہاں کے لوگ بھی فرار ہو کر ان کے ساتھ ملتے جا رہے تھے جس کی وجہ سے ان کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تھا اور وہ بھی انتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ دومۃ الجندل کی صورتحال تشویش ناک ہوتی جا رہی تھے۔ یہ صورتحال کو دیکھتے ہوئے حضرت عیاض بن غنم ؓ نے حضرت خالد بن ولید ؓ کو ایک خط لکھا اور ان سے مدد کی درخواست کی۔ حضرت خالد بن ولید ؓ عین التمر سے فارغ ہو چکے تھے خط ملتے ہی انہوں نے دومۃ الجندل جانے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ ؓ نے حضرت عویم بن کامل اسلمی ؓ کو عین التمر میں اپنا نائب بنایا اور دومۃ الجندل روانہ ہو گئے یہ عین التمر سے پانچ سو کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا۔ یہ فاصلہ حضرت خالد بن ولید ؓ نے دس دنوں میں طے کر لیا اور دومۃ الجندل پہنچ گئے۔

حضرت خالد بن ولید ؓ کی آمد کی خبر سن کر اکیدار بن مالک گھبرا گیا کیونکہ وہ حضرت خالد بن ولید ؓ کی جنگی مہارت، بہادری اور جرأت کو جانتا تھا۔ اس لئے ان کو شکست دینا آسان کام نہیں تھا۔ اس نے خوف زدہ ہو کر جودی بن ربیعہ اور دوسرے عیسائی سرداروں سے کہا کہ ہم کو ان سے لڑائی کرنے کے بجائے صلح کی کوشش کرنی چاہئے لیکن اس سرداروں نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ جس کے نتیجہ میں اکیدار ان کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گیا۔ اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں کہ وہ کہیں چلا گیا تھا اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاک ہو گیا تھا۔

حضرت خالد بن ولید ؓ جب دومۃ الجندل پہنچے تو اس وقت وہاں کی صورتحال بہت پیچیدہ تھی۔ حضرت عیاض بن غنم ؓ نے ان کا محاصرہ کیا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود ان کو فتح حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے یہ حکمتِ عملی اختیار کی کہ جس جگہ سے حضرت عیاض بن غنم ؓ حملہ آور تھے اس کے بالکل مخالف سمت سے قلعہ پر حملہ کر دیا تاکہ ان کی طاقت دو حصوں میں بٹ جائے۔ جودی بن ربیعہ نے اپنی فوج کے دو حصے کیئے ایک حصہ حضرت عیاض بن غنم ؓ کی طرف بھیجا اور خود حضرت خالد بن ولید ؓ کے مقابلہ پر آیا اور لشکر سے باہر نکل کر مسلمانوں کو للکارا اس کے مقابلہ میں حضرت خالد بن ولید ؓ نکل کر آئے اور انہوں نے بڑی بہادری اور تکنیک سے جودی کو زندہ گرفتار کرلیا۔ پھر ان کا سردار ودیعہ مقابلہ پر آیا اس کے مقابلہ کے لئے حضرت اقرع بن حابس ؓ باہر آئے اور انہوں نے بھی مقابلہ کے بعد ودیعہ کو زندہ رفتار کرلیا۔ اپنے بڑے بڑے سرداوں کی اس طرح گرفتاری دیکھ کر دوسرے نصرانی واپس قلعہ کی طرف بھاگے اور وہ قلعہ بند ہونا چاہتے تھے اس دوران دوسری طرف حضرت عیاض بن غنم ؓ نے بھی نصرانیوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس طرح جب دونوں طرف سے لوگ قلعہ میں پناہ لینے کے لئے بھاگے تو قلعہ لوگوں سے بھر گیا اور اس میں مزید لوگوں کے داخل ہونے کی گنجائش نہیں رہی۔ باقی فوجیوں کو مسلمانوں نے قلعہ سے باہر ہی پالیا اور ان کو وہاں ہی قتل کر دیا۔ جودی بن ربیعہ بھی مارا گیا اور گرفتار لوگوں میں سے جس نے امان طلب کی اس کو امان دے دی گئی اور باقی لوگوں کو بھی قتل کر دیا گیا۔ قلعہ اور شہر پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو گیا اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو اطلاع دینے کے لئے قاصد روانہ کر دیا۔

(تاریخ الاسلامی: ۱۶۴/۹)

حصید کی جنگ

حضرت خالد بن ولید ؓ حیرہ چھوڑ کر جب دومۃ الجندل حضرت عیاض بن غنم ؓ کی مدد کے لئے گئے تو پیچھے قبائل نے سوچا کہ مسلمانوں سے حیرہ کا قبضہ چھڑانے کا یہ اچھا موقع ہے اور وہ عقبہ بن ابی عقبہ کے قتل کا بدلہ بھی لینا چاہتے تھے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے اقرع بن حابس ؓ کو واپس انبار کی طرف بھیج دیا اور خود دومۃ الجندل ٹھہر گئے۔ ایران کے شاہی دربار سے دو مشہور سردار زرمہر اور روزبہ کو دو بڑے لشکر دے کر حیرہ کی طرف بھیجا گیا۔ اس کی خبر جب مسلمانوں کو ملی تو حضرت قیقاع بن عمرو ؓ ان کے مقابلہ کے لئے آئے انہوں نے فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ کی قیادت ابولیلیٰ کو دی اور دوسرے حصے کی قیادت خود کی۔ ایرانی اور عرب قبائل کے لشکر مقام حصید وخنافس میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے دو طرف سے ان پر اچانک

اور بھر پور حملے کر دئے اور ان کو سنبھلنے تک کا موقع نہیں دیا بہت خونریز جنگ ہوئی ہزاروں فوجی مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے ان کے دونوں سردار بھی مارے گئے۔

خنافس کی جنگ

دشمن کی بقیہ فوج نے میدانِ جنگ سے فرار ہو کر مقام خنافس میں جا کر پناہ لی یہاں ایرانیوں کا مشہور سپہ سالار بہبوزان اپنی فوج کے سات پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ حضرت ابولیلیٰ بن فدا شکست خوردہ ایرانیوں کا پیچھا کرتے ہوئے خنافس پہنچ گئے تو ایرانی سردار بہبوزان مقابلہ کے بجائے خنافس سے بھاگ کھڑا ہوا اور مصیخ میں جا کر پناہ لی۔ مسلمانوں کو بہت سامال غنیمت حاصل ہوا۔ ان تمام فتوحات کی اطلاع حضرت خالد بن ولید کو بھیجوادی گئی پھر انہوں نے خلیفۃ الرسول کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔ (تاریخ طبری: ج۲ ح۲ ص۵۸۲)

مصیّخ کی جنگ

مصیخ کا حاکم ہذیل بن عمران تھا اس کو جب مسلمانوں کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس کے ساتھ قبیلہ تغلب کا سردار ربیعہ بن بجیر تغلبی بھی اپنے جنگجوؤں کے ساتھ تھا۔ دوسری طرف حضرت خالد بن ولید دومۃ الجندل سے واپس حیرہ پہنچ چکے تھے۔ تمام حالات اور صورت حال سے مکمل آگاہ تھے انہوں نے حضرت قیقاع اور حضرت ابولیلیٰ کو مقام مصیخ کی طرف دو لشکر دے کر روانہ کیا اور ہدایت کی کہ دو مختلف سمتوں سے ایک ہی وقت میں مصیّخ پہنچیں اور تیسری سمت سے خود ایک لشکر لے کے پہنچ گئے اور ایک ہی وقت میں تین طرف سے شہر پر دھاوا بول دیا۔ ایک ساتھ تین طرف سے حملوں کی وجہ سے دشمن کی فوج میں کھلبلی مچ گئی اور ان کو سنبھلنے کا موقع نہیں ملا اور وہ مقابلہ کرنے کے بجائے میدان سے فرار ہونے لگے تو مسلمان فوجیوں نے ان کو بھاگتے ہوئے قتل کرنا شروع کر دیا۔ ان کا سردار ہذیل بن عمران بھی میدان سے فرار ہو گیا۔ اس جنگ میں غلطی سے دو مسلمان بھی مارے گئے جو مصیّخ میں رہتے تھے ان کے نام عبد العزیز ابی رہم اور لبید بن جریر تھے، بعد میں ان کا خون بہادے دیا گیا۔

الزمیل کی فتح

ہذیل بن عمران نے مصیخ میں شکست کے بعد بھاگ کر الزمیل میں عتاب بن فلان کے پاس آ کے پناہ لی۔ وہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ بشر میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ اس کو ربیعہ بن بجیر کے خاتمے کی خبر پہنچے، حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس پر بھی تین طرف سے شب خون مارا۔ اس معرکہ میں اس کثرت سے آدمی قتل ہوئے کہ اس سے قبل کبھی نہیں ہوئے تھے اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ خالدؓ نے قسم کھائی تھی کہ ان کے گھروں میں گھس کر ان کو ختم کر دیں گے اور پھر ایسا ہی ہوا۔ خالدؓ نے مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کیا اور خمس کے ساتھ فتح کی خبر مصباح بن فلان المزنی کے ذریعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھجوادی۔ (تاریخ طبری: ج۲ ح۲ ص۵۸۴)

فراض کی جنگ

مصیّخ کی جنگ میں مسلمانوں سے شکست کھانے کے بعد ان کے دونوں سردار ہذیل بن عمران اور ربیعہ تغلبی فرار ہو کر یسیر کے مقام پر وہاں کے سردار عتاب بن اسید کے پاس چلے گئے تھے۔ وہاں وہ بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے فوج جمع کر رہا تھا۔ ان کی تیاریوں کی اطلاعات حضرت خالد بن ولیدؓ کو مسلسل مل رہی تھیں۔ حضرت قیقاع بن عمروؓ ربیعہ تغلبی کا پیچھا کرتے ہوئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ ہذیل بن عمران کا پیچھا کرتے ہوئے یسیر پہنچ گئے تھے۔ وہاں ان کو خبر ملی کہ بلال بن عقبہ نے رضافہ کے مقام پر مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے ایک لشکر تیار کر رکھا ہے۔ وہاں سے حضرت خالد بن ولیدؓ فوراً رضافہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ بلال بن عقبہ کی فوج نے اچانک مسلمانوں کی فوج کو اپنے سروں پر دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور انہوں نے فرار کی راہ اختیار کی اور یہ سب لوگ دومۃ الجندل کی سرحد اور فارس، شام اور عرب کو ملانے والی سرحد پر واقع مقام رضاب اور فراض پر جمع ہو گئے۔ فراض دریائے فرات کے قریب واقع تھا۔ اس جگہ پر بنو تغلب، بنو آیاد اور بنو تمر کے جنگجو پہلے سے بھی موجود تھے۔ اور ان کی مدد کے لئے رومی فوج بھی دریائے فرات کی دوسری طرف موجود تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ بھی اپنی فوج کی قیادت کرتے ہوئے فراض پہنچ گئے اور دریائے فرات کے کنارے پر اسلامی فوج نے پڑاؤ ڈال دیا۔ اسلامی فوج کی آمد کی خبر سن کے رومیوں کا لشکر دریائے فرات کے قریب پہنچ گیا اور مسلمانوں کو پیغام بھجوایا کہ تم دریا پار کر کے ہماری طرف آتے ہو یا ہم دریا عبور کر کے تمہاری طرف آ جائیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کو جواب بھیجا کہ تم دریا پار کر کے اس طرف آ جاؤ۔ رومی فوج نے مسلمانوں کا پیغام ملتے ہی دریائے

فرات عبور کر کے دوسری طرف آ کے جمع ہونا شروع کر دیا۔ ان کا لشکر مسلمانوں کے لشکر کے مقابلہ میں دس گنا تھا۔ مسلمان بغیر آرام اور وقفہ کئے مسلسل جنگ میں مصروف تھے مسلمان سپاہی بہت تھکے ہوئے تھے۔ لیکن ہمت، جوش اور جرأت سے بھرپور تھے۔ اس لئے جب لڑائی شروع ہوئی تو بہت بے جگری سے لڑے بڑا خونریز مقابلہ ہوا، لڑائی میں مسلمانوں کا پلہ بھاری ہوا اور بے شمار رومی فوجی مارے گئے۔ میدانِ جنگ میں ہر طرف لاشیں بکھری پڑیں تھیں اور بچے کچے رومیوں نے فرار کی راہ اختیار کی۔ مسلمانوں نے فراض بھی فتح کر لیا۔

حضرت خالد بن ولید ؓ نے فراض میں دس دن قیام کیا اور 25/ ذوالقعدہ 12ھ کو اسلامی لشکر کو شجرہ بن الاغر کی قیادت میں واپس حیرہ بھیج دیا اور خود خفیہ طور پر حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ اپنے حج پر جانے کو اس لئے خفیہ رکھا کہ ان کی غیر موجودگی کی وجہ سے دشمن فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرے۔ ان کے حج پر جانے کی خبر خاص خاص لوگوں کے سوا ان کے لشکر میں بھی کسی کو نہیں تھی۔ اسی سال حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بھی حج کی سعادت حاصل کی تھی۔ انہوں نے اپنی جگہ حضرت عثمان غنی ؓ کو قائم مقام بنایا اور خود حج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ حج میں حضرت ابوبکر ؓ سے حضرت خالد بن ولید ؓ نے ملاقات نہیں کی۔ مدینہ منورہ واپسی پر کسی نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو حضرت خالد بن ولید ؓ کے حج پر آنے کی اطلاع دی۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور آئندہ اس قسم کی بے احتیاطی سے منع فرمایا۔ کیونکہ اس طرح دشمن کو خبر ہونے کی صورت میں بہت سی مشکلات ہو سکتی تھیں۔ اس بات کے علاوہ حضرت خالد بن ولید ؓ کا حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے مکمل رابطہ تھا، ان کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہتی تھی اور حضرت خالد بن ولید ؓ حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے ہر بات میں رہنمائی لیتے تھے اور حضرت ابوبکر ؓ بھی وقتاً فوقتاً ان کو ہدایات بھجواتے رہتے تھے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ ماہ ربیع الاول 13ھ تک حیرہ میں رہے۔ حج سے واپسی کے بعد بھی حیرہ ہی میں قیام کیا اور آس پاس کے جو علاقے فتح ہونے سے رہ گئے تھے وہ بھی فتح کر لئے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا خط حضرت خالد بن ولید ؓ کے نام:

تم یرموک میں اسلامی فوج سے جا ملو وہ پھنسے ہوئے ہیں۔ خبردار! جیسی بے احتیاطی تم نے کی وہ دوبارہ نہیں کرنا وہ نرغے میں ہیں اور اللہ کے فضل سے ان مشکلات سے تمہاری طرح کوئی اور نہیں نمٹ سکتا ہے۔

اے ابوسلیمان! اخلاص اور نصیب مبارک ہو، اپنی ذمہ داریاں پوری کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ خود پسندی تمہیں لاحق نہ ہو، ایسی صورت میں تم کو نقصان اور رسوائی ہوگی۔ خبردار! تم اپنے کسی عمل کی وجہ سے احسان نہ جتلانا، حقیقت میں اللہ ہی احسان کرنے والا ہے اور وہی اس کا بدلہ بھی دینے والا ہے۔

(تاریخ طبری: ۲۰۲/۴)

شام کی مہمات

حکمت عملی اور حالات:

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے لوگوں کو ملک شام کے جہاد پر ابھارتے ہوئے تقریر فرمائی اور کہا!

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور حضور کریم ﷺ پر درود و سلام!

یاد رکھو! ہر کام کا ایک مقصد ہوتا ہے جو اس مقصد کو پا لیتا ہے وہ بامراد ہوتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عمل کرتا ہے اس کے لئے اللہ کافی ہوتا ہے۔ تم پر جدوجہد لازم ہے کیونکہ آدمی منزل تک استقامت کے ذریعہ ہی پہنچ سکتا ہے۔ جان لو جس کا ایمان نہیں اس کا دین بھی نہیں جو شخص اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید نہیں رکھتا اس کے لئے کوئی اجر نہیں اور جس کی نیت درست نہیں اس کا عمل بھی مقبول نہیں۔

دیکھو! اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جہاد فی سبیل اللہ کا بہت بڑا اجر بیان کیا گیا ہے جس کو پڑھ کر ہر مسلمان کا دل چاہتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کر دے۔ جہاد وہ تجارت ہے جس کی نشاندہی خود اللہ عزوجل نے فرمائی ہے اور جو شخص جہاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلت و رسوائی سے بچاتا ہے اور دنیا و آخرت میں اسے عزت و توقیر سے نوازتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے رومیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اہل مکہ کو جہاد کی دعوت دی اور ان کے نام ایک خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

ابوبکر عبداللہ عتیق بن ابی قحافہ ؓ کی طرف سے مکہ اور نواحِ مکہ کے مسلمانوں کے نام:

میں اللہ کا شکر گزار ہوں کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس کے نبی محمد ﷺ پر درود بھیجتا ہوں۔ آپ لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اس سے پہلے میں مدینہ کے مسلمانوں کو اپنے دشمن سے نمٹنے اور ملک شام فتح کرنے کے لئے طلب کر چکا ہوں۔ اب میں آپ کو لکھتا ہوں کہ اپنے رب کے اس حکم کی جلد از جلد تعمیل کر کے دکھائیں۔

انفِرُوا خِفَافاً وَثِقَالاً وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ☆

(سورۃ التوبہ۔41)

تم ہلکے ہو یا بوجھل (یعنی مال و اسباب تھوڑا رکھتے ہو یا بہت اپنے گھروں سے) نکل آؤ اور اللہ کے رستے میں مال اور جان سے لڑو یہی تمہارے حق میں اچھا ہے بشرطیکہ سمجھو۔

یہ آیت آپ لوگوں کے لئے ہی نازل ہوئی ہے اس لئے سب سے زیادہ آپ ہی کو اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد کرے گا اور جو اللہ کی مدد کرنے سے گریز کرے گا تو اللہ بھی اس سے بے نیاز ہو جائے گا۔ جلد از جلد چل پڑو ایک ایسی جنت کی طرف جس کے پھل نیچے ہیں اور جسے اللہ نے مجاہدین، مہاجرین وانصار اور ان لوگوں کے لئے بنایا ہے جو اس راہ پر چلیں۔ والسلام

حضرت خالد بن ولید ؓ کو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے مرتدین سے نپٹنے کے بعد شام کی طرف روانہ کیا تھا۔ کیونکہ شام کی طرف سے مسلسل خطرہ تھا۔ ایرانیوں کی سرگرمیوں کی وجہ سے حضرت خالد بن ولید ؓ کو وہاں کے کمانڈروں کی مدد کے کے لئے وہاں کے شورش زدہ علاقوں میں بھیج دیا تھا۔

شام کی سرحدوں کے قریب حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ایک اور لشکر حضرت خالد بن سعید بن عاص ؓ کی قیادت میں بھیج دیا تھا اور ان کو خاص ہدایت کر دی تھی کہ جب تک مدینہ طیبہ سے جنگ کے احکامات نہ آئیں جنگ نہیں چھیڑنا۔ لیکن اگر تم پر دشمن حملہ آور ہو جائے تو مقابلہ کی اجازت ہے۔ ان کو ہدایت تھی کہ آس پاس کے قبائل کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی جائے لیکن جو لوگ پہلے مرتد ہو گئے تھے ان کو شامل نہ کیا جائے۔ حضر خالد بن سعید بن عاص ؓ نے چند ہی دنوں میں آس پاس کے قبائل کو اکٹھا کر کے ایک بڑا لشکر تیار کر لیا۔ دوسری طرف جب رومی بادشاہ ہرقل کو مسلمان فوج کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے بھی بھر پور تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت خالد بن سعید بن عاص ؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو علاقے کی مکمل صورت حال کے بارے میں خط کے ذریعہ آگاہ کیا اور ان سے جنگ کرنے کی اجازت چاہی تاکہ رومی فوج اتنی قوت اور طاقت حاصل نہ کر سکے کہ ایک دم حملہ کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچا دے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو جب حضرت خالد بن سعید بن عاص ؓ کا خط ملا تو انہوں نے اس پر کافی سوچ بچار کیا اور شام کی سرحد پر موجود فوج کو مزید مدد بھیجنے کو ضروری سمجھا کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو مختلف علاقوں سے فتح و کامیابیوں کی خبریں آ رہیں تھیں۔ خاص طور پر حضرت خالد بن ولید ؓ کو کافی نمایاں کامیابیاں حاصل ہوئیں تھیں۔ حضرت عکرمہ ؓ اور

حضرت مہاجر بن امیہ بھی مرتدین کے خلاف اپنی مہم میں کامیاب ہوگئے تھے۔ مسلمانوں کی پے در پے فتوحات سے دشمنوں پر کافی رعب اور ہیبت طاری ہوگئی تھی۔ وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے سے ہچکچاتے تھے سب دفاعی پوزیشن پر آ گئے تھے۔

ان تمام صورت حال کو دیکھتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے مدینہ میں خاص خاص صحابہ کرام ؓ کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا!

اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر رحم فرمائے، آپ اس بات کو یاد رکھئے کہ اللہ رب العزت نے ہم سب کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ حضرت محمد ﷺ کی امت میں سے پیدا فرمایا۔ ہم سب کے ایمان و یقین کو زیادہ کیا کامل فتح عطا فرمائی۔ چنانچہ خود اللہ رب العزت فرماتا ہے؛ میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کیا تم پر اپنی نعمتیں پوری کیں اور اسلام کو تمہارے لئے پسند فرمایا۔ نیز یہ کہ ہمارے آقا رسول کریم ﷺ نے شام میں جہاد کرنے کا ارادہ کرلیا تھا اور چاہا تھا کہ وہاں کوشش اور ہمت سے کام لیا جائے مگر اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو اپنے پاس بلا لیا اور اب میں آپ لوگوں کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں ارادہ کر چکا ہوں کہ مسلمانوں کا ایک لشکر شام کی طرف بھیجوں کیونکہ رسول کریم ﷺ نے اپنے وصال سے قبل مجھے اس بات کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا کہ مجھے زمین دکھائی گئی ہے۔ میں نے مشرق و مغرب کو دیکھا سو جو زمین مجھے دکھائی گئی وہ عنقریب میری امت کی مِلک میں آئے گی۔ پس اب تم سب متفق ہو کر مجھے اس کا مشورہ دو کہ تمہاری کیا رائے ہے۔

آپ ؓ کی تقریر سن کے سب صحابہ کرام ؓ نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ آپ ؓ جو حکم دیں گے ہم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ سن کر آپ ؓ بہت خوش ہوئے کیونکہ اہل مدینہ کی طرف سے جوش و خروش قابل دید تھا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر ؓ نے اہل یمن کو خط لکھا تا کہ ان کو بھی شام کی مہم میں شامل کیا جائے۔

اس خط میں آپ ؓ نے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

خلیفۃ الرسول اللہ ﷺ کی طرف سے یمنی مومنوں کے نام جس کو میرا یہ خط سنایا جائے ان سب کو السلام علیکم! میں اس معبود کا سپاس گزار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا ہے اور اس بات کا حکم دیا ہے کہ تنگی ہو یا وسعت ہو جنگی سامان کی کمی ہو یا زیادتی انہیں ہر حال میں دشمنوں سے مقابلہ کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

انفِرُوا خِفَافاً وَثِقَالاً وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ(41)

(سورۃ التوبہ۔41)

تم ہلکے ہو یا بوجھل (یعنی مال واسباب تھوڑا رکھتے ہو یا بہت اپنے گھروں سے) نکل آؤ اور اللہ کے رستے میں مال اور جان سے لڑو یہی تمہارے حق میں اچھا ہے بشرطیکہ سمجھو۔۴۱

جہاد ایک لازمی فریضہ ہے اور اس کا اجر اس قدر ہے کہ جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ تمہارے وہ بھائی جو میرے سامنے ہیں انہیں میں نے جہاد کی غرض سے شام جانے کے لئے امادہ کیا ہے اور انہوں نے میری آواز پر لبیک کہا ہے اور اخلاص، نیت کے ساتھ روانہ ہو رہے ہیں۔

اے اللہ کے بندو! اب تمہاری باری ہے تم بھی میری آواز پر لبیک کہو اور تمہارے رب کی طرف سے جو فریضہ تم پر عائد کیا گیا ہے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو۔ اللہ عزوجل آپ کے دین کی حفاظت فرمائے اور آپ کے دلوں کو ہدایت دے اور آپ کے اعمال کو بُرائیوں سے پاک فرمائے اور مجاہدین وصابرین کا اجر فرمائے۔

والسلام علیکم

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خط جب اہل یمن کے پاس پہنچا تو وہ فوراً تیار ہو گئے۔ انہوں نے حضرت ذوالکلاح حمیری کی قیادت میں ایک بڑا لشکر تیار کر کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا تا کہ اسے شام کی طرف بھیجا جائے۔ اس لشکر میں اطراف کے قبائل کے لوگ بھی شامل ہوتے گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عکرمہؓ کو ایک بڑا لشکر دے کر مدینہ منورہ سے شام کی طرف روانہ کر دیا۔ اس کے علاوہ ایک لشکر جس کی قیادت حضرت عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ میں دی اور ہدایت فرمائی کہ وہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ مل کر فلسطین کی طرف سے شام پر حملہ کریں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا!

اے عمرو بن عاص ؓ! اپنی خلوت اور جلوت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اس سے حیا کرنا کیونکہ وہ تمہارے نیک و بد تمام اعمال کو جانتا ہے اور تم نے دیکھ لیا کہ جو حضرات تم سے آگے نیک عمل کر کے گئے ہیں ان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا مقام ہے۔ تم بھی آخرت کے لئے عمل کرنے والے بن جاؤ اور تمہارا مقصد صرف رضائے الٰہی ہو اور تم لوگوں کے چھپے ہوئے بھید ہرگز جاننے کی کوشش نہ کرنا۔ دشمن سے جب بھی مقابلہ کرنا سچائی کے ساتھ کرنا اور دوران جنگ بزدلی نہ دکھانا۔ میں تمہیں امانت میں خیانت نہ کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اگر تم اپنی اصلاح کرو گے تو تمہاری رعایا خود بخود تمہارے لئے بھلی ہو جائے گی۔

معرکہ اجنادین

حضرت عمرو بن عاص ؓ دریائے اردن کے کنارے رومی فوج کی جھڑپوں سے بچتے ہوئے اسے خالی کرانے میں مصروف تھے تاکہ اسلامی فوج سے مل سکیں۔ دشمن پوری تیاری سے ان کے تعاقب میں تھا اور اس کی کوشش تھی کہ حضرت عمرو بن عاص ؓ اپنی باقی فوج سے ملنے سے پہلے جنگ میں پھنس جائیں۔ لیکن حضرت عمرو بن عاص ؓ پوری طرح بیدار و ہوشیار تھے اور اچھی طرح جانتے تھے کہ ان حالات میں جنگ چھیڑنا مصلحت کے خلاف ہے کیونکہ اس وقت ان کے ساتھ سات ہزار کی فوج تھی اور دشمن کی تعداد لاکھوں میں تھی۔

حضرت خالد بن ولید ؓ جنگی صورت حال کو دیکھتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچے کہ جلد از جلد حضرت عمرو بن عاص ؓ کے لشکر سے جا ملیں اور ان کے ساتھ مل کے رومی فوج کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کر کے رومی قوت کو تباہ کر دیں۔ اس طرح اسلامی فوج کی پوزیشن مضبوط ہو گی اور فلسطین میں مسلمانوں کے قدم جم جائیں گے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ وہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہیں اور حضرت عمرو بن عاص ؓ کو آ کر ملنے کا انتظار کریں۔ وہ یہاں آ کر رومی فوج کا مقابلہ کریں جو دمشق سے ان کے مقابلے کے لئے نکلی تھی۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے پہلی صورت کو ترجیح دی کیونکہ فلسطین میں رومی فوج پر غلبہ پانے کی صورت میں مسلمانوں کی واپسی کا راستہ محفوظ ہو جائے گا اور ان کے مرکز کو تقویت ملے گی۔ ایسی صورت میں وہ اس پوزیشن میں ہوں گے کہ رومی فوج کو چیلنج کر سکیں اور دشمن اپنے پیچھے سے خطرہ محسوس کرے گا پھر اس کی تدبیر میں لگ جائے گا اور اس کی فوج کا ایک حصہ اس کام میں مشغول ہو جائے گا اور اقدام کے بجائے دفاعی پوزیشن پر آ جائے گا۔

حضرت خالد بن ولید ؓ یرموک سے فلسطین کی طرف روانہ ہوئے اور عمرو بن عاص ؓ کو اطلاع بھیجی کہ وہ رومی فوج

کو دھوکے میں رکھتے ہوئے وہاں سے منتقل ہونے میں لگے رہیں۔ یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید ؓ کا لشکر وہاں پہنچ جائے اور پھر مل کے رومی فوج پر حملہ کر دیں۔ عمرو بن عاص ؓ اجنادین آ گئے۔ اور حضرت خالد بن ولید ؓ کا لشکر بھی وہاں پہنچ گیا اب مسلمان فوج کی تعداد تیس ہزار ہو گئی۔ حضرت خالد بن ولید ؓ اپنے لشکر کے ساتھ بڑے مناسب وقت پر پہنچے اور زبردست جنگ ہوئی۔ دونوں سپہ سالاروں کی جنگی مہارت کی وجہ سے میدان میں مسلمان فتح کی طرف بڑھنے لگے۔ مسلمان رومی فوج کو چیرتے ہوئے ان کے جرنیل تک پہنچ گئے اور اس کا کام تمام کر دیا۔ جرنیل کے قتل ہوتے ہی رومی فوج ہمت ہار گئی اور مختلف راستوں سے فرار ہونے لگی۔

شام میں معرکہ اجنادین روم اور مسلمانوں کے درمیان پہلا معرکہ تھا۔ جب اس شکست کی خبر حمص میں قیصر روم ہرقل کو پہنچی تو اس کو حالات کی سنگینی کا احساس ہو گیا۔

خالد بن ولید ؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو فتح کی خوشخبری دیتے ہوئے خط لکھا:

خلیفۃ الرسول ابوبکر ؓ کے نام مشرکین کے خلاف کھلی تلوار خالد بن ولید کی طرف سے۔

السلام علیکم! میں اس اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اما بعد!

اے صدیق ؓ! میں آپ ؓ کو یہ خبر دے رہا ہوں کہ ہم مشرکین کے مقابلہ میں اترے۔ انہوں نے اجنادین میں بہت بڑی فوج اکٹھی کی، اپنی صلیب بلند کی اور اپنی کتابیں کھولیں۔ انہوں نے اللہ کی قسمیں کھائیں کہ ہم کو ختم کر کے یا اپنے ملک سے نکال کر دم لیں گے، میدان سے فرار اختیار نہیں کریں گے۔ ہم بھی اللہ پر اعتماد و توکل کرتے ہوئے ان کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ نیزوں سے ان پر وار کیا، پھر ہم نے تلواریں سنبھال لیں اور ہر وادی، میدان اور رستے میں ان سے مقابلہ کیا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنے دین کو غلبہ عطا کیا۔ دشمن کو ذلیل کیا اور اپنے دوستوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جب یہ خط حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو موصول ہوا تو بے حد خوش ہوئے اور فرمایا! تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اور اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ (فتوح الشام للبلازدی: ۸۴۔۹۳)

ان کے بعد ایک اور لشکر تیار کیا گیا اس کی قیادت حضرت یزید بن ابوسفیان ؓ کے حوالے کی گئے اور ان کو حکم دیا کہ وہ دمشق کی طرف سے حملہ آور ہوں۔ ان کو نصیحت کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا!

اے یزید ؓ! تمہاری رشتہ داریاں بہت ہیں اور ممکن ہے تم ان رشتہ داریوں کو امارت میں ترجیح دو اور اس کا مجھے تمہاری جانب سے بہت خطرہ ہے۔ بے شک حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمانوں کے امور میں سے کسی امر کا والی ہو اور مسلمانوں میں کسی کو ناحق تخصیص کی بنا پر امیر بنا دے ایسے امیر بنانے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے امیر بنانے والے کے کسی خرچ اور کسی کوشش کو قبول نہیں کرے گا یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دے گا اور جس نے اپنے بھائی کے مال میں سے کسی کی کچھ مدد کی اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ لوگوں کو اس بات کی دعوت دو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں۔

ایک لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کی کمان میں دے کر حمص کی طرف سے حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا۔ اسی دوران حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ بھی عراق کی مہم فتح کر کے مدینہ طیبہ واپس آ گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اطراف کے قبائل کے ساتھ مل ایک اور لشکر تیار کیا اس کی کمان حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ کے حوالے کی اور اس کو حکم دیا کہ وہ اردن کی طرف سے شام پر حملہ آور ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ سے فرمایا!

خالد بن سعید ؓ کے پاس جاؤ اور جو کچھ ان کا حق تمہارے اوپر ہے اس کا لحاظ رکھنا جیسا کہ تمہیں اس زمانے میں یہ بات پسند تھی کہ یہ سپہ سالار ہو کر تمہارے سامنے آتے اور جو تمہارا حق ان کے اوپر ہے اسے پہچانتے۔ تم نے ان کا مرتبہ اسلام میں جان رکھا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو یہ آپ ﷺ کی طرف سے والی تھے اور میں نے بھی انہیں والی بنا رکھا تھا۔ اب میں نے خیال کیا کہ انہیں معزول کر دوں قریب ہے کہ ان کے لئے معزولی ان کے دین کے لئے بہتر ثابت ہو اور مجھے کسی کی امارت سے حسد نہیں ہے اور میں نے لشکروں کی امارت کے بارے میں خالد ؓ کو اختیار دیا تھا کہ جس کو چاہیں منتخب کر لیں اور انہوں نے دوسروں کو چھوڑ کر تمہارا انتخاب کیا اور اپنے چچیرے بھائی کے مقابلہ میں تم کو ترجیح دی۔ جب تمہیں کوئی امر درپیش ہو جس کے لئے تمہیں کسی کی نصیحت کی ضرورت ہو تو تم حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ، حضرت معاذ بن جبل ؓ اور حضرت خالد بن سعید ؓ کے پاس نصیحت اور بھلائی پاؤ گے۔

اس طرح حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنی جنگی ماہرانہ حکمتِ عملی کے ساتھ شام پر بھرپور حملے کرنے کی مکمل تیاری کر لی۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ جو بھی لشکر تیار کرتے اس کو حکم تھا کہ وہ مدینہ منورہ سے باہر جرف کے مقام پر جمع ہوں اور پھر وہاں حضرت ابوبکر صدیق ؓ تشریف لے جاتے اور ان کو دعاؤں اور نصیحتوں کے ساتھ رخصت کرتے اور فرماتے!

اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، یاد رکھو! ہر کام کا ایک مقصد ہوتا ہے جس نے اس مقصد کو حاصل کر لیا اس نے کامیابی حاصل کر لی۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کا کفیل ہو جاتا ہے۔ تمہیں کوشش اور جدوجہد سے

اپنا کام کرنا چاہئے کیونکہ بغیر کوشش کے کوئی بھی کام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔

یاد رکھو! جس شخص میں ایمان نہیں وہ مسلمان کہلانے کا بھی حقدار نہیں، جو کام ثواب حاصل کرنے کی غرض سے نہ کیا جائے اس کا ثواب بھی نہیں ملتا۔ جس کام میں نیک نیتی شامل نہیں وہ کام ہی نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو عظیم اجر کی خوشخبری دی گئی ہے۔ لیکن کسی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اجر وثواب کو صرف اپنے لئے مخصوص کر لے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا ایک تجارت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے جاری فرمایا ہے۔ جو شخص اسے اپناتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رسوائی سے بچاتا ہے اور دونوں جہاں میں عزت عطا فرماتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی ہدایت کے مطابق اسلامی لشکروں نے شام کی طرف پہنچنا شروع کر دیا۔

رومیوں کی جنگی تیاریاں

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی ہدایت کے مطابق مسلمان فوج اپنے اپنے بتائے ہوئے مقامات پر پہنچنے لگی۔ تمام اسلامی دستے ایک دوسرے سے مکمل رابطہ میں تھے ان میں مستقل خط و کتابت ہو رہی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ رومی بھی بے خبر نہیں تھے ان کو بھی مسلمانوں کے نقل وحمل کی تمام اطلاعات مل رہی تھیں۔ ہرقل نے بھی اپنے تمام سپہ سالاروں کو جمع کر کے مشورہ کیا اور ان کو جنگ سے متعلق ہدایات دیں۔ اس نے چار نامی گرامی جرنیلوں کے ساتھ فوج تیار کی۔ ان میں اس کے بھائی تذارق اور تھیوڈور بھی تھے، جنہوں نے ایرانیوں کے ساتھ رومیوں کی جنگ میں بہت کامیابیاں حاصل کیں تھیں بہت بہادر اور تجربہ کار سپہ سالار تھے۔ تذارق کو نوے ہزار کی فوج دے کر فلسطین کی طرف حضرت عمرو بن عاص ؓ کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا۔ ہرقل کی توقع کے برخلاف تذارق مسلمانوں کے سامنے نہ ٹک سکا اور اس کو شکست ہوئی۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کے مقابلے کے لئے ہرقل نے فیقار بن سطور کی کمان میں ساٹھ ہزار کا لشکر حمص کی طرف بھیجا۔ اسی طرح حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ کے مقابلہ کیلئے راقص کی کمان میں پچاس ہزار کا لشکر دے کر اردن کی طرف روانہ کیا۔ اور حضرت یزید بن ابوسفیان ؓ کے مقابلہ کے لئے جرجہ بن نوذر کو چالیس ہزار کا لشکر دے کر دمشق کی طرف روانہ کیا۔ اس طرح مسلمانوں کے مقابلہ میں ہرقل نے اپنے چار سپہ سالاروں کے ساتھ دو لاکھ چالیس ہزار افراد کی فوج بھیجی جو کہ اسلحہ اور جنگی سامان میں مسلمانوں کے مقابہ میں کئی گنا زیادہ تھی۔ جبکہ مسلمان فوج کی کل تعداد تیس ہزار کے قریب تھی۔

مقابلہ کیلئے مسلمانوں کے صلح مشورے

مسلمانوں نے رومیوں کی تعداد کے بارے میں معلوم ہونے کے بعد صلح مشورے کیئے اور آپس میں طے کیا کہ الگ الگ لڑنے کے بجائے اکٹھے ہو کر رومیوں کا مقابلہ کرنا زیادہ بہتر رہے گا۔ ایک جگہ اکٹھے ہونے پر رومی فوج تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ دشمن کی کثیر فوج اور اپنے مشوروں کے بارے میں تمام صورت حال سے ایک قاصد کے ذریعہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو آگاہ کیا گیا اور ان سے احکامات کی درخواست کی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے چاروں سپہ سالاروں کو ایک جگہ اکٹھے ہو کر جنگ کرنے کی اجازت دے دی اور تحریر فرمایا!

اکٹھے مل کر ایک فوج کی صورت بن جاؤ اور متحد ہو کر دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلو۔ تم اللہ کے مددگار رہو، جو شخص اللہ کا مددگار رہو گا اور اللہ تعالیٰ کی مدد کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کا مددگار ہو گا۔ لیکن جو شخص اس کا انکار کرے گا اور ناشکری کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اسے چھوڑ دے گا۔ گناہوں سے مکمل پرہیز کرو اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو۔

چاروں اسلامی لشکروں نے باہمی مشورے کے بعد تمام لشکر یرموک کے مقام پر اکٹھے کر لئے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے تمام صورت حال کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو خط لکھا اس پیغام کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

تمہارا خط آیا جس میں تم نے لکھا ہے کہ دشمن نے فوجیں تم سے لڑنے کے لئے روانہ کر دی ہیں اور ان کے بادشاہ نے اتنی بڑی فوج بھیجنے کا وعدہ کیا ہے جس کا زمین میں سمانا مشکل ہے۔ واللہ! سرزمین شام میں تمہاری موجودگی سے زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود قیصر اور اس کے لشکر پر تنگ ہوگئی ہے۔

اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ تم جلد ہی قیصر روم کو اس کی قرارگاہ (انطاکیہ) سے نکال باہر کرو گے۔ تم اپنے دستے دیہات اور مزروعہ بستیوں میں چھاپے مارنے کے لئے پھیلا دو اور رومیوں کو غلے اور چارے سے محروم کر کے ان کا جینا دوبھر کر دو۔ بڑے شہروں کا محاصرہ اس وقت تک نہ کرنا جب تک میں یہاں سے نہ لکھوں۔ اگر دشمن تم سے لڑنے کے لئے بڑھے تو تم بھی لڑنے کے لئے بڑھو اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں ان پر غالب کرے۔ ان کے پاس جتنی رسد آئے گی میں اتنی یا اس سے دگنی یا تگنی بھیجوں گا۔ اللہ کا شکر ہے کہ نہ تو تمہاری تعداد کم ہے اور نہ تم کمزور ہو۔ میں سمجھ نہیں سکا کہ پھر تم ان سے لڑنے

میں کیوں مذبذب ہو۔ اللہ ضرور تم کو دشمن پر فتح دے گا اور غالب کرے گا۔ وہ تم کو سرفراز کر کے آزمانا چاہتا ہے کہ تم کیا طرز عمل اختیار کرتے ہو۔ عمرو بن عاص ؓ کے ساتھ تمہارا عمدہ برتاؤ ہونا چاہئے میں نے ان کو سمجھا دیا ہے کہ صحیح مشورہ دینے میں پس و پیش نہ کریں وہ تجربہ کار اور صائب الرائے آدمی ہیں۔ والسلام

حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا!

اللہ کے بندو! اللہ کے دین کی مدد کرو، اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ یقیناً اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ اے مسلمانوں صبر سے کام لو۔ صبر نجات اور اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے اور ذلت و رسوائی کو ختم کرنے والا ہے۔ اپنی صفوں سے پیچھے نہیں ہٹنا۔ ایک قدم بھی ان کی طرف مت بڑھو، دشمن سے قتال میں پہل نہ کرو۔ دشمن کی طرف نیزوں کو سیدھا رکھو اور ڈھال کے ذریعہ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ خاموشی کو لازم پکڑو، دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو۔ یہاں تک کہ میں تمہیں جنگ کرنے کا حکم دوں۔ ان شاءاللہ

حضرت معاذ بن جبل ؓ آگے بڑھے اور لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا!

اے قرآن والو! اے اللہ کی کتاب کے حافظو! اے ہدایت کے مددگارو حق کی طرف دوڑو! اللہ کی رحمت اور اس کی جنگ صرف آرزوؤں سے حاصل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت اور وسیع رحمت صرف سچوں کو عطا کرتا ہے۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنتے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئاً وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ O

(سورۃ النور۔55)

جولوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اُن سے اللہ کا وعدہ ہے کہ اُن کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا اُن سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور اُن کے دین کو جسے اُس نے ان کیلئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے

گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا، وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں
گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔ ۵۵

اللہ تم پر رحم کرے اپنے رب سے شرم کرو کہ وہ تمہیں دشمن سے بھاگتا ہوا دیکھے حالانکہ تم اللہ کے قبضہ میں ہو۔ اللہ کے سوا تمہیں کوئی پناہ دینے والا نہیں اور اس کے بغیر عزت وغلبہ ملنے والا نہیں۔

ان کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا!

مسلمانو! نگاہ نیچی رکھو، گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ، نیزے سیدھے کرلو، جب تم دشمن پر حملہ آور ہو تو انہیں ڈھیل دو یہاں تک کے وہ نیزوں کے نشانے پر آجائیں پھر شیر کی طرح ان پر جھپٹ پڑو۔ اس ذات کی قسم! جو سچائی کو پسند کرتا ہے اور اس پر ثواب سے نوازتا ہے اور جھوٹ کو ناپسند کرتا ہے اور اس پر سزا دیتا ہے۔ اچھائی کا بدلہ اچھائی سے دیتا ہے۔ میں نے یہ بات سنی ہے کہ مسلمان عنقریب فتح کریں گے، بستی بستی، قصر قصر، لہٰذا ان کی کثیر تعداد سے تمہیں خوف زدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر تم نے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا تو وہ پرندوں کی طرح بکھر جائیں گے۔

پھر حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

مسلمانو! تم اس وقت اپنے اہل وعیال سے الگ امیر المومنین اور مسلمانوں کے امدادی لشکر سے دور بلاد عجم میں ہو اور واللہ تم ایسے دشمن کے مقابلہ میں کھڑے ہو جو تعداد میں بہت زیادہ ہے اور تمہارے خلاف انتہائی سخت ہے۔ وہ اپنے ملک میں بیوی بچوں، مال واسباب اور اپنے لوگوں کے ساتھ ہیں۔ اللہ تمہیں اسی وقت ان سے نجات دے گا اور تمہیں اللہ کی رضا حاصل ہوگی جب تم ناپسندیدہ حالات میں صبر واستقامت سے کام لیتے ہوئے ڈٹ کے مقابلہ کرو۔ اپنی تلواروں سے اپنی حفاظت کرو۔ آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کرو، یہی تمہارے لئے پناہ وحصار ہو۔ پھر خواتین کے پاس گئے اور انہیں ہدایات ونصیحتیں کیں پھر واپس آئے اور مجاہدین سے کہا!

اے مسلمانو! وہ چیز آگئی جس کا تم مشاہدہ کر رہے ہو۔ سنو! یہ تمہارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت ہے اور تم شیطان اور جہنم کے سامنے ہو۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے لوگوں کو وعظ کرتے ہوئے فرمایا!

لوگو! حورعین اور جنات نعیم میں اپنے رب کی طرف آگے بڑھو۔ آج جس مقام پر کھڑے ہو یہ تمہارے رب کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ مقام ہے۔ خبردار ہو جاؤ! صابرین کا بڑا اونچا مقام ہے۔

(البدایہ والنہایہ: ۹/۷، ۱۰)

جنگِ یرموک

یرموک اور قادسیہ کی جنگیں دنیا کی بڑی جنگوں میں شامل تھیں۔ ان دونوں جنگوں کے متعلق رسول کریم ﷺ نے پیشین گوئی کی تھی اس وقت کی تھی جب غزوہ احزاب میں چٹان توڑتے ہوئے اس میں سے چٹان سے چنگاریاں نکلی تھی تو سرورکائنات ﷺ نے اس قسم کے الفاظ ادا فرمائے تھے کہ مجھے روم اور ایران کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان دیکھیں کہ " مجھے " کے لفظ میں حضرت عمر فاروق ؓ اور وہ صحابہ کرام اور تابعین شامل ہیں جو اس معرکہ میں شریک تھے۔ وہ تمام مجاہد، غازی اور شہید جنہوں نے اس جنگ میں حصہ لیا۔

جس خطہ میں یرموک کا میدان بنتا ہے وہ ایک ایسا محل وقوع ہے جہاں متحارب گروہوں کو قدرتی طور پر آسانیاں میسر تھیں۔ رومیوں کے لئے بحرہ روم ایک پناہ گاہ تھی اور مسلمانوں کے لئے صحراء کی وسعت فائدہ مند تھی۔

رومی سلطنت کا دارالحکومت قسطنطنیہ تھا اور ان کی سلطنت کا سب سے زرخیز علاقہ شام کا تھا۔ وہ اس خطہ میں شمال کے بربروں، کیشیا کے ترکوں اور ایران کے مہذب ترین مجوسیوں کو شکست دے چکے تھے۔ لیکن اب ان کو مسلمانوں کے ساتھ مشکل کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ان کے ساتھ جنگوں میں ان کی تربیت یافتہ فوج عرب کے غیر متمدن لوگوں سے شکست پر شکست کھا رہی تھی۔ چنانچہ انہوں نے بڑی دوراندیشی سے فیصلہ کن جنگ کا منصوبہ بنایا تھا۔

مسلمانوں کے چاروں لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ، حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ، حضرت عمرو بن عاص ؓ اور حضرت یزید بن ابوسفیان ؓ کی سربراہی میں یرموک میں جمع ہو گئے تھے اس کی اطلاع جب ہرقل کو ملی تو اس نے بھی اپنے چاروں کمانڈروں کو حکم دیا کہ وہ سب بھی یرموک میں آ کے جمع ہو جائیں۔ رومی فوج کے چاروں لشکر یرموک کی چشمہ کے قریب ایک بیضوی میدان میں جمع ہو گئے ان کے اطراف میں پہاڑ تھے۔ اس وسیع وعریض میدان میں رومیوں کی دولاکھ چالیس ہزار افراد پر مشتمل فوج جمع ہوگئی۔

ہرقل نے مشہور جرنیل قناطیر کو حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کا راستہ روکنے کا حکم دیا۔ جرنل جبلہ کو حمص کی طرف بھیجا۔ جرنل دیرجان کو حکم دیا کہ وہ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ حلب کی طرف سے آگے بڑھیں اور جبلہ کی مدد کریں اور چوتھے جرنیل کو حکم دیا کہ جب دیرجان مسلمانوں پر حملہ کرے تو وہ اس کی مدد کریں۔ ان سب کا سپہ سالار ماہان کو بنایا گیا تا کہ اگر وہ کسی طرف کمزوری دیکھیں کو ان کی مدد کریں۔ لڑنے والے فوجیوں کے ساتھ ساتھ پادری صلیبیں لئے محاذ جنگ پر فوجیوں کو جوش دلانے کے لئے پہنچ گئے تھے۔

حضرت خالد بن ولید ؓ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ سے مشورہ کیا کہ رومیوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ صحراء کے قریب قائم کیا جائے اور تمام مفتوحہ علاقوں سے فوج منگوا کر ایک مرکز پر جمع کی جائے۔ یہ حکم تمام سالاروں کو بھیج دیا گیا اور ان کو ہدایت کی گئی کہ مفتوحہ علاقوں سے جو ذمیوں سے جزیہ لیا ہے وہ واپس کر دیا جائے۔ جب اس حکم پر مسلمانوں نے عمل کیا تو مقبوضہ علاقوں کے ذمیوں نے ان کو بہت دعائیں دیں اور ان کو کامیابی کے بعد دوبارہ واپس آنے کو کہا۔ یہ بات غیر مسلموں کے لئے انتہائی حیرت انگیز تھی۔

مسلمانوں کو اندازہ تھا کہ رومی فوج دو لاکھ سے زیادہ ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے مشاورت کے لئے اجلاس بلایا اور سرداروں سے مشورہ کیا۔ ایک تجویز یہ پیش کی گئی کہ اسلامی فوج واپس عرب جا کر رومیوں کے اس طوفان کے ٹلنے کا انتظار کرے مگر یہ تجویز رد کر دی گئی۔ بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ یہ جنگ ہر حالت میں لڑی جائے۔ فتح و شکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اگر ہم جیت کے غازی بن گئے یا شہید ہو گئے تو ہمارے لئے دونوں میں کامیابی ہے۔ اس دوران حضرت خالد بن ولید ؓ خاموش بیٹھے رہے۔ حضرت ابوعبیدہ ؓ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا! تم ایک جرأت مند، بہادر اور سمجھدار انسان ہو تم ابھی تک خاموش ہو، تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میری رائے کچھ اور ہے، میرا مشورہ یہ ہے کہ تمام فوج کو یرموک کے مقام پر جمع کیا جائے۔ اس طرح خلیفہ کی طرف سے مدد بھی آسانی سے پہنچ سکتی ہے اور آپ کے سامنے لڑنے کے لئے وسیع میدان ہوگا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ کا مشورہ سب نے پسند کیا اور ان پر عمل کیا گیا۔

حضرت خالد بن ولید ؓ نے چار ہزار سواروں کا ایک دستہ اپنے پیچھے چھوڑا اور پیچھے سے آگے بڑھنے والے رومیوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ، حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ، حضرت عمرو بن عاص ؓ اور حضرت یزید بن ابوسفیان ؓ اپنی اپنی فوجیں لے کر یرموک پہنچ گئے۔

رومی بھی یرموک پہنچ گئے اور وہاں اپنے مورچے قائم کر لئے۔ اس جگہ کو رومی بہت محفوظ سمجھ رہے تھے لیکن ان کو یہ

احساس نہیں ہوا کہ وہ تین طرف پہاڑ اور ایک طرف چشمہ کی وجہ سے ایک تنگ جگہ میں محصور گئے ہیں اور جس طرف سے نکلنے کا راستہ تھا اس طرف مسلمان آ کر بیٹھ گئے تھے۔ اس طرح اللہ تعالی کی مدد سے اور رومیوں کی غلط حکمتِ عملی سے ان کی فوج مسلمانوں کے گھیرے میں آ گئی تھی۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے میدانِ جنگ کی یہ صورتحال دیکھی تو خوشی سے با آواز بلند پکار اٹھے!

مسلمانو! تمہیں خوش خبری ہو کہ رومی فوج گھیرے میں آ چکی ہے اور گھیرے میں آنے والی فوج محاصرہ کرنے والی فوج کے ہاتھوں مشکل سے ہی بچتی ہے۔

ہرقل کا قاصد ماہان کے پاس آیا کہ ابھی جنگ نہ شروع کی جائے جب تک پر امن مذاکرات کے تمام ذرائع کامیاب ثابت نہ ہوں۔ ماہان نے جرنل جرجیر کو حضرت ابوعبیدہؓ کے طرف بھیجا، اس نے آپؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ مسلمان وہ تمام مال ومتاع لے جا سکتے ہیں جو انہوں نے شام میں حاصل کیا ہے۔ لیکن اسلامی سالار نے اس کی یہ تجویز مسترد کر دی۔ اس کے بعد ماہان نے جرنل جبلہ کو بھیجا۔ جبلہ عرب تھا اس نے صلح کی بھرپور کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اس کے بعد جبلہ اپنے عرب لشکر کو لے کر بھاری اسلحہ کے ساتھ جولائی ۶۳۶ء کے وسط میں مسلمانوں کے ساتھ لڑنے آیا لیکن اس نے شکست کھائی۔ اس دوران مسلمانوں کی چھ ہزار کی مزید کمک پہنچ گئی اب مسلمانوں کی تعداد چالیس ہزار ہو گئی تھی۔ ان میں ایک ہزار صحابی رسول (ﷺ) تھے جن میں ایک سو بدری صحابہ تھے ان کے علاوہ حضرت زبیر بن عوامؓ (جو عشرہ مبشرہ میں شامل تھے اور ان کو حواری رسول ﷺ کا خطاب ملا تھا) بھی تھے۔ حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی اہلیہ حضرت ہندہؓ بھی اس لشکر میں شامل تھیں۔ ایک مہینہ تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے رہے اور صلح کی کوششیں ہوتی رہیں۔ آخر میں جرنل ماہان خود مذاکرات کرنے کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس حاضر ہوا لیکن مذاکرات کامیاب نہ ہو سکے۔ اب یہ نظر آنے لگا تھا کہ جنگ ناگزیر ہو گئی ہے۔

رومی فوج مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے جس جگہ خیمہ زن ہوئی تھی اس کی وجہ سے ان کا آگے بڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ رومی فوج کا جو دستہ بھی آگے نکل کر مسلمانوں ہر حملہ کرنے کے لئے نکلتا تو اس پر مسلمان حملہ کر دیتے اور وہ پسپائی پر مجبور ہو جاتا اس وجہ سے رومی کثیر تعداد ہونے کے باوجود مسلمانوں پر حملہ نہیں کر پا رہے تھے۔ دوسری طرف مسلمان بھی ان کی طرف پیش قدمی ان کی کثیر تعداد کی وجہ سے نہیں کر رہے تھے۔ اسی شش و پنج میں دو مہینے گزر گئے کوئی بھی فریق کامیابی حاصل نہیں کر پا رہا تھا۔ مسلمان کمانڈروں نے اس صورت حال کی اطلاع حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پہنچائی۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بہت غور و خوض کیا اور حضرت خالد بن ولید ؓ کو ایک خط لکھا!

تم تمام اسلامی فوج کی کمان بطور سپہ سالارِ اعظم اپنے ہاتھ میں لے لو۔ وہ وہاں دشمن سے الجھے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تم کو دیکھ کر دشمن کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں اور تم اپنے لشکر کو دشمن کے نرغے سے نکال کر لے آتے ہو۔ اے ابوسلیمان! میں تمہیں تمہارے اخلاص اور خوش بختی پر مبارک باد دیتا ہوں اس مہم کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو۔ تمہارے دل میں غرور نہیں آنا چاہئے کیونکہ غرور کا انجام نقصان اور رسوائی ہے اپنے کام پر ناز نہیں کرنا۔ فضل و کرم کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہی اعمال کا اجر عطا کرنے والا ہے۔

دوسری طرف رومی فوج کے کمانڈر تذارق نے بھی جنگ کی صورت حال سے اپنے بادشاہ ہرقل کو آگاہ کیا۔ اس پر ہرقل نے ایک اور عظیم لشکر تجربہ کار سپہ سالار کی قیادت میں شامیوں کی مدد کے لئے روانہ کیا۔

حضرت خالد بن ولید ؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا حکم ملتے ہی دس ہزار فوج حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ کے پاس چھوڑی اور دس ہزار کی فوج اپنے ساتھ لی۔ ان کے ساتھ بڑے جلیل القدر صحابہ کرام ؓ بھی شامل تھے۔ یہ مہم کافی مشکل تھی اس میں کافی عرصہ بھی لگ سکتا تھا۔ اس وجہ سے حضرت خالد بن ولید ؓ کو خطرہ ہوا کہ کہیں ان کی غیر موجودگی میں حیرہ میں دشمن موقع کا فائدہ اٹھا کر کوئی نقصان نہ پہنچادیں اس لئے کمزور مردوں اور عورتوں کو مدینہ منورہ بھجوا دیا تاکہ اگر ایرانیوں نے کوئی شرارت کی تو ان عورتوں اور بچوں کو ان سے محفوظ رکھا جائے۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید ؓ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ شام کی ابتدائی حدود " ادک " پہنچے، اس پر حملہ کر کے محاصرہ کر لیا پھر مصالحت کر کے اس کو آزاد کر دیا۔ پھر تدمر کا رخ کیا وہاں کے لوگ قلعہ بند ہو گئے اور امان کا مطالبہ کیا۔ آپ ؓ نے ان سے بھی مصالحت کر لی۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر قریتین پہنچے اور ان سے جنگ کی اور فتح حاصل کی پھر حوارین کا رخ کیا اور ثنیہ کے مقام پر پہنچے اور وہاں بھی اپنا پرچم لہرا دیا۔ یہ پرچم رسول اللہ ﷺ کا تھا جس کا نام عقاب تھا۔ جس کی وجہ سے اس جگہ کا نام " ثنیۃ العقاب " پڑ گیا اور جب عذراء سے آپ ؓ کا گزر ہوا تو اس کو بھی زیر کر لیا اور غسان کا بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ پھر دمشق کے مشرق سے نکلے اور بصریٰ پہنچ گئے۔ صحابہ کرام ؓ وہاں جنگ میں مصروف تھے، بصریٰ کے حاکم نے مصالحت کر لی اور شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ الحمدللہ یہ پہلا شہر تھا جسے شام میں مسلمانوں نے فتح کیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے بلال بن حارث مزنی ؓ کے ذریعہ سے غسان سے حاصل شدہ مال غنیمت کا خمس حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو روانہ کیا۔ پھر حضرت خالد بن ولید ؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ، مرثد ؓ اور شرجیل ؓ مل کے حضرت عمرو بن عاص ؓ کے پاس چلے جن کا رومی تعاقب کر رہے تھے،

پھر معرکہ اجنادین پیش آیا۔ (البدایہ والنہایہ: ۷/۶۔۷)

میدان جنگ وادی الرقاد اور دریائے یرموک کی کھاٹی کے درمیان تھا، ایک طرف جبل مجموعہ تھا جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ ماہان نے دو لاکھ فوج کو چار حصوں میں تقسیم کر کے بارہ میل لمبے محاذ پر پھیلا دیا۔ دائیں طرف کی کمان جرنل جرجبیر کے سپرد کی اور بائیں طرف کی کمال جرنل قناطیر کو دی اور قلب میں جرنل دیرجان تھا۔ ماہان اپنی ارمینی فوج کے ساتھ قلب کے پچھلے حصہ میں تھا۔ بارہ میل کے لمبے محاذ پر جرنل جبلہ کے عیسائی عرب سوار سب سے آگے تھے۔ جرنل جرجبیر کے تیس ہزار فوجیوں نے دس دس کی ٹکڑیوں میں اپنے آپ کو زنجیروں میں باندھ رکھا تھا۔ مسلمانوں نے بھی اپنی فوج کو بارہ میل کے لمبے محاذ پر پھیلا دیا لیکن ان کی مشکل سے تین صفیں بن سکیں۔ ان کے مقابلہ میں عیسائی لشکر کی پندرہ صفیں بن گئیں تھیں۔ اب لڑائی میں طاقت کا توازن تقریباً ایک اور پانچ کا تھا۔

حضرت خالد بن ولید ؓ کے راستہ میں کئی قبائل کے لوگوں نے مذاحمت کرنے کی کوشش کی مگر آپ ؓ ان کو پسپا کرتے ہوئے یرموک پہنچ گئے۔ اس دوران رومیوں کے لئے بھی مددگار فوج پہنچ چکی تھی۔ رومیوں کی افرادی برتری قائم تھی۔ حضرت خالد بن ولید ؓ کے یرموک پہنچنے سے پہلے اکا دکا جھڑپیں ہو رہیں تھیں لیکن کوئی بڑا معرکہ نہیں ہوا تھا اس طرح سے تین ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ یرموک پہنچے۔ اگرچہ حضرت ابوعبیدہ ؓ تجربہ کار سپہ سالار تھے، انہوں نے خلیفۂ رسول ﷺ کے حکم پر حضرت خالد بن ولید ؓ کو تمام فوج کی کمان حوالے کر دی۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے تمام محاذِ جنگ کا معائنہ کیا اور فیصلہ کن جنگ کی حکمت عملی تیار کی۔ آپ ؓ نے تمام اسلامی فوج اکٹھا کر کے اس کو اڑتالیس دستوں میں تقسیم کر دیا اور فرمایا!

ہمارا دشمن کثیر تعداد میں ہے اور اسے اپنے تعداد کی کثرت پر فخر بھی ہے اس کے مقابلہ میں یہی تدبیر مناسب ہے کہ ہم اپنی فوج کو بہت سے دستوں میں تقسیم کر لیں تاکہ دشمن کو ہماری تعداد اصل سے زیادہ دکھائی دے۔

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید ؓ نے تقریباً ایک ایک ہزار فوجیوں پر مشتمل اڑتالیس دستوں کو تشکیل دیا اور ہر دستہ پر ایک تجربہ کار اور بہادر سالار مقرر کیا اس کے علاوہ ایک چھوٹا دستہ اپنے ساتھ رکھا۔ ہر سپہ سالار کو اس کے کام اور فرائض سے متعلق ہدایات دیں۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے اس کے علاوہ اسلامی فوج کے قلب، میمنہ اور میسرہ کو بھی ترتیب دیا۔ اور ان پر بھی امیر مقرر کئے۔ چنانچہ قلب میں اٹھارہ دستوں کو متعین کیا اور ان تمام پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کو امین مقرر کیا۔ قلب کے دستوں میں حضرت عکرمہ ؓ اور حضرت قیقاع بن عمرو ؓ کو تعینات کیا۔ میمنہ پر متعین دس دستوں کی کمان

حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ کے سپرد کی اور میسرہ پر تعینات دس دستے حضرت یزید بن ابوسفیان ؓ کے سپرد کئے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے ہر دستے کا علیحدہ سپہ سالار اس کو مقرر کیا جو بہادری، جرأت اور سمجھداری میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ ان دستوں کے سالار اپنے اپنے حصوں پر میمنہ، میسرہ اور قلب کے سرداروں کے ماتحت تھے اور ان سے احکام لینے کے پابند تھے۔ اس طرح حضرت خالد بن ولید ؓ نے میدانِ جنگ میں ایک ماہر کی حیثیت سے اپنی جنگی حکمت عملی تیار کی۔ میمنہ، میسرہ اور قلب پر دستے تعینات کرنے کے بعد انہوں نے خاص خاص بہادروں پر مشتمل ایک دستہ ہراول کا بھی ترتیب دیا اور اس دستہ کی قیادت حضرت غیاث بن اشیم ؓ کے سپرد کی۔

باقاعدہ جنگ کا آغاز:

حضرت خالد بن ولید ؓ نے جس طرح اسلامی فوج کی صف بندی کی تھی اس سے مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور ان کے اندر بے پناہ جوش وخروش پیدا ہو گیا اور وہ رومیوں کی تعداد کی کثرت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے شہادت کے شوق اور جذبہ سے سرشار رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے اپنے سپہ سالار کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ دوسری طرف رومی فوج بھی مسلمانوں کی جنگی تیاریوں سے واقف تھی۔ ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت خالد بن ولید ؓ نے جنگ کی کمان سنبھال لی ہے اور مسلمان فوج کی بھرپور طریقہ سے صف بندی کی ہے۔ جو رومی سردار حضرت خالد بن ولید ؓ کو پہلے سے جانتے تھے ان پر رعب طاری ہو گیا تھا۔ ان کو حضرت خالد بن ولید ؓ کے جنگی تجربے، بہادری اور جنگ کی بازی پلٹنے کی صلاحیت کا بھی علم تھا۔ ان کو معلوم تھا کہ حضرت خالد بن ولید ؓ ایک ایسے جرنیل ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ اب کیا حکمت عملی اختیار کرنے والے ہیں اس کا اندازہ کوئی نہیں کر پاتا۔

جب دونوں جانب سے جنگی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو رومیوں کی طرف سے چالیس ہزار سواروں کے ایک لشکر نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ بھی اس حملہ کے لئے مکمل تیار تھے چنانچہ آپ ؓ نے اپنے بہادر ساتھیوں کے دستہ کے ساتھ آگے بڑھ کر ان کو پسپا کر دیا۔ رومیوں کا ایک سردار جربہ نے بھی حضرت خالد بن ولید ؓ کے متعلق ان کی شجاعت اور بہادری کے بہت قصے سن رکھے تھے تو اس کو خواہش تھی کہ وہ ان سے ملاقات کرے۔ اتفاق سے رومیوں کے سپہ سالار ماہان نے جربہ کو اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ جربہ میدان جنگ میں آیا تو اس نے یہ موقع غنیمت سمجھتے ہوئے حضرت خالد بن ولید ؓ کو کچھ باتیں کرنے کے لئے طلب کیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ آگے آ گئے تو اس نے

اسلام کے بارے میں چند سوالات کیئے حضرت خالد بن ولیدؓ نے بہت خوبصورت انداز میں ان کے سوالات کے جواب دیئے۔

جر بہ: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی (ﷺ) پر آسمان سے کوئی تلوار اتاری ہے جسے انہوں نے تمہیں عطا کیا ہے کہ جس پر بھی اسے چلاتے ہو اور دشمن کو شکست دے دیتے ہو۔

خالدؓ: نہیں

جر بہ: پھر آپؓ کا نام سیف اللہ کیوں پڑا؟

خالدؓ: اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان اپنے نبی ﷺ کو مبعوث کیا۔ آپ ﷺ نے ہمیں دعوت دی۔ ہم نے آپ ﷺ کی بات نہ مانی اور آپ ﷺ سے ہم سب دور ہو گئے پھر ہم میں سے بعض لوگوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اور آپ ﷺ کی پیروی اختیار کی اور بعض نے آپ ﷺ کی تکذیب کی اور آپ ﷺ سے دوری اختیار کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت بخشی۔ ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے کہا! تم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہو جسے اللہ نے مشرکین پر کھینچا ہے اور آپ ﷺ نے میرے لئے فتح و نصرت کے لئے دعا کی۔ اسی وجہ سے میرا نام سیف اللہ پڑ گیا۔ میں مشرکین پر مسلمانوں کی طرف سے سب سے زیادہ سخت ہوں۔

جر بہ: آپ لوگ کس بات کی دعوت دیتے ہیں۔

خالدؓ: ہم **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کی شہادت اور جو کچھ آپ ﷺ اللہ کی طرف سے لے کر آئے اس کے اقرار کی دعوت دیتے ہیں۔

جر بہ: جو اس دعوت کو قبول نہ کرے۔

خالدؓ: وہ جزیہ ادا کرے اور ہم اس کی حفاظت کریں گے۔

جر بہ: اور جو جزیہ دینے کو تیار نہ ہو۔

خالدؓ: ہم اس کے خلاف اعلان جنگ کریں گے۔

جر بہ: آج جو آپ کی دعوت کو قبول کرے اور اس دین میں داخل ہو جائے، اس کا کیا مقام ہوگا۔

خالدؓ: اللہ تعالیٰ نے ہم پر جو فرض کیا ہے اس میں ہمارا ایک ہی مقام ہے۔ شریف و رزیل اور اول و آخر سب برابر ہیں۔

جر بہ: کیا آج جو آپ کے دین میں داخل ہوگا اسے آپ لوگوں کی طرح ہی اجر و ثواب ہوگا۔

خالدؓ: ہاں، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

جر بہ: وہ آپ کے برابر کیسے ہوگا حالانکہ آپ لوگوں نے اس سلسلہ میں سبقت کی ہے۔

خالدؓ: ہم نے یہ دین قبول کیا اور اپنے نبی ﷺ سے بیعت کی جبکہ آپ ﷺ ہمارے درمیان زندہ تھے۔ آسمانی خبریں آپ ﷺ کے پاس آتیں تھیں۔ وہ ہمیں کتاب کی خبر دیتے اور معجزات دکھاتے اور جو ہم نے دیکھا اور سنا اور جو اس کے دیکھنے اور سننے پر لازم ہے اسے قبول کیا اور پیروی کی۔ تم لوگوں نے اس چیز کا مشاہدہ نہیں کیا جس کا ہم نے مشاہدہ کیا اور جو عجائب اور دلیلیں ہم نے سنیں وہ تم نے نہیں سنیں تو تم میں سے جو شخص اخلاص نیت کے ساتھ دین میں داخل ہو وہ ہم سے افضل ہے۔

جر بہ: واللہ! آپؓ سچ کہہ رہے ہیں، دھوکا تو نہیں دے رہے؟

خالدؓ: اللہ کی قسم! میں نے تم سے سچ بات کی ہے اور جو سوال تم نے کیا ہے اس پر اللہ گواہ ہے۔

یہ سن کر جر بہ نے اپنی ڈھال پلٹ دی اور خالدؓ کے ساتھ ہو گیا اور عرض کیا: مجھے اسلام سکھایئے۔ خالدؓ اسے لے کر اپنے خیمہ میں آ گئے۔ اس کو غسل کرنے کا حکم دیا اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ (البدایہ والنہایہ)

ابھی حضرت خالد بن ولیدؓ اور جر بہ کے درمیان گفتگو جاری تھی کہ رومی جر بہ کی مدد کرنے کے خیال سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے اور مسلمانوں کو تھوڑا سا پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ دیکھ کر حضرت عکرمہؓ جو حضرت خالد بن ولیدؓ کے خیمہ کے سامنے کھڑے اپنے دستہ کی قیادت کر رہے تھے۔ مسلمانوں کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھ کر جوش میں آ گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے بولے! میں (اسلام لانے سے پہلے) رسول اللہ ﷺ جیسے مقدس انسان سے ہر میدان میں لڑتا رہا ہوں کیا آج تم لوگوں کے ڈر سے بھاگ جاؤں گا۔

اللہ کی قسم! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے ساتھیوں کی طرف مڑے اور بولے۔ آؤ۔ کون ہے جو موت کے لئے بیعت کرتا ہے۔

ان کی پُر جوش آواز نے مسلمانوں کو گرما دیا۔ ان کے بیٹے عمرو بن عکرمہ، حارث بن ہشامؓ، ضرار بن ازور اور دیگر چار سو مسلمانوں نے حضرت عکرمہؓ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی۔ حضرت عکرمہؓ نے رومیوں پر اس قدر زبردست حملہ

کیا کہ رومی حملہ کی تاب نہ لا سکے اوران کے قدم اکھڑ گئےان کے دلوں پر مسلمانوں کی ہیبت طاری ہوگئی۔ دوسری اہم بات یہ ہوئی کہ رومیوں کا سردار جرجہ حضرت خالد بن ولید ؓ سے بات چیت کر کے بہت متاثر ہوااوراس نے اسلام قبول کرلیااور پھر مسلمانوں کی طرف سے جنگ میں شریک ہوگیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی حضرت مقداد ؓ کو قاری کی ذمہ داری سونپی گئی تھی آپ ؓ سورۃ الانفال کی آیات تلاوت فرما کر مسلمانوں کے دلوں کو گرما رہے تھے۔ مسلمانوں کا جوش وجزبہ عروج پر تھا۔ مرد تو مرد عورتیں بھی جنگ میں شریک ہوگئیں تھیں اور بہادری کے جوہر دکھارہی تھیں۔ حضرت ابوسفیان ؓ کی بیٹی حضرت جویریہ نے بھی بہادری کے جوہر دکھائے۔ حضرت ابوسفیان ؓ بھی لڑائی میں پیش پیش تھے۔ مسلمانوں کو جوش دلانے کے لئے رجز پڑھتے جاتے تھےاور بلند آواز میں کہتے !

اللہ اللہ ! تم حامیان عرب ہواور دین اسلام کے مددگار، تمہارے مقابلہ پر حامیان روم اور شرک کے مددگار ہیں۔ یااللہ ! آج کی جنگ صرف تیرے نام کے لئے ہے۔ یااللہ ! تو اپنے بندوں کی مدد فرما۔

جنگ اپنے عروج پر تھی رومیوں کو اپنی بھاری تعداد ہونے کے باوجود کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہورہی تھی۔ مسلمان فوجی جس بےجگری سے لڑرہے تھےاس کی کم ہی مثال ملتی ہیں۔ رومی مسلمانوں کا مقابلہ کرتے کرتے بہت تھک گئے تھےان کا جوش وجزبہ بھی ٹھنڈا پڑتا جارہا تھااوران پر مایوسی اور بدحواسی کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ وہ مزید مسلمانوں کے سامنے ٹھہر نہ سکےاورانہوں نے پسپائی اختیار کرنی شروع کردی اور پیچھے کی طرف بھاگے لیکن ان کی پچھلی طرف فرار کا راستہ نہ تھا وہاں واقوصہ کی گھاٹی تھی اور رات کا اندھیرا تھا۔ بہت سے فوجی اس میں گر کر ہلاک ہوگئے۔ بہت سے دوسری طرف بھاگے وہ پانی میں ڈوب کے ہلاک ہوگئے۔ جولوگ میدان میں رہ گئے تھے وہ مسلمانوں کی تلواروں سے ہلاک ہوئے اس طرح رومیوں کے ایک لاکھ تیس ہزار افراد اس جنگ میں ہلاک ہوئے اور مسلمان شہداء کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے رومی فوج کے کمانڈر انچیف کے خیمہ پر قبضہ کرلیا۔ ان کا سپہ سالار ماہان میدان جنگ سے فرار ہوگیا جبکہ ہرقل کا بھائی اوران کا سالار جنگ میں مارا گیا، ان کے بہت سے سرداراس جنگ میں مارے گئے فیقا بن نسطور بھی ان میں شامل تھا۔ جنگ میں رومیوں کو مکمل شکست ہوگئی تھی۔ میدان رومیوں سے خالی ہوچکا تھاان کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ رومیوں کی شکست کی خبر سن کر ہرقل حمص کی طرف فرار ہوگیا۔ رومی لشکر کا ایک سردار جرجہ جوعین میدانِ جنگ میں حضرت خالد بن ولید ؓ کے ہاتھوں مسلمان ہوگیا تھا وہ اسلامی لشکر کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوگیا۔ مسلمانوں کی طرف

سے جن جلیل القدر صحابہ کرام ؓ نے جام شہادت نوش کیا ان میں حضرت عکرمہ ؓ بن ابوجہل ، حضرت عمرو بن عکرمہ، حضرت ابان بن سعید، حضرت عمرو بن سعید، حضرت طفیل بن عمرو، حضرت ہبار بن سفیان، سلمہ بن ہشام، حضرت ہشام بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔

یرموک کی جنگ ختم ہوئی تو مسلمانوں نے اردن کا رخ کیا اور اسے بھی جلد فتح کرلیا۔

صیداء، عرقہ اور بیروت کی فتح

یزید بن ابوسفیان ؓ نے دمشق کا انتظام سنبھالنے کے بعد اپنے بھائی معاویہ بن ابوسفیان ؓ کو ایک لشکر دے پر عرقہ کی طرف روانہ کیا، انہوں نے عرقہ فتح کرلیا۔ پھر یزید بن ابوسفیان ؓ صیداء، جبیلو اور بیروت کی طرف متوجہ ہوئے اور معمولی مقابلوں کے بعد ان کو بھی فتح کرلیا۔ اس طرح دمشق، اردن اور اس کے آس پاس کے علاقے مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے تھے۔

عراق کی صورت حال

حضرت خالد بن ولیدؓ کے شام کی طرف جانے کی وجہ سے ایرانیوں نے موقع سے فائدہ حاصل کرنا چاہا صورت حال بہت نازک ہوگئی تھی۔ ایرانی سپہ سالار بہمن جادویہ نے ایک بڑا لشکر تیار کیا کہ مسلمانوں کو حضرت خالد بن ولیدؓ کی غیر موجودگی میں عراق سے نکال دیا جائے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ موقع کی نزاکت کو سمجھتے تھے ان کے پاس دس ہزار کی فوج تھی۔ انہوں نے حیرہ سے آگے نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنا ضروری سمجھا تاکہ دشمن پر رعب بیٹھ جائے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ نے لشکر کو نئے سرے سے ترتیب دیا۔ اپنے دونوں بھائیوں مسعود اور معنی کو میمنہ اور میسرہ پر تعینات کیا اور بابل کی طرف روانہ ہوگئے راستہ میں انہیں ایران کے شہنشاہ شہر بازان کا ایک قاصد کے ذریعہ خط ملا جس میں تحریر تھا!

تمہارے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے ایک ایرانی لشکر روانہ ہو چکا ہے بلاشبہ وہ مرغیوں اور سؤروں کو چرانے والے ہیں، لیکن تمہارا اچھی طرح سے بھرکس نکال دیں گے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ نے اسی وقت اس خط کا جواب لکھا اور شہنشاہ ایران کو بھجوا دیا۔ اس خط میں تحریر تھا!

مثنیٰ کی طرف سے شہر بازان کے نام:

تمہاری حالت یقیناً ان دو صورتوں سے مختلف نہیں یا تم سرکش ہو یہ چیز تمہارے لئے نقصان دہ ہے اور ہمارے لئے فائدہ مند یا پھر تم جھوٹے ہو اور یہ بات تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس کے بندوں کی نگاہوں میں رسوائی کے لحاظ سے سب سے زیادہ جھوٹے بادشاہ ہوتے ہیں۔ تمہارے خط سے ہمیں اس بات کا پتہ چل ہی گیا ہے کہ اب تم اس حد تک مجبور ہوگئے ہو کہ مرغیوں اور سور چرانے والوں کے علاوہ ہمارے مقابلہ میں بھیجنے کے لئے تمہیں اور لوگ نہیں ملتے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تمہارا مکروفریب تم پر ہی واپس کر دیا اور تم اس بات پر مجبور ہوگئے ہو کہ مرغیاں چرانے والوں کی مدد حاصل کرو۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ نے بابل کے قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور مدائن سے تقریباً چوراسی کلومیٹر دور بابل کے کھنڈرات میں ایک بلند مقام پر خیمہ زن ہوئے۔ ایرانی لشکر بھی وہاں آ پہنچا دونوں لشکروں میں زبردست جنگ ہوئی مسلمان بڑی دلیری اور بے جگری سے لڑے اور ایرانی بھی ان کا مقابلہ کرتے رہے لیکن زیادہ دیر تک مسلمانوں کے سامنے ٹک نہ سکے اور ان کے قدم اکھڑ گئے انہوں نے پسپائی اختیار کی اور میدانِ جنگ سے بھاگنے لگے۔ مسلمانوں کو اس جنگ میں فتح حاصل ہوئی انہوں نے مدائن تک ایرانی فوج کا تعاقب کیا پھر اس کے بعد حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ حیرہ واپس تشریف لے گئے۔

ایران کی صورت حال

ایرانی شہنشاہ کو بابل میں ایرانیوں کی شکست کی خبر ملی تو اس کو بہت دکھ ہوا اور اس صدمہ سے وہ بیمار پڑ گیا اور بخار کی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی بیٹی دخت زنان کو اس کی جگہ بٹھایا گیا۔ لیکن محلاتی سازشیں شروع ہو گئیں اور دربار میں گروہ بندیاں ہو گئیں جس کے نتیجہ میں کسریٰ (شہر بازان) کی بیٹی کو معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ سابور بن شہر بازان کو شہنشاہ بنا دیا گیا۔ اس کا مددگار المہام زاد بن بندوان بنا۔ اس نے سابور سے کہا کہ کسریٰ کی دوسری بیٹی آزر میدخت سے میری شادی کرا دو۔ اس نے درخواست منظور کر لی اور آزر میدخت کا نکاح فرخ زاد سے کر دیا۔ آزر میدخت اس نکاح سے خوش نہیں تھی۔ آزر میدخت نے سیادخش کو بلایا۔ یہ بہت بڑا عجمی قاتل تھا۔ اس سے اس معاملہ کے بارے میں گفتگو کی۔ اس نے کہا کہ اگر آپ کو یہ بات ناپسند ہے تو آپ اپنی ناراضگی کا اظہار نہیں کیجئے اور اس کو اپنے پاس رہنے کے لئے بلایئے میں اس سے نمٹ لوں گا۔ چنانچہ آزر میدخت نے ایسا ہی کیا اور سابور نے فرخ زاد کو بلا کر آزر میدخت کے حجلہ عروسی میں بھیج دیا دوسری طرف سیادخش تیار تھا۔ جب فرخ زاد آزر میدخت کے کمرے میں داخل ہوا تو سیادخش نے آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا اور اس کے ساتھیوں اور محافظوں کو بھی قتل کر دیا۔ اس سے فارغ ہو کر وہ آزر میدخت کو سابور کے پاس لے آیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سابور کو بھی قتل کر دیا۔ اس کے قتل کی سازش کسریٰ کی بیٹی آزر میدخت نے کی تھی اور اس کے قتل کے بعد وہ ملکہ بن گئی۔

ایران میں محل میں تو سازشیں چل رہیں تھیں لیکن ان کے سردار اور امراء مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس بات سے حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ بھی لاعلم نہیں تھے انہوں نے بھی ان کا مقابلہ کرنے کی مکمل تیاری کر رکھی تھی۔ حضرت خالد بن ولید ؓ شام کی طرف گئے ہوئے تھے اور مدینہ منورہ سے بھی فوری کوئی مدد کی امید نہیں تھی۔ ان حالات میں حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو ایک خط لکھا۔ لیکن اس خط کا کافی دنوں تک جواب نہیں آیا حالات کی حساسیت بڑھتی جا رہی تھی اس لئے حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ نے خود مدینہ منورہ جا کر حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے ملاقات کرنا ضروری سمجھا۔ اس غرض سے انہوں نے حضرت بشیر بن خصامہ ؓ کو اپنا نائب بنایا اور مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ جب مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ بہت بیمار تھے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے ان کے وصال سے چند گھنٹے پہلے ملاقات کی اور ان کی تمام باتیں بڑے انہماک سے سنیں اور پھر حضرت عمر فاروق ؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا!

عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میری بات غور سے سنو اور اس پر عمل کرو۔ میرے انتقال کے بعد تم ایک لشکر تیار کر کے مثنیٰؓ کے ساتھ جلد از جلد روانہ کر دینا۔ کوئی بھی مصیبت تمہیں دینی کام اور پروردگارِ عالم کے حکم سے غفلت میں نہ ڈالے۔ تم نے دیکھا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد کیا کیا تھا۔ حالانکہ مسلمان اس وقت ایک زبردست آزمائش میں تھے۔ اگر اس وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی بجا آوری میں دیر کرتا اور کمزوری دکھاتا تو نہ صرف مدینہ طیبہ بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں کی نذر ہو جاتا بلکہ اسلام بھی خطرہ میں پڑ جاتا۔ جب اہل شام پر فتح حاصل ہو جائے تو اہل عراق کو واپس عراق کی طرف روانہ کر دینا۔ کیونکہ وہ عراق ہی کے کاموں کو اچھی طرح انجام دے سکتے ہیں اور ان کا دل بھی عراق میں لگا ہوا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وصیت پر عمل کرنے کا وعدہ کیا اور پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔

یا اللہ! میں نے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مسلمانوں کی بھلائی اور فتنہ وفساد کے خطرہ کو دور کرنے کے لئے اپنے بعد اپنا خلیفہ منتخب کیا ہے میں نے جو کچھ کیا ہے مسلمانوں کی بہتری کے لئے کیا ہے تو دلوں کے حال اچھی طرح جانتا ہے۔ میں نے مسلمانوں کی بھی رائے لی ہے اور ان میں سے جو شخص سب سے بہتر قوی اور مسلمانوں کی بہتری چاہنے والا اور امین ہے اس کو والی بنایا۔ پس تو ان میں میرا خلیفہ قائم رکھ۔ وہ تیرے بندے ہیں اور تیرے ہی ہاتھ میں ان کی پیشانی ہے اور ان کے والیوں کو نیک بنا اور عمر کو بہترین خلیفہ بنا اور عمر کی رعیت کو بہترین رعیت بنا۔

(ماخوز از طبقات ابن سعد، تاریخ طبری، تاریخ اسلام، فتوح الشام)

کسکر کی فتح

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ بننے کے ایک ہفتہ بعد نے حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ، سعد بن عبید، سلیط بن قیس اور ابوعبیدہ بن مسعود کو ایک لشکر کے ساتھ عراق روانہ کیا۔ ایران کے دربار مدائن میں خراسان کے گورنر رستم نے انتظام سنبھال لیا تھا۔ اس نے فوجی تنظیم نو اور انتظامی معاملات کو خوب مضبوط کر کے اطراف کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر آمادہ کر لیا تھا۔ سواد اور حیرہ کے مرزبان لڑائی کے لئے تیار بیٹھے ہوئے تھے۔ مثنیٰ بن حارثہؓ کے پہنچنے پر رستم نے ایک زبردست فوج ان کے مقابلے کے لئے بھیجی۔ دوسری طرف شاہی خاندان کا ایک بہت بہادر اور

تجربہ کار سپہ سالار " نرسی " کی ماتحتی میں ایک فوج کسکر کی جانب بھیجی۔ تیسرا لشکر سردار جابان کے ساتھ فرات کی طرف روانہ کیا۔ جس نے مقام نمارق پر آ کر پڑاؤ ڈالا۔ وہاں اس کے مقابلے میں ابوعبیدہ بن مسعود ؓ پہنچ گئے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ نے حیرہ سے نکل کر مقام خفان میں قیام کیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن مسعود ؓ بھی خفان پہنچ گئے اور پوری فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ حضرت مثنیٰ کے پاس فوج کا ایک دستہ چھوڑ کر باقی فوج کو لے کر نمارق میں جابان پر حملہ آور ہو گئے، بڑی خونریز جنگ ہوئی، مسلمانوں نے ایرانی فوج کو تتر بتر کر دیا، ایرانی میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ ایرانی فوج کے سپہ سالار جابان کو اسلامی لشکر کے ایک بہادر مطر بن فضہ ربیعی نے گرفتار کر لیا، ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ ایرانی فوج کا سپہ سالار ہے۔ جابان نے کہا کہ تم مجھ کو گرفتار کر کے کیا کرو گے میں تم کو دو بہت قیمتی غلام دیتا ہوں تم مجھے امان دے دو۔ مطر نے اسے امان دے پر چھوڑ دیا۔ جب وہ چھوٹ کے واپس جا رہا کہ ایک مسلمان مجاہد نے اسے پہچان کر گرفتار کر لیا اور حضرت ابوعبیدہ بن مسعود ؓ کے پاس لایا کہ یہ ایرانی فوج کا سپہ سالار ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے مطر بن فضہ نے امان دی ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن مسعود ؓ نے تصدیق کے لئے ان کو بلایا، ان سے تصدیق کرنے کے بعد اس کو چھوڑ دیا کہ مسلمان کسی کو امان دے کر اس کی خلاف ورزی کرے۔ جابان وہاں سے روانہ ہو کر اپنی مفرور فوج سے جا کر مل گیا اور مقام کسکر پر سپہ سالار نرسی کے ساتھ مل گیا۔

نرسی تیس ہزار فوجیوں کے ساتھ کسکر میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ ایران کے دارالحکومت کو جب جابان کی شکست کی خبر پہنچی تو رستم نے وہاں سے ایک بڑی فوج سردار جالینوس کی کمان میں نرسی کی مدد کے لئے کسکر بھیجی۔ ابوعبیدہ بن مسعود ثقفی ؓ کو جب مدائن کی مزید کمک کی خبر ملی تو انہوں نے سردار جالینوس کے پہنچنے سے پہلے ہی سردار نرسی سے جنگ شروع کر دی۔ مسلمانوں کی فوج میں قلب کی کمان ابوعبیدہ ؓ کر رہے تھے، میمنہ پر سعد بن عبید تھے اور میسرہ پر سلیط بن قیس ؓ تھے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ مقدمۃ الجیش کے کمانڈر تھے۔ لڑائی بہت زور شور سے چل رہی تھی، حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ اپنے دستے کو لے کر پیچھے ہٹ گئے اور چار میل کا چکر کاٹ کر ایرانی فوج کے پیچھے پہنچ گئے اور پیچھے سے ان کی فوج پر حملہ کر دیا نرسی نے اس غیر متوقع حملے کے روکنے کے لئے ایک دستہ ان کی طرف بھیجا، اس دوران سعد بن عبید ؓ نے ایک زبردست حملہ کیا اور نرسی کے سر پر پہنچ گئے، وہ صفوں کو چیرے ہوئے ایرانیوں کو تہہ تیغ کرے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے، ایرانی لشکر کے سپاہیوں نے میدان چھوڑ کر بھاگنا شروع کر دیا، نرسی بھی زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا اور میدان سے بھاگا۔ حضرت مثنیٰ نے بھاگتے ہوئے ایرانیوں کا تعاقب کیا، جو قابو میں آیا اس کو قید کیا، ان کے خیموں اور سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ابوعبیدہ ؓ نے

مثنیٰ ؓ، عاصم ؓ اور سلیط ؓ کو فوجی دستے دے کر ان مقامات کی طرف روانہ کیا جہاں ایرانی لشکر کے موجود ہونے کی خبر پہنچی تھی۔ اس مجاہدین نے ہر جگہ فتح حاصل کر کے تمام سواد کا علاقہ فتح کر لیا۔

جنگ باقشیا

جالینوس کے کسکر پہنچنے سے پہلے ہی نرسی کو شکست ہو چکی تھی۔ جالینوس کو ایرانی کمانڈر نرسی کی شکست کی خبر ملی تو وہ اس وقت باقشیا کے مقام پر تھا، وہ وہیں رک گیا۔ ابوعبیدہ ؓ نے سقاطیہ اور کسکر سے روانہ ہو کر باقشیا میں جالینوس کی فوج پر حملہ کر دیا۔ دونوں فوج کے درمیان زبردست جنگ ہوئے لیکن ایرانی فوج کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور جالینوس فرار ہو کر واپس مدائن پہنچ گیا۔

معرکہ دریائے فرات

جالینوس کے شکست کھا کر مدائن پہنچنے سے دربار میں ہلچل مچ گئی، رستم جو ایرانی فوج کا کمانڈر انچیف تھا، اس نے اعلان کیا کہ کون بہادر ہے جو مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے قدم روک سکتا ہے اور ایرانیوں کی شکست کا بدلہ لے سکتا ہے؟ سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ بہمن جادویہ اس کام کو سب سے بہتر طریقے سے انجام دے سکتا ہے، چنانچہ بہمن جادویہ کو سپہ سالار بنا کر تین ہزار کے جنگی سامان اور ہتھیاروں سے لیس فوج، تین سو ہاتھیوں کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے روانہ کیا، اس کے ساتھ ایرانیوں کا مقدس جھنڈا (درفش کادیانی) بھی دیا، ایرانیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ جس کے پاس یہ جھنڈا ہوتا ہے اس کو کبھی شکست نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ سردار جالینوس کو ایک لشکر کے ساتھ اس کی مدد کے لئے مقرر کیا۔ بہمن جادویہ بڑے جوش وخروش سے اکڑتے ہوئے روانہ ہوا اور راستے میں جو شہر اور علاقے آئے وہاں سے مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑنے کے لئے لوگوں کو تیار کر کے ساتھ لیتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ دریائے فرات کے کنارے ایک مقام قس ناطف کے مقام پر قیام پذیر ہوا۔

حضرت ابوعبیدہ بن مسعود ؓ کو جب اس لشکر کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ کسکر سے روانہ ہو کر دریائے فرات کے کنارے مقام مروحہ پر مقیم ہوئے، درمیان میں دریائے فرات حائل تھا اس لئے چند روز تک دونوں لشکر خاموش بیٹھے رہے۔ بالآخر دونوں فریق دریائے فرات پر پل بنانے پر راضی ہو گئے اور پل کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔

جب پل تیار ہو گیا تو بہمن جادویہ نے حضرت ابو عبیدہ ؓ کو پیغام بھیجا کہ تم پل سے ہماری طرف آتے ہو یا ہم تمہاری طرف آئیں۔ حضرت ابو عبیدہ ؓ نے کہا کہ ہم پل پار کر کے تمہاری طرف آ رہے ہیں اور انہوں نے لشکر کے ساتھ پل پار کر لیا۔ جب حضرت ابو عبیدہ نے دریا کا پل پار کیا تو سامنے چھوٹا سا میدان تھا جو کھچا کھچ بھر گیا۔ بہر حال مسلمانوں نے صف بندی کر کے جنگ کی تیاری کر لی۔ بہمن جادویہ نے ہاتھیوں کی فوج کو آگے بڑھایا اس پر تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے اور وہ مسلمانوں پر تیر برسانے لگے۔ مسلمانوں کے گھوڑوں نے پہلے کبھی ہاتھی نہیں دیکھے تھے، لہٰذا ان کے حملہ کرتے ہی مسلمانوں کے گھوڑے بدک گئے اور بے قابو ہو گئے۔ لڑائی کا یہ حال دیکھا تو حضرت ابو عبیدہ ؓ نے فوراً حکم دیا کہ پیدل ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ مسلمانوں نے بڑی بے جگری سے پیدل ہاتھوں کا مقابلہ کیا، ہاتھیوں مسلمانوں کو کچلنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کی صفیں تتر بتر ہو گئیں۔ ابو عبیدہ ؓ نے بلند آواز میں مسلمانوں کو حوصلہ دیا اور حکم دیا کہ ہاتھیوں کی سونڈوں پر تلواروں سے حملہ کیا جائے اور خود بڑھ کر ہاتھیوں کی سونڈیں کاٹنی شروع کر دیں۔ مسلمانوں نے بھی ہاتھیوں پر حملے کرنے شروع کر دئے، اس صورت حال میں ہاتھی بدک گئے، اپنے سواروں کو گرا دیا اور اپنے لشکر کی طرف واپس بھاگے جس سے ان کی اپنی فوج کے لوگ کچل کر ہلاک ہوئے۔ اسی دوران ایک ہاتھی سوار نے حضرت ابو عبیدہ ؓ پر حملہ کیا تو انہوں نے زوردار تلوار کے وار سے ہاتھی کی سونڈ کاٹ دی، ہاتھی گھبرا کر جو بھاگا تو اس سے ٹکرا کر حضرت ابو عبیدہ ؓ گر پڑے اور ہاتھی آپ ؓ کے اوپر پاؤں رکھ کر بھاگا، آپ ؓ کی پسلیاں چورا ہو گئیں اور آپ ؓ شہید ہو گئے۔

حضرت ابو عبیدہ ؓ کی شہادت کے بعد فوراً اب کے بھائی حکم نے علم تھام لیا، لیکن ان پر بھی ہاتھیوں نے حملہ کر دیا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ ان کے بعد بنو ثقیف کے مزید چھ مجاہد یکے بعد دیگرے علم ہاتھ میں لے کر جام شہادت نوش کرتے رہے۔ ان کے بعد حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ نے علم ہاتھ میں تھاما اور جرأت اور استقامت کا اظہار کرتے رہے مسلمان فوج کے آٹھ سرداروں کو شہید ہو چکے تھے بنو ثقیف کے لوگ ہمت ہارنے لگے اور پیچھے کی طرف ہٹنے لگے۔ عبداللہ بن مرثد ثقفی نے پل کے تختے توڑ دئے اور اس پل کے رسے کاٹ دئے، اب بھاگنے کا راستہ بند ہو گیا تھا۔ اور اپنے ساتھیوں سے کہا کے تم بھی اپنے بھائیوں کی طرح شہید ہو جاؤ یا فتح حاصل کر لو۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ ؓ اور ابو محجن ثقفی ؓ دشمن کے خلاف ڈٹے رہے، انہوں نے دشمن کا راستہ روکتے ہوئے کہا کہ پل کی مرمت کی جائے اور جو پل کی دوسری طرف جانا چاہتا ہے چلا جائے۔ مسلمان دریا عبور کر کے دوسری طرف آ گئے، آخر میں حضرت مثنیٰ ؓ بھی پل عبور کر کے دوسری طرف آ گئے۔ مسلمانوں کی تعداد نو ہزار تھی جس میں سے چھ ہزار شہید ہو گئے تھے۔ حضرت سلیط بن قیس ؓ، ابو امیہ فزاری، قطبی بن قیس

اپنے دو بیٹے عتبہ اور عبداللہ کے ساتھ شہید ہو گئے تھے۔ ایرانیوں کے بھی تقریباً چھ ہزار فوجی ہلاک ہوئے تھے لیکن مسلمانوں کا لڑائی میں زیادہ نقصان ہوا تھا۔ مسلمان پیچھے ہٹنے کی شرمندگی میں ایک دوسرے سے منہ چھپا رہے تھے، اس کے باوجود بہمن جادویہ کو دریا پار کر کے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی حالانکہ اس وقت مسلمانوں کی حالت بہت خستہ تھی، بہمن وہیں سے واپس مدائن کی طرف چلا گیا۔ یہ لڑائی ماہ شعبان ۱۳ھ میں ہوئی۔

جنگ بویب

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو حضرت ابوعبیدہ بن مسعودؓ کی شہادت اور مسلمانوں کے نقصان کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے زور وشور سے ایرانیوں کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں، فوج جمع کرنے کے لئے مختلف قبائل میں قاصد بھیجے اور لوگوں کو لڑائی کی ترغیب دی۔ قبائل نے حضرت عمر فاروقؓ کی دعوت پر لبیک کہا اور ایک لشکر تیار ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس لشکر کا سپہ سالار حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کو بنایا اور انہیں عراق کی طرف روانہ کیا۔

رستم کو جب اسلامی لشکر کی خبر ملی تو اس نے سردار مہران ہمدانی کو سپہ سالار بنا کر بارہ ہزار منتخب فوجیوں کی ایک فوج کے ساتھ مقابلے کے لئے بھیجا۔ تمام فوجی جنگی مہارت رکھتے تھے۔ مہران کی پرورش عرب میں ہوئی تھی اس لئے وہ عربوں کے طریقہ جنگ اور ان کی طاقت کو جانتا تھا۔ حضرت مثنیٰؓ نے دریائے فرات کے کنارے بویب کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ ایرانی فوج کا سپہ سالار بھی اپنی فوج کے ساتھ بویب کے قریب دریائے فرات کے دوسر کنارے پر خیمہ زن ہو کر اپنی فوج کو صف آراستہ کرنے لگا۔ مہران نے حضرت مثنیٰؓ کو پیغام بھیجا کہ تم دریا کے اس پار آ جاؤ ورنہ میں تمہارے طرف آ رہا ہوں۔ حضرت مثنیٰؓ نے جواب دیا کہ تم دریا کے اِس پار آ جاؤ جب تک تمہاری پوری فوج نہیں پہنچ جاتی ہم حملہ نہیں کریں گے۔ سردار مہران ہاتھیوں سمیت پوری فوج لے کر دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ سب سے آگے پیادہ فوج تھی ان کے پیچھے تیر انداز تھے، دائیں بائیں سواروں کے دستے تھے۔

اسلامی فوج بھی حملہ کے لئے تیار ہو گئی تھی، ایرانیوں نے پہلے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے بڑی جانمردی سے مقابلہ کیا، دونوں طرف سے بہادری کے جوہر دیکھنے میں آئے، لیکن میدان جنگ میں مسلمانوں کو برتری حاصل ہونے لگی ایرانیوں کے بڑی تعداد میں سپاہی قتل ہوئے۔ ایرانی فوج کے سپاہی جان بچانے کے لئے واپس پل کی طرف بھاگے، حضرت مثنیٰؓ نے پل توڑ دیا تا کہ یہ واپس بھاگنے نہ پائیں۔ ایرانی فوج کے سپاہی بری طرح سے قتل ہونے لگے کچھ لوگوں نے

دریا میں چھلانگیں لگائیں لیکن تیز لہروں کی وجہ سے وہ ڈوب کر مر گئے۔ ان کا سردار مہران ہمدانی جنگ کے دوران مارا گیا۔ مشہور مورخ ابن خلدون کے مطابق ایک لاکھ فوجی مارے گئے اور مسلمانوں کے سو مجاہد شہید ہوئے۔ مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے ایرانی لشکر کا ساباط تک تعاقب کیا۔ اس لڑائی کے بعد سواد سے دجلہ تک کا تمام علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ یہ لڑائی ماہ رمضان المبارک ۱۳ھ میں ہوئی۔

سردار مہران کے قتل اور ایرانی لشکر کی شکست کی خبر جن مدائن پہنچے تو کہرام مچ گیا کہ ایک لاکھ فوجی مار دئے گئے تھے، ہر شخص اس بات پر حیران تھا، ان کے دلوں میں مسلمانوں کی دھاگ بیٹھ گئی تھی۔ ایران کے تخت پر شاہی خاندان کی ایک عورت آزرمیدخت تخت نشین تھی، امور سلطنت رستم بن فرخ زاد کے ہاتھ میں تھا۔ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ عورت کی حکمرانی کی نحوست ہے جس کی وجہ سے اتنی بڑی شکست ہوئی ہے۔ چنانچہ رؤسائے ملک اور امرائے دربار نے شاہی خاندان کے ایک نوجوان یزدگرد کو ملکہ کی جگہ ایران کا بادشاہ مقرر کر دیا۔ یزدگرد کی عمر تخت نشینی کے وقت (۲۱) اکیس سال تھی۔ یزدگرد کے بادشاہ بنتے ہی شاہی دربار کے دو سردار رستم اور فیروز جو ایک دوسرے کے شدید مخالف تھے، انہوں نے آپس میں مصالحت کر کے دشمنی ختم کر دی اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ بہت سے شہر جن پر مسلمانوں نے قبضے کر لئے تھے رفتہ رفتہ چھڑانا شروع کر دئے اور زبردست فوج تیار کر لی۔ ایرانیوں کی تیاریاں دیکھ کہ بہت سے قبائل جو مسلمانوں کی طاقت سے مرعوب ہو کر ان کے تابع ہو گئے تھے پھر سے باغی ہو گئے۔

حضرت عمر فاروق ؓ کا ایرانیوں سے جنگ کیلئے خود جانے کا ارادہ کرنا

امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کو ذیقعدہ کے مہینہ میں ان حالات کی خبر ملی تو آپ ؓ نے حضرت مثنٰی بن حارثہ ؓ کو پیغام بھیجا کہ ربیعہ اور مضر کے قبائل کو جو عراق اور مدینہ کے درمیان میں آباد ہیں اپنے پاس بلاؤ اور ان کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی طاقت مضبوط کرو۔ حضرت عمر ؓ کو دور کے علاقوں کو گورنروں کو پیغام بھیجا کہ وہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کے لئے فوج جمع کر کے بھیجیں۔ یہ احکامات دینے کے بعد آپ ؓ حج کے لئے روانہ ہوگئے۔ جب آپ ؓ حج سے واپس مدینہ منورہ لوٹے مختلف علاقوں کے مجاہدین مدینہ منورہ میں جمع ہو چکے تھے۔ حضرت فاروق اعظم ؓ نے حضرت طلحہ ؓ کو ہراول دستے کا سالار مقرر فرمایا، حضرت زبیر بن عوام ؓ کو میمنہ پر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کو میسرہ کا سالار مقرر کر کے خود فوج کے سپہ سالار کہ حیثیت سے فوج لے کر روانہ ہونے کا ارادہ کر لیا، حضرت علی ؓ کو بلا کر مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور فوج لے کر روانہ ہوگئے، ضرار کے چشمہ پر قیام کیا۔ حضرت عثمان بن عفان ؓ نے حضرت عمر ؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کو خود لشکر لے کر جانا مناسب نہیں ہے۔ حضرت عمر ؓ نے فوج کے سرداروں اور مجاہدین سے مشورہ کیا تو تمام لوگ حضرت عمر کے ساتھ جانے کی حمایت کرنے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے فرمایا کہ میں اس رائے سے متفق نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا کہ خلیفہ وقت کا خود جنگ میں تشریف لے جانا خطرہ سے خالی نہیں، اگر کسی سپہ سالار کو شکست کا سامنا کرنا پڑ جائے تو خلیفہ وقت اس کا تدارک کر سکتے ہیں لیکن اگر خود خلیفہ وقت پر کوئی آنچ آتی ہے تو مسلمان قوم کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ یہ باتیں سن کر حضرت عمر فاروق ؓ نے مدینہ منورہ سے حضرت علی مرتضیٰ ؓ کو بلا لیا اور صحابہ کرام کی رائے ان کو بتاتے ہوئے ان سے مشورہ کیا، حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کی رائے سے متفق ہوں۔ حضرت عمر ؓ جلیل القدر صحابہ کی رائے سن کر رکنے پر مجبور ہوگئے اور انہوں نے حضرت علی ؓ سے فرمایا کہ آپ ؓ یہ لشکر لے کر ایران سے جنگ کریں تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ اور حضرت خالد بن ولید ؓ پہلے ہی ان سے برسرپیکار ہیں اس لئے میرے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن ؓ بن عوف نے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کا نام پیش کیا تو لوگوں نے اس بات کی تائید کی اور حضرت عمر ؓ نے بھی پسند فرمایا۔ ان دنوں حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ بنو ہوازن سے صدقات کی وصولی پر مامور تھے۔ انہیں قاصد بھیج کر واپس بلوایا گیا اور وقت لشکر ضرار کے چشمہ پر قیام پذیر تھا۔

حضرت فاروق اعظم ؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کو فوج کا سپہ سالار بنایا اور ان کو ضروری ہدایات دیں اور ہر چھوٹے بڑے واقعات کی مرکز کو اطلاع دینے کی تاکید کی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ چار ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے،

اٹھارہ منازل طے کرنے کے بعد ثعلبہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے ان کے روانہ ہونے کے بعد دو ہزار یمنی اور دو ہزار نجدی مجاہدین کا لشکر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی مدد کے لئے روانہ کر دیا۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ موضع ذی وقار کے مقام پر آٹھ ہزار مجاہدین کے لشکر کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ معرکہ جسر میں شدید زخمی ہو گئے تھے، ان کی حالت دن بدن مزید خراب ہو رہی تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جب مقام ثعلبہ پر تھے تو انہیں حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کی شہادت کی خبر ملی۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور ایران کی جنگ

حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ نے فوت ہوتے وقت حضرت بشیر بن حصامہؓ کو فوج کا سردار مقرر کر دیا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے لئے راستہ اور منزلیں بھی خود متعین کی تھیں، آپؓ روزآنہ ان کے پاس احکامات بھیجتے اور خبریں معلوم کرتے تھے۔ جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مقام ثعلبہ سے مقام سیراف کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں قبیلہ بنی سعد کے تین ہزار نوجوان مجاہد حضرت عمرؓ کے حکم سے ان کی فوج میں شامل ہو گئے۔ جب وہ مقام سیراف پر پہنچے تو حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق حضرت اشعث بن قیس دو ہزار مجاہدین کے ساتھ حضرت سعدؓ کی فوج میں شامل ہونے کے لئے منتظر تھے۔ اسی جگہ پر حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کے بھائی حضرت معنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ تمام وصیتیں جو حضرت مثنیٰ ابن حارثہ نے اپنے انتقال سے پہلے کیں تھیں وہ ان کو بتائیں۔ اسی جگہ پر وہ لشکر جو حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ اپنی شہادت کے وقت حضرت بشیر بن حصامہؓ کی سربراہی میں چھوڑ گئے تھے آپؓ سے آکر مل گیا۔ اس وقت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے لشکر میں تقریباً تیس ہزار مجاہد شامل ہو چکے تھے جن میں وہ تین سو صحابہ کرام تھے جو بیعت رضوان میں شامل ہوئے تھے، ستر (۷۰) صحابہ کرام ایسے تھے جو غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ یہیں پر حضرت عمر فاروقؓ کا پیغام آیا کہ قادسیہ کی طرف بڑھو اور قادسیہ پر پہنچ کر ایسے مقام پر قیام کرو کہ تمہارے آگے فارس کی زمین اور پیچھے عرب کے پہاڑ ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ تم کو فتح نصیب کرے تو جس قدر چاہو آگے بڑھتے جاؤ، لیکن اللہ نہ کرے کہ معاملہ اس کے برعکس ہو تو پہاڑ پر چلے جاؤ اور چوکس رہو اور جب تمہیں حملہ کرنے کا موقع ملے تو ان پر ٹوٹ پڑو۔ حضرت سعدؓ نے امیر المومنین کے حکم پر مقام سیراف سے کوچ کیا، زہیر بن عبداللہ بن قتادہؓ کو مقدمۃ الجیش پر مقرر کیا، عبداللہ بن معتصم کو میمنہ پر اور شرجیل بن سمط کندی کو میسرہ پر مقرر کیا۔ عاصم بن عمرو کو ساقہ کا سردار مقرر کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ

کوسامان رسد پہنچانے کی ذمہ داری دی گئی تھی، عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی قاضی اور خزانچی تھے، ہلال ہجری مترجم اور زیاد بن ابوسفیان ؓ کاتب اور سیکریٹری تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ مقام سیراف سے قادسیہ کی طرف جارہے تھے کہ راستے میں ایک مقام غدیب پر ایرانیوں کا اسلحہ کا ایک ذخیرہ تھا جا پر مسلمانوں نے قبضہ کرلیا۔ لشکر اسلام نے قادسیہ کے مقام پر جاکر پڑاؤ ڈالا۔

ایران کے دارالسلطنت میں جب مسلمانوں کے قادسیہ پہنچنے کی اطلاعات پہنچیں تو بادشاہ یزدگرد نے فوج کے سربراہ رستم کو حکم دیا کہ وہ خود فوج لے کے مسلمانوں کے مقابلہ پر جائے، رستم پہلے دوسرے سرداروں کو بھیجنا چاہتا تھا لیکن بادشاہ کے حکم کی وجہ سے اسے خود جانا پڑا، اس نے ساباط کے مقام پر ڈیڑھ لاکھ کا لشکر تیار کرلیا، کثیر تعداد میں اسباب جنگ اور اسلحہ جمع کرلیا۔ حضرت سعد ؓ حضرت عمر ؓ کو تمام حالات سے مسلسل مطلع کررہے تھے۔ حضرت عمر ؓ نے پیغام بھیجا کہ ان کی کثیر تعداد سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے ان شاءاللہ اللہ تمہاری مدد کرے گا، تم جنگ سے پہلے کچھ لوگ ان کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجو اور انہیں اسلام کے بارے میں بتاؤ کہ اسلام ظلم کو پسند نہیں کرتا ہے، اگر انہوں نے انکار کیا تو انکار کا وبال ان ہی پر پڑے گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے اس مقصد کے لئے ایک جماعت تیار کی جن میں حضرت نعمان بن مقرن، قیس بن زرارہ، اشعث بن قیس، فرات بن حبان، عاصم بن عمر، عمرو بن معدی کرب، معنیٰ بن حارثہ، عطار بن حاجب، بشیر بن ابی رہم، حنظلہ بن ربیع اور عدی بن سہیل شامل تھے۔ یہ تمام حضرات عربی گھوڑوں پر سوار مدائن پہنچے۔ یزدگرد نے سفیروں کی آمد کا سن کر دربار کو خوب سجا دیا تھا۔ جب یہ مسلمانوں کی جماعت دربار میں پہنچی تو وہ انتہائی سادہ مجاہدانہ لباس میں تھی، تمام درباری ان کو دیکھ کر حیران ہوگئے۔ یزدگرد بادشاہ نے ان سے کچھ سوالات کئے ان کے جوابات سن کر یزدگرد نے کہا کہ تم لوگوں کی ہمارا مقابلہ کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ تم یہ بات کس طرح بھول گئے کہ تم لوگوں نے کبھی سرکشی کی یا بغاوت کی تو ہم اپنے اس علاقے کے گورنروں کو حکم دیتے تھے کہ تم کو سیدھا کردیں، وہ تمہاری مار لگا کر تمہیں سیدھا کردیتے تھے۔ یہ سن کر حضرت نعمان بن مقرن نے جواب دیا کہ ہم دنیا سے بت پرستی اور شرک مٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور تمام دنیا کے سامنے اسلام کو پیش کرتے ہیں کہ اسلام ہی کے ذریعہ انسان دنیا کہ سعادتیں حاصل کرسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اسلام قبول نہیں کرتا تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمانوں کی سرپرستی کے سپرد کردے اور جزیہ ادا کرے، اگر وہ اسلام اور ادائے جزیہ سے انکار کرتا ہے تو اس کے اور ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

یزدگرد بادشاہ حضرت نعمان کی باتیں سن کر آگ بگولہ ہوگیا لیکن ضبط کرتے ہوئے بولا! تم وحشی لوگ ہو، تمہاری تعداد بھی کم ہے، تم ہمارے ملک کے کسی حصہ کی طمع نہ کرو، ہم تم پر اس قدر احسان کر سکتے ہیں کہ تم کو کھانے کے لئے غلہ اور پہننے کے لئے کپڑا دے دیں اور تمہارے اوپر ایسا حاکم مقرر کر دیں جو تمہارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے۔

یہ سن کر حضرت قیس بن زرارہ آگے بڑھے اور انہوں نے فرمایا! یہ لوگ جو تمہارے سامنے کھڑے ہیں رؤسا اور شرفائے عرب ہیں جو تمہاری لغو باتوں کا جواب دینے میں شرم محسوس کرتے ہیں۔ میں تمہاری باتوں کا جواب دیتا ہوں اور یہ سب میری بات کی تائید کریں گے۔ سنو! تم نے جو عرب کی حالت اور کیفیت بیان کی ہے درحقیقت ہم اس سے بھی بدتر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا فضل اور احسان کیا کہ ہماری ہدایت کے لئے اپنا نبی (ﷺ) بھیجا، جس نے ہم کو صراط مستقیم دکھائی اور حق اور صداقت کے دشمنوں کو مغلوب اور ذلیل کیا اور دنیا میں ہمیں فتح مند کیا۔ پس تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ تم ہم کو جزیہ دینا قبول کرو یا اسلام قبول کرلو ورنہ تمہارے اور ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

یزدگرد بادشاہ کو ان کی باتیں برداشت سے باہر ہو رہی تھیں، اس نے کہا کہ اگر سفیروں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم سب کو ضرور قتل کروا دیتا۔ اس نے درباریوں کو حکم دیا کہ ایک بوری میں مٹی بھر کر لاؤ اور جو شخص ان کا سردار ہے اس کے سر پر رکھ دو اور اسی حالت میں اسے مدائن سے باہر نکال دو اور کہا کہ بہت جلد رستم تمہیں قادسیہ کی خندق میں تمہیں دفن کر دے گا۔ اتنے میں مٹی سے بھری ہوئی بوری دربار میں آگئی، حضرت عاصم بن عمروؓ جلدی سے آگے بڑھے اور کہا کہ میں اس وفد کا سردار ہوں اور بوری اپنے کاندھے پر اٹھالی۔ یہ سب دربار سے باہر نکلے اور تیزی سے سفر کرتے ہوئے ایران کی سرحد سے باہر نکل گئے۔ یہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ ایران کی فتح مبارک ہو، انہوں نے اپنے ملک کی مٹی خود ہمارے حوالے کر دی ہے۔ حضرت سعدؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

دربار سے مسلمانوں کے وفد کی واپسی کے بعد ایران کے بادشاہ نے رستم کے پاس تازہ کمک کے ساتھ مزید ہدایات کیں۔ ساٹھ ہزار کی فوج کی کمان سپہ سالار رستم کے پاس تھیں، مقدمۃ الجیش کا سردار جالینوس کو بنایا جس کی کمان میں چالیس ہزار کا لشکر دیا، بیس ہزار فوج ساقہ میں تھی، میمنہ پر تیس ہزار کی فوج ہرمزان کی کمان میں تھی، میسرہ پر تیس ہزار جنگجو مہران بن بہرام رازی کی کمان میں تھی، اس طرح ایرانی لشکر کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ ان کے علاوہ ایک سو جنگی ہاتھی سواروں کے ساتھ رستم کی کمان میں تھے۔ پچھتر ہاتھی میمنہ اور پچھتر ہاتھی میسرہ میں تھے۔ بیس ہاتھی مقدمۃ الجیش میں اور تیس ہاتھی ساقہ میں تھے۔ اس عظیم لشکر کو لے کر رستم ساباط سے روانہ ہو کر مقام کوثا پر خیمہ زن ہوا۔ دونوں لشکر ایک

دوسرے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ چھوٹے چھوٹے دستے ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے، رستم اس لڑائی کو ٹالنا چاہ رہا تھا۔ اس نے قادسیہ پہنچ کر حضرت سعدؓ کو پیغام بھیجا کہ اپنے کسی سفیر کو ہمارے پاس بھیجو تا کہ ہم مصالحت پر گفتگو کر سکیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت ربعی بن عامرؓ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ رستم نے بڑی شان اور تکلف سے دربار سجایا، سونے کا تخت بچھایا اور اس کے چاروں طرف دیبا اور حریر بچھائے اور رومی قالین فرش پر بچھائے، تکیوں اور شامیانوں کی جھالریں سچے موتیوں کی تھیں۔ جب حضرت ربعی بن عامرؓ اس سجے سجائے اور شان وشوکت والے دربار میں داخل ہوئے تو گھوڑے کو ایک گاؤ تکیہ سے جو زمین پر رکھا ہوا تھا باندھ دیا اور تیر ٹیکتے ہوئے فرش کی قالینوں میں سوراخ کرتے ہوئے تخت پر رستم کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔ دربار کے لوگ ان کی یہ حرکت دیکھ کر حیران ہو گئے اور ان کو تخت سے اتارنا چاہا۔ اس پر حضرت ربعی بن عامرؓ نے فرمایا کہ میں یہاں تمہارے طلب کرنے پر آیا ہوں کوئی درخواست لے کر نہیں آیا ہوں، ہمارے مذہب میں اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ ایک شخص معبود بن کر بیٹھا ہو اور لوگ اس کے گرد ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں۔ رستم نے اپنے لوگوں کو منع کیا کہ اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو، یہ دیکھ کر حضرت ربعیؓ خود تخت سے اٹھے اور رستم کے سامنے قالین کو اپنے نیزے سے کاٹ کر کچی زمین پر بیٹھ گئے اور کہا کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کا بچھایا ہوا فرش کافی ہے۔ رستم نے حضرت ربعیؓ سے پوچھا کہ تمہارا ہمارے ساتھ جنگ کرنے کا کیا مقصد ہے؟

حضرت ربعیؓ نے فرمایا! ہم اللہ کے بندوں کو دنیا کی تنگی سے نکال کر آخرت کی وسعتوں میں لانا چاہتے ہیں، ظلم اور جھوٹے مذاہب سے لوگوں کو نکال کر سچے اور عدل وانصاف والے دین کی طرف لانا چاہتے ہیں۔ جو شخص اسلام اور عدل پر آجائے گا ہمیں اس کے جان ومال سے کوئی غرض نہیں اور جو شخص ہمارے راستے میں حائل ہوگا ہم اس سے لڑیں گے، یہاں تک کہ شہید ہو کر ہم جنت میں پہنچ جائیں یا اسے جہنم رسید کر کے فتح حاصل کر لیں۔ رستم نے ان سے پوچھا کہ کیا تم مسلمانوں کے سردار ہو، انہوں نے کہا! نہیں، میں ایک معمولی سپاہی ہوں، میں اپنے سرداروں کی طرف سے ہر طرح کا اختیار رکھتا ہوں، یہ سن کر رستم اور دربار کے لوگ حیران ہو گئے۔ رستم نے ان سے کہا کہ ٹھیک ہے ہم تمہاری باتوں پر غور کریں گے اور آپس میں مشورہ کریں گے پھر آپ کو مطلع کریں گے۔ یہ سن کر حضرت ربعیؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس واپس آ گئے۔

دوسرے دن رستم نے پھر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس ایک پیغام بھیجا کہ اپنا ایلچی بھیجو، حضرت سعدؓ نے حضرت حذیفہ بن محصنؓ کو بھیجا، حضرت حذیفہؓ گھوڑے پر سے نہیں اترے اور اسی طرح رستم کے تخت تک پہنچ گئے اور

اس سے بات چیت کرنے لگے، انہوں نے بھی حضرت ربعیؓ جیسے دلیرانہ انداز میں گفتگو کی، رستم نے ان سے پوچھا کہ کل والے صاحب کیوں نہیں آئے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا سردار عادل ہے وہ سب کو موقع دیتا ہے، آج میری باری تھی۔ رستم نے ان سے پوچھا کہ تم ہمیں کتنے دن کی مہلت دے سکتے ہو، حضرت حدیفہؓ نے کہا کہ آج سے تین دن۔ یہ سن کر رستم خاموش ہو گیا اور حضرت حدیفہؓ واپس آ گئے۔ سفیروں کی بے باکی اور دلیری دیکھ کر رستم اور ایرانی حیران اور خوفزدہ ہو گئے تھے۔ تیسرے دن پھر حضرت سعدؓ سے اپنا ایلچی بھیجنے کی درخواست کی۔ اس دن حضرت سعدؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو بات چیت کے لئے روانہ کیا۔ رستم نے ان کو لالچ دینے کی کوشش کی جب وہ نہیں مانے تو ان کو ڈرانا شروع کر دیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے اس بات کا ان کو انتہائی سخت جواب دیا جس سے رستم کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا کہ اب تم سے صلح نہیں ہو سکتی میں تم سب کو قتل کر دوں گا۔ حضرت مغیرہؓ وہاں سے اٹھ کر اپنے لشکر میں واپس آ گئے۔

جنگ قادسیہ

حضرت مغیرہؓ کے وہاں سے روانہ ہوتے ہی رستم نے اپنی فوج کو تیار رہنے کا حکم دے دیا۔ دونوں لشکروں کے درمیان ایک نہر حائل تھی۔ رستم نے نہر پر پل بنانے کا حکم دیا، جب پل تیار ہو گیا تو رستم نے حضرت سعدؓ کو پیغام بھیجا کہ تم نہر کے اِس پار آ کر لڑو گے یا ہم اُس پار آ جائیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جواب دیا کہ تم اِس پار آ جاؤ۔ ایرانیوں کا پونے دو لاکھ کا لشکر نہر پار کر کے ایک میدان میں جمع ہو گیا، میمنہ، میسرہ، مقدمۃ الجیش اور ساقہ جنگی ہاتھیوں اور زرہ پوش سواروں کے ساتھ اسلحہ سے لیس تھا، رستم نے خود لشکر کے قلب میں قیام کیا۔ ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کا تیس ہزار کا لشکر تھا، جس کے سپہ سالار شدید بیمار ہو گئے تھے، ان کے ایک پھوڑا (دنبل) نکل آیا تھا اور وہ عرق النساء کے درد کا بھی شکار تھے۔ وہ نہ گھوڑے پر سوار ہو سکتے تھے اور نہ صحیح طرح چل سکتے تھے۔ میدان جنگ کے پاس ایک پرانی عمارت تھی آپؓ اس کی چھت پر سے میدان جنگ کو دیکھ رہے تھے، آپؓ نے حضرت خالد بن عرفطہؓ کو میدان جنگ میں سردار بنا دیا تھا، حضرت سعدؓ عمارت کی چھت پر سے انہیں مسلسل ہدایات دے رہے تھے اور جنگ کی خبریں ان تک پہنچ رہیں تھیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے حکم پر حضرت عمرو بن معدی کرب، عاصم بن عمر، ربعی بن عامر لشکر اسلام میں گشت کر کے لوگوں کے جزبہ جہاد کو ابھار رہے تھے۔

جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوگئیں تو ایرانیوں کی طرف سے ہرمز نامی ایک شہزادہ آگے آیا اس نے جوہرات کا تاج پہنا ہوا تھا اور ایران کے مشہور پہلوانوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس کے مقابلے میں غالب بن عبداللہ اسدی ؓ نکلے اور ایک ہی وار میں اس کو قابو میں کرلیا اور اس کو گرفتار کر کے اسلامی لشکر میں لے آئے۔ اس کے بعد ایک اور شہسوار اہل فارس کے طرف سے نکلا، حضرت عاصم بن عمر اس کے مقابلے کے لئے نکلے، دونوں میں تھوڑی دیر تک تلوار بازی ہوتی رہی جب وہ ایرانی کمزور پڑنے لگا تو اپنے لشکر کی طرف بھاگا، حضرت عاصم نے اس کا تعاقب کر کے اس کو گھوڑے سے گرادیا اور گرفتار کر کے اپنی لشکر میں لے آئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر ایرانی فوج میں سے ایک شخص چاندی کا گرز لے کر نکلا اس کے مقابلے پر عمرو بن معدی کرب نکلے اور مقابلے کے دوران اس کو بے بس کردیا اور اسے بھی گرفتار کر کے وہ اسلامی لشکر میں لے آئے۔ رستم نے جب اپنے بہادروں کو اس طرح شکست کھا کر گرفتار ہوتے دیکھا تو اس نے دفاعی جنگ شروع کردی، اس نے ہاتھیوں کے ذریعہ مسلمانوں کو روندنا شروع کردیا جس کے مقابلہ میں قبیلہ بجیلہ کے مجاہد آئے لیکن ان کا کافی نقصان ہوا، پھر قبیلہ کندہ کے مجاہد بھی ان کے ساتھ شامل ہوگئے اور دشمن کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کردیا۔ رستم نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے پوری فوج کو اکٹھا ہوکر پوری طاقت سے مسلمانوں پر حملہ کردیا۔ زبردست خونریز جنگ ہوئی، دونوں طرف کا کافی جانی نقصان ہوا، حضرت سعد ؓ نے تیراندازوں کو حکم دیا کہ ایرانی فوج کے ہاتھیوں اور ان کے سواروں پر تیروں سے حملہ کرو، حضرت عاصم ؓ اپنا نیزہ لے کر ہاتھیوں پر حملہ کردیا، ان کو دیکھ کر دوسرے مجاہدین نے بھی ہاتھیوں کی سونڈھیں کاٹنی شروع کردیں۔ جس کے نتیجہ میں ہاتھی واپس اپنی فوج کی طرف بھاگے اور اپنے لوگوں کو کچل دیا، رات ہوجانے کی وجہ سے جنگ روک دی گئی۔ یہ بروز پیر، محرم الحرام ۱۴ھ کا واقعہ ہے۔

اگلی صبح جنگ میں شہید ہونے والے مجاہدین کو قادسیہ کے مشرق کی جانب ایک میدان میں دفن کردیا گیا جن کی تعداد تقریباً پانچ سو تھی۔ زخمیوں کی مرہم پٹی رات ہی کو کردی گئی تھی۔ دونوں فوجوں نے اپنی صفوں کو درست کیا۔ اسی دوران مسلمانوں کو شام کی طرف سے مدد پہنچنے کی خبر ملی۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے حضرت ہاشم بن عتبہ ؓ کو ایک لشکر دے کر حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کے پاس بھیج دیا تھا، اس لشکر میں مقدمۃ الجیش کے سالار حضرت قعقاع بن عمرو ؓ تھے، وہ ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ سب سے پہلے قادسیہ پہنچے۔ حضرت قعقاع ؓ حضرت سعد ؓ سے اجازت لے کر میدان میں مبارزت کے لئے نکلے، ان کے مقابلہ میں ایرانی فوج میں سے بہمن جادویہ نکل کر آگے آیا۔ دونوں کے درمیان کافی دیر تک تلوار بازی

کا مقابلہ ہوتا رہا، دونوں ماہر تلوار باز تھے بالآخر حضرت قعقاع بن عمروؓ کو اس پر کاری وار کرنے کا موقعہ مل گیا جس سے بہمن جادو یہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد کئی اور ایرانی بہادر مقابلہ کے لئے نکلے لیکن سب باری باری ہلاک ہو گئے۔ رستم نے پھر عام حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت ہاشم بن عتبہؓ جو شام سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی مدد کے لئے آرہے تھے انہوں نے اپنے چھ ہزار کے لشکر کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم کر دیا، ان کو حکم دیا کہ ہر دستہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے میدان جنگ میں داخل ہو۔ اس طرح جب ایرانیوں نے دیکھا کہ اس قدر دستے مسلمانوں کی مدد کے لئے آ رہے ہیں تو وہ خوفزدہ ہو گئے کہ ایک بہت بڑی فوج ان کی مدد کو پہنچ گئی ہے۔ مسلمان فوج کو ایرانی ہاتھیوں کی وجہ سے بہت نقصان پہنچا تھا۔ مسلمانوں نے ایک ترکیب نکالی کہ انہوں نے اپنے اونٹوں کے اوپر بڑی بڑی چادریں ڈال کے ہاتھیوں سے ملتا جلتا جانور بنا دیا اور ایرانی فوج کی طرف بڑھے جن کو دیکھ کر ایرانیوں کے گھوڑوں نے جب ان کو دیکھا تو ڈر کر بدک گئے، اور اپنے لشکر کے اندر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ اس دن کی جنگ میں حضرت قعقاعؓ کے ہاتھوں ایرانیوں کے بڑے بڑے پہلوان مارے گئے تھے، شام تک جنگ ہوتی رہی، ایک دن میں ایک ہزار مسلمان مجاہد اور دس ہزار ایرانی میدان جنگ میں ہلاک ہوئے تھے۔

تیسرے دن نماز فجر کے بعد شہداء کے دفنانے کا بندوبست کیا گیا۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کا انتظام کیا گیا۔ سورج نکلتے ہی دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہو گئیں۔ رستم نے ہاتھیوں کو سب سے آگے رکھا ہوا تھا۔ حضرت قعقاعؓ اور حضرت عاصمؓ نے سب سے آگے والا ہاتھی جس پر ان کا سردار کمان کر رہا تھا زبردست حملہ کر کے اسے ہلاک کر دیا، اس کے ہلاک ہوتے ساتھ ہی دوسرے ہاتھی سواروں نے حملہ کر دیا لیکن مسلمانوں نے یہ بات سیکھ لی تھی کہ ہاتھیوں سے کیسے مقابلہ کرنا ہے اس لئے انہوں نے ہاتھیوں کو زخمی کرنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے ہاتھی گھبرا کے الٹی طرف بھاگتے تھے۔ آج کے دن ایرانیوں کا کافی نقصان ہوا تھا لیکن صورت حال واضح نہیں تھی۔ جنگ رات کو بھی ہوتی رہی اور حضرت قعقاعؓ بڑھتے بڑھتے رستم کے خیمہ تک پہنچ گئے تھے، رستم خیمہ کے اندر اپنے تخت پر بیٹھا اپنی فوج کو احکامات دے رہا تھا، بہت سخت جنگ ہو رہی تھی۔ جب مسلمان اس کے بہت قریب پہنچ گئے تو وہ بھی تخت سے اتر کے تلوار سے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے لگا، ہلال بن علقمہؓ نے برچھی سے وار کر کے اس کو زخمی کر دیا وہ واپس بھاگا لیکن بھاگتے ہوئے نہر میں گر گیا، حضرت ہلال نے اس نے اس کی ٹانگیں پکڑ کر نہر سے باہر کھینچ لیا اور اسے قتل کر دیا اور زور سے آواز لگائی کی اللہ کی قسم میں نے رستم کو قتل کر دیا۔ اس آزاز کو سن کر مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور ایرانیوں کے ہوش وحواس اڑ گئے۔ انہوں نے میدان جنگ سے

بھاگنا شروع کر دیا۔ ایرانی لشکر میں تیز ہزار سوار تھے جن میں سے صرف تیس سوار بھاگ سکے باقی سب میدان جنگ میں ہلاک ہوئے۔ حضرت ضرار بن خطاب نے ایرانی مقدس جھنڈے پر قبضہ کرلیا لیکن بعد میں ان کو لوٹا دیا گیا۔حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے فتح کی خوشخبری ایک تیز رفتار شتر سوار کے ذریعہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کو پہنچائی۔

مدینہ منورہ میں حضرت عمر فاروق ؓ کا یہ حال تھا کہ آپ ؓ روزآنہ فجر کی نماز کے بعد مدینہ سے باہر دور تک نکل جاتے اور قادسیہ سے آنے والے راستے پر بیٹھ جاتے، دوپہر تک قاصد کا انتظار کرتے اور پھر مدینہ شہر واپس آجاتے۔ ایک روز حسب دستور جب آپ باہر جا کر قاصد کا انتظار کر رہے تھے تو دور سے ایک شخص اونٹ پر سوار نظر آیا، جب وہ قریب آیا تو آپ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے اور اس سے پوچھنے لگے کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں قادسیہ سے آرہا ہوں اور قادسیہ کے جنگ میں مسلمانوں کی فتح کی خوش خبری لارہا ہوں جو میں نے امیر المومنین کو دینی ہے۔ حضرت عمر ؓ اس سے لڑائی کی کیفیات اور تفصیلی حالات پوچھتے رہے اور اس کے ساتھ پیدل چلتے اور دوڑتے رہے۔ اونٹ سوار ان کو حالات کے بارے میں بتاتا رہا۔ اونٹ سوار مسجد نبوی کی طرف سفر کر رہا تھا۔ جب وہ شہر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ جو شخص اس کے ساتھ دوڑنے والے شخص کو دیکھتا ہے تو امیر المومنین کہہ کر سلام کرتا ہے۔ تب اس کو پتہ چلا کے اس کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے جو شخص اس سے حالات معلوم کر رہا تھا وہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ تھے۔ یہ بات معلوم ہونے پر وہ شخص خوفزدہ ہوگیا اور اس نے اونٹ سے نیچے اترنا چاہا لیکن حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا! تم حالات کے بارے میں بتاتے رہو اور اونٹ پر سوار چلتے رہو۔ اسی طرح حضرت عمر ؓ گھر تک آگئے، آپ ؓ نے مسجد نبوی میں لوگوں کو جمع کیا اور قادسیہ کی فتح کی خوشخبری لوگوں کو سنائی۔ اس موقعہ پر حضرت عمر فاروق ؓ نے ایک بہت ہی موثر تقریر فرمائی جن کے آخری الفاظ اس طرح تھے!

بھائیو! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو اپنا غلام بنانا چاہوں، میں تو خود اللہ کا غلام ہوں، البتہ خلافت کا کام میرے سپرد ہے، اگر میں یہ کام اس طرح انجام دوں کہ تم آرام اور اطمینان سے اپنے گھروں میں زندگی بسر کرو تو یہ میری خوش نصیبی ہے اور اللہ نہ کرے کہ میری خواہش ہو کہ تم لوگ میرے دروازے پر حاضری دیا کرو تو یہ میری بدبختی ہوگی۔ میں تم کو تعلیم دیتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں لیکن صرف قول سے ہی نہیں بلکہ عمل سے بھی۔

(تاریخ اسلام جلد اول، اکبر شاہ نجیب آبادی)

ایران کا پایہ تخت مدائن پر قبضہ

قادسیہ کی شکست کے بعد ایرانیوں نے بابل میں جمع ہونا شروع کر دیا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ قادسیہ میں دو مہینہ بعد تک ٹھہرے رہے تھے۔ بابل میں ایرانیوں کے جمع ہونے بارے میں سن کر آپ ؓ بابل کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن قادسیہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کے بعد ایرانی اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ ان کے اندر مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں رہی تھی۔ تھوڑی سی مزاحمت کے بعد مسلمانوں نے بابل، کوثی، بہرہ شیر پر قبضہ کرلیا۔ بہرہ شہر کے مقام پر ایک بہت مضبوط قلعہ تھا جس کا مسلمانوں نے تین ماہ تک محاصرہ کئے رکھا تھا بالآخر ایرانیوں کو شکست تسلیم کرنی پڑی۔ بہرہ شیر اور مدائن کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا۔ ایرانیوں نے مسلمانوں کو مدائن پر حملہ کرنے سے روکنے کے لئے دریائے دجلہ کا پل توڑ دیا اور تمام کشتیاں دریا کے اپنی طرف کے کنارے پر کھڑی کر دی تھیں۔ ان کے خیال میں مسلمانوں کے اس طرف آنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے (**نستعین باللہ و نتوکل علیہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**) پڑھ کر اپنا گھوڑا دریائے دجلہ میں ڈال دیا، انہیں دیکھ کر پوری فوج دریا میں اتر گئی۔

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے بحر ظلمات میں دوڑا دئے گھوڑے ہم نے

پوری فوج نے آسانی کے ساتھ دریا عبور کرلیا، دریا کے اس پار مسلمان فوج کو دیکھ کر ایرانی حیرت سے سکتے میں آ گئے۔ ایرانی " دیوان آمدند دیوان آمدند " کہہ کر بھاگے، خزراد نامی ایک سردار نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی لیکن اسے آسانی سے قابو کرلیا گیا۔ یزدگرد پایہ تخت چھوڑ کر بھاگ گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ صفر ۱۶ھ میں مدائن میں داخل ہوئے، جمعہ کی نماز کا وقت قریب تھا، ایوان کسریٰ کے شاہی تخت کی جگہ منبر نصب کیا گیا اور جمعہ کی نماز ادا کی گئی۔ یہ پہلا جمعہ تھا جو ایران کی سرزمین پر ادا کیا گیا۔

مدائن کے خزانے میں صدیوں سے جمع کی گئی دولت، زر و جواہر کے علاوہ نایاب عجائبات اور یادگاریں جمع تھیں۔ یہ تمام تاریخی نوادرات حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس مدینہ منورہ بھجوا دئے۔ ان نوادرات میں نوشیروان کا ایک بہت قیمتی شاہی لباس بھی تھا، حضرت عمر کے حکم پر اسے ایک غریب شخص مخلم کو پہنایا گیا جس وقت اس نے یہ لباس پہنا جواہر کی جگمگاہٹ سے لوگوں کی نگاہیں خیرہ ہوگئیں اور دنیا کی دوسری بڑی طاقت کی عبرت ناک شکست کا منظر سامنے آ گیا۔ ایک بہت بیش قیمت قالین تھا جس پر بادشاہ موسم بہار میں بیٹھ کر شراب پیتا تھا، اس قالین میں ہیرے

جواہرات سے گل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ لوگوں کی یہ رائے تھی کہ اسے یونہی محفوظ کرلیا جائے لیکن حضرت علیؓ کے اصرار پر اس کے ٹکڑے کرکے تقسیم کردیا گیا۔

جلولاء اور حلوان کی فتح

۱۶ھ میں عراق کی فتوحات مکمل ہونے کے بعد اور مدائن کی فتح کے بعد ایرانیوں نے جلولاء میں جنگ کی تیاریاں شروع کردیں اور ایک بڑی فوج جمع کرلی۔ یزدگرد مدائن سے بھاگ کر مقام حلوان میں مقیم تھا۔ رستم کا بھائی خرزاد اس لشکر کا سپہ سالار تھا۔ خرزاد بن فرخ زاد نے جلولاء میں لشکر، جنگی سامان جمع کرکے شہر کے گرد خندق کھدوا کر تمام راستے پر کانٹے بچھوادئے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو جب ان کی تیاریوں کی خبر ملی تو آپؓ نے یہ اطلاع حضرت عمر فاروقؓ کو پہنچائی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق ہاشم بن عتبہ اور قعقاع بن عمرو کو بارہ ہزار کی فوج دے کر جلولاء بھیجا۔ قعقاع بن عمروؓ مقدمۃ الجیش کے سربراہ تھے، معشر بن مالک میمنہ پر اور عمرو بن مالک میسرہ پر مقرر تھے عمرو بن مرہ ساقہ کے سالار تھے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا لیکن جلولاء بہت مستحکم شہر تھا، یزدگرد برابر حلوان سے ان کے لئے مدد بھیج رہا تھا، جلولاء میں لاکھوں کی تعداد میں ایرانی جنگجو موجود تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو کئی مہینے لگ گئے، ایرانی قلعہ سے باہر نکلتے اور مسلمانوں پر حملہ کرتے جب مسلمان آگے بڑھتے تو وہ بھاگ کر قلعہ میں داخل ہوجاتے تھے۔ اس طرح (۸۰) اسی معرکے ہوئے لیکن ایرانی کسی میں بھی کامیاب نہیں ہوسکے۔ انہوں نے شہر میں خوراک کا ذخیرہ کیا ہوا تھا۔ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ لیکن ہاشم بن عتبہ نے عہد کیا ہوا تھا کہ بغیر شہر فتح کئے یہاں سے نہیں جائیں گے۔ ایک مرتبہ اتفاق سے عین لڑائی کے وقت سخت آندھی چلی جس کی وجہ سے اندھیرے اور گردوغبار کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ ایرانی مسلمانوں سے ڈر کر پیچھے ہٹے تو اپنی ہی کھودی ہوئی خندقوں میں گر کر ہلاک ہونے لگے، اس طرح بے شمار لوگ موت کا شکار ہوئے۔ پھر خود انہوں نے جگہ جگہ خندقوں کو بھر کی راستے بنائے۔ مسلمانوں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر ان پر حملہ کردیا۔ بہت شدید جنگ ہوئی۔ اتنی سخت جنگ لیلۃ الہریر کے سوا کبھی نہیں ہوئی تھی۔ تلواریں، نیزے اور تیر بھرپور طریقے سے چل رہے تھے۔ حضرت قعقاع بن عمرؓ نہایت دلیری سے لڑرہے تھے اور آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گئے اور گیٹ کی حفاظت کرنے والوں پر ٹوٹ پڑے۔ ایرانی گھبرا کر ادھر ادھر بھاگے وہ جس طرف بھاگ کر جاتے تو وہیں ان کے اپنے بچھائے ہوئے کانٹے اور کیلیں ہوتیں جس سے وہ زخمی ہوتے۔

اس جنگ میں ایرانیوں کے تقریباً ایک لاکھ افراد مارے گئے۔ بالآخر کئی مہینوں کی محنت اور جدو جہد سے اور قعقاع بن عمرو کی شجاعت سے شہر فتح ہو گیا اور بے شمار مال غنیمت ہاتھ لگا۔ جلولاء شہر میں ایرانیوں کی شکست کا سن کر یز دگرد حلوان سے بھاگ کر رے چلا گیا۔ مسلمانوں کو تین کروڑ سکہ رائج الوقت مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوا۔ حضرت قعقاع بن عمروؓ حلوان کی طرف روانہ ہوئے، حسرو شنوم نے حلوان سے نکل کر مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر بھاگ گیا اور حلوان پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے فتوحات کی خوشخبری کے ساتھ مال غنیمت کا خمس بھی حضرت عمرؓ کو مدینہ منورہ بھیج دیا جو کہ بہت کثیر مالیت کا تھا۔ حضرت عمر ؓ نے مال غنیمت مسجد کے صحن میں رکھا اور لوگوں کو جمع کیا۔ جواہر کے انبار اور بیش قیمت مال غنیمت دیکھ کر حضرت عمر ؓ رونے لگے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے فرمایا! یا امیر المومنین یہ تو شکر کا مقام ہے آپ ؓ روتے کیوں ہیں۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ جس قوم کو دنیا کی دولت عطا فرماتا ہے اس قوم میں رشک و حسد پیدا ہو جاتا ہے اور اس سے قوم میں تفرقہ پڑ جاتا ہے، پس مجھ کو اس تصور نے رلا دیا۔ اگلے دن حضرت عمر ؓ نے تمام مال و اسباب لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

تکریت پر قبضہ

اہل جزیرہ کی سرحد عراق سے ملتی ہے، انہوں نے تکریت میں ایک بڑی فوج جمع کرنی شروع کر دی تھی اور اس کے لئے جنگی سامان اور اسلحہ فراہم کر رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ کو جب ان خبروں کی اطلاع ملی تو آپ ؓ نے حضرت عبداللہ بن غنم کو اس مہم کے لئے بھیجا۔ یہ ۱۶ھ کی بات ہے۔ عبداللہ بن غنم پانچ ہزار فوج لے کر تکریت پہنچے اور شہر کا محاصرہ کر لیا، چالیس دن تک برابر دشمنوں پر حملے کرتے رہے۔ جزیرہ کے عیسائی عرب بھی ایرانیوں کے ساتھ تھے اور مسلسل ان کو ہر طرح کی مدد فراہم کر رہے تھے۔ عبداللہ بن غنم نے فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور ایرانیوں پر دو طرف سے حملہ کر دیا۔ ایرانی یہ سمجھے کہ عرب عیسائیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ کر مسلمانوں کا ساتھ دینا شروع کر دیا ہے اس لئے وہ گھبرا گئے، ان کے حوصلے پست ہو گئے اور تکریت پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے عیاض بن غنم کو مزید فوج دے کر ان کی مدد کے لئے بھیجا اور اس طرح معمولی لڑائیوں کے بعد رقہ، حران، نصیبین، میارفاقین، سمساط، سروج اور قرقیق کے علاقے بھی فتح کر لئے گئے۔ پورا جزیرہ مسلمانوں کے زیر نگیں آ چکا تھا۔

خوزستان کی مہم

۱۵ھ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ بصریٰ کے حاکم مقرر ہوئے۔ خوزستان کی سرحدیں بصریٰ سے ملی ہوئی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ خوزستان کی فتح کے بغیر بصریٰ میں مکمل طور پر امن وامان قائم نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ۱۶ھ میں انہوں نے انہوں نے اہواز پر جس کو ایرانی ہرمز کہتے تھے حملہ کر دیا۔ وہاں کے امیر نے جزیہ دے کر صلح کر لی۔ ۱۷ھ میں حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ کو بصریٰ کا امیر بنا دیا گیا۔ ان کے آتے ہی اہواز کے حاکم نے جزیہ دینا بند کر دیا اور بغاوت کا اعلان کر دیا۔ مجبوراً حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ کو ان پر لشکر کشی کرنی پڑی اور جہاں ان کی فوج رہتی تھی اس جگہ کا محاصرہ کر لیا۔ دشمن نے مقابلہ کیا لیکن آخرکار ان کو شکست ہوئی اور اہواز شہر فتح ہوگیا۔ کافی مقدار میں مال غنیمت حاصل ہوا۔ انہوں نے حضرت عمر ؓ کو صورت حال کی اطلاع پہنچائی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان کے تمام قیدی رہا کر دئے جائیں۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ نے اہواز کے بعد مناذر کا رخ کیا۔ شہر والوں نے مسلمانوں کے حملے کا مقابلہ کیا اور حضرت مہاجر بن زیاد کو شہید کر دیا۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ مہاجر ؓ کے بھائی کو ایک فوجی دستہ کے ساتھ یہاں چھوڑا اور خود سوس کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ نے سوس کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ کے اندر مدد پہنچانے کے تمام راستے بند کر دئے۔ جب قلعہ کے اندر کھانے پینے کا سامان ختم ہونے لگا تو وہاں کے حاکم نے صلح کی درخواست کی اور کہا کہ میرے خاندان کے سو افراد چھوڑ دئے جائیں۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ نے ان کی شرط منظور کر لی۔ ان کا امیر جس جس کا نام لیتا اسے چھوڑ دیا جاتا، بدقسمتی سے سو لوگ پورے ہوگئے اور امیر اپنا نام لینا بھول گیا۔ چنانچہ سو لوگ پورے ہونے کے بعد جو لوگ بچ گئے تھے انہیں قتل کر دیا گیا۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ نے سوس کے بعد رامہرز کا محاصرہ کر لیا، وہاں آٹھ لاکھ سالانہ پر صلح ہوگئی۔ ایران کا بادشاہ یزدگرد اس وقت اپنے شاہی خاندان کے ساتھ قم میں مقیم تھا۔ اسے حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ کی تمام سرگرمیوں کی اطلاعات مل رہیں تھیں۔ ہرمزان جو شیرویہ (ایرانی کسریٰ خسرو پرویز کا بیٹا) کا ماموں اور بہت طاقت ور سردار تھا، اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر اہواز اور فارس میرے حکومت میں دے دئے جائیں تو میں مسلمانوں کے اس سیلاب کو روک لوں گا۔ یزدگرد بادشاہ نے اسی وقت فرمان جاری کر دیا اور ایک بڑی فوج بھی اس کے ساتھ کر دی۔

خوزستان کا دارالحکومت شوستر تھا۔ ہرمزان نے وہاں پہنچ کر شاہی عمارات اور فوجی چھاؤنیوں کی مرمت کروائی۔ خندقوں اور برجوں کو مستحکم کیا اور آس پاس کے علاقوں میں اپنے نمائندے بھیجے تا کہ لوگوں کو مسلمانوں سے جنگ کے لئے آمادہ کریں۔ اس ترکیب سے ان کی اپنی فوج میں بھی جوش وخروش پیدا ہو گیا۔ چند ہی دنوں میں ایک بہت بڑی فوج تیار ہو گئی۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے امیر المومنین کو دارالخلافہ خط لکھا اور مزید مدد کی درخواست کی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عمار بن یاسرؓ جو اس وقت کوفہ کے گورنر تھے، انہیں لکھا کہ حضرت نعمان بن مقرنؓ کو ایک ہزار مجاہدین کے ساتھ ان کی مدد کو بھیجو۔ یہ ایک ہزار کا دستہ بھی دشمن فوج کے مقابلہ میں ناکافی تھا۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے دوبارہ حضرت عمرؓ کو مزید مدد کے لئے لکھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو لکھا کہ آدھی فوج کو عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ چھوڑ کر باقی فوج کے ساتھ خود حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کی مدد کو پہنچو۔ دوسری طرف حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ ایک بڑی فوج لے کر جلولاء پہنچ گئے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے شوستر کا رخ کیا اور شہر کے قریب پڑاؤ ڈال دیا۔

ہرمزان اپنی فوج کی کثرت کی وجہ سے جوش میں آ کر شہر سے نکل کر خود ان پر حملہ آور ہو گیا۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے بڑی ترتیب سے صف آرائی کی تھی۔ میمنہ پر حضرت براء بن مالکؓ (یہ حضرت انس بن مالکؓ کے بھائی) تھے، میسرہ پر براء بن عازب انصاریؓ کو مقرر کیا۔ گھوڑ سواروں کا سالار حضرت انس بن مالکؓ کو بنایا۔ دونوں فوجوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ حضرت براء بن مالکؓ بہادری سے لڑتے ہوئے شہر کے صدر دروازے تک پہنچ گئے۔ ہرمزان بھی بہت بہادری سے جنگ لڑ رہا تھا۔ دونوں کا عین دروازے پر آمنا سامنا ہوا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا جس میں حضرت براء بن مالکؓ شہید ہو گئے۔ ان کے گرتے ہی حضرت مخزاۃ بن ثورؓ نے ہرمزان پر وار کیا لیکن ہرمزان نے ان کو بھی شہید کر دیا۔ اس جنگ میں چھ سو عجمی ہلاک ہوئے اور تقریباً ایک ہزار گرفتار ہوئے۔ میدان میں کامیابی مسلمانوں کے ہاتھ رہی۔ ہرمزان بھاگ کر پھر قلعہ بند ہو گیا۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کے مخبر نے ایک تہہ خانے کا پتہ دیا جس کے ذریعہ شہر میں داخل ہو سکتے تھے۔ آپؓ نے اشرس کو دو سو بہادر مجاہد دے کر اس مہم پر روانہ کیا۔ یہ مجاہد تہہ خانے کے راستے کے اندر پہنچ گئے اور اندر سے صدر دروازے کو کھول دیا۔ مسلمانوں کی فوج دروازہ کھلتے ہی شہر میں داخل ہو گئی اور ایرانی فوج پر ٹوٹ پڑی۔ شہر میں ہل چل مچ گئی ہرمزان قلعہ کے اندر چھپ گیا۔ مسلمان قلعہ کے نیچے پہنچ گئے، ہرمزان قلعہ کے اوپر برج پر پہنچ گیا اس اس نے مسلمان

مجاہدین سے کہا کہ میرے ترکش میں سو تیر ہیں۔ جب تک میں اتنی لاشیں نہ گرادوں گرفتاری نہیں دوں گا۔ تاہم میری یہ شرط ہے کہ مجھے مدینہ اپنے خلیفہ تک پہنچا دو تو میں ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار ہوں۔ میرے متعلق فیصلہ (حضرت) عمرؓ کریں گے۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ اس کی شرط مان گئے۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے حضرت انس بن مالکؓ کی ذمہ داری لگائی کہ ہرمزان کو لے کر مدینہ روانہ ہو جائیں۔ ہرمزان اپنا خاص تاج پہن کر بڑی شان وشوکت کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ شاہی خاندان کے افراد اور بڑے بڑے سردار اس کے ساتھ تھے۔ یہ جاننا چاہتا تھا کہ جس شخص کا ساری دنیا میں دبدبہ ہے وہ کس طرح اپنی حکومت چلاتا ہے۔ جب یہ مدینہ پہنچے تو اس وقت حضرت عمرؓ مسجد نبوی کے صحن میں آرام فرما رہے تھے۔

ہرمزان جب مسجد کے پاس آیا تو لوگ اس کے اس زرق برق لباس کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کی آہٹ سے آنکھ کھل گئی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فارسی جانتے تھے انہوں نے حضرت عمرؓ اور ہرمزان کی گفتگو کی ترجمانی کی۔

قادسیہ کی جنگ میں ہرمزان نے کئی بار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے صلح کی اور ہر بار معاہدے کی خلاف ورزی کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے جب ہرمزان سے گفتگو کی تو اس کی دوغلی اور مکاری کی باتوں کی وجہ سے انہوں نے اس کے قتل کا ارادہ کرلیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ہرمزان سے کہا کی تمہارے جرم کی سزا موت ہے تمہیں اگر صفائی میں کچھ کہنا ہے تو کہو۔ اس نے کہا کہ جب تک خدا ہمارے ساتھ تھا تو تم ہمارے غلام تھے اور اب خدا تمہارے ساتھ ہے اور ہم تمہارے ہاتھوں میں ہیں۔ اس کے بعد اس نے پانی پینے کے لئے مانگا۔

کیونکہ عام طور پر مسلمانوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ آخری خواہش پوچھی جاتی ہے اور اس کو پورا بھی کیا جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے پانی پینے کی تمنا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کو فوراً پانی بلایا جائے۔ اس کو پانی پیش کیا گیا، اس شہزادے کے ہاتھ کانپ رہے تھے تو اس نے کہا کہ ایسا تو نہیں ہوگا کہ میں پانی پینے کے لئے پیالہ ہونٹوں سے لگاؤں اور جلاد میری گردن اڑادے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم بےفکر رہو اور اطمینان سے پانی پیو جب تک تم پانی پی نہیں لو گے تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس شہزادے نے یہ چالاکی کہ وہ پیالے کا سارا پانی زمین پر گرادیا اور پانی زمین میں جذب ہوگیا۔

وہ کہنے لگا! اے مسلمانوں کے امیر! اپنے وعدے پر پکے رہئے کیونکہ میں نے پانی نہیں پیا ہے اب آپ مجھے قتل نہیں کرسکتے۔

حضرت عمرؓ سوچنے لگے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کا اتنا بڑا دشمن اور دوسری طرف اپنا قول دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ حالات تو یہ کہہ رہے تھے کہ وہ اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اور اس نے پانی بھی مکاری سے گرایا تھا تو اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے قتل کر دیا جاتا لیکن حضرت عمرؓ قول و کردار دونوں کے سچے تھے۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ میں تمہارے قتل کا حکم واپس لیتا ہوں۔ مسلمان اس بات پر بہت حیران ہوئے کہ وہ کس طرح اپنی چالاکی سے حضرت عمر کے ہاتھوں بچ گیا۔

جب اس نے اپنی معافی کا حکم نامہ سنا تو کہنے لگا! یا امیر المومنین! میں نے یہ حرکت اس لئے کی کہ اگر جلاد کو دیکھ کر آپ کے سامنے میں کلمہ پڑھتا تو دنیا یہ کہتی کہ شہزادہ موت کے خوف سے مسلمان ہو گیا۔ اس لئے میں نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ میری جان بچ جائے۔ اب میری جان بچ گئی اور آپ مجھے قتل نہیں کر رہے تو میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں۔ میں اپنے دل سے کہتا ہوں کہ جس دین میں سچ کا اتنا احترام ہو وہ غلط دین نہیں ہو سکتا۔

کتابوں میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ اس کی بڑی قدر کرتے تھے، اس کو مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت دے دی تھی اور دو ہزار اس کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ آپؓ اس سے بعض معاملات میں مشورے بھی لیا کرتے تھے۔ وہ جو اسلام کا دشمن تھا مستقبل میں اسلام کا جرنیل بن کر دشمن کے خلاف جہاد کرنے والا بن گیا۔ کیونکہ سچ ہمیشہ آسان راستہ دکھاتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی مدد بھی شامل ہوتی ہے۔

مسلمان فوج نے شوستر کے بعد جندی سابور پر حملہ کیا۔ یہ شوستر سے ۲۴ میل دور ہے، کئی دن تک وہاں کا محاصرہ رہا پھر شہر کے لوگوں نے خود ہی دروازے کھول دئے اور اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ مسلمان ان کو اس اطمینان سے رہتے ہوئے دیکھ کر حیران ہوئے اور ان سے اس اطمینان کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ تم نے جزیہ پر ہمیں امن دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک غلام نے اپنے طور پر ایک کاغذ پر امن کی دستاویز لکھ کر ان کو دے دی تھی۔ یہ بات خط کے ذریعہ حضرت عمرؓ کو لکھی گئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمارا غلام بھی مسلمان ہے۔ اس کی طرف سے امن دینے کا ہم بھی احترام کرتے ہیں اور امن کو نافذ کر دیا۔ اس طرح خوزستان بھی اسلامی مملکت میں شامل ہو گیا۔

(الفاروق)

معرکہ نہاوند

خوزستان پر مسلمانوں کی فتح اور ہرمزان کے مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہونے کے بعد یزدگرد مرو چلا گیا تھا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ خوزستان کے قبضہ کرنے کے بعد مسلمانوں کا یہ طوفان رک جائیگا لیکن اسے اندازہ ہوا کہ پورا ایران قبضہ میں لینے سے پہلے مسلمان نہیں رکیں گے۔ یزدگرد نے چھوٹے چھوٹے سرداروں کو پیغام بھجوایا کہ سب مل کر ایک فوج تیار کریں، سب نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور ڈیڑھ لاکھ کی فوج جمع کر لی۔ یزدگرد نے ایران کا مشہور جنگجو مردان کو اس فوج کا سپہ سالار بنایا اور نہاوند کی طرف روانہ کیا اور اس کے ہاتھ میں ایران کا مقدس جھنڈا " رفش کاویانی " دیا جس پر ان کا عقیدہ تھا کہ جس کے ہاتھ میں یہ جھنڈا ہوتا ہے اس کو کبھی شکست نہیں ہوتی۔

کوفہ کے گورنر حضرت عمار بن یاسرؓ ایرانی فوج کے جمع ہونے کی خبر امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کو دی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت نعمان بن مقرن ؓ کو ایک لشکر کے ساتھ نہاوند روانہ کیا۔ حضرت نعمانؓ ابھی نہاوند سے کچھ دور تھے تو انہیں اطلاع ملی کہ مردان نہاوند میں موجود ہے، اس نے پہلے مسلمانوں سے صلح کی کوشش کی اور مسلمانوں سے بات چیت کرنے کے لئے وفد کو دعوت دی۔ حضرت نعمان ؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ کو سفیر بنا کر بھیجا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ جب مردان کے پاس پہنچے تو وہ اس وقت ہیرے جوہرات سے مزین تاج پہنے سونے کے تخت پر بیٹھا تھا، اس کے اردگرد درباری تلواریں اور نیزے لئے کھڑے تھے جن کی چمک پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ حضرت مغیرہؓ ان کی طرف توجہ نہیں کی اور نہ مرعوب ہوئے اور شان بے نیازی سے مردان کی طرف بڑھتے چلے گئے، کچھ درباریوں نے ان کو روکنے کی کوشش کی بھی کی، اس پر حضرت مغیرہ ؓ نے کہا کہ سفیروں کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ مترجم کے ذریعہ گفتگو شروع ہوئی، مردان نے کہا! اہل عرب دنیا میں سب سے زیادہ بدبخت، فاقہ مست، نجس اور ناپاک جو قوم ہوسکتی ہے وہ تم ہو۔ ہماری فوج کبھی کا تمہارا سفایا کرسکتی تھی لیکن تم اس قدر ذلیل قوم ہو کہ ہم تمہارے ناپاک خون سے اپنے آپ کو آلودہ نہیں کرنا چاہتے، اب بھی اگر تم واپس چلے جاؤ تو ہم تم کو معاف کر دیں گے، ورنہ تمہارے لاشیں زمین پر تڑپتی نظر آئیں گی۔ حضرت مغیرہ بن شوبہ ؓ نے بڑے تحمل سے اس کی بات سنی اور حمد وثنا کے بعد جواب دیا! جیسا تمہارا خیال ہے یقیناً ایک زمانے میں ہم ایسے ہی تھے لیکن ہمارے رسول (ﷺ) نے ہماری کایا پلٹ دی، انہوں نے ہم سے دنیا کی فتح ونصرت اور آخرت میں جنت کا وعدہ کیا ہے۔ اس وقت سے ہم اللہ کے حکم سے مسلسل فتح ونصرت حاصل کر رہے ہیں، اب ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک تمہارے ملک کو فتح نہ کرلیں یا اپنی جانیں دے دیں۔ ان کے اس جواب سے مردان کا تمام جوش وخروش ٹھنڈا پڑ گیا اور یہ

سفارت ناکام ہوگئی۔ حضرت مغیرہ ؓ واپس آ گئے اور دونوں فوجوں میں جنگ چھڑ گئی۔ انتہائی خونریز جنگ ہوئی میدان جنگ ہزاروں کی تعداد میں لاشوں سے اٹ گیا۔ جنگ کے دوران حضرت نعمان بن مقرن ؓ بھی شدید زخمی ہو گئے۔ حضرت نعمان ؓ نے لوگوں سے کہا کہ میری طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں، جب تک لڑائی کا فیصلہ نہ ہو جائے جنگ پر دھیان رکھو، آپ ؓ کے گرتے ہی اسلامی جھنڈا آپ کے بھائی نعیم بن مقرن ؓ نے سنبھال لیا تھا۔ رات کے ہونے سے پہلے ایرانیوں کے قدم اکھڑ گئے اور انہوں نے میدان جنگ سے فرار ہونا شروع کر دیا، مسلمانوں نے ان کا ہمدان تک تعاقب کیا اور بیشتر کو قتل کیا، اس جنگ میں تیس ہزار ایرانی ہلاک ہوئے۔ اس فتح کو مورخین فتح الفتوح کا نام دیتے ہیں۔ جنگ کے اختتام پر حضرت نعمان بن مقرن ؓ کو فتح کی خوش خبری سنائی گئی تو انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور اپنی جان آفرین کے سپرد کر دی۔

فتح اصفہان

ایران کا معزول بادشاہ مرو میں بیٹھ کر مسلمانوں کے خلاف مسلسل سازشیں کر رہا تھا۔ اسی سلسلہ میں حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت عبداللہ بن عبداللہ کو ایک لشکر دے کر اصفہان کی طرف بھیجا، وہاں کا سردار اسبیدان سولو اصفہان میں اپنی فوجوں کے ساتھ موجود تھا، اس نے مقدمۃ الجیش پر ایک ماہر جنگجو سردار ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ تیار رکھا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ کے اصفہان پہنچتے ہی جنگ شروع ہوگئی، بہت خونی معرکہ ہوا، ایرانی فوج کے سب سے بہادر سردار شہر یار نے آگے بڑھ کر مبارزت کے لئے للکارا تو حضرت عبداللہ مقابلے کے لئے آگے بڑھے، تھوڑی دیر تلوار بازی کے بعد حضرت عبداللہ نے شہر یار کو قتل کر دیا، اس کے قتل ہوتے ہی ایرانی فوج نے ہتھیار ڈال دئے، اسبیدان نے صلح کر لی۔

ہمدان میں بغاوت

حضرت نعیم بن مقرن ؓ نے ہمدان فتح کر لیا تھا لیکن ۲۲ھ میں ہمدان میں بغاوت ہوگئی۔ حضرت نعیم بن مقرن ؓ دوبارہ ہمدان پہنچ گئے اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کی سختی سے مجبور ہو کر اہل ہمدان نے صلح کر لی لیکن اس کے بعد ویلم، رے اور آزربائیجان کر سردار ابونصر خان اور اسفندیار خان اپنی فوجیں لے کر ہمدان پہنچ گئے۔ حضرت نعیم ؓ کو جب ان کی آمد کی خبر ہوئی تو آپ ؓ ان کے مقابلے پر پہنچ گئے۔ وادی رود میں خونریز جنگ ہوئی بالآخر ایرانیوں کو شکست ہوئی اور ان کے بڑی تعداد میں لوگ قتل ہوئے۔ اسی سال حضرت براء بن عازب ؓ نے قزوین اور زنجان فتح کئے تھے۔

رے کی فتح

وادی رود کی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد حضرت نعیم بن مقرن ؓ رے پہنچے۔ یہاں کا حکمران جو بہرام چوبین کا پوتا تھا، طبرستان، قومس اور جرجان کے امراء سے مدد طلب کی، یہ سب اپنی فوجیں لے کر اس کے پاس پہنچ گئے۔ رے کا ایک رئیس زینبی جو سیاوش سے کسی بات پر ناراض تھا ، وہ حضرت نعیم ؓ سے ملا اور اپنی خدمات پیش کیں، اس نے ایرانیوں کی کمزوریاں بتائیں جن سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں نے رے پر قبضہ کرلیا۔ رے فتح ہونے کے بعد حضرت نعیم بن مقرن ؓ نے زینبی کو رے کا حکمران مقرر کردیا اور اپنے بھائی کو سوید بھیج کر قومس پر بھی قبضہ کرلیا۔

جنگ مرج الصفر

رومیوں کو جب اس بات کا اندازہ ہوا کہ اب حضرت خالد بن ولید ؓ کو کوئی نہیں روک سکتا تو انہوں نے ان کو راستہ میں ہی روکنے کے لئے دمشق سے بارہ میل دور مرج الصفر کے مقام پر اپنی فوج کو جمع کیا۔ ۱۹/ جمادی الاخر ۱۳ھ بمطابق ۱۹/ اگست ۶۳۴ء کو یہ جنگ لڑی گئی۔ جنگ کے شروع میں رومیوں کے نامور بہادروں سے انفرادی مقابلے ہوئے۔ جن سے مقابلہ کے لئے حضرت خالد بن ولید ؓ اپنے آپ سمیت حضرت ضرار ؓ، حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر ؓ کو بھیجا انہوں نے کئی رومی جنگجوؤں کو ہلاک کیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے رومی لشکر کے دو سالار کلوس اور عزازیل ، جو نامی گرامی بہادر مانے جاتے تھے اور لڑائی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے دونوں کو تھوڑی دیر تک مقابلے میں پچھاڑ دیا اور اس کو گرفتار کرلیا۔ دونوں سرداروں کی گرفتاری پر اسلامی فوج نے دشمن پر بھرپور حملہ کردیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ اور حضرت عمرو بن عاص ؓ بھی میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ گھمسان کی جنگ ہوئی اور آہستہ آہستہ رومی فوجی میدان جنگ سے بھاگنے لگے اور بے شمار لاشیں چھوڑ کر وہ دمشق کی طرف بھاگ گئے۔

دمشق: دمشق کو ایک زمانہ میں جنت شام کہا جاتا تھا۔ یہی مقام خلفائے بنوامیہ کا دارالخلافہ بنا۔ دنیا بھر کی تمام نعمتیں اس شہر میں دستیاب تھیں۔ یہاں کی ثقافت مشہور تھی، عبادت گاہیں تھیں، ہمیشہ فوج رہتی تھی اور یہ شہر تہذیب کا گہوارہ تھا۔ شہر کا مرکزی حصہ گیارہ میل کی فصیل کے اندر واقع تھا۔ شہر کے مضافات بھی بہت سرسبز و شاداب تھے۔ شہر میں داخل ہونے کے چھ دروازے تھے۔ باب شرق، باب توما، باب جابیہ، باب فرادیس، باب کیسان اور باب صغیر۔ فصیل کے

ساتھ ساتھ ایک دریا بہتا تھا۔ دمشق میں ہرقل کا داماد جرنل توما فوج کا سپہ سالار تھا۔ جو بہت بہادر، ذہین اور فوجی قیادت کا ماہر مانا جاتا تھا۔ ان کا نائب ہربیس ایک نامی گرامی فوجی جانباز تھا۔ دمشق کی فوج کا سالار عزازیل تھا جو مسلمانوں کے محاصرے کے دوران دوسرے سالار کولیس کے ہمراہ مرج الصفر میں گرفتار ہو چکا تھا۔

ہرقل نے اجنادین میں رومیوں کی مسلمانوں سے شکست کے بعد اپنا مرکز انطالیہ کو بنالیا تھا اور پوری توجہ دمشق کی جانب مرکوز کردی تھی۔ اس نے پانچ ہزار فوجیوں کا ایک لشکر جرنل کلوس کی قیادت میں دمشق کی طرف روانہ کیا۔ جہاں حضرت خالد بن ولید ؓ نے جرنل کلوس کو بھی گرفتار کرلیا تھا۔

بیت لہیا کی جنگ

حضرت خالد بن ولید ؓ کو اطلاع ملی کی رومی فوج کو مزید کمک پہنچ چکی ہے۔ آپ ؓ نے پانچ ہزار کا دستہ حضرت ضرار ؓ کی قیادت میں ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ حضرت رافع ؓ کو ان کے نائب کے طور پر بھیجا۔ حضرت ضرار ؓ کی پانچ ہزار فوج کا ہرقل کی بارہ ہزار کی فوج سے مقابلہ ہوگیا۔ حضرت ضرار ؓ جوش میں لڑتے ہوئے دشمن فوج کے کافی اندر تک گھس گئے۔ وہاں وہ زخمی ہوگئے اور دشمن نے انہیں گرفتار کرلیا۔ حضرت رافع ؓ نے انہیں دشمن سے چھڑانے کے لئے کئی حملے کئے لیکن ان کو چھڑانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ حضرت رافع ؓ نے تمام حالات سے حضرت خالد بن ولید ؓ کو مطلع کیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ کے لئے فیصلہ کرنا بہت مشکل ہوگیا تھا۔ اگر وہ حضرت رافع ؓ کی طرف فوج بھیجتے تو دمشق میں اسلامی فوج کمزور پڑ جاتی۔ اگر نہ بھیجتے تو مسلمانوں کو شکست کا اندیشہ تھا۔ انہوں نے بڑی دور اندیشی سے خود خفیہ طور کر بیت لہیا پہنچنے کا فیصلہ کیا اور دمشق میں کسی کو آپ کی غیر حاضری کا علم نہ ہوسکا۔

جنگ ابوالقدس

حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کو اطلاع ملی کہ ابوالقدس کے مقام پر عیسائی مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے فوج جمع کر رہے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ ان سے پہلے ان کی فوج پر حملہ کرنے کے لئے کون تیار ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ جو اپنی جوانی کے ابتدائی حصہ میں تھے، انہوں نے اپنی خدمات پیش کردیں۔

حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ نے پانچ سو سواروں کا ایک دستہ لے کر ابوالقدس کی طرف پیش قدمی کرلی۔ حضرت ابوزر

غفاریؓ بھی اس دستہ میں شامل تھے۔ دونوں حضرات نے اسلامی جوش اور ولولے میں پانچ ہزار کی رومی فوج پر حملہ کر دیا۔ پانچ ہزار رومی فوجیوں نے اس پانچ سو کے دستہ کو گھیرے میں لے لیا۔ ایک شخص وہاں سے نکل کر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے پاس پہنچا اور انہیں ساری صورت حال سے مطلع کیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو بہت صدمہ اور شرمندگی ہوئی کہ ان کی سربراہی میں اس جنگ میں شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انہوں نے سالار اعظم حضرت خالد بن ولیدؓ سے اس صورت حال کے بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت ضرارؓ کو لے کے خود محاذ جنگ پر پہنچ گئے اور زبردست مقابلہ کے بعد رومی فوجی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور مسلمانوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی۔ اس اچانک صورت حال کی وجہ سے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بہت سے زخم آئے لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ کے ارادوں، ہمت اور حوصلے میں ذرا برابر بھی کمی نہیں آتی تھی۔

جنگ فحل (ذات الروغہ)

(یعنی کیچڑ کی جنگ)

ابوالقدس کی شکست نے ہرقل کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ اپنے وقت کا ایک مضبوط حکمران کے ساتھ ساتھ ایک تجربہ کا سپہ سالار بھی تھا۔ اس نے فوری طور پر شام، مراکش اور یورپ کی تازہ دم فوج کو از سر نو مرتب کیا۔ مرج الدیباج کے لشکر کے بچے کچے فوجی بھی اس میں شامل ہو گئے۔ اس نے ایک لشکر انطاکیہ میں اور دوسرا شام اور فلسطین کے بندرگاہ پر جمع کیا۔ وہ سامنے آکر مسلمانوں سے لڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی کوشش تھی کہ مختلف علاقوں میں جو اسلامی فوج ہے ان کے درمیانی رابطہ کو کاٹ دیا جائے تاکہ اگر ایک طرف سے ان پر حملہ کیا جائے تو ان کو مدد نہیں پہنچ سکے۔ فحل کے مقام پر پہلے ہی رومی فوجیوں کا ایک دستہ موجود تھا۔ جس کا مقابلہ حضرت ابوالاعورؓ کی قیادت میں مسلمان لشکر سے ہو رہا تھا۔ مسلمانوں کو مسلسل رومی فوجیوں کی نقل وحمل کی اطلاعات مل رہی تھیں۔ رومی فوج کی مجموعی تعداد (۸۰۰۰۰) اسی ہزار تھی جس کی قیادت رومی سپہ سالار سقلار کر رہا تھا۔ یہ لشکر مشرق کی طرف سے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے لشکر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے مشورہ کے لئے اجلاس طلب کیا۔ مسلمانوں کی مجموعی فوج کی تعداد تیس ہزار تھی۔ یہ فیصلہ ہوا کہ اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت یزید بن ابوسفیانؓ دمشق کے حکمران تھے اور حضرت شرجیل بن حسنہؓ اردن کے حکمران تھے۔ پوری اسلامی فوج کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ تھے۔ رومیوں نے مسلمانوں کی پیش قدمی کی خبر سن کر

اس لشکر کے راستے میں نشیبی علاقوں میں پانی چھوڑ دیا جس کی وجہ سے خشک راستے زیر آب آ گئے۔ مسلمان اس اچانک صورت حال سے حیران ہو گئے۔ حضرت شرجیل ؓ نے شمال مغرب کے رخ میں اپنے لشکر کو صف آرا کیا۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح ؓ اور حضرت عمرو بن عاص ؓ کو میمنہ اور میسرہ کی ذمہ داری سونپی۔ حضرت ضرار ؓ اقدامی دستہ کے سالار بنائے گئے۔ سب سے آگے حضرت خالد بن ولید ؓ کا دستہ تھا۔ یہ لوگ کچھ آگے بڑھے تو ان کا دستہ کیچڑ میں پھنس گیا۔ بڑی مشکل سے یہ دستہ کیچڑ سے نکل کر پیچھے آیا۔

رومی فوج کے سالار نے یہ سوچا کہ ہماری اور مسلمانوں کے درمیان کیچڑ ہے تو انہیں ہمارے منصوبوں کا علم نہیں ہو سکے گا۔ اب انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کا منصوبہ بنایا اور ۲۷/ ذیقعدہ ۱۳ھ کو مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت شرجیل ؓ نے آگے بڑھ کر ان کا مقابلہ کیا اور دن رات لڑائی جاری رہی۔ لڑائی میں ان کا سردار سقلار مارا گیا۔ دوسرے دن بھی لڑائی جاری رہی اور شام کے وقت رومی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ حضرت شرجیل ؓ نے ان کا پیچھا کرنے کا حکم دیا جو کیچڑ انہوں نے مسلمانوں کے لئے بنائی تھی وہ ان کے اپنے لئے مصیبت بن گئی اور وہ بھاگ نہیں سکے، دس ہزار فوجی مارے گئے اور جو باقی بچ گئے تھے وہ بیسان اور اس کے اطراف میں منتشر ہو گئے۔

جنگ بیسان اور فتح طبریہ

حضرت عمرو بن عاص ؓ نے قلعہ بیسان کا محاصرہ کر لیا۔ اہل بیسان نے جزیہ دینے کا وعدہ کر کے صلح کا معاہدہ کر لیا۔ حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ نے طبریہ پر قبضہ کر لیا۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کو تمام حالات سے مطلع کیا اور ان کو بتایا کہ رومی فوج اجنادین کے مقام پر جمع ہو رہی ہے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے ان پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ مسلمانوں نے چند دنوں میں اجنادین، نابلس، عمواس، غرہ اور ہنبہ کے علاقے فتح کر لئے۔

حضرت شرجیل ؓ نے عکا اور صور کے قلعے فتح کئے۔ حضرت یزید بن ابوسفیان ؓ اور ان کے بھائی حضرت امیر معاویہ ؓ نے صیدا، عرقہ، جبیل اور بیروت کے علاقے فتح کر لئے۔ قیساریہ کا قلعہ سب سے مضبوط قلعہ تھا۔ حضرت یزید بن ابوسفیان ؓ اور حضرت امیر معاویہ ؓ نے قلعہ قیساریہ کا محاصرہ کر لیا لیکن رومیوں کو سمندر کی طرف سے مسلسل مدد پہنچ رہی تھی۔ جنگ یرموک کی وجہ سے یہ محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ ۱۴ھ کے اختتام تک فلسطین، اردن، یروشلم اور قیساریہ کے ساتھ شام کا سارا شمالی علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا تھا۔

مرج الروم کی فتح

حضرت خالد بن ولید ؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح ؓ نے جنگ کو مزید وسعت دینے کے لئے دمشق کے جنوب مغرب کی جانب ایک سرسبز و شاداب علاقے مرج الروم کی طرف پیش قدمی کی۔ دمشق پر حضرت یزید بن ابوسفیان ؓ کا قبضہ تھا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کا حکم تھا کہ ساحل کی طرف پیش قدمی کریں۔ ہرقل کو جب مسلمانوں کی نقل و حمل کا پتہ چلا تو اس کو اندازہ ہو گیا کہ اب مسلمان فلسطین اور اردن پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے تھیوڈوس نامی جرنیل جو کہ اس وقت حمص میں تھا کو حکم دیا کہ دمشق کی طرف جائے اور مسلمانوں کی پیش قدمی کو روکے۔ مسلمان جب مرج الروم پہنچے تو وہاں تھیوڈوس کو پہلے سے موجود پایا۔ رومی فوج کا ایک نامور جنگجو شنس نامی شخص تھا وہ مقابلہ کے لئے آگے آیا۔ ان کا مقصد تھا کہ شنس مسلمانوں کو یہاں الجھائے رکھے اور تھیوڈوس دوسرے رستہ سے دمشق پر حملہ کر کے وہاں قبضہ کر لے۔

حضرت یزید بن ابوسفیان ؓ کو ان کے منصوبہ کا پتہ لگا تو انہوں نے فوراً جنگ شروع کر دی لیکن تھیوڈوس کے بہت بڑی فوج کے آگے یہ کمزور پڑنے لگے۔ اس دوران مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد پہنچ گئی اور حضرت خالد بن ولید ؓ عین موقعہ پر پہنچ گئے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے تھیوڈوس سے دو بدو مقابلہ کیا اور اس کو جہنم رسید کیا۔ اپنے سپہ سالار کے ہلاک ہوتے ساتھ ہی رومیوں نے بھاگنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کے ہاتھ بے حساب مال غنیمت آیا۔

یہ معرکہ مارچ ۶۳۵ء بمطابق ۱۴ھ میں لڑا گیا۔

فتح حمص

حضرت ابو عبیدہ بن جراح ؓ نے بعلبک کی طرف پیش قدمی کی، حمص کی فتح کے ارادے سے ذوالکلاع میں پڑاؤ ڈالا۔ اس شہر میں سورج کا مندر تھا، اس مندر میں دور دور سے لوگ آ کر پوجا کرتے تھے۔ ہرقل نے وہاں کے لوگوں کی مدد کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ان تک مدد نہیں پہنچ سکی اس لئے وہ جنگ کرنے کے بجائے جزیہ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ بعلبک کے بعد آپ حمص پہنچ گئے اور شہر اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چند دنوں بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دئے اور امن معاہدہ کر لیا۔ جس میں دس ہزار دینار اور سوزربفت کی قبائیں دینے کا وعدہ کیا۔ معاہدہ تحریر ہونے کے بعد شہر کے دروازے کھول دئے گئے۔ اہل حمص اس بات پر حیران تھے کہ مسلمان جو چیز لیتے ہیں اس کی قیمت ادا کرتے ہیں۔

اہل قسیرین نے جب حمص کے لوگوں کا حال سنا تو انہوں نے بھی مسلمانوں سے پر امن معاہدہ کر کے جزیہ دینے کے وعدے پر صلح کر لی۔ مسلمانوں کی طاقت اور ان کے جوش وجذبہ کو دیکھتے ہوئے دوسرے شہر کے لوگوں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے بجائے پر امن معاہدہ کرنے میں عافیت سمجھی جن میں حماۃ، شیزر، افامیہ، لاذقیہ، سلیمہ اور معرۃ کے علاقے شامل ہیں۔

قنسرین کی فتح

سلیمہ کی فتح کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن جراح رض کے حکم پر حضرت خالد بن ولید رض قنسرین کی جانب بڑھے۔ وہاں میناس نامی رومی سردار جس کا رتبہ ہرقل کے بعد سب سے بڑا تھا، حضرت خالد بن ولید رض کے مقابلے پر آیا۔ دونوں کے درمیان بہت سخت لڑائی ہوئی لیکن حضرت خالد بن ولید نے اسے شکست دے دی۔ میناس قنسرین میں قلعہ بند ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید رض نے قنسرین کا محاصرہ کر لیا، بہت دنوں تک سردار میناس مقابلہ نہ کر سکا اور قنسرین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس فتح کا حال سن کر حضرت عمر فاروق رض بہت خوش ہوئے اور حضرت خالد بن ولید کے اختیارات اور سرداری میں اضافہ کر دیا۔

بیت المقدس کی فتح

حضرت عمرو بن عاص رض نے غزوہ، سبط، نابلس، لد، عمواس، جبرین، یافا وغیرہ کے مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ بیت المقدس کے آس پاس کے تمام علاقے فتح ہو چکے تھے۔ اب وہ بیت المقدس کی طرف بڑھے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رض قنسرین کی فتح سے فارغ ہو کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

یرموک کی فتح کے بعد حضرت خالد بن ولید رض کو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رض نے بیت المقدس کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ آپ رض اپنے جانباز دستہ کے ساتھ ہراول دستہ کے طور کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب رومیوں کو ان کے آنے کی اطلاع ہوئی تو وہ قلعہ بند ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رض نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا، محاصرہ تقریباً چار ماہ قائم رہا۔ بالآخر وہاں کے بطریق سوفرنیاس نے ہتھیار ڈال دئے اور جزیہ دینے کی پیش کش کی۔ لیکن انہوں نے شرط یہ رکھی تھی کہ خلیفہ وقت خود آ کر معاہدے پر دستخط کریں۔ بطریق سوفرنیاس اپنے مذہب کا بڑا عالم تھا۔ اسے اپنے مذہبی کتابوں

پر پورا عبور حاصل تھا۔ اسے معلوم تھا کہ بیت المقدس کو فتح کرنے والے کا حلیہ کیسا ہوگا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اگر مسلمانوں کے خلیفہ کا حلیہ ان کی کتابوں کے مطابق ہے تو وہ بیت المقدس کی چابیاں ان کے حوالے کر دے گا کیونکہ وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دوسری صورت میں وہ جنگ لڑے گا۔ اسے معلوم تھا کہ ان کے علاوہ اور کوئی بیت المقدس پر قبضہ نہیں کر سکتا۔

سوفر نیاس کی اس شرط پر حضرت شرجیل ؓ نے مشورہ دیا کہ امیر المومنین کو اتنے طویل سفر کی تکلیف نہ دی جائے بلکہ حضرت خالد بن ولید ؓ ان کے سامنے پیش ہو جائیں۔ جب حضرت خالد بن ولید ؓ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ آپ امیر المومنین نہیں ہیں۔ بالآخر امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کو بذریعہ خط تمام حالات سے آگاہ کیا گیا۔

حضرت عمر فاروق ؓ کا بیت المقدس کا سفر:

امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کو حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کا خط ملا جس میں بیت المقدس کی جنگ، محاصرے اور عیسائیوں سے معاہدے سے متعلق تمام تفصیلات سے آگاہ کیا گیا تھا اور ان سے درخواست کی گئی تھی کہ آپ بنفس نفیس بیت المقدس تشریف لائیں اور بیت المقدس کی چابیاں وصول کریں۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ ایک غلام اور ایک اونٹ کی سواری لے کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے پاس پہننے کے لئے ایک ہی جوڑا تھا جس پر پیوند لگے ہوئے تھے۔ آپ نے مدینہ طیبہ سے نکلتے ہوئے اپنے غلام سے یہ کہہ دیا تھا کہ ہم دونوں تھوڑے تھوڑے فاصلے کا سفر باری باری کریں گے۔ جب تمہاری باری ہوگی تو تم اونٹ پر سوار ہوگے اور جب میری باری ہوگی تو میں اونٹ پر سوار ہوؤں گا۔ یہ ہے وہ عمر فاروق ؓ چوالیس لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی سلطنت کا حکمران دارالحکومت سے اپنے سفر پر روانہ ہو رہا تھا۔

امیر المومنین کا پہلا پڑاؤ جابلہ کے مقام پر ہوا۔ جہاں حضرت یزید بن ابوسفیان ؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ اور حضرت خالد بن ولید ؓ نے ان کا استقبال کیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ اور حضرت یزید بن ابوسفیان ؓ بہت قیمتی پوشاک پہنے ہوئے تھے جس کو حضرت عمر فاروق ؓ نے پسند نہیں کیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ اور حضرت یزید بن ابوسفیان ؓ نے اپنی قبائیں کھول کر دکھایا کہ وہ نیچے ذرہ اور ہتھیار پہنے ہوئے ہیں۔ جس پر حضرت عمر ؓ مطمئن ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہ ؓ سادہ لباس میں تھے۔ جابلہ سے یہ قافلہ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا۔

بیت المقدس میں اسلامی فوج اپنے امیر المومنین کے استقبال کے لئے بے چین اور پر جوش تھی۔ انہوں نے جیسے ہی اپنے امیر کو دیکھا تو ان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ عصر کی نماز کا وقت آیا تو وہاں موجود حضرت بلال ؓ سے کہا گیا کہ وہ اذان

دیں۔ حضرت بلالؓ نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اذان دینی بند کر دی تھی۔ جب حضرت بلالؓ نے اذان دی تو صحابہ کرامؓ کی نظروں میں وہ منظر گھوم گیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں حضرت بلالؓ اذان دیا کرتے تھے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ مقام جابیہ پر ٹھہرے، روٴساء بیت المقدس نے آپؓ سے ملاقات کی اور ان کے سامنے عہد نامہ لکھا گیا جو مندرجہ ذیل ہے!

یہ وہ امان نامہ ہے جو امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا والوں کو دیا ہے۔ ایلیا والوں کی جان، مال، گرجے، صلیب، بیمار، تندرست سب کو امان دی جاتی ہے اور ہر مذہب والے کو امان دی جاتی ہے۔ ان کے گرجاؤں میں سکونت کی جائے گی اور نہ ڈھائے جائیں گے، یہاں تک کہ ان کے احاطوں کو بھی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیب اور مالوں میں کسی قسم کی کمی کی جائے گی، نہ مذہب کے بارے میں کسی قسم کا کوئی تشدد کیا جائے گا اور نہ ان میں سے کوئی کسی کو ضرر پہنچائے گا اور ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے اور ایلیا والوں پر فرض ہے کہ وہ جزیہ دیں اور یونانیوں کو نکال دیں۔ پس یونانی یعنی رومیوں میں سے جو شہر سے نکل جائے گا اس کی جان و مال کو امان دی جاتی ہے جب تک وہ محفوظ مقام تک نہ پہنچ جائے۔ اگر کوئی رومی ایلیا میں رہنا پسند کرتا ہے تو باقی اہل شہر کی طرح جزیہ ادا کر کے رہ سکتا ہے۔ یہاں اگر اہل ایلیا سے کوئی رومیوں کے ساتھ جانا چاہے تو وہ جا سکتا ہے، اس کے لئے امن و امان ہے یہاں تک کہ وہ محفوظ مقام تک پہنچ جائے۔ جو کچھ اس عہد نامے میں درج ہے اس پر اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور خلفاء اور تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے بشرطیکہ اہل ایلیا مقررہ جزیہ دینے سے انکار نہ کریں۔

اگلے روز مسلمانوں کی طرف سے امیر امومنین حضرت عمر فاروقؓ نے معاہدے پر دستخط کئے اور گواہ کے طور پر حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عمرو بن عاصؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ نے دستخط کئے۔ یہ معاہدہ رجب ۱۶ھ/اپریل ۶۳۷ء کو لکھا گیا۔

حضرت عمر فاروقؓ دس روز قیام کر کے واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اسی طرح اہل رملہ نے بھی مصالحت کر کے شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

حلب کا معرکہ

بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت خالد بن ولید ؓ اور حضرت ابو عبیدہ ؓ حلب کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عیاض بن غنم مقدمۃ الجیش کے افسر تھے۔ حلب کا حکمران یوقنہ ایک مشہور جنگجو فوجی سالار تھا۔ وہ مسلمانوں سے کھلے میدان میں ٹکرانے کے لئے حلب سے چھ میل باہر آ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ لیکن جب مسلمانوں نے اس کے حملہ کا جواب دیا تو وہ بھاگ کر اپنے قلعہ میں بند ہو گیا۔ اس قلعہ کے چاروں طرف بلند فصیلیں تھیں اور اس کے باہر کھدائی کر کے گہری خندقیں بنا دی گئی تھی۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا، یوقنہ نے محاصرہ توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

اس نے ہرقل کو مدد کرنے کے لئے خط لکھا لیکن ہرقل بھی یرموک میں بری طرح مسلمانوں سے شکست کھا چکا تھا۔ وہ دوبارہ بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ وہ یوقنہ کی مدد کو نہیں پہنچ سکا۔ یوقنہ نے مسلمانوں کے آگے اکتوبر ۶۳۷ء میں ہتھیار ڈال دئے۔ حضرت ابو عبیدہ ؓ نے یوقنہ، اس کے محافظ، اس کی فوج کو اجازت دے دی کہ وہ جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں۔ یوقنہ نے مسلمان ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ وہ سچے دل سے مسلمان ہو گیا اور اسلامی فوج کی طرف سے لڑنے کے لئے تیار ہو گیا۔ مسلمانوں نے عزاز کا علاقہ فتح کیا اور اسلامی لشکر حارم کے راستے انطاکیہ روانہ ہو گیا۔

انطاکیہ کی فتح

انطاکیہ قیصر ہرقل کا ایشیائی دارالحکومت تھا۔ یہاں شاہی محلات بنے ہوئے تھے اور ہر قسم کا جنگی سامان اس دارالحکومت میں موجود تھا۔ جلب کے معرکہ میں جتنے عیسائی فوجی فرار ہوئے تھے وہ سب انطاکیہ میں آ کر جمع ہو گئے تھے۔ مسلمان فوج ابھی انطاکیہ سے بارہ میل پیچھے تھی کہ دریائے اورنٹیز جو اب نہر الآسی کے نام سے مشہور ہے اس پر ایک لوہے کا پل تھا جس کو عبور کرنا تھا۔ پل کے دوسری طرف رومی فوج مسلمانوں کو روکنے کے لئے تیار بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے اپنے دستہ کے ساتھ ان سے مقابلہ کیا اور رومی ان کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے۔ اجنادین اور یرموک کے بعد اس مقام پر رومیوں کا بہت زیادہ جانی نقصان ہوا۔ رومی بے ترتیبی سے بھاگ کر قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں ے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور ۳۰/اکتوبر ۶۳۷ء کو انہوں نے ہتھیار ڈال دئے اور قلعہ مسلمانوں کے حوالے کر کے جزیہ دینے کے وعدے پر صلح کر لی۔

انطا کیہ کی فتح کے بعد حضرت ابوعبیدہ ؓ لاذقیہ، جبلہ اور طرطوس فتح کرتے ہوئے حلب پہنچ گئے۔ اب سارا شام مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ بحیثیت سپہ سالار قنسرین میں رہے اور حضرت ابوعبیدہ ؓ نے صوبہ حمص کے حاکم کی حیثیت سے اپنے فرائض سنبھال لئے۔ پورا شام اب امن وسکون میں تھا۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ کو فلسطین میں، حضرت شرجیل ؓ کو اردن میں، حضرت یزید بن ابوسفیان ؓ کو دمشق میں عامل مقرر کر دیا۔

اسی سال حضرت ابوعبیدہ ؓ، حضرت خالد بن ولید ؓ اور حضرت ایاز بن غنم ؓ نے طرطوس اور مرغش بھی فتح کرلیا۔

قساریہ کی فتح

یہ شہر شام کے ساحل پر واقع ہے اور فلسطین کے اضلاع میں شمار ہوتا ہے۔ ایک زمانے میں یہ بہت بڑا شہر تھا۔ بقول بلاذری اس شہر میں تین سو بازار آباد تھے۔ اس شہر پر سب سے پہلے حضرت عمرو بن عاص ؓ نے چڑھائی کی تھی، ایک مدت تک اس کا محاصرہ کئے رکھا لیکن فتح نہیں ہوسکا تھا۔ پھر حضرت عمر ؓ نے حضرت یزید بن ابوسفیان ؓ کو ان کی جگہ کمانڈر مقرر کیا اور قساریہ کی مہم پر بھیجا۔ وہ سترہ (۱۷) ہزار مجاہدین کے ساتھ قساریہ روانہ ہوئے اور شہر کے گرد محاصرہ کرلیا۔ لیکن اس دوران وہ بیمار ہوگئے اور اپنی جگہ اپنے بھائی حضرت امیر معاویہ ؓ کو سپہ سالار بنا کر دمشق چلے گئے اور وہیں ان کو انتقال ہو گیا۔

حضرت امیر معاویہ ؓ نے محاصرہ بہت سخت کر دیا۔ دشمن نے کئی مرتبہ قلعہ سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن ہر دفعہ ناکام رہے۔ قلعہ پر قبضہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ حضرت امیر معاویہ ؓ کو ایک مخبر کے ذریعہ ایک سرنگ کا پتہ لگا جو قلعہ کے اندر تک جاتی تھی۔ چنانچہ آپ نے اس سرنگ کے ذریعہ چند بہادر نوجوان قلعہ میں بھیج دئے جنہوں نے قلعہ میں جا کر اندر سے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ مسلمان فوج دروازہ کھلنے کے انتظار میں بیٹھی تھی وہ ایک دم سے اندر داخل ہوگئی اور بری طرح سے قلعہ کے اندر دشمن فوج کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اندر عیسائیوں کی اسی ہزار فوج موجود تھی جس میں سے بیشتر فوج اس حملہ میں ہلاک ہوگئے۔ اس طرح قلعہ اور شہر مسلمانوں نے فتح کرلیا۔

فراس، مرغش وحرث کی فتح

حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے شام کی طرف سے کچھ سکون ہونے کے بعد فلسطین کی طرف توجہ کی۔ ایک لشکر میسرہ بن مسروق کی کمان میں فراص کے مقام پر تھا، یہ علاقہ انطاکیہ میں ترکی کی سرحد کے پاس تھا۔ یہاں بہت سے قبائل یعنی غسان، تنوح اور ایاد وغیرہ آباد تھے اور عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ انطاکیہ کی فتح کا حال سن کر وہ ہرقل کے پاس جانے کی تیاریاں کررہے تھے۔ میسرہ بن مسروق نے ان پر حملہ کردیا۔ حضرت ابوعبیدہ ؓ نے انطاکیہ سے مالک بن اشتر کو میسرہ کی مدد کے لئے بھیجا۔ مسلمانوں کی مدد کے لئے نئی فوج کو دیکھ کر عیسائی گھبرا گئے اور حواس باختہ ہوکر بھاگ گئے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ ایک چھوٹا سا لشکر لے کر زغش کی طرف گئے، وہاں کے عیسائیوں نے جلاوطنی کی اجازت طلب کر کے شہر مسلمانوں کے حوالے کردیا۔ اسی طرح ایک لشکر حبیب بن مسلمہ کی کمان میں قلعہ حرث کی طرف گیا اور اسے فتح کرلیا۔

فتح فسطاط

فسطاط میں مصر کی حکومت کا ایک مضبوط قلعہ تھا جس میں مصر کی فوجیں رہا کرتی تھیں۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کے حکم سے حضرت عمرو بن عاص ؓ نے اس قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ مصری فوج کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اس لئے حضرت عمرو بن عاص ؓ نے حضرت عمر ؓ کو مزید فوج بھیجنے کے لئے پیغام بھیجا۔ حضرت عمر ؓ نے حضرت زبیر بن عوام ؓ کے ساتھ دس ہزار مجاہدین کا لشکر روانہ کیا۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ اور حضرت زبیر بن عوام ؓ نے مل کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ سات مہینوں تک محاصرہ رہا لیکن فتح نہیں ہورہی تھی۔ ایک روز حضرت زبیر ؓ ہمت کر کے اپنے ساتھیوں کی مدد سے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے، فصیل پر پہنچ کر انہوں نے انتہائی زوردار آواز میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ وہاں کے عیسائی یہ سمجھے کے مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہو گئے ہیں، وہ بدحواس ہوکر بھاگے۔ حضرت زبیر نے قلعہ کے اندر اتر کر مرکزی دروازہ کھول دیا۔ اسلامی فوج بہت تیزی کے ساتھ قلعہ کے اندر داخل ہوگئی، جو سامنے مقابلے کے لئے آیا اس کو قتل کردیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر مصر کے بادشاہ مقوقس نے صلح کی درخواست کی جو قبول کرلی گئی۔ مقوقس قیصر روم کے ماتحت تھا، قیصر روم مقوقس پر سخت برہم ہوا اور اس نے غصہ میں ایک رومی لشکر قسطنطنیہ سے اسکندریہ کی طرف مسلمانوں سے لڑنے کے لئے روانہ کیا۔

اسکندریہ کی فتح

اسکندریہ اس زمانے میں مصر کا دارلسلطنت تھا۔ یہاں رومی حکومت کا گورنر ہوتا تھا جس کو مقوقس کہا جاتا تھا۔ وہ قیصر روم کے ماتحت ہوتا تھا۔ مصر کی زیادہ تر آبادی قبطیوں (Copts) پر مشتمل تھی۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانے میں جب حضرت عمر بن عاص ؓ نے مصر پر حملہ کیا تو مقوس جزیہ دینے کی شرط پر صلح کرنا چاہتا تھا لیکن حضرت عمرو بن عاص ؓ نے اسے امان دے دی تھی۔ ۲۱ ھ میں مقام کریون پر رومی فوج جو قیصر روم نے قسطنطنیہ سے بھیجی تھی مسلمانوں سے مقابلہ ہوا، مسلمان کے سپہ سالار حضرت عمرو بن عاص ؓ تھے، مسلمانوں نے رومی فوج کو شکست فاش دی اور اسکندریہ کا محاصرہ کرلیا اور جنگ کے بعد اسکندریہ فتح کرلیا گیا۔ مصر کا دوسرا شہر فسطاط تھا جو اب قاہرہ کہلاتا تھے۔ یہ شہر پہلے ہی فتح ہو چکا تھا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کی شہادت کے بعد حضرت عمرو بن عاص ؓ کو مصر کی گورنری سے معزول کر دیا گیا تھا اور ان کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرا کو گورنر مقرر کر دیا گیا تھا۔ یہ صورتحال دیکھ کر قیصر روم شہنشاہ کانسٹنس (Constantine) کو حوصلہ ہوا اور اس نے اپنے ارمنی امیر البحر مینول (Menual) کی قیادت میں تین سو جہازوں کا بیڑا روانہ کیا۔ مسلمان اس اچانک حملہ کے لئے تیار نہیں تھے۔ انہوں نے مقابلہ تو کیا لیکن شکست کھا گئے اور اس میں ایک بڑی تعداد شہید ہوئی۔ اسکندریہ پر دوبارہ رومیوں کا قبضہ ہوگیا۔ یہ واقعہ خلافت عثمانی کے دوسرے سال ۲۵ ھ/ ۶۴۵ ء کا ہے۔

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی ؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت عمرو بن عاص ؓ کو گورنر کے عہدے پر بحال کیا اور ان کو حکم دیا کہ اسکندریہ کی طرف پیش قدمی کریں۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور ایک لشکر لے کر اسکندریہ کی طرف روانہ وہ گئے۔ نکیسوئی کے مقام پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ نے رومی فوج پر اس زور کا حملہ کیا کہ ان کی فوج پسپا ہوگئی ان کا بہت جانی نقصان ہوا اور میدان جنگ میں بہت سا سامان چھوڑ کر باقی ماندہ فوج بھاگ گئی۔ اسکندریہ دوبارہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ نے حفاظت کے طور پر شہر کے اردگرد چار دیواری بنا دی تاکہ کوئی دشمن اچانک شہر پر حملہ نہ کر سکے۔ اس فتح کے بعد حضرت عثمان غنی ؓ نے انہیں پورے مصر کا سپہ سالار اور گورنر بنا دیا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرا کو مصر کے مالی معاملات کا سربراہ بنا دیا گیا جو کہ حضرت عمرو بن عاص ؓ کے ماتحت تھے۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ نے اس پیش کش کو قبول نہیں کیا اور گورنری سے استعفیٰ دے دیا۔

(فتوح المصر واخبارہا ابن الحکم)

لیبیا اور تیونس کی فتح

حضرت عمرو بن عاص ؓ نے مصر کے دارالسلطنت پر قبضہ کرنے کے بعد مغرب میں برقہ (Grannaica) اور طرابلس (Trepoli) کو بھی فتح کرلیا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرا نے مراکش کی طرف پیش قدمی کی اور مراکش اورالجزائر کے علاقے فتح کرلئے۔ مصر سے مراکش تک کا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ رومی فوج وہاں سے مکمل طور پر نکل گئی تھی۔ بربر قوم رہ گئی تھی جو عیسائی نہیں تھی لیکن مسلمان بھی نہیں تھے۔ ان کے ساتھ مسلمانوں نے نرمی کا سلوک کیا اوران کو بہت سی رعایتیں دیں۔ (فتوح البلدان)

جزیرہ ٔ قبرص کی فتح

قبرص (Cyprus) بحر روم میں بازنطینی (رومی) حکومت کا ایک بڑا بحری مرکز تھا اور شام کے ساحل سے قریب ہونے کی وجہ سے یہاں سے مسلمانوں کو مسلسل خطرہ لگا رہتا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت امیر معاویہ ؓ جو اس وقت شام کے گورنر تھے حضرت عمر فاروق ؓ سے اس جزیرے پر فوج کشی کرنے کی اجازت طلب کی تھی لیکن اس وقت حضرت عمر فاروق ؓ نے اسے مناسب نہیں سمجھا اوران کو منع کر دیا تھا۔ ۲۸ھ / ۶۴۹ء میں حضرت امیر معاویہ ؓ نے جزیرہ قبرص کی اہمیت اوراس پر قبضہ کی ضرورت کے بارے میں حضرت عثمان ؓ کو باصرار لکھا تو آپ ؓ نے اس شرط پر ان کو اجازت دی کہ وہ اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے جائیں اوراس بحری جنگ میں شریک ہونے پر کسی کے ساتھ زور زبردستی یا مجبور نہیں کریں۔ اجازت ملنے پر حضرت امیر معاویہ نے بحری بیڑا تیار کیا اور قبرص پر حملہ کردیا۔ وہاں کے باشندوں نے سات ہزار سالانہ جزیہ پر صلح کر لی۔

اس معاہدے کی شرائط یہ تھیں:

۱۔ مسلمان اہل قبرص کی پوری حفاظت کریں گے۔

۲۔ رومیوں کے مقابلہ کے لئے یہ لوگ مسلمانوں کو اپنے جزیرہ سے گزرنے دیں گے۔

۳۔ یہ لوگ مسلمانوں کو رومیوں کی نقل وحمل سے مطلع کرتے رہیں گے۔

کئی برس تک یہ صلح قائم رہی۔ ۳۲ھ میں قبرص نے مسلمانوں کے خلاف رومیوں کی مدد کر کے معاہدے کی

خلاف ورزی کی تو حضرت امیر معاویہ ؓ نے ان پر حملہ کر کے قبرص پر قبضہ کرلیا۔

پروفیسر ہٹی لکھتے ہیں کہ قبرص کی فتح بحری جنگ میں مسلمانوں کی پہلی فتح تھی۔ یہ پہلا جزیرہ تھا جو اسلامی سلطنت میں شامل کیا گیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ ؓ اور حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرا تاریخ اسلام میں اولین امیر البحر تھے۔ حضرت امیر معاویہ ؓ نے بحری بیڑے بنائے، ان کی قیادت کی اور سمندری لڑائی میں شاندار کارہائے نمایاں انجام دئے۔ (فتوح البلدان)

جزیرہ ارودا کی فتح

قبرص کے فتح کے دوسرے سال جزیرہ ارودا (Aradus) فتح کر لیا گیا۔ یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ ارودا قسطنطنیہ کے قریب سمندر میں ایک جزیرہ ہے جسے حضرت معاویہ بن ابوسفیان ؓ کے عہد حکومت میں ۵۴ھ میں مسلمانوں نے جنگ کر کے فتح کرلیا تھا۔ بلاذری، طبری اور ابن اثیر نے بھی یہی لکھا ہے۔ (کتاب الفتوح)

جزیرہ رودس کی فتح

جزیرہ رودس (Rhodes) بحرے روم میں ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحل سے بارہ میل کے فاصلہ پر تقریباً پینتالیس میل لمبا ایک جزیرہ ہے جس کی سطح مسلسل بلند ہورہی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی سب سے بلند چوٹی چھ ہزار فٹ بلند ہے۔ یہ جزیرہ بحری جنگوں میں بہت اہمیت کا حامل تھا۔ یہ جزیرہ ۵۲ھ یا ۵۳ھ میں فتح ہوا جب حضرت امیر معاویہ پوری اسلامی ریاست کے خلیفہ تھے۔ پروفیسر ہٹی نے لکھا ہے کہ یہ ۶۵۴ء کو حضرت امیر معاویہ ؓ نے فتح کیا یعنی حضرت عثمان غنی ؓ کے دور خلافت میں۔

اس جنگ میں جب حضرت امیر معاویہ ؓ سمندر میں اپنا بیڑا لے کر گئے تو سمندر میں ہی لڑائی شروع ہوگئی، نہایت سخت جنگ تھی، فریقین کی کثیر تعداد اس جنگ میں قتل ہوئی۔ آخر کار مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور وہ جزیرہ میں داخل ہوئے۔ یہاں انہیں مال غنیمت میں بہت کچھ ملا لیکن یہاں آبادی نہیں تھی۔ بہت کم لوگ یہاں رہتے تھے وہ یا تو بھاگ گئے یا کہیں چھپ گئے۔ حضرت امیر معاویہ ؓ نے اس ویران جزیرہ کو اپنے دور خلافت میں آباد کیا۔ وہاں لا کر مسلمانوں کو بسایا ان کے لئے مساجد بنوائیں اور اسلامی فوجی چھاؤنی بنائی۔ (کتاب الفتوح)

جزیرہ صقلیہ پر حملہ

جزیرہ صقلیہ (Sicily) بحر روم کے قلب میں ایک نہایت اہم جزیرہ ہے۔ زمانہ قدیم میں فینیقین، یونانیوں اور رومیوں کی باہمی چپقلش کا میدان رہا تھا۔ حضرت امیر معاویہ ؓ نے خلیفہ وقت حضرت عثمان غنی ؓ کی اجازت سے تین سو کشتیوں کا ایک بحری بیڑا تیار کیا جو اسلحہ سے آراستہ تھا۔ انہوں نے اس جزیرہ پر حملہ کر دیا۔ وہاں کے بادشاہ نے آپ کو مذاکرات کی دعوت دی جسے حضرت امیر معاویہ ؓ نے قبول کرلیا۔ مذاکرات کی ناکامی کے بعد صقلیہ کا بادشاہ خود فوج لے کر مسلمانوں کے مقابلہ پر آ گیا۔ مسلمانوں نے بھی اپنی صف بندی کی اوران کے میسرہ پر زوردار حملہ کر دیا جس سے ان کا میسرہ پسپا ہو کر پیچھے ہٹ گیا لیکن میمنہ اور قلب اپنی جگہ جم کر کھڑے رہے۔ سارا دن جنگ ہوتی رہی لیکن کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ اتنے میں مسلمانوں کو خبر ملی کہ روم کے بادشاہ نے چھ سو مسلح فوج کا بیڑا ان کی مدد کے لئے روانہ کر دیا ہے۔ مسلمانوں میں مشورہ سے یہ فیصلہ ہوا کہ انہیں واپس آ جانا چاہئے۔ چنانچہ مسلمانوں کی فوج واپس شام کے ساحل پر آ گئی۔

یہ واقعہ ۳۲ھ/۶۵۲ء کو پیش آیا۔

(کتاب الفتوح)

فتح کرمان

حضرت سہل بن عدی ؓ کرمان کی مہم پر گئے۔ فارس کے بعد کرمان پیش نظر تھا۔ ۲۳ھ میں سہیل بن عمرو نے کرمان پر چڑھائی کر دی۔ اہل کرمان فقس کی مدد کے کر اپنی مدافعت کے لئے نکلے، سرحد پر فریقین کا مقابلہ ہوا اور معمولی جنگ کے بعد اہل کرمان کو شکست ہوگئی۔ ان کا لیڈر مرزبان مارا گیا اور کرمان کے مرکزی مقامات جیرفت اور سیر جان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

سیستان کی فتح

کرمان کے بعد عاصم بن عمر ؓ نے سیستان پر فوج کشی کی۔ اہل سیستان نے مزاحمت کی کوشش کی لیکن زیادہ دیر تک مقابلہ نہ کر سکے اوران کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اہل سیستان نے صلح کر لی اور جزیہ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔

فتح مکران

سیستان ایران کی آخری حد ہے اس کے بعد بلوچستان کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں نے ایران کے بعد ہندوستان کی طرف پیش قدمی کا ارادہ کیا۔ حکم بن عمرو تغلبی مکران کی طرف بڑھے۔ یہاں کا حکمران راسل مقابلہ پر آیا۔ دریائے ہلمند میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا لیکن راسل کو شکست ہوئی۔ حکم بن عمرو نے مکران کی فتح کی خبر صحار عبدی کے ذریعہ حضرت عمر فاروق ؓ تک پہنچائی۔ حضرت عمر ؓ نے مزید پیش قدمی سے اسلامی فوج کو روک دیا، مشرق میں فاروقی فتوحات کی یہ آخری سرحد تھی۔

خراسان کی فتح

معزول ایرانی بادشاہ یزدگرد خراسان میں مقیم ہو گیا تھا۔ اور وہاں کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرتا رہتا تھا۔

عبداللہ بن عامر ؓ نے حضرت عثمان غنی ؓ کی ہدایت پر مجاشع بن مسعود کو کرمان کا گورنر مقرر کر کے ایک ہزار کی فوج لے کر شمال مشرق میں خراسان کی طرف ۲۲ ھ میں لشکر کشی کی۔ لشکر کے ہراول دستہ کا سالار احنف بن قیس کو بنایا۔ یہ لشکر جب نیشا پور پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے مذاحمت کی، عبداللہ بن عامر نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آخر طوس کے امیر کنادیک نے عبداللہ بن عامر کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ مجھے جان کی امان دیں تو میں نیشا پور کے خلاف آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔ عبداللہ بن عامر نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ امیر طوس ایک لشکر لے کر عبداللہ بن عامر کی خدمت میں پہنچا اور دونوں لشکر مل کر نیشا پور کی طرف بڑھے۔ نیشا پور کا بادشاہ اسوار ایک بڑی فوج لے کر ان کے مقابلہ پر آیا، کئی روز تک جنگ ہوتی رہی۔ آخر اسوار نے اپنی شکست کو تسلیم کرتے ہوئے عبداللہ بن عامر سے اپنی جان کی امان کے بدلے شہر کے دروازے کھولنے پر راضی ہو گیا۔ اس طرح عبداللہ بن عامر نے نیشا پور پر قبضہ کر لیا۔ امیر طوس کنادیک نے جس وفاداری کا ثبوت دیا تھا اس کی وجہ سے اسے نیشا پور کا امیر مقرر کر دیا۔ خراسان کی فتح سے ساسانی بادشاہت کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ یزدگرد خراسان سے مرو شہر منتقل ہو گیا تھا۔

(کتاب الفتوح ابن اعثم)

سیستان اور کابل کی فتح

سیستان کو عربی میں سجستان کہتے ہیں۔ یہ ایران کا ایک بڑا صوبہ تھا۔ اس کے شمال میں ہرات، جنوب میں مکران، مشرق میں سندھ اور مغرب میں کوہستان کا مشہور شہر زرنج تھا جہاں کثرت سے میوے پیدا ہوتے تھے۔ یہ علاقہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہو چکا تھا۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب عراق و عجم میں بغاوتوں کی لہر اٹھی تو یہ علاقہ بھی اس کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ عبداللہ بن عامر نے فارس اور خراسان کی مہم سے فارغ ہو کر اس طرف توجہ کی اور اپنے چچیرے بھائی عبدالرحمٰن بن سمرہ بن جندب کو ایک لشکر دے کر سیستان کی مہم پر روانہ کیا۔ عبدالرحمان جب شہر زرنج کے قریب پہنچے تو اہل شہر نے مزاحمت کی۔ دونوں فریق میں سخت جنگ ہوئی، بالآخر اسلامی لشکر فتح یاب ہوا اور شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

عبدالرحمان نے اپنے لشکر سے مشورہ کرنے کے بعد کابل پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ وہاں پہنچ کر شہر کے بیرونی میدان میں خیمہ زن ہو گئے۔ کابل کا بادشاہ اعرج کے نام سے مشہور تھا۔ ایک لشکر جرار لے کر شہر سے نکلا اور مسلمانوں کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا۔ سخت جنگ ہوئی لیکن کوئی بھی فریق سبقت نہیں لے سکا۔ کابل کا بادشاہ شہر میں واپس داخل ہو گیا اور اس کے حصار کو بند کر دیا گیا۔ اب اس نے یہ طریقہ اپنایا تھا کہ اچانک شہر سے نکلتا اور مسلمانوں پر حملہ کر دیتا اور جب کمزور پڑتا تو واپس شہر میں داخل ہو کر دروازے بند کر دیتا۔ تقریباً ایک سال تک یہی کیفیت رہی۔ مسلمانوں کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر ایک مرتبہ جب اس نے حملہ کیا تو مسلمان زور کے ساتھ اس کے شہر میں داخل ہو کر شاہ کابل کو گرفتار کر لیا اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ جب کابل کے بادشاہ کو عبدالرحمان بن سمرہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ عبدالرحمان نے نہ صرف اس کی جان بخشی کر دی بلکہ اس کے ساتھ پوری عزت واحترام کے ساتھ برتاؤ کیا۔ عبدالرحمان بن سمرہ نے عبداللہ بن عامر کو فتح سے مطلع کرنے کے لئے قاصد بھیجا جس کے ساتھ سیستان اور کابل سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کا پانچواں حصہ بھی روانہ کیا اور خود کابل میں قیام کیا۔

(کتاب الفتوح)

طبرستان پر قبضہ

قومس کے بعد طبرستان کی سرحد شروع ہوجاتی ہے، اس لئے اب طبرستان کا نمبر تھا۔ مسلمانوں کی پیش قدمی سے پہلے خود سرحدی علاقوں کے باشندوں نے آکر صلح کی درخواست کی، طبرستان کا اندرونی علاقہ اس صلح میں شامل نہیں تھا۔ اس لئے حضرت نعیمؓ اندرونی علاقے جرجان کی طرف پیش قدمی کی اور بسطام پہنچ کر جرجان کے حاکم زرنان سے مطیع ہونے کے لئے کہا، وہ جزیہ دے کہ صلح کرنے پر راضی ہوگیا۔ اس مصالحت کی خبر جب صوبہ طبرستان کرامیر اصبیلھند کو پہنچی تو اس نے بھی اطاعت قبول کرلی، اس طرح پورا طبرستان مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ یہ ۲۲ھ کا واقعہ ہے۔

آذربائیجان پر فوج کشی

حضرت عمر فاروقؓ نے عتبہ بن فرقد کو آذربائیجان کی مہم پر روانہ کیا تھا اور ان کی مدد کے لئے ایک لشکر بکیر بن عبداللہ کے سربراہی بھی بھیجا تھا۔ یہ دونوں ۲۲ھ میں آذربائیجان کے مختلف حصوں میں علیحدہ علیحدہ بڑھے آذربائیجان کا حاکم وادی رود میں شکست کھا کر واپس آرہا تھا، اس سے بکیر بن عبداللہؓ کی مڈبھیڑ ہوگئی، بکیر بن عبداللہ نے اس کے فوج پر حملہ کر کے اسفندیار کو گرفتار کرلیا۔ اسفندیار بالکل ٹوٹ چکا تھا اس میں لڑنے کی بالکل سکت نہیں تھی۔ اسفندیار نے حضرت بکیر سے پوچھا تم جنگ چاہتے ہو یا صلح۔ انہوں نے کہا کہ ہم صلح چاہتے ہیں لیکن اگر تم نے ہماری شرائط نہیں مانی تو ہم جنگ کریں گے۔ اسفندیار نے کہا کہ اگر تم صلح چاہتے ہو تو مجھے اپنے پاس رکھو۔ حضرت بکیر نے اسے اپنے پاس روک لیا۔ اسی دوران دوسری طرف سے حضرت عتبہ بن فرقد نے بھی فتح حاصل کرلی تھی۔ اسفندیار کے بعد اس کا بھائی بہرام پیچھے کی طرف سے لشکر لے کر چلا، اس کو حضرت عتبہ بن فرقد نے راستے میں روک کر شکست دی۔ آذربائیجان کا پورا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا۔

۲۴ھ میں حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے پہلے سال ہی یہ خبر آئی کہ آذربائیجان اور آرمینیا کے علاقے جو حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں فتح کرلئے گئے تھے پھر سے باغی ہوگئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے خبر ملتے ہی حضرت امیر معاویہؓ کو حکم دیا کہ اس کا بندوبست کریں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے قریش کی نامور جرنیل حبیب بن مسلمہ الفہری کو چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادہ فوج دے کر آذربائیجان کے لئے روانہ کیا۔ جب یہ فوج مقام شمشاط پر پہنچی تو انہیں اطلاع ملی کہ اس علاقہ کا حاکم مرزبان تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ شمشاط میں موجود ہے۔ حضرت حبیب بن مسلمہ نے صورت حال سے حضرت امیر معاویہؓ

کو مطلع کیا۔ حضرت امیر معاویہ ؓ نے ساری صورت حال سے خلیفہ حضرت عثمان غنی کو بھی لکھ کر دی۔ حضرت عثمان ؓ نے کوفہ کے گورنر ولید بن عقبہ ؓ کو حکم دیا کہ دس ہزاری فوج سلمان بن ربیعہ کی قیادت میں حبیب بن مسلمہ کی مدد کو بھیجے۔ گورنر کوفہ نے فوراً خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی۔ اس لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن فوج نے ان پر حملہ کر دیا۔ حبیب بن مسلمہ نے زبردست مقابلے کے بعد دشمن فوج کو پسپا کر دیا۔ آذربائیجان کے بادشاہ نے آٹھ لاکھ درہم سالانہ پر مصالحت کر لی۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں ۲۲ ھ میں حضرت حذیفہ بن یمان ؓ نے آذربائیجان فتح کیا تھا اور اس وقت بھی اتنی ہی رقم پر صلح کا معاہدہ طے ہوا تھا۔ (تاریخ طبری)

آرمینیا پر فوج کشی

آذربائیجان کے بعد آرمینیہ کا علاقہ تھا، اس پر ۲۷ ھ میں فوج کشی کی گئی تھی۔

جب آذربائیجان کا معرکہ فتح ہو گیا تو سلمان بن ربیعہ الباہلی کے نام حضرت عثمان غنی ؓ کا حکم پہنچا کہ بلاد آرمینیا کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ سلمان بن ربیعہ اپنی عراقی فوج کے ساتھ آرمینیا کی طرف بڑھے، راستے میں چھوٹے بڑے جتنے شہر پڑے ان کو فتح کرتے ہوئے یا ان کے ساتھ صلح کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ وہ بلنجز نامی شہر پہنچے، اس علاقے کا بادشاہ خاقان کہلاتا تھا۔ اس نے تین لاکھ فوج کے ساتھ اسلامی فوج کا مقابلہ کیا۔ دس ہزار کی فوج کا تین لاکھ کی فوج کے ساتھ مقابلہ تھا۔ یہ دس ہزار جوان بڑی بے جگری سے لڑے لیکن تعداد میں اس قدر فرق ہونے کی وجہ سے یہ شہید ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ تمام فوجی شہید ہو گئے، ان شہداء کی قبریں آج بھی بلنجز میں موجود ہیں۔

حضرت عثمان ؓ کو جب اس سانحہ کی اطلاع ملی تو آپ شدید غمگین اور مضطرب ہو گئے۔ آپؓ نے حبیب بن مسلمہ کو حکم دیا کہ وہ آرمینیا کا رخ کریں۔ ان کے پاس صرف چھ ہزار کا لشکر تھا۔ آپ اسے لے کر روانہ ہوئے۔ جب آپ مقام سراج پر پہنچے (جو کہ آرمینیا کا حصہ تھا) تو وہاں کے امراء نے اسی ہزار درہم سالانہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی۔ حبیب بن مسلمہ نے اسی شہر کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا۔ یہیں سے رفتہ رفتہ آرمینیا کے مختلف علاقوں میں دستے بھیجتے رہے اور ان علاقوں کو فتح کرتے رہے۔ اس طرح پورا آرمینیا مسلمانوں کے زیر نگین آ گیا۔

(کتاب الفتوح ابن اعثم)

حضرت امیر معاویہ کا بغاوتوں کی سرکوبی کرنا

خوارج کی بڑھتی ہوئی شرانگیزیوں، شورشوں اور فتنہ انگیزیوں کا قلع قمع اور ان کی مکمل طور پر سرکوبی حضرت امیر معاویہ ؓ کے عہد میں ہوئی۔

اندرونی شورشوں کے علاوہ مفتوحہ علاقوں میں بھی بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ حضرت امیر معاویہ ؓ نے خلیفۃ المسلمن بننے کے بعد ۴۱ھ میں ہرات، بلخ، بادغیس اور بوشنج وغیرہ کے علاقوں میں پیدا ہونے والی بغاوتوں کو ختم کیا۔ دنیائے کفر کی سازشوں کو ختم کرنے کے لئے بلخ کا مشہور آتش کدہ مسمار کر دیا۔ حضرت عثمان غنی ؓ کے زمانے میں جو علاقے فتح ہوئے تھے وہاں کے باشندوں نے بھی بغاوت کر دی تھی۔ ۴۳ھ میں عبدالرحمان بن سمرہ کو سجستان کا والی بنا کر بھیجا اور ان کو کابل اور اس کے اردگرد کے علاقے میں ہونے والی بغاوتوں کو ختم کرنے کی خاص ہدایات دیں۔ انہوں نے بغیر خون خرابے کے کابل کو دوبارہ فتح کیا اور بست کے علاقے کو بھی اسلامی سلطنت کا حصہ بنایا۔ اس کے بعد طخارستان، رخج اور غزنی کے علاقے فتح کر کے سجستان سے غزنی تک کو پورا علاقہ اسلامی سلطنت کا حصہ بنا دیا۔ حضرت حسن بن علی ؓ کے خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد بعض لوگوں نے کوفہ میں حضرت امیر معاویہ ؓ کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ ؓ نے انہیں بری طرح سے کچل دیا۔

اس کے بعد حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ کی گورنری میں شبیب بن بجرہ، معین بن عبداللہ، اور ابی لیلٰی نے بغاوت کر دی مگر ان کا بھی سارا زور توڑ دیا۔ ۴۳ھ میں مستورد بن علقمہ نے خفیہ سازش کی لیکن آپ ؓ کی فوج نے اچانک ان کا محاصرہ کر لیا اور کو پکڑ پکڑ کر سب کو قتل کر دیا۔ اس طرح سے خارجیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔

بصرہ سبائیوں کے فتنہ وفساد کی اماجگاہ بن گیا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ نے اپنی حکمت عملی اور حضرت امیر معاویہ ؓ کی ہدایات سے سبائیوں کی ریڑ کی ہڈی توڑ دی اور اس میں جو کمی رہ گئی تھی وہ زیاد بن ابی سفیان نے سخت اقدام اٹھا کر بالکل ختم کر کے پوری کر دی۔

۴۴ھ میں مہلب بن ابی صفرہ نے خیبر کے راستے سے فوج کشی کی اور کابل کی سرحدوں کو عبور کر کے سرزمین ہند میں اسلامی قدم رکھا اور ملتان تک پہنچے۔ جن لوگوں نے مزاحمت کی ان کا صفایا کیا پھر قلات کی طرف بڑھے یہاں تک کہ ان کے سرداروں سے مقابلہ ہوا اور وہ سب مارے گئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فتوحاتِ اسلامیہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بہترین کمانڈر عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے ۴۱ھ شمالی افریقہ کی طرف لشکر کشی کی اور لواتہ اور زناتہ کے علاقے فتح کئے۔ پھر ۴۲ھ میں غدامس پر قبضہ کیا اور ۴۳ھ میں سوڈان کے بعض علاقوں کو اسلامی حکومت میں شامل کیا۔ (ابن اثیر)

اسی زمانے میں معاویہ بن خدیج نے افریقہ کے ساحلی علاقے تبرات کو فتح کرلیا۔ پھر ۴۵ھ میں بڑے پیمانے پر دوبارہ فوج کشی کر کے مزید علاقے فتح کئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالمالک رضی اللہ عنہ اور قریش کے نامور لوگ اس لشکر میں شامل تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جلولاء فتح کیا۔ (فتوح البلدان)

اسی طرح افریقہ کے وہ باشندے جو بربر کہلاتے تھے۔ ان کی باغیانہ سرگرمیوں کو ختم کرنے اور ان کو تابع کرنے کے لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن نافع کو بھیجا جنہوں نے باغیوں کا صفایا کیا اور وہاں ایک نیا شہر قیرون کے نام سے بسایا۔ (سیرت معاویہ رضی اللہ عنہ)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں جزیرہ قبرص، روڈس اور بعض یونانی جزائر مسلمانوں نے فتح کئے۔
روڈس کی فتح کے اگلے سال یعنی ۵۴ھ میں جنادہ بن ابی امیہ اور مجاہد نے مل کر کرارواڈ کے جزیرہ پر حملہ کیا جو قسطنطنیہ کے قریب ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہاں نو آبادی قائم کی اور اس جزیرہ کو اسلامی اقتدار کے زیر اثر لانے کے بعد بحری حملوں کے لئے صدر مقام بنالیا۔ (فتوحاتِ اسلامیہ)

۵۴ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ترکستان کا رخ کیا اور رامنی اور بیکند نسف کے کئی علاقوں کو فتح کرلیا اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ۵۶ھ میں عبیداللہ کی جگہ سعید بن عثمان بن عفان کو خراسان کا گورنر بنا دیا گیا۔ انہوں نے دریائے جیجون کو پار کر کے اگلے علاقوں پر حملہ کیا۔ ان حملوں میں بخارا کا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ پھر مسلمانوں نے سمرقند پر حملہ کر کے اسے بھی فتح کرلیا۔ اس کے بعد مسلمان ترمذ کے علاقہ پر حملہ آور ہوئے لیکن وہاں کے لوگوں نے لڑائی پر صلح کو ترجیح دی۔ (طبری، فتوح البلدان، ابن اثیر)

علامہ خیرالدین زرکلی اپنی مشہور کتاب '' الاعلام'' میں لکھتے ہیں! بحری فتوحات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان حکمران ہیں جنہوں نے بحر روم کو جنگ کے لئے چنا اور یونان کے بے شمار جزیرے اور دریائے نیل کے علاقے فتح کئے۔

باب سوم

مجاہد شہداء

؎ کون کہتا ہے کہ اللہ نظر نہیں آتا
وہی تو نظر آتا ہے جب کوئی نظر نہیں آتا

حضرت عمر فاروق ؓ

حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کو ۲۶/ذوالحجہ ۲۳ھ/۶۴۴ء کو زخم لگا اور یکم محرم ۲۴ھ کو آپ کی شہادت ہوگئی۔ آپ کی شہادت اسلام کے ان مصائب میں سے ہے جن کی تلافی نہ ہوسکی اور نہ ہو سکے گی۔ جس دن آپ مسلمان ہوئے اس دن دین الٰہی کی شوکت وعزت بڑھ گئی۔ آپ نے اپنے عہد خلافت میں وہ کام کئے جن کی مثال رہتی دنیا تک نہیں ملتی اور جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو اسلام کا رعب ودبدبہ بھی وہ نہ رہا جو ان کے دور میں تھا۔

آپ ؓ ایک روز اپنے معمول کے مطابق صبح سویرے نماز کے لئے مسجد نبوی تشریف لے گئے راستے میں سونے والوں کو جگاتے جاتے تھے۔ مسجد میں پہنچ کر صفیں درست کرنے کا حکم دیتے تھے اور خود نماز کی امامت کرتے تھے۔ فجر کی نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔ اس روز بھی آپ ؓ نے ایسا ہی کیا۔ ابھی آپ تکبیر تحریمہ کہہ پائے تھے کہ ایک مجوسی کافر فیروز ابولؤلؤ جو کہ حضرت مغیرہ ؓ کا غلام تھا، وہ ایک زہر آلود خنجر لے کر مسجد میں چھپا بیٹھا تھا۔ اس نے آپ کے پیٹ پر تین بھرپور وار کئے۔ اس خنجر کے لگنے سے آپ گر پڑے اور زخموں کی وجہ سے بے ہوش ہوگئے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف ؓ نے آگے بڑھ کر امامت کے فرائض انجام دئے اور نماز کو مختصر کر کے سلام پھیرا۔

ابولولو نے چاہا کے مسجد سے نکل کر بھاگ جائے لیکن وہ صفوں کے درمیان پھنس گیا۔ اس نے صفوں میں صحابہ کرام کو زخمی کرنا شروع کر دیا۔ تیرہ صحابہ زخمی ہوئے جن میں سات جانبر نہ ہوسکے اور ان کی شہادت ہوگئی۔ نماز کے ختم ہوتے ہی لوگوں نے ابولولو کو پکڑ لیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اب میں بھاگ نہیں سکتا تو اس نے اپنے آپ کو خنجر مار کر ہلاک کرلیا۔ نماز کے بعد لوگ حضرت عمر ؓ کو اٹھا کر ان کے گھر لے گئے تھوڑی دیر میں جب ان کو ہوش آیا تو انہوں نے اسی حالت میں اپنی نماز مکمل کی۔ حضرت عمر ؓ نے سب سے پہلے سوال کیا کہ میرا قاتل کون ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا! ابولولو مجوسی کافر۔ یہ سن کر آپ نے بلند آواز سے تکبیر کہی کہ باہر تک آواز گئی۔ آپ ؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میری موت ایک کافر کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔

حضرت عمر ؓ کا قاتل چکی بناتا تھا ایک مرتبہ وہ حضرت عمر فاروق ؓ کی خدمت میں یہ شکایت لے کر آیا کہ میرے مالک نے مجھ پر جو محصول باندھا ہے وہ کام کے لحاظ سے زیادہ ہے۔ حضرت عمر ؓ نے پوچھا کہ کتنا محصول دیتے ہو۔ جو رقم اس نے بتائی تو اس پر حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ کام کے لحاظ سے یہ رقم زیادہ نہیں ہے۔ اس بات کو اس نے برا منایا لیکن حضرت عمر ؓ کے سامنے اس کا اظہار نہیں کیا۔ حضرت عمر ؓ نے اس سے فرمایا کہ ایک چکی ہمارے لئے بھی بنا دو۔ اس پر اس نے کہا

میں آپ کو ایک ایسی چکی بنا کر دوں کا جس کی شہرت سب جگہ ہو جائے گی۔ اس کے جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ شخص مجھے قتل کی دھمکی دے کر گیا ہے۔ صحابہ نے فرمایا کہ امیر المومنین اگر آپؓ کہیں تو ہم اس کو گرفتار کر لیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا کسی کو جرم کرنے سے پہلے گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ ابولولو نے ایک خطرناک خنجر تیار کیا اور اس کو زہر میں بجھایا اور حضرت عمرؓ کے قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگا۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے اس حادثہ کی خبر سارے مدینہ منورہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ لوگ پریشان ہوئے، ان کی صحت اور زندگی کے لئے دعائیں کرنے لگے۔ ان کے علاج معالجہ کی پوری کوشش کی گئی لیکن زخم بہت گہرے تھے، ان کے بچنے کی بہت کم امید تھی۔

صحابہ کرام نے کہا! اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور حفاظت کی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت صہیب رومیؓ کو اپنی جگہ نماز کا امام بنایا اور فرمایا کہ میرے بعد تین دن کے اندر نئے خلیفہ کا انتخاب کر لینا۔ ادھر آپؓ نے اپنے صاحبزادے سے کہا کہ تم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس جاؤ اور میری طرف سے ان کو سلام عرض کرنے کے بعد میری یہ درخواست ان تک پہنچا دو کہ میری دلی تمنا یہ ہے کہ میں صاحبین (یعنی حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ) کے ساتھ دفن کیا جاؤں۔ اگر یہ بات آپؓ کو پسند نہ ہو تو میرے لئے جنت البقیع بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حضرت عمرؓ کا پیغام پہنچا دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی لیکن میں حضرت عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں اور حضرت عمر فاروقؓ کو یہاں دفن ہونے کی اجازت دیتی ہوں۔ جب یہ خوشخبری حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو پہنچائی تو وہ بہت خوش ہوئے اور ام المومنین کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ انہوں نے میری سب سے بڑی خواہش پوری کر دی۔ اس کے بعد آپ پر نزع کی کیفیت شروع ہو گئی اور آپؓ کی روح پرواز کر گئی۔ (انا للّٰہ و انا الیہ راجعون)

جب حضرت عمرؓ کا جنازہ لایا گیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے پہلے سے ہی یہ خیال تھا کہ یہ جگہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا مدفن ہو گی کیونکہ اکثر رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں، ابوبکر اور عمر تھے۔ یعنی اکثر معاملات میں اپنے ساتھ اپنے دونوں ساتھیوں کا ذکر کیا کرتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! میرا اعمال نامہ بھی (حضرت) عمرؓ جیسا کر دے۔ (شہدائے اسلام)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

خلیفہ سوم داماد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب سے خلیفہ اور امیر المومنین بنے تھے آپ کا معمول تھا کہ ہر سال حج کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور اپنے تمام گورنروں کو بھی حج کرنے کا حکم دیتے تھے۔ وہاں ان سے عوام کی خیریت اور ان کے مسائل کے متعلق معلومات حاصل کرتے تھے اور ان کا تدارک کرتے تھے۔ اس سال باغیوں کی فتنہ گری کے باعث آپ حج پر نہ جاسکے۔ آپ نے اپنی جگہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔

امیر المومنین کا باغیوں سے خطاب:

باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گھر میں قید کر دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے باغیوں کو خطاب کرتے ہوئے پوچھا؟

میں تم کو قسم دے کر پوچھتا ہوں سچ کہو کہ کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر بیئر رومہ (کنواں) خرید کر اس کا پانی مسلمانوں کے لئے وقف نہیں کیا تھا؟

سب نے کہا! ہاں۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! مسجد نبوی تنگ تھی اس میں سب نمازی نہیں سما سکتے تھے تو میں نے اس کی ملحقہ زمین خرید کر اس کی توسیع نہیں کی تھی؟

سب نے کہا! ہاں۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! جب جیش عسرہ (غزوۂ تبوک) کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امداد کی اپیل کی تھی تو کیا اس وقت میں نے جیش عسرہ کی مکمل تیاری کا بندوبست نہیں کیا تھا جس پر خوش ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جنت کی بشارت نہیں دی تھی؟

سب ایک آواز ہو کر بولے! ہاں

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ فرمایا! اے اللہ تو گواہ رہنا۔

ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا! کیا تم نہیں جانتے کہ ایک مرتبہ جب حرا پہاڑ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ اور میں تینوں کھڑے تھے اور پہاڑ لرزنے لگا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے حرا! ٹھہر جا۔ اس وقت تیری پشت پر ایک نبی، ایک صدیق اور ایک شہید ہے۔ جس کے بعد پہاڑ کا لرزنا رک گیا۔

حضرت عثمانؓ نے زور دے کر پوچھا! لوگو بتاؤ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا؟

سب لوگوں نے ایک آواز ہو کر کہا! ہاں، بیشک۔

حضرت عثمانؓ کا مقصد اس تقریر میں باغیوں کے ضمیر کو بیدار کر کے انہیں سوچنے پر آمادہ کرنا تھا کہ وہ کس کے ساتھ یہ معاملہ کررہے ہیں۔ لیکن ان سب کا ضمیر مردہ ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ سب کچھ جانتے بوجھتے کہنے لگے کہ آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں ورنہ ہم آپ کو قتل کر دیں گے۔

حضرت عثمانؓ کو جب مصر کے گورنر کے نام جعلی خط کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ نے قسم کھا کر اس کی تردید کی اور فرمایا کہ اگر تم نے مجھے قتل کرنے کا پکا ارادہ کر ہی کیا ہے تو پھر اس کے لئے جواز ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے۔

میں نے اسلام سے پہلے بھی کبھی شراب نہیں پی، نہ کبھی زنا کیا اور نہ کبھی کسی کو قتل کیا اور اگر تم نے مجھے اس حالت میں قتل کر دیا تو اس کے بعد تم میں کبھی باہمی محبت نہیں ہوگی اور ہمیشہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہو گے۔ تمہاری اجتماعیت ختم ہو جائے گی لیکن ان لوگوں پر آپؓ کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

اس وقت صورت حال نہایت ہی تشویش ناک اور خطرناک ہوگئی تھی۔ آپؓ لوگوں سے یہ فرما چکے تھے کہ آپؓ باغیوں کے خلاف لوگوں کو کسی حالت میں بھی ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ آپ کے گھر کے اردگرد بے شمار جانثار آپؓ کی خاطر اپنی جانیں دینے کے لئے تیار کھڑے تھے لیکن آپ نے سب کو لڑنے سے منع فرما دیا تھا۔ باغیوں کو بھی یہ بات معلوم تھی اس لئے ان کو ان کی طرف سے اطمینان تھا لیکن ان کو فکر تھی کہ حج ختم ہونے والا ہے اور اس کے بعد لوگ حج سے واپس آکر ان کے لئے مشکلات کھڑی کر سکتے ہیں اس لئے اس سے پہلے اپنی کاروائی مکمل کر لینی چاہئے۔

باغیوں نے محاصرہ سخت کر دیا آپ کو مسجد تک جانے کی اجازت نہیں تھی۔ کوئی شخص نہ ان کے پاس جا سکتا تھا اور نہ کوئی مدد پہنچا سکتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے گھر کوئی پانی بھی نہیں پہنچا سکتا تھا۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کو معلوم ہوا تو آپؓ حضرت عثمانؓ کی مدد کو روانہ ہوئیں لیکن باغیوں نے انہیں بھی روک لیا اور ان کے ساتھ بھی گستاخی کی اور آپ کی سواری کے خچر کو زخمی کر دیا۔ چند صحابہ نے آپؓ کو وہاں سے بحفاظت نکالا۔ مدینہ منورہ میں عجیب قسم کا خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس موقع پر کیا کریں۔ ایک طرف تو حضرت عثمانؓ نے ان کو روکا ہوا تھا اور دوسری طرف باغی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آرہے تھے۔ کچھ لوگ جو یہ صورت حال کو برداشت نہیں کر پا رہے تھے وہ شہر چھوڑ کر دیہاتوں میں چلے گئے تھے۔

اسی دوران یہ خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ کی مدد کرنے کے لئے عراق سے ایک فوج مدینہ منورہ کے قریب پہنچ چکی ہے اور شام سے کمک وادی القریٰ کے نزدیک پہنچ چکی ہے۔ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ اس وقت باغی جنہوں نے حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا ہوا تھا ان کی تعداد نو سو کے قریب تھی جن میں چھ سو مصری تھے جن کی کمانڈ عبدالرحمان بن عدیس کناۃ اور عمرو بن حمق خزاعی کے ہاتھ میں تھی، دو سو افراد کا تعلق کوفہ سے تھا جن کا سردار اشتر نخعی تھا اور سو افراد کا تعلق بصرہ سے تھا جن کا لیڈر حکیم بن جبلہ عبدی تھا۔ حضرت عثمانؓ کے حمایتیوں کی تعداد سات سو تھی۔ جب شام اور عراق سے مدد آنے کی اطلاع سے باغیوں میں کھلبلی مچ گئی۔ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور فرمایا کہ آپ کے انصار آپ کے دروازے پر ہیں ہم سب آپ کے انصار بننے کے لئے تیار ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر تمہارا مقصد جنگ کرنا ہے تو میں اس کی ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔ فرمایا کہ میرا سب سے بڑا معاون و مددگار وہ ہے جو اپنا ہاتھ اور اپنے ہتھیار روکے رکھے۔ حضرت ابوہریرہؓ تشریف لائے اور انہوں نے بھی حضرت عثمانؓ کی خاطر باغیوں سے لڑنے کی اجازت طلب کی۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے فرمایا! اے ابوہریرہ! کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تم مجھے قتل کر دو۔

انہوں نے جواب دیا! ہرگز نہیں۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تم نے ایک بھی آدمی کو قتل کیا تو گویا سب کو قتل کر دیا۔ اسی سلسلہ میں حضرت زبیرؓ حاضر ہوئے اور بہت زور دے کر حضرت عثمانؓ سے کہا!

اے امیرالمومنین! آپ باغیوں سے جنگ کیجئے۔ اللہ کی قسم! آپ کے لئے ان لوگوں سے جنگ کرنا حلال ہے۔

لیکن حضرت عثمانؓ نے ان کو بھی وہی جواب دیا اور کسی کو بھی جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ حضرت عثمانؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا! اے امیرالمومنین! آپ امت کے امام اور خلیفہ برحق ہیں۔ جو صورتحال اس وقت درپیش ہے اس کے پیش نظر تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک اختیار کر لیجئے۔

۱۔ آپ کے پاس کافی طاقت ہے اس کو لے کر نکلئے اور باغیوں سے مقابلہ کیجئے۔ آپ حق پر ہیں اور وہ باطل ہیں۔

۲۔ آپ کے گھر کے دروازے پر باغیوں کا ہجوم ہے۔ ہم آپ کے لئے پیچھے سے راستہ بنا دیتے ہیں آپ وہاں سے نکل کر مکہ مکرمہ چلے جائیں وہاں حرم میں آپ سے کوئی جنگ نہیں کرے گا۔

۳۔ آپ خاموشی سے شام چلے جائیں وہاں حضرت امیر معاویہؓ موجود ہیں جو آپ کے وفادار ہیں۔

حضرت عثمانؓ ان تینوں صورتوں میں کسی پر بھی راضی نہیں ہوئے۔ فرمایا! میں مقابلہ بھی نہیں کروں گا، بھاگوں گا بھی نہیں اور مدینہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت عثمانؓ کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تھا۔ جس دن شہادت کا واقعہ پیش آیا وہ جمعہ کا دن تھا، آپ نے اس دن روزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ کو تھوڑی غنودگی طاری ہوئی تو آپ نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور ان کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی تشریف رکھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا! عثمانؓ! آج کا روزہ تم ہمارے ساتھ افطار کرنا۔

امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کا محاصرہ اور شہادت:

میمون بن حران سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان بن عفانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا تو آپؓ نے ایک آدمی کو بھیجا اور کہا کہ دریافت کرو اور دیکھو کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے واپس آ کر کہا کہ میں نے ان میں سے بعض کو یہ کہتے سنا کہ عثمانؓ کا خون حلال ہو گیا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے جب یہ سنا تو کہا کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنے ایمان کے بعد کفر کرے، یا شادی شدہ شخص زنا کرے، یا کسی کا ناحق قتل کرے اور اس کے بدلے قتل کیا جائے۔ راوی نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ کہا تھا یا اس کا خون حلال ہے جو زمین میں فساد کی سعی کرے۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ ان کے سامنے آئے اور کہا کہ تم لوگ مجھے کس بات پر قتل کرنا چاہتے ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ کسی شخص کا قتل حلال نہیں سوائے تین میں سے ایک کہ جو شخص اپنے اسلام لانے کے بعد کفر کرے تو وہ قتل کیا جائے گا، اور جو شخص شادی کے بعد زنا کرے تو وہ سنگسار کیا جائے گا اور جو شخص کسی آدمی کو ناحق عمداً قتل کرے تو وہ قتل کیا جائے گا۔ (طبقات ابن سعد)

باغی:

ابی جعفر القاری مولائے ابن عباس مخزومی سے روایت ہے کہ وہ لوگ مصری تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا تھا ان کی تعداد چھ سو تھی۔ ان کے رئیس عبدالرحمٰن بن عدیس البلوی، کنانہ بن بشیر بن عتاب الکندی، عروہ بن شیم لیثی، ابوعمرو بن بدیل بن ورقاء خزاعی، سواد بن رومان اصبحی، زرع بن یشکر یافعی، سودان بن حمران سکونی، قتیرہ بن فلان سکونی، غافقی بن حرب عکی اور عمرو ابن الحمق الخزاعی تھے۔ ان سب کی سرداری عبداللہ بن سبا کر رہا تھا۔ لوگوں کو دھوکہ

دینے کے لئے کہا کہ یہ لوگ حج کرنے جا رہے ہیں۔ کوفہ سے دوسو باغی مالک اشتر نخعی کے ماتحت تھے جن میں زید بن صوحان عبدی، زیاد بن نضر حارثی، عبداللہ بن اصم (یہ بنی عامر بن صعصعہ کا فرد تھا) شامل تھے اور جو بصرہ سے آئے تھے وہ سو آدمی تھے ان کا سردار حکیم بن جبلہ العبدی تھا اس کے ساتھ ذریح بن عباد عبدی، بشر بن شریح الحطم بن ضبیعہ القیسی اور ابن المحر اش بن عبد بن عمرو حنفی تھے۔ فتنہ پھیلانے میں یہ سب ایک تھے اور کمینے لوگ ان کی طرف مائل ہو گئے۔ ان کے عہد و پیمان باغیوں کے ساتھ تھے اور وہ فتنے میں مبتلا تھے۔ ان تمام قافلوں کی قیادت حرقوص بن زہیر سعدی کے ہاتھ میں تھی۔ (طبقات ابن سعد، تاریخ طبری)

ایک جھوٹے خط کے بعد باغی گروہ نے حضرت عثمان ؓ کے خلاف کھل کر کام کرنا شروع کر دیا۔ حضرت علی ؓ نے ان لوگوں کو بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ کسی کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ مدینہ منورہ میں وہ کچھ دیکھنے کو آ رہا تھا جس کا مسلمان تصور نہیں کر سکتے تھے۔ باغیوں نے حضرت عثمان ؓ کو ان کے گھر کے اندر محصور کر دیا تھا ہر طرف سے ان کی ناکہ بندی کی ہوئی تھی۔ حضرت حسن ؓ، حضرت حسین ؓ، حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ، حضرت ابو ہریرہ ؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ حضرت عثمان ؓ کے گھر کی حفاظت کر رہے تھے کہ کوئی گھر کے اندر نہ گھسنے پائے۔ حضرت عثمان ؓ کا مسجد آنا جانا تک بند ہو گیا تھا۔ حضرت عثمان ؓ کے گھر کے باہر تقریباً سات سو صحابہ کرام ؓ اور ان کی اولادوں کا مجمع تھا جو ان کی حفاظت کر رہا تھا۔ ان کے علاوہ غلاموں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جو باغیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے حضرت عثمان ؓ کی اجازت کی منتظر تھی۔ حضرت عثمان ؓ نے ان سب سے کہا کہ جس پر بھی میرا کوئی حق ہے میں اس کو قسم دیتا ہوں کہ وہ ہاتھ روک لے اور اپنے گھر چلا جائے۔ آپ ؓ نے غلاموں سے کہا کہ جو غلام اپنی تلوار میان میں رکھے گا وہ آزاد ہے۔ آپ ؓ نے تمام لوگوں کو گھر جانے کے لئے کہا اور روایت میں موجود ہے کہ سب سے آخیر میں جو حضرت عثمان ؓ کے پاس سے نکلے وہ حضرت حسن ؓ تھے۔

(ابن کثیر ؒ ص۱۸۱۔۱۸۲)

حضرت علی ؓ نے حضرت عثمان ؓ کی طرف سے مدافعت اور باغیوں سے مقابلہ کرنے کی اجازت طلب کی تو حضرت عثمان ؓ نے کہا! میں اس شخص کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں جو اللہ کو مانتا ہے اور اس کو حق سمجھتا ہے کہ ایک پچھنے لگانے (حجامہ) کے برابر بھی خون میری خاطر نہ بہائے۔ حضرت علی ؓ نے دوبارہ اجازت طلب کی اور انہوں نے دوبارہ یہی جواب دیا۔ پھر حضرت علی ؓ مسجد میں آ گئے۔ اذان ہوئی اور لوگوں نے حضرت علی ؓ سے کہا! اے ابا الحسن ؓ! آگے بڑھئے اور نماز پڑھایئے۔ حضرت علی ؓ نے جواب دیا کہ جب تک امام قید میں ہے میں نماز نہیں پڑھاؤں گا اور آپ ؓ تنہا نماز پڑھ کر اپنے گھر واپس آ

گئے۔ (عثمان بن عفان ؓ ذوالنورین از استاذ صادق عرجون، ص ۲۱۸۔۲۱۹)

حضرت عثمان ؓ کی ناکہ بندی اور بھی سخت کر دی گئی ان کا باہر سے ہر طرح کا رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا۔ ان کے پاس پینے کے لئے پانی تک نہیں تھا۔ کسی کو پانی بھی اندر لے جانے کی اجازت نہیں دی جا رہی تھی۔ حضرت علی ؓ خود اپنی سواری پر گئے اور پانی کا ایک مشکیزہ لے کے بڑی مشکل سے اندر داخل ہوئے۔ باغیوں نے ان کو بھی بُرا بھلا کہا اور ان کی سواری کو بھگا دیا۔ (ابن کثیرؒ ج ۷ ص ۱۸۷)

ایک روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ ؓ نے حضرت عثمان ؓ کو پیغام بھیجا کہ آپ کو وہاں خطرہ ہے آپ ؓ میرے پاس یہاں شام آجایئے۔ حضرت عثمان ؓ نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ہمسائیگی کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا چاہے میری گردن کے تار تار کاٹ دیئے جائیں۔ پھر حضرت امیر معاویہ ؓ نے کہا کہ میں آپ ؓ کی حفاظت کے لئے شام سے فوج بھیج دیتا ہوں ورنہ آپ ؓ کو جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا کیونکہ یہ ظالم آپ ؓ کو نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت عثمان ؓ نے ان کو فوج بھیجنے سے سختی سے منع کر دیا اور فرمایا!

حَسۡبِیَ اللّٰهُ وَ نِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ

(تاریخ الامم والملوک للطبری ج ۵ ص ۱۰۱)

حملہ آوروں نے حضرت عثمان ؓ سے مطالبہ کیا کہ وہ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ حضرت عثمان ؓ نے فرمایا! یہ تم لوگوں کا معاملہ ہے کہ جس کو چاہو امیر بنالو۔ اور فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ میں منصبِ خلافت سے دستبردار ہو جاؤں تو میں یہ خلعت از خود اتارنے کے لئے تیار نہیں ہوں جو اللہ نے مجھے پہنائی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۸۴)

البلاذری نے " انساب الاشراف " میں لکھا ہے کہ باغیوں نے حضرت عثمان ؓ پر تیر سے وار کیا جس سے حضرت حسن ؓ جو کہ ان کے دروازے پر تھے خون سے رنگین ہو گئے اور حضرت علی ؓ کے غلام قنبر بھی زخمی ہوئے۔

ابو محمد الانصاری سے روایت ہے کہ میں نے خود حضرت عثمان ؓ کے گھر کے اندر اس حال میں دیکھا کہ باہر کھڑے ہوئے حضرت حسن ؓ ان کی مدافعت کر رہے تھے اور اس میں زخمی ہوئے اور میں ان لوگوں میں ہوں جو ان کو زخمی حالت میں اٹھا کر لائے۔ (انساب الاشرف ج ۵ ص ۹۵۔۹۶)

عبد الرحمٰن بن محمد بن عبد سے مروی ہے کہ حضرت عثمان ؓ کے مکان کی دیوار کود کر جو لوگ آپ ؓ کو قتل کرنے گئے ان میں محمد بن ابی بکر، عبد الرحمٰن بن عدیس، عمرہ بن حزم، کنانہ بن بشیر بن عتاب، سودان بن حمران اور عمرہ بن الحمق

تھے۔ (طبقات ابن سعد) (تاریخ اسلام۔ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی، ج ۱ص ۴۹۶)

زبیر بن عبداللہ نے اپنی دادی سے روایت کی ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز نے کہا کہ میں نے ابن ابی عون کو کہتے سنا کہ کنانہ بن بشیر نے حضرت عثمان ؓ کی پیشانی اور سر کے اگلے حصے پر لوہے کی سلاخ ماری جس سے وہ کروٹ کے بل گرے۔ پھر سودان بن حمران المرادی نے تلوار مار کر ختم کر دیا۔ عمرہ بن الحمق حضرت عثمان ؓ کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا حالانکہ آپ ؓ میں تھوڑی جان باقی تھی۔ اس نے آپ ؓ کو نو زخم لگائے اور کہا کہ ان میں سے تین تو میں نے اللہ کے لئے لگائے ہیں اور چھ غصے کی وجہ سے جو میرے قلب میں ان کے لئے ہے۔ حضرت عثمان ؓ کو کنانہ بن بشیر نے جب برچھیوں سے مارا تو آپ ؓ نے فرمایا! بسم اللہ: میں اللہ پر ہی توکل کرتا ہوں، خون ان کی ڈاڑھی پر بہہ کے ٹپک رہا تھا۔ قرآن ان کے سامنے تھا۔ ان کے بائیں پہلو پر تکیہ لگا ہوا تھا اور وہ کہہ رہے تھے " **سبحان اللّٰہ العظیم** " اور اسی حالت میں قرآن پڑھ رہے تھے، خون قرآن پر بہہ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس قول کے پاس آ کر رک گیا

" فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ "

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۳۷)

(بس عنقریب اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے آپ کو بے نیاز کر دے گا اور
وہی سننے والا اور جاننے والا ہے)۔

سب لوگوں نے مل کر آپ ؓ کو مارنا شروع کر دیا۔ حالانکہ وہ ساری رات عبادت میں کھڑے رہتے تھے، صلہ رحمی کرتے تھے، مظلوموں کو کھلاتے تھے اور مشقت برداشت کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان ؓ نے صبح ہی لوگوں سے کہا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ اے عثمان ؓ! آج افطار ہمارے ساتھ کرنا۔ اس دن آپ ؓ روزے سے تھے اور اسی روز آپ ؓ شہید ہو گئے۔ شہادت کے وقت آپ ؓ کے سامنے قرآن کریم کھلا ہوا تھا اور آپ ؓ اس کی تلاوت کر رہے تھے۔ (البدایہ والنہایہ)

حضرت عثمان ؓ کی شہادت بروز جمعہ ۱۸/ ذی الحجہ ۳۵ھ کو چاشت کے وقت واقع ہوئی۔ شہادت کے وقت آپ ؓ کی عمر (۸۲) بیاسی سال چند ماہ تھی۔

حضرت عثمان ؓ کی تدفین:

نیار بن مکرم نے کہا کہ حضرت معاویہ ؓ نے مجھے تنہائی میں بلا کر کہا کہ تم نے حضرت عثمان ؓ کو کب اٹھایا، کب دفن کیا اور کس نے ان پر نمازِ جنازہ پڑھی؟ میں نے کہا کہ انہیں ہفتہ کو مغرب وعشاء کے درمیان اٹھایا۔ میں تھا، جبیر بن مطعم ؓ تھے، حکیم بن حزام اور ابوجہم بن حزیفہ العدوی تھے۔ جبیر بن مطعم آگے بڑھے، انہوں نے حضرت عثمان ؓ کی نماز جنازہ پڑھائی (ہم نے ان کی اقتدا کی)۔ حضرت امیر معاویہ ؓ نے ان کی تصدیق کی کہ حقیقت میں یہی لوگ تھے جو قبر میں اترے تھے۔

محمد بن یوسف سے مروی ہے کہ حضرت نائلہ بنت الفرافصہ ؓ اسی شب نکلیں ان کے ہاتھ میں ایک چراغ تھا اور چلا رہیں تھیں کہ " ہائے امیر المومنین " جبیر بن مطعم نے کہا کہ چراغ بجھادو ورنہ باغی ہمیں پہچان لیں گے۔ کیونکہ میں نے ان باغیوں کو دیکھا ہے جو دروازے پر تھے۔ اس پر انہوں نے چراغ گل کر دیا۔

وہ لوگ جنازہ لے کر بقیع پہنچے، جبیر بن مطعم نے نماز پڑھائی، ان کے پیچھے حکیم بن حزام، ابوجہم بن حذیفہ، نیار بن مکرم الاسلمی اور حضرت عثمان ؓ کی دو بیویاں حضرت نائلہ بنت الفرافصہ اور ام البنین بنت عینیہ تھیں۔ آپ ؓ کو بغیر غسل دئے انہی کپڑوں میں جو آپ ؓ پہنے ہوئے تھے دفن کیا گیا تھا۔

قبر میں نیار بن مکرم، ابوجہم بن حذیفہ اور جبیر بن مطعم اترے، حکیم بن حزام، ام البنین اور نائلہ لوگوں کو قبر کا راستہ بتا رہیں تھیں۔ انہوں نے لحد بنائی اور ان کو دفن کر دیا اور زیارت کے بعد چلے گئے۔

عبداللہ البہی سے مروی ہے کہ جبیر بن مطعم نے سولہ افراد کے ساتھ حضرت عثمان ؓ کی نماز جنازہ پڑھی جوان کو شامل کر کے سترہ بنتے تھے۔ ابن سعد نے کہا کہ ان پر صرف چار آدمیوں نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ ربیع بن مالک بن ابی عامر نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت عثمان بن عفان ؓ کی شہادت ہوئی تو میں ان کو اٹھانے والوں میں سے تھا۔ ہم نے انہیں ایک دروازے پر اٹھایا اور جلدی لے چلنے کی وجہ سے ان کا سر دروازے سے ٹکرایا۔ ہمیں باغیوں کا خوف تھا۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں جوحش کوکب میں دفن کر دیا اور قبر کو چھپا دیا۔ (طبقات ابن سعد)

ترمذی ؒ نے کلیب بن وائل سے انہوں نے حضرت ابن عمر ؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور حضرت عثمان ؓ کی نسبت فرمایا کہ وہ اس فتنہ میں مظلومیت کے ساتھ شہید کئے جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کی خلفاء ثلاثہ کو جنت کی خوشخبری:

صحیح بخاری میں ابوعثمان نہدی، حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا ایک شخص آیا اس نے دروازہ کھلوایا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو نبی ﷺ کے فرمانے کے مطابق بشارت دی، انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے دروازہ کھلوایا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے ان کو آگاہ کیا تو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر ایک اور شخص نے دروازہ کھلوایا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور جنت کی بشارت دو باعوض اس بلوے کے جوان پر ہوگا۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے آگاہ کیا تو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس کے بعد کہا کہ اس بلوے میں اللہ ہی مددگار رہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ عنقریب ایک فتنہ اور اختلاف ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! پھر آپ ﷺ ہم کو اس فتنہ میں کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے سردار اور رفقاء کے ساتھ رہنا اور آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔

(مستدرک حاکم)

ابوزرعہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں کے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ جنت خرید لی۔ ایک مرتبہ جب انہوں نے چاہِ رومہ (کنواں) خریدا اور دوسری مرتبہ جب انہوں نے جیشِ العسرۃ (غزوہ تبوک) کا سامان درست کردیا۔ (مستدرک حاکم)

حضورِ انور ﷺ کی شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ اور فتنوں کی پیشین گوئی:

رسول اللہ ﷺ کی بہت سی صحیح احادیث اس بات کی نشان دہی کرتی ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے اور ان کی شہادت پر ایک عظیم فتنہ برپا ہوگا جو لوگوں کے رہنے سہنے کے انداز اور رسومات تک کو بدل کے رکھ دے گا۔ اس کی آفت عالمگیری ہوگی۔ اس زمانے کے فتنوں سے پہلے کے زمانے کی آپ ﷺ نے طرح طرح کی خوبیاں بیان کی ہیں اور اس

کے بعد کے زمانے کی بُرائیوں کو یاد کیا ہے۔ اس فتنے کے جو اثرات ہوں گے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہوں گے۔ اس فتنہ سے خلافتِ خاصہ کا نظام ٹوٹ جائے گا اور زمانہ ٔنبوت کی جو برکتیں ہیں وہ چھپ جائیں گی۔ اس بات کا ظہور اس طرح سے ہوا کہ حضرت علی ؓ باوجود تمام خوبیوں اور اہلیت کے تمام ملتِ اسلامیہ سے بیعت نہ لے سکے، تمام لوگ مطیع نہ ہو سکے اور ریاست کے تمام حصوں میں ان کے احکام نافذ نہ ہو سکے۔ جہاد ان کے زمانے میں بالکل بند ہو گیا۔ مسلمانوں کی یکجہتی میں فرق آیا، باہمی اتفاق اور محبت کا شیرازہ بکھر گیا۔ آپس میں بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں، اپنے ہاتھوں سے اپنا ملک کمزور کیا۔

حضرت علی ؓ کی سلطنت کا دائرہ تنگ ہوتے ہوتے کوفہ اور اس کے اطراف تک رہ گیا۔ اگرچہ ان تمام بُرائیوں کے باوجود حضرت علی ؓ کی صفاتِ کاملہ میں کوئی فرق نہیں آیا لیکن جس طرح کا مقصدِ خلافت وہ چاہتے تھے حاصل نہ ہو سکا۔ سیدنا علی المرتضٰی ؓ کے بعد حضرت امیر معاویہ ؓ کی خلافت شروع ہوئی تو لوگوں کا ان کو اعتماد حاصل ہو گیا اور باہمی نااتفاقیاں کافی حد تک ختم ہو گئیں لیکن ان کی خلافت میں خلافتِ خاصہ کے لوازمات نہیں پائے جاتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے خلافتِ خاصہ کے ختم ہونے کی جو خبر دی تھی وہ ظاہر ہونے لگی۔ (ازالۃ الخفاء از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ)

یہ بات حضرت عثمان ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق فرمائی تھی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا! اے عثمان ؓ اللہ شاید تمہیں ایک خلعت پہنائے اگر لوگ تم سے اس کے اتارنے کا مطالبہ کریں تو تم نہ اتارنا۔

(جامع ترمذی کتاب المناقب ؒ باب فی مناقب عثمان ؓ حدیث نمبر ۳۷۰۵)

مُرّہ بن کعب اور عبداللہ بن حوالہ اور کعب بن عجرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور اس کو بہت قریب بتایا۔ اسی اثناء میں ایک شخص سر پر چادر اوڑھے ہوئے ادھر سے نکلا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص اس وقت ہدایت پر ہو گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں اٹھا اور ان کو دونوں شانوں سے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے لایا وہ حضرت عثمان ؓ تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہی وہ شخص ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں یہی وہ شخص ہیں۔

(ابن ماجہ)

حضرت حدیفہ بن یمان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ قیامت نہ قائم ہو گی یہاں تک کہ تم اپنے امام کو قتل کرو گے اور باہم شمشیر بازی کرو گے۔ تمہاری دنیا کے حاکم تمہارے بدترین لوگ ہوں گے۔ (رواۃ ترمذی)

حضرت علی مرتضیٰ ؓ

ابی مجلز سے مروی ہے کہ قبیلہ مراد کا ایک آدمی حضرت علی ؓ کے پاس آیا۔ آپ ؓ اس وقت مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔اس نے کہا کہ آپ ؓ دربان مقرر کر لیجئے کیونکہ مراد کے لوگ آپ ؓ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے ہیں جو اس کی ان چیزوں سے حفاظت کرتے ہیں جو مقدر نہیں ہیں۔ جو شۓ مقدر ہوتی ہے تو وہ اس شے کے درمیان سے راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور موت ایک محفوظ ڈھال ہے۔

(طبقات ابن سعد)

طبرانی اور ابونعیم نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ سے فرمایا! تم خلیفہ بنائے جاؤ گے اور تم مقتول ہو گے اور تمہاری یہ داڑھی تمہارے سر کے خون سے رنگین ہو گی۔

حاکم ابن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ سے فرمایا! آگاہ رہو تم میرے بعد مصیبت میں مبتلا ہو گے۔ حضرت علی ؓ نے پوچھا کہ میرے دین کی سلامتی رہے گی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! ہاں: تمہارے دین کی سلامتی رہے گی۔

حاکم نے ایک طویل حدیث میں حضرت عمار بن یاسر ؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت علی ؓ غزوۃ ذوالعسیرہ میں ساتھ ساتھ تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے بیان کروں کہ تمام دنیا میں سب سے زیادہ بدبخت کون دو آدمی ہیں۔ ہم نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ﷺ! بیان فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! قبیلہ ثمود کا وہ شخص جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پیر کاٹے اور وہ شخص اے علی ؓ جو تمہارے سر پہ مارے گا یہاں تک کہ تمہاری داڑھی تمہارے سر کے خون سے تر ہو جائے گی۔

علامہ ابن کثیر ؒ لکھتے ہیں!

امیر المومنین ؓ کو حالات نے بہت رنجیدہ کر دیا تھا۔ ان کی فوج میں بے راہروی تھی۔ اہل عراق نے ان کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ ان کے ساتھ تعاون سے کترا رہے تھے۔ دوسری طرف شامیوں کی قوت زور پکڑتی جا رہی تھی۔ اب وہ دائیں بائیں سے حملے کر رہے تھے اور لوٹ مار مچا رہے تھے۔ عراق کے امیر حضرت علی بن ابو طالب ؓ اس زمانے میں روئے زمین پر بسنے والے انسانوں میں سب سے اعلیٰ اور افضل انسان تھے۔ سب

سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار، سب سے زیادہ دنیا سے بے غرض اور بے رغبت، سب سے زیادہ علم وفضل کے حامل، سب سے زیادہ خوفِ خدا رکھنے والے انسان تھے پھر بھی لوگوں نے ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا، ان سے کنارہ کش ہوگئے۔ یہاں تک کہ خود امیر المومنین ؓ اپنی زندگی سے اکتا گئے تھے اور موت کی تمنا کرنے لگے تھے۔ اپنے ریش مبارک اور اپنے سر کی طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے کہ یہ خون میں رنگ دی جائے گی اور بالآخر ایسا ہی ہوا۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۷ ص ۳۲۴)

حضرت علی ؓ ابھی شام پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے کہ دوسری طرف خارجی آپ ؓ کو شہید کرنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ خوارج کے سرکردہ سرداروں نے آپس میں ملاقات کر کے حضرت علی ؓ کے خلاف ایک سازش کی جن میں عبدالرحمٰن بن عمرو عرف ابن ملجم الحمیر ی ثم الکندی، مرادی برک بن عبداللہ تیمی اور عمرو بن بکر التمیمی شامل تھے۔ خوارج حضرت علی ؓ کے سخت دشمن ہو گئے تھے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں ایک میٹنگ کی۔ ان سب نے پہلے جنگِ نہروان میں ان کے جو ساتھی مارے گئے تھے ان کے لئے دعائے مغفرت کی اور اس کے بعد یہ عہد کیا کہ ہم اپنی جانیں قربان کر کے بھی ان گمراہوں کے سربراہوں کو قتل کر دیں گے تو ملک کو ان سے نجات مل جائے گی۔ انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ جب تک تین اشخاص حضرت علی ؓ، حضرت امیر معاویہ ؓ اور حضرت عمرو بن عاص ؓ دنیا میں موجود ہیں مسلمانوں میں نہ امن قائم ہوسکتا ہے اور نہ اتفاق اور اتحاد پیدا ہوسکتا ہے۔ اس لئے ان تینوں کو قتل کر دینا چاہیئے۔

تینوں کو قتل کرنے کے لئے تین لوگوں نے ذمہ داری لی۔ یہ طے ہوا کہ عبدالرحمٰن بن ملجم حضرت علی ؓ کو قتل کرے گا، مرادی برک بن عبداللہ تیمی حضرت امیر معاویہ ؓ کو اور عمرو بن بکر تیمی حضرت عمرو بن عاص ؓ کو قتل کرے گا۔ دوسری بات جو طے ہوئی وہ یہ کہ ان تینوں کو ایک ہی وقت یعنی نمازِ فجر میں اور ایک ہی دن ۱۶ رمضان المبارک ۴۰ھ بروز جمعہ قتل کیا جائے گا۔ ان معاملات کے طے ہونے کے بعد محفل برخاست ہوگئی۔ منصوبہ کے مطابق تینوں اشخاص مقررہ وقت پر اپنے ناپاک منصوبہ پر عمل درآمد کرنے کے لئے اپنی اپنی منزل کوفہ، دمشق اور مصر کی طرف روانہ ہوئے۔

عمرو بن بکر تیمی اپنے منصوبہ کے تحت مقررہ تاریخ اور مقررہ وقت یعنی فجر کی نماز میں مقررہ جگہ یعنی اس مسجد

میں پہنچ گیا جہاں حضرت عمرو بن عاص ؓ نے نماز کے لئے آنا تھا۔ اتفاق سے حضرت عمرو بن عاص ؓ کی اس دن طبیعت ناساز تھی اس لئے وہ مسجد میں نماز پڑھانے نہیں آئے اور ان کی جگہ حضرت خارجہ بن ابی حبیبہ ؓ نے امامت کی۔ عمرو بن بکر حضرت عمرو بن عاص ؓ کو پہچانتا نہیں تھا۔ اس کو بس یہ معلوم تھا کہ حضرت عمرو بن عاص ؓ خود نماز کی امامت کراتے ہیں۔ اس لئے نماز کے دوران اس نے امام پر حملہ کر دیا اور ان کو شہید کر دیا۔ دمشق کی جامعہ مسجد میں حضرت امیر معاویہ ؓ خود نماز کی امامت کرتے تھے۔ اس لئے مرادی برک بن عبداللہ تیمی فجر کی نماز میں مسجد پہنچ گیا۔ جیسے ہی حضرت امیر معاویہ ؓ نے نماز شروع کی اس نے ان پر حملہ کر دیا لیکن گھبراہٹ کی وجہ سے صحیح طرح سے وار نہ کر سکا اور حضرت امیر معاویہ ؓ معمولی زخمی ہوئے۔ لوگوں نے فوراً اسے پکڑ لیا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اس کو قید کر دیا تھا اور بعد میں اسے قتل کر دیا۔ حضرت امیر معاویہ ؓ کے زخم کا علاج ہو گیا اور وہ ٹھیک ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہ ؓ کے لئے مسجد میں ایک محفوظ جگہ بنا دی گئی اور اس پر پہرے دار مقرر کر دیا گیا۔

تیسرا قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم کوفہ پہنچا اور وہاں دوسرے خوارج سے خفیہ طور پر رابطے کئے۔ وہ کسی طرح سے اپنا منصوبہ ناکام نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے ایک قریبی دوست شبیب بن شجرہ اشجعی سے رابطہ کیا اور اپنے منصوبہ کے بارے میں بتایا اور اس سے مدد چاہی۔ شبیب بن شجرہ اشجعی نے اس کو اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن جب ابن ملجم نے کہا کہ میں نہروان کے مقتولین کے بدلے میں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کرنا چاہتا ہوں تو شبیب بن شجرہ اشجعی قائل ہو گیا اور اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا۔ جنگِ نہروان میں بنو تمیم قبیلہ کے دس افراد مارے گئے تھے۔ ان کے رشتہ دار کوفہ میں رہتے تھے۔ ابن ملجم ان لوگوں سے بھی ملا۔ ان لوگوں میں ایک قطام بنت شجنہ بن عدی بن عامر نامی خوبصورت لڑکی بھی تھی جسے یہ دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا۔ بنو تمیم کے مارے جانے والے لوگوں میں اس کا باپ اور بھائی بھی شامل تھے۔ ابنِ ملجم نے قطام سے شادی کا ارادہ ظاہر کیا اور اس مقصد کے لئے اس نے باقاعدہ شادی کا پیغام بھیجا۔

قطام نے ابن ملجم سے کہا کہ اگر مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو پہلے مہر ادا کرو میں شادی کے لئے تیار ہوں۔ ابن ملجم نے پوچھا کہ مہر کتنا ادا کروں۔ اس نے کہا کہ تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک لونڈی اور حضرت علی ؓ کا کٹا ہوا سر میرا مہر ہے۔ ابن ملجم آخری شرط سن کر حیران ہو گیا اور اس بات سے خوش بھی ہوا کہ اسی مقصد کے لئے تو

وہ کوفہ آیا ہے۔ ابن ملجم نے کہا کہ میں پہلی تین شرطیں پوری کرنے سے قاصر ہوں البتہ آخری شرط پوری کر سکتا ہوں۔ اس پر قطام نے کہا کہ اگر تم میری آخری شرط پوری کر دو تو میں پہلی تین شرطوں سے دستبردار ہوتی ہوں۔ یہ بات طے ہونے کے بعد ابن ملجم نے قطام سے وعدہ لیا کہ اس بات کا کسی سے ذکر نہیں کرے گی۔ اس نے وعدہ کیا اور اپنے ایک عزیز وردان کو ابن ملجم کی مدد کے لئے اس کے ساتھ کر دیا۔

مقررہ تاریخ کو حضرت علیؓ اپنے گھر میں آرام فرما رہے تھے۔ ابن نباح مؤذن نے آپؓ کو نماز کے لئے جگایا یہ ان کا روز کا معمول تھا۔ آپؓ گھر سے نماز کے لئے نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ ابن ملجم، شبیب بن اشجرہ اور وردان اپنے منصوبہ کے لئے رات سے ہی آکر مسجد میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ جیسے ہی حضرت علیؓ مسجد میں داخل ہوئے، پہلے وردان نے وار کرنے کی کوشش کی لیکن وار خالی گیا۔ ابن ملجم نے تیزی سے آپؓ پر تلوار سے وار کیا جس سے آپؓ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی۔ اس وقت ابن ملجم نے نعرہ لگایا

"لا حکم الاّ للّٰہ . لیس لک و لا صحابک یا علی"

(یعنی حکومت صرف اللہ کی ہے۔ علی! تمہاری یا تمہارے ساتھیوں کی نہیں)

حضرت علیؓ شدید زخمی ہو گئے اور اسی زخمی حالت میں حکم دیا کہ اسے پکڑو۔ اس وقت نماز کی ادائیگی کے لئے اور لوگ بھی مسجد میں آ گئے تھے۔ دونوں مسجد سے بھاگے۔ ابن ملجم بھاگنے میں کامیاب نہ ہو سکا اور مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گیا وہاں لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ شبیب بن اشجرہ کے پیچھے لوگ بھاگے ایک شخص حضرمی نے اسے قابو کر لیا مگر وہ اپنے آپ کو چھڑا کر اس قدر تیزی سے بھاگا کے کسی کے ہاتھ نہیں آیا۔ بھاگتے ہوئے جب وہ اپنے گھر کے قریب پہنچا تو وہاں لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ حضرت جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب کو نماز کے لئے آگے بڑھایا انہوں نے نمازِ فجر پڑھائی۔ حضرت علیؓ کو گھر لایا گیا۔

حضرت علیؓ کی وصیت:

ابن ملجم کو گرفتار کر کے حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ اگر اس زخم میں میں انتقال کر جاؤں تو اسے قصاص کے طور پر قتل کر دینا اور اگر میں صحت یاب ہو گیا تو میں خود جو مناسب سمجھوں گا کروں

گا۔ اس کے ساتھ آپ ؓ نے بنو عبد المطلب کو وصیت کی کہ میرے قتل کو مسلمانوں کے خون بہانے کا ذریعہ نہ بنانا اور صرف اس شخص کو جو میرا قاتل ہے اسے قصاص میں قتل کر دینا۔ پھر آپ ؓ اپنے بیٹے حضرت حسن ؓ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اگر میں زخم کی تاب نہ لا کر انتقال کر جاؤں تو میرے قاتل کو ایک ہی وار سے قتل کرنا اس کا مثلہ نہ بنانا۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے مُثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ، ج ۳ ص ۲۳۸)

تاریخ طبری میں حضرت علی ؓ کی وصیت کے الفاظ اس طرح لکھے ہیں:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ وصیت ہے جو علی بن ابی طالب ؓ نے کی وہ اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول (ﷺ) ہیں۔ جنہیں اللہ نے ہدایت اور دینِ حق دے کر مبعوث کیا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیں خواہ یہ بات مشرکوں کو بُری کیوں نہ معلوم ہو۔ یقیناً میری نماز، میری قربانی اور میری زندگی اور موت سب کچھ اللہ رب العٰلمین کی ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبردار لوگوں میں سے ہوں۔

اے حسن ؓ! میں تمہیں اور اپنی تمام اولاد اور اپنے تمام گھر والوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا پروردگار ہے۔ اور اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم حالتِ اسلام میں دنیا سے رخصت ہونا۔ تم سب مل کر اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں متفرق نہ ہو جاؤ کیونکہ میں نے ابو القاسم ﷺ سے سنا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے تعلق رکھنا ان کی اصلاح کرنا نفل نمازوں سے بہتر ہے۔ تم اپنے تمام رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ اس سے اللہ تم سے حساب آسان فرمائے گا۔ یتیموں کے معاملات میں اللہ سے ڈرنا، نہ تو ان کو اتنا موقع دینا کہ وہ اپنی زبان سے تم سے طلب کریں اور نہ ہی تمہاری موجودگی میں پریشانی میں مبتلا ہوں۔ پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تمہارے نبی ﷺ کی نصیحت ہے۔ ہمیشہ پڑوسیوں کے حقوق کی وصیت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ہمیں یہ خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں حضور ﷺ پڑوسیوں کو وارث نہ بنا دیں۔ قرآن کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو کہیں قرآن کے بارے میں عمل کرنے میں اغیار تم پر سبقت نہ لے جائیں۔ نماز

کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ تم اپنے رب کے گھر کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور جب تک زندہ رہو اسے خالی نہ چھوڑو۔ کیونکہ اگر اسے خالی چھوڑا گیا تو پھر وہاں کوئی نظر نہیں آئے گا۔ اور جہاد کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اور اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو۔ زکوۃ کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ پروردگار کے غصہ کو بجھاتی ہے۔ اپنے نبی ﷺ کی ذمہ داری کے لئے بھی اللہ سے ڈرو تمہارے موجود ہوتے ہوئے کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ اپنے نبی ﷺ کے صحابہ ؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں وصیت فرمائی ہے۔ فقراء اور مساکین کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور انہیں اپنے کھانوں میں شریک کرو۔ اپنے غلاموں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو۔ نماز ادا کرو، دین کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کا خوف مت کرنا اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے گا اور تمہارے خلاف بغاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہوگا۔ لوگوں سے نیک بات کہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو لازمی پکڑو اور اسے ہرگز ترک مت کرو۔ اور اگر تم ترک کردو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر بُرے لوگوں کو حاکم بنا دیں گے۔ پھر تم دعا کرو گے اس وقت تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔ صلہ رحمی کرو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ جنگ میں پشت دکھانے، قطع رحمی اور تفرقہ بازی سے احتراز کرو۔ نیکی اور تقویٰ کے معاملہ میں ایک دوسرے کی اعانت کرو۔ نافرمانی اور سرکشی میں کسی کی اعانت مت کرو۔ اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اور میرے اہل بیت کی حفاظت کرے جیسا کہ تمہارے نبی ﷺ نے کی۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں، تم پر سلام اور اللہ کے رحمتیں بھیجتا ہوں۔

عقبہ بن ابوصہبا سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن ؓ اپنے والد کو اس طرح زخمی حالت میں دیکھ کر رونے لگے۔ تو حضرت علی ؓ نے پوچھا! اے میرے بیٹے! تجھے کس چیز نے رلایا؟ حضرت حسن ؓ نے فرمایا کہ میں کیوں نہ روؤں کہ لگتا ہے کہ آپ ؓ دنیا کے آخری اور آخرت کے پہلے دن میں ہیں۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ چار باتوں کو یاد کرلو یہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گی جب تک تم ان پر عمل کرتے رہو گے۔ اس کے بعد فرمایا! تمام دولت میں سب سے زیادہ بے پرواہ کرنے والی دولت عقل ہے اور سب سے بڑی محتاجی حماقت ہے۔ سب سے زیادہ وحشت کی چیز خود بینی ہے اور سب سے بڑے کرم کی چیز اچھے اخلاق ہیں۔ اس کے بعد حضرت علی ؓ نے فرمایا! اپنے آپ کو احمق کی دوستی سے بچانا وہ تیرے ساتھ نفع کا ارادہ

کرے گا اور تجھے نقصان پہنچا دے گا۔ اپنے آپ کو جھوٹوں کی دوستی سے بچانا جھوٹا دور کے لوگوں کو تجھ سے قریب کر دے گا اور قریب کے لوگوں کو تجھ سے دور کر دے گا۔ اپنے آپ کو بخیل کی دوستی سے بچانا اس لئے کہ بخیل تجھ سے اس چیز کو دور کر دے گا جس کا تو زیادہ محتاج ہے اور اپنے آپ کو فاسق و فاجر کی صحبت سے بچانا اس لئے کہ وہ تجھے معمولی چیز کے بدلے میں بیچ دے گا۔ (ابن عساکر ۔ کذافی الکنز)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت علیؓ زخمی حالت میں تھے تو حضرت جندب بن عبداللہؓ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین! کیا آپؓ کے بعد ہم حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ اس بارے میں میں کچھ نہیں کہنا چاہتا تم لوگ اس معاملہ کو خود ہی طے کرنا۔ اس کے بعد آپؓ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلا کے نہایت مفید نصیحتیں اور ہدایتیں کیں۔ آپؓ نے فرمایا! میں تمہیں پروردگارِ عالم کا تقویٰ اختیار کرنے اور دنیا میں مبتلا نہ ہونے کی وصیت کرتا ہوں۔ تم کسی شے کے حصول کی ناکامی پر افسوس نہ کرنا۔ ہمیشہ حق بات کہنا، یتیموں پر رحم کرنا، مظلوموں کی مدد کرنا۔ ظالم کی مخالفت کرنا اور بے کس کی حمایت کرنا۔ قرآنِ حکیم پر عمل کرنا اور پروردگار کے حکم کی تعمیل میں ملامت کرنے والے کی ملامت سے بالکل نہ ڈرنا۔ اپنے تیسرے بیٹے محمد بن علی (حنفیہ) کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی۔

اس کے بعد حضرت محمد بن علی (حنفیہ) کو مخاطب کر کے فرمایا! میں تمہیں بھی ایسی ہی باتوں کی وصیت کرتا ہوں تم دونوں بھائیوں کی تعظیم اور توقیر کرنا تم پر ان کا حق زیادہ ہے۔ ان کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کرنا۔ (طبری)

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے زبانِ مبارک سے آخری الفاظ جو ادا ہوئے وہ سورۃ الزلزال آیت ۷ اور ۸ تھے۔

فَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡراً يَرَهُۥ Oوَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُۥ O

تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔۷۔ اور جس نے ذرہ بھی بُرائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔۸۔

ابن ملجم نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار کا ایسا شدید زخم لگایا تھا کہ اس زہر کا اثر بہت تیزی سے آپؓ کے تمام بدن تک پھیل گیا۔ ابن ملجم نے کہا کہ میں نے (حضرت) علی پر ایسا وار کیا ہے کہ اگر وہ پورے شہر پر پڑتا تو سب مر جاتے۔ واللہ! میں نے اپنی تلوار کو ایک مہینہ تک زہر میں بجھا کر رکھا۔ ایک ہزار میں تلوار خریدی اور ایک ہزار اس کو زہر آلود کرنے میں خرچ

کئے تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ ؓ اسی رات انتقال کر گئے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ چند دن بعد آپ ؓ کا وصال ہوا۔ مختلف روایات میں ۱۷، ۱۹، ۲۰، ۲۱ یا ۲۳ رمضان المبارک ۴۰ھ کہا جاتا ہے۔ شہادت کے وقت جمعہ کا دن تھا اور سحر کا وقت تھا۔ شہادت کے وقت آپ ؓ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔ بعض روایات میں ۵۷، ۵۸، ۶۴ اور ۶۵ سال بھی بتائی جاتی ہے۔ آپ ؓ کی خلافت کی مدت چار سال نو ماہ ہے۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن ؓ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ نے آپ کو غسل دیا۔ تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جس میں قمیص نہیں تھی۔ حضرت حسن ؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت علی ؓ کو کوفہ سے سترہ کلومیٹر دور دارالامارہ میں دفن کیا گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ کوفہ کی مسجد میں دفن کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی ؓ کے جسد مبارک کو خارجیوں کے خطرہ کی وجہ سے کہ کہیں وہ ان کی قبر کی بے حرمتی نہ کریں وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علی ؓ کا جسدِ مبارک تابوت میں رکھ کر مدینہ منورہ لے جایا جا رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے قریب دفن کیا جائے۔ لیکن راستے میں وہ اونٹ جس پر جسدِ مبارک رکھا ہوا تھا اچانک بھاگ گیا اور پھر اس کا پتہ نہ چل سکا کہ کہاں گیا۔ اسی ضمن میں ایک اور روایت میں لکھا ہے کہ وہ اونٹ بنو طے کی سرزمین میں لوگوں کو مل گیا اور لوگوں نے مل کر تابوت کو وہیں دفن کر دیا۔ غرض آج تک اتنے بڑے اور عظیم الشان شخص کی قبر کا صحیح حال کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کہاں ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

حضرت امام حسن ؓ کا خطبہ:

ہبیرہ بن بریم سے مروی ہے کہ میں نے حضرت حسن بن علی ؓ کو دیکھا کہ انہوں نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ سنایا اور کہا کہ اے لوگو! کل ایک ایسا شخص تم سے جدا ہو گیا کہ نہ اولین اس سے آگے بڑھے اور نہ آخرین اسے پائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ ان کو جنگ میں بھیجتے تھے اور انہیں جھنڈا دیتے تھے۔ وہ اس وقت تک واپس نہیں جاتے تھے جب تک کہ اللہ اسے فتح نہیں دے دیتا تھا۔ انہوں نے نہ کوئی چاندی چھوڑی نہ سونا، سوائے سات سو درہم کے جو بچ گئے جن سے ان کا ارادہ غلام خرید کر آزاد کرنا تھا۔

عمرو بن الاصم سے روایت ہے کہ حسن بن علی ؓ سے کہا گیا جو اس وقت عمرو بن حریث کے مکان میں تھے کہ ابوالحسن (حضرت علی ؓ) کے بارے میں شیعوں میں سے کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ علی ؓ دابۃ الارض تھے اور قیامت سے قبل پھر بھیجے

جائیں گے۔ تو وہ ہنسے اور کہا کہ سبحان اللہ! اگر ہمیں اس کا علم ہوتا تو نہ ہم ان کی عورتوں کا نکاح کرتے اور نہ باہم ان کی میراث تقسیم کرتے۔ وہ جھوٹے ہیں۔ یہ لوگ ان کے شیعہ نہیں ہیں، یہ لوگ ان کے دشمن ہیں۔

(طبقات ابن سعد)

ایک اور موقع پر حضرت حسن بن علیؓ نے فرمایا!

آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت علیؓ تک خلافت پہنچی تو آپس میں تلواریں میانوں سے نکل آئیں اور یہ معاملہ طے نہ ہوسکا۔ اب میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ نبوت اور خلافت ہمارے خاندان میں جمع نہیں ہوسکتی۔

بد بخت ترین قاتل:

عبید اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے علیؓ سے فرمایا! اے علیؓ! اگلوں اور پچھلوں میں بد بخت ترین شخص کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتا ہے۔ فرمایا کہ اگلوں کا سب سے بد بخت حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے ہاتھ پاؤں کاٹنے والا تھا، (جس کا نام قیدار بن سالف تھا) اور پچھلوں میں بد بخت ترین وہ ہوگا جو تمہارے نیزہ مارے گا، اور آپ ﷺ نے اس مقام کی طرف اشارہ کیا۔

ام جعفر سریہ علیؓ سے مروی ہے کہ میں علیؓ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی کہ یکا یک انہوں نے اپنا سر اٹھایا، پھر اپنی ڈاڑھی پکڑ کر اسے ناک تک بلند کیا کہ " تیرے لئے خوشی ہے کہ تو ضرور ضرور خون میں رنگی جائے گی۔ پھر جمعہ کے دن ان پر حملہ کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد)

سیدالشہداءسیدنا امیر حمزہ ؓ

سیدالشہداءسیدنا حمزہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے چچا، خالہ زاد بھائی اور رضاعی بھائی تھے۔ آپ بہترین شہ سوار، شمشیرزن، اور تیرانداز تھے۔ آپ شکار کے بہت شوقین تھے۔

رسول اللہ (ﷺ) کو ایذا پہنچانے کا کوئی موقع کفارِ مکہ اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ابوجہل کوہ صفا کے پاس رسول اللہ (ﷺ) کے قریب سے گزرا تو اس نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بُرا بھلا کہا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) خاموش رہے اسے کچھ جواب نہ دیا۔ اس کے بعد اس نے ایک پتھر اٹھا کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے سر پر دے مارا جس سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو چوٹ آئی اور خون نکل آیا پھر وہ خانہ کعبہ کے پاس قریش کی مجلس میں جا بیٹھا۔

عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی کوہ صفا پر واقع اپنے مکان سے سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ حضرت حمزہ ؓ کمان حمائل شکار سے واپس آئے تو اس لونڈی نے ان سے ابوجہل کی ساری حرکت بیان کی، حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غصے سے بھڑک اٹھے یہ قریش کے سب سے طاقتور اور مضبوط جوان تھے۔ سارا قصہ سننے کے بعد سیدھے ابوجہل کے پاس پہنچے اور ابوجہل کو مخاطب کرتے ہوئے بولے۔ اوسرین پر خوشبو لگانے والے بزدل! تو نے میرے بھتیجے کو گالیاں دی ہیں اور مارا ہے حالانکہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں۔ اس کے بعد کمان اس زور سے اس کے سر پر ماری کہ بری طرح زخمی کر دیا۔ اس پر ابوجہل کے قبیلے بنومخزوم اور حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قبیلے بنو ہاشم کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف بھڑک اٹھے، لیکن ابوجہل نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کر دیا کہ ابوعمارہ کو جانے دو میں نے واقعی اس کے بھتیجے کے ساتھ زیادتی کی تھی۔

حضرت حمزہ ؓ ابوجہل کی خبر لینے کے بعد رسول اللہ (ﷺ) کے پاس پہنچے اور کہا! بھتیجے! تم یہ سن کر خوش ہو گے کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا۔ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا! چچا میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ ہاں اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ یہ سن کر حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسلمان ہونے والوں میں انتالیس نمبر (39) پر ہیں۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کی کمزور جماعت کو ایک طاقت نصیب ہوگئی۔ اس وقت رسول اللہ (ﷺ) دارالارقم میں تشریف رکھتے تھے۔ کفارِ مکہ جو مسلمانوں اور رسول اللہ (ﷺ) کی شان میں گستاخیاں کرنے میں بہت بے باک ہو گئے تھے۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مسلمان ہونے سے کچھ محتاط ہو گئے۔

جنگ بدر میں حضرت امیر حمزہ ؓ اور حضرت علی مرتضیٰ ؓ نے کفار کے دو بڑے سردار بھائی عتبہ اور شیبہ اور ان کا باپ ولید کو جہنم رسید کیا تھا۔ ۳ھ غزوہ احد میں مشرکین مکہ نے غزوہ بدر میں شکست کا انتقام لینے کے لئے مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی تھی جن کا مقابلہ احد میں ہوا۔

ایک غلام (وحشی) جس کو حضرت امیر حمزہ ؓ کو قتل کرنے کے لئے انعام کی لالچ دی گئی تھی اس کی نظریں حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تعاقب کر رہی تھیں آخر اس نے دیکھا کہ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اونٹ پر سوار لوگوں کے بیچ میں گھس کر ان کا صفایا کر رہے ہیں ان کے سامنے کوئی ٹک نہیں پا رہا تھا، وحشی ان کے قتل کی تیاری کر رہا تھا کبھی درخت اور کبھی پتھر کی اوٹ میں چھپ کر ان کے قریب آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ وحشی نے دیکھا کہ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سباح بن عبدالعزیٰ کو قتل کر رہے ہیں تو وحشی نے اپنا نیزہ تولا اور ان کی طرف اچھال دیا جو ان کو لگا اور آر پار ہو گیا۔ انہوں نے وحشی کی طرف بڑھنا چاہا لیکن گر پڑے۔ وحشی ان کو دور سے دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد وحشی قریب گیا اور اپنا نیزا نکال کر لشکر میں واپس چلا گیا اس کو ان سوا کسی سے کوئی سروکار نہ تھا، اس نے انہیں صرف اس لئے قتل کیا تھا کہ آزاد ہو جاؤں گا، چنانچہ جب وہ مکہ آیا تو اس کو آزادی مل گئی۔ ہند (ابوسفیان کی بیوی، عتبہ کی بیٹی، شیبہ کی بھتیجی اور ولید کی بہن تھی) موقعہ پا کر حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لاش کے پاس آئی اور ان کی ناک کان کاٹ دئے اور آنکھیں نکال دیں سینہ چاک کر کے جگر کاٹ کر نکالا اور اس کو دانتوں سے چبایا مگر نگل نہ سکی اگل دیا۔ اسی لئے جگر خور مشہور ہوئی۔

حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی والدہ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ عبدالمطلب حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سگی بہن تھیں، جب وہ لاش دیکھنے آئیں تو حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو لاش دیکھنے سے روک دیا انہوں نے منع کیا تو حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ ان کی لاش کا مثلہ کیا گیا ہے میں نوحہ کرنے نہیں آئی میں صبر کروں گی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کروں گی۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ سن کر ان کو دیکھنے کی اجازت دے دی انہوں نے اپنے بھائی کی لاش اور ان کے جگر کے ٹکڑے زمین پر بکھرے ہوئے دیکھے پھر انہوں نے کہا!

"انا للّٰہ وانا الیہ راجعون"

حضرت زید بن حارثہ ؓ

رسول کریم ﷺ حضرت زید بن حارثہ ؓ سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ حضرت زید ؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اپنے والدین کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا۔

آنحضرت ﷺ نے شاہ بصریٰ کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے ایک خط دے کر حضرت حارث بن عمیر ؓ کو بھیجا۔ حضرت حارث بن عمیر ؓ خط لے کر اردن کے مشرقی جانب موتہ کے مقام پر پہنچے تو امیر غسان شرجیل بن عمرو نے آپ ؓ کو گرفتار کر کے قتل کروا دیا۔ جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچے تو آپ ﷺ کو بے حد صدمہ ہوا۔ آپ ﷺ نے تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر تیار کر کے موتہ کی طرف روانہ کیا۔ اس کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ ؓ کو بنایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر زید ؓ شہید ہو جائیں تو لشکر کی قیادت جعفر بن ابو طالب ؓ کریں گے۔ اور اگر جعفر ؓ بھی شہید ہو جائیں تو لشکر کی قیادت عبداللہ بن رواحہ ؓ کریں گے اور اگر عبداللہ بن رواحہ ؓ بھی شہید ہو جائیں تو مجاہدین اسلام اپنے میں سے جسے بہتر سمجھیں اپنا قائد بنالیں۔

لشکر اسلام اللہ تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہوا۔ اردن کے مشرقی جانب " معان " کے مقام پر پہنچا تو روم کا بادشاہ ایک لاکھ کی فوج لے کر میدان میں آ گیا۔ ان کے ساتھ مشرکین عرب میں سے ایک لاکھ افراد اور شامل ہو گئے۔ دو لاکھ کی فوج مسلمانوں کے مقابلہ پر آ گئی۔ مسلمانوں نے دو راتیں معان میں مسلسل صلح مشورہ میں گزاریں اور جنگی نقطہ نظر سے منصوبہ بندی کی۔ کچھ مجاہدین کا خیال تھا کہ دشمن کی تعداد سے متعلق رسول اللہ ﷺ کو مطلع کیا جائے اور آپ ﷺ کے حکم کا انتظار کیا جائے۔ کچھ مجاہدین کا خیال تھا کہ ہم نے کبھی بھی تعداد کی بنیاد پر جنگ نہیں کی ہے، نہ قوت اور کثرت پر دشمنوں سے مقابلہ کیا ہے۔ ہم نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ اور دین کی سربلندی کے لئے جنگ کی ہے چاہے غازی ہوئے یا شہید۔

مقام " موتہ " پر دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں۔ مسلمانوں کا لشکر تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا اور ان کے مقابلہ میں رومیوں کی دو لاکھ کی فوج تھی۔ اس جنگ میں مسلمان ایسے لڑے کہ رومیوں کے چھکے چھڑا دئے اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کی دھاگ بیٹھ گئی۔

رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ جھنڈے کی حفاظت کے لئے حضرت زید بن حارثہ ؓ نے بڑی جوانمردی اور دلیری سے جنگ کی اور دشمن کی تلواروں اور نیزوں سے شدید زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔ ان کے بعد جھنڈا حضرت جعفر بن ابو طالب ؓ

نے اٹھالیا اور اس کی حفاظت کرتے رہے، یہاں تک ان کے بازو کٹ گئے اور انہوں نے بھی جام شہادت نوش کرلیا۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ آگے بڑھے اور جھنڈا تھام کے اسے بلند کیا اور بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی اللہ کی راہ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد جھنڈا حضرت خالد بن ولید ؓ نے سنبھال لیا۔ آپ نئے نئے اسلام میں حلقہ بگوش ہوئے تھے لیکن آپ ایک ماہر جنگجو تھے۔ آپ نے اپنے تجربہ کے مطابق ایسی جنگی تدبیر اختیار کی جس کی وجہ سے مسلمان شکست دے محفوظ ہو گئے اور انہوں نے باقی ماندہ لشکر کو دشمن کے شدید حملوں سے بچالیا۔

جب جنگ موتہ کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی اور لشکر اسلام کے تین سپہ سالاروں کی شہادت کا علم ہوا تو رسول اللہ ﷺ اتنے غمگین ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ آپ خبر سنتے ہی فوراً تعزیت کے لئے ان کے اہل خانہ کے پاس گئے۔

(السیرۃ النبویہ۔ابن ہشام)

حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ و عبداللہ بن رواحہ ؓ

حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ رسول اللہ کے چچازاد بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ سے بہت مشابہت بھی رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت جعفر ؓ اور ان کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس ؓ بالکل شروع میں مسلمان ہوگئے تھے۔ آپ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے اس وقت رسول اللہ ﷺ دارالارقم میں سکونت پذیر نہیں ہوئے تھے۔ آپ کو حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے اسلام کی دعوت دی جسے آپ نے قبول کیا۔ ابتدائی دنوں میں جن مسلمانوں نے جن سخت مصائب کا سامنا کیا ان میں آپ ؓ بھی شامل تھے۔ ہجرت حبشہ کا حکم ملتے ہی آپ ؓ نے اپنی بیوی حضرت اسماء بن عمیس ؓ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کر لی تھی۔ آپؓ نے نجاشی بادشاہ کے سامنے بڑی فصاحت اور بلاغت سے اسلام کا تعارف پیش کیا جس کی وجہ سے نجاشی بادشاہ بہت متاثر ہوا اور ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ اور ان کی اہلیہ چودھا سال تک حبشہ میں عزت، وقار، سکون واطمینان سے رہے، حبشہ میں آپ ؓ کے بیٹے عبداللہ بن جعفر ؓ کی پیدائش ہوئی۔

حضرت مصعب بن زبیر ؓ روایت کرتے ہیں کہ حبشہ کے حکمران نجاشی کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس سے چند دن پہلے حضرت اسماء بن عمیس ؓ کے ہاں بیٹا عبداللہ بن جعفر پیدا ہو چکے تھے۔ بادشاہ نجاشی نے حضرت جعفر بن ابو طالب ؓ کو پیغام بھیجا کہ آپ نے اپنے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے۔ انہوں نے کہا! عبداللہ۔ نجاشی نے بھی اپنے بیٹے کا نام عبداللہ رکھ لیا۔ حضرت اسماء ؓ نے اس بچہ کو گود لے لیا اور پوری مدت اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ اسے بھی دودھ پلایا۔ اس بنا پر حضرت اسماء ؓ کا ان کے ہاں بہت بلند مقام ومرتبہ ہوگیا تھا۔ حبشہ میں جو بھی مسلمان ہوتا وہ اس کی اطلاع حضرت اسماء ؓ کو ضرور دیتا۔

(نسب قریش)

۷ ھ کو آپ ؓ نے حبشہ کو خیر آباد کہا اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے آگئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ خیبر فتح کر کے لوٹ رہے تھے۔ آپ ﷺ حضرت جعفر کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا! آج معلوم نہیں مجھے دونوں میں سے کس بات کی زیادہ خوشی ہے، خیبر کی فتح کی یا جعفر ؓ کے آنے کی۔

حضرت جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ منورہ آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے شام کی سرزمین کی طرف رومیوں سے لڑنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا اور حضرت زید بن حارثہ ؓ کو اس کا سپہ سالار بنایا اور فرمایا! اگر زید بن حارثہ ؓ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب ؓ کا امیر مقرر کرنا اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت

عبداللہ بن رواحہ ؓ کو امیر بنالینا اور اگر عبداللہ بن رواحہ ؓ بھی شہید ہو جائیں تو جسے چاہے امیر بنالینا۔

جب یہ مسلمان " موتہ " نامی بستی میں پہنچے، یہ بستی شام کے بالائی علاقے اردن میں واقعہ تھی۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ رومیوں کی ایک لاکھ فوج وہاں پڑاؤ ڈالے بیٹھی ہے اور تقریباً ایک لاکھ عرب کے لوگ جن کا تعلق بنولخم، جذام اور قضاعہ قبائل سے تھا عیسائیوں کی مدد کے لئے میدان میں موجود ہیں۔ مسلمانوں کا لشکر تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔

جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آگئیں تو جنگ شروع ہوگئی۔ گھمسان کی جنگ ہوئی، سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ ؓ دشمن پر حملہ آور ہوئے اور بہت سے کفار کو تہ تیغ کر کے خود شہید ہوگئے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لپک کر جھنڈا اٹھالیا۔ اسے بلند رکھا۔ حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گھوڑے پر سوار تھے، دشمن نے آپ ؓ کے بازو پر اتنی زور سے وار کیا کہ بازو کٹ کر گر گیا۔ آپ ؓ نے جھنڈا دوسرے بازو میں لے لیا۔ دشمن نے دوسرے بازو پر بھی وار کر کے اسے کاٹ دیا تو آپ ؓ نے جھنڈا سینے سے لگا کر باقی بازوؤں سے سنبھال کر اونچا رکھا۔ یہاں تک کہ دشمن نے اتنی زور سے آپ پر وار کیا کہ آپ کے دو ٹکڑے ہوگئے اور آپ ؓ بھی شہید ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں بازوؤں کے بدلے میں جنت میں دو بازو (پَر) عطا کئے جس کے ذریعے وہ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اس لئے ان کا لقب جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور جعفر الجناحین پڑ گیا (طیار کے معنی اڑنے والا اور ذولجناحین کے معنی دو بازوؤں والا)۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جنگ موتہ کے روز حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جبکہ وہ شہید ہو چکے تھے کھڑے ہو کر ان کے جسم پر نیزے اور تلوار کے پچاس زخم شمار کئے ان میں سے کوئی بھی زخم پیچھے نہیں لگا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے جسم پر نوے زخم تھے۔

حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) علم تھام کر گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں اترے تھوڑی دیر تک دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے بالآخر آپ ؓ بھی شہید ہوگئے۔ اس موقع پر قبیلہ بنو عجلان کے ثابت بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نامی صحابی نے جھنڈا اٹھالیا اور فرمایا مسلمانوں اپنے کسی آدمی کو سپہ سالار بنالو۔ لوگوں نے کہا کہ آپ ؓ ہی بن جائیں تو انہوں نے کہا کہ میں یہ کام انجام نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سپہ سالار منتخب کیا۔ یہ آپ ؓ کے اسلام لانے کے بعد پہلا موقعہ تھا کہ آپ ؓ مسلمانوں کی طرف سے جنگ لڑ رہے تھے۔ آپ ؓ نے جھنڈا اٹھانے کے بعد بھرپور طریقے سے دشمن پر حملہ کر دیا۔

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ جنگ موتہ کے موقعہ پر میری نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ پھر میرے پاس صرف ایک یمنی بانا (یعنی چھوٹی تلوار) رہ گئی۔ (صحیح بخاری)

مدینہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جنگ موتہ کے دن جبکہ میدان سے کسی قسم کی اطلاع نہیں آئی تھی۔ وحی کے ذریعہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! جھنڈا حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لیا اور شہید کر دئے گئے، پھر جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لیا وہ شہید کر دئے گئے، پھر حضرت ابن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لیا وہ بھی شہید کر دئے گئے۔ اس دوران آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی انکھوں میں آنسو تھے۔ یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لے لیا اور ایسی جنگ لڑی کہ اللہ نے ان پر فتح دی۔ اس وقت سے حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سیف اللہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔ (صحیح بخاری)

لشکر روانہ ہونے کے چند دنوں کے بعد رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ خیر کرے، کیا میں تمہیں لشکر کے بارے میں وہ خبر نہ بتاؤں جو مجھے وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہے۔

ہوا یہ کہ مجاہدین روانہ ہوئے، دشمن کے ساتھ ان کا مقابلہ ہوا۔ امیر لشکر زید بن حارثہ ؓ دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کے حق میں مغفرت کی دعا کرو، تو لوگوں نے ان کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ اس کے بعد لشکر اسلام کا جھنڈا جعفر بن ابی طالب ؓ نے اٹھا لیا۔ وہ بھی دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ ان کے حق میں بھی مغفرت کی دعا کرو، تو لوگوں نے ان کے لئے بھی مغفرت کی دعا کی۔ اس کے بعد اسلام کا جھنڈا عبداللہ بن رواحہ ؓ نے تھام لیا۔ انہوں نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا اور وہ بھی داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کے حق میں بھی دعائے مغفرت کرو، لوگوں نے ان کے حق میں بھی دعائے مغفرت کی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس کے بعد لشکر اسلام کا جھنڈا خالد بن ولید ؓ نے تھام لیا اور وہ امیر بن گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک کی دو انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائیں اور فرمایا!

﴿ اَللّٰھُمَّ ھُوَ سَیفٌ مِّنۡ سُیُوۡفِ اللّٰہِ ﴾

الٰہی! وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

" فَانۡتَصِرۡبِہٖ "

تو اس کے ذریعہ اسلام کی مدد فرما

اس دن سے حضرت خالد بن ولیدؓ کا نام ''سیف اللہ'' مشہور ہو گیا۔ (مسند احمد، سنن نسائی)

حضرت اسماء بنت عمیسؓ بیان کرتی ہیں کہ جب جعفرؓ اور ان کے ساتھی شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے۔

میں چمڑے کی کھالوں کو رنگ چکی تھی، آٹا گوندھ لیا تھا، بچوں کو نہلا دھلا کر ان کے سروں پر تیل لگا چکی تھی اور انہیں صاف ستھرے کپڑے پہنا دئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جعفرؓ کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔

میں تمام بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئی تو آپ نے انہیں پیار کیا۔ میں نے دیکھا کی آپ ﷺ کے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں گھبرا گئی۔ میں نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، خیر تو ہے۔ کیا آپ ﷺ کو جعفر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی خبر پہنچی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں! آج وہ سب شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ یہ بات سنتے ہی میرے اوسان خطا ہو گئے۔ میں آہ وزاری کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ میرے رونے کی آواز سن کر عورتیں میرے گھر میں اکٹھی ہونے لگیں۔

رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر گئے اور اہل خانہ کو ارشاد فرمایا! آج جعفرؓ کے گھر والوں کو فراموش نہ کرنا، ان کے لئے کھانا تیار کرو، وہ اپنے سربراہ کے غم میں مبتلا ہیں۔ (مسند احمد، سنن ابوداؤد)

حضرت انس بن نضر ؓ

حضرت انس بن نضر ؓ ایک صحابی تھے جو غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ جس بات کا انہیں بہت دکھ تھا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کیا کرتے تھے کہ اسلام کی پہلی لڑائی ہوئی اور میں اس میں شریک نہ ہو سکا۔ ان کی تمنا تھی کہ اگر دوسری لڑائی ہوئی تو میں اپنی جان کی بازی لگا دوں گا۔ اتفاق سے احد کا معرکہ پیش آ گیا۔ آپ اس میں بڑی دلیری اور بہادری سے شریک ہوئے۔ احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو شروع میں ہی فتح حاصل ہوگئی تھی لیکن چند افراد کی غلطی کی وجہ سے لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں کو بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ غلطی یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ افراد کو ایک خاص جگہ پر مقرر کیا تھا اور ان کو بہت تاکید کر دی تھی کہ جب تک میں نہ کہوں اس جگہ سے ہٹنا نہیں ہے۔ وہاں سے دشمن کے حملے کا شدید اندیشہ تھا۔ جب مسلمانوں کو فتح ہوئی اور کافروں کو بھاگتا ہوا دیکھ کر یہ لوگ یہ سمجھے کے جنگ ختم ہوگئی ہے اور اب لوگ مال غنیمت جمع کر رہے ہیں اور بھاگتے ہوئے دشمن کا پیچھا کر رہے ہیں۔ انہوں نے نے سوچا کہ اب ہمیں بھی مال غنیمت جمع کرنا چاہئے اور یہ لوگ بھی اپنی جگہ سے ہٹنے لگے تو ان کے سردار نے ان کو منع کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا تھا کہ اس جگہ کو کسی حالت میں میرے حکم کے بغیر نہیں چھوڑنا لیکن وہ نہیں مانے اور وہ مورچہ چھوڑ کر مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہوگئے۔ دور بیٹھے خالد بن ولید جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، انہوں نے وہ مورچہ خالی دیکھا تو انہوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ پچاس میں سے دس افراد نے مورچہ نہیں چھوڑا تھا ان پر حملہ کر کے ان سب کو شہید کر دیا۔ ان کو دیکھ کر بھاگتے ہوئے کافر واپس لوٹ آئے اور ان سب نے مل کر میدان جنگ میں مال غنیمت لوٹنے والوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر مسلمانوں نے گھبرا کر ادھر ادھر بھاگنا شروع کر دیا، رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی صرف چند صحابہ رہ گئے تھے۔ جب حضرت انس بن نضر ؓ نے یہ حال دیکھا تو میدان جنگ کی طرف بھاگے اور ایک صحابی سے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے جنت کی خوشبو احد کے پہاڑ سے آ رہی ہے، یہ کہہ کر تلوار ہاتھ میں لے کر کافروں کے ہجوم میں گھس گئے اور جب تک شہید نہیں ہوئے وہاں سے نہیں نکلے۔ شہادت کے بعد جب ان کے بدن پر دیکھا تو پورا بدن زخموں اور تیروں کے نشانات سے چھلنی تھا۔ آپ کی بہن نے آپ کو آپ کی انگلیوں کی پوروں کو دیکھ کر پہچانا۔

جو لوگ خاص اور سچی طلب کے ساتھ اللہ کے لئے جہاد کرتے ہیں ان کو دنیا میں ہی جنت کا مزا آنے لگتا ہے۔

حضرت انس ؓ زندگی میں ہی جنت کی خوشبو سونگھ رہے تھے۔ اگر آدمی میں اخلاص ہو تو دنیا میں ہی جنت کا مزا آ جاتا ہے۔

حضرت ثابت بن قیس ؓ

حضرت ثابت بن قیس ؓ بنوخزرج کے ہر دل عزیز سردار تھے اور یثرب کی گنی چنی شخصیات میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ فصیح البیان، حاضر جواب اور بہترین مقرر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو خطیب کا لقب عطا کیا تھا۔ آپ ؓ نے حضرت مصعب بن عمیر ؓ کی ترغیب پر اسلام قبول کیا تھا۔

حضرت ثابت بن قیس ؓ نے غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی اور بہادری اور مہارت کے جوہر دکھائے۔

رسول کریم ﷺ کی وفات کو ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ مرتدین کا فتنہ شروع ہو گیا اور پورے کے پورے قبائل اسلام سے باغی ہو گئے۔ اس فتنہ کا فوری تدارک انتہائی ضروری تھا۔ وقت کا تقاضا تھا کہ اس فتنہ سے سختی سے نمٹا جائے۔ مدینہ منورہ کی جنگی، نفسیاتی اور معاشرتی لحاظ سے قوت میں اضافہ کیا جائے۔ ان میں ایسے قبائل بھی شامل تھے جن میں نبوت کے جھوٹے دعویدار پیدا ہو گئے تھے۔ اس نازک حالات میں خلیفہ الرسول حضرت ابوبکر ؓ کی ایمان کی مضبوطی، استقامت، اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ و اعتماد، بہادری اور مردانگی کام آئی۔ اس مشکل وقت میں رسول کریم ﷺ کے بعد کسی شخص نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے زیادہ جہاد پر آمادہ کوئی نہ دیکھا ہوگا۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے مرتدین کی سرکوبی کے لئے فوجیں بھیجنا شروع کر دیں۔ نبوت کے جھوٹے دعوے دار مسیلمہ کذاب کی طرف فوج بھیجی کہ اس سے جنگ کریں اور اس کو عبرت ناک سزا دیں۔ اس کا تعلق بنوحنیفہ سے تھا اور اس کا قبیلہ اس کا حمایتی تھا۔ لوگوں کی بڑی تعداد کو اس نے اپنا مرید بنا کیا تھا جو اسلام سے مرتد ہو کر اس کے طرف دار بن گئے تھے۔ ۱۲ھ میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت خالد بن ولید ؓ کی سربراہی میں ایک لشکر مسیلمہ کذاب اور بنوحنیفہ کی طرف یمامہ بھیجا۔ حضرت ثابت بن قیس ؓ بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ ؓ کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا جھنڈا حضرت ثابت بن قیس ؓ اٹھائے ہوئے تھے۔

دونوں فوجوں میں خونریز جنگ ہوئی، دونوں طرف کا کافی جانی نقصان ہوا۔ پہلے مرحلہ میں مرتدین کا پلہ بھاری رہا اور وہ حضرت خالد بن ولید ؓ کے خیمہ تک میں داخل ہو گئے اور حضرت خالد بن ولید ؓ کی بیوی کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ حضرت ثابت بن قیس ؓ کو مسلمانوں کی یہ پسپائی انتہائی ناگوار لگی انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس طرح جنگ نہیں کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا! اے اللہ! میں ان مرتدین کے فتنہ اور مسلمانوں کی کارگزاری سے برأت کا اعلان

کرتا ہوں۔ پھر کہا کہ میں تب تک بات نہیں کروں گا جب تک اللہ انہیں شکست دے یا میں اللہ تعالیٰ سے جاملوں اور اپنی حجت پوری کر کے اللہ تعالیٰ سے بات کروں۔ اسی دوران حضرت عباد بن بشیر ؓ اور حضرت ابو دجانہ ؓ نے مرتدین کو بری طرح تہ تیغ کرنا شروع کر دیا تھا۔ حضرت ثابت بن قیس ؓ بھی اس گھمسان کی جنگ میں شریک ہو گئے اور اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹے، جب تک آپ نے شہادت حاصل نہیں کی۔

حضرت حنظلہ ؓ

(جنہیں فرشتوں نے غسل دیا)

ابو عامر کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا۔ یہ زمانہ جاہلیت میں مشہور راہب تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ بھی عبداللہ بن ابی کی طرح رسول اللہ ﷺ کے سخت مخالفین اور دشمنوں میں شامل ہو گیا۔ عبداللہ بن ابی نے منافقت کا لبادہ اوڑھ لیا اور ابو عامر کھل کر مخالفت کرنے لگا اور مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا۔ وہاں یہ مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا رہا اور جنگ احد میں قریش مکہ کے ساتھ آیا۔ یہ فتح مکہ کے بعد قیصر روم کے پاس چلا گیا اور وہیں اس کی موت آئی۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بیٹے جن کا نام بھی عبداللہ تھا کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور وہ سچے اور پکے صحابی بنے اسی طرح ابو عامر کے بیٹے حضرت حنظلہ ؓ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور وہ ایک مثالی مجاہد بنے اور شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔

حضرت ابو حنظلہ ؓ اپنی بیوی سے ہم بستر ہوئے کہ انہوں نے (غزوۂ احد کے لئے) جہاد کی منادی سنی ابھی وہ غسل بھی نہ کر پائے تھے کہ جہاد کے لئے نکل پڑے۔ جنگ بدر میں ابوسفیان کا ایک بیٹا حنظلہ مارا گیا تھا۔ اس جنگ میں ابوسفیان نے حضرت حنظلہ ؓ کو دیکھا تو اس کا جوش انتقام بڑھ گیا اور اس نے ان پر حملہ کر دیا۔ حضرت حنظلہ ؓ کافی دیر تک اس سے لڑتے رہے اس دوران ایک اور شخص ابوسفیان کی مدد کو پہنچ گیا اور اس طرح انہوں نے حضرت حنظلہ ؓ کو شہید کر دیا۔ جب شہداء کی لاشیں جمع کی گئیں تو حضرت حنظلہ ؓ کی لاش سے پانی ٹپک رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں فرشتوں نے غسل دیا ہے۔ ان کی بیوی سے جا کر معاملے کے بارے میں پوچھو۔ بیوی نے بتایا کہ انہیں غسل کی ضرورت تھی اور وہ فوراً جنگ میں چلے گئے تھے اور شہید ہو گئے انہیں غسل کرنے کا بھی موقعہ نہیں ملا۔ (زاد المعاد)

حضرت حارث بن ابو ہالہ ؓ

رسول اللہ ﷺ کو جب اسلام کی اعلانیہ تبلیغ کا حکم ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی!

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَأَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِينَ (94)

(سورۃ الحجر۔۹۴)

سو جو کچھ آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اس کو صاف صاف سنا دیجئے اور مشرکوں سے کنارہ کشی کر لیجئے۔

اس وقت مسلمانوں کی تعداد چالیس تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر قریش کو پکارا۔ جب مجمع اکٹھا ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا!

" یا معاشر القریش! میں تم کو اللہ کی عبادت کا پیغام دیتا ہوں بس تم اس کو قبول کر لو۔

قریش مکہ کے نزدیک یہ حرم کی بہت بڑی توہین تھی کہ کوئی ان کے بتوں کو باطل کہے اور صرف ایک اللہ کی طرف بلائے۔ اس لئے ان کو رسول اللہ ﷺ کی باتیں ناگوار گزریں۔ وہاں ایک ہنگامہ ہو گیا اور لوگ رسول اللہ ﷺ کو مارنے کے لے ان پر ٹوٹ پڑے۔

حضرت حارث ؓ حضرت خدیجہ الکبریٰ ؓ پہلے شوہر ابو ہالہ کی اولاد میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ آپ کے سوتیلے باپ تھے۔ آپ بڑے جانثار اور بہت محبت کرنے والے تھے۔ ان کو جیسے ہی یہ بات معلوم ہوا تو آپ رسول اللہ ﷺ کو بچانے کے لئے دوڑ پڑے۔ انہوں نے دیکھا کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو گھیر رکھا ہے اور (نعوذ باللہ) آپ کو شہید کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت حارث بن ابو ہالہ ؓ رسول اللہ ﷺ کو بچانے کے لئے ان کے سامنے آ گئے اور ان پر جھک گئے تا کہ دشمن کا کوئی وار رسول اللہ ﷺ کو زخمی نہ کر سکے۔ کفار کی تلواریں آپ کے جسم پر پڑنے لگیں یہاں تک کہ آپ موقعہ پر شہید ہو گئے۔ آپ اسلام کے پہلے شہید تھے۔ (اصابہ، احوال صحابہ)

حضرت ابان بن سعید قرشیؓ

آپ نے دمشق کے معرکہ میں رومیوں کے ساتھ بہادری اور جانبازی کی جو مثال قائم کی جو اس سے پہلے آپ نے کبھی بھی نہیں کی تھی۔ ان کا مقابلہ رومی جرنل توماسے ہوگیا وہ بھی بڑی بے جگری سے لڑا۔ اس کے ساتھیوں نے مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بارش کردی جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہوگئے۔ حضرت ابانؓ کو بھی ایک تیر لگا جو زہر میں بجھا ہوا تھا۔ آپ نے وہ تیر نکال کر اس زخم پر اپنا عمامہ باندھ لیا۔ لیکن زہر نے اپنا کام کرنا شروع کردیا اور آپ چکرا کر گر پڑے۔ لوگوں نے ان کو سنبھالا اور ان کے زخم کا علاج کرنا چاہا۔ جب وہ زخم پر سے عمامہ کھولنے لگے تو آپ نے منع کیا کہ اگر تم نے میرا عمامہ کھولا تو میرا دم نکل جائے گا۔ اللہ کی قسم! جو کچھ میں باری تعالیٰ سے مانگتا ہوں مجھے مل جاتا ہے۔ ابھی بھی جو کچھ میں نے مانگا ہے مجھے مل جائے گا یعنی شہادت۔

ان کے ساتھیوں نے ان کے منع کرنے کے باوجود ان کے زخم پر سے عمامہ کھولنا شروع کردیا۔ ابھی وہ پوری طرح کھو منے بھی نہیں پائے تھے کہ انہوں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور کہا!

اشهد ان لا اله الله واشهد ان محمد رسول الله ﷺ هذا ما وعد الرحمٰن و صدق المرسلين۔

(نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، یہ وہ ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا)۔

آپ نے زبان مبارک سے یہ جملے ادا ہوئے اور آپ کی روح عالم بالا کی طرف پرواز کرگئی۔

انا اللہ وانا الیہ راجعون

حضرت اصیرمؓ (عمرو بن ثابتؓ)

جنگ احد جب ختم ہوئی تو مسلمان میدان میں اپنے زخمی اور شہید تلاش کر رہے تھے۔ انصار کے ایک خاندان بنو الاشہل کے لوگ اپنے شہیدوں کو ڈھونڈ رہے تھے کہ ان کی نظر ایک زخمی پر پڑی جس میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ وہ ان کو دیکھ کر بولے ارے اصیرمؓ (عمرو بن ثابت)! یہ ادھر کیسے آگیا۔ ہم تو اسے اس حالت میں چھوڑ کر آئے تھے کہ یہ اسلام سے انکاری تھا۔ پھر انہوں نے اس سے پوچھا! تمہیں کیا چیز یہاں لے آئی۔ قومی غیرت اس کا سبب بنی یا اسلام کی

رغبت؟ انہوں نے جواب دیا کہ اسلام کی رغبت، میں اللہ اوراس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر مشرکین سے لڑتا رہا یہاں تک کہ میرا یہ حال ہوگیا جوتم دیکھ رہے ہو۔ یہ کہہ کروہ جان بحق ہو گئے۔

لوگوں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی، آپ ﷺ نے فرمایا!

هو من اهل ال جنة (وہ اہل جنت میں سے ہے)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو ایک نماز پڑھنے کا بھی موقعہ نہیں ملا۔ ایمان لاکر جہاد میں شریک ہو گیا اور اللہ کی راہ میں شہید ہوکر بہشت میں پہنچ گیا۔

حضرت خنیس بن حذافہؓ

آپ کا نام ونسب اس طرح ہے: خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوئی قرشی۔ ام المومنین حضرت حفصہؓ رسول اللہ ﷺ سے پہلے آپؓ کی زوجیت میں تھیں۔

رسول کریم ﷺ کے بیت الارقم میں پناہ لینے سے پہلے آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس طرح آپ کا شمار سابقون اولون میں تھا۔ آپ نے حبشہ کی ہجرت بھی کی اور مدینہ منورہ کی ہجرت کی سعادت بھی حاصل کی۔ مدینہ منورہ میں آپ رفاعہ بن عبد منذر کے مہمان رہے۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کی مواخات حضرت ابی عبس بن جبیر سے کرائی تھی۔

آپ نے غزوہ بدر میں بہادری کے جوہر دکھائے تھے پھر آپ نے غزوہ احد میں بھی حصہ لیا اور میدان جنگ میں زخمی ہوگئے تھے، زخم بہت شدید تھا جس کی وجہ سے آپ شہید ہو گئے۔ آپ نے ۳ھ میں وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

(سیر الصحابہ)

حضرت حبیب بن زید انصاری ؓ

جس گھرانے میں آپ ؓ نے آنکھ کھولی تھی اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا!

اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمت کی بارش ہو، اے اہل بیت! تم پر اللہ کی برکتیں نازل ہوں۔

ان کی والدہ عظیم صحابیہ حضرت ام عمارہ ؓ تھیں۔ جنہوں نے اسلام میں سب سے پہلے دفاع اسلام کی خاطر تلوار اٹھائی تھی۔ یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب کے قتل میں بھی شریک تھیں۔ ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن زید ؓ بہادر اور جانباز صحابی تھے۔ جنہوں نے غزوہ احد میں خودکو رسول اللہ ﷺ کی ڈھال بنالیا تھا جو تیر دشمنوں کی طرف سے آیا وہ اپنے سینے پر روکتے تھے۔ یہی حضرت عبداللہ بن زید ؓ مسیلمہ کذاب کے قتل میں حضرت وحشیؓ کے ساتھ تھے۔ آپ ؓ کے والد کا نام زید بن عاصم ؓ تھا، آپ ؓ نے حضور اکرم ﷺ سے بیعت عقبہ میں ملاقات کی تھی اوران خوش نصیب لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مسلمان ہوئے۔

جس وقت اسلام کا عروج ہورہا تھا۔ اسلام کی روشنی دور دور تک بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہی تھی۔ یمامہ کے حاکم ہوزہ بن علی نے رسول اللہ سے مطالبہ کیا تھا کہ اگر مجھے اپنی حکومت میں شامل کرلیں تو میں آپ کی پیروی کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا مطالبہ مسترد کردیا۔ اس کے مرنے کے بعد مسیلمہ کذاب اس کا جانشین بنا۔ اس نے رسول اللہ کو اس طرح ایک خط لکھا؛

خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے محمد رسول اللہ (ﷺ) کے نام!

مجھے آپ کی نبوت میں شریک کرلیا گیا ہے۔ اس لئے آدھا ملک ہمارے لئے ہونا چاہئے اور آدھا قریش کے لئے۔ مگر قریش کی قوم زیادتی کرنے والی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں لکھا!

محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام!

سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے، زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور نیک انجام اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہی ہے۔

(مکتوبات نبوی ص ۲۲۴)

یہ خط لے کر مسیلمہ کذاب کے پاس حضرت حبیب بن زید بن عاصم خزرجی ؓ پہنچے۔ مسیلمہ کذاب کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھی کو آزمانے کا موقعہ مل گیا۔ حضرت حبیب ؓ اس آزمائش میں پورے اترے بلکہ رہتی دنیا میں ایک مثال چھوڑ گئے کہ اہل باطل کو دین حق کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے کا موقع فراہم کر گئے۔

جس وقت حضرت حبیب رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر مسیلمہ کذاب کے دربار میں پہنچے تو خلاف معمول اس روز دربار میں لوگوں کی کثرت تھی اور عوام الناس کو بھی دربار میں آنے کی اجازت تھی۔ مسیلمہ کذاب چاہتا تھا اللہ کے رسول (ﷺ) کی اہانت کو سب لوگوں کے سامنے دکھائے اور ان سے داد لے۔

جب مجلس میں سب لوگ جمع ہو گئے تو مسیلمہ کذاب نے حکم دیا کہ (حضرت) حبیب ؓ کو بیڑیوں میں جکڑ کر دربار میں حاضر کیا جائے۔ جس شخص نے اللہ کے دشمن سے آنکھ ملانے والی ماں کا دودھ پیا تھا وہ کہاں دبنے والے تھے، سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔

مسیلمہ کذاب نے پوچھا! کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں؟

فرمایا! جی ہاں!

پھر پوچھا! کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں؟

انہوں نے فرمایا! میں بہرا ہوں، میں نہیں سنتا۔

مسیلمہ کذاب جو ایک مغرور حاکم تھا کو یہ مذاق بہت ہتک آمیز لگا، وہ اس کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے جلاد کو بلایا اور اس سے کہا کہ اس کا ایک بازو کاٹ دو۔ اس کے بعد اس نے پھر وہی سوال کیا، آپ ؓ نے پھر وہی جواب دیا تو اس نے آپ کو دوسرا بازو بھی کٹوا دیا۔ اسی طرح سوال جواب کا سلسلہ جاری رہا اور حضرت حبیب ؓ کے جسم کے حصہ کٹ کٹ کر گرتے رہے لیکن ان کی قوت ایمانی اور عشق رسول ﷺ کا جذبہ میں ذرہ برابر بھی جنبش نہیں آئی۔ اسی ثابت قدمی سے وہ اس جہاں فانی سے کوچ کر گئے اور شہادت کے انتہائی بلند مقام پر فائز ہوئے۔

انہوں نے تماشہ دیکھنے والوں کو ایک عظیم پیغام پہنچا دیا۔ اسلام میں اگرچہ ایسے موقعوں پر کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے لیکن حضرت حبیب ؓ نے مصلحت کے بجائے عزیمت کا ثبوت دیتے ہوئے اللہ کی راہ میں اپنی جان کی قربانی دے دی۔

حضرت زبیر بن عوام ؓ

حضرت زبیر بن عوام ؓ رسول اللہ ﷺ کے سگے پھوپھی زاد بھائی، ہمزلف اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے حقیقی بھتیجے تھے۔ آپ کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب اور والد عوام بن خویلد تھے۔

آپ ؓ اولین اسلام لانے والوں میں سے تھے اس لئے آپ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا پانچواں نمبر تھا۔ طبقات ابن سعد کے مطابق اس وقت آپ کی عمر مبارک سولہ (۱۶) سال تھی۔ آپ ؓ کا شماران دس لوگوں میں ہوتا ہے جن کو زندگی میں ہی جنت کی بشارت دی گئی تھی اور وہ " عشرۂ مبشرہ " کہلائے۔ آپ ؓ انتہائی مشکل اور مصائب سے بھرپور دور میں بھی استقامت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے دامن سے منسلک رہے۔ آپ ؓ نے حبشہ اور مدینہ منورہ دونوں ہجرتوں میں حصہ لیا۔ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کی مواخات حضرت سلمہ بن سلامہ ؓ سے کی تھی۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام جنگوں میں حصہ لیا اور بہادری کے جوہر دکھائے۔

غزوۂ احد میں آپ ؓ بہت بہادری سے لڑے اور جنگ کے نازک مرحلہ میں ثابت قدم رہے۔ ابن سعد ؓ نے لکھا ہے کہ آپ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی تھی۔ جنگ کے دوران رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ دشمن بہت جانی نقصان پہنچا رہا ہے تو حضرت زبیر ؓ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ غزوۂ خندق میں آپ ؓ مسلسل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ آپ نے بنو قریظہ کی جنگ میں بطور مخبر کام کیا تھا۔ آپ ؓ تین مرتبہ خطرہ مول لے کر ان کی قبیلہ میں گئے اور وہاں کی خبریں لے کر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو حواریٔ رسول کا خطاب عطا فرمایا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرا حواری زبیر ؓ ہے۔ آپ ؓ بہترین تیرانداز تھے، رسول اللہ ﷺ آپ ؓ کی بہت قدر کرتے تھے۔ غزوۂ خیبر میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ؓ کے ہاتھ میں دو جھنڈے تھے۔ غزوہ حنین کے دوران جب مسلمان کمزور پڑنے لگے تھے تو آپ ؓ نے تیروں سے دشمن کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ خلیفہ الرسول حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دور میں آپ نے جنگ یرموک میں لشکر کے ایک حصہ کی قیادت کی تھی۔ آپ ؓ جس طرف سے دشمن کر حملہ کرتے دشمن کی صفوں میں شگاف ڈال دیتے تھے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کی بھیجی ہوئی امدادی فوج کے کمانڈر تھے۔

مصر کی فتح کے معرکہ میں جب حضرت عمرو بن عاص ؓ نے حضرت عمر فاروق ؓ سے مزید فوج کی مدد مانگی تو حضرت عمر ؓ نے حضرت زبیر ؓ کی سربراہی میں بارہ ہزار مجاہدین کی کو مصر روانہ کیا جس میں بڑے بڑے صحابہ کرام شامل تھے۔ آپ کی

موجودگی میں مصر فتح ہوا۔ بابل کے قلعوں کی فتح میں بھی آپ پیش پیش تھے۔ رسول اللہ ﷺ اکثر آپ کو اپنے مشوروں میں شریک کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت عثمان ؓ بھی اپنے دور خلافت میں آپ سے مشورے لیا کرتے تھے۔ حضرت زبیر بہت متقی، پارسا، عبادت گزار صحابی تھے۔ آپ ؓ بہت مالدار اور کامیاب تاجر تھے اور اللہ کی راہ میں بے دھڑک خرچ کرتے تھے۔

حضرت علی ؓ کے کہنے پر حضرت زبیر ؓ نے جنگ جمل سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ سے کہا کہ حضرت علی ؓ نے مجھے ایک ایسی بات یاد دلا دی ہے کہ جس کی وجہ سے لڑائی کا سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ اور اب میں جنگ میں شرکت نہیں کروں گا۔ یہی بات حضرت زبیر ؓ نے ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے کہی اور جنگ سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے بھی ساتھ دینے کے لیے کہا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ آپ ؓ حضرت علی ؓ کے لشکر کو دیکھ کر ڈر گئے ہیں۔ اس پر حضرت زبیر ؓ تنہا بصرہ کی طرف نکل پڑے تاکہ وہاں سے اپنا سامان لے کر کسی طرف چلے جائیں۔

میدان جنگ سے نکلتے ہوئے بہت سے لوگوں نے ان کو دیکھا اس میں احنف بن قیس کے دستہ کا ایک شخص عمرو بن الجرموز سبائی ان کے تعاقب میں ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ لوگوں پر اپنے ارادے کو ظاہر کئے بغیر ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور پھر آپ ؓ سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ راستے میں وادی السباع پر پہنچے تو نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت زبیر ؓ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنی شروع کی کہ عین سجدہ کی حالت میں عمرو بن الجرموز نے تلوار سے کاری وار کیا اور ان کو شہید کر دیا۔ ان کو شہید کرنے کے بعد سیدھا حضرت علی ؓ کے پاس آیا اور ان کے خیمہ کے باہر کھڑا ہو گیا۔ ایک شخص نے آ کر حضرت علی ؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت زبیر ؓ کا قاتل آپ ؓ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ ؓ نے فرمایا! اسے اجازت دے دو اور ساتھ ہی اسے جہنم کی بشارت دے دو۔ اس کے بعد وہ آپ ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے پاس حضرت زبیر ؓ کی تلوار دیکھی تو حضرت علی ؓ کے آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا! او ظالم! یہ وہ تلوار ہے جس نے ایک مدت تک رسول اللہ ﷺ کی محافظت کی ہے۔ حضرت علی ؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابن صفیہ (حضرت زبیر ؓ) کا قاتل جہنمی ہو گا، اس کو جہنم کی خبر دے دو۔ اس طرح کی باتوں کی عمرو بن الجرموز کو قطعی توقع نہیں تھی۔ وہ ایسا پریشان ہوا کہ حضرت علی ؓ کی شان میں گستاخانہ جملے کہہ کر اپنے پیٹ میں تلوار مار کر خودکشی کر لی اور جہنم واصل ہوا۔ (البدایہ والنہایہ)

حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ

خلیفہ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کے فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ مسیلمہ کذاب کا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی سرکوبی کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک لشکر بھیجا جس میں انصار کا علم حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور مہاجرین کا علم حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔

صف بندی کے بعد مسیلمہ کذاب نے دعوت مبارزت (تنہا لڑنے کی دعوت) دی تو اس کی طرف سے ایک جنگجو مرتد نہار بن عنفوہ آگے آیا جو تجربہ کار اور تلوار چلانے کا ماہر تھا۔ اس کے مقابلہ میں جرأت اور دینی جذبہ کے ساتھ حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور زبردست مقابلہ کے بعد اس کو جہنم رسید کر دیا۔

اس کے بعد عام لڑائی شروع ہوگئی، مسیلمہ کذاب کے لشکر نے اتنی زور کا حملہ کیا کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ اس وقت لشکر کے جن بہادر مجاہدین نے انہیں پیچھے نہ ہٹنے اور جان ہتھیلی پر رکھ کر اللہ کی راہ میں شہید ہونے کے لئے پکارا، ان میں حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ مسلمانوں کو جوش دلاتے رہے اور خود دشمن کی فوج کے اندر لڑتے ہوئے بہادری سے آگے بڑھتے گئے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار کرتے ہوئے اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے کمزوری پر اللہ تعالیٰ سے معذرت کرتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور اس وقت تک لڑتے رہے جب تک جام شہادت نوش نہیں کیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ آپ کی شہادت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب بھی صبح کی ہوا چلتی تھی تو مجھے زید رضی اللہ عنہ کی خوشبو آتی تھی اور اس کی یاد تازہ ہو جاتی تھے۔

(روشن ستارے)

حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ احد کی جنگ کے دن رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈ کے لاؤ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر وہ تمہیں مل جائیں تو ان کو میرا اسلام کہنا اور ان سے کہنا کہ رسول اللہ ﷺ پوچھ رہے ہیں کہ تم نے اپنے آپ کو کیسا پایا۔ چنانچہ میں انہیں زخمیوں اور شہیدوں میں تلاش کرتا رہا، وہ مجھے مل گئے ان کے جسم پر تلواروں اور تیروں کے ستر زخم تھے۔ میں نے انہیں رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچایا اور ان سے پوچھا کہ تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کرنا

کہ میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ اور میری قوم انصار سے کہنا کہ اگر تمہارے جیتے جی دشمن رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گیا تو تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی عذر پیش نہیں کر سکو گے۔ یہ کہہ کر وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ وہ انصاری صحابی ہیں جنہوں نے بیعت عقبہ میں اپنی قوم کی نمائندگی کی تھی۔ جب انصار اور مہاجرین میں مواخات قائم ہوئی تو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو آپ کا بھائی بنایا گیا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو انہوں نے ان کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور اس پر ان کو بیٹھنے کے لئے کہا، اس دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ بچی کون ہے جس کی اتنی آؤ بھگت ہو رہی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے اور آپ رضی اللہ عنہ سے بہتر تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اے خلیفۃ الرسول! وہ کون شخص تھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! سعد رضی اللہ عنہ! جس نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جنت میں اپنا ٹھکانہ بنا لیا تھا، اب میں اور آپ رضی اللہ عنہ رہ گئے ہیں۔ (اصابہ)

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنہوں نے اسلام دشمنی میں اپنی پوری طاقت صرف کر دی تھی، انہیں قریش میں دانشمند اور جہاندیدہ شخص مانا جاتا تھا۔ اللہ نے انہیں خطابت کی صلاحیت، شعر و شاعری کا ذوق، قبیلہ میں اثر رسوخ، ذاتی وجاہت، مال و دولت اور مرتبہ سب کچھ دیا ہوا تھا۔ ان کے دل میں اسلام کی لئے بے حد نفرت تھی۔ ان کے دو بیٹے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور ان کو بیڑیوں سے باندھ کر رکھا ہوا تھا۔ بیڑیاں اتنی سخت تھیں کہ ان کی پنڈلیوں سے خون جاری ہو جاتا تھا۔

سہیل بن عمرو ہی شخص ہیں جنہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے مذاکرات کرنے کے لئے بھیجا تھا اور انہوں نے معاہدے میں محمد رسول اللہ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے سے منع کر دیا تھا۔ یہ صلح حدیبیہ میں اپنی طرف سے تمام شرائط منوانے پر بضد تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی درخواست پر بھی کوئی رعایت دینے کے لئے تیار تھے۔

یہ وہی سہیل بن عمرو تھے جن کی اسلام کے خلاف شعلہ بیانی اور زور خطابت کی وجہ سے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی اجازت مانگی کہ اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں اس کے سامنے کے دو دانت توڑ دوں۔

لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کو منع فرما دیا تھا اور کہا تھا کہ ممکن ہے ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ تمہیں خوش کر دے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سہیل بن عمرو قریش کا نہایت ہی دانش مند اور شریف النفس فرد ہے، وہ اسلام سے زیادہ دیر تک دور نہیں رہ سکتا اس لئے اگر وہ کسی صحابی کو ملے تو وہ اس کے ساتھ برا سلوک نہ کرے اور نہ اس کو تیز نظروں سے دیکھے۔

سہیل بن عمرو فتح مکہ تک تمام جنگوں میں دشمنان اسلام کی طرف سے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے میدان جنگ میں ڈٹے رہے، اپنی کفر کی وجہ سے قید بھی ہوئے اور فتح مکہ کے معرکہ میں انہوں نے مزاحمت کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ آپ کا قیام مکہ مکرمہ میں تھا۔ آپ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ ؓ سے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے معافی دلا دو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کی سفارش کی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو معاف کر دیا اور فرمایا کہ ایسا شخص اسلام کی نعمت سے محروم نہیں رہ سکتا۔ حضرت سہیل بن عمرو ؓ جعرانہ کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ کو سو اونٹ عطا فرمائے۔ اسلام لانے کے بعد ان کی زندگی بالکل بدل گئی، آپ بہت عبادت گزار بن گئے۔ پہلے آپ اسلام کے بہت بڑے دشمن تھے اور اب آپ اسلام کے بہت بڑے داعی اور محافظ بن گئے۔

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو صحن مکہ مکرمہ میں بھی صحابہ کرام پر سخت ترین مایوسی اور اضطراب کی کیفیت طاری ہوگئی تھی، ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس خبر پر کیسے یقین کریں اور اب کیا کریں۔ اچانک حضرت سہیل بن عمرو ؓ ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور اتنا شاندار اور فصیح و بلیغ خطبہ دیا کہ صحابہ کرام کی روتے روتے چیخیں نکل گئیں اور اس خطبے کے بعد ان کے ایمان میں نیا نکھار آ گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت مکہ مکرمہ کے گورنر حضرت عتاب ؓ اس قدر صدمہ میں آئے کہ ان سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا اور وہ غیر آباد جگہ نکل گئے تھے۔ حضرت سہیل بن عمرو ؓ ان کو ڈھونڈ کر لائے حضرت عتاب ؓ بول نہیں پا رہے تھے تو حضرت سہیل بن عمرو ؓ نے مسجد حرام میں لوگوں سے خطاب کیا اور ویسی ہی تقریر کی جیسے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے مسجد نبوی میں کی۔ حضرت عتاب اتنے نڈھال ہوگئے تھے کہ وہ اپنی گورنر کی ذمہ داریں بھی نہیں نبھا پا رہے تھے تو حضرت سہیل بن عمرو ؓ نے ان کی جگہ یہ ذمہ داریاں سنبھالیں

جنگ یرموک میں حضرت خالد بن ولید ؓ کے ساتھ مل کر جنگ میں ناقابل فراموش کارنامے انجام دئے۔ اسی جنگ میں آپ نے شہادت کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی شہادت رجب المرجب ۱۵ھ میں ہوئی۔

حضرت حافظ ابن عبدالبر ؒ لکھتے ہیں کہ جنگ یرموک میں جب حضرت سہیل بن عمروؓ شدید زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر گئے تو اس حالت میں انہوں نے کہا؛ پانی۔۔ پانی۔ حضرت حدیفہ عدویؓ مجاہد دوڑ کر پانی لے آئے، انہوں نے پیالہ منہ سے لگایا ہی تھا کہ ایک زخمی کی آواز آئی۔۔ پانی۔ انہوں نے فوراً منہ سے پیالہ ہٹا لیا اور کہا کہ پہلے اس زخمی بھائی کو پانی پلا دو۔ وہ مجاہد جب ان کے پاس پہنچے تو ایک تیسرے زخمی کی آواز آئی کہ وہ پانی مانگ رہے ہیں۔ انہوں نے بھی کہا کہ پہلے اس زخمی بھائی کو پانی پلا دو۔ جب وہ ان کے پاس پانی پلانے کے لئے پہنچے تو وہ دم توڑ چکے تھے۔ پانی والے صاحب فوراً واپس دوسرے زخمی ساتھی کے پاس پہنچے تو ان کی روح بھی پرواز کر چکی تھی وہ فوراً حضرت سہیل ؓ کے پاس پہنچے تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ فرماتے ہیں کہ حج الوداع کے موقعہ پر میں نے دیکھا کہ قربانی کے جانور حضرت سہیل بن عمروؓ بڑی محبت سے رسول اللہ ﷺ کے پاس لا رہے ہیں اور آپ ﷺ ان کو ذبح کر رہے ہیں، اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا حلق کیا (سر کے بال کاٹے) اور بالوں کو اپنے پاس محفوظ کیا۔

حضرت سہیل ؓ کو کفر کے زمانے میں اپنی کی گئی زیادتیوں کا شدت سے احساس تھا۔ ان کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ کسی طرح سے ان غلطیوں کا تدارک کیا جائے۔ آپ کثرت سے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ آپ ؓ ایک لڑکی اور ایک پوتی کے سوا پورے گھرانے کے ساتھ شام کے جہاد میں شامل ہو گئے اور خود سمیت تمام خاندان والوں نے جہاد میں جام شہادت نوش کر لیا۔ (روشن ستارے)

حضرت سلیط بن عمروؓ

آپ ؓ کا نسب اس طرح ہے: سلیط بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نضر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی قرشی۔ آپ کی ماں کا نام خولہ تھا۔ آپ کا ننھیالی شجرہ نسب یہ ہے: خولہ بنت عمرو بن حارث بن عمرو بن عبس۔

آپ نے اسلام کے ابتدائی دنوں میں اسلام قبول کر لیا تھا اور سابقون اولون میں شامل ہو گئے تھے۔ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور بعد میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ منورہ میں آ کر آپ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں حصہ لیا اور بہادری اور جانبازی کے جوہر دکھائے۔

۶ھ میں جب رسول اللہ ﷺ نے امراء اور سلاطین کے نام اسلام کے دعوت نامے بھیجے تو حضرت سلیط ؓ کے ذمہ ہوزہ بن علی حنفی کی طرف خط لیجانے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ ہوزہ بن علی نے آپ ؓ کی خوب خاطر داری کی اور انعام و اکرام سے نوازا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے خط کے جوب میں لکھا کہ تم جس چیز کی دعوت دیتے ہو بہت بہتر ہے لیکن میں بھی عرب کا ایک معزز شخص ہوں۔ اگر بعض امور میں مجھے بھی شریک کرلو تو میں تمہاری پیروی کے لئے تیار ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر وہ زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی مانگے تو میں اسے نہیں دوں گا۔

خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دور میں فتنہ ارتداد کی مشہور جنگ یمامہ میں آپ دلیری سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ آپ کی اولاد میں ایک بیٹا سلیط بن سلیط تھا۔ (سیر صحابہ)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ التمیمی ؓ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ ؓ کو رسول اللہ ﷺ نے زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ آپ ان دس افراد میں شامل ہیں جن کو " عشرۂ مبشرہ " کہا جاتا ہے۔ آپ ؓ ان چھ صحابہ کی شوریٰ میں شامل تھے جن کو حضرت عمر فاروق ؓ نے قاتلانہ حملہ ہونے کے بعد زخمی حالت میں نیا خلیفہ چننے کے لئے مقرر کیا تھا۔ آپ ؓ سے ۳۸ احادیث مروی ہیں۔

حضرت طلحہ ؓ نے جنگ جمل کے موقعہ پر حضرت زبیر ؓ کو میدانِ جنگ سے جاتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بھی ارادہ کیا کہ میں بھی حضرت علی ؓ سے مقابلہ نہیں کروں گا۔ اس خیال سے یہ لشکر سے الگ ہوکر ایک طرف کھڑے ہوگئے۔ جنگ سے علیحدگی اختیار کرنے پر (بعض مورخین کے مطابق) مروان بن حکم نے تاک کر ایک تیر مارا جو زہر میں بجھا ہوا تھا وہ آپ ؓ کی ٹانگ پر لگا زہر نے فوراً اثر کیا اور آپ ؓ شہید ہوگئے۔

حافظ ابن کثیر ؒ اپنی کتاب البدایہ النہایہ میں لکھتے ہیں کہ تیر حضرت علی ؓ کے لشکر کی طرف سے آیا تھا جبکہ مروان بن حکم ام المومنین ؓ کے لشکر میں تھے۔ ایک اور روایت میں آتا ہ کہ تیر کا زخم اتنا گہرا تھا کہ خون نہیں رک رہا تھا۔ حضرت علی ؓ کے لشکر میں شامل حضرت قعقاع بن عمرو ؓ نے یہ دیکھا تو وہ حضرت طلحہ ؓ کے پاس آئے اور ان سے فرمایا! اے ابو محمد ؓ! آپ ؓ کا زخم بہت شدید ہے آپ ؓ فوراً بصرہ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ حضرت طلحہ ؓ گھوڑے پر سوار ہوکر بصرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ بصرہ میں پہنچتے ہی زخم سے بہت زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے بے ہوش ہوگئے اور پھر ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کو

بصرہ میں ہی دفن کر دیا گیا۔

حضرت علیؓ جب حضرت طلحہؓ کی لاش پر گئے تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور اپنے دستِ مبارک سے ان کے رخسار پر پڑی گرد صاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ اے ابو محمد! برداشت نہیں ہوتا کہ میں تم کو آسمانوں کے تاروں کے نیچے زخموں سے چور اور پٹیوں میں بندھا ہوا دیکھوں۔ اس موقع پر آپؓ کی زبان سے نکلا کہ کاش میں اس دن کو دیکھنے سے بیس برس پہلے دنیا سے رخصت ہو چکا ہوتا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۶۲ سال تھی۔

(العبقریات الاسلامیہ ص ۹۵۹)

حضرت عکرمہؓ بن ہشام (ابن ابو جہل)

حضرت عکرمہ ابو جہل کے بیٹے اور ہشام مخزومی کے پوتے تھے۔ ان کی والدہ کا نام ام مجالد تھا ان کا تعلق قبیلہ بنی ہلال بن عامر سے تھا۔ اسلام سے پہلے وہ اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی دشمنی میں پیش پیش تھے۔ غزوہ بدر میں انہوں نے مشرکین مکہ کی طرف سے جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کے والد ابو جہل کو دو مسلمان بچوں نے قتل کیا تھا۔ غزوہ احد میں یہ مشرکین کے گھوڑ سوار دستہ کے کمانڈر تھے۔ غزوہ خندق میں بھی مشرکین کی طرف سے نمائندگی کی اور خندق پار کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن ناکام ہو کر واپس بھاگ گئے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر خندمہ پہاڑ پر اپنے ساتھیوں صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے نکلے تھے لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے انہیں مار کر بھگا دیا تھا۔

فتح مکہ کے موقعہ پر عکرمہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں دیکھتے ہی قتل کر دینے کا حکم تھا۔ اس لئے عکرمہ نے مکہ سے فرار ہونے کا ارادہ کیا کہ وہ کسی بحری جہاز میں سوار ہو کر یمن چلا جائے گا، چنانچہ وہ قریبی بندرگاہ پر پہنچا تو یمن جانے والا جہاز تیار کھڑا تھا۔ ان کی بیوی ام حکیم بنت حارثؓ جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے خاوند کے لئے امان کی درخواست کی جو رسول اللہ ﷺ نے منظور کر لی۔ وہ ان کی تلاش میں یمن جانے کے لئے ساحل سمندر پر گئیں۔ عکرمہ کی بیوی جب بندرگاہ پر پہنچیں تو انہوں نے اپنے شوہر کا دیکھ کیا اور ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ ام الحکیمؓ نے اپنے شوہر عکرمہ سے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! میں تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی بارگاہ سے آئی ہوں جو تمام لوگوں سے زیادہ نیکوکار اور سخی ہیں، میں اللہ کے رسول (ﷺ) سے تمہارے لئے امان لے کر آئی ہوں۔ عکرمہ اپنی

بیوی کے ساتھ واپس لوٹ آئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

جب حضرت ام حکیم ؓ اپنے شوہر عکرمہ بن ابو جہل کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھ کر بڑی گرم جوشی سے ان کو استقبال کیا اور فرمایا! " مرحبا بالراکب المهاجر " مہاجر سوار خوش آمدید۔ عکرمہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ مجھے اس عورت نے بتایا کہ ہے کہ آپ (ﷺ) نے مجھے امان دے دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہاں، تمہارے لئے امان ہے۔

حضرت عکرمہ نے اسی وقت اسلام قبول کرلیا، کلمہ شہادت پڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے اپنی بخشش کے لئے دعا کی درخواست کی اور پھر سچے اور نیک مسلمان بن گئے۔ صحابہ کرام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ وہ ایک ماہر فوجی اور سپہ سالار تھے۔ ان کے اسلام لانے کے بعد بعض مسلمانوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ تو دشمن اسلام کا بیٹا ہے۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو منع فرمایا اور کہا کہ مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ دو۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے سب سے بڑے دشمن کے دونوں بیٹے حضرت عکرمہ بن ہشام ؓ اور حضرت حارث بن ہشام ؓ کو اسلام کے نعمت سے سرفراز لیا۔ ان کے ساتھ حضرت سہیل بن عمرو ؓ بھی اسلام کی دولت سے بہرہ اور ہوئے۔

آپ ؓ نے ۸ھ میں اسلام قبول کیا، اسلام لانے کے بعد آپ ؓ نے اپنی پوری زندگی اسلام کی خدمت میں وقف کر دی۔ ۱۱ھ میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں بنی ہوازن کے صدقات کی وصولی کے لئے مامور کیا۔ یہ ان کی ایمانداری اور مضبوط کردار کی دلیل تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے انہیں مسیلمہ کذاب کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا اور ان کی مدد کے لئے حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ کو بھی روانہ کیا تھا۔ انہوں نے یمامہ پہنچتے ہی مسیلمہ کذاب کی قوم بنو حنیفہ پر حملہ کر دیا لیکن ان کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ جس پر انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو مدد کے لئے لکھا، انہوں نے ان کی مدد کے ساتھ کچھ ہدایات دیں اور کچھ مزید ذمہ داریاں سونپ دیں۔ خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے حکم پر حضرت عکرمہ ؓ نے عمان، مہرہ، یمن، حضر موت اور کندہ کی فتوحات میں نمایاں کردار ادا کیا۔ وہ علاقے جو مرتد ہو گئے تھے دوبارہ اسلامی حدود میں شامل ہو گئے۔ مرتدین سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے شام میں رومیوں کے خلاف جنگوں میں بھی بھرپور حصہ لیا۔

جنگ یرموک میں حضرت خالد بن ولید ؓ کی کمان میں آپ چھ ہزار مجاہدین کے لشکر کے کمانڈر تھے۔ حضرت عکرمہ ؓ نے بہت سے مشکل مراحل میں بڑی دلیری اور حکمت سے رومی فوج کا مقابلہ کیا۔ ایک مرتبہ رومیوں نے مسلمانوں کو

اپنی جگہ سے ہٹانے کے لئے بڑا زوردار حملہ کیا تو اس پر حضرت عکرمہ ؓ نے کہا! میں نے حالت کفر میں ہر مقام پر رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کیا اور اپنی جگہ سے نہیں ہٹا اور آپ مسلمان ہوتے ہوئے میں کیسے جگہ چھوڑ کر بھاگ جاؤں۔ پھر انہوں نے مجاہدین کو للکارا اور کہا! من یبایعنی علی الموت (موت پر کون بیعت کرتا ہے)۔ ان کی آواز سن کر چار سو مجاہدین آگے آ گئے جن میں ان کے چچا حارث بن ہشام ؓ اور ضرار بن ازور ؓ بھی شامل تھے۔ یہ سب حضرت خالد بن ولید ؓ کی کمان میں دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت عکرمہ ؓ انتہائی خطرات کے ساتھ دشمن سے لڑ رہے تھے تو ان سے کہا گیا کہ ذرا احتیاط سے کام لیں تو اس پر انہوں نے کہا کہ میں تو لات، عزیٰ اور مناۃ کے لئے اپنی جان کا خطرہ مول لے لیتا تھا آج اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی خاطر اپنی جان کو بچا کر رکھوں، واللہ! یہ نہیں ہوسکتا۔ آپ سخت زخمی ہونے کے باوجود برابر آگے بڑھ بڑھ کر دشمن سے لڑتے رہے۔

جنگ یرموک میں حضرت زخمی ہو کر میدان جنگ میں گر پڑے۔ مجاہدین کو پانی پلانے والے صحابی حضرت حدیفہ عدوی ؓ ان کے پاس پہنچے تو آپ نے ان سے پانی مانگا، جب وہ آپ کو پانی پلانے کے لئے آگے بڑھے تو حضرت سہیل بن عمرو ؓ کی آواز آئی کہ وہ پانی مانگ رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ان کو پہلے پلا دو، جب وہ ان کے پاس پہنچے تو حضرت حارث بن ہشام ؓ کی زخمی حالت میں آواز آئی، حضرت سہیل ؓ نے کہا کہ حارث ؓ کو پانی پہلے پلا دو۔ جب پانی پلانے والے حضرت حارث ؓ کے پاس پہنچے تو ان کی روح پرواز کر گئی اور وہ شہادت کے بلند مرتبہ پر فائز ہو چکے تھے۔ وہ واپس حضرت سہیل ؓ کے پاس پہنچے تو ان کا بھی انتقال ہو چکا تھا، وہ فوراً حضرت عکرمہ ؓ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ مسلمانوں میں اس قدر ایثار و قربانی کا جذبہ تھا کہ مرتے وقت بھی اپنے سے زیادہ دوسرے کا خیال رکھتے تھے۔

(سبحان اللہ)

حضرت عکرمہ ؓ کے جسم پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے ستر زخم تھے۔ حضرت عکرمہ ؓ قریش کے سردار تھے۔ انہوں نے اسلام سے پہلے کی گئی اسلام دشمنی کا کفارہ نماز، روزے، صدقات اور جہاد سے کیا۔ جنگ یرموک میں آپ نے اپنی جان اور اپنی جان کا نذرانہ اللہ کی راہ میں پیش کیا اور ہمیشہ کے لئے اپنا شمار صدیقین اور شہداء میں کر لیا۔

جنگ یرموک ۱۴ھ میں ہوئی اور آپ ؓ اپنی شہادت کے وقت (۶۲) باسٹھ سال کے تھے۔

(سیر صحابہ)

حضرت عقبہ بن نافع ؓ

حضرت عقبہ بن نافع ؓ کا نام افریقہ میں اسلامی فتوحات میں بہت نمایاں ہے۔ آپ ؓ بہت دلیر، جہاندیدہ، زیرک اور تجربہ کار کمانڈر تھے۔

حضرت عقبہ بن نافع ؓ قیروان کی فتح کے سلسلہ میں جب افریقی سرحد طبنہ پہنچے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کومختلف گروہوں میں قیروان پہنچنے کے لئے حکم دیا۔ خود وہ تین سو سواروں کے ساتھ تہوذہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب رومیوں میں انہیں اتنی تھوڑی تعداد میں دیکھا تو انہوں نے قلعہ کے دروازے بند کردئے اور انہیں برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ یہ برابر انہیں دین اسلام کی بارے میں بتاتے رہے لیکن انہوں نے ان کی کوئی بات نہیں مانی۔ رومیوں نے ایک شخص جس کا نام کسیلہ تھا اور وہ حضرت عقبہ بن نافع ؓ کے لشکر میں تھا اور مسلمان تھا۔ رومیوں نے اس کے ساتھ ساز باز کی اور اس کو اپنے ساتھ ملالیا۔ فوج میں اس کے جو دوست اور رشتہ دار تھے ان کو بھی اس نے اپنے ساتھ ملالیا۔

حضرت عقبہ ؓ کو کسیلہ کی غداری کے بارے میں معلوم ہوا تو اس سے پہلے کے وہ اس پر ہاتھ ڈالتے وہ جان بچا کر بھاگ نکلا۔ ابوالمہاجر جو حضرت عقبہ بن نافع ؓ کے ایک کمانڈر تھے انہوں نے ان کو ذمہ داریاں سونپیں اور ان سے کہا کہ جہاں تک میرا تعلق ہے میں شہادت کو غنیمت سمجھتا ہوں۔ حضرت ابوالمہاجر نے کہا کہ میں بھی شہادت کی تمنا کرتا ہوں۔ حضرت عقبہ ؓ اور ان کے ساتھیوں نے اپنی تلواریں نکال کر دشمن کے سامنے ڈٹ گئے اور تہوذہ کے مقام پر لڑتے ہوئے شہید ہوگئے اور ان کے تمام ساتھیوں نے بھی جام شہادت نوش کرلیا۔

حضرت عقبہ ؓ نے ۶۳ھ میں تہوذہ کے معرکہ میں شہادت پائی، ان کی قبر تہوذہ کے ایک علاقہ زاب میں ہے۔ وہاں عقبہ کے نام سے ایک مسجد بھی اور ان کے ساتھیوں کی قبریں بھی وہیں ہیں۔

حضرت عمرو بن جموحؓ

حضرت عمرو بن جموحؓ کو رسول اللہ ﷺ نے ان کی قوم بنوسلمہ کا سردار بنا دیا تھا۔ ان کی قوم ان کی سرداری سے بہت خوش تھی۔ اسلام سے پہلے یہ بت خانہ کی ذمہ داریاں اٹھاتے تھے۔ صبح وشام بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے، اسی حال میں آپ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی توفیق عطا فرمائی تو وہ اپنا سب کچھ اسلام کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی کوششوں سے حضرت عمرو بن جموحؓ اور آپ کے تین بیٹے معاذؓ، معوذؓ اور خلادؓ نے اسلام قبول کرلیا۔ ان سے پہلے ان کے مخلص دوست حضرت معاذ بن جبلؓ بھی مسلمان ہو چکے تھے۔ بیٹوں سے متاثر ہوکر ان کی والدہ حضرت ہندؓ بھی مسلمان ہو گئیں تھیں۔

غزوہ احد میں جب مسلمان کفار مکہ سے جنگ کے لئے جا رہے تھے تو آپ نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں بھی اس جنگ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ بیٹوں نے سمجھایا کہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں، آپ کی عمر لڑائی لڑنے کی نہیں ہے، آپ کا ایک پاؤں بھی خراب ہے، آپ لنگڑا کر چلتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اجازت ہے کہ آپ جنگ میں شریک نہ ہوں۔ یہ سننا تھا کہ آپ اپنے بیٹوں سے ناراض ہو گئے اور سیدھے نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے عرض کی! یارسول اللہ ﷺ! میرے بیٹے مجھے جہاد میں جانے سے روک رہے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ میں لنگڑا ہوں، لیکن یارسول اللہ ﷺ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں شہید ہوکر اسی لنگڑے پاؤں کے ساتھ گھسیٹتا ہوا جنت میں جاؤں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے اخلاص، شوق جہاد اور شہادت کی تمنا کو دیکھتے ہوئے انہیں جہاد میں جانے کی اجازت دے دی کہ شاید ان کو شہادت کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔ جب ان کو جہاد میں شرکت کی اجازت مل گئی تو وہ خوشی خوشی اپنے گھر لوٹے اور جہاد پر جانے کی تیاری شروع کر دی، اپنی بیوی کو الوداع کہا اور یہ دعا کی! اے اللہ! مجھے شہادت عطا فرما اور مجھے نامراد اپنے گھر نہ لوٹانا۔

میدان جنگ میں دیکھا کہ آپؓ ہراول دستہ میں شامل ہیں اور ایک ٹانگ سے اچھلتے ہوئے دشمن کی طرف بڑھ رہے ہیں اور کہتے جا رہے ہیں؛

انی لمشتاق الیٰ الجنة انی لمشتاق الیٰ الجنة

بے شک میں جنگ کا مشتاق ہوں، بے شک میں جنت کا مشتاق ہوں

جنگ میں مسلمانوں کی ایک غلطی کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمان پسپا ہونے لگے اور بہت سے مسلمان شہید ہوگئے۔ حضرت عمروؓ اپنی تلوار لے کر دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے، ان کے بیٹے حضرت خلادؓ بھی ان کے ساتھ تھے دونوں بہت دیر تک کفار سے لڑتے رہے لیکن کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے آپ دونوں شہید ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب خبر ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں ان کو لنگڑے پاؤں کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

ان کی شہادت کی خبر سن کر ان کی اہلیہ ایک اونٹ لے کر محاذ جنگ پر پہنچیں اور اپنے شوہر اور بیٹے کی لاشیں اونٹ پر لاد کر دفن کرنے کے لئے مدینہ منورہ کی طرف لے کر چلیں۔ اونٹ راستہ میں زمین پر بیٹھ گیا۔ انہوں نے بہت کوشش کی کہ اونٹ اٹھ کر مدینہ منورہ کی طرف چلے لیکن وہ نہیں چلتا تھا۔ اور اگر اس اونٹ کو احد کی طرف چلنے کے لئے کہتیں تو وہ اس طرف چل پڑتا۔ یہ واپس دونوں لاشوں کو احد کی طرف لے گئیں۔ وہاں جا کر انہوں نے پورا قصہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا! رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا ان میں سے کسی نے چلتے وقت کچھ کہا تھا؟ حضرت ہندؓ نے جواب دیا کہ میرے خاوند نے چلتے وقت کہا تھا کہ اے اللہ مجھے شہادت نصیب کرنا اور شہادت کے بغیر مجھے گھر واپس نہیں کرنا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا اونٹ اسی وجہ سے آگے نہیں جا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان شہداء کو احد کے میدان میں دفن کیا اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

(الاصابہ)(روشن ستارے)

حضرت عبداللہ بن جحش ؓ

حضرت عبداللہ بن جحش ؓ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ان کی والدہ کا نام حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب تھا۔ آپ ؓ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش ؓ کے بھائی اور نبی کریم ﷺ کے سالے تھے۔ آپ ؓ رسول اللہ ﷺ کے دارالارقم کے قیام کے دوران مسلمان ہوئے تھے اور آپ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ آپ ؓ وہ پہلے خوش نصیب ہیں جن کے ہاتھ میں پہلی مرتبہ اسلام کا پرچم تھمایا گیا اور انہیں یہ عظمت بھی حاصل ہے کہ انہیں امیر المومنین کے لقب سے پکارا گیا۔

تاریخ اسلام میں آپ ؓ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہیں اہل اسلام کے ایک فوجی دستہ کا امیر مقرر کیا گیا۔ اس سفر میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو کچھ ہدایت دیں اور ایک خط دے کر فرمایا کہ دو دن کا سفر طے کرنے کے بعد اس خط کو کھول کر پڑھنا۔ دو دن کے سفر کے بعد جب حضرت عبداللہ بن جحش ؓ نے اس خط کو کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ جب طائف اور مکہ کے درمیان ایک نخلستان آئے تو اس میں پڑاؤ ڈالنا اور یہاں بیٹھ کر قریش پر کڑی نگاہ رکھنا۔

آپ نے وہاں قیام کے دوران اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جو شہادت کی تمنا رکھتا ہے وہ میرے ساتھ چلے اور جو شہادت کا شوق نہیں رکھتا وہ واپس جا سکتا ہے۔ اس دستہ کے ہر مجاہد نے آپ ؓ کے ساتھ رہنے کا وعدہ کیا۔ نخلستان میں بیٹھ کر آپ ؓ نے اپنے ساتھیوں کو اطراف میں پھیلا دیا کہ کہیں سے قریش کی کوئی خبر ملے تو فوراً مطلع کرے۔ ایک دستہ نے قریش کا ایک تجارتی قافلہ دیکھا جس میں عمرو بن حضرمی، حکم بن کیسان، عثمان بن عبداللہ اور مغیرہ شامل تھے۔ ان کے پاس قریش کا کافی مقدار میں تجارتی سامان تھا۔

انہوں نے مجاہدین سے مشورہ کیا کہ اب کیا کریں یہ حرمت کے مہینوں کا آخری دن تھا۔ اگر ہم انہیں قتل کریں تو یہ حرمت کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں خون بہانا درست نہیں اس حرکت سے عربوں میں بے چینی پھیل جائے گی۔ اگر ہم نے انہیں کچھ مہلت دی تو یہ یہ شام کی حدود میں داخل ہو جائیں گے اور اس طرح بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ کافی غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ انہیں قتل کر دیا جائے اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس پر قبضہ کر لینا چاہئے۔ یہ فیصلہ ہوتے ہی انہوں نے قافلہ پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے ایک کو قتل کر دیا دو کو گرفتار کر لیا اور ایک بھاگ نکلا۔

حضرت عبداللہ بن جحش ؓ سامان اور قیدیوں کو مدینہ منورہ لے آئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کاروائی کو ناپسند کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے قریش کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کے لئے اور

ان کی خفیہ کاروایوں کی اطلاع دینے کے لئے کہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں قیدیوں کو اپنے پاس ٹھہرایا اوران کے سامان کو ہاتھ لگانے سے منع فرما دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا ردعمل دیکھ کہ حضرت عبداللہ بن جحش ؓ گھبرا گئے اور انہیں اس بات کا شدت سے احساس ہونے لگا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ دوسری بات یہ ہوئی کہ وہاں صحابہ کرام نے آپ ؓ کا بائیکاٹ کردیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حکم عدولی کی ہے۔

ایک دن وہ اسی غم اور پریشانی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص نے ان کو مبارک باد دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بری کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اس کارنامے سے راضی ہوگیا ہے اوراس سلسلہ میں قرآن کی آیات نازل ہوئی ہیں۔آپ ؓ یہ خبرسن کرخوشی سے اچھل پڑے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلاَ يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُواْ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُوْلَـئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (217)

(سورۃ البقرہ ۔ ۲۱۷)

(اے محمد ﷺ) لوگ تم سے عزت والے مہینوں میں لڑائی کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ ان میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اوراس سے کفر کرنا اور مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ میں جانے) سے روکنا اوراہل مسجد کواس میں سے نکال دینا (جو یہ کفار کرتے ہی) اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اورفتنہ انگیزی خونریزی سے بڑھ کر ہے۔ اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر یہ طاقت رکھیں تو تم کوتمہارے دین سے پھیر دیں۔ اور جوکوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر کافر ہوجائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہوجائیں گے اور یہی لوگ دوزخ میں جانے والے ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے۔

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے۔ مال تجارت بطور فدیہ لے کر ان قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ اس معرکہ کو اسلام کا پہلا معرکہ قرار دیا۔ یہی وہ معرکہ تھا جس میں سب سے پہلے مال غنیمت حاصل ہوا تھا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں کفار کا پہلا قتل تھا اور پہلے قیدی تھے۔

ہجرت کے دوسرے سال رمضان المبارک میں غزوہ بدر پیش آیا۔ اس غزوہ میں حضرت عبداللہ بن جحشؓ شریک تھے اور بہادری اور شجاعت سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے ولید بن ولید بن مغیرہ کو گرفتار کر لیا جو بعد میں اسلام کی خوبیوں کی وجہ سے مسلمان ہو گئے تھے۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور کفار کو بری طرح شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے بڑے بڑے سردار اس جنگ میں مارے گئے۔ غزوہ بدر کی عبرتناک شکست کا بدلہ لینے کے لئے ایک سال بعد ابوسفیان کی سربراہی میں مشرکین مکہ کا ایک لشکر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا اور احد کے میدان میں مسلمانوں نے ان سے مقابلہ کیا۔

طبرانی کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ سے کہا کہ آؤ مل کر دعا کریں۔ دونوں ایک الگ جگہ پر چلے گئے اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے دعا کہ کہ اے اللہ! کل صبح میرا ایک سخت دشمن سے مقابلہ ہو، وہ مجھ پر حملہ کرے اور میں اس پر حملہ کروں پھر اللہ مجھے اس پر فتح عطا فرمائے، میں اسے قتل کروں اور اس کا سارا سامان لے لوں۔ اس پر دونوں حضرات نے آمین کہا۔ پھر حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے دعا کی اے اللہ میرا ایک سخت بہادر دشمن سے مقابلہ ہو وہ مجھ پر حملہ کرے، میں اس پر حملہ کرو، وہ مجھ پر غالب آجائے، وہ میرے ناک کان کاٹ دے، جب میں قیامت کے دن تجھ سے ملوں تو تو مجھ سے سوال کرے، اے عبداللہ! تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے؟ تو میں کہوں کہ اے اللہ! تیرے اور تیرے رسول ﷺ کی خاطر، پس تو کہے کہ تو نے سچ کہا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا! عبداللہؓ کی دعا میرے دعا سے بہتر تھی۔ میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک کان کاٹ کر ایک دھاگے میں پرو کر لٹکائے ہوئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ اپنے سامنے آنے والے ہر مشرک کو جہنم رسید کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے سامنے ابوحکم بن اخنس بن شریق آیا، دونوں کا مقابلہ ہوا اور ابوالحکم نے آپؓ کو شہید کر دیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر (۴۰) چالیس سال کی تھی۔ جب لڑائی ختم ہوئی، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت عبداللہؓ کو ڈھونڈتے ہوئے آپ کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ آپؓ کے ناک اور کان کٹے ہوئے ہیں۔

(جنت کی بشارت پانے والے صحابہ) (حلیۃ الاولیاء)

حضرت ابودجانہؓ

آپ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے تھے۔ مواخات میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عتبہ بن غزوانؓ کو آپ کا بھائی بنایا تھا۔

غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار ہاتھ میں لے کر کہا کہ اس کا حق کون ادا کرے گا۔ حضرت ابودجانہؓ بولے کہ میں ادا کروں گا۔ آپ ﷺ نے وہ تلوار ان کو عطا فرمادی۔ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کو نہ مارنا اور کافر سے نہ بھاگنا۔

حضرت ابودجانہؓ حسب معمول سرخ پٹی سر پر باندھے ہوئے اور تنے اور اکڑتے ہوئے صف میں آ کر کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ چال اگرچہ اللہ کو پسند نہیں ہے لیکن اس موقع پر کوئی حرج نہیں۔ آپ نے جنگ کے میدان میں بڑی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا بہت سے کافر قتل کیئے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے بہت سے زخم کھائے لیکن قدموں میں ذرا بھی جنبش نہیں ہوئی۔

رسول کریم ﷺ آپؓ کی جانبازی سے بہت خوش ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جنگ ختم ہونے کے بعد فرمایا کہ آج علیؓ، سہل بن حنیفؓ اور ابودجانہؓ خوب لڑے۔ رسول اللہ ﷺ کی نظروں میں آپ کا خاص مقام تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب سے جنگ میں بہادری اور جانبازی سے لڑے۔ مسیلمہ کذاب اپنے باغ کے اندر سے فوج کی کمان کر رہا تھا، مسلمان اندر داخل ہونا چاہتے تھے لیکن بیچ میں ایک دیوار حائل تھی۔ حضرت ابودجانہؓ تھوڑی دیر تک تو دیکھتے رہے پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے اس دیوار سے دوسری طرف اٹھا کر اندر پھینک دو۔ اس ترکیب سے آپؓ دیوار پھلانگ گئے لیکن اس عمل میں آپ کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ لیکن انہوں نے اسی حالت میں باغ کا دروازہ کھول دیا اور مسلمان باغ کے اندر داخل ہو گئے۔ مسلمان اندر پہنچ چکے تھے گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ آپ کا ایک پاؤں ٹوٹ چکا تھا۔ اسی حالت میں آپ مسیلمہ کذاب پر حملہ آور ہوئے لیکن اس نے آپ کو شہید کر دیا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ

حضرت مصعب بن عمیرؓ اسلام لانے سے پہلے بڑے ناز ونعم سے پلے بڑھے تھے۔ آپ کا تعلق ایک مالدار گھرانے سے تھا۔ آپ کے والد آپ کے لئے دوسو درہم کا جوڑا خرید کر پہناتے تھے۔ اسلام کے شروع دنوں ہی میں آپ اپنے گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے تھے اور اسی حالت میں رہتے تھے کہ کسی نے آپ کے مسلمان ہونے کی خبر آپ کے گھر والوں کو دے دی۔ وہ سب آپ سے ناراض ہو گئے اور آپ کو باندھ کر گھر میں قید کر دیا۔ آپ نے چند روز اسی طرح گزارے پھر ایک مرتبہ انہیں وہاں سے بھاگنے کا موقعہ مل گیا۔ آپ گھر والوں سے چھپ کر بھاگ نکلے اور جو لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے ان کے ساتھ مل کر حبشہ چلے گئے۔ وہاں سے آپ نے مدینہ منورہ ہجرت کر لی۔ آپ زہد وفقر کی زندگی گزارنے لگے۔ آپ کا گزربسر نہایت تنگی سے ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے گزرے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ ان کے پاس صرف ایک چادر تھی وہ بھی جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی۔ ایک جگہ تو کپڑے کے بجائے چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ ان کی پہلے کی حالت کا سوچ کر آبدیدہ ہو گئے۔

غزوہ احد میں مہاجرین کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ جب مسلمانوں پر شکست کی سی کیفیت طاری ہوئی تو آپ استقامت سے کھڑے رہے اور دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔ ایک کافر آپؓ کے قریب آیا اور تلوار کی وار سے آپ کا ایک ہاتھ کاٹ دیا۔ آپ نے جھنڈا دوسرے ہاتھ میں تھام لیا۔ اس نے دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا تو آپ نے دونوں بازوؤں کو جوڑ کر سینے سے جھنڈے کو سنبھال لیا۔ ایک کافر نے آپ کو تیر مارا جس سے آپ شہید ہو گئے لیکن مرتے مرتے آپ نے جھنڈے کو گرنے نہیں دیا۔ جھنڈا ایک دوسرے صحابی نے سنبھال لیا۔

جب آپ کے دفن کرنے کی باری آئی تو آپ کے پاس صرف ایک چادر تھی جو پورے بدن پر نہیں آتی تھی۔ اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پیر کھل جاتے اور پاؤں کو ڈھنکا جاتا تو سر کھل جاتا۔ رسول کریم ﷺ نے چادر سے آپ کا سر ڈھانک دیا اور پیروں پر اذخر کے پتے ڈال دئے۔ (حکایات صحابہ)

حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ

آپ اپنی قوم کے وفد کے ساتھ ۹ ھ میں مدینہ منورہ تشریف لا کر اسلام قبول کیا تھا۔ آپ صحابی تھے لیکن آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں شرکت کا موقع نہیں ملا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد عرب قبائل ربیعہ میں ارتداد پھیل گیا۔ بحرین سے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے مرتدین کی سرکوبی کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ آپ نے ان کی سرکوبی کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مرتے دم تک جہاد کرتے رہے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ کی توجہ دلانے پر اسلامی فوج نے عراق پر لشکر کشی کی اور پھر اسلامی فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔

حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایرانیوں نے خلاف جہاد کی اجازت مانگی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی اور ان کو امیر بنا دیا۔ آپ سواد کے علاقوں پر حملے کرتے رہے لیکن آگے نہ بڑھ سکے۔ آپ نے اپنے بھائی مسعود رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس مدد کے لئے بھیجا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمانڈ میں ایک لشکر بھیجا اور حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان کی کمانڈ میں لڑنے کا حکم دیا جس کو انہوں نے بخوشی تسلیم کر لیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دس ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر یمامہ سے عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔

عراق میں دشمنوں کے خلاف لڑی جانے والی لڑائیوں میں آپ رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان میں دلیری اور بے جگری سے لڑتے رہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آپ کی بہت قدر کرتے تھے کبھی کبھی آپ رضی اللہ عنہ کی کمان میں چھاپہ مار دستے بھی بھیجتے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ کو سوق بغداد پر حملے کے لئے بھیجا وہاں آپ نے دشمنوں کو شکست فاش دی۔ اسی دوران حضرت خالد بن ولید کو خلیفہ کی طرف سے شام میں رومیوں کے خلاف جنگ کی ذمہ داری سونپ دی گئی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آدھی فوج لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ باقی فوج کی کمان حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتے ہوئے انہیں اللہ حافظ کہا۔ آپ کے پاس نصف فوج رہ گئی تھی۔

ایرانی سپہ سالار ہرمز جادویہ بہت بڑی فوج لے کر مقابلہ پر نکلا۔ بابل کے اطراف میں سخت جنگ ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ آپ مزید آگے بڑھنے کے لئے مدینہ منورہ گئے تاکہ خلیفہ سے مزید فوج کی درخواست کریں۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری لمحات سے گزر رہے تھے، اسی حالت میں انہوں نے حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی پوری بات سنی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو ان کی مدد کرنے کی ہدایات دیں۔ اسی بیماری میں حضرت

ابوبکر صدیقؓ کا انتقال ہوگیا اور ان کی وصیت کے مطابق حضرت عمرؓ نے ان کی بھرپور مدد کی۔ حضرت ابوعبید ثقفیؓ کی کمان میں ایک لشکر ان کی مدد کے لئے عراق روانہ کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے شام جانے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کو عراق میں اسلامی فوج کا کمانڈر انچیف مقرر کر دیا تھا۔

حیرہ میں حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ اور حضرت ابوعبید ثقفیؓ اکٹھے ہوئے اور ایرانی فوج کے ساتھ جنگ کی۔ ایرانی کمانڈر جابان کو گرفتار کرلیا۔ واسط کے قریب سقاطیہ کے مقام پر ایرانیوں سے دوسری جنگ ہوئی جس میں بھی مسلمان غالب آئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کسکر میں اپنا کیمپ بنایا اور حضرت مثنیٰؓ باروسما چلے گئے اور وہاں بھی ایرانی فوج کو شکست دی۔ جسر کے مقام پر ایک پل کر پار کرتے ہی ایرانی فوج نے ان پر حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کا بہت جانی نقصان ہوا۔ حضرت ابوعبیدؓ بھی شہید ہوگئے۔ حضرت مثنیٰؓ آخری وقت تک لڑتے رہے اور اپنی بقیہ فوج کو بچانے میں کامیاب ہوگئے لیکن خود شدید زخمی ہوگئے۔ پھر آپؓ اپنے لشکر کے ساتھ ذی قار چلے گئے اور وہیں ۱۴ھ اپنے زخموں کی وجہ سے شہادت سے پہلے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو تمام حالات سے مطلع کر دیا اور ان کے لئے اہم وصیتیں کر دیں جنہیں عمل میں لانے کے بعد انہیں جنگی لحاظ سے کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ ان کو یہ بھی نصیحت کی تھی کہ ایرانیوں کا سارا زور قادسیہ میں ہوگا۔

حضرت براء بن مالک انصاری ؓ

حضرت براء بن مالک انصاری ؓ کو دیکھنے سے ان کی حالت ایسی تھی کہ ان کی بال بکھرے رہتے تھے، چہرہ غبار آلود، جسم دبلا پتلا تھا۔ ان کو دیکھنے والا انہیں کوئی حیثیت نہ دیتا تھا۔ لیکن اس قدر بہادر تھے کہ ایک موقعہ پر تنہا انہوں نے سو مشرکین کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ وہ مقتولین ان کے علاوہ ہیں جو انہوں نے مختلف جنگی معرکوں میں قتل کئے تھے۔ آپ ؓ بڑے نڈر، جفاکش، جنگی امور کے ماہر اور بے جگری سے لڑنے والے مجاہد تھے۔ آپ ہمیشہ بے خوف وخطر میدان جنگ میں کود پڑتے تھے۔ حضرت عمر ؓ نے اپنے گورنر کو لکھا تھا کہ انہیں سپہ سالار نہ بنایا جائے کہیں یہ جذبات میں آ کر ایسا جارحانہ قدم انہ اٹھالیں کہ اسلامی لشکر کو نقصان اٹھانا پڑ جائے۔

حضرت براء بن مالک انصاری ؓ خادم رسول ﷺ حضرت انس بن مالک ؓ کے بھائی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جب مرتدین اور جھوٹے نبی ہونے کے دعویداروں کا فتنہ شروع ہوا تو آپ نے ان کے خلاف معرکوں میں بھرپور حصہ لیا۔ مسیلمہ کذاب کے خلاف حضرت ابوبکر صدق ؓ نے جو پہلا لشکر حضرت عکرمہ بن ابوجہل ؓ کی سربراہی میں بھیجا تھا اور ان کو مسیلمہ کذاب کے خلاف کامیابی نہیں ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ان کی مدد کے لئے حضرت خالد بن ولید ؓ کو ایک لشکر دے کر بھیجا۔ یہ لشکر مہاجرین اور انصار کے تجربہ کار مجاہدین پر مشتمل تھا ان میں حضرت براء بن مالک انصاری ؓ بھی شامل تھے۔

علاقہ نجد کے مرکزی مقام یمامہ میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ تھوڑی دیر میں مسیلمہ کذاب کی فوج کا پلہ بھاری ہوگیا۔ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ مورچوں سے پیچھے ہٹنے لگے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مسیلمہ کذاب کے فوجی حضرت خالد بن ولید ؓ کے خیمہ میں داخل ہوگئے۔ انہوں نے خیمہ کی رسیاں کاٹ دیں اور حضرت خالد بن ولید ؓ کی زوجہ کو قتل کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ لیکن ایک مجاہد نے انہیں روکا اور حضرت خالد بن ولید ؓ کی زوجہ کو بچالیا۔ مسلمانوں کو اپنی شکست کا شدید خطرہ ہوگیا تھا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے از سرنو اپنے لشکر کو منظّم کیا۔ مہاجریں اور انصار کی الگ الگ گروہ بندی کی، لشکر میں کسی مقام پر کمزوری پائی تو اس کو مضبوط کیا اور دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا۔ مسیلمہ کذاب کی فوج نے سخت مقابلہ کیا لیکن مسلمان فوج نے آخر کار ان کو پسپا کر دیا مگر لڑائی انتہائی خطرناک مرحلہ میں داخل ہوگئی تھی۔

حضرت خالد بن ولید ؓ نے حضرت براء بن مالک ؓ کو دیکھ کر کہا! اے نوجوان انصار! قوم کی مدد کے لئے آگے بڑھو تو حضرت براء بن مالک ؓ نے اپنی قوم کو للکار کر کہا! تم میں سے اب کوئی مدینہ واپس جانے کی نہ سوچے، یوں سمجھو کہ آج سے تمہارے لئے مدینہ ختم۔ بس اب تمہارے لئے ایک اللہ اور جنت ہے۔ یہ کہہ کر نعرہ لگایا " اللہ اکبر " اور دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے، تلوار سے ان کی گردنیں اڑاتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ ایسا زوردار حملہ کیا کہ مسیلمہ کذاب کی فوج کے قدم ڈگمگا گئے اور انہوں نے مجبور ہو کر ایک باغ میں پناہ لی۔ اس باغ کا بعد میں نام (حديقة الموت) باغیچۂ موت مشہور ہوا کیونکہ اس باغ میں بے شمار مرتدین موت کے گھاٹ اتارے گئے تھے۔

حضرت براء بن مالک ؓ دشمنوں پر بجلی بن کر گرے اور ہزاروں کی تعداد میں جنہوں نے باغ میں پناہ لے رکھی تھی انہیں بے دریغ قتل کیا۔ اس معرکہ میں آپ ؓ کو تیروں اور تلواروں کے بہت زخم لگے۔ جن لوگوں نے دیواروں کی اوٹ میں پناہ لے رکھی تھی ان سب کو قتل کیا۔ مسلمان مجاہدین نے مسیلمہ کذاب کے بیس ہزار فوجیوں کو جہنم رسید کیا۔

حضرت براء بن مالک ؓ کو زخمی حالت میں اٹھا کر خیمہ میں لایا گیا وہاں ان کا علاج کیا گیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ زخمیوں کے علاج معالجہ کے دوران وہیں ٹھہرے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا عطا کی اور مسلمان فوج کو اس جنگ میں فتح نصیب ہوئی۔

جنگ تستر میں ایرانی فوج سے لڑتے ہوئے آپ ؓ کے بھائی حضرت انس بن مالک ؓ زخمی ہو گئے تھے۔ ان کو بچاتے ہوئے دشمن کے ایک وار سے آپ ؓ بھی شدید زخمی ہو گئے اور اسی میں آپ نے جام شہادت نوش کر لیا اور آپ ؓ کی دلی تمنا پوری ہوئی۔ (طبقات الکبریٰ)

حضرت نعمان بن مقرن المزنی رضی اللہ عنہ

حضرت نعمان بن مقرن المزنی رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں حصہ لیا اور بہادری اور جوانمردی کے جوہر دکھائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انہوں نے بنو مزنیہ میں ارتداد کے فتنہ کے خلاف بھرپور جنگ کر کے اس فتنہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی فتوحات میں قابل ستائش کارنامے انجام دئے۔

جنگ قادسیہ سے پہلے اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک وفد شاہ ایران کے پاس بھیجا تاکہ وہ ان کو اسلام کی دعوت دے۔ جب یہ وفد ایران کے دارالحکومت پہنچا اور بادشاہ سے ملاقات کی تو بادشاہ نے ترجمان کو بلالیا اور ان سے بات چیت کی۔

بادشاہ نے ترجمان کے ذریعہ ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو اور ہم سے کیوں جنگ کرنا چاہتے ہو؟

یہ سن کر حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب ہو کر پوچھا کہ تم میں سے کوئی بادشاہ کی بات کا جواب دینا چاہتا ہے تو سب نے ایک آواز ہو کر کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ ہماری طرف سے بادشاہ کو جواب دیں۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہم پر بہت بڑا کرم کیا کہ اس نے ہماری طرف اپنا رسول (ﷺ) بھیجا جو ہمیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور ہر قسم کے شر سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ انہوں نے ہم سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ہم ان کی دعوت قبول کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا وآخرت کی بھلائیوں سے سرفراز کرے گا۔ ہم ایمان لے آئے تو تھوڑی ہی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے ہماری تنگی کو فراخی میں بدل دیا، ہماری ذلت کو عزت میں اور ہماری عداوت کو اخوت میں بدل دیا۔ اس نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم لوگوں کو خیر و برکت کی طرف دعوت دیں اور اپنے ہمسائیوں سے آغاز کریں۔

ہم تمہیں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسا نظریہ حیات ہے کہ جس نے ہر نیکی کے کام کو اچھی نظر سے دیکھا اور اس کی طرف ترغیب دلائی اور ہر برائی کے کام سے نفرت دلائی اور اس سے بچنے کی تلقین کی۔ یہ اپنے ماننے والوں کو کفر وشرک کی گمراہیوں سے نکال کر نور ایمان کی بلندیوں پر پہنچا دیتا ہے۔ اگر تم اسلام قبول کر لو تو ہم تمہارے پاس اللہ کی کتاب چھوڑ جائیں گے، تم اس کے احکامات کے مطابق اپنے نظام حکومت کو استوار کرنا۔ ہم تمہارے معاملہ میں مداخلت نہیں کریں گے۔

اگر تم نے دین الٰہی کو قبول کرنے سے انکار کیا تو ہم تم سے جزیہ وصول کریں گے اور تمہاری حفاظت کی ذمہ داری ہم پر ہوگی اور اگر تم نے جزیہ دینے سے بھی انکار کیا تو ہماری تم سے جنگ ہوگی۔

شاہ ایران حضرت نعمان بن مقرن ؓ کی باتیں سن کر مشتعل ہوگیا اور کہنے لگا! میری نظر میں روئے زمین پر تم سے زیادہ بدبخت، پراگندہ حال اور کمتر کوئی اور قوم نہ ہوگی۔ ہم تمہارا معاملہ اپنے سرحدی حکمرانوں کے سپرد کرتے ہیں وہ تمہیں اپنا مطیع بنائیں گے۔

حضرت نعمان ؓ کی بے باکی اور دلیری دیکھ کر بادشاہ کے دل میں کچھ خوف محسوس ہوا تو اس نے کہا!

اگر کسی ضرورت نے تمہیں ہمارے پاس آنے پر مجبور کیا ہے تو ہم تمہیں اتنا غلہ دیں گے کہ جس سے تمہارے گھروں میں خوشحالی آجائے گی۔ اس کے علاوہ تمہیں اور تمہارے سرداروں کو عمدہ لباس مہیا کریں گے۔ ہم اپنی طرف سے تم پر ایسا حکمران مقرر کریں گے جو تمہارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ حضرت نعمان ؓ نے بادشاہ کی تمام پیش کش مسترد کر دیں۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر قاصدوں کے تحفظ کا بین الاقوامی معاہدہ نہ ہوتا تو میں تم سب کو قتل کر دیتا۔

میری نظروں سے دور ہو جاؤ، میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں۔ اپنے سردار کو جا کر بتلا دینا کہ میں رستم کو تمہاری طرف بھیجوں گا جو تمہیں خندقیں کھود کر دفن کر دے گا۔ پھر اس نے ایک مٹی سے بھرا ہوا تھیلا منگوایا اور کہا کہ ان میں سے جو سب سے معزز ہے اس کے سر پر لاد دو۔ اور ان لوگوں کو دارالحکومت سے نکال دو۔

درباریوں نے وفد سے پوچھا کہ تم میں سب سے معزز کون ہے؟ حضرت عاصم بن عمر ؓ آگے بڑھے اور کہا! میں۔ ان کے سر پر وہ مٹی کا تھیلا رکھ دیا گیا۔ وہ تیزی سے مڑے اور تھیلے کو اپنی اونٹنی پر رکھا اور تیزی سے اپنے سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کو وہ مٹی پہنچانے کے لئے روانہ ہوگئے۔ رستم ایک جنگجو سردار ہونے کے ساتھ ساتھ کاہن بھی تھا وہ بادشاہ کے اس عمل سے پریشان ہوگیا۔ اس نے گھبرا کر بادشاہ سے کہا! بادشاہ سلامت! آپ نے یہ کیا غضب کیا، اپنے ہاتھوں سے ایران کی مٹی مسلمانوں کے حوالے کر دی۔ اگر مسلمان یہ مٹی ایران سے باہر لے گئے تو ایران کو ان کے قبضہ میں جانے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اس مٹی کو ایران سے لے جانے سے روکئے۔ پھر رستم نے ان کے پیچھے گھوڑے دوڑائے کہ ان سے مٹی چھین لی جائے لیکن وہ اتنی تیزی سے نکل گئے کہ ان کے ہاتھ نہیں آئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد قادسیہ کے میدان میں مسلمانوں کا ایرانیوں سے مقابلہ ہوا مسلمانوں کے بجائے ایرانیوں کی لاشوں سے میدان بھر گیا تھا اور ایران کو عبرتناک شکست ہوئی تھی۔

قادسیہ میں عبرتناک شکست کھانے کے بعد حضرت عمرؓ کو خبر ملی کہ ایرانی پھر سے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے ایک بڑی فوج اکٹھی کر رہے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے خود لشکر لے کر جانے کے لئے تیار ہو گئے لیکن بعض اہم شخصیوں نے آپؓ کو بنفس نفیس جانے سے روک دیا۔ اور یہ تجویز دی کہ کسی تجربہ کار سپہ سالار کو اس مہم پر روانہ کیا جائے۔ مشورہ سے حضرت عمرؓ نے حضرت نعمان بن مقرنؓ کا نام پیش کیا جس کو شوریٰ نے پسند کیا۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت نعمان بن مقرنؓ کو خط لکھا!

عمر بن خطابؓ کی طرف سے نعمان بن مقرنؓ کے نام:

بعد از تسلیمات:

مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ ایران نے نہاوند شہر میں کثیر تعداد میں فوج جمع کر لی ہے، جب آپ کو میرا یہ خط ملے، اللہ کا نام لے کر اور اس کو شامل حال سمجھتے ہوئے دشمن سے مقابلہ کے لئے روانہ ہو جائیں۔

یاد رکھنا! ایک مسلمان مجاہد میرے نزدیک ایک لاکھ دینار سے زیادہ قیمتی اور محبوب ہے۔

والسلام

حضرت نعمانؓ نے دشمن سے مقابلہ کے لئے اپنا لشکر تیار کیا اور تجربہ کار شہسوار صورت حال معلوم کرنے کے لئے روانہ کئے۔ جب یہ گھوڑے نہاوند کے قریب پہنچے تو اچانک گھوڑے رک گئے۔ شہسواروں نے بہت کوشش کی لیکن گھوڑے آگے نہ بڑھے۔ شہسواروں نے نیچے اتر کر دیکھا تو وہ حیران رہ گئے کہ تمام گھوڑوں کے پیروں میں کیلیں پیوست ہوئی ہیں۔ انہوں نے آس پاس دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایرانیوں نے مسلمانوں کے آنے والے راستے پر نوک دار کیلیں بکھیر دی تھیں تاکہ مسلمان نہاوند تک نہ پہنچ سکیں۔

شہسواروں نے صورت حال سے حضرت نعمان بن مقرنؓ کو مطلع کیا اور سے ہدایت طلب کیں۔ حضرت نعمانؓ نے ان کو ہدایت دی کہ آگے نہ بڑھیں اور پوری فوج کو جمع کر کے وہاں مختلف جگہ رات کو آگ جلائیں، آگ کی روشنی دیکھ کر ایرانیوں کے دلوں میں خوف بیٹھ جائے گا۔ اور دشمن کی فوج تم پر حملہ کرنے کی کوشش کرے گی اس کوشش میں وہ خود راستہ صاف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ایرانیوں کے خلاف یہ ترکیب کارگر ثابت ہوئی وہ آگ کی روشنی دیکھ کر وہ یہ سمجھے کہ مسلمان پسپا ہو کے بھاگنا چاہتے ہیں تو انہوں نے تمام راستے صاف کرا دئے۔ راستے صاف ہونے کے بعد مسلمانوں نے

ان کے حملہ کرنے سے پہلے ان پر زوردار حملہ کر دیا۔

حضرت نعمان بن مقرن ؓ نے مجاہدین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

میں تین مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کروں گا، جب پہلی مرتبہ نعرہ تکبیر کہوں تو سب لوگ چوکس ہو جائیں، جب دوسری مرتبہ نعرہ تکبیر کہوں تو اپنے ہتھیار سنبھال لیں اور جب تیسری مرتبہ نعرہ بلند کروں تو دشمن پر ٹوٹ پڑیں۔

حضرت نعمان بن مقرن ؓ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور شیر کی سی دلیری کے ساتھ دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور تیزی کے ساتھ دشمن کو تہ تیغ کرنے لگے اور بے جگری سے آگے بڑھتے گئے۔ جنگی تاریخ میں اتنی شدید جنگوں کی مثالیں کم ملتی ہیں، لاشوں کے انبار لگ گئے۔ راستوں میں خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ اسی خون میں حضرت نعمان ؓ کے گھوڑے کا پیر پھسلا اور وہ گر کر مر گیا اسی دوران دشمن کے ایک فوجی نے حضرت نعمان ؓ پر تلوار سے زوردار ضرب لگائی جس کی شدت سے حضرت نعمان بن مقرن ؓ شہید ہو گئے۔ آپ ؓ کے بھائی نے جھنڈا سنبھال لیا، آپ کے جسد خاکی پر چادر ڈال دی گئی تاکہ مسلمان فوج میں ان کی شہادت کی خبر نہ پھیل سکے۔ لشکر اسلام کو اس جنگ میں فتح نصیب ہوئی جسے فتح مبین کا نام دیا گیا۔ لوگوں نے جب حضرت نعمان ؓ کے متعلق پوچھا تو ان کے بھائی نے چادر ہٹا کر ان کا شہید جسم دکھا دیا اور فرمایا! یہ آپ کے امیر ہیں۔ (الاصابہ، ابن اثیر)

حضرت اقرع بن حابس ؓ

حضرت اقرع بن حابس ؓ کو قبول اسلام کے بعد کسی غزوہ میں شرکت کا موقع نہیں ملا لیکن رسول اللہ ﷺ نے بعض جنگوں کے مال غنیمت میں ان کا حصہ بھی لگایا تھا۔ حجۃ الوداع کے قبل جو سریہ بھیجا گیا تھا اس کے مال غنیمت میں سے آپ کو بھی حصہ ملا تھا۔ (بخاری کتاب المغازی)

خلفاء راشدین کے دور میں آپ جنگوں میں شریک ہوئے۔ آپ جنگ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید ؓ کے ساتھ تھے اور عراق کی فوج کشی میں بھی ان کے ساتھ تھے۔ انبار کے فتح میں شریک تھے اور دومۃ الجندل کے معرکہ میں حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ کے ساتھ آپ نے بہادری اور تلوار بازی کے جوہر دکھائے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں آپ کو بعض جنگوں میں سپہ سالار بھی بنایا گیا تھا۔ عبداللہ بن عامرؓ جو خراسان کے گورنر تھے انہوں نے آپ کو خراسان کے ایک حصہ کا نگران بنایا تھا۔ جوزجان کی فتح آپ کی قیادت میں ہوئی۔ حافظ ابن حجرؒ کے مطابق اسی جنگ میں آپ کی شہادت ہوئی۔ (اصابہ)

حضرت ابوقیس بن حارثؓ

آپ کا نسب ہے، ابوقیس بن حارث بن عدی بن سعد بن سہم قرشی السہمی ۔ آپ کے دادا قیس بن عدی قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ آپ کے والد حارث کا شمار اسلام کے سخت دشمنوں میں ہوتا تھا جو رسول اللہ ﷺ اور قرآن کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اسی اسلام دشمن کے گھر آپ کی ولادت ہوئی اور آپ نے اسلام لانے میں بھی سبقت کی اور اسلام کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دئے۔ آپ حبشہ ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔

آپ نے غزوہ احد اور غزوہ احزاب (خندق) میں مسلمانوں کی طرف سے شرکت کی تھی۔ آپ نے خلیفہ الرسول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں مرتدین کے خلاف مشہور ترین جنگ یمامہ میں بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے تھے۔

باب چہارم

مجاہد اسلام

میں نے قبرستان میں ایسے لوگوں کی
قبریں بھی دیکھیں
جو اپنے حق کے لئے اس لئے
نہیں لڑے کہ کہیں مارے نہ جائیں

حضرت ابوبکر صدیق ؓ

حضرت ابوبکر صدیق ؓ بھی دوسرے صحابہ کرام ؓ کی طرح سخت آزمائشوں سے گزرے۔ آپ ؓ کے سر پر مٹی ڈالی گئی، مسجد حرام میں آپ ؓ کی جوتوں سے پٹائی کی گئی۔ یہاں تک کہ آپ ؓ کا چہرہ مبارک بھی نہیں پہچانا جارہا تھا اور آپ ؓ کو زندگی اور موت کی کیفیت میں گھر لایا گیا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب مسلمانوں کی تعداد 38 ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اصرار کیا کہ صحابہ کے ساتھ مسجد حرام میں تشریف لائیں اور وہاں اعلانیہ دین اسلام کی بات کریں۔ وہاں پہنچ کے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بات شروع کی رسول اللہ ﷺ بھی ساتھ تھے۔ آپ ؓ پہلے خطیب تھے جنہوں نے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف دعوت دی۔ یہ خطاب سن کے وہاں موجود مشرکین آپ ؓ اور دیگر صحابہ پر پل پڑے اور بری طرح مارنا شروع کر دیا۔ عتبہ بن ربیعہ آپ ؓ کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اپنی جوتی سے آپ ؓ کے چہرہ مبارک پر مارنے لگا۔ آپ کے قبیلے بنو تیم کے لوگوں نے آ کر چھڑایا اور انہوں نے کہا کہ اگر ابوبکر ؓ مر گئے تو وہ عتبہ بن ربیعہ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

اس بُری حالت کے بعد جب ان کو ہوش آیا تو ان کا سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے۔ اس پر ان کے والد نے ان کو ملامت کی کہ ان کی وجہ سے تو تمہاری یہ حالت ہوئی ہے اور تم اب بھی ان کا ہی حال پوچھ رہے ہو۔ آپ ؓ کی والدہ نے بہت کوشش کی کہ آپ ؓ کچھ کھا لیں لیکن آپ ؓ اصرار کرتے رہے کہ پہلے مجھے رسول اللہ ﷺ کی خیریت کے بارے میں بتایا جائے۔ جب آپ ؓ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ خیریت سے ہیں اور دار ارقم میں ہیں تو آپ ؓ کو سکون ہوا۔ آپ ؓ اپنی والدہ کے سہارے سے چل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئے اور آپ ﷺ سے چمٹ گئے رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ کو بوسہ دیا۔ ان کی حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ پر بھی رقت طاری ہوگئی۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کہا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں صرف اس فاسق نے میرے چہرے کی جو حالت بنائی ہے اس کا افسوس ہے۔ یہ میری والدہ ہیں اپنے بیٹے سے بہت محبت کرتی ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات بابرکت ہے آپ ﷺ ان کو اللہ کی طرف دعوت دیں اور اللہ سے دعا کیجئے اللہ تعالیٰ انہیں آپ ﷺ کے ذریعہ جہنم سے بچا لے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور وہ فوراً مسلمان ہوگئیں۔ (البدایہ النہایہ)

کمزور مسلمانوں کی مدد اور مظلوموں کی رہائی:

حضرت ابو بکر صدیق ؓ نہایت رقیق القلب اور رحمدل تھے۔ صلہ رحمی کرتے تھے۔ جو لوگ قرض ادا کرنے کے قابل نہیں ہوتے ان کا قرض ادا کر دیا کرتے تھے۔ بھوکے لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ کسی کے ساتھ ظلم یا زیادتی ہوتے ہوئے دیکھ کر برداشت نہ کر سکتے تھے اور ہر ممکن کوشش کرتے کہ جس پر ظلم ہو رہا ہے اسے اس ظلم وستم سے نجات دلائیں۔ اسلام کے ابتدائی دور میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا رسول اکرم ﷺ کی نبوت اور رسالت پر ایمان لائے کفار نے ان پر ظلم وستم کی انتہا کر دی۔ ان پر ہر طریقہ سے ظلم کے پہاڑ توڑے خصوصاً غلام اور کنیزوں میں سے جنہوں نے اسلام کی دعوت قبول کی ان پر مظالم کی انتہا کر دی۔ ظلم کا ہر طریقہ ان پر آزمایا گیا تا کہ ان کو دین اسلام سے واپس پھیر دیا جائے مگر وہ عظیم مسلمان اسلام پر ثابت قدمی سے ڈٹے رہے۔ کفار کے ظلم وستم کا نشانہ بننے والے بہت سے مسلمانوں کو حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے اپنی کوششوں سے کفار کے چنگل سے رہائی دلائی۔

ایک دن حضرت علی ؓ کوفہ میں تھے۔ منبر پر تشریف لائے اور لوگوں کو خاموش کرانے لگے تا کہ سابقین اولین کے حالات سے لوگوں کو آگاہ کر سکیں۔ آپ ؓ مخاطب ہوئے۔ لوگو! مجھے بتاؤ کہ سب سے بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین ؓ! آپ ؓ۔ فرمایا کہ میں نے کسی سے مبارزت (جنگ میں مقابلہ کے لئے للکارنا) طلب نہیں کی مگر اس سے پورا انتقام لیا۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں۔ امیر المومنین! آپ ؓ ہی بتا دیں کہ کون ہو سکتا ہے۔

حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ سب سے بہادر آدمی حضرت ابو بکر صدیق ؓ ہیں۔ اس لئے کہ غزوہ بدر کے دن ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک عریش بنایا تھا تو ہم نے کہا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کون رہے گا تا کہ مشرکین آپ ﷺ کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ تو اللہ کی قسم! ابو بکر ؓ کے سوا اور کوئی رسول اللہ ﷺ کے قریب نہ ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ آپ ﷺ کے آگے کھڑے تھے اور تلوار سونتی ہوئی تھی۔ دشمن کی طرف سے جو بھی قریب آتا آپ ؓ فوراً اس پر تلوار سے وار کرتے اور کہتے جاتے کہ ہائے افسوس! تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا مالک اللہ ہے۔ پس ابو بکر ؓ ہی سب سے بہادر آدمی ہیں۔

(مجمع الزوائد ۴۶۱/۹)(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، حدیث 4815)

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنے دور خلافت میں مرتدین، مدعیان نبوت اور زکوۃ سے انکار کرنے والوں کے خلاف جو جہاد کا فیصلہ کیا تھا وہ ان کی قلبی قوت، فراست ایمانی اور اللہ تعالیٰ پر کامل یقین کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ ان کی شجاعت ہی تھی جس کی وجہ سے اسلام کی عمارت گرنے سے بچ گئی۔ جس جگہ رسول اللہ ﷺ اسلام کو چھوڑ گئے تھے حضرت ابوبکر صدیق ؓ اس جگہ سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے۔ آپ نے دین میں رتی برابر بھی کمی یا اضافہ برداشت نہیں کیا۔

حضرت خالد بن ولید ؓ

حضرت خالد بن ولید ؓ بہادروں کے سردار اور جنگوں کے امام ہیں۔ جب سے آپ نے اسلام قبول کیا، رسول اللہ ﷺ نے آپ کو جہاد کے لئے گھوڑے کی لگام تھما دی۔ آپ ؓ نے جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس کا حق ادا کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دور خلافت میں مرتدین کے ساتھ جہاد کے لئے آپ ؓ کو کمان سونپی گئی۔ آپ ؓ نے بڑی خوبی کے ساتھ اس فتنہ کی سرکوبی کی۔ آپ ؓ نے روم اور فارس کے ایوانوں کو اپنی قوت ایمانی، شجاعت اور مردانگی سے ہلا کر رکھ دیا۔ جنگوں میں آپ ؓ کے کارنامے بہت عجیب اور حیرت انگیز ہوتے تھے۔ آپ ؓ جس جگہ بھی جنگ کرنے پہنچتے تھے تو آپ ؓ کا نام سنتے ہی دشمنوں کے حوصلے پست ہونے لگتے تھے۔ دشمن کو بالکل اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ آپ کیا حکمت عملی اختیار کریں گے، آپ کی جنگی چالیں دشمن کو حیران کر دیتی تھیں۔

حضرت قیس بن ابی حازم ؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت خالد بن ولید ؓ کے پاس زہر لایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ زہر ہے۔ آپ نے بسم اللہ۔۔ پڑھ کر اس کو کھا لیا آپ ؓ کو کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس سے پہلے آپ ؓ کے ساتھی آپ ؓ سے کہتے تھے کہ آپ ؓ احتیاط کیا کیجئے کہیں کافر آپ کو زہر نہ دے دیں۔

آپ ساٹھ سال کی عمر میں اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کے جسم پر ایک بالشت کی جگہ میں باقی نہیں تھی جہاں کوئی زخم نہ لگا ہو۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کا اصل نام عامر بن عبداللہ بن جراحؓ تھا اور ابوعبیدہ آپ کی کنیت تھی۔ آپ کو رسول اللہ ﷺ نے امین الامت کا لقب عطا فرمایا تھا۔ آپؓ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ، حضرت عثمان بن مظعونؓ اور حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمان ہو گئے۔ آپ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا تھا۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے مکہ معظّمہ میں شروع سے آخر تک مسلمانوں کو پیش آنے والے تکلیف دہ حالات میں زندگی بسر کی اور ہر تکلیف اور رنج میں نبی کریم ﷺ کا ساتھ دیا۔ غزوہ بدر میں آپ بڑی بے جگری سے مشرکین مکہ کا مقابلہ کر رہے تھے اور انہیں بری طرح قتل اور زخمی کر رہے تھے کہ اس دوران کفار کی طرف سے آپ کے والد بار بار آپ کے سامنے آ جاتے تھے اور آپؓ پر وار کرنے کی کوشش کرتے تھے لیکن آپ پینترہ بدل کے ان سے دور ہو جاتے تھے لیکن آپ کے والد آپ کو قتل کرنے کے درپے تھے بالآخر آپؓ نے مجبور ہو کر ان کو قتل کر دیا۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

لَا تَجِدُ قَوْماً يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَ هُمْ أَوْ أَبْنَاءَ هُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (22)

(سورہ المجادلہ ۔ ۲۲)

جو لوگ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان تحریر کر دیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے۔ اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔ یہی گروہ اللہ کا لشکر ہے۔ سن رہو کہ اللہ کا لشکر ہی مراد حاصل کرنے والا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ دیانت اور امانت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ میں قائدانہ صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ کو صحابہ کرام کا ایک لشکر دے کر قریش کے ایک قافلہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ حضرت ابوعبیدہ ؓ کو اس کا امیر مقرر کیا۔ آپ کو زادراہ کے لئے ایک تھیلی کھجوروں کو عطا فرمائی۔ صورت حال یہ تھی کہ آپ کے پاس ان کھجوروں کے علاوہ اور کوئی چیز مجاہدین کے کھانے کے لئے نہیں تھی۔ اس سفر میں مجاہدین نے بھی انتہائی صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا۔ امیر قافلہ ان کو روزآنہ ایک کھجور دیتے تھے یہ ان کی دن بھر کی خوراک ہوتی تھی۔ آپ نے کامیابی کے ساتھ اپنا مشن پورا کیا اور قیادت اور امانت کا حق ادا کر دیا۔

غزوہ احد میں مسلمانوں کو عارضی شکست کا سامنا کرنا پڑا تو ایک مشرک غضبناک انداز میں چلا رہا تھا کہ مجھے بتاؤ کہ محمد (ﷺ) کہاں ہے۔ ایک نازک موقعے پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھے اور اپنے سینوں پر تیر کھا رہے تھے۔ جب جنگ کا زور ختم ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دانت شہید ہو چکے ہیں اور پیشانی پر بھی زخم ہے اور رخسار مبارک میں خود کی دو کڑیاں پیوست ہو گئی ہیں۔ آپ ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق ؓ تیزی سے آگے بڑھے تاکہ آپ ﷺ کے رخسار سے لوہے کہ ٹکڑے باہر نکالیں۔ اتنے میں حضرت ابوعبیدہ ؓ نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ مجھے خدمت کا موقعہ دیجئے۔ اس کا شوق اور جذبہ کو دیکھتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے انہیں آگے آنے کا موقع دیا۔ حضرت ابوعبیدہ ؓ کو اندیشہ ہوا کہ اگر ہاتھ سے ان کڑیوں کو نکالا تو زیادہ تکلیف ہو گی تو آپ ؓ نے اپنے دانتوں سے مضبوطی سے ان حلقوں کو پکڑ کر زور سے کھینچ کر ان کو رخسار سے باہر نکالا جس کی وجہ سے آپ ؓ کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ بیان فرماتے تھے کہ حضرت ابوعبیدہ ؓ کے سامنے کے دو دانٹ ٹوٹنے کے باوجود وہ خوبصورت دکھائی دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں تمام غزوات میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے حصہ لیا۔

حضرت ابوعبیدہ ؓ ملک شام میں لشکر اسلام کی قیادت کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے اور تیزی سے شہروں کو فتح کر رہے تھے۔ پورا شام فتح ہو گیا تھا اسلامی حکومت کی سرحدیں مشرق میں دریائے فرات تک، شمال میں ترکی تک پہنچ چکی تھیں۔ فتوحات کا سلسلہ اپنے عروج پر تھا کہ عین اس موقع پر شام میں طاعون کی ایسی خطرناک وباء پھیلی کہ بہت تیزی سے لوگ اس کا شکار ہو کر موت کے منہ میں جا رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ کو جب اس صورت حال کا علم ہوا تو آپ ؓ نے سوچا کہ حضرت ابوعبیدہ ؓ کو اپنے پاس بلا لیا جائے اور ان کو اس وباء کا لقمہ بننے سے بچا لیا جائے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ نے ایک قاصد کے ذریعہ حضرت ابوعبیدہ ؓ کو ایک خط روانہ کیا جس میں لکھا تھا کہ مجھے آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے۔ اس خط کے ملتے کے ملتے ہی فوراً مدینہ منورہ کی طرف چل پڑیں، صبح و شام کا انتظار نہ کریں۔ اگر خط دن میں ملے تو رات کا انتظار نہ کریں اور رات کو ملے تو دن کا انتظار نہ کریں۔ جب حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کو امیر المومنین ؓ کا خط ملا تو انہوں نے خط پڑھ کر کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ امیر المومنین کو مجھ سے کیا کام ہے۔ دراصل وہ ایسے آدمی کو باقی رکھنا چاہتے ہیں جو دنیا میں ہمیشہ رہنے والا نہیں۔ پھر انہوں نے امیر المومنین کو اس خط کے جواب میں لکھا!

امیر المومنین! بعد از تسلیمات عرض ہے! مجھے یہ علم ہے کہ آپ ؓ کو میرے ساتھ کیا ضروری کام ہے۔ میں اس وقت لشکر اسلام میں ہوں۔ آج مسلمان جس مشکل میں گرفتار ہیں میں اس حالت میں انہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا، نہ ہی میں ان سے جدا ہونا چاہتا ہوں۔ یہاں تک کہ رب ذوالجلال میرے اور ان کے متعلق اپنا فیصلہ صادر فرما دے۔ مجھے آپ ؓ اس سلسلہ میں معذور سمجھتے ہوئے ان مجاہدین اسلام میں ہی رہنے کی اجازت مرحمت فرما دیجئے۔

والسلام

جب یہ خط امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس پہنچا تو اسے پڑھ کر حضرت عمر ؓ زار و قطار رونے لگے۔ ان کو روتے ہوئے دیکھ کر صحابہ کرام نے پوچھا کہ کیا (حضرت) ابوعبیدہ ؓ فوت ہو گئے۔ فرمایا! نہیں! موت ان کے قریب پہنچ گئی ہے۔ ان کا اندازہ غلط نہ تھا۔ کچھ ہی دنوں بعد حضرت ابوعبیدہ ؓ طاعون کی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے لشکر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

میں تمہیں آج وصیت کرتا ہوں کہ اگر آپ لوگوں نے اسے تسلیم کیا تو ہمیشہ خیریت سے رہو گے۔

سنو! نماز قائم کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، صدقہ و خیرات کرتے رہنا، حج بیت اللہ کرنا، عمرہ ادا کرنا، آپس میں ایک دوسرے کو اچھی باتوں کی تلقین کرتے رہنا، اپنے حکمرانوں کے ساتھ خیر خواہی کے ساتھ پیش آنا اور انہیں کبھی دھوکہ نہ دینا۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ دنیا کہیں تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔

میری یہ بات غور سے سنو! اگر کسی شخص کو ایک ہزار سال کی عمر مل جائے تو آخر کار اس کا انجام یہی ہوگا جو اس وقت میرا دیکھ رہے ہو۔ موت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ سب کو میری طرف سے سلام ہو اور تم پر اللہ ذوالجلال والاکرام کی رحمت ہو۔

پھر حضرت معاذ بن جبل ؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا! معاذ ؓ لوگوں کو نماز پڑھایا کریں گے، اللہ حافظ۔

یہ کہا اور آپ ؓ کی روح پرواز کر گئی۔ اس موقع پر حضرت معاذ بن جبل ؓ نے فرمایا!

لوگو! آج تم ایک ایسی شخصیت کے غم میں مبتلا ہو، اللہ کی قسم! میں نے ان سے بڑھ کر نیک دل، حسد و بغض سے پاک، آخرت سے زیادہ محبت کرنے والا اور عوام الناس کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنے والا کسی اور کو نہ پایا۔ آؤ سب مل کر خلوص دل سے ان کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کا سایہ قائم رکھے۔

(طبقات ابن سعد، ابن عساکر)

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کو چوتھے نمبر پر اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہے۔ انہوں نے اپنے ہم عمر نوجوانوں کو بھی اسلام کی ترغیب دی اور وہ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضرت سعد ؓ کے اندر شرافت، دیانت، امانت اور شجاعت کے اوصاف بھرپور طور پر موجود تھے۔ آپ ؓ رشتہ میں رسول اللہ ﷺ کے ماموں لگتے تھے۔

غزوہ بدر میں حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ اور ان کے بھائی عمیر ؓ نے نا قابل فراموش کارنامے انجام دیئے۔ غزوہ احد میں درے کی جانب سے مشرکین مکہ نے زوردار حملہ کیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اس نازک موقعہ پر حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے اس جرأت اور مہارت سے تیر اندازی کی کہ دشمنوں میں سے جسے تیر لگتا تھا وہ وہیں ڈھیر ہو جاتا تھا۔ اس میدان میں ان کو کوئی نشانہ خطا نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ ان کے مہارت اور تیر اندازی دیکھ کر ان کی حاصلہ افزائی کرتے اور فرماتے! سعد تیر چلاؤ، "فداک ابی و امی" میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ سعد تیر اندازی جاری رکھو۔

جب سیدنا فاروق اعظم ؓ نے ایران پر چڑھائی کا ارادہ کیا تا کہ ایران کی سرزمین سے شرک اور بت پرستی کی جڑیں ختم ہوں تو انہوں نے ایک بڑا لشکر تیار کیا اور لوگوں سے مشورہ کیا کہ کس کو امیر بنایا جائے تو سب لوگوں کی یہ رائے تھی کہ سب سے مناسب حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ ہیں جنہیں سپہ سالار بنایا جائے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے لشکر اسلام کا جھنڈا حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کے سپرد کر دیا اور ہدایات دیتے ہوئے فرمایا! اے سعد ؓ! دیکھنا کہیں غرور میں نہ آ جانا کہ رسول اللہ ﷺ کا ماموں ہوں اور جانثار صحابی ہوں۔ میری یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ برائی کو کبھی بھی برائی سے نہیں مٹاتا۔ بلکہ برائی کو

ہمیشہ نیکی سے مٹایا جاتا ہے۔

اے سعدؓ ! یاد رکھنا کہ خاندانی برتری کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اللہ تعالیٰ کے ہاں اطاعت سے ہی بلند مقام حاصل ہوتا ہے۔ دنیاوی لحاظ سے معزز اور کمتر لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں برابر ہیں۔ اللہ ان سب کا رب ہے اور وہ سب اللہ کے بندے ہیں۔ ہاں فضیلت کی بنیاد تقویٰ ہے۔ ہمیشہ اپنے کام پر نظر رکھنا۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی نصیحتیں سن کر آپؓ اپنے مشن پر روانہ ہو گئے۔ اس لشکر میں ننانوے بدری صحابہ، تین سو دس بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ، تین سو فتح مکہ میں شرکت کا اعزاز رکھنے والے صحابہ کرام اور تقریباً سات سو صحابہ کرام کے نوجوان بیٹے شامل تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے قادسیہ کے مقام پر اپنا پڑاؤ ڈالا۔ وہیں لشکر کو ترتیب دیا اور دشمنان اسلام سے زوردار مقابلہ کیا۔ مسلمان مجاہد نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور ایرانیوں کا صفایا کرتے ہوئے ایرانی سپہ سالار کا سر کاٹ کر لے آئے۔ ایرانیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور بہت سا مال غنیمت چھوڑ کر میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ اس جنگ میں ایرانیوں کے تیس ہزار فوجی مارے گئے تھے۔

جنگ قادسیہ کے شروع ہونے سے پہلے ہی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ شدید بیمار ہو گئے۔ ان کے جسم پر کثرت سے پھوڑے پھنسیاں نکل آئے۔ درد کی شدت کی وجہ سے وہ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ جنگ قادسیہ کے پہلے دن جسے یوم ارماث کہا جاتا ہے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تکلیف اور درد کی وجہ سے جنگ میں شرکت نہیں کر سکے۔ وہ محل کی بالائی منزل پر جا کر سینہ کے بل لیٹ کر جنگ کا منظر دیکھ رہے تھے اور وہاں سے اپنی فوج کو ہدایات دے رہے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی اتنی دھاگ تھی کہ ان کے محل کا دروازہ کھلا ہوتا تھا لیکن پھر بھی کسی کی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ محل میں داخل ہو سکے۔

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ایک جگہ جہاد کے لئے لشکر لے کر گئے۔ سامنے دشمنوں نے ایک چال چلی کہ مکانوں کی چھتوں پر بے پردہ عورتوں کو کھڑا کر دیا تاکہ جب مسلمان فوج وہاں سے گزرے گی تو ان کو دیکھ کر ان کے دلوں میں برے جذبات پیدا ہوں گے جس کی وجہ سے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ختم ہو جائے گی۔ جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ وہاں سے گزرنے لگے اور انہوں نے یہ صورت حال دیکھی تو اعلان کر دیا:

قل للمومنين يغضوا من ابصارهم

(ایمان والوں سے کہہ دیجئے! اپنی نگاہیں نیچے رکھیں)

یہ اعلان سن کر پوری لشکر نے اپنی نگاہیں نیچے کرلیں۔ کسی ایک مجاہد کی بھی نظر ان عورتوں پر نہیں پڑی۔ حتیٰ کے جب جنگ کے بعد لشکر لوٹ کر آ گیا تو کسی نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ وہاں کے مکانوں کی بلندی کتنی تھی۔ لشکر والوں نے کہا! جب امیر لشکر نے اپنی نگاہیں نیچے رکھنے کو کہا تو ہمارا مکانوں کی اونچائی کی طرف دھیان ہی نہیں گیا۔

(واقعاتِ فقیر)

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ کوفہ کے کچھ لوگوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کی امیر المومنین حضرت عمر ؓ سے شکایت کی۔ حضرت عمر ؓ نے ایک صحابی کو تحقیقات کے لئے کوفہ بھیجا۔ انہوں نے اپنے طور پر تحقیق کی تو ان کے متعلق بھلائی کی سوا کچھ نہ پایا پھر انہوں نے کوفہ میں سب لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ آپ لوگوں کو گورنر سعد بن ابی وقاص ؓ سے جو جو شکایات ہیں بیان کرو۔ پورا مجمع خاموش رہا۔ جب انہوں نے بار بار پوچھا تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا! آپ ہمیں قسم دے کر پوچھتے ہیں تو سنو! سعد سب کے ساتھ برابر کی تقسیم نہیں کرتے، لشکر میں خود نہیں چلتے، فیصلے میں انصاف نہیں کرتے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے فرمایا! اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کی عمر دراز کر دے، اس کی تنگ دستی دراز کر دے اور اس کو فتنوں میں ڈال دے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو دیکھا انتہائی بوڑھا ہو گیا تھا، اس کی بھویں اس کی آنکھوں پر لٹک گئیں تھیں، وہ فقیر ہو گیا تھا، اتنا بد بخت تھا کہ راستے میں باندیوں کو چھیڑا کرتا تھا اور ان کو آنکھوں سے اشارے کیا کرتا تھا۔ جب اس سے کہا جاتا تھا کہ تم کیسے ہو تو وہ جواب دیتا تھا کہ میں ایک بہت بوڑھا اور فتنوں میں مبتلا کیا ہوا شخص ہوں۔ (صحیح بخاری و مسلم، بیہقی)

حضرت سعید بن عامر ؓ

حضرت سعید بن عامر ؓ نے مکہ کی سکونت ترک کر کے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہنے لگے۔ آپ نے خیبر کے بعد ہونے والے تمام غزوات میں حصہ لیا۔ جب نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کے جوار رحمت میں کوچ کیا تو اس وقت تک رسول اللہ ﷺ حضرت سعید بن عامر ؓ سے راضی اور خوش تھے۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں ایک عظیم مجاہد بن کر ابھرے۔ آپ نے ایسی زندگی بسر کی جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ بن گئی۔

رسول اللہ ﷺ کے پہلے دونوں خلفاء حضرت سعید بن عامر ؓ کے مشوروں کو بڑے غور سے سنتے اور ان کی قدر کرتے تھے اور ان پر عمل بھی کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے ان کو اپنے دور خلافت میں حمص کا گورنر بنا دیا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر ؓ نے اپنے ایک قابل اعتماد آدمی کو حمص بھیجا کہ تم وہاں کے غریب اور نادار لوگوں کی فہرست بنا کر مجھے بھیجو۔ جب حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس وہ فہرست پہنچی تو اس میں حمص کے گورنر حضرت سعید بن عامر ؓ کا نام بھی تھا۔

حضرت عمر ؓ نے نمائندے کو بلا کر پوچھا! یہ سعید بن عامر کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ حمص کے گورنر۔ حضرت عمر ؓ نے حیرت سے کہا کہ ہمارا گورنر مفلس ہے۔ انہوں نے کہا! جی ہاں! اللہ کی قسم! ان کے گھر کئی کئی دن چولہے میں آگ نہیں جلتی۔ یہ سننا تھا کہ حضرت عمر ؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت عمر ؓ اٹھے اور ایک ہزار دینار کی ایک تھیلی بنائی اور ان کو دے کر فرمایا! ان کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ عمر ؓ نے یہ تھیلی بھیجی ہے اس سے اپنی ضروریات پوری کرلو۔

حضرت عمر ؓ کے نمائندے وہ تھیلی لے کر حمص حضرت سعید بن عامر ؓ کے پاس پہنچے اور ان کو وہ تھیلی پیش کی۔ انہوں نے پوچھا کہ اس میں کیا ہے۔ فرمایا! دینار ہیں۔ اس پر انہوں نے وہ تھیلی ایک دم اپنے سے دور کر دی اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔

گویا کوئی مصیبت آن پڑی ہے۔ یہ سن کر ان کی بیوی گھبرا کر آ گئیں اور پوچھا کہ کیا سانحہ ہو گیا۔ کیا امیر المومنین وفات پا گئے؟ حضرت سعید بن عامر ؓ نے کہا کہ نہیں، لیکن یہ بات اس سے کہیں زیادہ ہے۔

پوچھا کہ کیا جہاد میں مسلمانوں کو کہیں نقصان پہنچا ہے۔ فرمایا! نہیں۔ اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ میرے پاس دنیا آئی ہے کہ میری آخرت کو بگاڑ دے۔ اس کے بعد آپ نے اس تھیلی میں سے کئی تھیلیوں میں دینار بند کئے اور غریبوں میں تقسیم کر دئے۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ کا شام آنا ہوا تو آپؓ حمص بھی تشریف لائے۔ ان دنوں حمص کا نام کویفہ پڑ گیا تھا جو کوفہ سے بنا تھا۔ یہ نام اس لئے مشہور ہوا کہ یہاں کے لوگ اپنے حکمرانوں کے خلاف بہت شکوہ شکایت کیا کرتے تھے۔ جو کہ کوفہ شہر سے بہت مشابہت رکھتی تھی۔

حضرت عمرؓ جب حمص تشریف لائے تو لوگ ان کو سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ آپؓ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا امیر کیسا ہے؟ انہوں نے ان کی شکایات کرنی شروع کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے گورنر اور شکایات کرنے والوں کو ایک ساتھ طلب کیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ سعید بن عامرؓ کی بارے میں میرا گمان غلط ثابت نہ ہو۔ مجھے ان پر پورا اعتماد ہے۔

جب دونوں پارٹیاں اکٹھی ہو گئیں تو حضرت عمر فاروقؓ نے شکایات کرنے والوں سے پوچھا کہ اپنی شکایت بیان کرو۔

انہوں نے کہا کہ یہ دن چڑھے گھر سے باہر نہیں نکلتے؟

حضرت عمرؓ نے حضرت سعیدؓ سے جواب دینے کے لئے کہا۔

حضرت سعید بن عامرؓ ایک لمحہ کے لئے خاموش ہوئے اور پھر کہا! واللہ! میں اس سلسلہ میں کچھ کہنا نہیں چاہتا تھا لیکن اب کہے بغیر چارہ کار نہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ میرے گھر میں کوئی خادم نہیں ہے۔ میں صبح اٹھتا ہوں، اپنے اہل خانہ کے لئے آٹا گوندھتا ہوں، پھر تھوڑی دیر انتظار کرتا ہوں تاکہ آٹے میں خمیر پیدا ہو جائے اس کے بعد روٹی پکاتا ہوں۔ پھر وضو کر کے لوگوں کی خدمت کے لئے گھر سے نکلتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان کے خلاف اور کیا شکایت ہے؟

انہوں نے کہا کہ یہ رات کے وقت کسی کی نہیں سنتے۔

حضرت سعید بن عامرؓ نے فرمایا! واللہ میں اس بات کا جواب دینا بھی مناسب نہیں سمجھتا تھا لیکن میں نے دن ان لوگوں کے لئے وقف کر رکھا ہے اور رات اللہ کی عبادت کے لئے۔

لوگوں نے تیسری شکایت یہ کی کہ یہ مہینہ میں ایک دن چھٹی کرتے ہیں۔

حضرت سعید بن عامرؓ نے فرمایا! اے امیر المومنین! میرے پاس نہ کوئی خادم ہے اور نہ میرے پاس ان کپڑوں کے سوا کوئی دوسرا جوڑا ہے۔ مہینہ میں ایک مرتبہ ان کو دھوتا ہوں اور ان کے خشک ہونے تک میں ان کا انتظار کرتا ہوں۔

جب وہ خشک ہو جاتے ہیں تو میں ان کو پہن کر باہر آتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا! اور کوئی شکایت؟

کہا گیا کہ یہ مجلس میں بیٹھے بیٹھے کبھی کبھی ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اہل مجلس سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت سعید بن عامرؓ نے فرمایا! جب حضرت خبیب بن عدیؓ کو صلیب پر چڑھایا جا رہا تھا، ان کو جس طرح نیزوں سے زخمی کیا جا رہا تھا، ان کے جسم کی بوٹیاں کی جا رہی تھیں تو اس مجمع میں میں بھی شامل تھا جو یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ میں اس وقت مشرک تھا۔ کفار ان سے پوچھ رہے تھے کہ کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تمہاری جگہ محمد (ﷺ) ہوتے اور تم مزے سے گھر پر ہوتے۔ اس پر حضرت خبیبؓ نے کہا! اللہ کی قسم! میں یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میں اپنے اہل وعیال میں اطمینان سے رہوں اور حضرت محمد ﷺ کے جسم پر ایک کانٹا بھی چبھے۔

جب بھی مجھے وہ دن یاد آتا ہے تو میں سوچ میں پڑ جاتا ہوں کہ میں نے اس دن ان کی مدد کیوں نہ کی۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ میرا یہ جرم معاف نہیں کرے گا۔ یہ سوچ کر مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔

یہ سننا تھا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا! اللہ کا شکر ہے کہ جس نے سعیدؓ کے بارے میں میرے ظن کو غلط ثابت نہیں کیا۔

(تہذیب التہذیب، ابن عساکر)

حضرت سعید بن عامرؓ کا ایک واقعہ امام اوزاعیؒ نے نقل کیا ہے وہ حضرت حسان بن عطیہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو معزول کر کے حضرت سعید بن عامرؓ کو ان کی جگہ شام کا گورنر بنا دیا۔ وہ اپنی نوجوان بیوی کے ساتھ دمشق آ گئے۔ ان کی بیوی نہایت خوبصورت اور قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔ وہاں ان کا تھوڑے دن تک تو گزارا چلتا رہا پھر تنگ دستی اور فاقوں کی نوبت آ گئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کو ان کی اس حالت کی خبر پہنچ گئی تو انہوں نے ایک ہزار دینار ان کے لئے بھیجے۔ وہ یہ دینار لے کر اپنی بیوی کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ یہ جو دینار تم دیکھ رہی ہو یہ حضرت عمرؓ نے بھیجے ہیں۔ بیوی نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ ان دیناروں سے کچھ غلہ اور کھانے پینے کا سامان خرید لیں اور باقی دینار سنبھال کر رکھ لیں تا کہ آئندہ بھی کام آ سکیں۔

حضرت سعید بن عامر ؓ نے کہا کہ میں تم کو اس سے بہتر صورت نہ بتاؤں؟ بیوی نے پوچھا! وہ کیا۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ میں یہ رقم کسی تاجر کو دے دیتا ہوں جو اس سے ہمارے لئے تجارت کرے گا اور اس کا منافع ہمیں دیتا رہے گا وہ ہم کھاتے رہیں گے۔ ہمارے سرمایہ کی ذمہ داری بھی اس کے اوپر ہوگی۔ ان کی بیوی خوش ہوگئیں اور کہا کہ یہ زیادہ ٹھیک ہے۔

حضرت سعید بن عامر ؓ نے ان دیناروں سے دو اونٹ خریدے اور غلہ خرید لیا اور دو ملازم رکھ لئے۔ انہوں نے تمام سامان اونٹوں پر رکھا۔ پھر انہوں نے شہر بھر میں پھر کر غریب، نادار اور مسکینوں کو تمام غلہ تقسیم کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ کھانے پینے کا سامان ختم ہوگیا ہے۔ آپ اس تاجر کے پاس جائیں اور اپنا منافع لے کر آئیں تاکہ اس سے ہم کھانے پینے کا سامان خرید لیں۔

حضرت سعید بن عامر ؓ ان کی بات سن کر خاموش رہے انہوں نے دوبارہ کہا تو پھر بھی خاموش رہے۔ آخر اس نے تنگ آ کر کچھ برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اس پر انہوں نے دن کے وقت گھر آنا بند کر دیا صرف رات کو گھر آتے تھے۔ ان کے گھر والوں میں ایک اچھا آدمی تھا جو ان کے گھر آیا جایا کرتا تھا۔ اس نے ان کی بیوی سے کہا کہ تم ان کے ساتھ کیا کر رہی ہو انہوں نے تو تمام مال صدقہ کر دیا۔ یہ سن کر ان کی بیوی کو ساری مال کا صدقہ کرنے کا اتنا افسوس ہوا کہ وہ رونے لگیں۔

ایک دن جب حضرت سعید بن عامر ؓ گھر آئے تو انہوں نے اپنی بیوی کو بٹھایا اور کہا! میرے کچھ ساتھی تھے جو تھوڑا عرصہ ہوا مجھ سے جدا ہو گئے تھے اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو مجھے ان کا راستہ چھوڑنا پسند نہیں ہے۔ اگر جنت کی خوبصورت حوروں میں سے ایک حور آسمانِ دنیا میں جھانک لے تو ساری دنیا اس کے نور سے روشن ہو جائے اور اس کے چہرے کا نور چاند سورج کی روشنی پر غالب آجائے۔ اور جو دوپٹہ اسے پہنایا جاتا ہے وہ دنیا وما فیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ اب میرے لئے یہ آسان ہے کہ ان حوروں کی خاطر تمہیں چھوڑ دوں لیکن تمہاری خاطر ان کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ سن کر بیوی کا دل نرم ہو گیا اور وہ ان کے اس عمل سے راضی ہوگئیں۔

(حلیۃ الاولیاء)

حضرت اسامہ بن زیدؓ

حضرت اسامہ بن زیدؓ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مدینہ منورہ سے سات سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام حضرت ام ایمنؓ تھا۔ آپ کے والد حضرت زید بن حارثہؓ رسول اللہ ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے اور والدہ رسول اللہ ﷺ کی خاندانی خدمت گار تھیں۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ایمنؓ کو اپنی ماں کا درجہ دیتے تھے۔ صحابہ کرام ان کو " حب النبی " کہا کرتے تھے۔

غزوہ خندق میں حضرت اسامہ بن زیدؓ اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ میدان میں نکلے اور اپنے پنجوں کے بل اس خیال سے چلنے لگے کہ میں کہیں جہاد میں شرکت سے محروم نہ کر دیا جاؤں۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کو ان پر بہت پیار آیا اور انہیں جہاد میں شرکت کی اجازت دے دی۔ آپؓ نے پندرہ سال کی عمر میں اللہ کی راہ میں کفار و مشرکین کے خلاف جہاد میں تلوار اٹھائی۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ جنگ موتہ میں اپنے والد کے ساتھ جنگ میں شریک تھے۔ والد کی شہادت کے بعد آپؓ نے ان کو موتہ کی سرزمین میں سپرد خاک کیا۔

غزوہ حنین میں جب مسلمانوں پر شکست کے سے آثار نمایاں ہوئے تو اس نازک موقعہ پر حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت عباسؓ، حضرت ابوسفیان بن حارثؓ اور چھ دیگر صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لئے میدان کارزار میں ڈٹے رہے۔ اللہ نے مسلمانوں کی شکست کو فتح میں بدل دیا اور نقصان اور ہزیمت سے بچالیا۔

۱۱ھ میں رسول اللہ ﷺ نے رومیوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام موجود تھے۔ حضور اکرمؐ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو اس لشکر کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔ انہیں حکم دیا کہ بلقاء اور قلعہ دارروم کو عبرتناک شکست دے کہ انہیں فتح کریں۔ جو غزہ نامی شہر کے قریب واقع ہے۔ ابھی اس لشکر کی تیاری ہو رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے اور آپ ﷺ کی بیماری نے شدت اختیار کر لی۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں! جب نبی کریم ﷺ پر بیماری کا شدید حملہ ہوا تو میں چند ساتھیوں کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں تیمارداری کے لئے حاضر ہوا۔ بیماری کی تکلیف کی وجہ سے آپ بول نہیں پا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مجھ پر رکھا اور میرے لئے دعا فرمائی۔ اسی بیماری میں آپ ﷺ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو خلیفہ منتخب کرلیا گیا اور تمام صحابہ کرام نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ آپ ؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضرت اسامہ ؓ کے لشکر کو روانگی کا حکم دے دیا جو رسول اللہ ﷺ کی بیماری کی وجہ سے روانہ ہونے سے رک گیا تھا۔ بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ ابھی اس لشکر کو روانہ نہ کیا جائے پہلے حالات کا جائزہ لے کر تھوڑی تاخیر سے روانہ کیا جائے۔ صحابہ نے حضرت عمر ؓ سے کہا کہ وہ حضرت ابوبکر ؓ سے اس سلسلہ میں بات کریں اور دوسری بات یہ کریں کی کسی تجربہ کار مجاہد کو سپہ سالار بنائیں۔

حضرت عمر فاروق ؓ نے جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے اس سلسلہ میں بات کی تو حضرت ابوبکر ؓ شدید غصہ میں آ گئے اور فرمایا! اے ابن خطاب ؓ! کتنے افسوس کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسامہ ؓ کو امیر بنایا اور تم مجھے مشورہ دے رہے ہو کہ میں اسے معزول کردوں۔ اللہ کی قسم! یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ نہ امیر کو تبدیل کیا جائے گا اور نہ یہ لشکر روکا جائے گا۔

حضرت عمر ؓ نے واپس آ کر لوگوں سے فرمایا! تمہاری مائیں تمہیں گم پائیں، جلدی سے اپنے مشن پر روانہ ہو جاؤ۔ آج تمہاری وجہ سے خلیفۃ الرسول مجھ پر شدید ناراض ہوئے ہیں۔

اس لشکر کو الوداع کرنے خود حضرت ابوبکر صدیق ؓ لشکر کے پاس اس انداز میں گئے کہ حضرت اسامہ ؓ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ گھوڑے کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔

حضرت اسامہ ؓ نے عرض کی! اے خلیفۃ الرسول! واللہ! آپ ؓ گھوڑے پر سوار ہو جائیں یا میں نیچے اتر کر آپ ؓ کے ساتھ پیدل چلتا ہوں۔ حضرت صدیق اکبر ؓ نے فرمایا! نہ تم گھوڑے سے اترو گے اور نہ میں گھوڑے پر سوار ہوؤں گا۔ میرے لئے یہ اعزاز ہے میں اللہ کی راہ میں اپنے پاؤں گرد آلود کروں۔ اس کے بعد آپ ؓ نے دعائیں دے کر حضرت اسامہ ؓ اور لشکر کو روانہ کیا۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں جو وصیت کی ہیں ان کے مطابق عمل کرنا اور حضرت اسامہ ؓ سے درخواست کی کہ اگر تم مناسب سمجھو تو عمر ؓ کو میری معاونت کے لئے میرے پاس چھوڑ دو۔ انہوں نے حضرت عمر ؓ کو ان کے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔

حضرت اسامہ بن زید ؓ لشکر کو لے کر چل پڑے اور اس مشن کی کامیابی کے لئے ہر وہ کوشش کی جس کا رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا۔ پہلے مرحلہ میں لشکر نے سرزمین فلسطین میں بلقاء اور قلعہ دارروم کو فتح کیا۔ اس سے مسلمانوں کے دلوں میں رومیوں کا خوف ختم ہو گیا۔ پھر شام کے علاقوں، مصر اور شمالی افریقہ کے علاقے فتح کرکے بحر ظلمات تک اسلامی سلطنت کا جھنڈا لہرا دیا۔ حضرت اسامہ بن زید ؓ اس مہم کو کامیابی کے ساتھ مکمل کرکے بڑی شان و شوکت سے اپنے والد

گرامی حضرت زید بن حارثہ ؓ کے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر کثیر تعداد میں مال غنیمت لے کر واپس مدینہ منورہ لوٹے۔ یہ بات لوگوں میں مشہور ہو گئی تھی کہ حضرت اسامہ بن زید ؓ کے لشکر سے بڑھ کر آج تک کوئی لشکر اتنی کثرت سے مال غنیمت نہیں لایا۔ (الاصابہ، الاستیعاب، الطبقات الکبریٰ)

حضرت سعید بن زید ؓ

حضرت سعید بن زید ؓ جس وقت مسلمان ہوئے تھے تو آپ کی عمر بیس (۲۰) سال تھی۔ آپ ؓ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے اور آپ ؓ ان دس صحابہ میں شامل ہیں جنہیں ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دی گئی تھی اور وہ "عشرہ مبشرہ" کہلائے۔ آپ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں حصہ لیا۔ غزوہ بدر میں غیر حاضری کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ کو ایک خاص مہم پر بھیجا ہوا تھا۔ ایران کے کسریٰ اور روم کے قیصر کے خلاف جتنی جنگیں لڑی گئیں آپ ؓ ان سب میں شریک تھے۔ خاص طور پر جنگ یرموک میں آپ نے بہادری کے جوہر دکھائے۔

حضرت سعید بن زید ؓ نے ایک مرتبہ فرمایا!

جنگ یرموک میں مجاہدین کی تعداد تقریباً چوبیس ہزار تھی اور رومی فوج کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ وہ بڑی جوش وخروش سے ہماری طرف بڑھ رہے تھے یوں لگتا تھا کہ ایک پہاڑ ہماری طرف چلا آ رہا ہے۔ لشکر کے آگے ان کے بڑے بڑے پوپ اور پادری صلیب اٹھائے ہوئے بلند آوازوں سے کچھ پڑھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ مسلمانوں نے جب ان کو اس حال میں دیکھا تو پریشان ہو گئے۔ اس نازک موقع پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے جوش وجذبہ سے مسلمانوں کو جہاد کے لئے ابھارتے ہو ارشاد ربانی سنایا!

﴿ ان تنصرو اللّٰہ ینصرکم و یثبت اقدامکم ﴾

اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔

اللہ کے بندو! صبر کرو بلاشبہ صبر ہی کفر سے نجات، اللہ کی خوشنودی اور بزدلی کو زائل کرنے کا باعث ہے۔

سنو! اپنے نیزے درست کر لو اور انہیں چھپائے رکھو، خاموشی اختیار کرو، دلوں کو یاد الٰہی سے سرشار رکھو، یہاں تک کہ میں تمہیں ان پر حملہ کا حکم دوں۔ مجاہدین کی صفوں میں سے ایک مجاہد آگے آیا اور اس نے حضرت ابوعبیدہ ؓ سے کہا!

میں نے عزم کیا ہے کہ میں ابھی اپنا فرض انجام دے دوں اور راہ حق میں شہید ہو جاؤں۔ اگر آپ ؓ کو رسول اللہ ﷺ کو کوئی پیغام دینا ہے تو مجھے بتا دیں۔ حضرت ابو عبیدہ ؓ نے کہا کہ ان کو میرا اور تمام مجاہدین کا سلام عرض کر دینا۔ اسی وقت انہوں نے تلوار نکالی اور دوڑتے ہوا دشمنوں کی صف میں گھس گئے اور دشمن شہسواروں کو نشانہ بنا لیا۔ بلا خوف وخطر دشمنوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

اس جنگ کے بعد حضرت سعید بن زید ؓ کو فتح دمشق میں شرکت کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح ؓ نے آپ کو دمشق کا گورنر بنا دیا۔

(طبقات ابن سعد، تہذیب ابن عساکر)

حضرت ابو طلحہ انصاری ؓ

حضرت ابو طلحہ انصاری ؓ کا اصل نام حضرت زید بن سہل ؓ تھا۔ آپ ؓ غزوہ احد کے دن حضور اکرم ﷺ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اپنے ترکش پھیلا دئے اور کہنے لگے میرا چہرہ آپ ﷺ کے چہرے کے لئے ڈھال اور میری جان آپ ﷺ کی جان کے لئے قربان ہے۔ غزوہ حنین کے دن آپ نے بیس مشرکین کو قتل کیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ کے بارے میں فرمایا! لشکر میں ابو طلحہ ؓ کی آواز سو آدمیوں سے بہتر ہے۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابو طلحہ ؓ کی آواز ہزار آدمیوں سے بہتر ہے۔ (سیر اعلام النبلاء)

حضرت سلمہ بن اکوع ؓ

حضرت سلمہ بن اکوع ؓ کی شجاعت اور دلیری کے بے شمار واقعات ہیں۔ ایک موقع پر آپ ؓ نے اکیلے ایک پورے لشکر کو شکست فاش دی تھی۔ آپ نے ایک سریہ میں سات مشرکین کو قتل کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ

۱۹ ھ میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ نے جنگ کے لئے مجاہدین اسلام کا ایک لشکر روانہ کیا جس میں حضرت عبداللہ بن حذیفہ ؓ بھی شامل تھے۔ روم کے بادشاہ کے پاس مسلمانوں کی فوج کی خبریں برابر پہنچ رہی تھیں۔ اسے معلوم تھا کہ مجاہد اسلام پختہ حوصلے، سچے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانیں نچھاور کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس نے اپنے فوجیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر اسلامی لشکر میں سے کوئی فوجی تمہارے ہاتھوں قید ہو تو اس کو میرے سامنے پیش کرنا۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ کو رومی فوجیوں نے گرفتار کرلیا اور انہیں قیصر روم کے دربار میں حاضر کیا گیا۔

حافظ ابن کثیر ؒ اور حافظ ابن عساکر ؒ واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ کو رومی فوجیوں نے گرفتار کرلیا اور اپنے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے آپ سے کہا کہ اگر تم عیسائی ہو جاتے ہو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا بلکہ اپنی بادشاہت میں بڑا عہدہ دے کر اپنی بیٹی سے تمہاری شادی کر دوں گا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ نے جواب دیا! یہ تو کچھ بھی نہیں اگر تم مجھے اپنی بادشاہت بھی دے دو اور تمام عرب کا راج میرے حوالے کر دو اور یہ چاہو کہ ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی میں محمد ﷺ کے دین سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بادشاہ نے کہا! پھر میں تمہیں قتل کر دوں گا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ نے فرمایا! ہاں! یہ تمہیں اختیار ہے۔ چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں صلیب پر چڑھا دیا جائے۔ بادشاہ کا حکم سنتے ہی ان کو صلیب کے ساتھ کھڑا کر کے ان کے ہاتھ پاؤں میں کیلیں ٹھوکنی شروع کر دیں۔ اس دوران آپ ؓ سے بار بار کہا جاتا کہ عیسائیت قبول کرلو۔ آپ ؓ پورے صبر واستقلال سے فرماتے! ہرگز نہیں۔ آخر بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں سولی سے اتارلو۔ ایک پیتل کی دیگ میں تیل ڈال کر آگ میں خوب تپا کر لاؤ۔ چنانچہ وہ پیش کی گئی۔

بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کو ان کے سامنے اس میں ڈالنے کا حکم دیا۔ وہ مسلمان سیکنڈوں میں چرمر ہو گیا اور اس کا گوشت جل کر ہڈیاں نظر آنے لگیں۔ پھر بادشاہ نے عبداللہ بن حذیفہ ؓ سے کہا! دیکھو! اب بھی وقت ہے بات مان لو ورنہ آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کے جلا دیا جائے گا۔

آپ ؓ نے پھر بھی اپنے ایمان کے جوش سے فرمایا! ناممکن ہے کہ میں اللہ کا دین چھوڑ دوں۔ اسی وقت بادشاہ نے

حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر تیل میں ڈال دو۔ جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لئے چرخی پر چڑھائے گئے تو ان کی آنکھوں میں سے آنسو نکل آئے۔

اسی وقت بادشاہ نے روکنے کا حکم دیا۔ انہیں چرخی سے اتار کر اپنے پاس بلایا۔ اس کو امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر ان کے خیالات بدل گئے ہوں گے۔ اب یہ میرے بات مان لے گا اور میری دامادی قبول کر کے میری سلطنت کا حصہ بن جائے گا۔ لیکن بادشاہ کی یہ تمنا بے سود نکلی۔

پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ میں اس لئے رویا تھا کہ آہ! آج ایک ہی جان ہے جسے اللہ کی راہ میں اس عذاب کے ساتھ قربان کر رہا ہوں۔ کاش! میرے روئیں روئیں میں ایک جان ہوتی تو آج سب کو اللہ کی راہ میں ایک ایک کر کے فدا کر دیتا۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپ ؓ کو قید خانے میں بھی رکھ کر کھانا پینا بند کر دیا گیا تھا۔ کئی دن بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے شدید بھوک کی کیفیت میں بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ بادشاہ نے انہیں اپنے پاس بلوایا اور کھانا نہ کھانے کا سبب معلوم کیا۔ آپ ؓ نے جواب دیا کہ اس حالت میں میرے لئے ان کا کھانا جائز ہو گیا تھا لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو خوش ہونے کا موقعہ نہیں دینا چاہتا تھا۔

بادشاہ نے کہا! اچھا تم میرے سر کا بوسہ لو تو میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو قید سے رہا کر دوں گا۔ آپ نے اسے قبول فرمالیا اور بادشاہ کے سر کا بوسہ لے لیا۔ بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ نبھایا اور آپ ؓ کو ساتھیوں سمیت رہا کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ یہاں سے رہا ہو کر حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس پہنچے تو آپ ؓ نے انہیں بڑے ادب سے منبر رسول ﷺ پر بٹھایا اور فرمایا! حضرت عبداللہ ؓ! اپنا واقعہ ہمیں سناؤ۔ چنانچہ جب آپ ؓ نے واقعہ سنانا شروع کیا تو حضرت عمر ؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو گئے۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا! ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ کی پیشانی چومے اور سب سے پہلے میں ان کی پیشانی پر بوسہ دیتا ہوں۔ پھر مسجد میں موجود تمام مسلمانوں نے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

(ابن کثیر ؒ جلد سوم)

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ ان آٹھ خوش نصیب صحابہ کرام میں سے ایک ہیں جنہیں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ ان دس صحابہ کرام میں شامل ہیں جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی۔ آپ ان چھ جلیل القدر صحابہ کرام میں شامل تھے جنہیں حضرت عمر فاروقؓ نے نیا خلیفہ منتخب کرنے کی ذمہ داری دی تھی۔ آپ کا شمار اس وقت کے جید علماء میں ہوتا تھا اور آپؓ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی فتویٰ دیا کرتے تھے۔

میدان بدر میں حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرتے ہوئے مقابلہ پر آنے والے مشرک عمیر بن عثمان بن کعب کا سرتن سے جدا کر دیا تھا۔ غزوہ احد میں جب مسلمانوں کے قدم ڈگمگا گئے تھے تو اس وقت آپؓ چٹان کی طرح میدان میں جمے رہے یہاں تک کہ دشمنوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اس جنگ میں آپ کو بیس زخم آئے تھے اور بعض بہت گہرے تھے۔ غزوات میں آپ بہت بڑھ چڑھ کر مالی اور سامان سے مدد کیا کرتے تھے خاص طور پر غزوہ تبوک میں آپ نے بہت مدد کی۔

لشکر اسلام جب تبوک کی طرف روانہ ہوا تو اس سفر میں حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کو وہ شرف حاصل ہوا جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوا۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت وہاں تشریف نہیں رکھتے تھے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے نماز کی امامت کے فرائض انجام دئے ابھی پہلی رکعت ختم ہوئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور جماعت میں شریک ہو گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

جس دن حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کو جنت کی بشارت ملی اس دن آپؓ نے چالیس ہزار دینار اللہ کی راہ میں خرچ کر دئے تھے۔ ایک مرتبہ مجاہدین اسلام کے لئے پانچ سو تربیت یافتہ جنگی گھوڑے دئے۔ ایک اور مرتبہ ایک ہزار عربی نسل کے گھوڑے مجاہدین کے لئے دئے۔ وفات سے چند دن قبل تمام غلام آزاد کر دئے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء)

حضرت ابوایوب انصاری ؓ

حضرت ابوایوب انصاری ؓ کا اصل نام خالد بن زید ؓ تھا۔ آپ کا تعلق بنونجار سے تھا۔ آپ کی کنیت ابوایوب ؓ تھی، آپ مدینہ منورہ کے انصار میں سے تھے اس لئے انصاری کہلائے۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ سات مہینے آپ ؓ کے گھر میں قیام پذیر رہے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے لے کر حضرت امیر معاویہ ؓ کے عہد تک جتنی جنگیں لڑی گئیں آپ نے ان تمام میں حصہ لیا۔ آپ کی زندگی کی آخری جنگ وہ تھی جس میں حضرت امیر معاویہ ؓ کے بیٹے کی قیادت میں ایک لشکر قسطنطنیہ روانہ کیا گیا تھا۔ آپ ؓ (۸۰) اسی سال کی عمر میں بھی تیز طرار گھوڑے پر بیٹھ کر جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کرتے تھے۔ اس وقت حضرت ابوایوب انصاری ؓ کی عمر (۸۴) چوراسی سال تھی۔ لیکن اس کے باوجود آپ ؓ اس لڑائی میں بخوشی شریک ہوئے۔ یہ لشکر سمندر کے ذریعہ قسطنطنیہ گیا تھا۔ دشمن سے مقابلے کو ابھی چند دن ہی ہوئے تھے کہ آپ ؓ کی طبیعت خراب ہو گئی اور بیماری نے شدت اختیار کرلی۔ آپ جنگ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ سے انتہائی رنجیدہ تھے۔ سپہ سالار نے آپ ؓ سے آپ کی خواہش پوچھی؟ آپ ؓ نے ارشاد فرمایا! مجاہدین اسلام کو میرا اسلام کہنا اور میری آپ سے یہ وصیت ہے کہ دشمن کی سرزمین میں پیش قدمی کرتے ہوئے آخری حد تک پہنچنا۔ اگر اس دوران میں فوت ہوجاؤں تو میری لاش کو لے جا کر قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار کے پاس دفن کرنا۔ آپ نے جیسے ہی یہ الفاظ ادا کئے، آپ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔

لشکر اسلام کے سپہ سالار نے اس جلیل القدر صحابی کی تجویز پر عمل کرتے ہوئے دشمن پر پے در پے حملے کئے یہاں تک کہ قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ حضرت ابوایوب انصاری ؓ کی وصیت کے مطابق ان کا جسد خاکی ساتھ لائے تھے۔ انہوں نے قسطنطنیہ کی دیوار کے سائے میں قبر کھودی اور نہایت عزت واحترام کے ساتھ سپرد خاک کیا۔ وہاں موجود دشمن کی فوج کو اعلان کر کے بتلا دیا کہ یہ ہمارے معزز صحابی رسول ؓ ہیں۔ اگر ان کی قبر اور لاش کو کسی نے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو اس قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔

(اسدالغابہ، الاصابہ)

حضرت حذیفہ بن یمان ؓ

حضرت حذیفہ بن یمان ؓ کے والد مکہ مکرمہ کے بنی عبس قبیلہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے ہی قبیلہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا اور مکہ سے کوچ کر کے یثرب آ گئے۔ وہاں ان کے بنی عبد الاشہل سے بہت گہرے تعلقات ہو گئے۔ انہوں نے اس قبیلے کی ایک خاتون سے شادی کر لی اور ان سے حضرت حدیفہ بن یمان ؓ پیدا ہوئے۔ آپ بڑے ہونے تک مدینہ منورہ ہی میں رہے۔ حضرت حدیفہ ؓ ان خوش قسمت لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ہجرت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ ؓ کے والدین بھی مسلمان ہو گئے تھے۔

ایک مرتبہ آپ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض لیا! یا رسول اللہ ﷺ! میں مہاجر ہوں یا انصار؟ آپ ﷺ نے فرمایا! تمہیں اختیار ہے کہ اپنے آپ کو جو چاہو کہو۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ میں انصاری کہلانا پسند کروں گا۔

آپ ؓ غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ غزوہ بدر میں شرکت نہ کرنے کی وجہ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میرے والد مدینہ منورہ جا رہے تھے تو راستے میں قریش مکہ نے ہمیں گرفتار کر لیا۔ انہوں نے کہا کہ تم محمد (ﷺ) سے ملنے جا رہے ہو۔ ہم نے کہا کہ ہم مدینہ جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک شرط پر ہم تمہیں چھوڑتے ہیں کہ اگر تم محمد (ﷺ) سے ملو گے تو یہ وعدہ کرو کہ ان کے ساتھ جنگ میں ان کی مدد نہیں کرو گے۔ ورنہ ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے، ہم نے مجبوراً وعدہ کر لیا تو انہوں نے ہمیں آزاد کر دیا۔ مدینہ آ کر ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوری بات انہیں بتائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم اپنے وعدے پر قائم رہو اور اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کرو۔ آپ ؓ غزوہ احد میں اپنے والد کے ساتھ شریک ہوئے اور آپ کے والد نے اسی غزوہ میں جام شہادت نوش کر لیا۔

حضرت ابراہیم تیمی ؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ بن یمان ؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے فرمایا! غزوہ احزاب کے موقعہ پر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔ رات کو بہت تیز ہوا چل رہی تھی اور شدید سردی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کیا کوئی ایسا شخص ہے جو میرے پاس قریش کی خبر لائے اور قیامت کے دن میری معیت میں ہو۔ تمام لوگ سخت سردی کی وجہ سے خاموش رہے۔ پھر آپ نے دوبارہ اور پھر تیسری بار فرمایا! مگر اس سردی میں باہر نکلنے کی کسی میں ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا! اے حذیفہ! تم جاؤ اور میرے پاس قریش کی خبر لاؤ۔ جب آپ ﷺ نے میرا نام لے کر پکارا تو میرے پاس حکم بجالانے کے کوئی اور چارہ نہ تھا۔ میں اٹھا اور ان کی طرف چل پڑا اس قدر سردی اور تیز ہوا میں مجھے بالکل سردی نہیں لگ رہی تھی مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں گرم حمام میں چل رہا ہوں۔ میں وہاں پہنچا اور جو معلومات مجھے لینی تھیں وہ اکٹھی کیں اور جب میں واپس آرہا تھا تو پھر بھی مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے گرم حمام میں چل رہا ہوں۔ میں نے واپس آکر تمام معلومات رسول اللہ ﷺ کو بتادیں۔ جب میں اس مہم سے فارغ ہوا تو مجھے ٹھنڈ محسوس ہونے لگی۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنا چغہ جو آپ ﷺ نے اوڑھا ہوا تھا میرے اوپر اڑھا دیا اور میں رات کو میٹھی نیند سوتا رہا۔

جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! **قم یا نومان** (اے سونے والے اٹھ جا)(صحیح مسلم)

حضرت عکاشہ بن محصن ؓ

حضرت عکاشہ بن محصن ؓ کی بہادری اور حاضر دماغی بہت مشہور ہے۔ ابن اسحاق نے آپ ؓ کے واقعات میں لکھا ہے کہ غابہ کی لڑائی میں انہوں نے ایک مشرک اوبار اور اس کے بیٹے عمر بن اوبار کو ایک ہی اونٹ پر بیٹھے دیکھا۔ انہوں نے نشانہ لے کر اتنی طاقت سے نیزہ پھینکا کہ وہ نیزہ دونوں باپ اور بیٹے کے جسموں سے آر پار ہوگیا۔

حضرت عباد بن بشر ؓ

غزوہ ذات الرقاع سے واپسی کے سفر کے دوران ایک جگہ لشکر نے رات کو قیام کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کون ہے جو آج کی شب دشمن سے ہماری حفاظت کرے گا اور ہمیں ان سے بے نیاز کردے گا؟ ایک انصاری صحابی حضرت عبادہ بن بشیر ؓ اور ایک مہاجر صحابی حضرت عمار بن یاسر ؓ کھڑے ہوگئے اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ بے فکر ہو جائیں رات کو ہم پہرا دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے مواخات میں ان دونوں کو بھائی بنایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو اجازت دے دی۔

حضرت عباد بن بشر ؓ نے حضرت مصعب بن عمیر ؓ کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا۔ حضرت عباد بن بشر ؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ ؓ نے ہر غزوہ میں کوئی نہ کوئی ناقابل فراموش کارنامہ ضرور انجام دیا۔

اس غزوہ ذات الرقاع میں ایک عورت بھی قید ہو کر آئی جس کا خاوند وہاں موجود نہ تھا۔ جب اس کا شوہر آیا تو اس نے لات وعزیٰ کی قسم کھائی کہ میں مسلمانوں کا پیچھا کروں گا اور انہیں نقصان پہنچائے اور خون بہائے واپس نہیں آؤں گا۔ جب پہرہ دینے کے لئے یہ پہاڑ کے درے میں پہنچے تو حضرت عباد بن بشرؓ نے اپنی بھائی حضرت عمار بن یاسرؓ سے پوچھا۔ آپ رات کے پہلے حصہ میں سونا پسند کریں گے یا آخری حصہ میں۔ انہوں نے کہا کہ پہلے حصہ میں میں آرام کر لیتا ہوں اور دوسرے حصہ میں تم آرام کر لینا اور میں پہرہ دوں گا۔ حضرت عباد بن بشرؓ پہرہ دیتے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے۔ پھر انہوں نے سوچا کہ اگر میں نماز میں تلاوت کروں تو زیادہ لطف آئے گا۔ اس لئے آپ نے قبلہ رخ ہو کر نماز کی نیت باندھ لی اور نماز میں تلاوت کرتے رہے۔

دوسری طرف وہ کافر جس کی بیوی قید میں تھی دبے پاؤں ان کی طرف آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا پہرہ دے رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ یہ یقیناً رسول اللہ (ﷺ) کا ساتھی ہوگا اور رسول اللہ (ﷺ) بھی یہیں آرام کر رہے ہوں گے۔ اس نے اپنے تیر کش سے ایک تیر نکالا اور حضرت عبد بن بشرؓ کا نشانہ لے کر ان پر تیر چلا دیا۔ تیر سیدھا حضرت عبادؓ کے جسم میں پیوست ہو گیا۔ آپؓ نے ہاتھ سے تیر پکڑا اور اسے کھینچ کر نکال کر پھینک دیا۔ پھر اس نے دوسرا تیر مارا وہ بھی آپ کے جسم میں پیوست ہو گیا۔ آپؓ نے اسے بھی نکال کر پھینک دیا۔ پھر اس نے تیسرا تیر مارا وہ بھی آپؓ کے جسم میں پیوست ہو گیا۔ اس تیر کا زخم دونوں تیروں سے زیادہ تھا۔ اس تیر کے نکالنے میں جسم سے خون کے فوارے چھوٹ گئے۔ حضرت عبادؓ نے سلام پھیرا اور دھیرے دھیرے کھسک کر بھائی حضرت عمار بن یاسرؓ کے قریب گئے اور انہیں جگایا۔ ان سے کہا کہ زخموں کے گھاؤ سے میرا بہت خون بہہ چکا ہے۔ میری اوپر کمزوری طاری ہو رہی ہے اور میری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔ اس دشمن نے جب دیکھا کہ درے پر دوسرا آدمی بھی ہے تو وہ ڈر گیا کہ اور بھی لوگ ہوں گے، وہ وہاں سے بھاگ گیا۔

حضرت عماد بن یاسرؓ نے دیکھا کہ حضرت عباد بن بشرؓ کے جسم سے بہت تیزی سے خون بہہ رہا ہے تو وہ گھبرا گئے اور کہا کہ پہلا تیر لگنے پر تم نے مجھے کیوں نہیں جگایا۔ حضرت عباد بن بشرؓ نے فرمایا کہ میں نماز میں سورۃ الکہف پڑھ رہا تھا اور مجھے اتنا لطف آ رہا تھا کہ میں سے سوچا کہ سورۃ مکمل کرنے کے بعد سلام پھیروں گا۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے ذمہ داری کا احساس نہ ہوتا تو میں سورۃ مکمل کرتا چاہے اس دوران میری جان چلی جاتی۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دور خلافت میں مرتدین کے خلاف معرکہ آرائی خطرناک صورت حال اختیار کر گئی تھی تو انہوں نے مسیلمہ کذاب اور بپھرے ہوئے مرتدین کو پسپا کرنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا جس میں حضرت عباد بن بشر ؓ صف اول میں شامل ہوئے۔ مسلمانوں اور مسیلمہ کذاب کے درمیان خونریز جنگ ہوئی اور شروع میں مسلمانوں کو پسپائی کا سامنا کرنا پڑا۔ دشمن کسی طرح قابو میں نہیں آرہا تھا۔ حضرت عباد بن بشر ؓ نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار ایک دوسرے پر ناکامی کی ذمہ داری ڈال رہے ہیں۔ حضرت عباد بن بشر ؓ نے مہاجرین اور انصار کو الگ الگ منصوبہ بندی کرنے کو کہا اور اپنے طور پر دشمن پر حملہ آور ہوں اس طرح سے مسلمانوں کی کمزوری دشمن پر ظاہر نہیں ہوگی۔

لڑائی رات تک ہوتی رہی۔ اس دوران حضرت عباد ؓ پر غنودگی چھا گئی اور آپ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھلا ہے اور میں اس میں داخل ہوگیا تو وہ دروازہ بند کر دیا گیا۔ صبح ہوئی تو انہوں نے اپنے خواب کا ذکر حضرت ابوسعید ؓ سے کیا تو انہوں نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ اس جنگ میں تمہاری شہادت کی طرف اشارہ ہے۔

جب دن چڑھا تو حضرت عباد بن بشر ؓ ایک ٹیلے پر چڑھ کر لوگوں کو پکارنے لگے! اے انصار! اپنی تلوار کی نیامیں توڑ ڈالو، تمہاری طرف سے اسلام پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ آپ ؓ پورے جوش وخروش سے یہ بات دوہراتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس چار سو مجاہد جمع ہوگئے جن میں حضرت ثابت بن قیس ؓ، براء بن مالک ؓ اور حضرت ابودجانہ ؓ بھی شامل تھے۔ حضرت عباد بن بشر ؓ ان مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے تلوار نکال کر دشمن کی صفیں چیرتے ہوئے اللہ کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے چلے گئے۔ مسیلمہ کذاب کی فوج کے بے شمار لوگوں کو جہنم رسید کرتے ہوئے اس کے باغ کی دیوار کے پاس زخمی حالت میں شہید ہوگئے۔ آپ کا جسم تلواروں، نیزوں اور تیروں سے چھلنی ہو چکا تھا اور چہرے پر بھی اس قدر زخم آئے تھے کہ آپ ؓ پہچانے نہیں جارہے تھے۔ (تاریخ اسلام ذہبی، سیر اعلام النبلاء)

باب پنجم

مجاہد خواتین

بهادر ایك بار مرتا هے،
بزدل هر روز مرتا هے

خواتین کی جنگی تربیت

مورخین اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ مسلمان خواتین نے نہ صرف چادر اور چار دیواری کے تقدس کی ذمہ داری اور حفاظت فرمائی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے میدان جنگ میں بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں ہیں۔ انہوں نے جنگ میں زخمیوں کی عیادت، کھانا اور خوراک کی فراہمی اور تیاری، مجاہدین کی نگہبانی کے علاوہ شمشیر زنی میں بھی کمال کی مہارت حاصل کر لی تھی۔

دمشق میں جب اسلامی فوجیں جہاد کر رہیں تھی تو اس میں حضرت ام ابان ؓ نے رومی جرنل توما کو قتل کر کے اپنے شوہر کی شہادت کا بدلہ لیا تھا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت میں جب مسلمان فوجیں یرموک کے مقام پر لڑ رہی تھیں تو اس میں مسلمان خواتین نے بہت بہادری اور شجاعت کی مثالیں قائم کیں اور مسلمان مجاہدین کے حوصلے بڑھائے۔ ایک موقعہ پر خواتین لشکر کے ساتھ تھیں انہوں نے خیموں کی لکڑیاں اکھاڑ کر سپاہی بن کر رومیوں کا مقابلہ کیا۔ اور رومیوں کی ایک بڑی فوج کو ذلت اور شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت اسماء انصاریہ ؓ نے ایک لکڑی کی بلی سے نو کافروں کو جہنم رسید کیا۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر ؓ ہر وار سے ایک کافر کو زمین پر گراتیں تھیں۔ سیدہ حنساء ؓ ایک مشہور شاعرہ تھیں۔ جنگ قادسیہ میں ان کے چار بیٹوں نے بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہادت کے مرتبے حاصل کئے۔ اس شیر دل ماں نے بیٹوں کی شہادت پر رونے دھونے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بیٹوں کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے گا اور انہوں نے چار شہید بیٹوں کی ماں ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

رسول اکریم ﷺ کے وصال کے بعد کئی بدبختوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس میں ایک شخص اسود عنسی بھی تھا۔ اس کی بیوی نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ جب مسلمان فوجیوں نے اس کذاب کا محاصرہ کر لیا اور محاصرہ طویل ہو رہا تھا، ایسے میں اسود عنسی کی بیوی نے مسلمانوں سے ملاقات کی اور انہیں حملہ کرنے کے متعلق معلومات فراہم کیں۔ اس مومنہ کے بتانے پر مسلمانوں نے اس طرف سے حملہ کیا اور اس جھوٹے نبی کو قتل کر دیا۔

خواتین کا افضل جہاد

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد افضل اعمال میں سے ہے پھر ہم بھی کیوں نہ جہاد کریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! (عورتوں کے لئے) سب سے افضل جہاد مقبول حج ہے۔ (صحیح بخاری)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا! تمہارا جہاد حج ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت انس بن مالک ؓ نے فرمایا کہ غزوہ احد میں مسلمانوں کی حفاظتی گارڈ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے منتشر ہوگئی تو انہوں نے دیکھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اور حضرت ام سلیم ؓ اپنی شلواریں اوپر کئے جس کی وجہ سے ان کی پنڈلی نظر آ رہی تھی اور تیز چلنے کی وجہ سے مشکیزہ سے پانی چھلک رہا تھا جا رہی ہیں۔ اس معرکہ میں خواتین اپنے گھڑے پشت پر سے ادھر ادھر کرتی جا رہی تھیں اور مجاہدین کو پانی پلا رہی تھیں۔ جب مشکیزے خالی ہو جاتے تو واپس جا کر ان کو بھر بھر کر لاتیں اور مجاہدین کو پلاتیں۔ (صحیح بخاری)

حضرت ربیع بنت معود ؓ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتی تھیں، مسلمان زخمیوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور جو لوگ شہید ہو جاتے تو ان کو اٹھا کر مدینہ لے جانے کا بندوبست کرتی تھیں۔ (بخاری)

عورتوں کے مجاہدانہ کردار

کسی بھی قوم کی عظمت کا راز اس بات پر پوشیدہ ہے کہ اس قوم کے تمام افراد کتنے بہادر اور جری ہیں اور وہ افراد اپنی قوم کے لئے کتنے مخلص ہیں۔ اس قوم میں کس قدر غیرت اور حمیت موجود ہے۔ جس قوم کے افراد غلامی کا طوق اپنے گلے کی زینت بناتے ہیں وہ قوم کبھی بھی زندگی میں اپنا بڑا مقام حاصل نہیں کر سکتی۔ تباہی اور بربادی اس قوم کا مقدر ہوتی ہے۔ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے شخصی آزادی اور قومی آزادی کی نہ صرف علم بلند کیا بلکہ ایک مستقل نظام بھی عطا کیا جو اس آزادی کے تحفظ کا ضامن اور مسلمانوں کی غیرت اور حمیت کا محافظ ہے اور وہ نظام ہے اسلام کا " نظام جہاد "۔

اسلام کے نظام جہاد کا مرکز و ماخذ دولت اور ملک گیری کا حصول نہیں ہے اور نہ ہی ہوس گیری کا حصول ہے۔ بلکہ اس کا مشن تو اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہے، دین کی اشاعت اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی عملداری ہے۔ اس کا مقصد ایک ایسے معاشرے کا قیام ہے جو اسلامی نظام کی ہر طرح سے حفاظت کرنے کا ضامن ہو۔ اس نظام میں اس بات کا پورا خیال کیا جاتا ہے کہ کسی کی بھی دلآزاری نہ کی جائے، نہ کسی کا حق مارا جائے بلکہ اسلام کا نظام جہاد تو کمزوروں اور غریبوں کی حمایت کے لئے ہے اور یہ اپنے وقت کے نمرودوں، شدادوں، فرعونوں اور ہامانوں کو جہنم کی راہ دکھانے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعاً يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاء هُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاء هُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (4)وَنُرِيْدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ (5) وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ (6)

(سورۃ القصص: ۴ ۔ ۶)

فرعون زمین میں بہت بڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا کہ ان میں سے ایک جماعت کو کمزور رکھے اور ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا رہے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دے۔ واقعی وہ بڑا مفسد تھا۔ اور ہم کو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا زمین میں زور گھٹایا جا رہا تھا ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنا دیں اور ان کو کامیاب بنا دیں اور ان کو زمین میں حکومت دیں اور فرعون اور ہامون اور اس کے ہمراہیوں کو وہ واقعات دکھائیں جن سے وہ بچاؤ کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ غلامی کی ذلت آمیز زندگی کو ناپسند کرتے ہوئے متکبرین کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں۔ رب کریم کی حمایت اور مدد ہمیشہ کمزوروں کے ساتھ رہی ہے اور اسلام ہی مذاہب عالم میں وہ واحد دین ہے جو مسلمانوں کے جذبہ جہاد کے ذریعہ انسان کی آزادی کو فروغ دیتا ہے۔ تاریخی حوالوں سے دیکھا جائے تو ہمیشہ اسلام نے ہی غریبوں، کمزوروں اور مساکین کو قوت بخشی ہے۔

اسلام کے آغاز میں اہل کفر نے مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم نازل کیا اور مسلمانوں کو ایک عظیم قوت عطا فرمائی۔ یہ جوش وجذبہ کالے، گورے، عربی، عجمی، حبشی میں ہر طرح کی تفریق کے بغیر موجود تھا۔ اس میدان میں نہ صرف مرد حضرات نے بلکہ خواتین اور بچے تک نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اسلام میں عورت انسانیت کے وہ تمام مدارج حاصل کر سکتی ہے جو دوسرے مذاہب میں صرف مردوں کے لئے مخصوص ہیں۔ اسلام میں عورت کو ہر طرح کی آزادی حاصل ہے جو اب بھی مغرب میں عورتوں کو حاصل نہیں۔ اگر دنیا سے پوچھا جائے کہ تمہاری تاریخ میں صنف نازک کے کارناموں کا کتنا حصہ ہے تو یونانی " زبات النوع " کا حوالہ دیتے ہیں، ہندوستان میں شرم وحیا کی چند دیویوں کے نام گنائے جاتے ہیں، یورپ کا " گولڈن ڈیڈس " چند جنگ آزما عورتوں کا حوالہ دیتا ہے۔ ان چند مخصوص عورتوں کے واقعات کے ساتھ تاریخ میں کوئی اہم مقام حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ سیاسی تاریخ کے علاوہ مذہبی کارناموں میں بھی چند خواتین کے علاوہ ان اقوام کا دامن خواتین کی خدمات سے خالی ہے۔ عیسائی دنیا " مریم اخت ہارونؑ " پر بجا طور پر فخر کر سکتی ہے، ناصرہ " مریم عزرا " کا مثالی کردار پیش کر سکتی ہے۔ اس کے برعکس اگر اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ہزاروں مسلمان خواتین کے ایسے واقعات ملیں گے کہ جنہیں تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ جن کو تاریخ داد تحسین پیش کرتی ہے۔ اگر ہم خواتین کے باقی کارناموں کو چھوڑ کر صرف جہاد کے ہی کارناموں کی بات کریں تو ہماری قابل قدر صحابیات، تابعیات اور بعد کے زمانوں کے خواتین نے جس شان اور خلوص سے اس میں حصہ لیا ان کی مثال ملنا ناممکن ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بھی جنگوں میں حصہ لیا اور مال غنیمت میں بھی حصہ پایا۔ (سنن ابوداؤد، جامع ترمذی)

ابتدائے اسلام میں کفار کی طرف سے مسلمانوں پر جو ظلم وستم توڑے گئے ان کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان حالات میں ظلم سے نہ ڈرنا، ظالم کے سامنے نہ جھکنا، حق کی خاطر اپنی جان تک کی پروا نہ کرنا اور اپنی جان قربان کرنا ان ہی خواتین کا جگرا تھا۔ ان خواتین نے اپنی جان پر کھیل کر اسلام کے نام کو وہ روشنی دی جن کی مثال تاریخ میں نہ پہلے موجود تھی اور نہ بعد میں ملتی ہے۔ حضرت سمیہؓ وہ پہلی شہید صحابیہ ہیں جنہوں نے اسی فرض کی ادائیگی میں اپنی جان کی قربانی دے دی۔ حضرت زنیرہؓ کو ابو جہل نے اس قدر مارا کہ ان کی بینائی چلی گئی، حضرت ام فکیہہؓ کو اس قدر مارا جاتا تھا،

مارنے والے تھک کر بیٹھ جاتے تھے۔

مسلمان عورتیں میدان جنگ میں پیچھے رہتیں، گھوڑوں کی خدمت کرتیں، جنگ سے واپسی پر مجاہد شوہروں کی خاطر مدارات کرتیں۔ اپنے بچوں کو اپنے اسلاف کے کارناموں کے قصے سناتیں تاکہ ان کے دلوں میں اسلام کی عظمت بلند ہو اور ان کے اندر بھی جہاد کا جذبہ پروان چڑھ سکے۔ ان کو بھی یہ احساس رہے کہ وہ ایک عظیم قوم کے سپوت ہیں اور ان کا آئندہ زندگی میں کیا مشن ہونا چاہیئے۔ اس کام کے علاوہ خواتین کا کام تھا کہ میدان جنگ میں جو کافر مارے گئے ہیں ان کے ہتھیار جمع کریں، جو دشمن قید کردئے گئے ہیں ان کی نگہبانی کریں۔ عرب کی مشہور شاعر عمرو بن کلثوم نے امت مسلمہ کی مجاہد خواتین کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے!

ترجمہ: ہماری صفوں کے پیچھے حسین گوری عورتیں ہیں ہم کو برابر ڈر رہتا ہے کہ ان کی اہانت نہ ہو، اور دشمن ان پر قبضہ نہ کرنے پائیں۔ ان عورتوں نے میدان قتال میں جانبازی کا اپنے شوہروں سے عہد لیا ہے، وہ ہمارے ساتھ اس لئے رہتی ہیں تاکہ دشمن کے گھوڑے اور ہتھیار لے لیں اور دشمنوں کو گرفتار کریں۔

کتب احادیث اور سیرت کی کتابیں ایسی دلیر اور بہادر خواتین کے کارہائے نمایاں سے بھری پڑیں ی ہیں جنہوں نے اسلام کی حدود میں رہتے ہوئے میدان جنگ میں بے مثال کارنامے سرانجام دئے۔ (خواتین شہدائے اسلام)

غزوہ احد میں خواتین کے کارنامے

اس جنگ میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین نے بھی انتہائی شاندار کارنامے سرانجام دئے۔ مردوں کے شانہ بشانہ میدان جنگ میں حصہ لیتی رہیں اور کبھی بھی اسلامی حدود کو عبور کرنے کی غلطی نہیں کی۔ غزوہ احد میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ، حضرت برزہ بنت مسعود ؓ، حضرت حمنہ بنت جحش ؓ، حضرت ربیع بنت معوذ ؓ اور حضرت ام عمارہ ؓ نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بہادری کے جوہر دکھائے۔ ان تمام خواتین نے اپنے کاندھوں پر مشکیزے رکھ کر پانی کی فراوانی کو یقینی بنایا اور مجاہدین کو پانی پلایا۔ زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی کی۔ جب کافروں نے عام حملہ کیا تو حضرت مصعب بن عمیر ؓ شہید ہو گئے، لوگوں میں افواہ پھیل گئی کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے تو صحابہ کرام کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس موقعہ پر خواتین میدان جنگ میں پہنچ گئیں اور جب رسول اللہ ﷺ کو صحیح وسلامت دیکھا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

جب تک مسلمانوں کا پلڑا جنگ میں بھاری تھا تو حضرت ام عمارہ ؓ مجاہدین کو پانی پلا رہیں تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کا کام کررہی تھیں۔ ان کے شوہر بھی بہادری سے اس جنگ میں کافروں سے لڑ رہے تھے۔ جب کچھ مسلمانوں کی غلطی کی وجہ سے مسلمان کمزور پڑ گئے تو حضرت ام عمارہ ؓ نے مشکیزہ رکھ کر تلوار سونت لی اور رسول اکرم ﷺ کی حفاظت کے لئے ان کے پاس چلی گئیں اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس چند ہی صحابہ رہ گئے تھے۔ کفار پورے زوروشور سے رسول اللہ ﷺ پر حملہ آور ہورہے تھے۔ حضرت ام عمارہ ؓ دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ دشمن کا منہ توڑ جواب دے رہیں تھیں اور حملہ آور کافروں کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے سے روک رہی تھیں۔ ایک گھوڑ سوار نے رسول اللہ ﷺ پر حملہ کر دیا تو آپ نے اس سوار پر اتنی زور سے وار کیا کہ اس کا ایک پاؤں کٹ کر نیچے گر گیا۔ سوار زمین پر گر کے لوٹنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے بیٹے حضرت عبداللہ ؓ سے کہا کہ جا کر اپنی ماں کی مدد کرو۔ حضرت عبداللہ فوراً اپنے ماں کی مدد کو پہنچے اور اپنی تلوار سے اس قاتل سوار کی گردن تن سے جدا کر دی۔ اتنے میں ایک اور کافر حضرت عبداللہ ؓ پر حملہ آور ہوا اور ان کو زخمی کر دیا۔ زخمی عبداللہ ؓ پر ایک اور کافر حملہ آور ہوا تو حضرت ام عمارہ ؓ نے اس کو اتنی زور سے تلوار ماری کے وہ کٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ یہ سارا منظر دیکھ کر رسول اللہ مسکرائے اور کہا کہ واہ۔۔ عمارہ ؓ۔۔۔ تم نے اپنے بیٹے کا بہتر انداز میں بدلہ لے لیا۔

حضرت ام عمارہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈھال بن کر کھڑی ہوئی تھیں۔ اتنے میں ایک مشرک جس کا نام ابن قیمہ تھا اس نے رسول اللہ ﷺ پر بھرپور حملہ کیا۔ حضرت ام عمارہ ؓ قریب ہی تھیں انہوں نے اس کو روکا، اس نے دوسرا وار کیا جو رسول اللہ ﷺ کے سر پر لگا جس سے سر زخمی ہو گیا اور اس میں سے خون بہنے لگا۔ اتنے میں حضرت ام عمارہ ؓ اس پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئیں، انہوں نے ابن قیمہ پر حملہ کیا مگر اس نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی جس کی وجہ سے وہ زخمی ہونے سے بچ گیا اور اس کو فرار ہونے کا موقعہ مل گیا۔ اس نے بھاگتے بھاگتے حضرت ام عمارہ ؓ پر تلوار سے وار کیا جس کی وجہ سے آپ ؓ زخمی ہو گئیں۔ جب جنگ ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام عمارہ ؓ کی بہت تعریف کی۔ ان کے گہرے زخم پر پٹی باندھی۔ حضرت ام عمارہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا!

یا رسول اللہ ﷺ! آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ جنت میں بھی مجھے آپ ﷺ کا ساتھ ملے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی خواہش کے مطابق دعا فرمائی تو حضرت ام عمارہ ؓ انتہائی خوش ہوئیں اور زبان سے فرمایا کہ اب مجھے اس دنیا میں کسی شے کی تمنا نہیں۔

مجاہد خواتین

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ

آپ ؓ اکثر غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہیں ہیں۔ آپ نے غزوہ احد میں مجاہدین اور زخمی صحابہ کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے کا کام کیا تھا۔ آپ ؓ کے ہمراہ حضرت ام سلیم ؓ اور حضرت ام سلیط ؓ بھی پیش پیش ہوتی تھیں۔ ان تمام بہادر خواتین نے لشکر اسلام کی دل کھول کر خدمت کی اور جنگ میں بھی حصہ لیا۔

حضرت فاطمہ الزہراء ؓ

غزوہ احد میں جب رسول اللہ ﷺ شدید زخمی ہو گئے تھے تو حضرت فاطمہ الزہراء ؓ نے اپنے والد گرامی کے زخموں کو دھویا اور ان زخموں میں کھجور کے پتے جلا کر ان کی راکھ بھر دی جس کی وجہ سے آپ کا خون بہنا بند ہو گیا۔ آپ میدان جنگ میں زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب ؓ

آپ عبد المطلب بن ہاشم کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی والدہ کا نام ہالہ تھا جو وہیب بن عبد مناف بن زہرہ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت امیر حمزہ ؓ آپ کے ماں کی طرف سے بھی سگے بھائی تھے۔ آپ ؓ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت صفیہ ؓ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں، آپ ؓ رسول اللہ ﷺ کی ہم عمر تھیں۔ حضرت صفیہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ ؓ کی خالہ کی بیٹی تھیں۔ حضرت صفیہ ؓ کی بہنوں کے نام اروی، عاتکہ، بیضاء، برآہ، امیمہ تھا۔ یہ سب حضرت عبد المطلب کی بیٹیاں تھیں۔

آپ کا پہلا نکاح حارث بن حرب بن امیہ سے ہوا۔ یہ حضرت ابوسفیان کے بھائی تھے۔ ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ حارث بن حرب کے انتقال کے بعد آپ ؓ کا دوسرا نکاح عوام بن خویلد بن اسد سے ہوا۔ جن سے آپ کے تین بیٹے

پیدا ہوئے، سائب، عبدالکعبہ اور زبیر۔ حضرت زبیرؓ کی کم عمری میں ہی ان کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ حضرت صفیہؓ اور ان کے بیٹے زبیرؓ نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا، آپؓ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے اور آپؓ نے مدینہ منورہ کی ہجرت بھی کی۔ آپؓ شعر و شاعری بھی کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ خیبر کی کھجوروں میں سے آپ کو چالیس وسق کھجوریں دیں۔

(ایک وسق = ۷۰ کلو)

حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی بہادری کا قصہ:

غزوۂ احزاب میں بنو قریظہ کے لوگ حیی بن اخطب کے ساتھ ساز باز کر کے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

ابن اسحٰق کے مطابق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت عبدالمطلب اور حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت فارع نامی ایک قلعہ کے اندر تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عورتوں اور بچوں کو ان کے ساتھ رکھا تھا۔ جب بنو قریظہ والوں نے مسلمانوں سے دھوکہ کر کے معاہدے کی خلاف ورزی کی تو مسلمانوں کو ان سے خطرہ ہو گیا۔

حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ ایک یہودی جاسوسی کرنے اس قلعے کے پاس چکر لگانے آیا کہ معلوم کرے کہ یہاں مسلمانوں کی فوج ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دوسرے صحابہ کرامؓ جنگ میں مصروف تھے۔ اگر دشمن ان عورتوں اور بچوں پر اچانک حملہ کر دیتے تو ان کی حفاظت کرنے کے لئے کوئی نہیں تھا۔ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضرت حسان بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ مجھے یہ شخص مشکوک لگتا ہے اگر اب یہ قریب آئے تو اسے قتل کر دینا۔ حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ اب خود میں نے ہمت کی اور ایک خیمہ باندھنے کی لکڑی لی اور چپکے چپکے اس یہودی کے قریب گئیں اور اس کو لکڑی مار مار کر ہلاک کر دیا اور قلعہ میں واپس آ گئیں۔ یہودی ڈر گئے کہ قلعے میں مسلمانوں کی فوج موجود ہے اور اسی طرح ان کو آگے بڑھ کر نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہوئی۔ (ابن ہشام)

ہشام بن عروہؒ روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں جب مسلمان شکست کھا کر بھاگے تو حضرت صفیہؓ (ہشام

بن عروہ ؒ کی پردادی) نیزہ لے کر نکلیں اور بھاگنے والوں کو روک کر کہنے لگیں تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ رہے ہو۔

حضرت حمزہ ؓ کی شہادت اور ان کی لاش کا مثلہ ہونے کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ ؓ کو دیکھا تو حضرت زبیر ؓ سے فرمایا کہ اپنی والدہ کو اپنے بھائی کی لاش کو دیکھنے سے روکو کیونکہ دشمن نے ان کی لاش کا مثلہ کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی پھوپھی اپنے بھائی کو اس حالت میں دیکھیں جس کا دکھ وہ برداشت نہ کر سکیں۔

حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی والدہ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ عبدالمطلب حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سگی بہن تھیں جب وہ لاش دیکھنے آئیں تو ان کے بیٹے حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو لاش دیکھنے سے روک دیا۔ انہوں نے منع کیا تو حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ ان کی لاش کا مثلہ کیا گیا ہے میں نوحہ کرنے نہیں آئی میں صبر کروں گی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کروں گی۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ سن کر ان کو دیکھنے کی اجازت دے دی انہوں نے اپنے بھائی کی لاش اور ان کے جگر کے ٹکڑے زمین پر بکھرے ہوئے دیکھے پھر انہوں نے کہا۔

" انا للّٰہ وانا الیہ راجعون "

حضرت صفیہ ؓ کا انتقال ۲۰ھ میں حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ انتقال کے وقت آپ ؓ کی عمر مبارک (۷۳) تہتر سال تھی۔ آپ کو جنت البقیع میں مغیرہ بن شعبہ ؓ کے گھر کے صحن میں (جہاں وضو کیا جاتا تھا) دفن کیا گیا۔ آپ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی چند احادیث بھی روایت کی ہیں۔

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ

آپؓ اور آپ کے سابق شوہر کو سابقون اولون ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپؓ آغازِ اسلام میں اپنے شوہر کے ساتھ ایمان لائیں اور ان کے ساتھ حبشہ کے لئے ہجرت کی۔ وہاں آپ کی چار اولادیں ہوئیں، زینب، سلمہ، عمر اور درّہ۔ وہاں سے واپس آ کر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک تھے۔ غزوۂ احد میں زخمی ہو گئے تھے اور اسی زخم کی وجہ سے ان کا 8 ربجمادی الاخریٰ 4ھ میں انتقال (شہید) ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے لئے دعائے مغفرت فرمائی!

اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور ہدایت یافتہ لوگوں میں ان کا درجہ بلند فرما اور ان کے پس ماندگان کا حامی بن جا اور ہماری اور ان کی مغفرت فرما۔ اے رب العالمین! ان کی قبر کشادہ فرما اور اسے منور فرما۔

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے شوہر گھر تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ آج میں نے رسول اللہ (ﷺ) سے ایک حدیث سنی ہے جو میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے وہ یہ کہ جس کو کوئی مصیبت پہنچے وہ **(انا للّٰہ و انا الیہ را جعو ن)** پڑھے اور اس کے بعد دعا مانگے **(اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی ھٰذا و عوضنی منھا خیرا منھا)** اے اللہ! میں اس مصیبت میں اجر کی امید رکھتا ہوں اے اللہ! مجھے اس کا بہتر نعم البدل عطا فرما تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو اس سے بہتر فرماتا ہے۔ (مسند احمد)

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا انتقال ہو گیا تو مجھے یہ حدیث یاد تھی جب دعا پڑھنے کا ارادہ کیا تو سوچنے لگی کہ مجھے ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بہتر کون ملے گا لیکن رسول اللہ (ﷺ) کا ارشاد تھا اس لئے پڑھ لیا۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو محبت اور قرابت حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے تھی اور انہوں نے اسلام لانے کے بعد صداقت اور استقامت دکھائی تھی اور ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کے دوران جو سخت آزمائشوں کے وقت جو ثابت قدمی دکھائی تھی اس کا خیال کرتے ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عدت پوری ہونے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کی معرفت نکاح کا پیغام دیا جو کچھ عذر و شرائط کے ساتھ انہوں نے قبول کر لیا تھا۔ شوال 4ھ ہجری بمطابق 626ء کو رسول اللہ ﷺ نے آپؓ سے نکاح کر لیا۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک چکی، ایک گھڑا اور ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی عنایت فرمایا۔ یہی سامان آپ ﷺ نے دوسری ازواج

مطہرات ؓ کو بھی دیا تھا۔ دو مشکیزوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ نکاح کے بعد سیدہ ام سلمہ ؓ کو سیدہ زینب بنت خزیمہ ؓ کے حجرے میں لایا گیا جو اس وقت انتقال کر چکی تھیں۔ یہ حجرہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ ؓ کو دے دیا گیا۔

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے حسن و جمال، ذہانت، فقہی معلومات میں حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بعد آپ ؓ ہی کا مرتبہ ہے۔ جلیل القدر صحابہ کرام ؓ اور کبار تابعین آپ ؓ سے پوچھ کر مسائل کی تحقیق کیا کرتے تھے۔ ان کی رائے اور عقل کے کمال کی مثال واقعہ حدیبیہ میں ہے۔ جبکہ صلح حدیبیہ کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرام ؓ کی ہدی ذبح کرنے اور حلق کرنے کا حکم دیا اور کسی نے نہ ہدی ذبح کی اور نہ حلق کروایا۔ اس پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بہت رنج ہوا اور جا کر اپنی زوجہ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کہا! ان کو کیا ہو گیا ہے کہ میرا حکم نہیں مانتے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرمایا!

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی طرف سے دل برداشتہ نہ ہوں ان کو صلح کی شرائط سے بہت صدمہ ہوا ہے آپ ﷺ ان سے کچھ نہ کہئے۔ آپ ﷺ خود اپنی ہدی ذبح کیجئے اور اپنا حلق کروالیجئے۔ چنانچہ آپ (ﷺ) نے ایسا ہی کیا۔ اس پر صحابہ ؓ کو یقین ہو گیا کہ اب صلح کی شرائط تبدیل نہیں ہو سکتی اس لئے سب نے ہدی بھی ذبح کرنی شروع کر دی اور بال بھی کٹوانے لگے۔ (زرقانی)

ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ نے دین کی خاطر بہت تکالیف برداشت کیں ہیں۔ آپ کی ہجرتِ مدینہ کا واقعہ مشہور ہے۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ میرے شوہر حضرت ابو سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہجرت کا ارادہ ہوا تو مجھ کو اونٹ پر بٹھایا میری گود میں چھوٹا بچہ سلمہ تھا جب ہم روانہ ہوئے تو میرے قبیلہ والوں نے حضرت ابو سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گھیر لیا اور کہا کہ تو جا سکتا ہے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ہماری لڑکی کو لے کر جائے، اسے نہیں لے جا سکتا۔ اتنے میں حضرت ابو سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قبیلے والے بھی آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ تو چلا جا لیکن بچہ ہمارے قبیلے کا ہے تو اسے نہیں لے کر جا سکتا۔ چنانچہ بنو عبد الاسد تو بچہ چھین کر لے گئے اور بنو مغیرہ ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو لے گئے، ابو سلمہ ؓ تنہا مدینہ کو چلے۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے خاوند اور بچہ دونوں جدا ہو گئے اور حضرت ابو سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیوی اور بیٹا۔

اسی طرح سے ایک سال گزر گیا۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے شوہر اور بچہ کو یاد کر کے روتی رہیں۔ بالآخر ان کے گھر والوں کو ترس آ گیا انہوں نے حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اپنے شوہر کے پاس جانے کی اجازت

دے دی۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنی سسرال والوں کی منتیں کیں کہ ان کا بچہ واپس کر دیں تو انہوں نے ان کا بچہ واپس کر دیا۔ وہ بچے کو لے کر مدینہ کی طرف چل پڑیں۔ تقریباً پانچ سو کلومیٹر اکیلے اللہ کے سہارے جانے کے لئے جب وہ تنعیم پر پہنچیں تو ان کو عثمان بن طلحہ (وہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) مل گئے۔ ان کو جب حالات کا علم ہوا تو وہ ان کو لے کر حفاظت سے مدینہ پہنچانے چلے گئے اور جب قباء کی آبادی نظر آئی تو بولے۔ تمہارا شوہر اسی بستی میں ہے۔ اسی میں چلی جاؤ اللہ برکت دے گا۔ اس کے بعد وہ مکہ لوٹ آئے۔ حضرت ام سلمہ ؓ فرماتی ہیں! میں نے عثمان بن طلحہ ؓ سے زیادہ ساتھ دینے والا شریف آدمی نہیں دیکھا۔ (ابن ہشام)

حضرت سفینہ ؓ حضرت ام سلمہ ؓ کے غلام تھے۔ آپ ؓ نے حضرت سفینہ ؓ کو اس شرط پر آزاد کر دیا کی وہ ساری زندگی رسول اللہ ﷺ کی خدمت کریں گے۔

ایک مرتبہ حضرت ابولبابہ ؓ نے اپنی ایک غلطی کی وجہ سے اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ ؓ کے حجرے میں تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابولبابہ ؓ کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔ حضرت ام سلمہ ؓ کو بے حد خوشی ہوئی اور آپ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! اگر اجازت ہو تو میں یہ خوشخبری ابولبابہ ؓ کو سنادوں۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی تو حضرت ام سلمہ ؓ نے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر پکار کر کہا! ابولبابہ ؓ مبارک ہو! تمہاری توبہ قبول ہوگئی۔

حضرت ابولبابہ ؓ نے سجدہ شکر ادا کیا اور یہ خبر آناً فاناً تمام صحابہ میں پھیل گئی اور صحابہ کرام ؓ ابولبابہ ؓ کو مبارک باد دینے کے لئے مسجد میں اکٹھے ہوگئے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ کے حجرے میں تشریف فرما تھے کہ سورۃ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝

(سورۃ الاحزاب: ۳۲_۳۳)

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو (نامحرم) سے نرم لہجہ سے بات نہ کیا کرو کہ اس سے اس شخص کو خیال پیدا ہونے لگتا ہے جس کے دل میں مرض ہو، اور تم اچھی بات کہو۔ اور اپنے گھر میں بیٹھی رہا کرو اور اگلے زمانہ ٔ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو۔ اے اہل بیت! بے شک اللہ یہی چاہتا ہے کہ وہ تم سے گندی باتیں دور کردے اور تمہیں خوب پاک وصاف کردے۔

آیت حجاب نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپ کو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم ؓ نابینا صحابی سے پردہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھیں۔

رسول اللہ ﷺ پر آیت تطہیر آپ ؓ کے حجرے میں نازل ہوئی جس میں امہات المومنین سے اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا تھا۔ اسی طرح سورۃ التوبہ اور سورۃ النساء کی چند آیات آپ ؓ کے حجرے میں نازل ہوئیں۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ سے ۳۷۸ احادیث مروی ہیں۔ علم وہنر اور فضل وکمال میں امہات المومنین میں حضرت عائشہ ؓ کے بعد آپ کا ہی درجہ مانا جاتا ہے۔ آپ قرآن کریم کی تلاوت نہایت عمدہ اور خوبصورت طریقے سے کیا کرتی تھیں۔ آپ ؓ لوگوں کے مسائل پر فتاویٰ بھی دیا کرتی تھیں۔ آپ ؓ نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ پیر، جمعرات اور جمعہ کا روزہ آپ کا معمول تھا۔ آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی پابند تھیں۔ بہت زیادہ صدقہ خیرات کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت جبریل ؑ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ سے باتیں کرنے لگے۔ ان کے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ سے پوچھا کہ تم ان کو جانتی ہو؟ آپ ؓ بولیں وحیہ کلبی ؓ تھے۔ آپ کو بتایا کہ وہ جبریل علیہ سلام تھے۔ غالباً یہ نزول حجاب سے قبل کا واقعہ ہے۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک دعا سکھائی اور فرمایا کہ مغرب کی اذان کے وقت یہ پڑھ لیا کرو۔

﴿ اللّٰھم ان ھذا اقبال لیلک و ادبار بھارک و اصوات دعائک فاغفرلی ﴾

اے اللہ! یہ تیری رات کے آنے اور دن کے جانے اور تیرے بلانے والے کا وقت ہے، سو مجھے بخش دے۔ (کتاب الاذکار)

ان کی وفات کے بارے میں بہت اختلاف ہے۔ بخاری ؒ نے تاریخ کبیر میں 58ھ ہجری تحریر کیا ہے۔ واقدی اور ابن عسا کر نے ذوالقعدہ 59ھ ہجری لکھا ہے۔ ابن ابی خثیمہ نے 61ھ ہجری کو صحیح قرار دیا ہے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر (84) چوراسی سال تھی۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں آپؓ کی تدفین ہوئی۔ آپؓ کو قبر میں آپ کے بیٹوں عمرؓ، سلمہؓ اور عبداللہ بن عبداللہؓ اور عبداللہ بن وہبؓ نے اتارا۔ آپؓ کی رسول اللہ ﷺ سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ حضرت ام سلمہؓ کا امہات المومنین میں سب سے آخر میں انتقال ہوا۔

حضرت ام سلمہؓ کو غزوہ مریسع، غزوہ خیبر، فتح مکہ، صلح حدیبیہ، غزوہ طائف، غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کی ہمراہی کا شرف حاصل رہا ہے۔ غزوہ خیبر میں جب حضرت علی المرتضیٰؓ نے مشرک پہلوان مرحب کے منہ پر تلوار ماری تو اس کے دانت ٹوٹنے کی کڑکڑاہت آپ نے سنی تھی۔

آپؓ مجتہد صحابیات میں سے تھیں۔ علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ اگر ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے فتاویٰ جمع کئے جائیں تو ایک رسالہ تیار ہوسکتا ہے۔ ان کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ متفق علیہ ہیں۔

(اعلام الموقعین: ج۱ص۱۳)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے پہلے شوہر سے ایک بیٹی تھیں جن کا نام زینبؓ تھا وہ اپنے زمانے کی فقیہہ خاتون تھیں۔ حضرت ام سلمہؓ کے پہلے شوہر سے جو اولاد ہوئی ان میں "سلمہ" حبشہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے حضرت امیر حمزہؓ کی بیٹی حضرت امامہؓ سے شادی کی۔ "عمر" حضرت علی مرتضیٰؓ کے زمانے میں فارس اور بحرین کے حاکم تھے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے جن لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا ان کی ایک بڑی جماعت ہے ان میں یہ حضرات بھی شامل ہیں: حضرت عبدالرحمان بن ابوبکرؓ، اسامہ بن زیدؓ، ہند بنت حارث الفراسیہؓ، صفیہ بنت شیبہؓ، عمر فاروقؓ، زینب بنت ابوسلمہؓ، مصعب بن عبداللہؓ، عبداللہ بن رافعؓ، نافعؒ مولیٰ ابن عمرؓ، امام شعبہؒ، ابوبکیرؒ، خیرہؒ والدہ حسن بصریؒ، سلیمان بن یسارؒ، ابوعثمان نہدیؒ، حمیدؒ، ابوسلمہؒ، سعید بن مسیّبؒ، ابووائلؒ، صفیہ بن محصنؒ، امام شعبیؒ، عبدالرحمان بن ہشامؒ، عکرمہؒ، ابوبکر بن عبدالرحمانؒ، عثمان بن عبداللہؒ، عروہ بن زبیرؒ، کریبؒ مولیٰ ابن عباسؓ، قبیصہ بن زوہیبؒ اور یعلیٰ بن مملکؒ وغیرہ۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

آپ کا نام زینب اور کنیت ام الحکم ہے۔ آپ کا تعلق قریش کے قبیلہ اسد بن خزیمہ سے ہے۔ آپ کا نام پہلے براہ تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر کے زینب رکھ دیا۔

آپ کا نسب اس طرح ہے: زینب بنت جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرہ بن مرۃ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔

آپ کی ولادت بعثت نبوی سے ۳۳ سال پہلے مکہ مکرمہ میں بمطابق ۵۹۰ء میں ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تیس سال پہلے ہوئی۔ عزت و جمال اور حسب ونسب میں بلند مقام رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا خود کہا کرتی تھیں کہ میں عبد شمس کی اولاد کی سردار ہوں۔ (صحابیاتِ مبشرات)

ام المومنین حضرت زینب بنتِ جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی حضرت امیمہ بنتِ عبدالمطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی بیٹی تھیں۔ آپ کے والد کا نام جحش بن رئاب بن یعمر تھا۔

آپ شروع اسلام میں ایمان لے آئیں تھیں۔ آپ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اجازت ملنے کے بعد آپ اور آپ رضی اللہ عنہا کے خاندان نے مدینہ منورہ ہجرت کر لی تھی۔ محمد بن عمر رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی ہجرت کر کے مدینہ آ گئی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بہت خوبصورت تھیں۔

اسلام میں مساوات کی جو تعلیم دی ہے اور کمزور اور طاقت ور کو ایک جگہ لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ اگرچہ تاریخ میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں لیکن یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس میں عملی تعلیم کی بنیاد کی قائم ہوتی ہے۔ قریش اور خصوصاً خاندانِ ہاشم کو تولیتِ کعبہ کی وجہ سے عرب میں جو درجہ حاصل تھا اس کے لحاظ سے شاہانِ یمن بھی ان سے ہمعصری کا دعویٰ نہیں کرتے تھے۔ اسلام نے محض تقویٰ کو بزرگی کا معیار قرار دیا اور خاندانی فخر اور بڑائی کو جاہلیت کا شعار قرار دیا۔ اس بنا پر اگرچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بظاہر ایک غلام تھے لیکن اعلیٰ درجہ کے مسلمان اور مرد صالح تھے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کو ان کا نکاح حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوئی۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کو قرآن وحدیث کی تعلیم دیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لئے آپ کو نکاح کا پیغام دیا۔ انہوں نے فرمایا! یا رسول اللہ ﷺ میں انہیں پسند نہیں کرتی، میں قریش سے تعلق رکھتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں تمہارے لئے انہیں پسند

کرتا ہوں۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے منہ بولے بیٹے اور آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ۵ ہجری میں آپ کا نکاح کر دیا لیکن ان سے نباہ نہ ہوسکا اور حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک سال بعد رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کی شکایت کی کہ ان کا رویہ میرے ساتھ اچھا نہیں ہے اور میں ان کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے نبھاہ کرانے کی بہت کوشش کی لیکن ان دونوں میں نبھاہ نہیں ہوسکا اور حضرت زیدؓ نے ان کو طلاق دے دی۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے!

وَاِذۡ تَقُوۡلُ لِلَّذِیۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِ اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِکَ مَا اللّٰهُ مُبۡدِیۡهِ وَتَخۡشَی النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ مِّنۡهَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰکَهَا لِکَیۡ لَا یَکُوۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ حَرَجٌ فِیۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِیَآئِهِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡهُنَّ وَطَرًا ؕ وَکَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ مَفۡعُوۡلًا☆

(سورۃ الاحزاب ۔ ۳۷)

(یاد کرو) جب آپ (ﷺ) اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی کہ تم اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے خوف کھاتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار تھا کہ آپ اس سے ڈریں۔ پس جب کہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی۔ ہم نے اسے تمہارے نکاح میں دے دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اپنی غرض ان سے پوری کر لیں۔ اللہ کا (یہ) حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا۔

زمانہ جاہلیت میں منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ اسی لئے لوگ حضرت زید بن حارثہ ؓ کو زید بن محمد ؓ کہنے لگے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو اس جاہلیت کی رسم کو ختم کرنا تھا اس لئے ایسا طریقہ استعمال کیا جس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس رسم کا خاتمہ ہو جائے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینب بنتِ جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے نکاح کا پیغام دے کر حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھیجا۔ انہوں نے دروازے کے پاس جا کر پشت کر کے کہا! اے زینبؓ! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم سے اپنے نکاح کا پیغام دے کر مجھے بھیجا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ جحش دوسری ازواج کے مقابلہ میں فخر کرتی تھیں کہ تمہارے نکاح تو اولیاء نے کرائے اور میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعہ حکم ہوا تھا کہ حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح کر لیں۔ ام المومنین سیدہ زینب بنت جحشؓ فرماتی تھیں کہ میرا نکاح ساتوں آسمان کے اوپر اللہ تعالیٰ نے کرایا۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا تو میری والدہ ام سلیمؓ (جو رشتہ میں حضور اکرم ﷺ کی خالہ لگتی تھیں) نے کھجور، گھی اور پنیر سے حلوہ تیار کیا اور میرے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کو بھجوایا۔ جب میں نے یہ حلوہ رسول اللہ ﷺ کو دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! فلاں فلاں کو بلا لاؤ اور جو بھی آدمی راستے میں ملے اسے بھی بلا لو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں تقریباً تین سو آدمی اکٹھے ہوگئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا! انسؓ! وہ طشت لاؤ۔ آپ ﷺ نے اس پر کچھ پڑھا اور پھر دس دس آدمیوں کو بلا کر ان سے کہا کہ اللہ کا نام لے کر ہر آدمی اپنے سامنے سے کھائے۔ تمام لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا! انسؓ! اب اس طشت کو اٹھا لو۔ میں نے جب طشت اٹھایا تو میں نہیں سمجھتا کہ جب میں نے طشت رکھا تھا اس وقت حلوہ زیادہ تھا یا جس وقت سب نے کھا لیا اور اس کے بعد میں نے طشت اٹھایا تھا تو اس وقت اس سے زیادہ تھا۔

(اسد الغابۃ ج ۵ ص ۴۶۶، زرقانی ج ۴ ص ۱۱)

ام المومنین حضرت زینب بنتِ جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح یکم ذوالقعدہ 5 ہجری، 627ء میں ہوا۔ نکاح کے وقت آپؓ کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی۔ ابن ہشام کے مطابق آپؓ کا مہر چار سو (۴۰۰) درہم تھا۔ اس نکاح کے بعد آپ ﷺ نے ولیمہ کا خاص اہتمام کیا تھا۔ پردے کے احکامات آپؓ کی شادی کے موقع پر نازل ہوئے۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحشؓ ایک صالحہ، کثرت سے روزے رکھنے والی، شب بیدار اور ہنر مند خاتون

تھیں۔ آپ محتاجوں اور مسکینوں کی بہت مدد کیا کرتی تھیں۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ؓ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں۔حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں! میں نے دین کے معاملہ میں زینب ؓ سے بہتر دیندار، پرہیزگار، راست گفتار، فیاض، مخیرّ اور اللہ کی رضاجوئی میں سرگرم کوئی عورت نہیں دیکھی۔ آپ عبادت نہایت خشوع وخضوع سے کرتی تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے واقعہ افک کے موقعہ پر حضرت زینب ؓ کی سگی بہن غلط فہمی کا شکار ہو گئیں تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت زینب ؓ سے حضرت عائشہ ؓ کے کردار کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں نے عائشہ ؓ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔

امیر المومنین حضرت عمر ؓ نے اپنے دور خلافت میں ایک دفعہ ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش ؓ کو بارہ ہزار درہم کا عطیہ بھیجا۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عمر ؓ کو بخشیں، میرے دوسری بہنیں (دوسری امہات المومنین) اس کی مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔ وہ یہ سمجھیں کہ یہ سب کو تقسیم کرنے کے لئے دیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ سب آپ ؓ کا ہے۔ اس پر بولیں! سبحان اللہ! پھر اسے ایک کپڑے سے چھپا کر بولیں! اس کے اندر سے ہاتھ ڈال کر لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کر دو۔ حضرت برزہ بنت رافع ؓ تقسیم کرتی رہیں اور پھر بولیں! ام المومنین! اللہ آپ ؓ کو معاف فرمائے، اللہ کی قسم! اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ آپ نے فرمایا! جو کپڑے کے نیچے باقی ہے وہ تم لے لو۔ انہوں نے کپڑا ہٹا کر اسے گنا تو وہ ۸۵ درہم تھے۔ آپ ؓ نے ایک درہم بھی اپنے پاس نہیں رکھا پھر آپ ؓ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا! اے اللہ! اس سال کے بعد عمر ؓ کا عطیہ مجھ تک نہ پہنچنے پائے۔ چنانچہ اسی سال آپ کا انتقال ہو گیا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات ؓ سے فرمایا! تم میں سے مجھ سے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا۔ یہ استعارہ فیاضی کی طرف اشارہ تھا۔ لیکن ازواج مطہرات اس کی حقیقت کو نہیں سمجھیں اور ایک دوسرے کا ہاتھ ناپنے لگیں۔ لیکن جب حضرت زینب ؓ کا انتقال ہوا تو ان کو معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ کا مطلب فیاضی تھا۔

حضرت زینب بنت جحش ؓ کی امہات المومنین میں امتیازی خصوصیات:

۱۔ آپ کی وجہ سے زمانہ جاہلیت کی رسم کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹے کا درجہ رکھتا ہے ختم ہو گئی۔

۲۔ آپ کے نکاح کے بعد لوگوں کو حکم ہوا کہ لوگوں کو حقیقی باپ کے علاوہ دوسرے (منہ بولے باپ) سے منسوب نہ کرو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب کا نکاح وحی کے ذریعہ کیا۔

۴۔ آپ ؓ سے شادی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بہت شاندار ولیمہ کیا۔ بہت لوگوں نے شرکت کی۔

۵۔ آپ کی شادی کے موقعہ پر آیت حجاب نازل ہوئی اور پردے کا حکم ہوا۔

۶۔ آپ ؓ کی دعوت ولیمہ کے دن اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب آیت ۵۳ کے ذریعہ لوگوں کو بلا اجازت گھروں میں داخل ہونے سے منع فرمایا تھا۔

۷۔ یہ رسم ختم ہوگئی کہ لے پالک بیٹے (منہ بولا بیٹا) کی بیوہ یا مطلقہ سے شادی نہیں ہوسکتی۔

آپ ؓ کا ۲۰ھ ہجری بمطابق ۶۴۱ء میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ آپ ؓ کی نمازِ جنازہ حضرت عمر فاروق ؓ نے پڑھائی۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۳ سال تھی۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ ؓ پہلی زوجہ ہیں جن کا وصال ہوا۔ حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش ؓ، اسامہ بن زید ؓ، عبداللہ بن ابی احمد ؓ اور محمد بن طلحہ ؓ نے آپ ؓ کو قبر میں اتارا۔ آپ ؓ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش ؓ نے وصیت کی تھی کہ میرے جنازے کے پیچھے آگ کی روشنی نہ لے جائی جائے اور ان کی لحد جنت البقیع میں حضرت عقیل ؓ کے گھر کے پاس کھودی جائے۔ کچی اینٹیں لا کر قبر کے چاروں طرف رکھی جائیں۔ ان کی وفات کے دن سخت گرمی تھی۔

آپ ؓ کے انتقال پر حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا! افسوس آج ایک ایسی عورت گزر گئی جو پسندیدہ اوصاف والی، عبادت گزار، یتیموں، بیواؤں کا ٹھکانہ تھی۔ آپ ؓ نے گیارہ احادیث روایت کی ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں حضرت ام حبیبہ ؓ، حضرت زینب بنت ابی سلمہ ؓ، محمد بن عبداللہ بن جحش ؓ، حضرت کلثوم بنت طلق ؓ شامل ہیں۔

آپ ؓ نے ترکہ میں ایک مکان چھوڑا تھا جسے ان کے وارثوں نے خلیفہ ولید بن عبدالملک کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا تاکہ اس کو گرا کر مسجد نبوی کے صحن کی توسیع کی جائے۔ (ازواج مطہرات)

حضرت حمنہ بنت جحش ؓ

حضرت حمنہ بنت جحش ؓ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپ نے بھی غزوہ احد میں عظیم کارنامے سرانجام دئے۔ آپ کے شوہر حضرت مصعب بن عمیر ؓ میں رسول اللہ ﷺ کی شباہت آتی تھی اور وہ اس لڑائی میں شہید ہو گئے تھے۔ اس لڑائی میں آپ کے ماموں حضرت حمزہ ؓ، آپ کے بھائی حضرت عبداللہ ؓ اور آپ کے شوہر حضرت مصعب بن عمیر ؓ تینوں شہید ہو گئے تھے۔ آپ لڑائی کے فوراً بعد میدان جنگ میں آئیں اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے حمنہ ؓ! تم اپنی قربانیوں کا صلہ اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ حضرت حمنہ ؓ نے عرض کی! یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ تعالیٰ سے کس کی موت پر صبر مانگوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تمہارے ماموں شہید ہو گئے۔ انہوں نے کہا! " انا للہ وانا الیہ راجعون " اور ان کی مغفرت کے لئے دعا کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے شہادت کی موت مبارک کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا! حمنہ ؓ اجر طلب کرو۔ آپ ؓ نے پوچھا آقا ﷺ کس کا صبر طلب کروں؟ فرمایا! تمہارا بھائی شہید ہو گیا ہے۔ آپ نے پھر کہا! " انا للہ وانا الیہ راجعون " ان کے لئے مغفرت کی دعا کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کو مبارک کرے۔ تیسری مرتبہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے حمنہ ؓ! اللہ تعالیٰ سے اجر طلب کرو۔ عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ کس کا صبر اللہ تعالیٰ سے طلب کروں؟ فرمایا! تمہارا شوہر شہید ہو گیا ہے۔

یہ سن کر پہلے انہوں نے صد افسوس کہا اور پھر ان کی ایک چیخ نکل گئی جس کا سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیوی کے دل میں اپنے شوہر کے لئے ایک مقام ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے اپنے غم کا اس طرح اظہار کیوں کیا۔ حضرت حمنہ ؓ نے فرمایا! مجھے یتیم بچوں کا خیال آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمنہ ؓ اور ان کے یتیم بچوں کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل اور حوصلہ عطا فرمائے۔ آپ ﷺ کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا درجہ عطا فرمایا۔

حضرت ام عمارہ ؓ (نسیبہ بنت کعب ؓ)

آپ کا نام نسیبہ اور کنیت ام عمارہ تھا۔ آپ نے اپنی کنیت سے شہرت پائی۔ آپ کا تعلق قبیلہ خزرج کے خاندان بنونجار سے تھا۔ آپ ؓ کی والدہ کا نام رباب بن عبداللہ تھا۔ آپ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئیں۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: ام عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمر بن غنم بن مازن بن نجار خارجیہ انصاریہ۔

رسول اللہ ﷺ کی پردادی یعنی حضرت ہاشم بن عبد مناف کی اہلیہ کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔ بنونجار کا خاندان یثرب میں معزز اور اعلیٰ خاندان مانا جاتا تھا۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اگر میں انصار کے کسی گھرانے میں شامل ہوتا تو بنونجار میں شامل ہوتا۔

حضرت ام عمارہ ؓ نہایت عبادت گزار، صبر وتحمل والی، جرأت وشجاعت کی پیکر، جذبہ جہاد سے سرشار مجاہدہ، خاوند کی وفادار اور خدمت گزار اور اولاد سے شفقت ومحبت کرنے والی خاتون تھیں۔ قرآن وحدیث کے علوم کی عالمہ وفاضلہ تھیں۔

حضرت ام عمارہ ؓ کا پہلا نکاح زید بن عاصم سے ہوا جو آپ کے چچازاد بھائی تھے۔ ان سے دو بیٹے عبداللہ ؓ اور حبیب ؓ پیدا ہوئے انہوں نے تاریخ میں بہت شہرت پائی۔ زید بن عاصم کی وفات کے بعد ام عمارہ ؓ نے عربہ بن عمرو ؓ سے نکاح کیا۔ ان سے دو بچے تمیم اور خولہ پیدا ہوئے۔

ام عمارہ ؓ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ جب حضرت مصعب بن عمیر ؓ ہجرت مدینہ سے پہلے بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد مدینہ منورہ میں اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے اس وقت آپ اپنے پورے خاندان کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ آپ وہ خوش نصیب خاتون ہیں جو بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک تھیں اور مسلمانوں میں پہلی خاتون ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان کے بعد یہ شرف ام منیع ؓ کو حاصل ہوا۔ آپ ؓ کے ایک بھائی عبداللہ بن کعب مازنی ؓ بدری صحابی تھے۔ آپ ؓ کو رسول اللہ ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے کا شدت سے انتظار تھا۔

غزوہ احد وہ غزوہ ہے جس میں مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ آپ ؓ اس غزوہ میں شریک تھیں۔ آپ ؓ نے اس جنگ میں ایسی بہادری، شجاعت، جانبازی، ہمت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ میں آپ ''خاتونِ احد'' کے نام سے مشہور ہوگئیں۔

طبقات ابن سعد کی روایت ہے کہ ام عمارہ ؓ اور ان کے شوہر عربہ بن عمرو ؓ اور دونوں بیٹے عبداللہ ؓ اور حبیب ؓ بھی اس جنگ میں شریک تھے۔

جب تک اس جنگ میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا، ام عمارہ ؓ دوسری خواتین کے ساتھ مشکیزوں میں پانی بھر بھر کر مجاہدین کو پلاتی تھیں اور زخمیوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ جب کچھ مسلمانوں کی غلطی کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمان انتشار کا شکار ہوگئے۔ اس گھبراہٹ میں مسلمان مجاہدین کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں۔ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ اکیلے رہ گئے تھے۔ حضرت ام عمارہ ؓ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو مشکیزہ پھینک کر تلوار اور ڈھال سنبھال لی اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا کر کھڑی ہوگئیں اور دشمن کو روکنے لگیں۔ جب کفار رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے کی کوشش کرتے تو ام عمارہ ؓ بھی بڑی بہادری سے ان چند جاں نثاروں کے ساتھ دشمن کو پیچھے دھکیلتیں۔ یہ بہت نازک وقت تھا، بڑے بڑے بہادروں کے قدم ڈگمگا گئے تھے لیکن یہ بہادر خاتون بڑی استقامت اور شجاعت سے جنگ کے میدان میں ڈٹی ہوئی تھیں۔ اتنے میں ایک مشرک نے آپ کے سر پر پہنچ کر اپنے تلوار سے آپ ؓ پر وار کیا۔ آپ ؓ نے بڑی پھرتی سے اس کے وار کو اپنی ڈھال سے روکا اور پلٹ کر دشمن کے گھوڑے کے پاؤں پر ایسا وار کیا کہ گھوڑا اور سوار دونوں زمین پر گر پڑے۔

رسول اللہ ﷺ یہ سارا ماجرہ دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ عبداللہ ؓ کو پکار کر فرمایا! عبداللہ ؓ اپنی ماں کی مدد کرو۔ عبداللہ ؓ فوراً اپنی ماں کی طرف لپکے اور تلوار کے ایک بھرپور وار سے اس مشرک کا کام تمام کر دیا۔ عین اسی وقت ایک دوسرا مشرک عبداللہ ؓ پر حملہ آور ہوا جس سے ان کا بازو زخمی ہوگیا۔ ام عمارہ ؓ نے اپنے ہاتھ سے ان کے بازو پر پٹی باندھی اور ان سے فرمایا! بیٹے جاؤ اور جب تک دم میں دم ہے لڑتے رہو۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی جاں نثاری کو دیکھ کر فرمایا!

”من يطيق ما تطيقين يا ام عماره“

(اے ام عمارہ ؓ! جتنی طاقت تم میں ہے اور کسی میں کہاں ہوگی)

اسی اثنا میں وہ دشمن جس نے عبداللہ ؓ کو زخمی کیا تھا پھر پلٹ کر حملہ آور ہوا۔ رسول کریم ﷺ نے پکار کر فرمایا! ام عمارہ سنبھلنا! یہ وہی بدبخت ہے جس نے عبداللہ ؓ کو زخمی کیا تھا۔ حضرت ام عمارہ ؓ انتہائی جوش غضب سے اس پر جھپٹیں اور تلوار کا ایسا کاری وار کیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کے نیچے گرا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ام عمارہ ؓ تم نے اپنے بیٹے کا خوب بدلہ لیا۔

اسی دوران ایک بدبخت نے رسول اللہ ﷺ پر ایک پتھر پھینکا جو آپ ﷺ کے منہ پر لگا اور آپ کے دو دانت

شہید ہو گئے۔ صحابہ فوراً رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑے۔ اسی اثنا میں ابن قمیہ نامی ایک کافر دوڑتا ہوا آیا اور رسول اللہ ﷺ پر تلوار سے بھر پور وار کیا۔ رسول اللہ ﷺ خود پہنے ہوئے تھے ابن قمیہ کی تلوار خود پر پڑی۔ خود کی دو کڑیاں آپ ﷺ کے رخسار مبارک میں گڑ گئیں اور خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ یہ سب کچھ اتنی اچانک ہوا کہ کسی کو روکنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ ام عمارہؓ بے تاب ہو گئیں اور انہوں نے ابن قمیہ پر حملہ کر دیا۔ یہ شخص قریش کا نامی گرامی شہسوار تھا، ام عمارہؓ اس سے بالکل مرعوب نہیں ہوئیں۔ وہ دوہری زرہ پہنے ہوا تھا۔ ام عمارہؓ کا وار خالی گیا۔ ابن قمیہ نے پلٹ کر ام عمارہؓ پر تلوار سے حملہ کیا جوان کے کندھے پر لگی۔ ام عمارہؓ زخمی ہو گئیں لیکن ابن قمیہ کو وہاں ٹھہرنے کی ہمت نہیں ہوئی وہ وار کرتے ہی وہاں سے بھاگ گیا۔ ام عمارہؓ کے زخم سے بہت تیزی سے خون بہہ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پٹی بندھوائی اور کئی صحابہ کا نام لے کر فرمایا! واللہ! آج ام عمارہؓ نے ان سب سے بڑھ کر بہادری دکھائی۔

ام عمارہؓ نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، میرے لئے دعا فرمایئے کہ جنت میں آپ ﷺ کا ساتھ نصیب ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے نہایت خشوع وخضوع سے ان کے لئے دعا مانگی اور با آواز بلند فرمایا!

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھُمْ رَفقَائیِ فِی الجَنَّة"

حضرت ام عمارہؓ کو بڑی مسرت ہوئی اور ان کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے۔

ما ابالی ما اصابنی من الدنیا

(اب مجھے دنیا میں کسی مصیبت کی پرواہ نہیں)

جب لڑائی ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اس وقت تک گھر تشریف نہیں لے گئے جب تک آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن کعب مازنیؓ کو بھیج کر حضرت ام عمارہؓ کی خیریت دریافت نہ کر لی۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ احد کے دن میں دائیں بائیں جدھر نظر ڈالتا ام عمارہ ہی ام عمارہ نظر آتی تھیں۔

ایک روایت میں ہے کہ غزوہ احد میں حضرت ام عمارہؓ کے جسم پر بارہ زخم لگے تھے۔ ابن سعدؒ نے لکھا ہے کہ ام عمارہؓ بیعت رضوان، جنگ خیبر، عمرہ القضاء اور غزوہ حنین میں بھی شریک تھیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؓ فتح مکہ کے موقعہ پر بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ (تذکارِ صحابیات)

جنگ احد سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ دشمن کے تعاقب کے لئے

حمراء الاسد کی طرف تمام مجاہدین پیش قدمی کریں۔ سیدہ ام عمارہ ؓ نے بھی ارادہ کیا کہ وہ مجاہدین کے ساتھ حمراء الاسد کی طرف روانہ ہوں لیکن زخموں سے زیادہ مقدار میں خون بہہ جانے کی وجہ سے کمزوری بہت زیادہ ہو چکی تھی جس کی وجہ سے وہ سفر پر روانہ نہ ہو سکیں۔ حضرت ام عمارہ ؓ اپنے یادداشت بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں کہ جنگ میں شدت کی وجہ سے مجاہدین رسول اللہ ﷺ کے آس پاس سے بکھر گئے۔ آپ ﷺ کے پاس صرف چند افراد رہ گئے تھے جو تقریباً دس افراد تھے۔ اس حالت میں میں اپنے بیٹے اور خاوند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنے لگی۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو اچانک سارے عرب میں ارتداد کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فوری طور پر اس فتنہ سے نپٹنے کے لئے فوجی مہمات شروع کر دیں۔ ان فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ مسیلمہ کذاب کا تھا۔ یہ شخص یمامہ کے علاقے نجد کے قبیلہ بنوحنیفہ کا سردار تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی حیات کے آخری دنوں میں مرتد ہو کر اپنی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔

اس نے رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا تھا:

مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ (ﷺ) کے نام۔

میں تمہاری نبوت میں شریک کیا گیا ہوں۔ نصف ملک میرا اور نصف قریش کا ہے۔ لیکن قریش ایک زیادتی پسند قوم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کے خط کا جواب لکھا اس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کا خط مسیلمہ کذاب کے نام۔

جو شخص ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔ اس کے بعد تجھ کو معلوم ہو کہ ملک اللہ کا ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنا دے اور آخرت کی بہتری پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

اس خط کے بھیجنے کے کچھ عرصہ بعد رسول اللہ ﷺ دنیا سے رحلت فرما گئے۔ مسیلمہ کذاب نے اپنی شیطانی چالوں سے لوگوں کو اپنا معتقد بنانا شروع کر دیا۔ اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے پاس چالیس ہزار جنگجو اکٹھے کر لئے۔ اپنے علاقے میں جو شخص اس کی نبوت کا انکار کرتا یہ اس پر سخت ظلم کرتا۔

انہی دنوں میں ایک دفعہ حضرت ام عمارہ ؓ کے بیٹے حبیب بن زید ؓ عمان سے مدینہ آ رہے تھے کہ راستے میں ان کو

مسیلمہ کے آدمیوں نے پکڑلیا اور ان کو مسیلمہ کذاب کے پاس لے گئے۔ اس نے ان سے پوچھا؟

محمد (ﷺ) کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

حضرت حبیب ؓ نے بلا جھجک کہا: وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

مسیلمہ کذاب بولا: نہیں! یہ کہو مسیلمہ اللہ کا سچا رسول ہے۔

حضرت حبیب ؓ نے اس کی بات نہایت حقارت سے ٹھکرا دی۔ مسیلمہ کذاب نے غضبناک ہو کر اپنی تلوار سے وار کر کے ان کا ایک بازو کاٹ دیا اور کہا کہ اب میری بات مانو گے یا نہیں۔

حضرت حبیب ؓ نے کہا! ہرگز نہیں۔

مسیلمہ کذاب نے ان کا دوسرا بازو بھی کاٹ دیا اور بولا! اب بھی میری رسالت تسلیم کر لو تو تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ حضرت ام عمارہ ؓ کے دلیر اور سچے مومن بیٹے نے کہا! ہرگز نہیں! ہرگز نہیں

اشھد ان محمد الرسول اللّٰہ

مسیلمہ کذاب ان کا جواب سن کر غصہ سے پاگل ہو گیا اور ان کا ایک ایک عضو کاٹنا شروع کر دیا۔ جب آپ کا جسم زمین پر تڑپتا تو وہ قہقہے لگاتا۔ حضرت حبیب ؓ نے اپنے جسم کے ٹکڑے کروا کر جان دے دی لیکن اپنے ایمان پر ذرا بھی آنچ نہیں آنے دی۔ جب حضرت عمارہ ؓ کو ان کے بیٹے کی اس مظلومانہ شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے بیٹے کی ثابت قدمی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور یہ عہد کیا کہ وہ مسیلمہ کذاب سے اس قتل کا بدلہ ضرور لیں گی۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے حضرت خالد بن ولید ؓ کی سربراہی میں ایک لشکر تیار کیا۔ اس لشکر میں حضرت ام عمارہ ؓ بھی شامل ہو گئیں۔ مسیلمہ کذاب نے بھی مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے زبردست تیاری کر رکھی تھی۔ چالیس ہزار جنگجوؤں کا لشکر مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔ بہت گھمسان کی جنگ ہوئی۔ مسلمانوں اور کفار کی تعداد میں ایک اور چار کا فرق تھا۔ مسلمان مجاہدین اتنی بہادری اور جیداری سے لڑے کہ مسیلمہ کذاب کی فوج کا منہ پھیر دیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے کئی بڑے بڑے تجربہ کار مجاہد سردار شہید ہو گئے جن میں حضرت زید بن خطاب ؓ، حضرت ابوحذیفہ ؓ، حضرت سالم ؓ مولیٰ ابوحذیفہ ؓ اور حضرت ثابت بن قیس ؓ شامل تھے۔

حضرت ام عمارہ ؓ معرکہ شروع ہونے سے ہی بڑے جوش و خروش اور جذبے سے لڑ رہی تھیں۔ اس وقت تک تقریباً

بارہ سو مسلمان جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ لیکن مرتدین کہیں زیادہ تعداد میں جہنم واصل ہو چکے تھے۔ لڑائی کا رخ مسلمانوں کے حق میں پلٹنا شروع ہو گیا تھا۔ مسیلمہ لڑائی کا رنگ دیکھ کر اپنے سپاہیوں کو جوش دلا رہا تھا۔

اسی وقت حضرت ام عمارہ ؓ نے اسے تاک لیا اور تلواروں اور برچھیوں کے درمیان سے راستہ بناتی ہوئی مسیلمہ کذاب کی طرف بڑھیں۔ ان کی اس کوشش میں ان کو گیارہ زخم لگے اور ایک ہاتھ کی کلائی بھی کٹ گئی۔ وہ مسیلمہ کذاب کے قریب پہنچ کر اس پر برچھی سے وار کرنا چاہتی تھیں کہ اتنے میں مسیلمہ پر دو ہتھیار ایک ساتھ پڑے اور وہ کٹ کر گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ حضرت ام عمارہ ؓ نے نظر اوپر اٹھا کر دیکھا تو ان کے بیٹے عبداللہ ؓ ان کے ساتھ کھڑے تھے اور قریب ہی وحشی ؓ کھڑے تھے۔ وحشی ؓ نے اپنا حربہ مسیلمہ کذاب پر پھینکا تھا اور عبداللہ ؓ نے اسی وقت اس پر تلوار سے وار کیا تھا۔ اس حملہ سے مسیلمہ جان بر نہ ہو سکا اور اپنے انجام بد کو پہنچ گیا۔ حضرت ام عمارہ ؓ نے اپنے بیٹے (حبیب ؓ) کے قاتل کی موت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

لشکر کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید ؓ جو حضرت ام عمارہ ؓ کی عظمت اور فضیلت سے واقف تھے۔ انہوں نے بڑی توجہ اور محبت سے حضرت ام عمارہ ؓ کا علاج کروایا اور جلد ہی ان کے زخم بھر گئے لیکن ان کا ایک ہاتھ ہمیشہ کے لئے ان سے جدا ہو گیا تھا۔ حضرت ام عمارہ ؓ حضرت خالد بن ولید ؓ کے اس عمل کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھیں اور ان کی تعریف میں فرماتی تھیں! خالد ؓ نے بڑی غمخواری سے میرا علاج کروایا اور وہ بڑے ہمدرد اور نیک شخص ہیں۔

حضرت ام عمارہ ؓ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد تک حیات رہیں۔ حضرت عمر بن خطاب ؓ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ بہت عمدہ چادر ان کے پاس لائی گئی جو سائز میں بھی بڑی تھی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ چادر عبداللہ بن عمر ؓ کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید ؓ کو دے دی جائے۔ اس پر حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا کہ میں چادر اس کو دوں گا جو صفیہ ؓ سے کہیں بہتر ہے۔ اس کے بعد یہ چادر حضرت ام عمارہ ؓ کی خدمت میں پیش کر دی گئی۔

ایک مرتبہ حضرت ام عمارہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! قرآن میں اکثر و بیشتر مردوں کا ہی تذکرہ ہوتا ہے، عورتیں بیچاری محروم رہ جاتی ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ
وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ
وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ

اللّٰہَ کَثِیۡرًا وَّ الذّٰکِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ۝

(سورۃ الاحزاب ۔ ۳۵)

بلاشبہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صابر مرد اور صابر عورتیں، اللہ کے آگے جھکنے والے مرد اور اللہ کے آگے جھکنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

رسول اللہ ﷺ ام عمارہ ؓ سے بڑی محبت اور عقیدت رکھتے تھے اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ پر اپنی جان چھڑکتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھار ان کے گھر بھی تشریف لے جاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ بھی کبھی کبھار حضرت ام عمارہ ؓ کے گھر ان کی خیریت دریافت کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

مسند احمد ؒ اور اصابہ میں روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام عمارہ ؓ کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! آپ بھی کھاؤ تو انہوں نے عرض کیا کہ میرا روزہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! روزہ دار کے سامنے کچھ کھایا جائے تو فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت ام عمارہ ؓ کے سامنے کھانا کھایا۔

حضرت ام عمارہ ؓ سے کئی احادیث مروی ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں ام سعد ؓ، حارث بن عبداللہ ؓ، عباد بن تمیم بن زید ؓ، ابن کعب، ام سعد بنت سعد بن ربیع، لیلیٰ ؓ (کنیز) اور عکرمہ ؓ شامل ہیں۔

آپ کی چار اولادیں تھیں، حبیب ؓ، عبداللہ ؓ، تمیم ؓ اور خولہ ؓ۔ ان کی صحیح تاریخ وفات کے بارے میں معلوم نہ ہوسکا۔

حضرت برزہ بنت مسعود ثقفی ؓ

حضرت برزہ بنت مسعود ثقفی ؓ بہترین خطیب اور پر جوش مبلغ اسلام تھیں۔ آپ عظیم المرتبت صحابیہ تھیں۔ آپ کے والد حضرت مسعود بن عمرو ثقفی ؓ تھے۔ آپ صبر و استقامت اور عزیمت و استقلال کے عظیم مثال تھیں۔ جو بیک وقت بہادری، عابدہ وزاہدہ اور فصاحت و بلاغت میں مہارت رکھتی تھیں۔ طبقات ابن سعد اور سیرت ابن ہشام میں آپ ؓ کے حالات ملتے ہیں۔ آپ ان خوش بخت اور اعلیٰ منصب افراد میں شامل ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ کردار کی پاکیزگی اور خدمتِ خلق کی بنا پر آپ کو شہرت حاصل تھی۔ احادیث رسول اللہ ﷺ کے راویوں میں متعدد محدثین کی استاد تھیں۔ بعض مشہور حضرات نے آپ ؓ کی شاگردی اختیار کی تھی۔ آپ ؓ پر جوش خطیب اور بہترین مبلغ اسلام تھیں۔ آپ میں تحمل اور بردباری کے جوہر پائے جاتے تھے جو بہت کم لوگوں میں ملتے ہیں۔

آپ غزوہ احد میں شریک تھیں جو ۳ھ میں لڑی گئی۔ اس جنگ میں چند اصحاب کی غلطی کی وجہ سے جنگ میں پریشانی اور گھبراہٹ کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ جیتی ہوئی جنگ کے دوران شکست کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ مسلمانوں کا ثابت قدم رہنا مشکل ہو گیا۔ اس موقعہ پر آپ ؓ نے بہادری اور استقامت کا ثبوت دیا۔ جو مجاہد اور مجاہدہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ان میں آپ ؓ بھی شامل تھیں۔ آپ اس درجہ بلند ہمت اور عزم و ارادے کی مالک تھیں کہ انتہائی خوف ناک حالات میں میدانِ جنگ میں ڈٹی رہیں۔ جب مسلمانوں میں شکست کے آثار دکھائی دینے لگے تو یہ بہادر خاتون ایک کنارے پر کھڑی تھیں اور ایک اونچے مقام سے تمام حالات کا جائزہ لے رہی تھیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو پکارا اور بلند آواز میں کہنا شروع کیا! مسلمانوں! کہاں جا رہے ہو؟ میدانِ جنگ سے بھاگنے کی کوشش کرنا اسلام کے منافی ہے اور بہادری کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

دیکھو! تمہارے پیغمبر ﷺ میدانِ جنگ میں موجود ہیں اور ان پر تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے اور وہ ان کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ تم عجیب مسلمان ہو کہ اپنے رسول (ﷺ) کو چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش کر رہے ہو۔ ہر حال میں استقامت کا ثبوت دو، اپنی گردنیں کٹا دو، جان کی بازی لگا دو، کفر کے ساتھ پوری طاقت سے ٹکرا جاؤ اور اپنے نبی (ﷺ) کی حفاظت کرو۔ میدان سے بھاگنا سچے لوگوں اور بہادروں کا کام نہیں۔ اگر تم اپنی اس بات میں سچے ہو کہ تمہارا دین ایک سچا دین ہے اور سچائیوں کا جامع ہے، تم اللہ کے چاہنے والے ہو اور صدق دل سے حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کا اقرار

کرتے ہوتو میدانِ جنگ میں ڈٹے رہو۔ جونمردی سے دشمن کا مقابلہ کرو۔ کم ہمتی اور کمزوری کا اظہار تمہاری توہین ہے۔ بہادر میدن جنگ سے بھاگنے سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ قوموں کے مستقبل کا فیصلہ میدانِ جنگ میں ہوتا ہے۔ تمہارے آباؤاجداد کی عمریں دشمن سے تصادم اور لڑائیوں میں گزری ہیں۔ تم جنگ سے بھاگ کر ان کے نام کو بھی بدنام کر رہے ہو اور اسلام کی بھی توہین کر رہے ہو۔ تعجب کی بات ہے کہ عورتیں تیروں کی بوچھاڑ میں کھڑی ہیں اور مردوں پر شکست کے آثار ہیں۔

حضرت برزہ ؓ نے جنگ احد میں انتہائی قابل قدر خدمات انجام دیں۔ آپ ؓ زخمیوں کی مرہم پٹی بھی کرتی تھیں اور مجاہدین کو پانی بھی پلاتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دشمنوں کے مقابلہ کے لئے اسلحہ بھی فراہم کرتی تھیں۔ جنگ سے واپسی کے بعد انہوں نے شہداء احد کے گھروں پر جا کر ان کے اہل وعیال کو تسلی دی اور شہادت کے فضائل بیان کئے اور یہ بتایا کہ مسلمان کا اصل کام جہاد ہے۔ اسلام کی تعلیمات میں جہاد کو جو اہمیت حاصل ہے وہ اور کسی عبادت میں نہیں۔ ان کی اس انداز کی تسلی اور گفتگو نے شہداء کے ورثاء کو انتہائی متاثر کیا اور ان کے افسوس اور غم کے آثار دور ہو گئے۔

حضرت اروٰی بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام عبدالمطلب بن ہاشم تھا۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا جو عمرو بن عائذ بن عمران کی بیٹی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح عمیر بن وہب بن عبد مناف سے ہوا۔ ان سے آپ رضی اللہ عنہا کا ایک بیٹا طلیب رضی اللہ عنہ پیدا ہوا۔ موسیٰ بن محمد رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ طلیب رضی اللہ عنہ اور عمیر رضی اللہ عنہ دارالارقم میں مسلمان ہو گئے تھے۔

دارالارقم سے گھر آ کر طلیب رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے کہا کہ میرے ماموں کے بیٹے آپ کی تائید اور حمایت کے واقعی حقدار ہیں۔ ان کی والدہ نے فرمایا! اللہ کی قسم! اگر ہم عورتوں کو ان باتوں پر قدرت حاصل ہوتی تو ہم ان کی پیروکار بن کر ان کی دفاع کرتیں۔ طلیب رضی اللہ عنہ بولے! امی جان! آپ کے اسلام لانے میں اور رحمتِ عالم کی پیروی کرنے میں کیا چیز مانع ہے۔ آپ کے بھائی حمزہ رضی اللہ عنہ بھی یہ سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ اروٰی بولیں! میں دیکھتی ہوں کہ میری بہنیں کیا کرتی ہیں پھر میں وہی مذہب اختیار کرلوں گی۔

طلیب رضی اللہ عنہ نے کہا! امی جان! اللہ کے واسطے آپ نبی کریم ﷺ کے پاس جائیں اور اسلام قبول کرلیں اور توحید و رسالت کا اقرار کرلیں اور کلمۂ شہادت پڑھ لیں۔ بیٹے کی رغبت دلانے پر آپ نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئیں۔ آپ اپنی زبان سے برابر نبی کریم ﷺ کی حمایت میں سرگرم رہتیں اور اپنے بیٹے کو بھی آپ ﷺ کی نصرت اور حمایت اور اسلام کے پھیلانے پر ابھارتی رہتیں تھیں۔

محمد بن عمر رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ابوجہل اور دیگر چند قریشی کافروں نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی۔ طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا، انہوں نے ابوجہل کے سر پر ایک لکڑی ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ مشرکین طلیب رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے اور آپ کو گرفتار کرلیا۔ پھر ابولہب نے طلیب رضی اللہ عنہ کی حمایت کرتے ہوئے اس کو چھڑوالیا۔ حضرت اروٰی رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے فرزند طلیب رضی اللہ عنہ نے محمد (ﷺ) کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہدف بنالیا تھا۔ حضرت اروٰی رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جس دن میرا بیٹا طلیب محمد (ﷺ) کی حمایت میں جو اللہ کے پاس سے حق لے کر آئے ہیں مشرکوں سے جنگ کرے وہ دن اس کی زندگی کا انتہائی خیر و برکت والا دن ہوگا۔

لوگوں نے کہا! کیا آپ بھی محمد (ﷺ) کی معتقد ہوگئی ہیں۔ حضرت اروٰی رضی اللہ عنہا نے کہا! ہاں! کسی نے آپ کے اسلام لانے کی خبر ابولہب کو کردی۔ ابولہب بدحواسی کے عالم میں دوڑا دوڑا آپ کے پاس آیا اور بولا! بڑے افسوس اور

حیرت کی بات ہے کہ آپ نے بھی محمد (ﷺ) کی پیروی اختیار کر لی ہے اور عبدالمطلب کا دین چھوڑ دیا ہے۔ وہ بولیں! بات تو یہی ہے کہ میں نے اپنے سینے میں اسلام کو سمو لیا ہے۔ آپ بھی پوری سرگرمی سے اپنے بھتیجے کے محافظ بن جایئے۔ ان کے لئے قوت بازو اور آہنی حصار بن جایئے۔ پھر جب ان کا دین غالب آ جائے تو آپ کو اختیار ہے کہ خواہ اسلام کو اختیار کریں یا اپنے آبائی دین پر قائم رہیں۔ اور اگر وہ (خدانخواستہ) قتل کر دیئے جاتے ہیں تو آپ اپنے بھتیجے کے بارے میں معذور سمجھے جائیں گے۔

ابولہب بولا! کیا ہم تمام عرب کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ یہ تو ایک نیا دین لے کر آیا ہے، یہ کہہ کے ابولہب ناکام واپس لوٹ گیا۔

حضرت اروی ؓ کا دوسرا نکاح ارطاہ ؓ بن شرجیل بن ہاشم سے ہوا جن سے ایک بچی فاطمہ پیدا ہوئی۔ جنگ میسان میں بہادر مسلمان خواتین کے لئے ایک بہت مشکل وقت آ گیا تھا۔ دریائے دجلہ کے کنارے مسلمانوں اور اہل میسان کے کفار کے درمیاں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ مسلمانوں کی ظاہری حالت کچھ کمزور ہو گئی تھی اس وجہ سے ان کے سپہ سالار حضرت مغیرہ ؓ نے مسلمان عورتوں اور بچوں کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ خواتین کے اندر بے چینی پھیلی ہوئی تھی کہ ان کو جنگ کی کوئی خبر نہیں مل رہی تھی۔ حضرت اروی ؓ نے عورتوں کو جوش دلانے کے لئے ایک تقریر کی۔ اس میں کہا کہ اگر ہم مردوں کی مدد کریں تو یہ بہتر ہوگا۔ اس تقریر کا عورتوں پر بہت اثر ہوا اور تمام عورتیں میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہو گئیں۔ حضرت اروی ؓ نے عورتوں کی قیادت سنبھالی اور اپنے دوپٹوں کے پرچم بنائے اور چہروں پر نقاب اوڑھ لئے۔ اس طرح سے خواتین کا ایک لشکر تیار ہو گیا۔ اس وقت مسلمان بے جگری سے لڑ رہے تھے جب انہوں نے پرچموں کے ساتھ ایک لشکر کو دیکھا تو وہ سمجھے کہ خلیفہ نے ان کی مدد کے لئے مزید فوج بھیج دی ہے۔ جب کفار نے اس لشکر کو دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ حملہ آور ہونے کے بجائے دفاع کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مسلمان مجاہدین نے مزید جوش و جذبہ سے ان پر حملے کرنے شروع کئے تو وہ میدان چھوڑ چھوڑ کی بھاگنے لگے اس طرح میدان دشمنوں سے خالی ہو گیا۔ بعد میں مسلمان مجاہدین کو معلوم ہوا کی یہ تو ہماری خواتین ہیں جن کو ہم نے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔

آپ ؓ کی وفات رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ہوئی۔

حضرت ام زیاد اشجعی ؓ

حضرت ام زیاد اشجعی ؓ ان چھ خواتین میں شامل ہیں جن کی شجاعت و بہادری رسول اللہ ﷺ کے سامنے تعریف کی گئی تھی۔ آپ کا شمار ان صحابیات خواتین میں ہوتا ہے جو میدانِ جنگ میں اپنی خدمات اور فرائض انجام دیتی رہیں تھیں۔

حافظ ابن اثیر ؒ نے " اسد الغابہ " میں حافظ ابن حجر ؒ نے " اصابہ اور التہذیب التہذیب " میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر آپ ؓ کو پیغام بھیجا اور ان کو اپنے پاس طلب کیا، جب وہ حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! میدانِ خیبر میں جاؤ گی؟

آپ ؓ نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ ضرور جاؤں گی۔

آپ ﷺ نے فرمایا! وہاں کیا خدمت انجام دوگی؟

آپ ؓ نے فرمایا! میرے پاس ایسی دوائیں ہیں جس سے زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی کروں گی، انہیں تیر اٹھا اٹھا کر دوں گی۔ ان کی پیاس بجھانے کے لئے ان کو ستو پلاؤں گی، ان کے حوصلے بڑھانے کے لئے ان کو شعر سناؤں گی اور اللہ کی راہ میں جو بھی خدمات ہوں گی انجام دوں گی۔

آپ ﷺ نے فرمایا! فوراً تیار ہو جاؤ اور میدانِ جنگ کی طرف چل پڑو۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سن کر آپ ؓ فوراً جنگ کے میدان میں اترنے کے لئے تیار ہو گئیں اور خیبر پہنچ گئیں۔ جب مجاہدین کی کوششوں سے اور اللہ کی مدد سے خیبر فتح ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو بھی مال غنیمت میں حصہ دیا جس طرح مردوں کو دیا تھا۔ ان کو کوششیں اور قربانیاں مردوں کی قربانیوں سے کسی طرح کم نہیں تھیں۔

حضرت ام زیاد اشجعی ؓ نے غزوہ خیبر کے علاوہ دیگر معرکوں میں بھی حصہ لیا تھا اور اسی قسم کی خدمات انجام دیں تھیں۔ مدینہ منورہ میں آپ کی خاص شہرت تھی اور مردوں کی طرح ان کا بھی رعب و دبدبہ تھا۔ ان کی آواز میں زور تھا، آپ ؓ کسی سے مرعوب نہیں ہوتی تھیں۔ خلاف شریعت بات دیکھ کر تڑپ اٹھتی تھیں۔ سچی بات کہنے میں کسی کی رعایت نہیں کرتی تھیں۔ عورتیں عموماً عمل میں سست ہوتی ہیں آپ کو یہ سستی بالکل پسند نہیں تھی۔ قول و فعل کے تضاد سے سخت نفرت تھی۔ آپ ؓ فرماتی تھیں کہ انسان کے جوہر میدان جنگ میں سامنے آتے ہیں اور دشمن کے مقابلہ میں جا کر معلوم ہوتا ہے کہ بہادری اور شجاعت کیا چیز ہے اور دل کی مضبوطی کس چیز کا نام ہے۔ آپ ؓ میدانِ جنگ میں مردوں کے شانہ بشانہ دشمن کا مقابلہ کرتی

تھیں اور مجاہدین کی معاون اور مددگار ثابت ہوتی تھیں۔ آپ ؓ طب، جراحت اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے میں مہارت رکھتی تھیں۔

آپ ؓ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے کئی سال بعد تک حیات رہیں۔ آپ لوگوں کو جہاد کے فضائل کے بارے میں بتایا کرتی تھیں اور ان کو جہاد پر آمادہ کرتی تھیں۔

صحیح مسلم اور سنن ابوداوٗد میں بیان کیا گیا ہے کہ جنگ خیبر میں آپ ؓ نے پانچ دوسری صحابیات کی رفاقت میں چرخہ کات کر مجاہدین کی مدد کی تھی۔

حضرت ہند بنت عمرو بن حرام ؓ

حضرت ہند بنت عمرو بن حرام ؓ کا تعلق قبیلہ بنو انصار سے تھا۔ آپ ؓ نے غزوہ احد میں بڑے صبر اور استقامت سے کام لیا۔ میدان احد میں آپ کے شوہر حضرت عمرو بن جموع ؓ، بیٹے حضرت خلاد بن عمرو ؓ اور بھائی حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ انتہائی بہادری اور جرأت کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ آپ ؓ کے گھرانے کے تمام مرد شہید ہو گئے۔ آپ ؓ میدان احد کی طرف چل پڑیں۔ جو بھی صحابی راستہ میں ملتا اس سے رسول اللہ ﷺ کی خیریت دریافت کرتیں۔

جب ان کے شوہر، بھائی اور بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے خبر لانے والے سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے۔ خبر لانے والے نے کہا کہ رسول اللہ ٹھیک ہیں اور حفاظت میں ہیں۔ حضرت ہند ؓ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ صحیح سلامت ہیں تو مجھے کوئی غم نہیں۔ آپ ؓ فوراً میدان جنگ میں چلی گئیں اور جب اپنی آنکھوں سے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا تو آپ نے کہا کہ اگر آپ ﷺ سلامت ہیں تو دنیا کی تمام مصیبتیں کچھ بھی نہیں۔

حضرت فاطمہ بنت ولید ؓ

حضرت فاطمہ بنت ولید ؓ کے حالات تاریخ طبری، طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام، ابن اثیر ؒ کی اسد الغابہ اور حافظ ابن حجر کی الاصابہ میں مذکور ہیں۔ آپ حضرت خالد بن ولید ؓ کی بہن تھیں۔

آپ ابتداء میں اپنے والد اور بھائی کی طرح اسلام اور مسلمانوں کی سخت مخالف تھیں۔ کفار نے مسلمانوں پر جو حملے کئے آپ ان میں کفار کی طرف سے شریک ہوتی تھیں اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتی تھیں۔ غزوہ احد میں آپ نے کفار کا ساتھ دیا۔ آپ فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئی تھیں۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور قبول اسلام کے بعد آپ ؓ کی دنیا ہی بدل گئی۔ قبول اسلام سے پہلے جس شدت سے اسلام کی مخالفت کرتی تھیں اسی شدت سے تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دینے لگیں۔ آپ مدینہ منورہ کے قریب و جوار کی بستیوں میں جا کر مختلف قبائل کو اسلام کی حقانیت سے روشناس کروایا کرتی تھیں۔ آپ بہت بہادر اور جرأت مند خاتون تھیں۔ کسی قسم کے خوف وخطرہ کو خاطر میں نہ لائی تھیں۔ آپ ؓ کی گفتگو میں فصاحت و بلاغت تھی۔ میدانِ جنگ میں فوجیوں کو دشمن کے خلاف ابھارنے سے متعلق اشعار پڑھا کرتی تھیں۔ بعض اوقات جنگ میں خود تلوار اٹھا کر دشمن کے مقابلہ پر نکل پڑتی تھیں۔

آپ ؓ عقل وفراست اور معاملہ فہمی میں خاص مقام رکھتی تھیں۔ آپ ؓ کی شادی حارث بن ہشام سے ہوئی اور آپ اپنے شوہر کے ساتھ شام کے علاقے میں چلی گئیں تھیں۔ صحابہ کرام ؓ اکثر موقعوں پر آپ سے مشورے لیا کرتے تھے۔

حضرت فاطمہ بنت ولید ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث بھی روایت کی ہیں جو احادیث کی کتب میں موجود ہیں۔ بعض محدثین نے آپ ؓ سے احادیث کا سماع کیا اور اپنے شاگردوں تک منتقل کیا۔ آپ کے شاگردوں میں آپ کے پوتے حضرت ابوبکر بن عبد الرحمٰن شامل ہیں۔ آپ کو احادیث اور سنت کی باتیں بیان کرنے کا بہت شوق تھا اور اپنے شاگردوں کو رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور اقوال سنایا کرتی تھیں۔

آپ کا تعلق ایک جنگجو قبیلہ سے تھا آپ کا باپ ولید بن مغیرہ مکہ کا مشہور سردار تھا۔ آپ خواتین کو ان صحابیات کے قصے سنایا کرتی تھیں جنہوں نے جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خیبر اور دوسری جنگوں میں شرکت کر کے بہادری کے جوہر دکھائے تھے۔ ان واقعات کو سنانے کے بعد ان کو جہاد میں شرکت کی تلقین کرتی تھیں۔ آپ ؓ کی وفات شام کے علاقے میں ہوئی۔

حضرت خولہ بنت ازورؓ

مجاہدہ اسلام حضرت خولہ بنت ازورؓ کے والد کا نام ازور بن سنان تھا اور آپ مشہور صحابی حضرت ضرار بن ازورؓ کی حقیقی بہن تھیں۔

آپ نہایت حسین وجمیل خاتون تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دلیر، جری، بہادر اور مستقل مزاج بھی تھیں۔ فنون جنگ میں حیرت انگیز مہارت رکھتی تھیں۔ آپ کو اپنے بھائی سے بہت محبت تھی اور آپ کو شروع ہی سے اسلام کی خدمت کرنے کا بہت زیادہ شوق تھا۔ جہاد کے دنوں میں آپ مشکیزہ اٹھائے مجاہدین کو پانی پلایا کرتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال کرتی تھیں۔ حضرت خولہ اگرچہ نوعمر تھیں لیکن غیرت وحمیت اور شجاعت اور بہادری میں کوئی عورت ان کی ہمسر نہ تھی۔ آپؓ نے اکثر میدان جنگ میں بہادری کے جوہر دکھائے کہ دشمن بھی حیران رہ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی فوج کے سپہ سالار آپ کی تعریفیں کرتے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ آپ کے قدردان تھے۔ آپ کی بہادری کے بے شمار واقعات مشہور ہیں۔

حضرت ضرار بن ازورؓ ۹ ھ میں بنو اسد کے وفد کے ساتھ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے تھے اور قبول اسلام کا شرف حاصل کیا۔ حضرت خولہؓ نے بھی بھائی کی تقلید میں اسی زمانے میں اسلام قبول کر لیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں ۱۳ ھ میں اسلامی فوج نے دمشق کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ان دنوں حضرت خالد بن ولیدؓ فوج کے سپہ سالار تھے۔ ہرقل بادشاہ نے حمص کے حاکم اور وردان کی قیادت میں بارہ ہزار کا مسلح لشکر روانہ کیا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس لشکر کی پیش قدمی روکنے کے لئے حضرت ضرارؓ کی قیادت میں پانچ سو مجاہدین کا ایک دستہ روانہ کیا۔ لڑائی ہوئی مسلمان فوج تعداد میں ان سے بہت کم تھی دشمن کی فوج ۲۴ گناہ زیادہ تھی۔ نتیجہ کے طور پر مسلمانوں کو شکست ہوئی اور حضرت ضرارؓ گرفتار ہو گئے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو ایک ہزار سواروں کو لے کر ان کے مقابلہ کے لئے خود روانہ ہوئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ لشکر میں سب سے آگے تھے۔ مگر وہ یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ ایک سوار سیاہ رنگ کے گھوڑے پر نیزہ ہاتھ میں لئے برق رفتاری سے آگے جا رہا ہے۔ دور سے اسے پہچاننا مشکل تھا، اس نے سر پر رومال لپیٹا ہوا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے پہچاننے کی کوشش کی لیکن اس نے منہ پر کپڑا باندھا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ آگے بڑھ کر عیسائی فوج میں گھس گیا اور تیزی سے تلوار سے ان پر حملے کرنا شروع کر دیئے، دشمنوں کے کئی لوگوں کو قتل کر دیا۔ اتنے میں مسلمان فوج بھی پہنچ گئی۔ وہ شخص جوش وخروش سے دیوانہ وار لڑ

رہا تھا۔ اس کی تلوار بجلی کی طرح کوندتی اور دشمن کے دو ٹکڑے کر دیتی۔ دشمن اس کی یہ حالت دیکھ کر سہم گئے تھے۔

حضرت خالد بن ولید ؓ نے حضرت رافع ؓ سے پوچھا کہ یہ کون نوجوان ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ آپ لڑ رہے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے فرمایا کہ میں خود اس شخص سے واقف نہیں ہوں۔ اس کی بے مثال شجاعت اور پھرتی نے مجھے بھی حیران کر دیا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں رومی ذلت آمیز شکست کھا کہ میدان سے بھاگ نکلے تو سب فوجی ایک مقام پر جمع ہوگئے۔ حضرت خالد ؓ نے اس نوجوان سے پوچھا! اے بھائی! تمہارے معاملہ نے مجھے حیران کر دیا ہم ابھی تک نہیں پہچان سکے کہ تم کون ہو۔ انہوں نے جواب دیا! اے سردار! میں نے نافرمانی کی نیت سے یہ کام نہیں کیا بلکہ میں اس لئے علیحدہ رہی کہ میں پردہ دار خاتون ہوں۔ میں خولہ ؓ ہوں ازور کی بیٹی اور ضرار ؓ کی بہن۔ اس غیر متوقع جواب نے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ حضرت خالد ؓ بہت زیادہ خوش ہوئے۔ مسلمانوں نے عیسائی فوج کا تعاقب کیا۔ رومی بھاگتے ہوئے مسلمان قیدیوں کو بھی اپنے ساتھ حمص لے گئے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے حضرت ضرار ؓ کو چھڑانے کے لئے حضرت رافع ؓ کی قیادت میں سو سواروں کا ایک دستہ روانہ کیا۔ لیکن حضرت خولہ ؓ کو اس وقت تک چین نہیں آسکتا تھا جب تک وہ اپنے بھائی کو دشمن کی قید سے چھڑا نہ لیں۔ چنانچہ وہ ضد کر کے اس لشکر میں شامل ہوگئیں اور وہ دستہ حضرت ضرار ؓ کو دشمن کی قید سے چھڑا کر لے آیا۔

شام کی جنگ میں ایک دفعہ حضرت خولہ ؓ مسلمان عورتوں کے ساتھ جا رہی تھیں۔ ان کے ساتھ تھوڑی سی فوج تھی کہ ایک مقام پر دشمن کے لوگ چھپے ہوئے بیٹھے تھے انہوں نے اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ مسلمان مرد اور عورتوں نے مل کر بڑی جانبازی سے دشمن کا مقابلہ کیا اور اتنی کم تعداد ہونے کے باوجود دشمن کے ہزاروں سپاہیوں کا مقابلہ کیا آخر کار دشمن نے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ حضرت خولہ ؓ کو اس ناکامی کا بہت رنج ہوا۔ انہوں نے عورتوں کے سامنے ایک ولولہ آمیز تقریر کی اور کہا کہ قیدی بن کر جینے سے عزت کی موت مرنا زیادہ بہتر ہے۔ عورتوں نے ایک آواز ہو کر کہا کہ ہم موت سے نہیں ڈرتے لیکن اس وقت ہمارے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔ حضرت خولہ ؓ نے کہا کہ اگر تلواریں نہیں ہیں تو کیا ہوا خیموں کی چوبیں نکال کر ان سے دشمن پر حملہ آور ہو جاؤ۔ سب خواتین نے حضرت خولہ ؓ کے حکم کی تعمیل کی اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑیں۔ عیسائیوں کے لئے یہ بالکل نیا تجربہ تھا کہ خیموں میں قید، نہتی، بے بس اور مجبور عورتوں نے مسلح فوج کو للکار دیا تھا۔ عیسائی فوج کے سردار نے جب اپنے سپاہیوں کو قتل ہوتے دیکھا تو اس نے فوج کو ان خواتین پر حملہ کا حکم دے دیا۔ ابھی عیسائی فوج سنبھل کر حملہ کرنے ہی والی تھی کہ اللہ اکبر کی صدا سنائی دی۔ مسلمان فوج کی مدد وہاں پہنچ گئی، عیسائی لشکر ان عورتوں پر حملہ کرنے کے بجائے

بدحواس ہوگیا اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مسلمان فوجی تمام خواتین کو لے کر واپس اپنے فوجی صدر مقام پر پہنچ گئے۔

جنگ یرموک میں ایک مرتبہ حضرت خولہ ؓ دوسری عورتوں کے ساتھ جنگ کا حال دیکھ رہیں تھیں کہ اچانک دشمن بڑھتے ہوئے عورتوں کے کیمپ تک پہنچ گئے۔ حضرت خولہ ؓ نے اسی وقت ان پر حملہ کر دیا اور دوسری عورتیں بھی ان کے ساتھ دشمنوں سے لڑنے لگیں۔ چند عورتوں نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تو حضرت خولہ ؓ نے انہیں ڈانٹا۔ اس لڑائی میں حضرت خولہ ؓ نے لڑائی کے حیرت انگیز جوہر دکھائے۔ وہ اس بہادری سے لڑ رہیں تھیں کہ دوسری عورتوں کے بھی حوصلے بلند ہو گئے۔ آپ مسلسل عورتوں کو جنگ میں بہادری اور جرأت دکھانے کے لئے اشعار اور جملے ادا کر رہیں تھیں۔ اچانک ایک کافر کی تلوار آپ کو لگی اور آپ سخت زخمی ہو گئیں۔ آپ کا پورا جسم خون سے شرابور ہو گیا لیکن آپ نے اس کافر کو بھاگنے نہیں دیا اور اس کو قتل کر دیا۔ آپ زمین پر گر گئیں، آپ کو اٹھا کر خیمہ میں لایا گیا۔ شام کو جب مجاہدین جنگ سے واپس آئے تو حضرت خولہ ؓ نے مشک اٹھا کے مجاہدین کو پانی پلانا شروع کر دیا اور اپنے زخموں کی پرواہ نہیں کی۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت خولہ ؓ نے ایک موقعہ پر جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا تھا۔ اس لڑائی میں جب فوج کے بائیں جانب مجاہدین کے قدم اکھڑ گئے اور وہ تیزی سے پیچھے ہٹنے لگے تو حضرت خولہ ؓ نے اشعار پڑھ پڑھ کر مجاہدین کو غیرت دلائی اور ان کے حوصلے بلند کئے۔ آپ نے فرمایا! "

اے پاکدامن عورتوں کو چھوڑ کر بھاگنے والو! موت اور تیروں کا نشانہ نہ بنو۔"

محاصرہ دمشق کے موقعہ پر آپ نے عورتوں کو جمع کر کے ایک تقریر کی اور کہا! بہنو! کیا تم عرب کی شجاعت اور حمیت کے دامن پر داغ لگانا چاہتی ہو۔ میرے نزدیک یہ ذلت برداشت کرنے سے پہلے مرجانا چاہئے۔ حضرت خولہ ؓ کے اس فقرے نے آگ لگا دے اور عورتوں نے جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کفار پر تلواروں اور خیموں کی چوبوں سے حملہ کر دیا اور ان کے تیس آدمی جہنم رسید کر دئے۔

حضرت خولہ اپنے بھائی سے بہت محبت کرتیں تھیں، آپ ہر جنگ میں ان کے ساتھ ہوتی تھیں۔ جب جنگ شروع ہوتی تھیں تو دونوں مل کر ایک دوسرے سے مل کر الوداع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم دونوں میں سے جو بھی شہید ہوا تو پھر قیامت میں ملاقات ہوگی۔ آپ اپنے بھائی کی معمولی سی بھی تکلیف برداشت نہیں کرتی تھیں۔

حضرت خولہ ؓ نے ۱۸ھ میں طاعون کی وباء میں وفات پائی۔ دمشق کے باب الشرقی کے باہر آج بھی دو قبریں موجود ہیں جن میں ایک حضرت ضرار ؓ اور دوسری حضرت خولہ ؓ کی ہے۔

حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا بنت ملحان

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا شمار جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ کے مختلف نام کتابوں میں لکھے ہیں، رملہ، سہلہ، رمیثہ، غمیصا اور رمیصاء۔ لیکن سب لوگوں نے آپ کی کنیت ام سلیم ہی لکھی ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار سے تھا۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: ام سلیم بنت ملحان بن خالد بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔

آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی رضائی خالہ تھیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی دادی سلمٰی کا تعلق بنونجار سے تھا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت سلمٰی کے بھائی کی پوتی تھیں۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا آپ کی سگی بہن تھیں اور حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ آپ کے سگے بھائی تھے جو بئر معونہ کے سانحہ میں شہید ہو گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ملیکہ بنت مالک بن عدی تھا۔

آپ رضی اللہ عنہا بڑے فضائل والی، حسین و جمیل، ذہین و خوش اخلاق، بہادر، علم و فضل، فہم و بصیرت، باوفا، صبر و تحمل اور نہایت نیک طبیعت کی مالک تھیں۔ مدینہ منورہ میں آپ رضی اللہ عنہا کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کو اسلام سے گہری محبت تھی اور آپ رضی اللہ عنہا دشمن کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کرتی تھیں۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی اپنے چچا کے بیٹے مالک بن نضر سے ہوئی۔ جن سے آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ایک بیٹی برّاہ پیدا ہوئے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے ایمان میں بہت پختہ تھیں لیکن ان کے شوہر مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ آپ رضی اللہ عنہا کے ایمان لانے کا سن کر ناراض ہو کر شام چلے گئے تھے اور وہیں فوت ہو گئے تھے۔ یہ بیعتِ عقبہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پرورش بہت عمدہ انداز سے کی اور ان کو بہت اچھے اخلاق کا حامل بنایا۔ ان کو والدہ نے کم عمری ہی میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لئے آپ ﷺ کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بچہ کو اپنے پاس رکھنا قبول کیا تو ام سلیم رضی اللہ عنہا کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو ابوطلحہ بن زید نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ لکڑی کے ایک بت کی پوجا کیا کرتے تھے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو شرک سے سخت نفرت تھی، آپ رضی اللہ عنہا نے ایک مشرک سے نکاح کرنے سے منع کر دیا اور ان سے کہا!

میں تو خدائے واحد اور اس کے سچے رسول پر ایمان لائی ہوں۔ افسوس ہے تم پر کہ جس خدا کو پوجتے ہو وہ ایک

درخت کی لکڑی ہے جو زمین سے اگا ہے اور اس کو فلاں حبشی سے گھڑ کر تیار کیا ہے۔ میں خدائے واحد کی پرستار ہوں اور تم خودساختہ بتوں کے پجاری، جو کسی کو نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے بھلا میرا اور تمہارا میل کیسے ہو سکتا ہے۔

ام سلیم ؓ نے کہا! ابوطلحہ! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے بتوں کو جن کی تم عبادت کرتے ہو تمہارے خاندان کا فلاں غلام اپنے ہاتھ سے تراشتا ہے۔ جب تمہیں ضرورت محسوس ہوتی ہے تو تم لکڑی کے بنائے ہوئے ان بتوں کو چولہے میں آگ کی نذر کر دیتے ہو اور وہ آگ میں جل کر بھسم ہو جاتے ہیں۔

حضرت ام سلیم ؓ نے یہ باتیں اتنے پراثر انداز سے کہیں کہ ابوطلحہ کے دل پر اس کا اثر ہوا۔ انہوں نے کچھ دن تک ان کی بات پر غور کیا اور پھر ایک دن وہ ام سلیم ؓ کے پاس آئے اور کہا۔ مجھ پر حق واضح ہو گیا ہے اور اب میں تمہارے دین کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت ابوطلحہ ؓ اس وقت بہت معمولی حیثیت کے انسان تھے۔ لیکن ان کے اسلام لانے کی ام سلیم ؓ کو اتنی خوشی ہوئی کہ انہوں نے بے ساختہ کہا!

﴿ فانی اتزوّجل و لا آخذ منک صدٰقا غیرہ ﴾

پھر میں تم سے نکاح کرتی ہوں اور سوائے اسلام کے کوئی مہر نہیں لیتی۔

ام سلیم ؓ نے حضر ابوطلحہ بن زید ؓ سے شادی کر لی اور اپنا مہر ان کا اسلام لانا مقرر کر لیا۔ حضرت ابوطلحہؓ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے جوش ایمان، محبتِ رسول اللہ ﷺ اور جذبہ ایثار کی وجہ سے جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپؓ کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئے کہ آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک تھے۔ ابوطلحہ ؓ کی مالی حالت بہت اچھی ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ بہت سخی بھی تھے۔ ان سے آپ کے دو بیٹے حضرت عبداللہ ؓ اور حضرت ابوعمیر ؓ پیدا ہوئے۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات (بھائی چارہ) قائم کیا۔ یہ تقریب حضرت ام سلیم ؓ کے گھر منعقد ہوئی۔

حضرت ام سلیم ؓ اور ان کے شوہر حضرت ابوطلحہ ؓ غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ حضرت ام سلیم ؓ میدان جنگ میں مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں اور زخمیوں کی خبر گیری کرتی تھیں۔ آپ ؓ نے غزوہ خیبر میں بھی حصہ لیا تھا۔ آپ صحابہ کرام ؓ کو پانی پلاتیں، زخمیوں کی دیکھ بھال کرتیں، مجاہدین کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتیں اور ان کو ستو گھول گھول کر پلاتی تھیں۔

جب خیبر فتح ہو گیا اور حضرت صفیہ بنت حیی ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے نکاح کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں حضرت ام سلیم ؓ کے سپرد کیا کہ ان کو نہلا دھلا کے دلہن بنائیں کیونکہ جنگ کی مشقت نے حضرت

صفیہ ؓ کوخستہ حال کر دیا تھا۔ حضرت ام سلیم ؓ نے نہایت دل وجان سے اس سعادت کوسرانجام دیا۔

حضرت ام سلیم ؓ اوران کے شوہر حضرت ابوطلحہ ؓ غزوہ حنین میں بھی شریک ہوئے تھے۔ حضرت ابوطلحہ ؓ بہت بہادری سے رسول اللہ ﷺ کے محافظ کے طور پر دشمن کا مقابلہ کررہے تھے۔ حضرت ام سلیم ؓ بھی خنجر لے کر دشمن کے مقابلہ پر تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو خنجر کے ساتھ دیکھا تو پوچھا! ام سلیم خنجر کا کیا کروگی؟

انہوں نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! کوئی مشرک قریب آیا تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر تبسم فرمانے لگے۔ حضرت ام سلیم ؓ نے غزوہ احد، خیبر، حنین کے علاوہ اور غزوات میں بھی حصہ لیا تھا۔

وہ صحابہ وصحابیات جن کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کے گھر رسول اللہ ﷺ تشریف لے جاتے تھے ان میں حضرت ام سلیم ؓ بھی شامل ہیں۔ آپ ؓ ہی نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کا پسینہ ایک شیشی میں جمع کیا تھا جو مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پیا تھا تو آپ نے اس مشکیزے کا منہ کاٹ کر اپنے پاس تبرکاً محفوظ کرلیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ جب حج کے لئے تشریف لے جانے لگے تو آپ ﷺ نے ام سلیم ؓ سے پوچھا کہ آپ ؓ حج پرنہیں جارہی ہیں تو انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس سواری کا جانور نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ازواج مطہرات کے ساتھ سواری پر بٹھا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ سے فرمایا! میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں ہوں اچانک ابوطلحہ ؓ کی زوجہ رمیصاء کو جنت میں پایا۔ (بخاری)

حضرت ابوطلحہ ؓ سے حضرت ام سلیم ؓ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام ابوعمیر ؓ تھا۔ بڑا پیارا بچہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس بچہ کو بہت پیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے اسے بہت اداس دیکھا تو پوچھا! ام سلیم ؓ نے کہا کہ آج یہ بہت سست اور اداس ہے۔ آپ ﷺ نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ ابوعمیر ؓ کے پاس ایک چڑیا تھی یہ اس سے کھیلا کرتا تھا، آج وہ مر گئی اسی لئے یہ غمگین ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اسے اپنے پاس بلایا اور اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور مسکراتے ہوئے پوچھا! یا ابو عمیر! ما فعل النغیر اے ابوعمیر! تمہارے چڑیا کا کیا ہوا۔

ابوعمیر نے ہنس کر جواب دیا اور پھر کھیل میں مشغول ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ جملہ ضرب المثال کی حیثیت اختیار کر گیا۔ ابوعمیر کی بچپن میں ہی وفات ہوگئی تھی۔ حضرت ابوطلحہ ؓ باہر گئے ہوئے تھے۔ حضرت ام سلیم ؓ نے انتہائی صبر واستقامت سے بچے کی میت کو غسل دے کر کفنایا اور ایک طرف لٹا دیا۔ اپنے گھر والوں کو بھی منع کر دیا کہ جب ابوطلحہ ؓ

گھر آئیں تو ایک دم سے ان کو بچہ کی موت کی خبر نہیں دینا۔ رات کو جب ابوطلحہ ؓ گھر آئے تو ام سلیم ؓ نے انہیں کھانا کھلایا اور جب وہ اطمینان سے بستر پر لیٹ گئے تو ان سے مخاطب ہو کر کہا! اگر تم کو کوئی چیز ادھار دی جائے اور پھر وہ واپس لے لی جائے تو اس کو واپس لینا تم کو ناگوار گزرے گا۔ حضرت ابوطلحہ ؓ نے جواب دیا! ہرگز نہیں۔

ام سلیم ؓ بولیں! تمہارا لڑکا اللہ تعالیٰ کی امانت تھا جو اللہ نے واپس لے لی۔ اب تم کو اس پر صبر کرنا چاہیئے۔

حضرت ابوطلحہ ؓ نے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ ام سلیم ؓ بولیں! تا کہ تم اطمینان سے کھانا کھالو۔

صبح کو ابوطلحہ ؓ نے پورا واقعہ رسول اللہ ﷺ کو بتایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ام سلیم ؓ کے صبر کی داد دی اور فرمایا! اللہ تعالیٰ ام سلیم ؓ اور تمہیں اس کا نعم البدل عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹا عطا فرمایا جن کا نام عبداللہ ؓ تھا۔ ان سے حضرت ابوطلحہ ؓ کی نسل چلی۔

ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہ ؓ گھر تشریف لائے اور ام سلیم ؓ سے فرمایا! رسول اللہ ﷺ بہت بھوکے ہیں کچھ کھانا بھیجوا دو۔ انہوں نے چند روٹیاں اپنے بیٹے حضرت انس ؓ کو دیں کہ یہ اسی وقت جا کے رسول اللہ ﷺ کو کھلا دو۔ جب حضرت انس ؓ مسجد پہنچے تو وہاں رسول اللہ ﷺ کے گرد صحابہ کرام ؓ کا مجمع تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس ؓ سے پوچھا! ابوطلحہ ؓ نے تمہیں بھیجا ہے۔ انہوں نے عرض کی! بے شک یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے پوچھا کھانے کے لئے؟ انہوں نے کہا! جی ہاں۔

رسول اللہ ﷺ تمام صحابہ کرام ؓ کو لے کر کھڑے ہو گئے اور حضرت ام سلیم ؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوطلحہ ؓ کو فکر ہوئی کہ اتنے آدمیوں کے لئے کھانا ناکافی ہوگا۔ حضرت ام سلیم ؓ سے کہا کہ اب کیا تدبیر کی جائے کہ تمام اصحاب کھانا کھا سکیں۔ انہوں نے نہایت اطمینان سے کہا! یہ بات اللہ اور اس کے رسول ؐ بہتر جانتے ہیں۔ جب وہ سب لوگ تشریف لائے تو جو کچھ بھی کھانا تھا مہمانوں کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت دی کہ وہ تمام لوگوں کو پورا ہو گیا سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔

ایک مرتبہ ایک پریشان حال شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کھانے کا سوال کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ازواج مطہرات کے پاس پچھوایا کہ کچھ کھانے کو ہو تو بھیجوا دیں۔ سب کی طرف سے جواب آیا کہ آج کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے اور نہ انہوں نے کچھ کھایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا! کوئی ہے جو اس

بندے کو اپنا مہمان بنائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک سن کر ابوطلحہ ؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! اس کو میں اپنا مہمان بناؤں گا۔

یہ کہہ کر آپ ؓ فوراً گھر گئے اور اپنی بیوی ام سلیم ؓ سے پوچھا! کھانے کے لئے کچھ ہے۔ انہوں نے کہا کہ بچوں کے لئے تھوڑا سا رکھا ہے۔ اس کے سوا گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت ابوطلحہ ؓ نے کہا! کوئی بات نہیں۔ بچوں کو بہلا کر سلا دو۔ جب وہ سو جائیں تو ہم اس کھانے کو مہمان کے آگے رکھ دیں گے۔ تم چراغ درست کرنے کے بہانے اسے بجھا دینا۔ اندھیرے میں مہمان کھانا کھاتا رہے گا اور ہم یوں ہی ظاہر کریں گے کہ جیسے ہم بھی کھا رہے ہیں۔ اس طرح مہمان کو کھانا کھلا کر دونوں میاں بیوی اور بچے بھوکے سو گئے۔ صبح کو جب حضرت ابوطلحہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۛ وقف

(سورۃ الحشر ۔ ۹)

وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر تنگی ہی ہو۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ ؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا! رات کو مہمان کے ساتھ تم لوگوں کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا۔

حضرت انس ؓ روایت کرتے ہیں کہ میری والدہ ام سلیم ؓ نے ایک بکری پالی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ میری والدہ نے اس بکری کے دودھ سے گھی بنایا اور ایک کپی میں جمع کیا۔ آپ نے وہ گھی سے بھری ہوئی کپی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھجوائی کہ اس سے سالن بنا لیا کریں۔ آپ ؓ کی خادمہ وہ گھی کی کپی لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل خانہ سے فرمایا کہ یہ کپی کا گھی دوسرے برتن میں ڈال کر خالی کپی اس بچی کو واپس کر دو۔ وہ خادمہ خالی کپی لے کر گھر واپس آ گئی اور ایک جگہ رکھ دی۔ اس وقت حضرت ام سلیم ؓ گھر پر موجود نہیں تھیں۔

جب حضرت ام سلیم ؓ واپس آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ کپی گھی سے بھری ہوئی ہے اور اس میں سے گھی ٹپک رہا ہے۔ انہوں نے خادمہ سے کہا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ بیٹی یہ گھی رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کے دے آؤ۔ اس نے کہا کہ جیسا آپ ؓ نے کہا تھا میں وہ گھی رسول اللہ ﷺ کو دے آئی تھی۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو تو ان سے معلوم کر لیں۔ حضرت

ام سلیم ؓ لڑکی کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس کے ہاتھ آپ کے لئے گھی کی ایک کپی بھیجوائی تھی۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! ہاں! یہ آئی تھی اور گھی دے گئی تھی۔

حضرت ام سلیم ؓ نے فرمایا! قسم اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے وہ کپی بھری ہوئی ہے اور اس میں سے گھی ٹپک رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے ام سلیم ؓ! تمہیں اس بات پر تعجب کیوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا جیسا کہ تم نے اس کے نبی (ﷺ) کو کھانے کو دیا ہے۔ تم اسے کھاؤ اور کھلاؤ۔

حضرت ام سلیم ؓ فرماتی ہیں کہ میں گھر آئی اور اس گھی کو اپنے عزیز و اقارب میں تقسیم کیا۔ پھر بھی اس کپی میں اتنا گھی تھا کہ میں نے اسے دو ماہ تک استعمال کیا۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میری والدہ کے پاس تشریف لائے۔ میری والدہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں کھجور اور گھی پیش کیا۔ آپ ﷺ روزے سے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا! کھجور کو کھجور والے برتن میں اور گھی کو گھی والے برتن میں واپس ڈال دو۔ پھر آپ ﷺ گھر کے ایک کونے کی طرف گئے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی۔ ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر آپ ﷺ نے ام سلیم ؓ اور ان کے اہل خانہ کے حق میں خیر و برکت کی دعا کی۔ ام سلیم ؓ نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میری ایک خاص دلی تمنا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا! وہ کیا؟ انہوں نے کہا کہ میرے بیٹے کے لئے بھی دعا کریں تو رسول اللہ ﷺ نے میرے حق میں دنیا و آخرت کی خیر و برکت کی دعا کی۔

آپ ﷺ نے میرے لئے یہ دعا کی:

﴿ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْهُ مَالاً وَ وَلَدًا وَ بَارِکْ لَهٗ فِيْهِ ﴾

یا الٰہی! اسے مال اور اولاد عطا فرما کر اور اسے برکت عطا فرما

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ انصار میں مجھ سے زیادہ مالدار کوئی نہ تھا۔ آپ ؓ کی بڑی بیٹی فرماتی ہیں کہ ابا جان کی نسل سے تقریباً ایک سو بیس افراد کو دفن کیا جا چکا ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

۵ ھ میں جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب ؓ سے نکاح کیا تو اس موقعہ پر حضرت ام سلیم ؓ نے ایک بڑے برتن میں مالیدہ بنا کر حضرت انس بن مالک ؓ کے ہاتھ بھیجا اور فرمایا کہ اس حقیر سے تحفہ کو قبول فرمائیں۔ (صحیح مسلم)

۷ ھ میں خیبر کا علاقہ فتح ہوا۔ اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے سردار کی بیٹی ام المومنین حضرت صفیہ ؓ سے نکاح کیا۔ دلہن کو سنوارنے اور سجانے کی ساری ذمہ داری حضرت ام سلیم ؓ نے پوری کی۔ (صحیح مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ حالتِ حمل میں اونٹنی پر سوار تھیں جسے رسول اللہ ﷺ کا غلام انجشہ ہانک رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا! اے انجشہ ! اپنے سواری کو ذرا آہستہ چلاؤ، اس پر خاتون سوار ہیں۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں اپنا سر منڈوایا تو حضرت ابوطلحہ ؓ نے آپ ﷺ کے بال مبارک اپنے پاس محفوظ کر لئے اور واپس مدینہ منورہ لا کر اپنی بیوی حضرت ام سلیم ؓ کے سپرد کر دئے۔ انہوں نے ان بالوں کو تبرک کے طور پر حفاظت سے رکھ لیا۔

حضرت ام سلیم ؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ آپ ؓ سے چودہ احادیث مروی ہیں۔ جنہیں آپ ؓ کے بیٹے حضرت انس بن مالک ؓ، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ، ابوسلمہ ؓ، عمرو بن عاصم ؓ، حضرت زید بن ثابت ؓ اور عمرو بن عاصم ؓ نے روایت کیا ہے۔ حضرت ام سلیم ؓ بہت سمجھدار، عاقل اور قابل عورت تھیں۔ حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے میری پرورش اور تربیت بہت خوبی سے کی۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں جنت میں گیا تو مجھے کچھ آہٹ محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا! کون ہے، تو لوگوں نے کہا! انس ؓ کی والدہ غمیصاء بنت ملحان ہیں۔

حضرت ام علقمہ ؓ

ایک مرتبہ حجاج بن یوسف کے دربار میں بہادر اور اللہ والی خاتون حضرت ام علقمہ ؓ کو پیش کیا گیا۔ جب انہوں نے حجاج کو دیکھا تو نفرت اور حقارت سے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ حجاج کے لئے یہ عمل نہ صرف حیران کن تھا بلکہ اس کے غیظ اور غضب کو بھڑکانے کا سبب بھی تھا۔ حجاج نے انتہائی غصہ سے ام علقمہ ؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

اے خارجیہ! میری طرف منہ کر کے دیکھو۔ (حجاج اپنے نظریہ کے علاوہ دوسروں کو خارجی، یعنی اسلام سے خارج سمجھتا تھا)

ام علقمہ ؓ نے فرمایا! جو منہ بارگاہ خداوندی سے مردود ہو چکا ہو اس کی طرف کیونکہ دیکھوں۔

یہ ایک ایسا جملہ تھا جو حجاج کے ہوش گم کر دینے کے لئے کافی تھا۔ جس شخص کے سامنے بڑے بڑے بہادر اس کے بے ہودہ باتیں خاموشی سے سنتے تھے اس کے سامنے ایک کمزور عورت زنجیروں سے بندھی ہوئی بھرے دربار میں اسے للکار رہی تھی۔ یہ توہین وہ کیسی برداشت کر سکتا تھا وہ غصہ سے کانپنے لگا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ اس عورت کے خون کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ اس کے مصاحبوں کے کہا کہ اس کا خون حلال ہے۔ مصاحبوں کا تو کام ہی ہاں میں ہاں ملانا ہوتا ہے۔ اس بات کا مطلب یہ تھا کہ ام علقمہ ؓ کے موت کا فیصلہ ہو چکا ہے لیکن وہ بہادر خاتون یہ سن کر مسکرا رہیں تھیں۔

حجاج! اس موقعہ پر تمہارے مسکرانے کی کیا وجہ ہے؟

ام علقمہ ؓ! تیرے مصاحبوں نے تو غلاموں کو بھی مات کر دیا۔ فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بارے میں درباریوں سے پوچھا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ حضرت موسیٰ ؑ اور ان کے بھائی کو چند روز کی مہلت دو مگر تیرے مصاحب ان سے بڑھے ہوئے ہیں کہ ایک بے گناہ عورت کے خون کو حلال قرار دے رہے ہیں۔

حجاج ام علقمہ ؓ کا جواب سن کر شرمندہ ہو گیا اور اپنی تلوار نیام میں رکھ کر ام علقمہ ؓ کو آزاد کر دیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حجاج نے تلوار نیام سے باہر نکالی ہو اور بغیر کسی کا خون کئے واپس نیام میں چلی گئی ہو۔ یہ ام علقمہ ؓ کی شجاعت اور دلیری کی وجہ سے حجاج کی ذلت آمیز شکست تھی۔

حضرت رفیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت رفیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت بہادر، صابر و شاکر خاتون تھیں۔

حضرت رفیدہ الاسلمیہ ؓ مسلم طبیبہ اور سماجی کارکن تھیں جنہیں تاریخ اسلام میں پہلی مسلم نرس اور پہلی خاتون جراح سمجھا جاتا تھا۔ آپ کی ولادت ۶۲۰ ء میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں اسلام قبول کرنے والوں میں ابتدائی شخصیات میں شامل تھیں۔ آپ کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنی اسلم سے تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے جن خواتین نے آپ کا استقبال کیا تھا ان میں آپ ؓ بھی شامل تھیں۔

سیرت کی کتابوں میں حضرت رفیدہ ؓ کو ہمدرد نرس اور اچھا علاج کرنے والی ڈاکٹر بتایا گیا ہے۔ آپ نے لوگوں کے علاج کے ساتھ ساتھ دوسری عورتوں کو طب اور علاج کی تربیت بھی دی۔ جن میں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا نمایاں نام ہے۔ ان کے علاوہ حضرت صفیہ ؓ، حضرت ام عمارہ ؓ، حضرت ام سلیط ؓ، حضرت سمیرا بنت قیس ؓ، حضرت کبشہ بنت رافع ؓ اور حضرت ام العلاء ؓ خاص طور پر قابل زکر ہیں۔ آپ علاج کے ساتھ ساتھ ضرورت مند بچوں، یتیموں، معذور اور غرباء کا بھی بہت خیال رکھتی تھیں۔

حضرت رفیدہ ؓ ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئیں جسے طب میں کمال حاصل تھا۔ آپ کے والد سعد الاسلمی ایک ماہر طبیب تھے۔ انہوں نے طب کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ نرسنگ اور بیماروں کے علاج کے شوق نے انہیں معالجہ (ڈاکٹر اور سرجن) بنا دیا۔ غزوات نبوی کے دوران آپ زخمیوں کا علاج اور ان کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔

حضرت رفیدہ ؓ نے خواتین کی ایک ٹیم کو نرس کے طور پر کام کرنے کی تربیت دی۔ جب لشکر نبوی ﷺ غزوہ خیبر کے لئے جانے کو تیار تھا تو حضرت رفیدہ ؓ اور رضا کار نرسوں کی ٹیم نے آپ ﷺ سے پوچھا! یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ کے ساتھ جنگ میں جانا چاہتے ہیں، زخمیوں کا علاج کرنا اور جتنا ہم سے ہو سکے مسلمانوں کی امداد کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ نرس رضا کاروں نے بہترین کام انجام دیا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا۔ وہ رقم اتنی ہی تھی جتنی جنگ میں لڑنے والے سپاہیوں کو دی جاتی تھی۔

ہر سال پاکستان کی بحریہ یونیورسٹی میں رائل کالج آف سرجنز آئر لینڈ کی طرف سے کامیاب طلبہ کو " نرسنگ میں رفیدہ الاسلامیہ انعام " سے نوازا جاتا ہے۔ اول آنے والے کو سینئر کلینکل طبی عملے کے ارکان منتخب کرتے ہیں۔ یہ صرف اسی کو ملتا ہے جو مریضوں کی عمدہ دیکھ بھال کرتا ہے۔

حضرت ام ابان ؓ بنت عتبہ بن ربیعہ

آپ کی شادی حضرت ابان بن سعید ؓ سے اجنادین کے مقام پر ہوئی۔ ابھی آپ کے ہاتھوں سے شب عروسی کی مہندی اور عطر کا اثر بھی زائل نہیں ہوا تھا کہ دمشق کی جنگ شروع ہوگئی۔ اس دلیر خاتون نے پیادہ لڑنے والی خواتین کی فوج میں شرکت اختیار کر لی۔ اس جنگ میں آپ کے شوہر کی شہادت ہوگئی۔ آپ ؓ اپنے شوہر کی لاش کے پاس آئیں اور انتہائی صبر سے ان کے زخمی جسم کو دیکھا اور فرمایا کہ جو کچھ آپ کو عطا ہوا ہے وہ مبارک ہو۔ آپ رب العالمین کے جوار رحمت اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کے پاس چلے گئے۔ اس مالک کائنات کے پاس جس نے ہمیں ملایا تھا اور پھر جدا کر دیا۔ میں تمہاری مشتاق ہوں اور اللہ کی قسم! میں اس قدر جہاد کروں گی کہ تم سے آ کر مل جاؤں گی۔ کیونکہ نہ میں نے تم کو اچھی طرح دیکھا اور برتا اور نہ تم نے مجھے۔ یہی اللہ کی مرضی تھی۔ میں نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے کہ تمہارے بعد مجھے کوئی دوسرا چھوئے۔ میں تم سے بہت جلد ملوں گی۔ ان شاء اللہ

حضرت ابان ؓ کی تجہیز و تکفین کی گئی اور حضرت خالد بن ولید ؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اسلامی فوج جب دمشق میں رومی فوج سے معرکہ آرا تھی تو اس میں حضرت ابان بن سعید ؓ اور ان کی اہلیہ حضرت ام ابان ؓ بھی شامل تھے اور میدان جنگ میں کارہائے نمایاں سرانجام دے رہے تھے۔ جنگ میں حضرت ابان بن سعید ؓ جرنیل توما کے ہاتھوں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی بیوی کو جب ان کی شہادت کی خبر ملے تو انہوں نے " انا للّٰہ و انا الیہ راجعون " پڑھا اور تلوار سونت لی اور رومی جرنیل کی طرف یلغار کر دی۔ رومی شہر میں جا کر قلعہ بند ہو گئے اور مسلمان فوج پر قلعہ کے اوپر سے تیر اور پتھر پھینکتے تھے۔ حضرت ام ابان ؓ بھی ماہر تیر انداز تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک برج میں رومی فوج کا پادری ہاتھ میں صلیب لئے ہوئے اپنی فتح کی دعائیں مانگ رہا ہے۔ انہوں نے تاک کر اس کا نشانہ لیا اور تیر سیدھا پادری کو لگا، اس کے ہاتھ سے صلیب قلعہ کی دیوار سے باہر گر گئی۔ مسلمانوں نے ان کی صلیب پر قبضہ کر لیا۔ صلیب کو واپس لینے کے لئے رومیوں نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور باہر آ کر لڑنے لگے تاکہ صلیب کو واپس لیا جائے۔ دونوں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ اسی دوران حضرت ام ابان ؓ نے اپنے شوہر کے قاتل کو ڈھونڈ لیا۔ انہوں نے تاک کر رومی جرنیل توما کی آنکھ کا نشانہ لے کر ایسا تیر مارا کہ وہ بلبلا اٹھا اور ان کی چیخیں نکل گئیں اور گر کر مر گیا۔ حضرت ام ابان ؓ نے اپنے شوہر کا بدلہ لے لیا، اس کے ساتھ ہی مسلمانوں نے دمشق کا شہر فتح کر لیا۔

حضرت ام حکیم بنت حارث ؓ

حضرت ام حکیم ؓ کا شمار جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنو مخزوم سے تھا۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ ؓ بنت ولید بن مغیرہ ہے جو حضرت خالد بن ولید ؓ کی بہن تھیں۔ آپ ؓ فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئیں۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: ام حکیم بنت حارث بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظہ بن مرّہ بن کعب بن لوی۔

آپ نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ کٹر مشرک گھرانہ تھا۔ آپ کے والد حارث بن ہشام ابوجہل کے سگے بھائی تھے۔ دونوں بھائی رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے سخت دشمن تھے۔ یہی حال ان کی والدہ اور ماموؤں کا تھا۔ آپ کی شادی ابوجہل کے بیٹے عکرمہ سے ہوئی جو اسلام دشمنی میں میں اپنے باپ کا ہم خیال تھا۔ حارث بن ہشام ؓ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ غزوہ حنین کے مال غنیمت میں سے رسول اللہ ﷺ نے انہیں سو اونٹ دئے تھے۔

غزوہ بدر میں جب ابوجہل مارا گیا تو اس کے کام کو اس کے بیٹے عکرمہ نے سنبھال لیا تھا۔ فتح مکہ تک اسلام دشمنی اور مسلمانوں کو اذیتیں پہچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ غزوہ احد میں اپنی بیوی ام حکیم کو بھی ساتھ لے گیا۔ عکرمہ نے خالد بن ولید کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچایا۔ فتح مکہ سے پہلے خالد بن ولید ؓ نے اسلام قبول کرلیا تھا لیکن عکرمہ اپنے دشمنی پر قائم رہا۔ جب مکہ فتح ہوا تو عکرمہ اپنی جان بچانے کے لئے یمن کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی بیوی ام حکیم ؓ اپنے والد حارث بن ہشام اور اپنی والدہ فاطمہ بنت ولید کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور تینوں نے اسلام قبول کرلیا۔

ام حکیم ؓ کو اپنے شوہر سے بہت محبت تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ ان کے شوہر بھی کفر کی دلدل سے نکل کر اسلام کی سعادت حاصل کرلیں۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے شوہر کے لئے امان کی درخواست کی جس کو رسول اللہ ﷺ نے قبول کرلیا۔ حالانکہ وہ ابوجہل کا بیٹا تھا اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو متعدد بار نقصان پہنچا چکا تھا لیکن آپ ﷺ رحمۃ للعالمین تھے اس لئے اسے خوش دلی سے معاف کردیا۔ ام حکیم ؓ اپنے شوہر کی تلاش میں ساحل سمندر کی طرف روانہ ہوگئیں۔

ادھر جب عکرمہ مکہ سے بھاگ کر بحرۂ قلزم کے ساحل پر پہنچے تو ساحل پر یمن جانے والی کشتی تیار کھڑی تھی یہ فوراً اس میں بیٹھ گئے۔ کشتی کچھ دور ہی چلی تھی کہ تیز ہواؤں کی زد میں آ گئی۔ عکرمہ نے لات، مناۃ اور عزیٰ کو پکارنا شروع کر دیا۔ ملاح نے کہا! یہ اللہ کو پکارنے کا وقت ہے۔ لات و عزیٰ کشتی کو بھنور سے نہیں نکال سکتے۔ یہ بات عکرمہ کے دل پر اثر کر گئی۔

حافظ ابن حجر نے '' اصابہ '' میں لکھا ہے کہ اس موقع پر عکرمہ نے یہ دعا کی: '' اے اللہ! میں عہد کرتا ہوں کہ اگر اس طوفان نے مجھے زندہ چھوڑ دیا تو میں خود کو محمد (ﷺ) کے سامنے پیش کر دوں گا۔ وہ بڑے رحیم و کریم ہیں مجھے امید ہے کہ وہ مجھ سے بدلہ نہیں لیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت، کشتی صحیح سلامت ساحل پر واپس آ گئی۔ اسی اثنا میں ام حکیم ؓ اپنے شوہر کو تلاش کرتے ہوئے ساحل پر موجود تھیں۔ انہوں نے عکرمہ سے مل کر انہیں بتایا کہ میں ایک ایسے انسان سے مل کر آ رہی ہوں جو سب سے زیادہ نیک، سب سے زیادہ رحیم و کریم اور شفیق اور صلہ رحمی کرنے والا ہے۔ میں نے ان سے تمہارے لئے امان حاصل کر لی ہے۔ اب میرے ساتھ ان کی خدمت میں چلو۔ عکرمہ کے دل میں حق کی روشنی پہلے ہی داخل ہو چکی تھی وہ فوراً تیار ہو گئے اور اپنی بیوی ام حکیم ؓ کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے۔

رسول کریم ﷺ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ان کا پرتپاک استقبال کیا اور فرمایا!

'' **مرحبا باالراکب المھاجر** '' (خوش آمدید: اے پردیسی سوار)۔

حضرت عکرمہ ؓ نے اپنی بیوی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا! اس نے مجھے بتایا ہے کہ آپ (ﷺ) نے میری جان بخشی کر دی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! ہاں! انہوں نے سچ کہا ہے۔ اب تم محفوظ و مامون ہو۔

حضرت عکرمہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے اس رویہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنی باقی زندگی اسلام کی خدمت کرنے اور اس کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کرنے کے لئے وقف کر دی۔ ماضی میں جس شدت سے انہوں نے اسلام دشمنی کی تھی اسی جوش سے اسلام کی خدمت میں لگ گئے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے دور خلافت میں آپ نے جنگ یرموک میں حصہ لیا اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہادت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہو گئے۔

حضرت ام حکیم ؓ نے حضرت عکرمہ ؓ کی شہادت کے بعد عدت پوری کرنے کے بعد حضرت خالد بن سعید ؓ سے نکاح کرلیا اور "مرج الصغر" پر ان کی رخصتی ہوئی۔ آپ کا مہر چار سو درہم مقرر ہوا۔ حضرت خالد بن سعید ؓ جلیل القدر صحابی تھے جو سابقون اولون میں سے تھے اور دونوں ہجرتوں میں شامل تھے۔ بہت بہادر انسان تھے۔ فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف اور غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت چکے تھے۔

حضرت خالد بن سعید ؓ حضرت ام حکیم ؓ کی شادی کے ولیمہ سے فارغ ہوئے تھے کہ رومی فوجیوں نے حملہ کر دیا۔ حضرت خالد بن سعید ؓ ان سے بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضرت ام حکیم ؓ اپنے شوہر کی شہادت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہیں تھیں۔ حضرت ام حکیم ؓ نے بڑی بہادری سے جنگ میں اپنے شوہر کا ساتھ دیا۔ وہ اسی وقت اپنے کپڑوں کو باندھ کر جوش سے اٹھیں، خیمہ باندھنے کی ایک لکڑی اٹھائی اور جنگ میں شریک ہو گئیں۔ ایک زخمی شیرنی کی طرح دلیری اور بے جگری سے دشمن پر وار پہ وار کر رہی تھیں۔ اس معرکہ میں ان کے ہاتھ سے سات رومی فوجی موت کے گھاٹ اترے۔ آپ نے اور بھی معرکوں میں شرکت کی اور بہادری کے جوہر دکھائے۔

حضرت خالد بن سعید ؓ کی شہادت کے بعد ام حکیم ؓ سے حضرت عمر فاروق ؓ نے نکاح کر لیا تھا۔ (تاریخ طبری)

آپ ؓ نے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں ۱۴ھ بمطابق ۶۳۴ء میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حضرت عمر فاروق ؓ سے ان کی ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ جب وہ بلوغت کو پہنچیں تو ان کی شادی حضرت عمر فاروق ؓ کے چچازاد بھائی حضرت زید ؓ سے ہوئی۔

(تاریخ طبری)

حضرت تماضر بنت اصبغ ؓ

آپ قبیلہ بنوکلب کے سرداراصبغ بن عمروکلبی کی بیٹی تھیں۔ اسلام سے پہلے آپ کا تعلق عیسائی مذہب سے تھا۔ شعبان ۶ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کی قیادت میں دومۃ الجندل کی مہم پر ایک لشکر روانہ کیا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف ؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کی ایک سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آپ ؓ کی امامت میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ سے روایت ہے کہ ہم نے دیکھا کہ لوگ فجر کی نماز پڑھ رہے ہیں اور عبدالرحمان بن عوف ؓ نماز کی امامت کررہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے حضرت عبدالرحمان بن عوف ؓ ایک رکعت مکمل کر چکے تھے پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور نماز میں شامل ہوگئے۔ جب حضرت عبدالرحمان بن عوف ؓ نے سلام پھیرا تو رسول اللہ ﷺ بقیہ نماز پوری کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ لوگ آپ ﷺ کو دیکھ کر گھبرا گئے اور کثرت سے تسبیحات کہنا شروع کردیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی نماز پوری کرلی تو لوگوں سے فرمایا! تم نے ٹھیک کیا، تم نے اچھا کیا۔ پھر فرمایا! کسی نبی کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک کہ اس نے اپنی امت کے صالح مرد کے پیچھے نماز ادانہ کرلی ہو۔

(صحیح مسلم، طبقات ابن سعد)

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دومۃ الجندل کی مہم پر بھیجنے سے پہلے اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے ہاتھوں سے ان کے سر پہ عمامہ باندھا اور لڑائی میں سب سے اچھی صورت اختیار کرنے کو کہا اور بنوکلیب کی طرف روانہ کیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں تو بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کرلینا۔ وہاں پہنچ کر آپؓ نے تین روز تک اسلام کی دعوت دی جس میں اللہ کے کرم اور مہربانی سے تمام قوم نے اسلام قبول کرلیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وہاں کے سردار اصبغ بن عمروکلبی کی بیٹی حضرت تماضر بنت اصبغ سے شادی کرلی۔ ان کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ آئے۔ تماضر ؓ آخر وقت تک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کے نکاح میں رہیں۔ حضرت عثمان غنی ؓ خلیفہ سوم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کے ترکہ میں سے آپ کو حصہ دیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن کے صاحبزادے حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی یہی ماں تھیں۔

بعض روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے اپنے آخری وقت کی بیماری میں آپ ؓ کوطلاق دے دی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی وفات کے بعد آپ ؓ نے حضرت زبیر ؓ سے شادی کرلی تھی۔ لیکن ان سے بھی تھوڑے دن بعد علیحدگی ہوگئی تھی۔

حضرت تماضر بنت عمرو (خنساء ؓ)

آپ کا نام تماضر بنت عمرو اور آپ کا لقب خنساء ہے جس کے معنی ہیں ہرنی۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ کو خنساء کہہ کر آواز دی۔ جب سے آپ کا نام خنساء پڑ گیا۔ آپ ؓ عرب کی شاعرہ ارثی العرب کے نام سے مشہور تھیں۔ آپ کا تعلق نجد کے قبیلہ بنوسلیم سے تھا جو بنوقیس بن عیلان کی ایک شاخ ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: تماضر بنت عمرو بن حارث بن الشرید بن رباح بن تفیظہ بن عصیۃ بن خفاف بن امراء القیس بن بہثہ بن سلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر۔ آپ ؓ کے قبیلہ کی تعریف میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بلاشبہ ہر قوم کی ایک پناہ گاہ ہوتی ہے اور عرب کی پناہ گاہ قبیلہ قیس بن عیلان ہے۔

آپ کا شمار عظیم المرتبت صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ شجاعت و ہمت اور سخاوت و ہمدردی میں مشہور تھیں۔ آپ بہت چست و مضبوط جسم کی مالک تھیں، بہت عقلمند اور خوبرو تھیں۔

آپ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے تقریباً تین سال بعد پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد عمرو بنوسلیم کے سردار تھے اور بہت اثر ورسوخ رکھتے تھے۔ حضرت خنساء ؓ کے دو بھائی معاویہ اور صخر تھے۔ ان دونوں کو قتل کردیا گیا جس پر حضرت خنساء ؓ بہت روئیں اور ان کے لئے اشعار کہے۔ حضرت خنساء حربی صلاحیت کے ساتھ ساتھ شعروادب سے بھی بہت دلچسپی رکھتی تھی۔ آپ بچپن سے ہی اشعار کہا کرتی تھیں۔ بڑی ہوکر مشہور شاعرہ بنیں۔ آپ کے مرثیے بہت مشہور ہوئے۔

آپ کی شادی اپنے ہی قبیلہ کے ایک شخص رواحہ بن عبدالعزیٰ سے ہوئی۔ ان سے آپ کے ایک بیٹے ابوشجرہ عبداللہ پیدا ہوئے۔ رواحہ بن عبدالعزیٰ کا جلد انتقال ہوگیا۔ عبدالعزیٰ ایک بہادر اور ہمت والے شخص تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ایک چشمہ سے متصل دلدلی زمین کو قابل کاشت بنانے کی کوشش کی۔ وہاں کی آب وہوا مرطوب تھی۔ ان کی صحت پر برا اثر پڑا اور وہ بخار میں مبتلا ہوکر انتقال کرگئے۔

پھر آپ کا نکاح اپنے ہی قبیلہ کے ایک شخص مرداس بن ابی عامر سے ہوا۔ ان سے آپ کے تین بیٹے پیدا ہوئے، جن کے نام عمر، زید اور معاویہ تھے۔ پھر ایک بیٹی عمرہ پیدا ہوئی۔ آپ ؓ کے شوہر مرداس بخار میں مبتلا ہوئے اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد آپ ؓ نے ساری زندگی بیوگی میں کاٹ دی۔ آپ کے بھائی آپ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کچھ ہی دنوں بعد آپ ؓ کے دونوں بھائیوں کا انتقال ہو گیا جس کا آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے ان کی یاد میں بہت پر اثر مرثیے لکھے جو بہت مشہور ہوئے۔

آپ کو جب رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی خبر ملی تو آپ نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا اور مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ایمان قبول کر لیا۔ علامہ ابن اثیر ؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ لکھتے ہیں کہ اس موقعہ پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا کلام بھی سنایا۔ رسول اللہ ﷺ بڑی دیر تک ان کا فصیح و بلیغ کلام سنتے رہے۔ وہ سناتی جاتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ فرماتے! شاباش اے خنساء ؓ۔

قبول اسلام کے بعد آپ اپنے قبیلہ میں واپس آئیں اور لوگوں کو پیغامِ رسالت قبول کرنے کی ترغیب دینی شروع کر دی۔ آپ کی زبان میں تاثیر پہلے سے ہی موجود تھی اور پھر حق نے لوگوں کے دلوں میں خوب اثر کیا۔ ایک بڑی تعداد نے آپ کے کہنے سے اسلام قبول کیا۔ آپ وقتاً فوقتاً مدینہ منورہ تشریف لاتی رہتی تھیں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کر کے فیضیاب ہوتی رہتی تھیں۔

جنگ قادسیہ حضرت عمر فاروق ؓ کے عہدِ خلافت کی سب سے خونریز جنگ تھی۔ یہ جنگ ایران کے خلاف فیصلہ کن جنگ تھی۔ اس جنگ میں ایران کی طرف سے دو لاکھ فوج تین سو ہاتھیوں کے ساتھ میدان جنگ میں اتری تھی۔ جن کے مقابلہ میں مسلمان فوج تیس سے چالیس ہزار کے درمیان تھی اور ساز و سامان میں بھی ایرانی فوج سے کہیں کمتر تھی۔ لیکن اس کی خوبی یہ تھی کہ اس میں حصہ لینے والے مجاہدین کے حوصلے بہت بلند تھے اور وہ جذبہ شہادت سے سرشار تھے۔

اس جنگ میں حضرت خنساء ؓ اپنے چار بیٹوں کے ساتھ موجود تھیں۔ جنگ شروع ہونے والی رات کو حضرت خنساء ؓ نے اپنے چاروں بیٹوں کو جمع کیا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

میرے بچو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے اور اپنی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ اس ذات لایزال کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ

تمہارے باپ کی خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل و رسوا کیا۔ تمہارا نسب بے عیب ہے اور تمہارا حسب بے داغ ہے۔ خوب سمجھ لو کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔ آخرت کی دائمی زندگی دنیا کی فانی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔

کل اللہ نے چاہا اور تم خیریت سے صبح کرو تو تجربہ کاری کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی مدد کی دعا مانگتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑنا اور جب تم دیکھو کہ لڑائی کا تنور خوب گرم ہو گیا ہے اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے ہیں تو تم جنگ کی اس آگ میں گھس جانا اور راہ حق میں دیوانہ وار تلوار چلانا۔ اگر ہو سکے تو دشمن کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا۔ اگر کامیاب رہے تو بہتر اور اگر شہادت نصیب ہو جائے تو یہ اس سے بھی بہتر ہے کہ تم آخرت کی فضیلت کے مستحق ہو گے۔

ان کے چاروں بیٹوں نے جواب دیا!

اماں جان! ان شاءاللہ ! ہم آپ کی توقعات پر پورا اتریں گے اور آپ ہمیں ثابت قدم پائیں گی۔

صبح جب جنگ کا معرکہ شروع ہوا تو چاروں بھائیوں نے اپنے گھوڑوں کی لگامیں تھامیں اور جنگ کے میدان میں کود پڑے۔ اس بوڑھی خاتون کے چہرے پر ایک خاص قسم کا عزم و جلال تھا۔ وہ اپنے بیٹوں کو میدان جنگ میں بھیج کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوئی۔ یا الٰہی! میری عزیز ترین دولت یہی ہے جو میں نے تیرے حضور پیش کر دی ہے۔

اپنی ماں کی پُر اثر باتیں سن کر چاروں بھائی شہادت کے شوق کے جذبہ سے لبریز میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دے رہے تھے۔ وہ کسی طرح بھی پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ آخر ایک ایک کر کے شہادت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچنے شروع ہو گئے۔ بالآخر چاروں بھائیوں نے حق کی خاطر اپنی جان قربان کر دی۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ اس واقعہ سے بے حد متاثر ہوئے۔ آپ کے چاروں بیٹوں کے نام، عبداللہ ؓ، ابوشجرہ ؓ، زید ؓ اور معاویہ ؓ تھے۔

جب حضرت خنساء ؓ نے اپنے بیٹوں کی شہادت کی خبر سنی تو رونے اور گریہ کرنے کے بجائے پروردگار کے حضور سجدہ ریز ہو گئیں اور ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے!

اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنے بیٹوں کی شہادت سے مشرف کیا۔

باری تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ قیامت کے دن مجھے ان بچوں کے ساتھ اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَصَابِرُوۡا وَ رَابِطُوۡا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۝

(سورۃ آل عمران ۔ ۲۰۰)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر سے کام لو، باطل پرستوں کے مقابلہ میں ثابت قدمی دکھاؤ، حق کی خدمت کرنے کے لئے تیار رہو، اللہ سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔

جنگ قادسیہ میں مسلمانوں نے اپنے مقتولین کو ایک جگہ جمع کیا، وہ جگہ شہداء کے دفن کے لئے مخصوص تھی۔ ان شہداء کو خواتین کے حوالے کر دیا جاتا تاکہ وہ ان کے کفن دفن کا بندوبست کریں۔ زخمیوں کو بھی ان کے حوالے کیا جاتا تاکہ وہ ان کی مرہم پٹی کریں۔ ان معرکوں میں عورتیں اور بچے مسلمان شہداء کے لئے قبریں کھودتے تھے۔

روایت ہے کہ جب شام کو لڑائی کا فیصلہ ہو گیا تو عورتیں بھی اپنے کپڑے کس کر میدان جنگ میں جا پہنچیں۔ ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے اور لاٹھیں تھیں اور جو کوئی رومی نظر آتا اس پر حملہ آور ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و کامیابی نصیب فرمائی۔

تسلیم و رضا، صبر و تحمل کا ایسا مظاہرہ دنیا کی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا ہو گا جو حضرت خنساء بنت عمروؓ نے کر کے دکھایا۔ آپؓ اپنے وقت کی مشہور شاعرہ تھیں۔ آپؓ کا دیوان بہت ضخیم تھا، ۱۸۸۸ء میں بیروت سے مع شرح چھپا تھا۔

حضرت خنساءؓ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک دین کے لئے جدوجہد کرتی رہیں۔ آپؓ کی وفات ۲۴ھ بمطابق ۶۴۸ء میں ہوئی۔ دوسری روایت میں اموی خلیفہ امیر معاویہؓ کے دور میں ہوئی۔

حضرت ام حرام بنت ملحان ؓ

حضرت ام حرام ؓ کا شمار انتہائی جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنوخزرج کے خاندان بنونجار سے تھا۔

آپ ؓ کا نسب اس طرح سے ہے: ام حرام ؓ بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔

آپ کی والدہ کا نام ملیکہ بنت مالک تھا۔ وہ بھی بنونجار سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت انس بن مالک ؓ کی والدہ ام سلیم ؓ آپ ؓ کی سگی بہن تھیں اور حضرت حرام بن ملحان ؓ آپ کے سگے بھائی تھے جو بئر معونہ کے سانحہ میں شہید ہو گئے تھے۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔ امام نووی ؒ فرماتے ہیں کہ آپؓ رسول اللہ ﷺ کی محرم تھیں اور رسول اللہ ﷺ آپؓ کے گھر جا کر قیلولہ فرماتے تھے۔

ام حرام ؓ کا شمار ان صحابیات میں ہوتا ہے جنہوں نے مدینہ منورہ میں بالکل ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ کی پہلی شادی حضرت عمرو بن قیسؓ سے ہوئی۔ وہ بھی شروع کے مسلمانوں میں سے تھے۔ آپؓ کے شوہر حضرت عمرو بن قیس ؓ اور ان کے بیٹے قیس بن عمروؓ تاریخ اسلام کے پہلے غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے تھے۔ اس کے بعد یہ دونوں باپ بیٹے غزوہ احد میں بھی شریک ہوئے اور بہادری سے لڑتے ہوئے اپنی جان نثار کر دی اور شہادت کا مرتبہ حاصل کر لیا۔ حضرت ام حرام ؓ نے اپنے شوہر اور بیٹے کی جدائی کا صدمہ انتہائی استقامت اور صبر سے برداشت کیا۔

حضرت ام حرام ؓ نے دوسرا نکاح حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے کیا جو بیعت عقبہ الثانیہ میں بارہ نقباء میں شامل تھے اور بنوخزرج کے سردار تھے۔ رسول اللہ ﷺ جن صحابیات کے گھر تشریف لے جاتے تھے ان میں حضرت ام حرام ؓ بھی تھیں۔ آپ ؓ کے علاوہ آپ ﷺ حضرت ام الفضل ؓ، حضرت شفاء بنت عبداللہ ؓ، حضرت اسماء بنت عمیس ؓ اور حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق ؓ کے گھر بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔

حضرت ام حرام ؓ بہت عبادت گزار، کثرت سے روزے رکھنے والی، کثرت سے قرآن کی تلاوت کرنے والی اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنے والی خاتون تھیں۔ آپ ؓ بڑی سلیقہ شعار، بہادر اور دانشمند خاتون تھیں۔ آپؓ انتہائی فراخ دل اور سخی تھیں، ضرورت مندوں کی بہت مدد کرتی تھیں۔ آپ ؓ کے خاندان سے رسول اللہ ﷺ کو خاص محبت اور

رضا حاصل تھی۔ انصاری صحابیات میں آپ ؓ کا نمایاں مقام تھا۔ آپ کے بیٹے عبداللہ بن عمرو ؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس نماز میں شریک تھے جس میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تھا۔

غزوہ احد میں آپ نے اپنے شوہر اور بیٹے کے ساتھ جنگ میں بھرپور حصہ لیا۔ لڑائی کے پہلے حصہ میں آپ نے کئی کافروں کو جہنم رسید کیا۔ اس معرکہ میں آپ کے خاندان والوں نے غزوہ بدر کی طرح شجاعت اور بہادری کے کارنامے دکھائے۔ آپ کے شوہر کافروں کی صفوں میں گھس کر ہلچل مچا دیتے تھے، ان کی مدد کے لئے ان کا بیٹا بے جگری سے اپنے والد کی مدد کرتا اور دشمنوں کو قتل کرتا تھا۔ آپ کے شوہر حضرت عمرو ؓ اور بیٹے قیس ؓ نے کفار سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا اور اعلیٰ ترین مقام پر پہنچ گئے۔ آپ کو شہید کی بیوی اور شہید کی ماں ہونے کا اعزاز حاصل ہوگیا۔ آپ تسلیم وصبر کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔

رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ حضرت ام حرام ؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں ام حرام ؓ (جنہیں آپ ﷺ اپنے خالہ کہا کرتے تھے) نے کھانا پیش کیا۔ آپ کھانا کھا کر تھوڑی دیر کے لئے لیٹ گئے اور آپ ﷺ کی آنکھ لگ گئی۔ جب بیدار ہوئے تو آپ (ﷺ) کے لبوں پر تبسم تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سفر کر رہے ہیں۔
حضرت ام حرام ؓ نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! دعا فرمایئے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوجائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی اور ان کو بشارت بھی سنائی۔

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی بن عفان ؓ کے عہد خلافت میں ۲۸ھ میں حضرت امیر معاویہ ؓ نے امیر المومنین کی اجازت سے جزیرہ قبرص فتح کرنے کے لئے ایک بحری بیڑا تیار کر کے روانہ کیا۔ اس لشکر میں بڑے جلیل القدر صحابہ کرام ؓ شامل تھے۔ اس لشکر کو جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ حضرت عبادہ بن صامت ؓ اور ان کی بیوی حضرت ام حرام ؓ بھی اس قافلہ میں شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور قبرص پر اسلامی پرچم بلند ہوگیا۔ جب مجاہدین اس مہم سے فارغ ہو کر واپس آنے کے لئے تیار ہوئے اور حضرت ام حرام ؓ اپنی سواری کے جانور پر بیٹھنے لگیں تو وہ جانور منہ زور ہوگیا اور اس نے آپ ؓ کو زمین پر گرا دیا۔ حضرت ام حرام ؓ شدید زخمی ہوئیں اور پھر انہی زخموں کی وجہ سے آپ ؓ کا انتقال ہوگیا۔ آپ ؓ کو

قبرص کی ہی سرزمین " لارنا کا " نامی مقام پر دفن کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ایک مسجد بھی بنائی گئی جس کا نام مسجد ہالہ سلطان ٹیک ہے۔ آپ کا لقب " شہیدہ البحر " (سمندر کی شہیدہ) کے نام سے مشہور ہو گیا۔

حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے آپ ؓ کے ایک صاحبزادے محمد ؓ بھی تھے اور پہلے شوہر سے قیس اور عبداللہ تھے۔ آپ ؓ سے پانچ احادیث بھی مروی ہیں۔ آپ ؓ سے روایت کرنے والوں میں حضرت انس بن مالک ؓ، حضرت عبادہ بن صامت ؓ، عمرو بن اسودؒ، حضرت عطاء بن یسارؒ اور یعلیٰ بن شدادؒ شامل ہیں۔

حضرت ام عطیہ ؓ (نسیبہ بنت حارث ؓ)

آپ کا نام نسیبہ اور کنیت ام عطیہ تھی۔ آپ کے والد کا نام حارث تھا جن کا تعلق انصار کے قبیلہ بنونجار سے تھا۔ آپ کا شمار مدینہ منورہ کے ان خوش نصیب لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ہجرت سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا اور سابقون اولون میں شامل ہوگئی تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سے لوگ بہتر ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! وہ لوگ جو میری ساتھ ہیں (صحابہ کرام ؓ) پھر وہ لوگ جوان کے نقش قدم پر چلے (تابعین) اور پھر وہ لوگ جوان کے نقش قدم پر چلے (تبع تابعین)۔ (مسند احمد)

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ جوق در جوق آپ ﷺ سے بیعت کرنے کے لئے حاضر ہو رہے تھے ان میں خواتین بھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ مردوں سے تو ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت کر رہے تھے لیکن عورتوں کو آپ ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیعت کی خواہش مند خواتین کو ایک مکان میں جمع ہونے کی ہدایت کی تھی ان خواتین میں حضرت ام عطیہ ؓ بھی شامل تھیں۔ جب تمام خواتین ایک مکان میں جمع ہوگئیں تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر فاروق ؓ کو اپنی طرف سے بیعت لینے کے لئے بھیجا۔

ان سے ان شرائط پر بیعت لی:

۱۔ کسی کو اللہ کا شریک نہیں بنائیں گی۔

۲۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔

۳۔ چوری نہیں کریں گی۔

۴۔ زنا سے بچیں گی۔

۵۔ کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گی۔

۶۔ اچھی باتوں سے انکار نہیں کریں گی۔

خواتین نے پردے سے باہر ہاتھ نکال کر بیعت کی تصدیق کی۔ بیعت کے بعد حضرت ام عطیہ ؓ نے حضرت عمر ؓ سے پوچھا کہ اچھی باتوں سے کیا مطلب ہے تو انہوں نے فرمایا! نوحہ اور بین نہ کرنا۔

رسول اللہ ﷺ حضرت ام عطیہ ؓ پر بے حد اعتماد کرتے تھے۔ وہ خواتین جن کو رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ غزوات میں جانے کے اجازت دیتے تھے ان میں ام عطیہ ؓ بھی شامل ہیں۔ حضرت ام عطیہ ؓ نے سات غزوات میں رسول اللہ ﷺ ساتھ جہاد میں شرکت کی ہے۔ آپ ؓ مجاہدین کے لئے کھانا پکانا، زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا اور بیمار مجاہدین کی تیمارداری کے فرائض انجام دیتی تھیں۔ آپ طب سے بھی واقف تھیں اور زخموں کی دیکھ بھال میں مہارت رکھتی تھیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام عطیہ ؓ کو صدقہ کی ایک بکری بھیجی۔ انہوں نے اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کا کچھ حصہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی خدمت میں بھی بھیجا۔ جب رسول اللہ ﷺ ام المومنین ؓ کے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ان سے کھانا مانگا۔ ام المومنین ؓ نے فرمایا! یا رسول اللہ ﷺ! گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ سوائے اس گوشت کے جو ام عطیہ ؓ نے بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اسے پکا کر لاؤ کیونکہ بکری اپنے حقدار کو پہنچ گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب ؓ کا جب انتقال ہوا تو حضرت ام عطیہ ؓ ان کو غسل دینے والی عورتوں میں شامل تھیں۔ رسول اللہ ﷺ پردے کے پیچھے سے ان کو نہلانے کی ترکیب بتاتے رہے۔ صحابہ کرام اور تابعین حضرت ام عطیہ ؓ سے میت نہلانے کا طریقہ سیکھتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

خلافت راشدہ کے دور میں حضرت ام عطیہ ؓ کے صاحبزادے جہاد پر گئے ہوئے تھے، جہاد کے دوران بصرہ پہنچنے پر وہ بیمار ہو گئے۔ آپ ؓ کو جب بیٹے کی بیماری کی اطلاع ملی تو آپ ؓ بصرہ جانے کے لئے تیار ہو گئیں۔ لیکن آپ ؓ کے بصرہ پہنچنے سے دو دن پہلے آپ ؓ کے بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ آپ ؓ کو بے حد صدمہ ہوا اور آپ ؓ نے ”انا للّٰہ و انا الیہ راجعون“ پڑھا اور ان کی موت پر صبر کیا، کسی قسم کا بین نہیں کیا۔ تیسرے دن آپ نے خوشبو منگوا کر لگائی اور اچھا لباس

پہنا اور فرمایا!

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ شوہر کے علاوہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہیں کیا جائے۔"

آپ ایک نیک سیرت اور با اخلاق خاتون تھیں۔ میدان جنگ میں مسلمان مردوں کے شانہ بشانہ لڑتیں تھیں۔ زخمی مسلمانوں کی مرہم پٹی کرتیں، مجاہدین کے لئے کھانا پکاتیں، ستو تیار کرتیں تھیں۔

حضرت ام عطیہ ؓ سے اکتالیس احادیث مروی ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں حضرت انس بن مالک ؓ، علامہ ابن سیرین ؒ، ام شرجیل ؒ اور حفصہ بنت شرجیل ؒ شامل ہیں۔ آپ ؓ کا شمار عالمہ فاضلہ صحابیات میں ہوتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ام عطیہ ؓ سے روایت کی ہوئی ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ ہم عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے کی ممانعت کردی گئی تھی لیکن زور دے کر منع نہیں کیا گیا تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت ام عطیہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا تھا کہ ہم عیدین (یعنی دونوں عیدوں) پر جوان عورتوں اور پردہ دار کو بھی عید گاہ لائیں اور حائضہ عورتوں کو حکم تھا کہ وہ تکبیر کے ساتھ تکبیر کہیں اور دعا کے ساتھ دعا کریں۔ اور وہ عید گاہ سے علیحدہ رہیں یعنی اس کے کنارے پر بیٹھی رہیں تا کہ اس دن کی برکتوں میں شامل ہوسکیں۔

آپ نے بصرہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔ آپ ؓ قصر بنی خلف میں رہائش پذیر ہوئیں۔ آپ ؓ کے گھر پر صحابہ کرام ؓ اور تابعین عزام دینی مسائل دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ حدیث رسول (ﷺ) سننے کے خواہش مند بھی آپ ؓ کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ یہ عمل آپ کی وفات تک جاری رہا۔ وہیں پر آپ کے بیٹے کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ آپ ؓ کی وفات ۷۰ھ میں بصرہ میں ہوئی۔

حضرت علی المرتضیٰ ؓ آپ ؓ کے بے حد عزت و محبت کرتے تھے۔ وہ جب بھی بصرہ جاتے تو حضرت عطیہ انصاریہ ؓ کے گھر ضرور تشریف لے جاتے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت معاذہ غفاریہؓ

حضرت معاذہ غفاریہؓ کا شمار بلند پایہ صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ نے کئی غزوات اور جنگوں میں داد شجاعت دی تھی۔ آپ زخمیوں کی خبر گیری، طب اور جراحی کے فن میں ماہر تھیں۔ جب بھی کہیں جہاد کے لئے اسلامی لشکر تیار ہوتا تو آپ فوراً اپنے خدمات پیش کر دیتی تھیں۔ آپ مجاہدین کی خدمت کے ساتھ ساتھ باقاعدہ جنگ میں بھی حصہ لیتی تھیں۔ آپ مسلمان فوجیوں کے سامنے تلاوتِ قرآن کے ذریعہ ان کے جوش وجذبہ کو ابھارتیں تھیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہترین حافظہ سے نوازا تھا۔ آپ اسلامی قوانین اور اصول کو بہت اچھی طرح جانتی تھیں۔

حضرت لبنیٰ بنت سوارؓ

حضرت لبنیٰ بنت سوارؓ جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ آپ نے اپنے پوری خاندان کے ساتھ اسلام قبول کیا اور ساری زندگی اس کی حفاظت اور ترویج میں گزار دی۔ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے دشمنانِ اسلام کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لے کر شجاعت کے جوہر دکھائے۔ میدان جنگ میں آپ کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ طب وجراحی کا کام جانتی تھیں اور جنگ میں زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ اگر ضرورت محسوس کرتیں تو تلوار لے کر میدان جنگ میں بھی اتر جاتی تھیں۔ ۱۴ھ میں رومیوں کے خلاف لڑی جانے والی جنگ شحورا میں آپؓ نے کئی رومیوں کو جہنم رسید کیا۔

حضرت کعبیہ بنت سعدؓ

حضرت کعبیہ بنت سعدؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ سے تھا۔ آپ کا شمار بلند پایہ صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ نے کئی غزوات اور جنگوں میں حصہ لیا۔ آپؓ طب اور جراحی میں مہارت رکھتی تیں اور زخمیوں کی دیکھ بھال بہت اچھی طرح سے کرتی تھیں۔ آپؓ میدان جنگ میں مجاہدین کو تیر اٹھا کر دیتی تھیں۔ آپ فوجیوں کے لئے کھانا بنانا، ستو تیار کرنا اور ان کو پانی پلانے کا کام بھی کرتیں تھیں۔ جب بھی کبھی جنگ کے لئے لشکر تیار ہوتا تو آپ فوراً اپنے خدمات پیش کر دیتی تھیں اور دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد کرتی تھیں۔ آپ قرآن کی تلاوت کر کے مجاہدین کو جہاد پر اکساتی تھیں۔

حضرت نعم بنت قناص ؓ

حضرت نعم بنت قناص نے رسول اللہ ﷺ کے آخری دور میں اسلام قبول کیا۔ آپ عرب کی مشہور شاعرہ تھیں۔ آپ کئی جنگوں میں شریک ہوئیں اور اپنے اشعار سے مجاہدین کا جوش و ولولہ بڑھاتی تھیں۔ جنگ یرموک میں رومیوں کے خلاف آپ نے بہادری اور جرأت کے مظاہرے دکھائے۔ کئی دشمنوں کو اپنے تلوار سے جہنم رسید کیا۔ اس کے علاوہ آپ مجاہدین کی خدمت اور زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری بھی کرتی تھیں۔

حضرت عفیرہ بنت عفار حمیری ؓ

حضرت عفیرہ بنت عفار حمیری ؓ کا شمار جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی تھی۔ آپ نے خلفاء راشدین کے دور میں جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں ۱۴ھ میں رومیوں کے خلاف لڑی جانے والی جنگ شحورا میں آپ نے حصہ لیا۔ بہادری اور جرأت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا اور کئی رومی آپ کی تلوار کا نشانہ بنے۔ اس کے علاوہ مجاہدین کی مدد کرنا اور ان کے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنا بھی کرتی تھیں۔

حضرت سلمہ بنت زارع بن عروہ ؓ

حضرت سلمہ بنت زارع بن عروہ ؓ کا شمار بہادر صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ ؓ کو حضور اکرم ﷺ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ آپ اسلامی احکامات اور اسلامی اصولوں کی سختی پابندی کرتی تھیں۔ آپ ایک سچی مومنہ تھیں۔ آپ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے آخری دور میں غزوات میں حصہ لیا۔ آپ ؓ نے کئی معرکوں میں اپنی بہادری اور جانثاری کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کی فتح میں اہم کردار ادا کیا۔ میدان جنگ میں مجاہدین کے لئے کھانا پکانا، زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری کرنا اور خیموں کی حفاظت کرنے کے کام دوسری خواتین کے ساتھ سرانجام دیتی تھیں۔ رومیوں کے خلاف ایک موقعہ پر مسلمان فوج کچھ پسپا ہونے لگی تو چند خواتین کے ساتھ آپ نے رومیوں فوج پر حملہ کر دیا اور مسلمان فوجیوں کو سنبھلنے کا موقعہ مل گیا۔ انہوں نے پلٹ کر دشمن پر وار کیا اور جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ (خواتین شہدائے اسلام)

نوجوان مجاہداوراس کی والدہ کا ایمان افروز واقعہ

مدینہ منورہ میں ایک شخص رہتا تھا جوابوقدامہ شامی کے نام سے مشہور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں جہاد کی محبت ڈال دی تھی۔ ان کی زندگی کا زیادہ تر وقت اللہ کے راستے میں جہاد کرنے میں صرف ہوتا تھا۔ ایک دفعہ وہ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ حاضرین میں سے کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ جہاد پر جاتے رہتے ہیں۔ آپ کی نظر میں کوئی بہت حیرت انگیز واقعہ ہوا ہو تو ہمیں بھی سنایئے۔

شیخ ابوقدامہ نے فرمایا کہ سنئے!

میرا ایک دفعہ رقہ (شہر) جانا ہوا تا کہ کوئی اونٹ خریدلوں جو ہمارے اسلحہ کو اٹھانے کے کام آسکے۔ میں وہاں ایک دن دریائے فرات کے قریب بیٹھا تھا کہ اچانک ایک عورت میرے سامنے آگئی اور اس نے مجھ سے کہا! اے ابوقدامہ! میں نے سنا ہے کہ تم جہاد سے متعلق وعظ کرتے ہو اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دلاتے ہو۔ میں ایک ایسی عورت ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت لمبے بالوں سے نوازا ہے۔ میں نے اپنے وہ بال جو اکھڑ جاتے ہیں ان کو جمع کر کے ایک رسی تیار کی ہے، اس پر مٹی مل دی ہے تا کہ اس کی بے پردگی نہ ہو۔ آپ یہ رسی لے لیں اور اسے میدان جنگ میں لے جائیں۔ اس کو گھوڑے کے گلے میں ڈال کر جہاد کریں۔ اگر آپ کو خود اس کی ضرورت نہ ہو تو اسے کسی مجاہد کو دے دیں جو اسے جنگ میں استعمال کرے تا کہ جنگ کا گردوغبار میرے بالوں پر بھی لگ جائے۔ اس طرح جہاد میں میری بھی شرکت ہو جائے گی۔

میں ایک بیوہ ہوں میرے شوہر ایک جہاد میں شہید ہو گئے تھے۔ میرے کنبے کے سب لوگ جہاد میں شہید ہوئے ہیں۔ اگر مجھ پر بھی جہاد فرض ہوتا تو میں بھی جہاد میں چلی جاتی۔ میں اپنی جگہ اپنے بالوں کو جہاد میں استعمال کرنا چاہتی ہوں۔ اس عورت نے کہا کہ میرا ایک بیٹا ہے اس نے قرآن حفظ کر لیا ہے اور جہاد کی ٹریننگ کر کے گھڑ سواری میں مہارت حاصل کر لی ہے۔ تیراندازی میں ماہر ہو گیا ہے، وہ رات بھر تہجد پڑھتا ہے اور دن میں روزہ رکھتا ہے۔ اس وقت وہ خوب جوان ہے اس کی عمر پندرہ سال ہے۔ آجکل وہ اپنی زمینوں پر کام کے لئے گیا ہوا ہے۔ جب وہ واپس آئے گا اور آپ یہاں ہوئے تو آپ اس کو اللہ کے راستے میں جہاد پر لے جایئے گا۔ میں آپ کو دین اسلام کی عظمت اور عزت کا واسطہ دیتی ہوں، آپ مجھے اس ثواب سے محروم نہیں کیجئے گا۔

میں نے اس عورت سے اس کے بالوں کی بنی ہوئی رسی لے لی۔ اس عورت نے کہا کہ اسے اپنے سامان میں محفوظ کر کے رکھ لیں تا کہ مجھے تسلی ہو جائے۔ میں نے وہ رسی کو محفوظ کر کے رکھ لیا۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ رقہ کے

لئے روانہ ہوگیا۔ جب ہم مسلمہ بن عبدالملک کے قلعہ کے پاس پہنچے تو پیچھے سے ایک شہسوار کے پکارنے کی آواز آئی!

اے ابوقدامہ! اللہ کے لئے رک جایئے۔ میں رک گیا تو دیکھا کہ ایک نوجوان گھوڑا دوڑاتا ہوا آرہا ہے جس کا چہرہ کپڑے سے ڈھکا ہوا ہے۔ آتے ہی وہ نوجون مجھ سے گلے ملا اور پھر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ آپ مجھے مل گئے۔ میں نے کہا بیٹا اپنا چہرہ تو دکھاؤ تاکہ میں دیکھوں کہ آپ کون ہیں اور آپ پر جہاد فرض ہو تو اجازت دوں ورنہ آپ کو واپس کردوں۔ جب اس نے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو چاند کی طرح ایک خوبصورت نوعمر جوان تھا۔ میں نے اس سے پوچھا؟ بیٹے! آپ کے والد زندہ ہیں۔ اس نے کہا! نہیں۔ وہ جہاد میں شہید ہوگئے ہیں، میں دشمنوں سے اسی کا بدلہ لینے جارہا ہوں۔ شاید اللہ مجھے بھی شہادت نصیب فرمائے۔ میں نے کہا! کیا آپ کی والدہ حیات ہیں؟ اس نوجوان نے کہا! ہاں۔ پھر میں نے کہا کہ اپنی والدہ سے جاکر جہاد میں شرکت کی اجازت لے کر آؤ۔ اس نوجوان نے کہا! اے ابوقدامہ! آپ مجھے نہیں جانتے۔ میں نے کہا! نہیں۔ وہ کہنے لگا کہ میں تو اسی عورت کا بیٹا ہوں جس نے اپنے سر کے بالوں کی رسی آپ کو دی تھی۔

میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں مجھے جہاد پر جانے سے نہ روکیں۔ میں قرآن کا حافظ ہوں اور سنتِ رسول ﷺ کا عالم ہوں۔ میں تیراندازی اور گھڑسواری کا ماہر ہوں، مجھے چھوٹا سمجھ کر نظرانداز نہ کریں۔ میری والدہ نے قسم کھائی ہے کہ بغیر فتح کے میں واپس نہ آؤں۔ پھر اس نوجوان نے کہا کہ میری والدہ نے کہا ہے کہ بیٹا جب کفار سے مڈبھیڑ ہو تو پشت نہ دکھانا۔ اللہ کی راہ میں جان دے دینا اور دعا کرنا کہ اپنے والد اور اللہ کا پڑوس نصیب ہوجائے۔ جب اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت نصیب کردیں تو تم میری شفاعت کرنا کیونکہ شہید اپنے خاندان کے ستر افراد کی شفاعت کرسکتا ہے۔ میرے ماں نے چلتے وقت مجھے اپنے سینے سے لگا کر اللہ سے یہ دعا مانگی تھی!

اے اللہ! یہ میرا بیٹا ہے، میرے دل کا پھل اور میرے جسم کا پھول ہے، میں نے اس کو تیری خدمت میں پیش کر دیا ہے تو اسے قبول کرلے۔

شیخ ابوقدامہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس لڑکے کی گفتگو سنی تو میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس خوبصورت نوجون کو دیکھ کر میں اس کی ماں کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ کتنی استقامت، حوصلہ اور صبر والی خاتون ہے۔ میرے آنسو دیکھ کر لڑکا بولا! چچاجان! آپ کیوں رورہے ہیں۔ اگر آپ میری کم عمری پر رورہے ہیں تو اللہ تعالیٰ چھوٹوں کو بھی نافرمانی پر سزا دیتا ہے۔ میں نے کہا! میں تمہاری والدہ کی وجہ سے روتا ہوں کہ تمہاری شہادت ہوگئی تو اس کا کیا بنے گا۔

میں نے اس نو جون کو اپنے ساتھ لیا اور آگے سفر کے لئے روانہ ہو گئے۔ سارے راستے وہ نو جوان اللہ کا ذکر کرتا رہا۔ میں نے اندازہ لگالیا کہ یہ نو جوان گھڑ سواری کا ماہر ہے۔ ہم جیسے جیسے دشمن کے قریب ہوتے جارہے تھے اس نو جوان کا جوش وخروش بڑھتا جارہا تھا۔ دوسرے دن غروب آفتاب کے وقت ہم دشمن کے علاقے میں پہنچ چکے تھے۔ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، اس دن ہم سب روزے سے تھے۔ اس نو جوان نے ہم سب کے لئے افطاری کا انتظام کیا۔ عشاء کے بعد سب سو گئے تو میں نے دیکھا کہ وہ نو جوان نیند میں مسکرا رہا ہے۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو میں نے اس سے کہا کہ تم نیند میں مسکرا رہے تھے۔

اس نے کہا کہ ہاں! میں نے رات کو ایک خواب دیکھا تھا کہ میں ایک سرسبز وشاداب باغ میں ہوں۔ ابھی میں باغ کی سیر کر رہا تھا تو میں نے ایک عالیشان محل دیکھا جو چاندی، جواہرات اور موتیوں سے بنا ہوا تھا۔ اس کے دروازے سونے کے تھے اور ان پر بہت خوبصورت پردے آویزاں تھے۔ اچانک ان پردوں کو کچھ لڑکیوں نے دروازے سے ہٹایا۔ ان لڑکیوں کے چہرے چاند کی طرح چمک رہے تھے۔ جب میں نے ان کو دیکھا تو سب نے مجھے خوش آمدید کہا۔ میں نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے کہا جلدی مت کیجئے ابھی آپ کا وقت نہیں آیا۔ میں نے سنا وہ آپس میں کہہ رہیں تھیں کہ یہ نو جوان '' مرضیہ '' کا شوہر ہے۔

پھر انہوں نے کہا! اللہ آپ پر رحم فرمائے ذرا آگے بڑھئے۔ میں آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس محل میں ایک کمرہ ہے جو سب سے بلندی پر ہے اور خالص سونے کا بنا ہوا ہے۔ اس پر زبرجد کا بنا ہوا ایک سبز پلنگ بچھا ہوا ہے۔ اس کے پائے سفید اور چمکدار چاندی کے بنے ہوئے ہیں۔ اس پر ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی ہے جس کا چہرہ آفتاب کی طرح چمک رہا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ میری نگاہوں کی حفاظت نہ کرتا تو میری بینائی چلی جاتی اور میری عقل سلب ہو جاتی۔

جب اس لڑکی نے مجھے دیکھا تو کہا! مرحبا! مرحبا! آیئے آیئے! خوش آمدید، خوش آمدید! اے اللہ کے محبوب! آپ میرے لئے ہیں اور میں آپ کے لئے ہوں۔ میں جب اس کی طرف بڑھنے لگا تو وہ کہنے لگی۔ نہیں نہیں! ابھی وقت نہیں آیا۔ ہاں! کل ظہر کے وقت کا وعدہ ہے۔ مبارک ہو، مبارک ہو۔

شیخ ابو قدامہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس لڑکے سے کہا! آپ نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ رات بھر ہم اس نو جوان کے خواب پر تعجب کرتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو ہم سب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہوئے۔ اتنے میں کسی پکارنے والے نے پکارا!

یا خیل اللّٰہ ! ارکبی و فی ال جنۃ ارغبی انفروا خفافا ا ثقالا

اے اللہ تعالیٰ کے شہسوارو اور اس کے دین کے مددگارو! سوار ہو کر چلو اور

جنت کی طرف بڑھو تم ہلکے ہو یا بوجھل جلدی نکلو۔

جونہی یہ آواز ختم ہوئی تو لشکر کفار نمودار ہوا۔ اللہ اس کو ذلیل کرے وہ بہت بڑا لشکر تھا جو چاروں طرف پھیل گیا۔ ہم سب سے پہلے اس نوجوان نے کفار کے لشکر پر حملہ کیا اور ان کی فوج کے اندر تک گھستا چلا گیا۔ اس نے کفار کی صفوں کو تتر بتر کر دیا اور بیچ میں جا کر کفار کے لشکر کو تہس نہس کر دیا۔ کئی طاقت ور افراد کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ میں نے جب اس نوجوان کو اس طرح لڑتے ہوئے دیکھا تو میں فوراً اس کی مدد کرنے کے لئے اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور اس سے کہا کہ اب تم واپس آ جاؤ۔

اس نے کہا! چچا جان! کیا آپ نے قرآن کی آیت نہیں سنی!

” يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا زَحْفاً فَلاَ تُوَلُّوهُمُ الأَدْبَارَ O “

(سورۃ الانفال ۔ ۱۵)

اے ایمان والو! جب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو ان کو پیٹھ نہ دکھاؤ۔

اے چچا جان! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں پیچھے مڑ کر جہنم کا حقدار ہو جاؤں۔ ہم ابھی یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اچانک دشمن نے ہم پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اس قدر سخت تھا کہ ہم دونوں الگ الگ کفار کے گھیرے میں آ گئے۔ ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا۔ اس حملہ میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ جب جنگ رکی تو زخمیوں اور شہید کو دیکھا گیا۔ میں اپنے گھوڑے پر شہداء کے درمیان گھوم رہا تھا۔ ہر طرف لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ خون کا ایک دریا موجود تھا۔ شہداء کے چہرے گرد و غبار کی وجہ سے پہچانے نہیں جا رہے تھے۔ اسی دوران میں نے گھوڑوں کے سموں سے کچلا ہوا شدید زخمی حالت میں وہ نوجوان دیکھا جو اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ گرد و غبار کی وجہ سے پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا اے مسلمانو! خدا کے لئے میرے پاس میرے چچا ابو قدامہ کو بھیج دو۔

میں نے جب اس کی آواز قریب سے سنی تو اس کے پاس پہنچا۔ وہ اس وقت خون میں بری طرح لت پت تھا۔
میں اس کے پاس گیا اور کہا! میں ابو قدامہ ہوں۔
اس پر اس لڑکے نے کہا! رب کعبہ کی قسم! خواب کی تعبیر سچی نکلی۔ میں نے جھک کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔
میں اس کے چہرے سے مٹی اور خون صاف کرنے لگا۔ میں نے اس سے کہا پیارے بیٹے! مجھے اپنی شفاعت میں نہیں بھولنا۔
اس لڑکے نے کہا! میں آپ جیسے محسن کو کیسے بھول سکتا ہوں۔ آپ اپنی چادر سے یہ خون کیوں صاف کرتے ہیں۔
میرا اپنا کپڑا زیادہ مناسب ہے کہ اس سے میرا خون پونچھا جائے۔ اس کے بعد اس نوجوان نے کہا! چچا جان! یہ خون چھوڑ دیجئے، اب میں اپنے رب کے ساتھ اسی خون میں ملاقات کروں گا۔ خواب میں جس کو میں نے دیکھا تھا وہ سامنے کھڑی ہے۔ میری روح نکلنے کا انتظار کر رہی ہے اور وہ لڑکی مجھے بلا رہی ہے۔

چچا جان! میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحیح سلامت واپس لوٹا دیا تو آپ میرے یہ خون آلود کپڑے میری غمزدہ ماں تک پہنچا دیں تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ میں نے ان کی وصیت کو پورا کر دیا اور کفار کے سامنے کوئی بزدلی نہیں دکھائی۔ آپ ان کو میرا اسلام پہنچا دیجئے گا اور ان سے کہیئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی قبول کر لی۔
اے چچا جان! میری ایک چھوٹی بہن ہے جس کی عمر دس سال ہے۔ جب بھی میں گھر سے باہر جاتا تھا تو وہ مجھے رخصت کرتی تھی اور جب میں گھر آتا تو وہ سب سے پہلے مجھ سے ملتی تھی۔ اس دفعہ جب میں آ رہا تھا تو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ جلدی واپس آیئے گا۔ آپ جب میری بہن سے ملیں تو اس کو میرا اسلام کہیئے گا اور اس سے کہنا کہ تمہارے بھائی جان نے کہا ہے کہ ''اللہ حافظ! اب قیامت میں ملاقات ہوگی''
یہ کہہ کر اس نوجون نے کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے جان جانِ آفرین کے حوالے کر دی۔ ہم نے اس کو وہیں دفنا دیا۔
اللہ اس سے راضی ہو۔
جب ہم جنگ ختم ہونے کے بعد رقہ واپس پہنچے تو میں اس نوجوان کی والدہ سے ملنے گیا۔ اس کی ننھی بہن نے دروازہ کھولا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا! کیا آپ نے میرے بھائی کو کہیں دیکھا؟ میں لوگوں سے پوچھتی ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اسے نہیں جانتے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آ رہے ہیں۔

میں نے کہا کہ میں جہاد سے واپس آ رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ میرا بھائی واپس نہیں آیا۔ میں نے اس کا جواب دینے کے بجائے اس بچی سے کہا کہ اپنی والدہ کو جا کر بتاؤ کہ دروازے پر ابوقدامہ آئے ہیں۔ میری اس گفتگو کو اندر اس کی ماں نے سن لیا۔ وہ فوراً باہر آئی اور اس کے چہرے کا رنگ فق تھا۔ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا! آپ خوش خبری لے کر ہمارے پاس آئے ہیں یا غم کی خبر لے کر۔

میں نے کہا کہ خوش خبری اور غم کی خبر کی وضاحت کریں۔ انہوں نے کہا کہ اگر میرا بیٹا صحیح سلامت واپس آ گیا ہے تو یہ غم کی خبر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اسے شہادت سے نوازا ہے تو یہ خوشی کی خبر ہے۔

میں نے کہا! مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کی قربانی قبول کر لی، آپ کا بیٹا دشمن سے بہادری کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔

وہ کہنے لگی! یا اللہ! تو نے اسے قبول فرمالیا۔ شکر الحمدللہ! یہ میرا آخرت کا سرمایہ بن گیا۔

پھر میں نے اس نوجون کا پیغام اس کی بہن کو پہنچایا کہ تمہارے بھائی نے کہا ہے کہ

'' اللہ حافظ! قیامت میں ملاقات ہوگی ''

اس لڑکی نے جب یہ پیغام سنا تو ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ میں نے جب اسے ہلا کر دیکھا تو وہ مر چکی تھی۔ میں نے لڑکے کے خون آلود کپڑے اس کی والدہ کے حوالے کئے اور زخمی زخمی دل سے اس کے گھر سے لوٹ آیا۔ مجھے اس عورت کے صبر اور حوصلے پر تعجب ہو رہا تھا۔

(بحوالہ دعوت جہاد)

ملکہ پونجی خاتون

ملکہ پونجی بیجاپور کے فرمانروا یوسف عادل شاہ (۸۹۵ھ تا ۹۱۶ھ) کی بیوی تھیں۔ آپ بہت جہاندیدہ اور دوراندیش خاتون تھیں۔ ۹۱۶ھ میں یوسف عادل شاہ کا انتقال ہوگیا تو اس کا نابالغ بیٹا اسماعیل شاہ تخت پر بیٹھا اور کمال خان دکنی کو نائب سلطنت مقرر کیا گیا۔ نابالغ بچے کو حکمرانی کرتے ہوئے دیکھ کر کمال خان کے دل میں خود بادشاہ بننے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس نے نابالغ اسماعیل شاہ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اسماعیل شاہ کی والدہ ملکہ پونجی کو کمال خان کے منصوبے کا علم ہوا تو اس نے اس کا منصوبہ ناکام بنانے کا تہیہ کرلیا۔ لیکن اس وقت بہت احتیاط کی ضرورت تھی کیونکہ دربار کی فوج اور بیشتر امراء کمال خان کے ساتھ تھے۔ ملکہ پونجی نے اس سلسلہ میں اپنے بیٹے اسماعیل شاہ کی دایہ کے خاوند یوسف ترک کو اعتماد میں لیا۔ وہ اسماعیل شاہ کی خاطر اپنی جان تک دینے کے لئے تیار ہوگیا۔ ملکہ پونجی نے اس کے اس ذریعہ کمال خان کو قتل کروادیا لیکن کمال خان کے حامیوں کے ہاتھوں وہ بھی مارا گیا۔

کمال خان کی بیوی نے اپنے بیٹے صفدر خان کو ملکہ پونجی سے بدلہ لینے کے لئے اکسایا اور ان سے کہا کہ اسماعیل شاہ اور اس کی ماں ملکہ پونجی کو قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کرلو۔ صفدر خان نے فوج کے ساتھ قلعہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ملکہ پونجی کے پاس چھ سو مغل، دکنی اور حبشی سپاہی تھے۔ اس نے ان سب کو جمع کیا اور ان سے کہا! اسماعیل ابھی بچہ ہے، اس کا دشمن چاہتا ہے کہ اس کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کرلے۔ تم میں سے جو ہمارے وفادار اور نمک حلال ہیں وہ قلعہ کے اندر رہ جائیں اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوجائیں اور جن کو اپنی جان پیاری ہے وہ قلعہ سے نکل جائیں۔ کفران نعمت کرنے والوں کو ایک نہ ایک دن سزا ضرور ملے گی۔

پونجی خاتون کی تقریر سن کر تین سو جانبازوں نے اس کا ساتھ دینے کا عہد کیا اور باقی قلعے سے نکل کر صفدر خان کے ساتھ مل گئے۔ پونجی خاتون نے قلعے کے سب دروازے بند کردئے اور اپنے جانثاروں کو چھت پر کھڑا کردیا۔ پھر آپ خود، دل شاد آغا (اسماعیل عادل شاہ کی پھوپھی)، چند دوسری خواتین اور اسماعیل عادل شاہ کو ساتھ لے کر محل کی سب سے اونچی جگہ پر جا کر کھڑی ہوگئیں۔ ان خواتین نے مردانہ لباس پہنے ہوئے تھے اور سب تیر کمان سے لیس تھیں۔ اس دوران صفدر خان کی فوج قلعہ کے قریب پہنچ گئی اور اس نے فوج کو قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔

پونجی خاتون، دلشاد آغا اور دوسری خواتین نے ان فوجیوں پر تیروں کی بوچھاڑ کردی۔ اس کے ساتھ ساتھ اوپر سے پتھر مارنے بھی شروع کردئے۔ صفدر خان بھی اپنا دباؤ بڑھاتا جا رہا تھا۔ عین اس وقت عادل شاہی خاندان کے

وفادار پچاس توپچیوں کو لے کر پونجی خاتون کی مدد کو پہنچ گئے۔ بہادر خواتین نے ان کو دعائیں دیں اور رسے لٹکا کر ان کو اوپر کھینچ لیا۔ انہوں نے قلعہ میں موجود توپوں کے ذریعہ دشمن پر گولے برسانے شروع کر دئے۔

اب صفدر خان نے اپنی ماں کے مشورے سے جنگی تدبیر بدل کر بڑی توپوں کے ذریعہ قلعے کی دیواریں گرانے کی کوشش شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر پونجی خاتون نے اپنے تمام ساتھیوں سے کہا کہ ادھر ادھر چھپ جاؤ۔ جب وہ لڑائی چھوڑ کر چھپ گئے تو خواتین نے مردانہ لباس اتار کر زنانہ لباس پہن لئے اور چھت پر کھڑی ہوگئیں۔ صفدر خان یہ سمجھا کہ قلعہ کی فوج نے پونجی خاتون کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور بھاگ گئے ہیں۔ اب قلعہ پر قبضہ کرنا بہت آسان ہے۔ چنانچہ اس نے فوج کو دوبارہ حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس کی فوج بڑے جوش سے آگے بڑھی اور قلعہ کا دروازہ توڑ دیا اور قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ پونجی خاتون نے اپنے فوجیوں کو اشارہ کیا کہ ان پر ٹوٹ پڑو۔ وہ اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے اوپر سے خواتین نے ان پر تیروں سے بارش شروع کر دی۔ صفدر خان کے فوجی گھبرا گئے۔ ایک تیر صفدر خان کی آنکھ پر بھی لگا اور اس نے قلعہ کی دیوار کی آڑھ میں چھپ کر پناہ لی۔ پونجی خاتون للکار للکار کر اپنے فوجیوں کے حوصلے بڑھا رہی تھیں۔ پونجی خاتون نے صفدر خان کو قلعے کی دیوار کے نیچے دیکھا تو اپنے بیٹے اسماعیل شاہ سے کہا کہ اوپر سے اس پر بڑا پتھر ان کے اوپر پھینکے۔ بیٹے نے اسے تاک کر پتھر مارا اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ اس کی فوج نے جب اپنے سردار کو مرتے دیکھا تو وہ بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس فتح کے بعد اسماعیل عادل شاہ بلا خوف وخطر حکومت کرنے لگا۔

اسماعیل شاہ نے اپنے محسن یوسف ترک کا جنازہ بڑے اعزاز واحترام سے اٹھوایا اور اس کی قبر پر ایک شاندار مقبرہ بنوایا۔ پونجی خاتون نے صفدر خان کی والدہ کے ساتھ بڑا فراخدلانہ برتاؤ کیا۔ اسے عزت واحترام کے ساتھ محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔ پونجی خاتون کی اس بہادری وشجاعت اور ہمت وتدبر کی وجہ سے اسماعیل عادل شاہ نے پچیس سال تک حکومت کی۔ اور عادل شاہی خاندان ڈیڑھ سو سال تک بیجاپور پر حکمران رہا۔

(تاریخ فرشتہ: جلد دوم)

گیتی آرا بیگم

گیتی آرا بیگم امیر تیمور کے زمانے میں زابلستان کے حکمران علی مردان خان کی اکلوتی بیٹی تھیں۔ آپ بہت ذہین اور سمجھدار خاتون تھیں۔ آپ کے والد نے آپ کے لئے تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام کیا ہوا تھا۔ آپ نے علوم کے ساتھ ساتھ دیگر فنون بھی سیکھے۔ جن میں سپہ گری، تلوار بازی، گھوڑ سواری اور مصوری شامل تھیں۔ آپ اپنے شوق کی وجہ سے ایک بہترین مصورہ بن گئیں۔

آپ بہت بہادر، محنتی اور ہمت والی خاتون تھیں۔ آپ کو مردانہ کھیلوں سے بھی دلچسپی تھی۔ آپ نے خواتین کے لئے ایک فوجی اسکول بنایا ہوا تھا جہاں لڑکیوں کو سپہ گری کی تعلیم و تربیت دی جاتی تھی۔ گیتی آرا نے ایک شاہی فرمان جاری کروا دیا تھا جس کی رو سے ہر عورت کو بیس سے پچیس سال کی عمر کے دوران فوجی تربیت حاصل کرنا لازمی کر دیا تھا۔ ایک وقت میں چار ہزار خواتین اسکول میں تعلیم و تربیت حاصل کرتی تھیں۔ گیتی آرا نے ان کی تربیت کے لئے بہترین فوجی استاد مقرر کئے ہوئے تھے جو ہر قسم کے اسلحہ چلانے اور اپنا بچاؤ کرنے کی تربیت دیتے تھے۔ آپ نے تربیت یافتہ خواتین کی ایک فوج تیار کر لی تھی جو ہر قسم کے اسلحہ سے لیس تھی۔

گیتی آرا کی جوانی میں ہی اس کے والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے چچا نے حکومتی امراء اور فوج کے سالاروں کو ساتھ ملا کر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ گیتی آرا نے اس کی بادشاہت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی زنانہ فوج لے کر اپنے چچا کے مقابلہ پر آ گئی۔ فریقین میں گھمسان کا رن پڑا جس میں بالآخر گیتی آرا بیگم کو کامیابی حاصل ہوئی اور آپ کے چچا اور اس کی فوج کو شکست ہوئی۔ گیتی آرا بیگم تخت نشین ہو گئی۔ آپ نے بڑے تدّبر سے کام لیا اور اپنے چچا اور مخالفین کو معاف کر دیا۔

اس زمانے میں امیر تیمور کا بیٹا میراں شاہ سمرقند، ترکستان اور ماوراء النہر کے علاقوں کا حکمران تھا۔ اس نے جب گیتی آرا بیگم کی شجاعت اور صفات کا ذکر سنا تو اس نے شادی کا پیغام بھیجا۔ گیتی آرا نے چند شرائط پیش کیں۔ میراں شاہ نے وہ شرائط بخوشی تسلیم کر لیں اور ان دونوں کی شادی ہو گئی۔

گیتی آرا بیگم رفاہی کاموں میں بھی بہت دلچسپی لیتی تھی۔ آپ نے اپنی مملکت میں مدرسے، شفاخانے، سڑکیں اور پلوں کی تعمیر کروائی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنے ملک میں اسلامی قوانین بھی رائج کئے۔ محتاجوں، غریبوں اور

معذوروں کے لئے لنگر خانے بنوائے، خواتین کی تعلیم کے لئے بہترین انتظام کیا جہاں وہ اپنی حدود میں رہ کے آسانی سے تعلیم حاصل کر سکتی تھیں۔

گیتی آرا بیگم نے نویں صدی ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی بنائی ہوئی کئی تصاویر (Paintings) آج بھی عجائب خانہ ایران میں محفوظ ہیں۔

(باکمال مسلمان خواتین)

ملکہ امۃ الحبیب

ملکہ امۃ الحبیب امیر تیمور کی بیوی تھیں۔ آپ کے والد کا نام سلطان یزدانی تھا جو چوتھے عثمانی خلیفہ سلطان یزید اول کے فوج کے سپہ سالار تھے۔ امۃ الحبیب ترکستان میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد نے آپ کو تعلیم کے ساتھ ساتھ شہسواری، تلوار بازی اور سپہ گری کی تربیت بھی دلوائی۔ آپ بڑی ہو کر اپنے والد کا بازو بن گئیں۔ آپ جنگی مہمات میں اپنے والد کے ساتھ جاتی تھیں۔ ان کے والد ان کو مردانہ لباس پہنایا کرتے تھے اور سپاہ گری کو تمام اصول سکھائے اور آپ کے اندر بہادری کے جوہر جگائے۔ آپ کے اندر سپہ سالار بننے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ آپ کو امراء اور شرفاء کی مجالس میں رہنے کے مواقع میسر تھے اس کئے آپ کے اخلاق و عادات میں وہ اوصاف موجود تھے کو حکمرانوں اور امراء کے لئے مخصوص ہوتے ہیں۔ آپ کو خلیفہ بایزید یلدرم کے محل میں آمد و رفت کی سہولت بھی حاصل تھی اور محل کے لوگوں سے ان کے اچھے مراسم تھے۔

امۃ الحبیب کو ان کے والد نے مدرسہ سلطانیہ حربیہ میں داخل کروا دیا تا کہ فن حرب کے مختلف شعبوں میں عبور حاصل کر لیں۔ آپ اس مدرسہ میں سولہ ماہ رہیں اور جنگ کے قواعد وضوابط میں اس درجہ مہارت حاصل کر لی کہ تمام رفقاء مدرسہ سے آگے نکل گئیں۔ اس دوران مختلف شہزادوں اور امراء کے نکاح کے پیغامات آئے لیکن آپ نے ان کو قبول نہیں کیا۔ ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ نکاح کے بعد عورت کی آزادی سلب ہو جاتی ہے اور شوہر کے تابع اور فرمانبردار ہو کر رہنا ہوتا ہے۔ عورت کی ذاتی سرگرمیاں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ صرف ایک ہی شخص کی حکم کی پابندی کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ اسے یہ بھی خیال تھا کہ بعض لڑکیوں کے شوہر بد اخلاق اور بد اطوار ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ان کی زندگی کی خوشیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

امۃ الحبیب کی شادی کے بارے میں خود ان کا باپ بھی خاموش تھا اور وہ اپنی بیٹی کی مرضی کے سوا کوئی قدم اٹھانے کے لئے تیار نہیں تھا۔

جب امۃ الحبیب کی عمر انیس سال کو پہنچی تو ان کا باپ سلطان یزدانی بایزید یلدرم کی فوج کا سپہ سالار بن گیا تھا۔ ترکی کے عثمانی خلیفہ کو فوج کے ایرانی النسل سپہ سالار پر مکمل اعتماد تھا۔ اسے یقین تھا کہ فوج کے سلسلہ میں یزدانی جو بھی قدم اٹھائے گا وہ ملک اور فوج کی بہتری کے لئے ہوگا۔ امۃ الحبیب بھی فوجی معاملات میں اپنے والد کی معاون تھی اور باقاعدہ لفٹیننٹ کی حیثیت سے فوج میں بھرتی ہو چکی تھی۔ خلیفہ کو بھی اس کا علم تھا اور اسے معلوم تھا کہ وہ مردانہ لباس پہنتی ہے اور فوج کے اصول وقواعد سے مکمل طور پر آگاہ ہے۔ بایزید اس کی فوجی اور فنی صلاحیوں کو ماننے اور اہم امور پر اس سے بالمشافہ مشورہ کرنے پر مجبور ہو گیا۔

بایزید کا یہ معمول تھا کہ جب فوج کو کسی بڑی جنگی مہم پر روانہ کرتا یا اپنی فوج کے درمیان مصنوعی جنگ کا اہتمام کرتا تو امۃ الحبیب کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دیتا۔ وہ باقاعدہ مرد سپاہیوں کی طرح مردانہ لباس میں معرکہ میں شرکت کرتی۔ بایزید جن فوجیوں کو خوش ہو کر انعام واکرام سے نوازتا ان میں امۃ الحبیب سرفہرست ہوتی تھیں۔ اسی دوران بایزید کو امیر تیمور سے معرکہ آرا ہونا پڑا۔ بایزید انتہائی بہادر اور صاحب فراست حکمران تھا۔ اس کی فتوحات کا دائرہ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ وہ کسی مسلمان سے نبرد آزما نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ امیر تیمور سے تصادم نہ ہو لیکن تیمور نے ایک نہ مانی اور مقابلہ پر اتر آیا۔ مجبوراً بایزید کو تمام مہمات کو چھوڑ کر اس کے مقابلہ پر آنا پڑا۔ بایزید کے جو فوج تیمور کے مقابلہ میں آئی اس میں امۃ الحبیب بھی شامل تھی۔ تیمور اور بایزید کی جنگ کا قصہ بہت دردناک ہے۔

۸۰۴ھ میں امیر تیمور نے سلطنت عثمانیہ کے سلطان بایزید پر حملہ کر دیا تھا۔ ان کا انگورہ کے مقام پر زبردست مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں ملکہ امۃ الحبیب نے بھی حصہ لیا تھا۔ ترک فوج بڑی بہادری سے لڑی لیکن سلطان بایزید کو شکست ہوئی۔ امیر تیمور نے سلطان بایزید اور اس کے بہت سے فوجی افسروں اور سپاہیوں کو گرفتار کر لیا۔ سلطان بایزید کو ایک لوہے کے پنجرے میں قید کر دیا گیا اور دوسرے قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا گیا۔

ان قیدیوں میں امۃ الحبیب بھی شامل تھیں۔ اس وقت انہوں نے مردانہ لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ کسی طرح کوشش کر کے امیر تیمور کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے سامنے دل ہلا دینے والی تقریر کی اور اسے آخرت کا خوف دلایا اور قیدیوں کے ساتھ نرم سلوک کرنے کی ترغیب دی۔ تقریر کرنے کے بعد اس نے اپنے سر سے خود اتار کر زمین پر پٹک دیا اور امیر تیمور سے

مخاطب ہو کر کہنے لگی!

اے بادشاہ! میرے طرف دیکھ میں ایک عورت ہوں اور موت سے بالکل نہیں ڈرتی۔ مجھے اور میری قوم کے سپاہیوں کو قتل کر کے تیرے ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا۔ جس قوم میں ایسی عورتیں ہوں وہ قوم کبھی نہیں مر سکتی۔

امۃ الحبیب کی تقریر اتنی موثر تھی کہ امیر تیمور جیسے شخص کا دل نرم ہو گیا۔ اس نے امۃ الحبیب اور تمام قیدیوں کو رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن سلطان بایزید کو رہا نہیں کیا۔ رہا ہونے والوں میں امۃ الحبیب کا باپ بھی تھا۔ امیر تیمور نے اس سے امۃ الحبیب کا رشتہ مانگ لیا۔ انہوں نے یہ رشتہ منظور کر لیا اور امۃ الحبیب کی شادی امیر تیمور سے ہو گئی۔

دوسرے روز نکاح کی غرض سے تیمور گیارہ ہزار بہادر فوجیوں کو ساتھ لے کر جبل الطیر کے مقام پر پہنچا، جہاں یزدانی نے ایک بلند مقام پر وسیع خیمہ نصب کیا ہوا تھا۔ قاضی نے نکاح پڑھایا اور تیمور نے چین کا علاقہ امۃ الحبیب کو حق مہر میں عطا کر دیا۔ یزدانی نے بھی بیٹی کو جہیز میں بہت کچھ دیا اور چند نصیحتیں کر کے رخصت ہو گیا۔ امیر تیمور نے انہیں حمیدہ بانو بیگم کا خطاب دیا۔ تیمور امۃ الحبیب کی بہت عزت کرتا تھا جس کی وجہ اس کی بہادری اس کا حسن و جمال، اخلاقی پاکیزگی اور فہم و فراست تھی۔ تیمور تمام معاملات میں ان سے مشورہ کرتا تھا اور ان کی ہدایت پر عمل بھی کرتا تھا۔ وہ میدان جنگ میں مصلح ہو کر بڑے بڑے خطرناک مقامات پر اس کے ساتھ رہتی تھی اور دشمن کے مقابلہ میں بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھاتی تھی۔

امۃ الحبیب کو عربی، فارسی اور ترکی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ وہ چینی اور زرتشی زبانیں بھی سمجھ لیتی تھی۔ اسے شعر و شاعری اور موسیقی سے بھی لگاؤ تھا۔ تیموری علاقوں میں مختلف حاکموں، والیوں اور عہدے داروں کو مختلف زبانوں میں جو خطوط بھیجے جاتے تھے ان کا مسودہ ملکہ امۃ الحبیب تیار کرتی تھیں۔

شادی کے بعد امیر تیمور صرف تین سال زندہ رہا اور ۸۰۷ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ ان سے امۃ الحبیب کی اولاد ہوئی لیکن بچپن میں مر گئی۔ امیر تیمور کے انتقال کے بعد ملکہ امۃ الحبیب نے دو کتابیں تحریر کیں " ترکی خواتین " اور " تیمور کی فتوحات ہند " جس میں ذاتی مشاہدات اور جنگی اور انتظامی سفر کے دوران ہونے والے واقعات کا ذکر ہے۔ ترکی خواتین کی تاریخ کے موضوع سے کتاب خاصی ضخیم ہے۔ اس میں شرفاء اور مشہور ترکوں کی خواتین کی عادات و اطوار، طرز معاشرت، ان کے باہمی تعلقات، شوہروں کے ساتھ ربط وضبط، امور خانہ داری میں نظم و نسق، تہذیب و شائستگی، اخلاق و جذبات اور ان کے رسوم و رواج کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

دوسری کتاب جو " تیمور کی فتوحات ہند " کے نام سے موسوم ہے، ایک عظیم الشان اور دلچسپ تاریخی دستاویز ہے۔ اس کے حصہ اول میں ان مورخین کے اعتراضات کا جواب ہے جنہوں نے تیمور کی ابتدائی دور کی فتوحات کو ظلم سے تعبیر کیا تھا اور بلاوجہ کی جنگیں قرار دیا تھا۔ آخری حصہ میں اپنے اور تاریخی واقعات کا ذکر کیا تھا۔

ملکہ امۃ الحبیب کے بیوہ ہونے کے بعد اس کو سوتیلے بیٹے نے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ وہ سمرقند سے طفلس منتقل ہو گئی۔ لیکن وہاں بھی اس کے حالات سازگار نہیں رہے۔ آخر اس نے قسطنطنیہ میں اقامت اختیار کر لی۔ وہیں اکسٹھ سال کی عمر میں اس کا انتقال ہو گیا۔ امۃ الحبیب بہت دانا اور علم دوست خاتون تھیں۔

وفات کے وقت اس کے پاس مال و دولت کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے اپنی تمام دولت اپنے کتب خانے پر کتابیں جمع کرنے پر صرف کر دی تھی۔ حمیدہ بانو بیگم (امۃ الحبیب) زیادہ عرصہ بیمار نہیں رہیں۔ صرف تین دن معمولی بخار ہوا اور چوتھے روز آپ کی روح پرواز کر گئی۔

(مسلم خواتین کی دینی و علمی خدمات)

خواتین شہدائے اسلام

حضرت سمیہ بنت خباط ؓ

آپ کا نام سمیّہ اور آپ کے والد کا نام خباط ہے۔ آپ زمانہ جاہلیت میں مکہ کے ایک رئیس ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے تقریباً پانچ سال پہلے قحطانی نسل کا ایک شخص یاسر بن عامر اپنے دو بھائی حارث اور مالک کے ساتھ چوتھے بھائی کو تلاش کرتے ہوئے مکہ پہنچے اور یہیں مستقل اقامت اختیار کر لی اور ابو حذیفہ بن مغیرہ کے حلیف بن گئے۔ اس نے یاسر عبسی کی شادی سمیّہ نامی خاتون سے کردی۔ ان سے یاسر ؓ کے دو بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام عبداللہ ؓ اور عمار ؓ تھے۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اعلان ہوگیا۔ اس پورے خاندان نے جو رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کو صادق اور امین کے نام سے جانتے تھے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ ایمان لانے والوں میں آپ کا ساتواں نمبر تھا۔ آپ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔

ان ہی دنوں میں ابو حذیفہ مخزومی کا انتقال ہوگیا تو یہ پورا خاندان ان کے ورثاء کو غلاموں کے طور پر ملا۔ ان لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا بلکہ اسلام کے دشمن بن گئے تھے اور جو بھی مسلمان ہوتا اس کو اذیتیں پہنچاتے تھے۔ ان لوگوں کو جب اس خاندان کے مسلمان ہونے کا علم ہوا تو سخت ناراض ہوئے اور ان کو مارنا پیٹنا اور ہر قسم کی تکلیف پہنچانا شروع کردیا۔ وہ ان کو مجبور کرتے کہ اسلام سے پھر جاؤ نہیں تو سخت آزمائش کے لئے تیار ہو جاؤ۔ حضرت یاسر ؓ اور ان کی بیوی سمیہ ؓ کے دل میں ایمان گھر کر چکا تھا اس لئے تمام ظلم اور اذیتوں کے بعد بھی اسلام سے مرتد ہونے کے لئے تیار نہ تھے۔ ان کو انگاروں سے داغنا، پانی میں غوطے دینا، تپتی دھوپ میں گرم ریت پر لٹانا، لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں گھسیٹنا روز کا معمول بن گیا تھا۔

حضرت سمیّہ بنت خباط ؓ نہایت بلند پایہ صحابیات میں سے تھیں۔ آپ نے اپنی کمزوری اور بڑھاپے کے باوجود بے انتہا ظلم سہے اور اسی ظلم کے دوران اپنی جان دے دی۔ آپ کو اسلام کی پہلی شہید خاتون ہونے کا عظیم الشان شرف حاصل ہوا۔ آپ ؓ ابتداء میں ایمان لے آئیں تھیں اور آپ ؓ ان لوگوں میں شامل تھیں جنہیں سب سے پہلے ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بنو مخزوم کے محلے سے گزر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ کفار قریش نے ایک ضعیف عورت کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں زمین پر لٹایا ہوا ہے اور پاس کھڑے ہو کر قہقہے لگا رہے ہیں اور اس خاتون کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں '' محمد کا دین قبول کرنے کا مزہ چکھو ''

رسول اللہ ﷺ اس مظلوم کی بے بسی دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور اس عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا!

'' صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت ہے ''

وہ ظلم سہنے والی اور جنت کی بشارت پانے والی خاتون حضرت سمیّہ بنت خباط ؓ تھیں۔

ایک دن حضرت سمیّہ دن بھر کی سختیاں جھیلنے کے بعد شام کو گھر آئیں تو ابو جہل نے انہیں گالیاں دینی شروع کر دیں اور پھر اس کا غصہ اس قدر تیز ہو گیا کہ اس نے اپنا برچھا نکالا اور کھینچ کر حضرت سمیّہ کے مارا۔ ان کے برچھا لگا تو وہ زمین پر گر گئیں اور اسی وقت ان کی جان آفرین کے سپرد ہو گئی۔ ان کے ساتھ ان کے بیٹے عبداللہ ؓ کو بھی مار مار کر شہید کر دیا۔ حضرت یاسر ؓ کو وہ پہلے ہی شہید کر چکے تھے۔ اب ان کے بیٹے عمار ؓ اکیلے رہ گئے تھے۔

حضرت عمار ؓ اپنی والدہ کی مظلومانہ شہادت کبھی نہیں بھولتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی ابو جہل کی سفاکی اور بربریت اور حضرت سمیّہ ؓ کی اذیت ناک شہادت یاد رہی۔ غزوۂ بدر میں جب ابو جہل جہنم واصل ہوا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر ؓ کو بلا کر فرمایا!

﴿ قَدْ قَتَلَ اللّٰہُ قَاتِلَ اُمِّکَ ﴾

اللہ نے تمہاری ماں کے قاتل سے بدلہ لے لیا

حضرت ام ورقہ ؓ

میدان بدر مدینہ منورہ سے کافی دور واقع ہے یہاں اکیلی عورت کا پہنچنا انتہائی مشکل تھا لیکن جب اسلام کی سربلندی کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو پکارا تو عورتیں بھی آپ ﷺ کے آواز پر لبیک کہتی ہوئی میدان بدر میں پہنچ گئیں۔ ان خواتین میں حضرت ام ورقہ ؓ سب سے نمایاں تھیں۔ آپ شہادت کا شوق رکھتی تھیں۔ اس جذبہ کی وجہ سے آپ ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلامی حدود کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو جہاد کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ آپ اپنے گھر میں رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو گھر میں ہی شہادت کی موت کا درجہ عطا فرمادے گا۔

آپ ﷺ کو ان خاتون سے بہت محبت تھی اور انہیں بھی رسول اللہ ﷺ سے انتہائی عقیدت تھی۔ صحابہ کرام کی طرح رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ حضرت ام ورقہ ؓ مسلمان ہونے والی خواتین کی امام تھیں۔ آپ ؓ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے مسلم خواتین کی تعلیم وتربیت کرتی تھیں اور گھروں میں ان کی امامت کیا کرتی تھیں۔ آپ ؓ رسول اللہ ﷺ کی بتائے ہوئے کام کو انتہائی دیانت داری، ایمان داری اور لگن سے کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ آپ ؓ کے کام کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد کا نام عبداللہ بن حارث تھا، آپ کا نسب نوفل سے جاملتا تھا جن کا تعلق انصار مدینہ سے تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ اسی وقت مسلمان ہو گئیں تھیں اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ آپ ؓ کے دل میں شہادت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ حضرت عمر فاروق ؓ کے دور خلافت تک حیات رہیں۔ حضرت ام ورقہ ؓ بہت زیادہ تلاوت قرآن کریم کیا کرتی تھیں اور خواتین کو قرآن سکھاتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت ام ورقہ ؓ نے اپنے ایک غلام اور کنیز سے کہا کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔ ان دونوں کی نیت خراب ہوگئی اور انہوں نے آپ کے قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ ایک رات دونوں بدبختوں نے آپ کو اوپر چادر ڈال کر آپ کو شہید کر دیا اور بھاگ گئے۔ یہ حضرت عمر فاروق ؓ کا عہد خلافت تھا۔ صبح ہوئی تو حضرت فاروق اعظم ؓ نے فرمایا کہ آپ خالہ ام ورقہ ؓ کے قرآن پڑھنے کی آواز نہیں آرہی۔ معلوم نہیں آج ان کی کیسی طبیعت ہے۔

آپ نماز کے بعد ان کے گھر تشریف لے گئے، دیکھا کہ اندر سے کوئی آواز نہیں آ رہی۔ انہوں نے اندر جا کر دیکھا تو چادر میں لپٹی ہوئی ان کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ آپ کو بہت صدمہ ہوا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا تھا کہ تم گھر میں شہید ہو گی۔ اس کے بعد واپس آ کر انہوں نے لوگوں کو یہ خبر سنائی اور قاتلوں کو ہر حال میں گرفتار کرنے کا حکم دے دیا۔ قاتل پکڑے گئے اور ان کو سزائے موت دے دی گئی یہ پہلے لوگ تھے جنہیں پھانسی کی سزا دی گئی تھی۔

حضور رسول کریم ﷺ اپنی حیات میں وقتاً فوقتاً حضرت ام ورقہ ؓ کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے اور صحابہ کرام سے فرماتے تھے کہ آؤ! شہیدہ کے گھر چلیں۔ گویا حضرت ام ورقہ ؓ کی شہادت رسول اللہ ﷺ کا عطا کردہ زبردست عطیہ اور نشانی تھی۔

حضرت بنانہ بنت ابی یزید ؒ

حضرت بنانہ بنت ابی یزید ؒ بن عاصم ازدی کا تعلق ازدی قبیلہ سے تھا۔ آپ ایک اونچے خاندان کی نامور خاتون تھیں۔ تارخ طبری میں آپ ؒ کے حالات بیان ہوئے ہیں۔

آپ ؒ امیرالمومنین حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت میں ۲۰ھ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کا قبیلہ مدینہ منورہ کے نواحی علاقہ میں آباد تھا۔ اپنے علاقے میں اپنا اثر ورسوخ رکھتا تھا۔ آپ ؒ نے اپنی تعلیم و تربیت صحابہ کرام اور صحابیات سے حاصل کی۔ آپ ؒ نے احادیث بھی روایت کی ہیں اور روایتِ حدیث میں آپ ؒ کا بہت بلند مقام تھا۔ آپ کی ملاقات بعض امہات المومنین ؓ سے بھی تھی۔ صحابہ کرام میں جن لوگوں سے آپ نے تربیت حاصل کی ان میں حضرت ابو ہریرہ ؓ، حضرت عبداللہ بن عمر ؓ، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ، حضرت ابو درداء ؓ، حضرت عمرو بن عاص ؓ شامل ہیں۔ آپ یتیموں اور مسکینوں کی ہمدرد اور محتاجوں کی معاون تھیں۔ بڑوں، بوڑھوں اور معذوروں کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ آپ کا رہن سہن بہت سادہ تھا اور بہت نرم گفتار تھیں۔ آپ ؒ نے قرآن کی تعلیم حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے حاصل کی تھی۔ جو اس وقت قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے۔ لوگ دور دراز کے علاقوں سے ان کے پاس قرآن کی تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔

حضرت بنانہ ؒ فصاحت اور بلاغت میں اپنا ایک مقام رکھتی تھیں۔ آپ کو شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ آپ کے اشعار بہت معیاری ہوتے تھے۔ آپ کا زیادہ تر وقت عبادت اور قرآن و احادیث کا علم سیکھنا اور سکھانے میں خرچ ہوتا تھا۔ طبری نے لکھا ہے کہ آپ تہجد گزار، قیام اللیل، کثرت سے قرآن کی تلاوت کرنے والی، احادیث روایت کرنے والی اور انتہائی خوبصورت خاتون تھیں۔

خارجی فتنہ آپ کی حیات میں ہی شروع ہو چکا تھا۔ آپ خارجیوں کی سخت مخالف تھیں اور ان کی سرگرمیوں کو اسلام سے متصادم قرار دیتی تھیں۔ آپ ہر اس چیز کو ناپسند کرتی تھیں جو اسلام کے بنیادی مقاصد سے ٹکراتی ہوں۔ آپ خارجیوں پر برسرِ عام تنقید کیا کرتی تھیں۔ خارجی ان کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ اتفاق سے ایک روز آپ ایک جگہ تنہا جارہی تھیں۔ انہیں خارجیوں نے پہچان لیا اور ان کا راستہ روک کر ان کو مارنے کے لئے دوڑے۔ آپ رک کر کھڑی ہو گئیں۔ خارجیوں نے ان سے کہا کہ آج ہم تم کو زندہ نہیں چھوڑیں گے کیونکہ تم ہماری مخالفت کرتی ہو۔

حضرت بنانہ ؒ نے فرمایا! افسوس ہے کہ تم مرد ہو کر عورتوں کو قتل کرتے ہو، کیا تم اس اسلامی اخلاق اور بہادرانہ اوصاف سے واقف نہیں ہو جو عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور معذوروں کو قتل کرنا اپنی شجاعت اور شان کے خلاف سمجھتا ہے۔

ایک خارجی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو اسے قتل نہ کرو یہ سچ کہتی ہے۔ عورت کو قتل کرنا واقعی مردانہ بہادری کے منافی ہے۔

تیسرے خارجی نے اس ساتھی سے کہا کہ کیا تم اس لئے اس کے قتل سے روک رہے ہو کہ تمہیں اس کا حسن بھا گیا ہے اور تم اس سے محبت کے تعلقات بنانا چاہتے ہو اور سمجھتے ہو کہ اس اخلاقی مدد سے یہ تمہاری گرویدہ ہو جائے گی۔

اس خارجی نے کہا! ہرگز نہیں! میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ عورت کو قتل کر کے اپنی بہادری کو داغدار نہ کرو۔

حضرت بنانہؓ نے کہا! تم بدتمیز ہو تمہاری حرکات اسلام کے خلاف ہیں۔ نہ تم انسانیت کے تقاضوں کو سمجھتے ہو اور نہ اسلام کے احکامات کو۔ میرے نزدیک تم سخت قابل مذمت ہو۔ میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ کس درجہ افسوس کی بات ہے کہ تم ایک عورت کو قتل کرنا چاہتے ہو جو نہ تمہیں تکلیف پہنچانا چاہتی ہے اور نہ تم پر تلوار اٹھانے کے لئے تیار ہے۔ وہ ایک گھریلو عورت ہے۔

اس خارجی نے تلوار نیام سے نکالتے ہوئے کہا! ہم تمہیں ضرور قتل کریں گے۔ ہمارے نظریہ کے مطابق تمہیں موت کے گھاٹ اتارنا ضروری ہے۔

حضرت بنانہ ؓ نے انتہائی بے خوفی سے کہا! تم اس معاملہ کے تمام پہلو پر اچھی طرح غور کر لو، میں پھر کہتی ہوں کہ کمزوروں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں، اور معذوروں کو قتل کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ تم ایسا کرو گے تو یہ قتل تمہاری موت کے برابر ہو گا اور تم ذلیل اور نامراد قرار دئے جاؤ گے۔ کیونکہ بے بس لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنا کسی طرح سے بھی درست نہیں ہے۔

اتنے میں ایک خارجی نے تلوار سے وار کر کے حضرت بنانہ ؓ کا سر تن سے جدا کر دیا۔ یہ واقعہ ۶۸ھ میں پیش آیا۔

ملکہ گوہر شاد آغا (بیگم)

ملکہ گوہر شاد آغا امیر تیمور کے بیٹے میرزا شاہ رخ کی بیوی تھیں۔ آپ کے والد کا نام امیر الکبیر غیاث الدین تھا۔ آپ کی تعلیم و تربیت بڑے اعلیٰ پیمانے پر ہوئی تھی۔ آپ کو تاریخ اور ادب سے خاص دلچسپی تھی۔ آپ طالب علموں کی بڑے عزت و قدر کرتی تھیں اور ان کی سر پرستی بڑی فراخ دلی سے کرتی تھیں۔

میرزا شاہ رخ ۸۰۷ھ میں تخت نشین ہوا اور اس نے اپنے دارالحکومت ہرات کو بنایا۔ ملکہ گوہر شاد آغا کو علم و فنون کی اشاعت سے بڑی دلچسپی تھی۔ جو مدرسے تاتاریوں نے تباہ کر دئے تھے انہیں دوبار تعمیر کروا کر تعلیم کا سلسلہ شروع کروایا۔ ان کے علاوہ نئی درسگاہیں اور مسجدیں تعمیر کروائیں۔ ان میں مشہد کی جامع مسجد قابل ذکر ہے۔ آپ نے سیدنا امام علی رضاؓ کے مزار کے ساتھ ایک مسجد تعمیر کروائی۔ اس مسجد کا شمار دنیا کی تین عمدہ ترین مسجدوں میں ہوتا تھا۔

میر علی شیر نوائی نے اپنی کتاب '' مجالس النفائس '' میں لکھا ہے کہ جامع مسجد کے خطیب ایک نامور سنی عقیدہ عالم مولانا حاجیؒ تھے۔ اس مسجد کے علاوہ امام علی رضاؓ کے مزار کے احاطے میں دو بڑے ایوان بنوائے جو '' دارالسیادت اور دارالحفاظ '' کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان ایوانوں کی چھتوں پر نہایت نفیس و دیدہ زیب نقش کاری کی گئی تھی۔

ملکہ گوہر شاد آغا نے ہرات میں بھی عالی شان عمارتیں بنوائیں۔ ان میں خاص طور پر ایک مدرسہ، ایک جامع مسجد اور بیت المغفرہ نامی مقبرہ قابل ذکر ہیں۔

یہ عمارت جوئے انجیر کے کنارے ۸۲۰ھ میں بنی شروع ہوئی اور اس میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ ۸۳۶ھ میں شروع ہوگیا۔ ۸/صفر ۸۳۶ھ کو میرزا شاہ رخ نے اس کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر شیخ شہاب الدین بن شیخ رکن الدین بسطامی نے سپاس نامہ پڑھا۔ ملکہ نے مدرسہ اور مسجد کے اخراجات کے لئے اوقاف سے کثیر آمدنی خرچ کی۔ اس مدرسہ میں فخر علماء سیّد اصیل الدینؒ ہر ہفتہ درس دیا کرتے تھے۔

ان کے علاوہ مولانا کمال الدین مسعود شیروانیؒ اور مولانا خلیل اللہ بن فاضل سمرقندیؒ نے بھی سالہا سال تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ آج سے ایک صدی پہلے افغانستان کے حکمران امیر عبدالرحمٰن نے دونوں عمارتیں منہدم کروادیں، البتہ ملکہ گوہر شاد آغا کا بنوایا ہوا مقبرہ بیت المغفرہ ابھی باقی ہے۔ اس مقبرے میں ملکہ گوہر شاد

آغا، سلطان میرزا شاہ رخ، اس کے بیٹے بایسنغر، محمد جوکی بہادر اور کچھ دوسرے تیموری شہزادے مدفون ہیں۔ اس کے علاوہ عمارت سے متصل چار مینار بھی باقی ہیں جن کی بلندی ۱۲۰ تا ۱۵۰ میٹر ہے۔

میرزا شاہ رخ کا ۸۵۰ھ میں انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ملکہ کا زوال شروع ہو گیا۔ اس کے پوتے میرزا عبد اللطیف بن میرزا الغ بیگ نے آپ کو محض اس لئے گرفتار کر کے قید کروا دیا کہ آپ کی ہمدردیاں اس کے والد میرزا الغ بیگ کے بجائے اپنے دوسرے بیٹے میرزا علاؤالدولہ کے ساتھ تھیں۔ میرزا علاؤالدولہ نے مسلح جدوجہد کر کے اپنی والدہ کو آزاد کرا لیا لیکن اقتدار پر قبضہ میرزا الغ بیگ کا ہی رہا۔

۸۵۵ھ کو میرزا ابوسعید تخت حکومت پر بیٹھا تو اس سے ملکہ گوہر شاد کے تعلقات اچھے تھے لیکن رفتہ رفتہ ابوسعید بھی لوگوں کے بہکاوے میں آ گیا اور ملکہ گوہر شاد کے خلاف ہو گیا۔ بالآخر میرزا ابوسعید نے ۹/رمضان ۸۶۱ھ کو اس نامور ملکہ کو قتل کروا دیا اور اس کا سارا سامال اپنے قبضہ میں کر لیا۔

گیارہ سال بعد ۸۷۳ھ میں ملکہ گوہر شاد آغا کے پوتے میرزا یادگار محمد نے میرزا ابوسعید کو قتل کر کے اپنی دادی کا انتقام لے لیا۔

(تاریخ ایران۔ براؤن)

ملکہ ماہ چوچک بیگم

ملکہ ماہ چوچک بیگم ہمایوں بادشاہ کی سب سے چھوٹی بیوی تھیں۔ آپ کی شادی ۹۴۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے بطن سے ہمایوں کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ ۹۶۲ھ میں جب ہمایوں کابل سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا تو اس نے ملکہ ماہ چوچک بیگم کے تین سالہ بیٹے محمد حکیم میرزا کو کابل کا گورنر بنایا اور منعم خان خانخاناں کو اس کا سرپرست مقرر کیا۔ ہندوستان پر دوبارہ قبضہ کرنے کے بعد ہمایوں زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکا۔ اس کی جگہ اکبر بادشاہ بن گیا۔

اکبر بادشاہ نے منعم خان خانخاناں کو ہندوستان بلا لیا اور محمد حکیم میرزا کی سرپرستی کے لئے اپنے بیٹے غنی خان کو کابل بھیج دیا۔ غنی خان بہت نالائق شخص تھا اس سے حکومت کا نظام نہیں چل سکا۔ ملکہ ماہ چوچک بیگم نے غنی خان کو کابل سے نکال دیا اور خود اپنے بیٹے کی سرپرست بن کر حکومت کرنے لگی۔ کابل کے دو امراء مقاتل بیگ اور ابوالفتح بیگ نے ملکہ کی مدد کی لیکن بعد میں وہ ملکہ کے مخالف ہو گئے۔ ملکہ نے ان دونوں کو مروا دیا اور اطمینان سے حکومت کرنے لگی۔ ملکہ ماہ چوچک اکبر بادشاہ کی بھی نافرمانی کرنے لگی تھی۔ اکبر نے منعم خان خانخانان کو فوج دے کر ملکہ ماہ چوچک کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ ملکہ ماہ چوچک بھی فوج لے کر اس کے مقابلہ پر نکلی دونوں فوجوں میں جلال آباد پر مقابلہ ہوا جس میں منعم خان شکست کھا کر ہندوستان بھاگ گیا۔

۹۷۱ھ میں لاہور کے سابق گورنر شاہ ابوالمعانی ترمذی نے ایک وزیر میر احمد بیگ کو قتل کر دیا۔ اکبر نے اس کے خلاف کاروائی کرنی چاہی تو وہ کابل بھاگ گیا اور ملکہ ماہ چوچک کے پاس پناہ لی۔ ملکہ نے اس کا عزت واکرام سے استقبال کیا اور اپنے ہاں پناہ دی۔ کچھ عرصہ بعد ملکہ نے اپنی بیٹی سے اس کا نکاح کر دیا۔

لیکن ابوالمعانی نہایت ہی کمینہ اور نمک حرام نکلا۔ اس نے ملکہ ماہ چوچک اور اس کے قریبی امراء کو قتل کروا دیا۔ جن لوگوں نے اس کی اس حرکت پر احتجاج کیا تو اس نے انہیں بھی قتل کروا دیا۔ ملکہ ماہ چوچک کا بیٹا محمد حکیم میرزا فرار ہو کر کہیں چھپ گیا اور تمام حالات کے بارے میں بدخشاں کے والئی سلیمان میرزا کو خط لکھا۔ سلیمان میرزا اور اس کی بیوی حرم بیگم فوراً بدخشاں سے فوج لے کر کابل کی طرف بڑھے، غوربند کے مقام پر مقابلہ ہوا اور ابوالمعانی کو شکست ہوئی اور گرفتار ہوا۔ سلیمان میرزا نے اسے محمد حکیم میرزا کے سپرد کر دیا اور واپس بدخشاں چلا گیا۔ محمد حکیم میرزا نے اس نمک حرام کو قتل کروا دیا۔ (ہمایوں نامہ)

ملکہ رضیہ سلطانہ

ملکہ رضیہ سلطانہ سلطان شمس الدین التتمش کی بیٹی تھیں۔ سلطان التتمش نے ۶۰۷ھ سے ۶۳۳ھ تک ہندوستان پر حکومت کی تھی۔ ملکہ رضیہ سلطانہ خاندان غلاماں کے پہلے فرماں روا سلطان قطب الدین ایبک کی نواسی تھیں۔ ملکہ رضیہ سلطانہ نے ۶۳۴ھ سے ۶۳۷ھ تک ہندوستان پر حکومت کی۔

آپ بچپن سے ہی بہت ذہین اور بہادر تھیں۔ آپ کے والد نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی تھی۔ آپ نے سب سے پہلے قرآن کی تعلیم حاصل کی اور پھر اعلیٰ درجہ کے اساتذہ سے دینی و دنیوی علوم حاصل کئے۔ آپ کو عربی، فارسی اور ترک زبان پر عبور حاصل تھا۔ جنگی فنون پر مہارت حاصل تھی جن میں تلوار بازی، شہسواری اور نشانہ بازی میں کوئی آپ کا ثانی نہیں تھا۔ آپ کی صلاحیتوں اور قابلیت کی وجہ سے آپ کے والد سلطان التتمش آپ کی بہت قدر اور محبت کرتے تھے۔ آپ کے والد آپ کو جنگ میں دشمن سے مقابلہ کرنے اور حکومتی کاروبار چلانے کے گُر سکھاتے رہتے تھے۔ سلطان التتمش اپنی بادشاہت کے دور میں حکومتی معاملات میں اپنی بیٹی سے مشورے لیتے رہتے تھے اور ان کے دئے ہوئے مشوروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اگر کبھی انہیں دارالحکومت سے باہر جانا پڑتا تو وہ اپنے بیٹوں کے بجائے اپنی بیٹی رضیہ سلطانہ کو اپنا قائم مقام بنا کر جاتے تھے۔

رضیہ سلطانہ اپنے والد کی غیر موجودگی میں حکومت کے تمام کام نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتی تھیں اور نظم و نسق میں کسی قسم کا خلل نہیں آنے دیتی تھیں۔ اس طرح انہیں سلطان التتمش کی زندگی میں حکومت سنبھالنے اور انتظامی امور چلانے کی عملی تربیت مل گئی تھی۔

مشہور مورخ ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں!

رضیہ سلطانہ مردانہ لباس میں تمام ہتھیار لگا کر گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتی تھی۔ ہندوستان کے بادشاہوں کا دستور تھا کہ جب وہ شکار پر جاتے تو اپنے گھر کی عورتوں کو بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ سلطان شمس الدین التتمش شیر کے شکار کو گئے۔ خواتین بھی ان کے ساتھ تھیں۔ ایک شیر جنگل سے نکل کر سلطان پر جھپٹا، عین اس وقت رضیہ سلطانہ برق رفتاری سے لپک کر وہاں پہنچی اور تلوار کا ایسا بھرپور وار کیا کہ شیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اگر عین وقت پر رضیہ وہاں نہ پہنچتیں تو شیر بادشاہ کو زخمی یا ہلاک کر دیتا۔ اس واقعہ کے بعد رضیہ سلطانہ کی شہرت تمام ملک میں پھیل گئی۔

تاریخ کی کتاب '' فتوح السلاطین ''میں لکھا ہے!

رضیہ سلطانہ کو ذہانت اور خوبصورتی اپنے باپ سے ورثہ میں ملی تھی۔ اس نے کم عمری میں سے ہی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوالیا تھا۔ بڑے بڑے جہاندیدہ مدبر اس کی ذہانت اور قابلیت کی اعتراف کرتے تھے۔ رضیہ سلطانہ کے آٹھ بھائی تھےلیکن سلطان التمش کو جتنا بھروسہ اور اعتماد اپنی بیٹی رضیہ پر تھا اپنی بیٹوں پر نہیں تھا۔ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے رضیہ سلطانہ کو ہی اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔

سلطان التمش کے انتقال کے بعد حکومتی سالاروں اور امراء نے عورت کی حکمرانی ناپسند کرتے ہوئے رضیہ کی جگہ اس کے بھائی رکن الدین فیروز کو تخت پر بٹھا دیا۔ لیکن وہ پرلے درجہ کا عیاش و اوباش تھا، ہروقت شراب کے نشے میں دھت رہتا تھا اور نظام سلطنت اس کی ماں شاہ ترکان چلاتی تھی۔ وہ بڑی سنگ دل عورت تھی۔ لوگ اس کے مظالم سے تنگ آ گئے تھے۔ آخر ۶۳۴ھ میں عوام نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کر دی اور پھر فوج نے رکن الدین فیروز کو معزول کر کے رضیہ سلطانہ کے ملکہ ہونے کا اعلان کر دیا۔

رضیہ سلطانہ کی قابلیت اور صلاحیتوں کے جاننے کے باوجود چند وزراء نے رضیہ سلطانہ کو ملکہ ماننے سے انکار کر دیا جن میں وزیر سلطنت نظام الملک محمد جنیدی، اور عمائدین سلطنت ملک علاؤ الدین شیر خان، ملک سیف الدین کوچی، ملک عزالدین کبیر خانی وغیرہ شامل تھے۔ انہوں نے ملکہ کے خلاف بغاوت کی تیاریاں شروع کر دیں۔ لیکن ملکہ نے انتہائی ہوشیاری اور بہادری سے ان کے درمیان پھوٹ ڈلوا دی۔ پھران کو اس قدر ذلیل کیا کہ وہ سب در بدر کی ٹھوکریں کھاتے رہے۔

رضیہ سلطانہ نے وہ تمام قوانین و احکامات جو ان کے والد کے زمانے میں رائج تھے اور جن کو اس کے بھائی رکن الدین فیروز نے منسوخ کر دئے تھے پھر سے بحال کر دئے۔ مختلف عہدے دار جن کو معزول کر دیا گیا تھا ان کو دوبارہ ان کے عہدوں پر بحال کر دیا گیا۔

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ رضیہ سلطانہ ان تمام اوصاف سے مزین تھی جو ایک عاقل اور صائب رائے بادشاہ کے لئے ضروری تھے۔ ان کی عقل وفراست دیکھ کر فرنگیوں کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ اس کی طرف نظر کریں۔

اس کا نظام عادلانہ تھا، امیر و غریب، مسلم اور غیر مسلم سب کو انصاف ملتا تھا۔ شاہی ملازمین میں کسی کو رشوت لینے کی مجال نہیں ہوتی تھی۔ وہ مردانہ لباس پہنتی تھی۔ ہاتھی اور گھوڑے کی سواری کرتی تھی۔ جنگ کے وقت فوج کی

قیادت خود کیا کرتی تھی۔ اپنے سپاہیوں کے دوش بدوش لڑ کر ان کے حوصلے بلند کرتی تھی۔ عوام کو صحیح انصاف مہیا کرنے کے لئے ملکہ نے ایک مجلس قضاء قائم کی تھی جس میں قاعدے اور احکامات کے بارے میں صلح مشورے ہوتے تھے اس مجلس کے رکن قاضی کبیر الدین، قاضی نصیر الدین، قاضی سعید الدین اور قاضی جلال الدین تھے۔

ملکہ رضیہ سلطانہ نے نظام حکومت چلانے کے لئے دن رات ایک کر دیا تھا لیکن اسے چین سے حکومت کرنے کا بہت کم موقع ملا۔ امراء اور بعض وزراء اس کے خلاف مستقل سازشیں کرتے رہتے تھے۔ اس کی مخالفت کرنے والے جس چیز کو برا سمجھتے تھے اس میں مندرجہ ذیل اسباب بھی تھے:

۱۔ وہ عورت کی حکمرانی کو پسند نہیں کرتے تھے اور اسے اپنے لئے باعث توہین و عار سمجھتے تھے۔

۲۔ اس کے مردانہ لباس پہننے اور بے نقاب دربار میں آنے کو ناجائز سمجھتے تھے۔

۳۔ ملکہ نے ایک حبشی غلام ملک جمال الدین یاقوت کو جو شاہی اصطبل کا نگران تھا ترقی دے کر وزیر شکار کے عہدے پر فائز کر دیا تھا اور اس کو امیر الامراء کا خطاب دے دیا تھا۔

یہ عنایت اس پر اس لئے کی گئی تھی کہ ایک دفعہ شکار کرتے ہوئے اس نے ملکہ کی جان بچائی تھی۔ دوسری بات یہ تھی کہ یاقوت ایک باصلاحیت اور قابل اعتماد انسان تھا اسی لئے ملکہ نے اسے ترقی دے کر وزیر بنا دیا۔ جس کو حسد اور کینہ کی وجہ سے ترک امراء نے غلط معنی پہنائے اور اسے اپنی توہین سمجھا۔

اس مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاہور کے حاکم عزیز الدین نے ملکہ رضیہ سلطانہ سے بغاوت کر دی۔ ملکہ اس کی سرکوبی کے لئے خود فوج لے کر نکلی۔ حاکم لاہور ڈر گیا اور وہ ملکہ کے مقابلہ پر نہیں آیا اور اس نے بغیر جنگ کے اطاعت قبول کر لی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حاکم بھٹنڈہ ملک اختیار الدین التونیہ نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ ملکہ لشکر لے کر دہلی سے اس کے مقابلہ کے لئے گئی تو سازشیوں نے اسے گرفتار کرا کر ملک التونیہ کے سپرد کر دیا۔ دوسری طرف دہلی میں مخالف ترک امراء نے بغاوت کر کے یاقوت کو قتل کر دیا اور ملکہ کے بھائی معز الدین بہرام کو تخت شاہی پر بٹھا دیا۔ یہ واقعہ رمضان ۶۳۶ھ کا ہے۔

ملکہ رضیہ سلطانہ اور حاکم بھٹنڈہ ملک اختیار الدین التونیہ نے شادی کر لی۔ پھر دونوں لشکر لے کر کھوئے ہوئے تخت کی بازیابی کے لئے دہلی کی طرف روانہ ہوئے مگر کیتھل کے قریب ان کے لشکر نے معز الدین بہرام شاہ کی فوج سے شکست

کھائی۔ بہرام شاہ نے دونوں کو نرغے میں لے کر قتل کر دیا۔ ملکہ رضیہ سلطانہ اور ملک اختیار الدین التونیہ کو ۲۷/ رمضان المبارک ۶۴۰ھ کو قتل کیا گیا اور وہیں کیتھل میں دفن کر دیا گیا۔ بعد میں رضیہ سلطانہ کے چھوٹے بھائی سلطان ناصر الدین محمود نے دونوں کی قبروں پر ایک خوبصورت مقبرہ بنوایا۔ جو آج بھی کیتھل (ضلع کرنال، مشرقی پنجاب بھارت) میں کھنڈر کی صورت میں موجود ہے۔ اس کے ساتھ ایک مسجد کے بھی آثار باقی ہیں۔

رضیہ سلطانہ کی موت کا ایک اور قصہ بھی مشہور ہے کہ بہرام شاہ نے ملک التونیہ کو قتل کر دیا تھا لیکن رضیہ سلطانہ جان بچا کر فرار ہوگئی تھی اور جنگل میں چھپ گئی تھی۔ جب بھوک پیاس نے تنگ کیا تو اس نے ایک دیہاتی سے کچھ کھانے کو مانگا۔ تھوڑی سی روٹی کھا کر وہ درخت کے نیچے لیٹ گئی۔ اس وقت اس نے مردانہ لباس پہنا ہوا تھا لیکن نیند کی حالت میں اس کے کپڑے کچھ کھسک گئے تو دیہاتی کو معلوم ہوا کہ وہ مرد نہیں عورت ہے۔ اس نے زیور کی لالچ میں اسے سوتے ہوئے قتل کر دیا اور وہیں دفن کر دیا۔ جب وہ زیور فروخت کرنے شہر گیا تو پکڑا گیا۔ پوچھ گچھ کے بعد اس نے سارا واقعہ بیان کیا۔ چنانچہ ملکہ کی لاش وہاں سے نکال کر دہلی کے قریب دریائے جمناء کے کنارے دفن کر دیا گیا۔ یہ قبر اب بھی موجود ہے اور لوگ اسے ''رجی کی درگاہ'' کہتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ملکہ رضیہ سلطانہ کا دور حکومت صرف تین سال اور تین ماہ تھا۔ اس مدت میں بیشتر حصہ انتشار میں گزرا۔ اس کے باوجود اس کے دور حکومت کے کئی خوشگوار واقعات بھی تاریخ میں محفوظ ہیں۔

مورخین نے لکھا ہے کہ ملکہ رضیہ سلطانہ بڑی با تدبیر، زیرک، بہادر، انصاف پسند، خوش اخلاق اور علماء وصوفیہ کی بڑے قدردان اور عقیدت مند تھی۔ اس نے کئی مدرسے قائم کئے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے خلفاء کی تبلیغ دین کے کاموں میں مدد کی۔ اس نے دہلی میں اپنے والد کا شاندار مقبرہ تعمیر کروایا تھا۔ ملکہ کو شعر وسخن کا بھی ذوق تھا وہ فارسی میں اشعار کہا کرتی تھی۔ اس کا تخلص شیریں تھا۔ (طبقات ناصری)

چاند بی بی یا چاند سلطانہ

چاند بی بی کے والد کا نام حسین نظام شاہ والئی احمد نگر (دکن) تھا۔ آپ کی ماں کا نام خونزہ ہمایوں ہے۔ والدین نے بچپن سے ہی آپ کی تعلیم وتربیت کا خصوصی انتظام کیا تھا۔ آپ کے اوصاف کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ سپہ گری، شہسواری، شمشیر زنی اور نیزہ بازی کی ماہر تھیں۔ آپ کو ملکی نظم ونسق چلانے کی بھی تعلیم دی گئی تھی۔ آپ کے اندر عقل ودانش اور معاملہ فہمی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

۱۵۶۴ء میں جب آپ چودہ سال کی ہوئیں اور آپ کی شہرت بیجاپور کے حکمران علی عادل شاہ کو پہنچی تو اس نے آپ کے والد حسین نظام شاہ کو آپ کے لئے شادی کا پیغام بھیجا جو منظور کر لیا گیا۔ آپ کی شادی علی عادل شاہ سے ہوگئی۔ چاند بی بی کی شادی سے دونوں ریاستوں میں جو تعلقات عرصہ سے خراب چل رہے تھے بہتر ہوگئے۔ عادل شاہ کی بہن کی شادی چاند بی بی کے بھائی سے ہوگئی تھی۔ چاند بی بی جب اپنے شوہر کے گھر آئی تو انہیں اندازہ ہوا کہ اس کے شوہر خلاف سازشوں کا جال پھیلا ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے شوہر کی ہر حال میں مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

چاند بی بی نے بیجاپور پہنچ کے اپنی سمجھداری اور حسن معاملات سے اپنی سسرال والوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ ان کے علاوہ وہاں کے عام لوگوں سے بھی آپ کا بہت اچھا برتاؤ ہوتا تھا۔

ایک دفعہ چاند بی بی کے شوہر علی عادل شاہ کو خبر ملی کہ دربار کے کچھ سردار اس کے خلاف سازش کر رہے ہیں اور اس کو جان سے مار دینا چاہتے ہیں۔ اس نے ان لوگوں کے نام معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ وہ اپنی جان کی طرف سے بہت فکرمند رہنے لگا۔ چاند بی بی نے اپنے شوہر کو فکرمند اور پریشان دیکھا تو اس سے اس کی وجہ پوچھی۔ اس کے شوہر نے کہا کہ کچھ لوگ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ چاند بی بی نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ میرے جیتے جی آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ رات کو چاند بی بی اپنی خوابگاہ کی حفاظت کرنے لگی۔ ایک رات یکا یک کسی کے بالاخانے پر کودنے کی آواز سنائی دی۔ چاند بی بی نے پہرے داروں کو آواز دینے کے بجائے اور شوہر کو جگائے بغیر خود تنہا تلوار لے کر چھت پر چڑھ گئی۔ وہاں دو نقاب پوش تلواریں لے کر کھڑے تھے۔ وہ چاند بی بی پر جھپٹ پڑے۔ چاند بی بی نے پینترا بدل کر اپنے آپ کو بچاتے ہوئے ان میں سے ایک پر کاری وار کیا۔ وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ دوسرا آگے بڑھا تو اس کا بھی وہی حشر کیا۔ شور سن کے علی عادل جاگ گیا اور دوڑتا ہوا اوپر پہنچا۔ وہ منظر دیکھ کر حیران ہوگیا اور اس نے کہا!

’’چاند بیگم! اگر تمام دنیا بھی میری دشمن ہو جائے تو تمہارے ہوتے ہوئے مجھے کوئی ڈر نہیں۔‘‘

ایک مرتبہ چاند بی بی پالکی میں سوار اپنے میکہ (احمد نگر) سے سسرال (بیجا پور) جا رہی تھی۔ اس کے مسلح محافظ بھی ساتھ تھے۔ راستے میں ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ محافظ ان ڈاکوؤں کا مقابلہ کرتے رہے بالآخر ایک ایک کر کے سب مارے گئے۔ چاند بی بی اکیلی رہ گئی اس نے گھبرانے اور خوفزدہ ہونے کے بجائے تلوار نکال کر مقابلہ پر آ گئی اور ڈاکوؤں کا بے جگری سے مقابلہ کیا۔ اس نے کچھ کو جان سے مار دیا اور باقی اپنی جان بچا کر بھاگ گئے۔

۹۸۷ھ/۱۵۸۰ء کو اس کے شوہر علی عادل شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت چاند بی بی کی عمر (۲۸) اٹھائیس سال تھی۔ اس کے شوہر کی جگہ اس کا نابالغ بھتیجا ابراہیم شاہ جانشین بنا اس نے عادل شاہ ثانی کا لقب اختیار کیا۔ اپنے شوہر کی وصیت کے مطابق چاند بی بی اس کی سرپرست بنی۔ وہ کئی سال تک اسی طرح حکومت کرتی رہی۔ پھر کچھ وزیروں اور امراء نے اس کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ چاند بی بی ان سے تنگ آ کر احمد نگر چلی گئی۔ اس کے منظر سے ہٹ جانے کے بعد وزیروں نے آپس میں بندر بانٹ شروع کر دی جس کی وجہ سے ان میں پھوٹ پڑ گئی اور ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے۔ ابراہیم نے ان کی نا اتفاقی سے فائدہ اٹھایا اور ایک ایک کر کے ان سب کو ختم کر دیا اور خود حکمران بن گیا۔ اس نے چاند بی بی کو واپس بیجا پور بلا لیا۔ آپ بیجا پور آ تو گئی لیکن اب آپ کی دلچسپی حکومتی معاملات میں بہت کم ہو گئی تھی۔ آپ سیاسی جھمیلوں میں زیادہ الجھنا نہیں چاہتی تھی۔

چاند بی بی کے والد حسین نظام شاہ کا ۹۷۲ھ میں انتقال ہو گیا تو مرتضیٰ نظام شاہ اپنی ماں خونزہ ہمایوں کی سرپرستی میں باپ کی جگہ تخت نشین ہو گیا۔ چھ سال تک اس کی ماں نظام حکومت چلاتی رہی اس کے بعد چند وزیروں نے اس سے اقتدار چھین لیا۔ مرتضیٰ شاہ محض نام کا بادشاہ رہ گیا۔

مرتضی شاہ کا ۹۹۶ھ میں انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد میراں حسین، اسماعیل شاہ اور برہان شاہ (ثانی) باری باری تخت پر بیٹھے اور ۱۰۰۳ھ تک حکومت کی۔ برہان شاہ کے عہد میں اکبر بادشاہ نے شہزادہ مراد اور خانخانان کو دکن پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا۔ برہان شاہ نے ان کو اپنے ایک صوبے برار کی پیشکش کی لیکن معاملہ ابھی کشمکش میں ہی تھا کہ برہان شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ابراہیم شاہ حکمران بنا لیکن اسی کے کچھ امراء اس کے مخالف ہو گئے اور انہوں نے ابراہیم شاہ کو قتل کروا دیا۔ اس کے بعد تین افراد تخت کے دعوے دار ہو گئے، منجھو خان سلطنت کے وکیل، آہنگ خان اور اخلاص خان۔ ان کی آپس کی کشمکش نے ملک کی حالت انتہائی بدتر کر دی۔

چاند بی بی کو جب ان حالات کا علم ہوا تو وہ بیجاپور سے احمد نگر آ گئی۔ اسی اثناء میں اکبر بادشاہ کا بیٹا شہزادہ مراد اور خانخانان یلغار کرتے ہوئے احمد نگر کے قریب پہنچ گئے تھے۔ چاند بی بی نے یہ عزم لیا کہ اوہ اپنی آبائی حکومت کو ضرور بچائے گی۔ سب سے پہلے اس نے اپنے مخالف امراء کو محل سے نکال دیا اور باقی امراء کو حکمت اور سیاست سے اپنے ساتھ ملا لیا۔ پھر اس نے محمد قلی قطب شاہ والئی گولکنڈا اور ابراہیم عادل شاہ والئی بیجاپور سے مدد طلب کی۔ اس کے ساتھ اس نے قلعے کے حفاظتی انتظامات مستحکم کیئے۔ یہ سب کرنے کے بعد اس نے شہزادہ مراد کو خط لکھا کہ اگر آپ دوست کی حیثیت سے احمد نگر آنا چاہتے ہیں تو بڑی خوشی سے تشریف لایئے۔ آپ ہمیں حد سے زیادہ مہمان نواز پائیں گے۔ لیکن اگر آپ کا ارادہ احمد نگر پر قبضہ کرنے کا ہے تو سمجھ لیجئے کہ احمد نگر کا بچہ بچہ اپنے وطن کی حرمت پر قربان ہو جائے گا اور اپنے جیتے جی کسی کو اپنی سرزمین پر قدم نہیں رکھنے دے گا۔

شہزادہ مراد نے اس وارننگ کی کوئی پرواہ نہیں کی اور آگے بڑھتا آیا اور ۲۳ ربیع الثانی ۱۰۰۴ھ کو احمد نگر پہنچ گیا۔ چاند بی بی نے فوج کی کمانڈ خود سنبھال لی اور مغل فوج پر قلعہ سے شدید گولہ باری کی جس کی وجہ سے مغل فوج آگے نہ بڑھ سکی۔ شہزادے مراد اور خانخانان نے مشورہ کر کے قلعہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور یہ محاصرہ کئی ماہ جاری رہا۔ مغل فوج نے کئی بار قلعے پر حملے کیئے لیکن ہر بار پسپا ہونا پڑا۔

چاند بی بی کی درخواست پر ابراہیم عادل شاہ نے پچیس ہزار سوار اور قطب شاہ نے چھ ہزار سوار اور کچھ پیادے چاند بی بی کی مدد کے لئے روانہ کیئے۔ شہزادہ مراد کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ امدادی فوج کے پہنچنے سے پہلے قلعہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ قلعہ کے برجوں تک سرنگ کھود کر ان برجوں کے پاس بارود لگا کر قلعہ تباہ کر دیا جائے۔ چاند بی بی بھی تمام ہونے والے واقعات سے باخبر تھی۔ اس کو سرنگ کا معلوم ہوا تو اس نے راتوں رات ان میں پانی بھروا دیا۔ تین سرنگوں کو پانی بھر کر بیکار کر دیا۔ شہزادے مراد نے سرنگوں میں فوراً دھماکہ کرنے کا حکم دے دیا۔ قلعہ کی دیوار کے پاس ایک جگہ سے پچاس گز چوڑا شگاف ہو گیا۔ چاند بی بی کے سپاہی کچھ گھبرا گئے لیکن چاند بی بی دلیری اور مضبوطی سے چٹان کی طرح کھڑی رہیں۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ تمام توپوں کو گھسیٹ کر شگاف کی جگہ لا کر کھڑا کر دی جائے اور خود تلوار ہاتھ میں لے کر گھوڑے پر سوار میدان میں آ گئی۔ ان توپوں سے مغل فوج پر گولہ باری شروع کر دی۔ مغل فوج نے آگے بڑھنے کے لئے مختلف حربے استعمال کیئے لیکن چاند بی بی کی مزاحمت کی وجہ سے وہ ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکے۔ دونوں طرف سے بہت زیادہ جانی نقصان ہوا، میدان سپاہیوں کی لاشوں سے اٹ گیا۔ شہزادے مراد

کو مایوس ہو کر پیچھے ہٹنا پڑا۔

کہا جاتا ہے کہ اس جنگ میں چاند بی بی کے پاس جب سیسہ کی گولیاں ختم ہو گئیں تو اس نے تانبے کی گولیاں ڈھالنے کا حکم دیا اور جب وہ بھی ختم ہو گئیں تو اس نے کہا کہ سونے کی گولیاں بناؤ۔ اس مقصد کے لئے اس نے شاہی حرم سرا کے تمام طلائی و نقرائی برتن، زیورات اور اشرفیاں فوج کے حوالے کر دیں لیکن شکست قبول نہیں کی۔

چاند بی بی نے راتوں رات وہ گری ہوئی دیوار دوبارہ تعمیر کروالی اور اس کو تین گز اور بلند کروا دیا۔ صبح شہزادہ مراد دیوار دیکھ کر دنگ رہ گیا اور اس کی ہمت ٹوٹ گئی۔ شہزادے مراد نے صلح کی پیش کش کی۔ چاند بی بی ان کو انجام تک پہنچانا چاہتی تھی لیکن قلعہ کے لوگ لمبے عرصہ سے قلعے میں بند رہ کر گھبرا گئے تھے۔ ان کے مشورے پر چاند بی بی صلح کے لئے تیار ہو گئی۔ مخالفین اور موافقین سب کی زبان پر چاند بی بی کی بہادری، ہمت و استقامت اور حکمت عملی کے چرچے ہونے لگے۔ ہر تبصرہ کرنے والا چاند بی بی کی تعریفیں کر رہا تھا۔ اسی وقت سے چاند بی بی کا لقب چاند سلطان ہو گیا۔

چار سال تک مغلوں کو احمد نگر کی طرف بری آنکھ سے دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ لیکن محلاتی سازشوں کی وجہ سے ریاست کی طاقت کمزور پڑتی گئی۔ چار سال بعد پھر اکبر بادشاہ نے شہزادہ دانیال کی سرکردگی میں ایک بڑا لشکر احمد نگر کو فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ ملک اندرونی طور پر کمزور ہو گیا تھا۔ چاند بی بی شہزادے دانیال کے مقابلہ پر نکلی لیکن چیتا خان، وزیر سلطنت حامد خان اور بعض دوسرے امراء نے غداری کی اور ملکہ کے کمرے میں دھوکے سے گھس کر اسے قتل کر دیا۔ یوں اس بہادر خاتون کی زندگی کا افسوس ناک طریقے سے خاتمہ ہو گیا۔ چاند بی بی کے بعد مغلوں نے آسانی سے احمد نگر کر قبضہ کر لیا۔

(تاریخ فرشتہ)

باب ششم

شہید اور شہادت

شہادت

شہادت ایک ایسا رتبہ ہے جس کے لئے ہر سچا مسلمان تڑپتا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جن کو رسول کریم ﷺ نے سیف اللہ کا لقب عطا کیا تھا۔ جن کے ہاتھوں سے دس تلواریں لڑتے ہوئے ٹوٹ گئیں۔ ان کے جسم پر ایک بالشت کی جگہ ایسی نہ تھی جس پر کوئی زخم نہ لگا ہو۔ جب بستر پر ان کو موت آنے لگی تو وہ زار و قطار رونے لگے۔ لوگوں نے کہا کہ آپؓ کو تو رسول اللہ ﷺ نے سیف اللہ کا خطاب دیا ہے اور آپ موت کے خوف سے رو رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں موت کے خوف سے نہیں رو رہا بلکہ اس بات پر رو رہا ہوں کہ میں نے میدان جنگ میں لڑائیاں کیں سینکڑوں کفار کو جہنم رسید کیا، اتنی شدید لڑائیاں لڑیں کہ اس میں میری تلواریں تک ٹوٹ جاتی تھیں، میرے گھوڑے تھک جاتے تھے لیکن میں شہید نہ ہو سکا۔

میری خواہش تھی کہ میں شہید ہوتا اور قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے خون آلود کفن میں اٹھتا اور نبی کریم ﷺ اس بات کی گواہی دیتے کہ میں میدان جنگ میں شہید ہوا ہوں۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ اللّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّهِ فَاسْتَبْشِرُواْ بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ(111) (سورۃ التوبہ ۔ ۱۱۱)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں کبھی قتل ہوتے ہیں اور کبھی قتل کئے جاتے ہیں۔ اس قتال پر اللہ تعالیٰ کا ان سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، توریت میں بھی اور انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اس حالت میں تم لوگ اس سودے پر جس کا تم نے اللہ سے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَمَن يُطِعِ اللّهَ وَالرَّسُولَ فَأُوْلَـئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاء وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَـئِكَ رَفِيقاً (69)

(سورۃ النساء ۔ ۶۹)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا کہنا مانے گا تو ایسے لوگ بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیاء کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء، یہ حضرات بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔

قرآن کریم نے پہلا درجہ انبیاء کرام (علیہ السلام) کا بیان فرمایا ہے، دوسرا صدیقین کا، تیسرا شہداء کا اور چوتھا صالحین کا ہے یعنی اولیاء کرام کا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی، رسول اللہ ﷺ کی اور صالحین کی اطاعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو خوش خبری دے رہے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا حشر نبیوں، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ (آمین)

قرآن کریم میں ارشاد ہے!

وَلاَ تَقُولُواْ لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبيلِ اللّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاء وَلَكِن لاَّ تَشْعُرُونَ (154)

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۵۴)

جو لوگ اللہ کی راہ میں یا دین کے واسطے قتل کئے جاتے ہیں ان کی فضیلت ایسی ہے کہ ان کی نسبت یوں مت کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم اس بات کا شعور نہیں رکھتے۔

وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ(157) (سورۃ آل عمران ۔ ۱۵۷)

اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا اللہ کی راہ میں مر جاؤ تو یہ کوئی خسارہ نہیں بلکہ نفع ہی نفع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت ان چیزوں سے کہیں بہتر ہے جن کو یہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔

وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (169) فَرِحِيْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُواْ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلاَّ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْنَ (170)

(سورۃ آل عمران: ۱۶۹ ۔ ۱۷۰)

جو لوگ اللہ کی راہ میں (جہاد میں) قتل کئے گئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق حاصل کر رہے ہیں اور وہ خوش ہیں۔اور جو لوگ (مجاہد) ان کے پیچھے رہ گئے اور (شہید ہو کر) ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں کہ (قیامت کے دن) ان کو بھی نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غم ناک ہوں گے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيْلاً (23)

(سورۃ الاحزاب ۔ ۲۳)

ان مومنوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا عہد کیا تھا اس میں سچے اترے پھر ان میں بعض تو وہ ہیں جو اپنا وعدہ پورا کر چکے (شہید ہو گئے) اور بعض ان میں شہادت کے مشتاق ہیں اور اب تک انہوں نے اس میں ذرہ برابر بھی تغیر و تبدیلی نہیں کی (یعنی اپنے عزم پر قائم ہیں)

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالآخِرَةِ وَمَن يُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ فَيُقْتَلْ أَو يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْراً عَظِيْماً(74)

(سورۃ النساء ۔ ۷۴)

جو لوگ آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی کو بیچنا چاہتے ہیں ان کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں، جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے پھر خواہ جان سے مارا جائے یا غالب آجائے ہم ہر حال میں اس کو اجر عظیم دیں گے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (15)

(سورۃ الحجرات ۔ ۱۵)

حقیقت میں مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لائے پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، وہی لوگ سچے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنيَانٌ مَّرْصُوصٌ (4)

(سورۃ الصّف ۔ ۴)

بے شک اللہ تعالیٰ کو وہی لوگ پسند ہیں جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ(20)

(سورۃ التوبہ ۔ ۲۰)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے گھر بار چھوڑے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا تو وہ اللہ کے ہاں درجہ میں بلند ہیں اور وہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (9) (سورۃ التحریم ۔ ۹)

اے نبی ﷺ! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

عربی زبان میں شہادت کے معنی گواہی دینے کے ہیں اور شہید گواہی دینے والے کو کہتے ہیں۔ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان قربان کر دے وہ دراصل اسلام کی حقانیت کا گواہ بن جاتا ہے۔ جس سے گواہی دلوانی ہوتی ہے وہ ایک طرف محبوب ہوتا ہے اور دوسری طرف مطلوب۔ وہ شخص جس نے اپنے خالق حقیقی کی عدالت میں توحید پر چلنے کی شہادت دی اور کلمہ طیبہ کی عظمت کو اپنے خون سے بلند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سر پر عظمت کا تاج پہنایا۔ شریعت میں موت کی تمنا کرنا منع ہے لیکن شہادت کی موت کی خواہش کرنا ایک بڑی سعادت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَلاَ تَقُولُواْ لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبيلِ اللّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاء وَلَكِن لاَّ تَشْعُرُونَ (154)

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۵۴)

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کر دیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کو شعور نہیں۔

خواتین کی جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت:

اسلام کی تعلیمات میں بیٹی کو رحمت، بہن کو عزت، بیوی کو نعمت اور ماں کے قدموں میں جنت کہا ہے۔ عورت کے لئے دین اسلام نے دنیا کو بھی آخرت کے اجر و ثواب کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ اگر وہ زچگی کے عالم میں فوت ہو جائے تو اسے شہید کا درجہ دیا ہے۔ اگر وہ گھر کا اور اپنے شوہر کا کام کرتی ہے اور اس کا کہنا مانتی ہے تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس کے ثواب کا ذریعہ بنایا ہے۔ یعنی جس طرح مرد نیکی اور عبادت کر کے اللہ کا ولی بن سکتا ہے۔ عورتیں بھی اسی طرح نیکی اور عبادت کے ذریعہ ولایت اور اعلیٰ مقامات حاصل کر سکتی ہیں۔ دین اسلام نے عورت کو ایسا وقار عطا کیا ہے کہ باقی دنیا کا کوئی مذہب یا معاشرہ آج تک عورت کو وہ مقام نہیں دے سکا۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک خاتون نے آ کر عرض کیا۔ اے اللہ کے نبی ﷺ! مرد لوگ تو نیکی میں ہم سے بہت آگے بڑھ گئے۔ پوچھنے پر بتایا جیسے کہ یہ آپ ﷺ کے ساتھ مرد حضرات جہاد میں شریک ہوتے ہیں۔ ساری ساری رات جاگ کر دشمنوں کی سرحد پر پہرہ دیتے ہیں۔ ہم گھروں کے اندر اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں، ان کو کھلاتے پلاتے ہیں، ان کی تربیت کرتے ہیں، ان کی جان و مال کی حفاظت کرتے ہیں۔ ہم جہاد میں دشمن کے سامنے اس طرح راتوں کو پہرا نہیں دیتیں، اس طرح ہم قتال نہیں کرتیں جس طرح مرد کرتے ہیں۔ یہ تو مسجد میں جا کر باجماعت نماز

ادا کرتے ہیں جب کہ ہم گھروں میں نماز پڑھتی ہیں۔ ہم تو جماعت کے ثواب سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو عورت اپنے گھر میں اپنے بچہ کی وجہ سے رات کو جاگتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس مجاہد کے برابر اجر عطا فرما دیتے ہیں جو رات کو جاگ کر دشمنوں کی سرحدوں پر پہرہ دیتا ہے۔ گھر کے نرم بستر پر عورت کو بیٹھے ہوئے جہاد کا ثواب عطا فرما دیا۔ عورت اگر گھر میں نماز پڑھ لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مردوں کے برابر نماز پڑھنے کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں جو مسجد میں جا کر جماعت میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔

مسلمان عورتوں نے نہ صرف چادر و چار دیواری کے تقدس کی حفاظت کی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے میدان جنگ میں بھی گراں قدر خدمات انجام دیں ہیں۔ انہوں نے جنگ میں شمشیر زنی کے علاوہ زخمیوں کی عیادت، کھانا اور خوراک کی تیاری اور مجاہدین کی اشیاء کی نگہبانی کے فرائض بھی انجام دئے۔

دمشق میں اسلامی فوجیں اسلام کی سربلندی کے لئے لڑ رہی تھیں۔ ان فوجیوں میں حضرت ام ابان ؓ بھی شامل تھیں۔ ان کے شوہر کو رومی جرنل (توما) نے شہید کر دیا تھا۔ تمام مسلمانوں نے یہ عہد کیا تھا کہ رومیوں سے بدلہ ضرور لیا جائے گا۔ حضرت ام ابان ؓ نے عہد کیا کہ وہ اپنے شوہر کا بدلہ جرنل توما سے خود لیں گی۔ یہ عہد کر کے وہ جنگ میں شریک ہو گئیں۔ جرنل توما اپنی فوج کے وسط میں تھا اور جب وہ حضرت ام ابان ؓ کو نظر آیا تو انہوں نے ایسا نشانہ لگا کر تیر چلایا کہ وہ جرنل توما کی آنکھ میں لگا اور وہ اسی وقت ہلاک ہو گیا۔

مسلمان خواتین نے رومی فوج سے جنگ میں خیموں کی لکڑیاں اکھاڑ کر اس سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ حضرت اسماء انصاری ؓ نے اسی لکڑی سے نو کافروں کو جہنم رسید کیا۔ حضرت خنساء ؓ عرب کی مشہور شاعرہ تھیں انہوں نے جنگ قادسیہ میں اپنے چار بیٹے بھیجے اور وہ چاروں کے چاروں شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

احادیث مبارکہ میں شہید کے فضائل

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص ایک دفعہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ لوٹ کر دنیا میں جانا پسند نہیں کرتا اگرچہ روئے زمین کی تمام چیزیں اسے مل جائیں۔ جب شہید اپنی عزت و تکریم کو دیکھتا ہے تو آرزو کرتا ہے کہ وہ واپس دنیا میں لوٹ کر جائے اور دس مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کیا جائے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو آدمی سچے دل کے ساتھ شہادت طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کو شہادت کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں، اگرچہ اس کو شہادت کی موت نصیب نہ ہو۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں زخمی ہوتا ہے وہ مجاہد قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا اور اس کا رنگ خون جیسا ہوگا مگر اس کی خوشبو مشک کی مانند ہوگی۔ (صحیح مسلم)

حضرت فضالہ بن عبید ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہر میت کا عمل ختم ہو جاتا ہے لیکن جو شخص جہاد میں پہریداری کرتا ہوا شہید ہو گیا تو اس کے لئے اس کا عمل قیامت کے دن تک جاری رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ اور عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! شہید اپنی شہادت کی بس اتنی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی تم میں سے کوئی شخص چیونٹی کے کاٹنے پر محسوس کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت براء ؓ سے روایت ہے کہ انصار کے قبیلہ بنی نبیت کا ایک شخص آیا، اس نے اسلام قبول کیا کلمہ پڑھا اور اسی وقت جہاد کے قافلہ کے ساتھ نکل گیا اور جہاد میں لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس نے عمل تو تھوڑا سا کیا لیکن ثواب بہت زیادہ پایا۔ (صحیح مسلم)

حضرت سمرہ بن جندب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں نے آج رات خواب میں دو شخص دیکھے جو میرے پاس آئے اور مجھے لے کر درخت پر چڑھ گئے اور مجھے ایک گھر میں لے گئے اس سے زیادہ حسین و جمیل گھر میں نے آج تک نہیں دیکھا، پھر ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ یہ شہیدوں کا گھر ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے؛ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ بہت سے مسلمان اس بات سے خوش نہیں ہوں گے کہ وہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں جبکہ میرے پاس بھی اتنے جانور نہیں ہیں کہ میں سب کو سواری دے کر اپنے ساتھ لے جا سکوں تو میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کسی بھی لشکر سے پیچھے نہ رہتا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری خواہش اور تمنا تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر مارا جاؤں۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو امامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطرے اور دو نشان سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلا ہوا آنسو اور دوسرا قطرہ خون جو اللہ کی راہ میں بہایا گیا ہو اور دو نشان وہ ہیں، ایک تو فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں پیدا ہوا ہو مثلاً نماز کی ادائیگی سے سجدہ کی جگہ نشان پڑ جاتا ہے۔ (جامع ترمذی)

ابو داؤد ؒ اور ابن حیان ؒ نے حضرت ابو درداء ؓ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شہید اپنے ستر گھر والوں کی شفاعت کرے گا۔ مسند احمد اور طبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت کی ہے اور ترمذی ؒ اور ابن ماجہ ؒ نے حضرت مقدام بن معدی کرب ؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن انبیاء کرام شفاعت کریں گے، پھر علماء عظام اور پھر شہداء۔ بزاز ؒ نے بھی یہ حدیث لکھی ہے اور پھر لکھا ہے کہ پھر مؤذن شفاعت کریں گے۔ حدیث میں جن علماء کو شفاعت میں شہداء کر سبقت عطا ہوئی ہے، شاید ان سے مراد وہ علماء راسخین ہیں جو حقیقت کے عالم ہیں۔ (تفسیر مظہری)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت حارثہ بن سراقہ ؓ کی والدہ آئیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی! یا رسول اللہ ﷺ! میرا بیٹا آپ کے ساتھ کافروں سے جنگ کرتا ہوا غزوہ بدر میں شہید ہو گیا تھا۔ اگر تو اس کی بخشش ہو گئی اور وہ جنت میں ہے تو صبر کروں ورنہ میں اس پر رنج و غم اور صدمہ کا اظہار کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! حارثہ ؓ کی ماں! جنت ایک نہیں بہت ساری ہیں، ہر جنت کا ایک دوسرے سے اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کا۔ اوپر نیچے سو جنتیں ہیں اور ان میں سب سے اوپر جنت الفردوس ہے جہاں تمہارا بیٹا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش اعظم کے ساتھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں اور شہداء کے لئے اس میں رہنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ وہ سبز پرندوں کی شکل میں ہوں گے اور وہ جنت کے اندر پرواز کرتے ہوں گے اور جہاں چاہے جاتی اور کھاتی پیتی ہوں گی۔ (یہ معاملہ قیامت سے پہلے کا ہے، قیامت میں جوان کو انعامات واکرام ملے کا اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے شہادت کی موت نصیب فرما اور اپنے رسول ﷺ کے شہر میں مجھے موت عطا فرما۔ پھر خود سے کہتے تھے کہ اے عمر! یہ دو باتیں کیسے اکٹھی ہوسکتی ہیں، شہادت کی موت بھی مانگتے ہو اور رسول کریم ﷺ کا شہر بھی مانگتے ہو؟ جہاد کو مدینہ منورہ کے باہر ہوتا ہے مدینہ میں بیٹھ کر شہادت کیسے ہوسکتی ہے۔ پھر خود ہی خود سے کہتے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو دونوں کو جمع کرسکتا ہے۔ واقعی اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جمع کر کے دکھا دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوگئی اور ان کو مدینہ منورہ میں شہادت کی موت نصیب ہوئی۔

شہید کی اقسام

۱۔ جو شخص کسی کافر کے ہاتھ سے مرا ہو۔

۲۔ جو شخص میدان جہاد میں مرا ہوا پایا گیا ہو اور اس کے جسم کے زخم کا نشان ہو۔

۳۔ جو شخص زخمی حالت میں میدان جہاد سے لایا گیا ہو۔ ابھی مرہم پٹی یا کھانے پینے کی نوبت نہ آئی ہو اور وہ مر گیا تو وہ شہید ہے۔

۴۔ جس شخص کو ڈاکوؤں یا باغیوں نے قتل کیا ہو۔

۵۔ جس شخص کو کسی مسلمان نے ظلماً قتل کیا ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! پانچ قسم کے لوگ شہید کہلاتے ہیں!

۱۔ طاعون سے مرنے والا

۲۔ ہیضے سے مرنے والا۔

۳۔ ڈوب کر مرنے والا۔

۴۔ کسی بھاری چیز کے نیچے دب کر مرنے والا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والا۔

(صحیح بخاری و مسلم)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے (۳۴) چونتیس افراد کی فہرست لکھی ہے جو شہید کے حکم میں آتے ہیں:

۱۔ پیٹ کی بیماری میں مرنے والا۔

۲۔ پانی میں ڈوب کر مرنے والا۔

۳۔ دیوار وغیرہ کے گرنے سے نیچے دب کر مرنے والا۔

۴۔ (ذات الجنب) سینے کے اندر ایک طرف پسلی والے حصہ میں زخم ہو جائے اور سخت درد ہو۔ اس سے موت واقع ہو جائے۔

۵۔ سل کی بیماری، اس بیماری میں پھیپھڑوں سے منہ کے راستہ خون آتا ہے۔

۶۔ سفر کے دوران مرنے والا۔

۷۔ مرگی کے مرض میں مرنے والا۔

۸۔ بخار کی وجہ سے مرنے والا۔

۹۔ مال و جان کی حفاظت کرتے ہوئے مرنے والا۔

۱۰۔ ظلم سے قتل کیا جانے والا۔

۱۱۔ گناہ پر دسترس رکھتے ہوئے پاک دامنی کی محبت میں مرنے والا۔

۱۲۔ جذام یا کوڑھ کی بیماری سے مرنے والا۔

۱۳۔ کسی درندے نے مار دیا۔

۱۴۔ بادشاہ نے ظلم سے مار دیا، یا اس کے خوف سے چھپا تھا اور اس دوران مر گیا۔

۱۵۔ موذی جانور یا سانپ کے کاٹنے سے موت واقع ہوئی۔

۱۶۔ علم دین کی طلب کے دوران موت واقع ہو جائے۔ خواہ تعلیم و تدریس ہو یا تصنیف۔

۱۷۔ مؤذن جو ثواب کی نیت سے اذان دے اجرت نہ لے۔

۱۸۔ سچ بولنے والا تاجر۔

۱۹۔ جو شخص اپنے واہل وعیال کے کے لئے حلال رزق کی طلب کے دوران مر جائے۔

۲۰۔ روزآنہ پچیس مرتبہ یہ دعا پڑھنے والا: **اللّٰھم بارک لی فی موت و فیھا بعد الموت**

۲۱۔ چاشت کی نماز کا اہتمام کرنے والا، ہر مہینہ تین روزے رکھنے والا اور نماز کا پابند۔

۲۲۔ سمندر کے سفر میں قے اور متلی کرتے ہوئے مر جانے والا۔

۲۳۔ فتنوں کے دور میں سنت پر عمل کرنے والا۔

۲۴۔ جو بیماری میں یہ آیت چار مرتبہ پڑھے اور اسی بیماری میں مر جائے۔ **لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین**

۲۵۔ ہر رات سورۃ یٰس کو پڑھنے والا۔

۲۶۔ صبح کے وقت تین مرتبہ " اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم" پڑھ کر سورۃ الحشر کی آخری تین آیت کا پڑھنے والا۔

۲۷۔ روزآنہ رسول کریم ﷺ پر سو بار درود بھیجنے والا۔

۲۸۔ سچے دل سے شہادت کی تمنا کرنے والا۔

۲۹۔ جمعہ کے دن مرنے والا۔

۳۰۔ کفار سے جنگ کے لئے سرحد پر پہرے داری کرتے ہوئے فوت ہونے والا۔

۳۱۔ سواری سے گر کر مرنے والا۔

۳۲۔ طاعون کے مرض سے مرنے والا۔

۳۳۔ جل کر مرنے والا۔

۳۴۔ جو عورت بچہ پیدا ہونے کے وقت مرجائے یا نفاس کی مدت پوری ہونے سے پہلے مرجائے۔

(روضۃ الصالحین)

شہید کے دفن کرنے کے احکامات

شہید کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کو انہی کپڑوں میں بغیر غسل کے دفن کر دیا جائے۔ اس کو کفن نہیں پہنایا جاتا اس کے بدن کے کپڑے نہیں اتارے جاتے۔ البتہ کوئی زائد کپڑے ہوں جیسا کے سردیوں میں کوٹ وغیرہ یا کوئی بھاری کپڑا جو اوپر سے پہنا جاتا ہے اس کو اتار سکتے ہیں۔ اگر اس کو اوپر سے ڈھانکنے کی ضرورت ہو تو چادر دی جاسکتی ہے۔ شہید کے اپنے کپڑے کفن ہیں حالانکہ میت کو سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنائے جاتے لیکن شہید کے لئے اس کے سلے ہوئے کپڑے ہی اس کا کفن ہیں۔ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا! شہید کو ان کے زخموں سمیت اور اس کے کپڑوں سمیت دفن کیا جائے۔

(مشکوٰۃ شریف)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شہید کی نماز جنازہ بھی نہیں ہوتی، ویسے ہی دفن کر دیا جائے، اب اس کو تمہاری شفاعت کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ شہید کا نماز جنازہ پڑھی جائے۔ (اصلاحی مواعظ)

شہید کے لئے انعامات

۱۔ شہید اجر عظیم کا مستحق ہوتا ہے:

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالآخِرَةِ وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّهِ فَيُقْتَلْ أَو يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْراً عَظِيماً(74) وَمَا لَكُمْ لاَ تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاء وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَـذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيّاً وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيراً (75)

(سورۃ النساء: ۷۴ ۔ ۷۵)

وہ لوگ آخرت کو خریدتے اور اس کے بدلہ دنیا کی زندگی بیچنا چاہتے ہیں ان کو ان کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں اور جو شخص اسلام کی راہ میں جنگ کرے پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پائے تو ہم عنقریب اس کو بڑا ثواب دیں گے اور تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے اللہ ! ہمیں اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار بنا۔

۲۔ شہداء کی جان کا بدلہ جنت ہے۔

إِنَّ اللّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّهِ فَاسْتَبْشِرُواْ بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ(111)

(سورۃ التوبہ ۔ ۱۱۱)

اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں اور اس کے بدلہ میں ان کے لئے جنت تیار کی ہے، یہ لوگ اللہ کی راہ میں جب لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔ یہ توریت اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اسے ضرور ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے،

تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اور سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

۳۔ شہداء کے مرنے کے بعد نئی زندگی ہے۔

وَلاَ تَقُولُواْ لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبيلِ اللّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاء وَلَكِن لاَّ تَشْعُرُونَ (154)

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۵۴)

اور جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے تو اسے مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہے لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

۴۔ شہداء کے لئے اللہ کی طرف سے رزق ملتا ہے۔

وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (169) فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُواْ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلاَّ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (170)يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللّهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (171)

(سورۃ آل عمران: ۱۶۹ ۔ ۱۷۱)

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے بخشا ہے اس میں وہ خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے ہیں اور شہید ہو کر ان کے ساتھ شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت وہ خوشیاں منا رہے ہیں کہ قیامت کے دن ان کو کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمناک ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں اور اس سے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

۵۔ شہید اللہ تعالیٰ کا انعام یافتہ ہوتا ہے۔

وَمَن يُطِعِ اللّهَ وَالرَّسُولَ فَأُوْلَـئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ

وَالشُّهَدَاء وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَـئِكَ رَفِيقاً (69)ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّهِ وَكَفَى بِاللّهِ عَلِيماً (70) (سورۃ النساء: ٦٩ ـ ٧٠)

اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا جیسے نبیؑ صدیق اور شہید اور نیک لوگ بہترین رفیق ہیں۔ یہ فضل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کافی ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔

٦ـ شہید کے گناہوں کی معافی ہے۔

حضرت مقداد بن معدی کربؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں چھ خصوصی انعامات ہیں:

☆ـ خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی مغفرت کردی جاتی ہے اور جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے۔

☆ـ اسے عذاب قبر سے بچالیا جاتا ہے۔

☆ـ قیامت کے دن کی بڑی گھراہٹ سے محفوظ رہتا ہے۔

☆ـ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا، جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام اشیاء سے بہتر ہوگا۔

☆ـ بہتر (٧٢) خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حورعین سے اس کا نکاح ہوگا۔

☆ـ اس کے اقارب میں (٧٠) ستر افراد کے بارے میں اس کی شفاعت قبول ہوگی۔ (جامع ترمذی)

٧ـ سب سے پہلے جنتی بندے ہوں گے،

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سب سے پہلے جو تین بندے جنت میں داخل ہوں گے وہ یہ ہیں، شہید، پاک دامن، نرم مزاج (جامع ترمذی)

٨ـ بلاحساب جنتوں کا وارث

حضرت نعیم بن ہمارؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا! افضل شہداء کون

سے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا! وہ لوگ جو دشمن کی صف میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر اپنے چہروں کو پیچھے نہیں کرتے حتیٰ کے شہید ہو جاتے ہیں یہی لوگ جنت کے محلات میں رہائش پذیر ہوں گے، اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ کر مسکرائے گا اور جب دنیا میں اللہ تعالیٰ کسی پر مسکرا دیتا ہے تو ان کا کوئی حساب نہیں ہوگا۔ (مسند احمد)

۹۔ شہید جنت میں جائے گا:

حضرت حسناء بن معاویہ ؓ فرماتی ہیں کہ مجھ سے میرے چچا نے حدیث بیان کی کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا جنت میں کون کون جائے گا؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! نبی ؑ جنت میں جائیں گے، شہید جنت میں جائیں گے، نومولود (فوت شدہ) جنت میں جائیں گے اور زندہ درگور کی گئی لڑکی جنت میں جائے گی۔ (سنن ابوداؤد)

۱۰۔ جنت کی سند حاصل کرنے والے لوگ:

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

اللہ عزوجل نے ضمانت دی ہے کہ جو شخص میری کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلے گا اور میرے راستے میں جہاد، ایمان اور میرے رسول ﷺ کی تصدیق کرنے والا ہو تو میں ضمانت دیتا ہوں کہ میں اسے جنت میں داخل کروں گا، اور اسے اپنے گھر کی طرف اجر اور مال غنیمت دیتے ہوئے واپس بھیج دوں گا جہاں سے وہ جہاد کے لئے نکلا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اللہ کے راستے میں مجاہد کو جو زخم لگتا ہے تو وہ روز قیامت زخم کی حالت میں اس طرح آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا اور اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کستوری کی طرح ہوگی۔

اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر یہ نہ ہوتا کہ میری وجہ سے مسلمان مشقت میں مبتلا ہو جائیں تو میں کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہادی لشکر سے پیچھے نہ رہتا لیکن میں لوگوں کے لئے وسعت نہیں پاتا اور ان کے لئے یہ تکلیف دہ ہوگا کہ وہ میرے بغیر پیچھے رہ جائیں۔ اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں جہاد کروں اور قتل ہو جاؤں، پھر جہاد کروں اور قتل ہو جاؤں اور پھر جہاد کروں اور قتل ہو جاؤں۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

۱۱۔ شہید کا خیمہ عرش کے سائے میں ہوگا:

حضرت عتبہ بن سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مقتول ہو جانے والے تین لوگ ہیں۔
مومن آدمی جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے حتیٰ کے وہ دشمنوں (کافروں) سے قتال کرتا ہے پھر قتل ہو جاتا ہے، یہ آزمائش میں کامیاب شہید ہے جو عرش کے نیچے اللہ تعالیٰ کے خاص خیمہ میں ہوگا، انبیاء کرام اس سے صرف درجہ نبوت میں افضل ہوں گے۔

اور وہ مومن آدمی جو اپنے گناہوں اور غلطیوں کی وجہ سے خوفزدہ ہے، وہ اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے تو یہ گویا (وضو کی) کلی ہے جس نے اس کے گناہ اور غلطیاں دھو دیں۔ بے شک تلوار خطاؤں کو ختم کر دیتی ہے۔ اور وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو سکتا ہے۔ بے شک جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات دروازے ہیں جو اوپر نیچے ہیں۔

اور وہ منافق آدمی جو اللہ کے راستے میں اپنی جان و مال سے جہاد کرتا ہے حتیٰ کے وہ دشمنوں (کافروں) سے قتال کرتا ہے پھر قتل ہو جاتا ہے تو یہ شخص جہنم کی آگ میں ہے کیونکہ تلوار سے نفاق ختم نہیں ہوتا۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک، سنن الکبریٰ للبیہقی)

۱۲۔ شہید کے زخم سے کستوری کی خوشبو:

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) جس کو بھی کوئی زخم آیا وہ قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا اور اس کا رنگ خون جیسا ہوگا لیکن اس کی خوشبو کستوری کی آرہی ہوگی۔ (صحیح مسلم)

حضرت معاذ بن جبل ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو شخص اللہ کے راستے میں زخمی ہوا اور جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس سے کستوری کی خوشبو آرہی ہوگی اور اس کا رنگ زعفران کا ہوگا اور اس پر شہداء کی مہر لگی ہوئی ہوگی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ اسے شہید کا اجر عطا فرمائے گا اگر چہ وہ بستر پر ہی مرجائے۔ (صحیح ابن حبان)

۱۳۔ شہید بلا حساب جنت میں جائے گا:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کیا تم جانتے ہو کہ سب سے پہلا گروہ میری امت کا کون سا ہے جو جنت میں داخل ہوگا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا! اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آئیں گے اور اس کو کھٹکھٹائیں گے تو جنت کا دربان ان سے پوچھے گا کیا تمہارا حساب کتاب ہو چکا ہے؟ وہ جواب دیں گے۔ ہمارا حساب کس بات کا، ہمارا تو یہ حال تھا کہ تلواریں مسلسل ہمارے شانوں پر رہتی تھیں حتیٰ کے ہمیں موت آگئی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا! ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دئے جائیں گے اور وہ لوگوں کے جنت میں داخل ہونے سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوکر اس میں آرام کریں گے۔ (مستدرک حاکم)

۱۴۔ شہید کو دیکھ کر اللہ مسکراتا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دو شخص ایسے ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ مسکراتا ہے، جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے اور پھر دونوں جنت میں داخل ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول (ﷺ)! وہ کیسے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا! کہ یہ شہید ہوا اور جنت میں چلا گیا اور دوسرا جو قاتل تھا اس نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کرلی اور اسے اسلام کی ہدایت نصیب کی پھر وہ بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہوا شہید ہوگیا۔ ان دونوں کو جنت میں اکٹھا دیکھ کر اللہ تعالیٰ مسکراتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

۱۵۔ شہداء پر حوروں کا نزول:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ ایک جھونپڑی پر سے گزرے۔ ایک دیہاتی جھونپڑی سے نکلا اور پوچھا آپ کون ہو؟ بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی ہیں اور جہاد پر جارہے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ کیا دنیا کا بھی کوئی فائدہ ملے گا؟ کہا! ہاں۔ مال غنیمت ملے گا جسے مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اس نے اپنے اونٹ پر پالان رکھا اور لشکر کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ وہ اپنے اونٹ کو رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کے قریب کرتا تھا اور صحابہ کرام اس کے اونٹ کو رسول اللہ ﷺ کے اونٹ سے دور کرتے تھے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس دیہاتی

کو میرے قریب آنے دو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ تو جنت کے بادشاہوں میں سے ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر دشمن سے مقابلہ ہوا اور یہ آدمی شہید ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی گئی۔ آپ اس کی لاش پر آئے اور اس کے سر پر بیٹھ گئے اور مسکرانا شروع کر دیا، پھر اس سے منہ پھیر لیا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! پہلے ہم نے آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھا اور پھر آپ نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! میرے مسکرانے کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والی رحمت اور بخشش کو دیکھ لیا تھا۔ پھر اچانک جنت سے حورعین نازل ہوئیں اور اس کے سرہانے آکر بیٹھ گئیں تو میں نے اپنا چہرا دوسری طرف پھیر لیا۔ (شعب الایمان للبیہقی)

۱۶۔ شہید جنت الفردوس میں ہے:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک جواں سال صحابی حضرت حارثہؓ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے۔ ان کی والدہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگیں! اے اللہ کے رسول ﷺ! حارثہؓ مجھے کس قدر پیارا تھا یہ تو آپ ﷺ کو معلوم ہے اب اگر وہ جنت میں ہے تب تو میں صبر کروں گی اور اجر و ثواب کی امید رکھوں گی۔ لیکن اگر وہ کسی دوسری جگہ ہے تب آپ دیکھیں کہ میں رونے پیٹنے کا عمل کیسے کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تم پر رحم کرے، کیا تو پاگل ہو گئی ہے، وہاں بھلا کوئی ایک جنت ہے، جنتیں تو بہت ہیں، اور جہاں تک حارثہؓ کا تعلق ہے وہ تو سب سے اعلیٰ جنت " جنت الفردوس " میں ہے۔ (صحیح بخاری)

۱۷۔ شہید کو جنت کی خوشبو دنیا میں:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ان کے چچا حضرت انس بن نضرؓ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہو کر بھی پہلی جنگ میں شریک نہ ہو پایا اب اگر اللہ نے مجھے موقع دیا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ کروں تو میں کس طرح بے جگری سے جنگ کرتا ہوں۔

جب غزوہ احد کے دن مسلمانوں کو عارضی شکست کا سامنا کرنا پڑا تو حضرت انس بن نضرؓ فرمانے لگے! اے اللہ! ان مسلمانوں نے آج (ایک اجتہادی غلطی کی وجہ سے اپنے نبی ﷺ کی حکم عدولی کی) جو کچھ کیا اس سے میں تیرے حضور

معذرت طلب کرتا ہوں، مشرکین نے (تیرے نبی ﷺ، مسلمانوں اور شہداء کی لاشوں کے ساتھ) جو کچھ کیا میں تیری حضور میں اس سے شدید کرب کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر وہ آگے بڑھے تو ان کی ملاقات حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ہوگئی۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ ان سے کہنے لگے: سعد! کہاں جا رہے ہو، مجھے تو دامن احد سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے اور دشمن کی صفوں میں گھس کر بہت جگری سے لڑنے لگے حتیٰ کے شہید کر دئے گئے۔ ان کی لاش پہچانی نہیں جا رہی تھی ان کی بہن حضرت ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا نے ان کی انگلیوں کی پوروں سے ان کو پہچانا۔ ان کو اسی (۸۰) سے زیادہ زخم لگے تھے۔ یہ زخم اور چر کے نیزوں، تلواروں اور تیروں سے لگے تھے۔ (صحیح بخاری)

۱۸۔ شہید کو خوبصورت شکل دی جاتی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک سیاہ آدمی حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ایک سیاہ رنگ کا بدصورت آدمی ہوں جس سے بدبو آتی ہے اور میرے پاس مال بھی نہیں ہے، اگر میں کافروں سے لڑوں گا اور شہید ہو جاؤں گا تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! جنت میں۔ چنانچہ وہ میدان جنگ میں لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آئے اور فرمانے لگے! اللہ تعالیٰ نے تمہارے چہرے کو سفید اور خوبصورت کر دیا اور تمہاری بدبو کو خوشبو میں بدل دیا اور تمہارے مال کو فروانی عطا کر دی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا! میں نے اس کی بیوی حور عین دیکھی ہے کہ وہ اس کے جبہ کو اٹھا کر اس کے جسم اور جبہ کے درمیان داخل ہونا چاہتی ہے۔
(مستدرک حاکم)

۱۹۔ شہید کو صرف شہادت ہی جنت لے جاتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمرو بن اقیش دور جاہلیت میں لوگوں کو رقم دے کر اس پر سود کھاتا تھا۔ مگر اس کو یہ بات گوارا نہیں تھی کہ اپنا سود لئے بغیر مسلمان ہو جائے اس لئے وہ اسلام سے انکار کرتا رہا۔ پھر غزوہ احد کے دن وہ اپنے محلے میں آیا اور پوچھنے لگا کہ میرے چچا کے بیٹے کہاں گئے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ تو جنگ احد میں گئے ہیں۔ پھر وہ کسی اور کے بارے میں پوچھنے لگا؟ جواب ملا! وہ بھی احد میں ہیں۔ اب اس نے جنگی ہتھیار زیب تن کئے، گھوڑے پر سوار ہوا اور احد کی طرف چل پڑا۔ جب احد میں موجود مسلمانوں نے اسے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو وہ حیران رہ گئے اور اس سے

پوچھا! عمرو تم یہاں کہاں۔ اس نے کہا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں، اس کے بعد لڑائی شروع ہوگئی اور وہ لڑتے لڑتے زخمی ہو گیا۔ زخمی حالت میں اسے اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دیا گیا۔ حضرت سعد بن معاذ ؓ آئے اور عمرو کی بہن سے کہنے لگے: اس سے پوچھو کہ یہ قومی غیرت اور اپنے لوگوں کی حمایت میں غضبناک ہو کر لڑا ہے یا عزت وجلال والے اللہ کی حمایت میں غضب ناک ہو کر لڑا ہے؟ عمرو کہنے لگے: قوم کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کے لئے غضب ناک ہو کر اور رسول اللہ ﷺ کی حمایت میں غضبناک ہو کر لڑا ہوں۔ اس کے بعد وہ شہید ہو گئے اور جنت میں داخل ہوئے حالانکہ انہوں نے ایک بھی نماز نہیں پڑھی تھی۔ (سنن ابوداؤد)

ابن ہشام نے اس طرح لکھا ہے کہ جب صحابہ نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے حضرت اصیرم ؓ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! وہ جنتیوں میں سے ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

۲۰۔ شہید کو فرشتوں کا غسل:

حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ سے مروی ہے کہ حنظلہ بن ابی عامر ؓ لڑتے ہوئے ابوسفیان کے پاس جا پہنچے اور وہ اسے قتل کرنے ہی والے تھے تو شداد بن اسود نے حضرت حنظلہ ؓ پر تلوار سے وار کیا جس کے نتیجہ میں وہ شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تمہارے ساتھی حنظلہ ؓ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں، ان کی بیوی سے پوچھو کہ اس کیا کیا سبب ہے۔ جب بیوی سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ اس دن ان پر غسل واجب تھا لیکن وہ اللہ کے راستے میں اسی طرح نکل پڑے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اسی وجہ سے فرشتوں نے حنظلہ ؓ کو غسل دیا۔ (سیرۃ ابن حبان)

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ حمزہ بن عبدالمطلب ؓ اور حنظلہ بن راہب ؓ کو غسل دے رہے ہیں۔ (کنز العمال)

مستدرک حاکم میں لکھا ہے کہ حضرت حمزہ ؓ بن عبدالمطلب رسول اللہ ﷺ کے چچا جب قتل (شہید) کر دئے گئے تو وہ جنبی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! انہیں فرشتوں نے غسل دیا۔

۲۱۔ شہید پر فرشتوں کا سایہ:

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد غزوہ احد میں شہید کر دئے گئے تو میں ان کے چہرے سے

بار بار کپڑا ہٹا کر ان کا دیدار کرتا اور روتا۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ مجھے ایسا کرنے سے روکتے لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بالکل منع نہیں فرمایا۔ یہ منظر دیکھ کر میری پھوپھی فاطمہ بھی رونے لگیں، اس پر رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: تم روؤ یا چپ رہو، جب تک تم میت اٹھاتے نہیں فرشتے تو برابر ان پر اپنے پروں کا سایہ کئے ہوئے ہیں۔ (صحیح بخاری)

۲۲۔ شہید سے اللہ کی براہ راست گفتگو:

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے پریشان دیکھا تو فرمانے لگے!

اے جابر ؓ ادھر آؤ، میں تمہیں ایک بات بتاؤں اللہ تعالیٰ نے آج تک جس سے بھی بات کی پردے میں کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو سامنے بٹھا کر بات کی، اللہ تعالیٰ پوچھنے لگے: اے میرے بندے! مجھ سے مانگ تمہیں عطا کروں گا، اس پر تمہارے والد نے عرض کیا، اے میرے مولیٰ! عرض یہی ہے کہ مجھے پھر سے دنیا میں بھیج دیا جائے اور میں تیری راہ میں پھر سے قتل کیا جاؤں، اس پر اللہ تعالیٰ نے عبداللہ ؓ سے کہا کہ یہ تو میرا فیصلہ ہو چکا ہے کہ جو لوگ یہاں آ گئے وہ واپس دنیا میں نہیں جا سکتے۔ یہ سن کر عبداللہ ؓ کہنے لگے:

اے میرے پروردگار! پھر جو پیچھے میرے ساتھی ہیں انہیں میری جنت کی خوشحال زندگی کے بارے میں آگاہ کر دیجئے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (169)

(سورۃ آل عمران ۔ ۱۶۹)

جو لوگ اللہ کے راستے میں شہید کر دئے گئے ان کے بارے میں مت خیال کرو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق دئے جاتے ہیں۔ (ترمذی، مستدرک حاکم)

۲۳۔ شہداء کا کھانا پینا اور ٹھکانہ بہت اعلیٰ ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مخاطب کر کے آگاہ کیا کہ تمہارے وہ بھائی جو احد میں شہید ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں ڈال دیا ہے اور وہ جنت کی نہروں پر اڑتے

پھرتے ہیں، نہروں کے اردگرد لگے درختوں کے پھل کھاتے ہیں پھر وہ ان قندیلوں میں آ کر بیٹھ جاتے ہیں جو سونے کی بنی ہوئی ہیں اور عرش کے نیچے لٹک رہیں ہیں۔ جب ان شہداء نے دیکھا کہ ان کا کھانا پینا اور ٹھکانہ انتہائی با کمال ہے تو وہ کہنے لگے کاش! جو اجر اللہ نے ہمیں دیا ہے اس کی خبر دنیا میں ہمارے بھائیوں کو ہو جائے اور وہ جہاد میں سستی نہ کریں اور جنگ سے نہ بھاگیں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (169) فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُواْ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلاَّ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (170)يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللّهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (171)

(سورۃ آل عمران: ۱۶۹ ۔ ۱۷۱)

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے بخشا ہے اس میں وہ خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے ہیں اور شہید ہو کر ان کے ساتھ شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت وہ خوشیاں منا رہے ہیں کہ قیامت کے دن ان کو کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمناک ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں اور اس سے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

(مسند احمد)

۲۴۔ شہید اپنی قربانی کے مطابق پورا پورا اجر پاتا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مجاہدین کی کوئی جماعت یا گروہ اگر جہاد پر جائے اور صحیح سلامت مال غنیمت لے کر واپس آ جائے تو اسے اجر کے دو حصہ نقد حاصل ہوتے ہیں اور جو جماعت یا گروہ مال غنیمت نہ حاصل کر سکے تو ان کو پورا پورا اجر دیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم)

۲۵۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شہداء کی مہمان نوازی:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس آیت (سورۃ آل عمران۔۱۶۹) کا مطلب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا! اس شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں قندیلوں کے اندر ہیں، ان کا ٹھکانہ ایسی قندیلیں ہیں جو عرش کے ساتھ لٹک رہی ہیں۔ جہاں چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں پھر اپنی قندیلوں میں آجاتی ہیں۔ یہ اپنی زندگیوں میں مگن تھیں کہ ان کے رب نے ان کی طرف جھانک کر دیکھا اور ان سے پوچھا کہ تمہیں کچھ اور چاہئے؟ انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! اب ہم اور کیا مانگیں؟ جہاں ہم چاہتے ہیں جنت میں سیر کرتے ہیں، نعمتیں ہماری خواہشات سے بڑھ کر موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے تین بار یہی پوچھا؟ چنانچہ شہیدوں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ ان سے بار بار پوچھ رہے ہیں تو جب تک وہ کچھ نہ کچھ مانگیں گے نہیں اللہ تعالیٰ پوچھتے رہیں گے۔ آخر کار وہ کہنے لگے!

اے اللہ! ہمارا سوال یہی ہے کہ ہماری روحوں کو دنیا کے اندر ہمارے جسموں میں لوٹا دے حتیٰ کہ ہم تیرے راستے میں ایک بار پھر شہید کر دئے جائیں۔ (صحیح مسلم)

۲۶۔ شہادت سے قبل ہی جنتی نعمتیں:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار کے مطالبے پر دس صحابہ کرام کو اسلام کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا اور حضرت عاصم بن ثابت انصاریؓ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ یہ حضرت عمرؓ کے نانا تھے۔ یہ لوگ جب "ہدۃ" کے مقام پر پہنچے جو مکہ مکرمہ اور عسفان کے درمیان ہے تو بنی ہذیل کے ایک قبیلہ کو ان کے آنے کی خبر ہوگئی، اس قبیلہ کے نام "بنولحیان" تھا۔ اس قبیلہ کے سو آدمی اپنے تیروں کے ساتھ صحابہ کرام کا پیچھا کرنے نکلے۔ آخر وہ اس جگہ پہنچے جہاں مسلمانوں نے تھوڑی دیر قیام کیا تھا۔ وہاں کھجوروں کی گٹھلیاں دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ یہ کھجوریں تو یثرب کی ہیں۔ یقیناً یہ لوگ مسلمان ہیں، وہ ان کے قدموں کے نشانات پر چلنے لگے۔

حضرت عاصم بن ثابتؓ اور ان کے ساتھیوں کو محسوس ہوا کہ ان کا پیچھا کیا جا رہا ہے، چنانچہ وہ ایک محفوظ جگہ پر ٹھہر گئے۔ بنولحیان کے لوگوں نے وہاں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا اور کہنے لگے کہ نیچے اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو، ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ اس پر حضرت عاصم بن ثابتؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں اپنے آپ کو ان کافروں کے حوالے نہیں کروں گا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

﴿ اَللّٰھُمَّ اَخبِرْ عَنَّا نَبِیَّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ﴾

اے اللہ! ہمارے نبی ﷺ کو ہمارے حالات سے آگاہ کر دے۔

اس قبیلہ کے سو افراد کے لشکر نے مسلمانوں پر تیر پھینکنے شروع کر دئیے جس کی وجہ سے حضرت عاصم بن ثابت ؓ اور ان کے چھ ساتھی شہید ہو گئے۔ باقی تین صحابہ کو انہوں نے گرفتار کر لیا۔ جن میں حضرت خبیب ؓ، حضرت زید بن دشنہ ؓ اور حضرت عبداللہ بن طارق ؓ تھے۔ انہوں نے ان تینوں کو رسیوں سے باندھ دیا۔ حضرت عبداللہ بن طارق ؓ نے کہا کہ یہ تمہاری بدعہدی کا آغاز ہے۔ اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گا۔ انہوں نے انہیں زبردستی لے جانے کی کوشش کی اسی جھگڑے میں انہیں شہید کر دیا گیا۔

اب یہ دو صحابہ حضرت خبیب ؓ اور حضرت زید ؓ کو ساتھ لے گئے اور مکہ جا کر انہیں کفار مکہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ یہ جو کچھ ہوا تھا غزوہ بدر کا بدلہ لینے اور غزوہ احد میں مسلمانوں کی کمزوری کے بعد ہوا۔ حارث بن نوفل کے بیٹوں نے حضرت خبیب ؓ کو خرید لیا کیونکہ حضرت خبیب ؓ ہی نے بدر کی لڑائی میں ان کے باپ حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ کچھ دنوں تک انہوں نے حضرت خبیب ؓ کو گھر میں قید رکھا، پھر انہوں نے حضرت خبیب ؓ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس دوران حضرت خبیب ؓ نے حارث کی بیٹی سے بال صاف کرنے کے لئے استرا مانگا، حارث کی بیٹی نے ان کو استرا دے دیا۔ کچھ دیر بعد اسی عورت کا ایک چھوٹا بچہ کھیلتے ہوئے ان کے پاس چلا گیا۔ بچہ کے ماں کو اس بات کی خبر نہ ہوئی، ماں نے بچہ کو دیکھا کہ وہ حضرت خبیب ؓ کی گود میں بیٹھا ہوا ہے اور ان کے ہاتھ میں استرا ہے۔ یہ دیکھ کے وہ گھبرا گئی اور شور مچانے لگی۔ اس کی گھبراہٹ دیکھ کر حضرت خبیب ؓ نے کہا کہ ڈرو نہیں، میں اس بچہ کو قتل نہیں کروں گا میں ایسی گھٹیا حرکت کرنے والا نہیں۔ پھر انہوں نے بچہ کو ماں کی طرف چھوڑ دیا۔

اس کے بعد اس خاتون نے کہا! اللہ کی قسم! میں نے زندگی میں ایسا کوئی قیدی نہیں دیکھا جو خبیب ؓ سے بہتر ہو۔ اللہ کی قسم! ایک دن میں نے ان کو دیکھا کہ وہ انگور کا خوشہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہیں اور اسے کھا رہے ہیں، حالانکہ ان کی حالت یہ تھی کہ وہ زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے اور ان دنوں مکہ میں کوئی پھل میسر نہیں تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ وہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے خبیب ؓ کو دیا تھا۔

جب وہ حضرت خبیب ؓ کو قتل کرنے کے لئے حرم کی حدود سے باہر لے جانے لگے تو حضرت خبیب ؓ نے ان سے

کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو۔ انہوں نے اجازت دے دی، حضرت خبیب ؓ نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! اگر اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ تم کہو گے کہ یہ موت کے خوف سے نماز لمبی کر رہا ہے تو میں مزید نماز کو لمبا کرتا۔ پھر یوں دعا کی: اے میرے اللہ! انہیں ایک ایک کر کے گن لے پھر انہیں بکھیر کر مار اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ۔ (بعد میں ایسا ہی ہوا جیسی انہوں نے دعا کی تھی)

پھر آپ ؓ نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا پروا ہے، جس پہلو پر بھی گروں، اللہ کی ہی خاطر یہ میدان سجا ہے، یہ سارا منظر اس رب کی خاطر برپا ہے کہ اگر وہ چاہے تو بوٹی بوٹی کئے ہوئے اعضاء کو جوڑ جوڑ کر بابرکت بنا ڈالے۔

پھر حارث کے بیٹے عقبہ ابو سروعہ نے حضرت خبیب ؓ کو شہید کر دیا۔ جس دن صحابہ کرام پر یہ مصیبت آئی تھی اسی دن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقعہ سے باخبر کر دیا۔ قریش کے بعض مشرکین کو جب یہ خبر ملی کہ حضرت عاصم بن ثابت ؓ کو قتل کر دیا گیا ہے تو انہوں نے تصدیق کے لئے اپنے آدمی بھیجے کہ ان کی لاش کا سر کاٹ کر لائیں تاکہ وہ یقین کر لیں کہ واقعی عاصم ؓ کو قتل کر دیا گیا ہے کیونکہ غزوہ بدر میں انہوں نے مشرکین کے سردار عقبہ بن ابی معیط کو قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم ؓ کی حفاظت کے لئے بھڑوں کا ایک جھنڈ بھیج دیا جو حضرت عاصم ؓ کی لاش کے اردگرد اڑنے لگے اور لاش کی حفاظت کی۔ قریش کے بھیجے ہوئے لوگ ان کی لاش کے قریب تک نہ جا سکے اور وہ ان کی لاش کی بے حرمتی نہیں کر سکے۔

(صحیح بخاری)

۲۷۔ شہید اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل فخر:

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دو قسم کے آدمیوں پر اللہ تعالیٰ فخر کرتا ہے۔ ایک وہ جو رات کو اپنے بیوی بچوں کے درمیاں نماز کے لئے نرم و گرم بستر چھوڑ کر اٹھتا ہے، اس پر پروردگار فرماتا ہے کہ اے فرشتو! میرے بندے کو دیکھو جو میرے ہاں ثواب کی رغبت اور میری پکڑ کے ڈر سے اپنے بیوی بچوں کے درمیاں سے نماز کے لئے نرم و گرم بستر چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اور دوسرا وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں جہاد میں ہے اگر اس کے ساتھی واپس بھاگ نکلتے ہیں مگر وہ یہ سوچ کر کہ جہاد سے

بھاگنے کی سزا کیا ہے اور آگے ملنے والا اجر کیا ہے میدان کی طرف پلٹتا ہے اور ثواب کی رغبت اور اللہ پکڑ کے ڈر سے اپنا خون بہا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے کہ دیکھو میرے اس بندے کی طرف وہ میرے پاس موجود نعمتوں میں رغبت اور میری پکڑ کے ڈر سے واپس نہیں پلٹا بلکہ اس نے اپنا خون بہا دیا۔ (سنن ابوداؤد، مستدرک حاکم)

۲۸۔ شہید اللہ تعالیٰ ہے ہاں کامیاب:

حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان سے عرض کیا! ہمارے ساتھ اپنے کچھ لوگ بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دیں چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے ہمراہ ستر صحابہ کرام ؓ کو روانہ کیا۔ یہ صحابہ کرام قاری کہلاتے تھے۔ ان قاریوں میں میرے ماموں حضرت حرام ؓ بھی شامل تھے۔ ان لوگوں کا معمول یہ تھا کہ وہ رات کو قرآن پڑھا کرتے تھے اور تحقیق وتدریس کا کام کرتے تھے۔ یہ لوگ علم سیکھتے تھے جبکہ دن میں مسجد کے لئے پانی بھرتے، لکڑیاں اکٹھی کرتے اور ان کو بیچ کر صفہ والوں اور فقراء کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ کے رسول ﷺ نے دین کی تبلیغ کے لئے بھیجا تھا۔ ان قبیلہ والوں کی راستے ہی میں نیت بدل گئی اور انہوں نے ان مسلمان معلمین کو قتل (شہید) کر دیا۔ شہادت پاتے ہی وہ اپنے رب سے کہنے لگے،

اے ہمارے مولا! ہمارے بارے میں ہمارے نبی کریم ﷺ کو آگاہ کر دیجئے کہ ہم نے آپ (رب العزت) سے ملاقات کر لی ہے، ہم اللہ عزوجل سے خوش اور وہ ہم سے خوش ہیں۔

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے ماموں حرام ؓ کو پیچھے سے نیزہ مارا جوان کے جسم کے پار نکل گیا، اس پر حضرت حرام ؓ نے فرمایا!

فُزْتُ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام کو بتایا کہ تمہارے بھائی شہید کر دئے گئے اور جنت میں پہنچ کر کہنے لگے:

﴿ **اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَ رَضِيْتَ عَنَّا** ﴾

اے ہمارے اللہ! ہمارے نبی (ﷺ) کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم نے آپ سے ملاقات کر لی، ہم آپ سے راضی ہو گئے اور آپ ہم سے خوش ہو گئے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ پورا مہینہ لگاتار فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء میں قنوت نازلہ پڑھتے رہے۔ ہر نماز کے آخری رکعت میں جب آپ ﷺ رکوع سے کھڑے ہوتے تو بنی سلیم، بنی رعل، بنی زکوان اور بنی عصیہ پر بددعا کرتے اور جو لوگ آپ کے مقتدی ہوتے وہ اس پر آمین کہتے۔ (مسند احمد)

۲۹۔ شہید کے جنازے پر فرشتوں کا نزول:

جب ان شہداء کا جنازہ اٹھایا گیا اور قبرستان کی طرف لے جایا گیا تو ان جنازوں کا وزن بہت ہلکا تھا حالانکہ وہ سب جوان اور وزنی لوگ تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! **اِنَّ الْمَلَائِکَۃَ کَانَتْ تَحْمِلُہٗ**

(ان کا جنازہ اس لئے ہلکا ہے) اسے فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء)

حضرت سعد بن معاذ ؓ کے جنازے میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی تھی، ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دئے گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ کسی کو ایک ریشمی کپڑا کا تحفہ دیا۔ صحابہ کرام ؓ نے کپڑے کی نرمی اور ملائم پن دیکھا تو حیرت سے دیکھنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم اس پر تعجب نہ کرو اللہ تعالیٰ نے جو لباس جنت میں سعد بن معاذ ؓ کو دیا ہے وہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نرم اور ملائم ہے۔ (ترمذی)

۳۰۔ شہید جنت میں محو پرواز:

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ جنگ موتہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ ؓ کو لشکر اسلام کا امیر مقرر کیا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا! اگر زید ؓ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابو طالب ؓ سپہ سالار ہوں گے اور اگر جعفر ؓ کو شہید کر دیا گیا تو عبداللہ بن رواحہ ؓ لشکر اسلام کے امیر ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی اس لشکر میں موجود تھا، ہم نے جب حضرت جعفر بن ابو طالب ؓ کو تلاش کیا تو آپ ؓ کو شہداء میں پایا، ہم نے آپ کے جسم پر نیزوں، تیروں اور تلواروں کے نوے (۹۰) زخم دیکھے۔ (صحیح بخاری)

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! زید ؓ نے جھنڈا پکڑا اور وہ شہید ہو گئے،

پھر جعفرؓ نے جھنڈا پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے پھر عبداللہ بن رواحہؓ نے جھنڈا پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ یہ بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر لشکرِ اسلام کے امیر نہ ہوتے ہوئے خالد بن ولیدؓ نے جھنڈا سنبھال لیا اور انہوں نے فتح حاصل کی۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعہ تینوں صحابہ کرام کے اللہ کی راہ میں شہید ہو جانے کی خبر مل گئی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں گزشتہ رات جنت میں داخل ہوا، میں نے اس میں دیکھا کہ جعفرؓ فرشتوں کے ساتھ محوِ پرواز ہیں اور حمزہؓ اپنی چارپائی پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، المستدرک للحاکم)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جعفر بن ابو طالبؓ جبرائیلؑ اور میکائیلؑ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں ہاتھوں کے بدلے دو پرَ عطا کئے ہیں۔ (فتح الباری)

۳۱۔ وسیع وعریض جنت کا وارث:

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ جنگ میں جب مشرک قریب آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ترغیب دیتے ہوئے مجاہدین سے فرمایا! مجاہدو! لپکو، ایسی جنت کی جانب جس کی چوڑائی اس قدر ہے جس قدر سات آسمان اور زمین ہیں۔

یہ سنتے ہی عمیر بن حمام انصاریؓ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ایسی جنت ہے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کی چوڑائی کے برابر ہے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: بالکل۔ حضرت عمیرؓ کہنے لگے، واہ ۔۔ واہ ۔۔۔ کیا بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! واہ۔۔واہ کس وجہ سے کہا۔

حضرت عمیرؓ کہنے لگے! اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! اس کے علاوہ کچھ نہیں، بس خواہش ہے تو یہی کہ میں اس جنت کے رہنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! تم اس جنت کے رہنے والوں میں سے ہو۔ حضرت عمیرؓ نے اپنی تھیلی میں سے کھجور نکالے اور کھانے لگے اور پھر خیال آیا تو کہنے لگے!

اگر ان کھجوروں کے کھانے تک میں زندہ رہا تو یہ زندگی بہت لمبی زندگی ہے۔ پھر انہوں نے جو کھجوریں تھیں انہیں پھینک دیا اور مشرکین سے قتال کرنے لگے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (صحیح مسلم)

۳۲۔ تین شخص جن سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تین شخص جنہیں اللہ تعالیٰ دیکھ کر مسکراتے ہیں۔ ایک وہ جو رات کو اٹھ کر قیام کرتا ہے اور دوسرا وہ آدمی جو نماز کے لئے صف بندی کرتا ہے اور تیسرا وہ جو میدان جہاد میں صف بندی کرتا ہے۔ (مسند احمد)

۳۳۔ شہید نعمتوں والی جنت کا وارث:

حضرت مغیری بن شعبہ ؓ سے روایت ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم کافروں کے ساتھ جہاد کرتے رہیں یہاں تک کہا کہ اللہ لاشریک کی عبادت کرنے لگ جائیں یا یہ لوگ جزیہ دینے لگیں۔ اور ہمارے نبی ﷺ نے ہمارے رب کا پیغام پہنچایا کہ جو بھی ہم میں شہید ہو جائے گا وہ جنت کی ایسی نعمتوں میں رہے گا جس جیسی نعمتیں کسی نے آج تک نہیں دیکھی ہیں اور جو ہم میں باقی رہے گا وہ دشمنوں کی گردنوں کا مالک ہوگا۔ (صحیح بخاری)

۳۴۔ شہداء کے لئے خوبصورت محل:

حضرت سمرہ بن جندب ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا چہرہ اقدس ہماری طرف کر لیتے اور ہم سے پوچھتے؟ آج رات تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر ہم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو اس کو بیان کرتا اور آپ ﷺ اس کی تعبیر بیان فرماتے۔ چنانچہ اپنے معمول کے مطابق ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہم سے وہی سوال کیا؟ اور فرمایا! کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے۔ ہم نے عرض کیا: نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا! لیکن میں نے آج کی رات خواب دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے ہیں اور میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر مقدس سرزمین ملک شام کی طرف لے چلے پس ایک جگہ پہنچ کے میں کیا دیکھتا ہوں کہ:

ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص لوہے کا آنکڑا لئے کھڑا ہے اور پھر اس آنکڑے کو بیٹھے ہوئے شخص کے جبڑوں میں ڈالتا ہے اور اس کو چیرتا ہے یہاں تک کہ اس کی گدی تک چیرتا چلا جاتا ہے۔ پھر وہ دوسری طرف کے جبڑے کی طرف اسی طرح کرتا ہے جب وہ جبڑا اپنی اصلی حالت میں آجاتا ہے تو پہلے کی طرح ہو جاتا ہے پھر وہ پہلے کی طرح وہی عمل کرتا ہے یعنی جبڑا چیرتا ہے غرضیکہ وہ بار بار یہی عمل کرتا ہے۔ یہ عمل اسی طرح جاری رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں

نے دریافت کیا تو مجھ سے کہا گیا کہ آپ (ﷺ) آگے چلیے (یعنی ابھی مت پوچھئے بلکہ آگے چلیں ابھی اور بہت سے عجائبات دیکھنے ہیں)

چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک شخص لیٹا ہوا تھا دوسرا اس کے سر کے پاس ایک بڑا پتھر لئے کھڑا تھا اور اس سے لیٹے ہوئے شخص کے سر کو کچلتا تھا۔ جب وہ پتھر کھینچ کر اس کے سر پر مارتا تو پتھر سر کو کچل کر دور تک لڑھکتا ہوا چلا جاتا۔ وہ اس کو پھر مارنے کے لئے وہ پتھر اٹھا کر لاتا تو اس کے پہنچنے سے پہلے اس کا سر پھر صحیح حالت میں ہو جاتا۔ وہ پھر اس کے سر پر پتھر مارتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا۔ یہ دیکھ کر میں (رسول اللہ ﷺ) نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے تو جواب ملا کہ آگے چلئے۔

چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسے گڑھے پر پہنچے جو تنور کی مانند تھا اس کا اوپر کا حصہ تنگ تھا اور نیچے کا حصہ کشادہ تھا اس کے اندر آگ بھڑک رہی تھی جب آگ اوپر کی طرف اٹھتی تو کچھ لوگ جو آگ کے اندر تھے اوپر آ جاتے یہاں تک کہ اس گڑھے سے نکلنے کے قریب آ جاتے اور جب شعلے کا زور کم ہوتا تو وہ پھر نیچے چلے جاتے۔ میں نے دیکھا کہ آگ میں کئی مرد تھے اور کئی عورتیں تھیں جو سب ننگے تھے، میں نے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہیں، تو فرمایا گیا کہ آگے چلئے۔

چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسی نہر پر پہنچے جو پانی کے بجائے خون سے بھری ہوئی تھی اور نہر کے بیچ میں ایک شخص کھڑا تھا اور ایک شخص اس کے کنارے پر تھا جس کے آگے پتھر رکھے ہوئے تھے جب وہ شخص جو نہر کے بیچ میں تھا وہ باہر نکلنے کے لئے کنارے پر آتا ہے تو اس شخص نے جو کنارے پر تھا اس کے منہ پر پتھر پھینک کر مارا جس سے وہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا کہ نہر کے اندر کا آدمی باہر نکلنے کا ارادہ کرتا تو کنارے والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اس کو اس کی جگہ پر پہنچا دیتا، میں نے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہیں، تو فرمایا کہ آگے چلئے۔

چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک سرسبز و شاداب باغ میں پہنچے، اس باغ میں ایک بڑا درخت تھا اور اس کی جڑ پر ایک بوڑھا شخص اور ایک بچہ بیٹھے ہوئے تھے، پھر کیا دیکھتا ہوں کہ اس درخت کے پاس ایک اور شخص بھی ہے جس کے آگے آگ جل رہی ہے اور وہ اس کو اور بھڑکا رہا ہے۔ پھر وہ دونوں آدمی مجھ کو لے کے درخت پر چڑھے اور مجھ کو ایک ایسی گھر میں داخل کیا جو درخت کے بالکل درمیان میں تھا (یہ گھر اتنا اچھا تھا کہ) میں نے کبھی بھی اس سے اچھا گھر نہیں دیکھا اس گھر میں کتنے ہی جوان، بوڑھے اور مرد تھے، کتنی ہی عورتیں اور کتنے ہی بچے تھے، اس کے بعد وہ دونوں مجھ کو اس گھر سے نکال کر اس درخت کے اور اوپر لے گئے اور مجھ کو ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو پہلے والے گھر سے بہت اچھا اور افضل تھا اور اس

میں بھی بوڑھے اور جوان موجود تھے۔ (صحیح بخاری)

اب میں نے ان دونوں آدمیوں سے کہا کہ آج کی رات تم نے مجھ کو خوب گھمایا پھرایا لیکن میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کی حقیقت سے مجھ کو آگاہ کریں۔ ان دونوں نے کہا کہ اچھا ہم آپ (ﷺ) کو بتاتے ہیں۔ پھر انہوں نے بیان کرنا شروع کیا کہ جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے تھے اور ایک ایسا شخص ہے جو جھوٹا ہے، جھوٹ بولتا ہے، اس کی جھوٹی باتیں نقل اور بیان کی جاتی ہیں جو دنیا میں چاروں طرف پھیلتی ہیں جن سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں چنانچہ اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جا رہا ہے جو آپ (ﷺ) نے دیکھا اور اس کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

جس شخص کو آپ نے دیکھا جس کا سر کچلا جا رہا تھا وہ ایسا شخص ہے جو کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا تھا یعنی اس کو قرآنی علوم سیکھنے کی توفیق عطا فرمائی تھی لیکن وہ شخص اس قرآن سے بے نیاز ہو کر رات کو سوتا رہا اور دن میں قرآن کے مطابق عمل نہیں کیا کرتا تھا اس لئے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور جن لوگوں کو آپ ﷺ نے تنور میں دیکھا وہ زنا کار ہیں اور جس شخص کو آپ نے نہر میں دیکھا وہ سود خور ہے (ان سب کو ان کے کئے کی سزا مل رہی ہے اور یہ قیامت تک اسی طرح ملتی رہے گی) اور جس بوڑھے شخص کو آپ ﷺ نے درخت کے پاس بیٹھے دیکھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے پاس جو بچے ہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

جو شخص اس درخت کے کچھ فاصلے پر آگ جلا رہا تھا وہ دوزخ کا داروغہ ہے اور درخت کے اوپر پہلا گھر جس میں آپ ﷺ داخل ہوئے وہ جنت میں عام مومن کا گھر ہے اور یہ گھر جو پہلے گھر سے اوپر واقع ہے شہداء کا مکان ہے۔ میں جبرائیل ہوں اور یہ میرے ساتھ میکائیل ہیں۔ آپ (ﷺ) اپنا سر اوپر اٹھایئے (رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا) تو میرے اوپر ابر کی مانند کوئی چیز ہے۔

ایک اور روایت میں لکھا ہے کہ وہ ابر کی مانند تہ بتہ کوئی چیز ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ ابر کی مانند جو چیز آپ دیکھ رہے ہیں یہ آپ کا جنت میں گھر ہے۔ میں (رسول اللہ ﷺ) نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اپنے مکان میں چلا جاؤں۔ ان دونوں نے کہا کہ ابھی تو آپ ﷺ کی عمر باقی ہے جس کو آپ ﷺ نے ابھی پورا نہیں کیا۔ جب آپ اس عمر کو پورا کر لیں گے تو آپ اپنے مکان میں چلے جائیں گے۔

دُرُود تنجینا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ سَیِّدِ نَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰٓ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاِخْوَانِہٖ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَآ اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِي الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ✦

یا قاضی الحاجات	یا مجیب الدعواۃ
یا شافی الامراض	یا دافع البلیّات
یا حل المشکلات	یا کافی المھمّات
یا رافع الدرجات	یا ارحم الرٰحمین

(آمین)

ترجمہ! اے اللہ! ہمارے سردار اور آقا حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل اور اصحابؓ اور پیغمبروں پر درود بھیج اور اس کے ذریعے تو ہمیں تمام خوف وہراس اور مصیبتوں سے نجات دیدے ہماری سب حاجتوں کو پورا فرمادے اور ہمیں تمام گناہوں سے پاک وصاف کردے ہمیں اپنے نزدیک اعلیٰ سے اعلیٰ درجات سے سرفراز فرمادے اور ہمیں زندگی میں اور موت کے بعد تمام بھلائیوں سے نوازدے۔ بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

دعا برائے حفاظت

اَللّٰهُمَّ حبّبْ اليْنَا اْلِا يْمَانَ وَزَيّنْهُ فِیْ قُلُوْ بِنَا

وَ کَرّهْ اِلَيْنَا الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ

وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّ شِدِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ تَوفَّنَاَ مُسْلِمِيْنَ وَالْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ

غَيْرَ خزَايَا وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ

☆☆☆

يَا بَدِيْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَيْرِ يَا بَدِيْعُ

وَاٰخِرُدَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

-1 سیرتِ رسول اعظم ﷺ (ماہ وسال کے آئینہ میں)
-2 ثانی اثنین ۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ
-3 سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ
-4 دل کی اقسام (قرآن کی روشنی میں)
-5 نفس کا بیان
-6 بشر و شجر
-7 تصوف (قرآن وسنتِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں)
-8 غفلت اور جہالت
-9 اخلاقِ مومن
10 سیرتِ امامِ اعظم ۔ ابوحنیفہؒ (حضرت نعمان بن ثابتؒ)
-11 نفاق
-12 سیرتِ سیدنا امیر معاویہؓ
-13 خانوادہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ
-14 امتِ مسلمہ کی نامور شہداء خواتین
-15 عظیم مسلمان مائیں
-16 دجال، امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
-17 اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات
-18 تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد اول)
-19 تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد دوم)
-20 جہاد اور مجاہد
-21 ائمہ حدیث کے مختصر حالات
-22 زبان کا بیان
-23 انتہائی ضروری بنیادی مسائل
-24 آرٹیکلس

PUBLICATIONS OF SIKANDER NAQSHBANDI

1 - Biography of The Greatest Prophet (ﷺ)
(According to the Calendar)
2 - Al-Siddique (Syedna Abu Bakr Siddique RA)
3 - Seerat Amirul Mominin Syedna Ali Al-Murtaza (RA)
4 - HEARTS - In the light of the Quran
5 - What is Soul (Nafs)
6 - Historical Trees of Islam
7 - Hypocrisy
8 - Carelessness and Ignorance
9 - Muslim Protocols
10 - Biographies of Muhadeseen
11 - Biography of Imam-e-Azam
12 - Dajjal, Imam Mehdi and Hazrat Esa (AS)
13 - Great Women in Islamic History. V1 & 2
14 - Seerat Syedna Amir Muawiyah (RA)
15 - NAQSHBANDIA FAMILY
16 - STORIES OF AULIYA KARAM (ra)
17 - TASAWWUF
18 - Jihad and Mujahid
19 - Great Muslim Mothers
20 - Reputable Muslim Shaheed Ladies
21 - Speech Cautiousness
22 - Very Important Basic Masail
23 - Articles (English and Urdu)

سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

1 سیرتِ رسول اعظم ﷺ (ماہ و سال کے آئینہ میں)

2 ثانی اثنین ۔ سیدنا ابو بکر صدیق ؓ

3 سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ ؓ

4 دل کی اقسام (قرآن کی روشنی میں)

5 نفس کا بیان

6 بشر و شجر

7 تصوف (قرآن و سنتِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں)

8 غفلت اور جہالت

9 اخلاقِ مومن

10 سیرتِ امامِ اعظم ۔ ابو حنیفہ ؒ (حضرت نعمان بن ثابت ؒ)

11 نفاق

12۔ سیرتِ سیدنا امیر معاویہ ؓ

13۔ خانوادۂ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

14۔ امتِ مسلمہ کی نامور شہداء خواتین

15۔ عظیم مسلمان مائیں

16۔ دجال، امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

17۔ اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات

18۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد اول)

19۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد دوم)

20۔ جہاد اور مجاہد

21۔ ائمہ حدیث کے مختصر حالات

22۔ زبان کا بیان

23۔ انتہائی ضروری بنیادی مسائل

Email: Sikander.naqshbandi@gmail.com
Link: https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi